الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

الحمد للہ والمنۃ کہ کتاب مستطاب

پیراہن یوسفی

ترجمہ دفتر اول

مثنوی مولوی معنوی

از طبع معارف آگاہ
مولوی محمد یوسف علی شاہ چشتی نظامی گلشن آبادی ٹونک مالوہ

در مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ حلیۂ طبع پوشید ھ

باہتمام بی - بی - کپور سپرنٹنڈنٹ

قیمت [illegible]

فہرست مضامین دفتر اول پیراہن یوسفی ترجمہ مثنوی مولوی معنوی

بہ عونِ صناعِ مکین و مکان فضلِ خلاقِ زمین و زمان نسخہ

عجب نغز و نادر ہے یہ ترجمہ | سخن کی لطافت کہ ہو مکتفی | جو تھا سارے عالم کو ہر دل عزیز | رکھا نام

پیراہن یوسفی

ترجمہ دفتر اول

مثنوی معنوی

از طبع معارف آگاہ مولوی محمد یوسف علی شاہ ولد محمد جلال الدین خان ملقب بہ بانکے میاں حنفی چشتی نظامی گلشن آبادی ملک مالوہ

مطبع نامی منشی نول کشور لکھنؤ میں بہ حسن و زیبائی منطبع ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ یعنی اے اللہ کہ تونے وجود آدم کو نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ سے بانوا کیا اور علم الاسماء سے گویا خدایا تو نے حسن و عشق کو پیدا کیا اور خود عشق بازی کی چال چلا کر اپنے نور کو ظہور دیا اور ظہور کو نور پر مبتلا کیا خالق مخلوق کو خود سے پیدا کیا اور معرفت سے خود شیدا کیا اور درود بھیج اوپر محمدؐ کے ایسا محمدؐ کہ لولاک اُسکی شان ہے اور لامکان اُسکا مکان ہے ایسا محمدؐ کہ تیرا ہمنام و ہمکلام ہے اور تیری کُرسی و عرش اُسکا زینہ اور بام ایسا محمدؐ کہ خالق و مخلوق مین واسطہ ہے اور آدم و عالم مین رابطہ ایسا محمدؐ کہ گلشن ہستی اُس سے آباد ہے اور باغ نیستی اُس سے شاد اور اوپر آل محمدؐ کے ایسی آل کہ سرداری و سیدی عالم کی اُس کے لئے زیبا ہے اور ولایت صغریٰ اور کبریٰ اُسکے واسطے پیدا ایسی آل کہ مدارج امامت و خلافت اُسپر تمام ہے اور شہادت خفی و جلی اُسپر اختتام ایسی آل کہ اُسکی برکت سے جہان کو قیام ہے اور تمام عالم اُسکا غلام ہے اور برکت و سلامتی کہتا اُنکی دعا و برکت سے کلام ہم غلامون کا مقبول اور فیضان رحمت کا ہم پر نزول ہو آمین یارب العالمین - واضح ہو کہ اس فقیر پر تقصیر کمترین بندگان درگاہ محمد یوسف علی شاہ ولد محمد جلال الدین خان ملقب بانکے میان چشتی نظامی زنبیل شاہی گلشن آبادی واقع ملک مالوہ نے بہ رہبری عنایت ایزدی و بہ دعاے مرشدی و مولائی عاشق پاکباز معشوق بے نیاز مست الست قلندر زبردست رحیم ہر گدا و شاہ جناب عبدالرحیم شاہ درویش شاہجہان پوری مدظلہم اللہ تعالیٰ کے ترجمہ لفظی مثنوی مولانا جلال الدین رومی معنوی قدس سرہ مین کوشش کی نام اُسکا پیراہن یوسفی ترجمہ مثنوی معنوی رکھا جبکہ بہ داستان ردباہ و خر واقع پانچوین دفتر کے پہونچا اس حقائق پر اسرار سے غیب گوئی مولانا کی ظاہر

ہوئی اور مشیت ایزدی دخواہش معنوی مجھپر کھلی **قولہ** ۔

یوسفان غیب لشکر می کشند | تنگہای قند مصری می رسند
اشتران مصر را رو سوی ماست | بشنوید ای طوطیان بانگ درا
شہرہا فردا پر از شکر شود | شکر ارزان است ارزان تر شود

پس اس شکریہ مین چند اشعار حقائق آمیز تشبیہ و تنزیہ بلباس مدح و تعریف تمہیداً لکھے کہ بوے معنوی پیراہن یوسفی سے جلوہ گر ہوئی **مولفہ**

مرحبا ای لحن داؤدی مرے | مرحبا ای تار طنبوری مرے
ہمدمی کی تیری مین خورسند ہون | اس تیرے رشتے کا مین پابند ہون

زیر و بالا دم کا تیری زیر و بم | مضطرب کرتا ہے مجھکو دمبدم
تیری دمسازی کا ہی مین حیران ہون | تیری گویائی پہ مین قربان ہون

گہ مزامیرون سے تو نالہ کرے | گہ گلوگی نای سے نغمہ کرے
جانتا ہون مین تجھے ای یار مست | تو جو کچھ ظاہر ہوا روز الست

تیری نیرنگی سے مین حیران ہون | پر مین بیرنگی کا اب خواہان ہون
مضطرب کرتی تری تلقین ہے | پر نہین کھلتی تری تمکین ہے

ہر زبان سے اپنا گفتا راز ہے | ہر بیان مین تو ہی بس دمساز ہے
اب تو اپنی صورت اصلی بنا | تا کہ تمکین ہو مجھے تلوین کی جا

گرچہ اب ظاہر ہے تو تشبیہ مین | پر دکھا دے آپ کو تنزیہ مین
بولا ای جویای اسرار نہان | کیا کرون اب ظاہر و باطن بیان

ظاہر و باطن کو اپنے گر کہون | آنکھین کھل جاوین تری ای ذو فنون
گر جمال یوسفی ظاہر کرون | اور محمد کے مین باطن سے کہون

اس صباحت اور ملاحت پر جہان | چاند و سورج سا کرین قربان جان
سیر ظاہر جان اس تشبیہ سے | تا کہ باطن جانے تو تنزیہ سے

ہے محمد یوسف اب یان میرا نام | کہ ملاحت اور صباحت ہے تمام
یہ سیاہی اور سفیدی آنکھ کی | بس ملاحت اور صباحت ہے مری

رات دن کو دیکھتے ہو آنکھ سے | نے سیاہی اور سفیدی جانتے
آب حیوان دیکھ تو ظلمت مین ہے | اور جمال اندر جلال ایک ہے

اس لئے پایا ہے یوسف نے جمال | گر ہوا یوسف ہے یان بہتر جلال
بس جلال الدین ہی معنوی | پیرہن سے جا ہے بوے یوسفی

پیرہن مین یوسفی کے معنوی | ہے جلال الدین جلال ظاہری
جب جمال اور ہو جلال یکجا بہم | ایک ہو جاوے وجود اور بس عدم

ہے جمال اور ہے جلال احد احد | مجتمع دونون ہوے اس جا پہ خود
اس نظر سے دیکھ تو یہ مثنوی | ہے جمال یوسفی مین معنوی

کیونکہ دو آنکھین مری ہین ای کلیم | آگے اتی درد و [illegible] الرحیم
گرچہ ظاہر دو ہین پر معنی مین ایک | نور دیکھو چاند و سورج مین ہے ایک

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ ۵ مرحبا ای لحن الخ چونکہ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ حال اپنا پردۂ زبان مین بیان فرماتے ہین کہ اہل وجد و ذوق اسرار نغمے سے بہرہ یاب ہون نظر بران اسیر توحید نے بھی سرگذشت مع حامد مرشبان و حاکم دوران و مسکن خویش نشان کو رموز توحید نشینی مین بیان کیا تا ناظرین ذوق پر حال میرا آئینہ وحدت سے بخوبی منکشف ہو لحن داؤدی و تار طنبوری مراد اس روح سے ہے کہ نفخت جسکی شان مین حق تعالی فرماتا ہے پس یہ اشارہ اسی روح کی طرف ہے فافہم ۱۲ ۔ ۵ بولا ای جویاے الخ بولا یعنی روح کا ہے ۱۲ ۔ ۵ ہے محمد یوسف الخ ظاہر نام مترجم کا باطن اشارہ ہے طرف حسن صوری و معنوی کے کہ جسکو مرج البحرین حق تعالی نے فرمایا ہے اور اسی حسن کے دید کو مشاہدہ تشبیہ و تنزیہ کہتے ہین چنانچہ آگے مقام دید کا بیان ہے فافہم ۱۲ ۔ ۵ آب حیوان الخ چونکہ جلال ظہور اجمالی و جمال ظہور تفصیلی کو کہتے ہین پس انوار جمال نے نور جلال سے ظہور کیا ہے اسواسطے یوسف نے یہان جمال پایا ہے کہ سر جلالی ہے کیونکہ انوار ہاے انبیا نور محمدی سے پیدا ہین پس دید جمال کی جلال مین اور دید جلال کی جمال مین ہے الغرض میرے والد کا نام جلال الدین ہے اور ولد مرید کا ذکر کرتا ہے پس مین سر جلال ہون اور مولانا کا بھی نام جلال الدین ہے اسواسطے جلال مجھ مین نہان ہے کیونکہ باپ سے بیٹا پیدا ہوتا ہے پھر باپ بیٹے سے ظہور رکھتا ہے پس یہی حال اب اس مثنوی کا ہے جلال و جمال باہم ملے ہوئے ہین اور اصل مین نور احد کو جلال و نور احمد کو جمال کہتے ہین پس مقولہ کہ روح کا ثابت ہے کہ یہ سب ظہور میرا ہے مگر کسی کو میری دید نہین ہے الا مرشد درکار ہے فافہم ۱۲ ۔ ۵ کیونکہ دو آنکھین مولوی محمد دلدار علی متخلص مذاق بدایونی میرے پیر و مرشد کا اسم مبارک ہے

میری آنکھوں کی ہین یہ دو مردمک ۔ دید میری انسے ہے یہ بے شک
انسے ہین ظاہر ہون یہ مجھ مین نہان ۔ راز باطن میرا ان سے ہی عیان
دہر کی آنکھین مذاق دیدۂ جیم ۔ ہین محمد کے یہ حدین دونون میم
میم کی آنکھین محمد کی دلا ۔ اور ہو باقی سب ہے جسم مصطفی
آنکھین یہ مرشد ہین از راہ نظر ۔ دید کی دیتی ہین یہ سب کو خبر
عین یہ ہین انکی عینیت تو جان ۔ عین مردم خلق مین انکو عیان
اس دوا کو اعتباری جانیو ۔ اعتباری شے کو لاشے مانیو
فرض ہے طاعت اولی الامر جہان ۔ بعدہ امر رسول انس و جان
باطنا مرشد کی ظاہر حاکمان ۔ خلق مین یہ ہین اولی الامر جہان
چشم پوشی جسنے کی ان سے یہان ۔ یان بھی اندھا ہے وہ اور اندھا وہان
ہین محمد ساتھ اسمعیل خان ۔ اس زمانے مین اولی الامر جہان
قبلۂ دل کی ہے رونق انکے ساتھ ۔ آبروئے کعبہ کی جان انکے ہاتھ
زینت کعبہ ہے اسمعیلؑ سے ۔ رونق قبلہ محمدؐ سے دیکھے
دی بہار مکہ اسمعیلؑ نے ۔ اور محمدؐ نے ثمر اس سے لیے
جب محمد مل کے اسمعیلؑ دو ۔ حاجی حرمین جان و تن کرو
وان محمدؐ پیچھے اسمعیلؑ کے ۔ یان محمد پہلے اسمعیلؑ کے
یہ مؤخر اب مقدم ہوگئے ۔ کہ ہو الاول ہو الآخر وہ ہے
گلشن آباد تن کے کعبہ کا ۔ جو ہے اسمعیل نواب خدا
گلشن آباد اسکا نام ہے اس لیے ۔ جاورہ پاؤ تم اسمین جان سے
اسمین ہر اک مرغ خوش الحان ہے ۔ طوطی دل بلبلان جان ہے
چشم نرگس گوش کا غنچہ دہن ۔ سرو قد سیمین بدن سیب ذقن
عالم کبری کا بلکہ قلب ہے ۔ کیونکہ اسمعیلؑ یان پیدا ہوئے
اسکو بیت اللہ جانو در جہان ۔ یہ ہے قالب ذات حق ہے اسکی جان
عکس جبکہ منعکس مین مل گیا ۔ نیستی ہستی ہوئی فانی صفا
اول و آخر و ظاہر باطنا ۔ ایک باطن مین دوئی ہے ظاہرا
ظاہرا تشبیہ تنزیہ ہوگئی ۔ باطنا تنزیہ تشبیہ ہوگئی
جیسے ظاہر باطن اس تاریخ مین ۔ بارہ سو تیرانوے ہجری سے ہین
ظاہر و باطن تو مصرع دیکھ کر ۔ مثل ابجد یہ حساب ہو جلوہ گر
ظاہرا تشبیہ کو کر بس تمام ۔ باطنا تنزیہ مین اب کر کلام
ظاہرا تشبیہ لکھے یوسفی ۔ باطنا تنزیہ لکھے معنوی
بس تو اس تشبیہ کو تنزیہ سے ۔ معنوی کی مثنوی مین دیکھ لے
ان مزامیر دونمین ہے اسرار حق ۔ یعنی ان جسمونمین ہے اسرار حق
سن سے جسم معنوی کا تو بیان ۔ نی کے پردے مین کرے ہے جو عیان
جیسے جسم احمدی مین حق کلام ۔ کرتا ہے بندہ دل سے آپ پے والسلام
سنئے تو اب اسرار پیرہن مین یوسفی ۔ لکھتے ہین کیا مثنوی مین معنوی

سلہ ہین محمد ساتھ یعنی احتشام الدولہ نواب محمد اسمعیل خان بہادر فیروز جنگ رئیس گلشن آباد عرف جاورہ واقع ملک مالوہ معتمد الفقرا دستگیر درویشان شمع افروز دین محمدی سالک مسالک طریقۂ حق طلبی زاد اللہ عشقہ و نور اللہ قلبہ کہ پیر محمد ولی نعمت عہد کے ہین منافب انکے بحقائق زیب اوراق کیے گئے فافہم ۱۲۔

سلہ گلشن آباد الی آخرہ نام اس شہر قدیم کا جاورہ ہے مگر بسبب رونق افزائی و دار اسلامی واقع اس کفرستان ملک مالوہ کے محتشم الدولہ نواب غوث محمد خان بہادر شوکت جنگ مغفور و مبرور نے نام اسکا گلشن آباد رکھا اس طرح کو اس عالم مین معموری تن سے راحت و آسایش ہے نظر بران توصیف اسکی بتشبیہ بدن بیان کی فافہم ۱۲۔

سلہ جیسے ظاہر الی آخرہ تاریخ آغاز ترجمہ کے ۱۲۹۳ھ ہے نظر بران تاریخ صوری و معنوی پدرست مصرع مین روح سے مثال تشبیہ و تنزیہ کے بیان کیے کہ ناظرین اوراق ہذا مین بین وصال سے آگہی تام ہو ۱۲ واللہ اعلم بالصواب ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آغاز دفتر اوّل پیراہن یوسفی ترجمہ مثنوی معنوی

پیراہن یوسفی		ترجمہ مثنوی معنوی	
بشنو از نے چون حکایت میکند	وز جدائیہا شکایت می کند	۱ سن لو نے سے کیا حکایت کرتی ہے	اور جدائی سے شکایت کرتی ہے
کز نیستان تا مرا ببریدہ اند	از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند	۲ جب سے کاٹا ہے نیستان سے مجھے	مرد و زن روے ہیں نالے سے مرے
سینہ خواہم شرحہ شرحہ از فراق	تا بگویم شرح درد اشتیاق	۳ پارہ پارہ کر دے سینے کو فراق	تا کہوں میں شرح درد اشتیاق
ہر کسی کو دور ماند از اصل خویش	باز جوید روزگار وصل خویش	۴ جو رہا ہے دور اپنی اصل سے	ڈھونڈھتا ہے پھر زمانہ وصل سے

بسم اللہ الرحمن الرحیم حواشی پیراہن یوسفی ترجمہ مثنوی معنوی مصنفہ سید محمد یوسف علی شاہ چشتی نظامی زنبیل شاہی

ف۱ سن لو نے سے الخ اے لوگو تم سن لو کہ میری نے جان کیا حکایت بیان کرتی ہے اور جدا ہونے یار سے شکایت کرتی ہے حکایت قصہ گذشتہ کو کہتے ہیں اور شکایت معشوق سے فراق کا گلہ کرنے کو کہتے ہیں یعنی میری نے جان حکایت و شکایت گذشتہ اسنے ظاہری کے مانند بیان کرتی ہے چنانچہ کل مثنوی میں اس حکایت و شکایت کا بیان ہے پس شعر آیندہ بیان شکایت ہے فافہم ۱۲ ف۲ جب سے کاٹا ہے الخ جب سے بیان مراد روز میثاق ہے اور نیستان سے مراد حقیقت محمدی اور مرد و زن سے مراد جمیع اجسام بشری ہے کہ کل جسم مرد یا زن ہیں یعنے روز میثاق سے قضاء و قدر نے مجھ نے جان کو نیستان حقیقت محمدی سے جدا کیا ہے میں اسکے فراق میں ہر جسم کے اندر نالان ہوں کہ یہ سبب مرد و زن میرے ہی نالے سے گریان ہیں کیونکہ سب جانیں ایک ہیں چنانچہ ایک کے رونے سے سب رونے لگتے ہیں جیسے کہ نے ظاہری کی صدا سن کر غافل ہو کر درد سے رونے لگتے ہیں کہ جانتے نہیں کہ یہ درد کس سبب سے پیدا ہوا ہے اسی طرح پر نے جان ہر جسم میں نالہ کر کے لوگوں کو رلاتی ہے مگر کوئی نہیں جانتا اس لیے شعر آیندہ میں شکستگی دل کی چاہتی ہے کہ شرح درد فراق کی بظاہر بیان کروں کہ سب اس راز کو جان لیں اگر کوئی کہے کہ اس فراق سے جان کو کیا غرض ہے جواب یہ ہے کہ بے فراق کے وصال کا مزہ نہیں کیونکہ ہر شے بضد سے معلوم ہوا کرتی ہے اگر مچھلی دریا سے باہر نہ آوے قدر دریا کی اُسے کیونکر معلوم ہووے پس مزہ وصال کا بے فراق نہیں ہے اسواسطے حسن ذات خالق نے مخلوق کو فراق دیا کہ بعد آگہی فراق و بیقراری کے لذت وصال کی پائے جسقدر آگہی فراق ہو ورد زیادہ ہے واللہ اعلم ۱۲

ف۳ پارہ پارہ الخ پارہ پارہ سینے سے مراد شق صدر و شکستہ دلی ہے کہ تا روشنی قلب پیدا ہو چنانچہ نے ظاہری جب تک سوراخ دار نہیں ہوتی ہے صدا نہیں دیتی ہے اسی طرح نے جان جب تک شکستہ دل درد عشق سے نہیں ہوتی ہے عوارض بیان نہیں کرتی ہے پس نے جان فراق یار سے کہتی ہے اے درد فراق تو مجھکو شکستہ دل کر دے تاکہ حرارت درد اشتیاق کے انکشاف انوار باطنی سے میں بیان کروں کہ وہ یار مجھسے راضی ہو بموجب حدیث نبوی من احب شیئا فاکثر ذکرہ یعنے جو دوست رکھتا ہے کسی شی کو پس زیادہ کرتا ہے ذکر اسکا یا زیادہ ذکر کرنے سے جذب یار پیدا ہووے شعر اسکا شاہد حال ہے ۱۲ ف۴ جو رہا ہے دور الخ ہر ایک اپنی اصل پر عاشق اور وصال کا طالب ہے بموجب حدیث نبوی کل شی یرجع الی اصلہ یعنی سب سے پہلے اپنی اصل کو رجوع کرتی ہے اسیطرح نے جان عوارض درد عشق از راہ نالہ ہر کسی سے بیان کر کے راہ وصال یار کی ڈھونڈھتی ہے کہ شاید کوئی وسیلہ ہاتھ آئے چنانچہ شعر آیندہ اسکا مصداق حال ہے کہ جوئندہ یابندہ ہوا کرتا ہے واللہ اعلم ۱۲

من بہر جمعیتے نالان شدم	جفت خوشحالان و بدحالان شدم	مین ہر اک مجلس مین جا نالان ہوئی	نیکبختون اور بدون مین ملی
ہر کسے از ظن خود شد یار من	از درون من نجست اسرار من	در گمان مجھسے ملے سب یار ہو	پر نہ ڈھونڈھا مجھ مین کچھ اسرار کو
سر من از نالۂ من دور نیست	لیک چشم و گوش را آن نور نیست	بھید میرا کب مرے نالے سے دور	لیک چشم اور گوش کو اس سے نور
تن ز جان و جان ز تن مستور نیست	لیک کس را دید جان دستور نیست	تن سے جان اور جان سے تن مخفی نہین	پر کسی نے دید جان پائی نہین
آتش ست این بانگ نائی نیست باد	ہر کہ این آتش ندارد نیست باد	آگ ہے آوازِ نائی نے ہوا	آگ یہ جس مین نہو وہ ہو فنا
آتش عشق ست کاندر نے فتاد	جوشش عشق ست کاندر مے فتاد	عشق کی ہے آگ نے کے درمیان	عشق کا ہے جوش مے کے درمیان
نے حریف ہر کہ از یارے برید	پردہایش پردہاے ما درید	اُنکی ہے نے یار جب یار ہے	پھاڑتے پردے اُسکے پردے نے
ہمچو نے زہرے و تریاقے کہ دید	ہمچو نے دمساز و مشتاقے کہ دید	زہر و ہم تریاق مثل نے کہان	ہمدم و مشتاق مثل نے کہان

سلہ مین ہر اک الخ جان مولانا کی کہتی ہے کہ مین مانند نے ظاہری کے ہر مجلس نیکون و بدون مین یعنے محفل اہل حال و اہل قال مین شریک ہوئی اور عوارف درد آمیز جان کیے مگر کوئی میرا محرم راز نہوا اور میرا مطلب بر آئے شعر آئندہ کہتے ہین ۱۲ سلہ در گمان الخ ہر ایک اپنے گمان مین مجھسے یار ہو کر ملا مگر میرے اسرار کو نجانا کہ یہ کیون نالہ کرتی ہے یعنے ہر ایک میری صدا پر مفتون اور درد پیدا ہونے سے رویا مگر یہ نجانا کہ یہ کس کی صدا ہے ۱۲ سلہ بھید میرا الخ نے جان کہتی ہے کہ مثل نے ظاہر کے میرا بھید کہ صداے الستی ہے میرے نالے مین موجود ہے لیکن چشم و گوش کو وہ نور نہین ہے کہ اُسکو پہچان سکے یعنی چشم بینا و گوش شنوا نہین ہے اسواسطے میرے نالے کا راز کسی کو معلوم نہوا اور جاننا چاہیے تامل ہے کہ آنکھ صدا کی گوش سے تعلق رکھتی ہے چشم سے نہین پس مولانا نے چشم کو بیان گوش کے ساتھ کیون بیان کیا بعد تامل واضح ہوا کہ گوش والا چشم ہے یعنی جبکہ سنتے ہین ضرور دیکھتے ہین کیونکہ بے دیکھے تمام نہین ہوتی ہین اور جبکہ ایک حواس رنگین ہوتا ہے دوسرے حواس کو رنگین کرتا ہے چنانچہ روز میثاق ذات مطلق نے خود کو بصداے الستی ظاہر کیا کہ گوش نے سنا اور جلوہ دیا کہ چشم دیکھتی اس لیے کہ سننے سے ہر ایک مشتاق ہوتا ہے اور دیکھنے سے مطمئن اسواسطے یار نے خود کو صدا کی راہ سے ظاہر کیا کہ لوگ مشتاق ہو ہر ایک دیدار کے طالب ہون چنانچہ اقرار دیدار کا بعد حشر نشر کے کیا کہ تا اس لالچ سے سب لوگ بندگی مین کوشش کرین اس لیے مولانا نے یہان چشم و گوش کے ساتھ بیان کیا ہے کہ میرا بھید میرے نالے سے دور نہین ہے مگر چشم و گوش غافلون کو وہ نور نہین ہے کہ صداے نالہ میرے شناور طالب دید کے ہون چنانچہ دوسرے شعر مین وہ اہل دید کا بیان کرتے ہین واللہ اعلم ۱۲ سلہ تن سے جان الخ دید علم سلوک مین مشاہدہ کے معنی صوفیہ نے یہ لکھے ہین رایت ربی علی حجاب رفیع یعنی دیکھا مین نے رب اپنے کو پردہ باریک مین بیچ واضح ہو کہ رب ہر جسم کا علیحدہ ہے کیونکہ جس اسما کا وہ جسم مظہر ہے وہی اسما اس جسم کا رب ہے بقول بحر العلوم اور بموجب حدیث نبوی کے عرفت ربی بربی یعنی پہچانا مین نے رب اپنے کو ساتھ رب اپنے کے پس مشاہدہ اسما کو علم الیقین کہتے ہین چنانچہ خداوند عالم نے بھی بہ نسبت آدم علیہ السلام کے فرمایا ہے وعلم آدم الاسماء کلھا یعنی تعلیم کیا آدم کو کل اسمون سے پس یہی مشاہدہ اسمون کا کمال عرفان ہے یہ جاے صفات و ذات پس دید جان سے جذب پیدا ہوتا ہے جیسے کہ مراقبہ مین منکشف ہوتا ہے اسی طور سے ملاحظہ مین شاہدہ غرض کہ نے جان کہتی ہے کہ مین ہر تن کے اندر ہون اور پوشیدہ نہین ہون لیکن کسی کو مشاہدہ حاصل نہین ہے کہ گوش شنوا سے مجھے از راہ نالہ کے جسمون مین تلاش کرکے مشاہدہ کرے پس مولانا اس شعر سے توحید وجودی ثابت کرتے ہین اور حسن پرستی کا راستہ بتاتے ہین الا اسکے انکشاف کو مرشد درکار ہے کیونکہ مولانا نے اکثر مقام دید کے مثنوی مین بیان کیے ہین اور اسی سبب سے حقائق مثنوی کے لوگون کی سمجھ مین نہین آتے پس شائقین کو چاہیے کہ اول مقام دید کا مرشد سے حاصل کرے بعد مثنوی کو دیکھے تب راز مولانا کے کامل سمجھ مین آوین واللہ اعلم ۱۲ سلہ آگ ہے الخ اس شعر مین مولانا نے جان کی خبر دی نے ظاہری کے پیرایے مین بیان فرمائے ہین کہ اس نے مین جو آواز نائی کا ہے آتش کہ مکھتا ہے جبکہ دل مین گیا جلا دیا اُسکو ہوا نہ سمجھو کہ نائی نے اس نے مین پھونکا ہو پس دل مین یہ آتش صدا آنے کی اثر کرتی ہے اور دل فنا ہو پیدا کر دیتا ہے کہ جس دل کو خاصیت حاصل ہو پس جو نے جان ہے جو آواز کہ نکلتی ہے وہ آواز ذات مطلق کی ہے کہ صداے الستی اُسکو کہتے ہین اور اس مین آتش عشق کی ہے اور ہواے نفسانی سے یہ آواز نہین ہے جس نے اُسکو پہچانا اُسکے دل مین اثر کیا کیونکہ اثر کا ہونا منحصر شناخت پر ہے اسلیے مولانا قابلون کو دعا اور نا قابلون کو بددعا دیتے ہین اور اس پردے مین کلیم وجد و سماع کی ذکر کرتے ہین جیسے نے جان کہ اندر صداے الستی ہے ایسے ہی نے ظاہری کے اندر نے جان کی صدا مین صداے الستی ہے بسبب کہ دلمین آتش عشق پیدا ہو دل فنا ہو کہ یکایک دنیا مین ہے چنانچہ شعر دوسرے مین آتش عشق کا ثبوت ہے ۱۲ سلہ عشق کی آگ الخ جو کہ صدا آنے سننے سے اہل سماع کو وجد و مستی پیدا ہوتی ہے اور سوز و گداز مولانا فرماتے ہین کہ اس نے کے اندر نائی کے دم کا ہوا نہین ہے آگ ہے عشق کی جیسے کہ جوش عشق کا نے کے اندر ہے کہ میخوار کو مست پر سوز و گداز کرتا ہے اسیطرح صداے نے کی اہل سماع کو مست بیخود کرتی ہے پس یہی حال نے جان کا ہے قول قوال ہے اور اہل سماع کو وجد و بیخودی پیدا ہوتی ہے اور غفلت دور چنانچہ دوسرا شعر اسکا اثبات ہے ۱۲ سلہ انکی ہے الخ یعنی نے یار اس

نے حدیث راہ پرخون می کند — قصہاے عشق مجنون می کند
محرم این ہوش جز بیہوش نیست — مر زبان را مشتری جز گوش نیست
در غم ما روزہا بیگاہ شد — روزہا با سوزہا ہمراہ شد
روزہا گر رفت گو رو باک نیست — تو بمان ای آنکہ جز تو پاک نیست
گر نبودی نالۂ نے را ثمر — نی جہان را پر نکردی از شکر
در نیابد حال پختہ ہیچ خام — پس سخن کوتاہ باید والسلام
ہر کہ جز ماہی ز آبش سیر شد — وانکہ بے روزیست روزش دیر شد
بند بگسل باش آزاد ای پسر — چند باشی بند سیم و بند زر
گر بریزی بحر را در کوزۂ — چند گنجد قسمت یک روزۂ
کوزۂ چشم حریصان پر نشد — تا صدف قانع نشد پر در نشد
ہر کرا جامہ ز عشقے چاک شد — او ز حرص و عیب کلی پاک شد
شاد باش ای عشق خوش سودای ما — اے طبیب جملہ علتہاے ما
اے دوای نخوت و ناموس ما — اے تو افلاطون و جالینوس ما

پر خطر رستے کی ذکر تی ہے بات — عشق مجنون کہتی ہے قصوں کی سات
رازداں اس ہوش کا بیہوش ہے — کیونکہ خواہندہ زبانکا گوش ہے
اپنے غم میں ہوگیا بیوقت روز — روز ہمدم ہوگیا ہمراہ سوز
دن گیا تو جانے دو کچھ ڈر نہیں — تو رہو تجھسا کوئی بہتر نہیں
گر نہ ہوتا نے کا نالہ با اثر — نے جہان کو کیسے کرتی پر شکر
گر نہ پائے حال پختہ کوئی خام — بس سخن کوتاہ کر باقی سلام
جو کہ ہو ماہی رکھے سیری آب — جو کہ بے روزی ہے دن اسکے خراب
قید سے اب تو نکل آزاد ہو — سیم و زر کی قید میں کب تک رہے
تو جو اک دریا کو کوزے میں کرے — بس بھری تو روزی اک دن کی بھر
تنگ چشم حاصان کب پر ہوئی — جب صدف قانع ہوئی پر در ہوئی
جسکا جامہ عشق سے بس چاک ہے — حرص و عیبوں سے وہ کل پاک ہے
خوش رہو اے عشق خوش سودا مرے — اے طبیب جملہ علتہا مرے
اے تو میرے دردے ناموس ہے — اے تو افلاطون و جالینوس ہے

۵۱ پر خطر الخ پس صداے نے مین خوف وخطر ہوا ہو کن واسطے کہ ظاہر الکلام اسکا قصہ وحکایت ہی کہ نفس کو اس سے لذت وکیفیت پیدا ہوتی ہی مگر باطن مین عاشقون کے باتین ہین کہ جنسا ضلالت وگمراہی بے رہبر کے ہوتی ہی اسی طرح قول عارفون کا ہی کہ بے ہدایت مرشد کے انکے قول کو بطور قصہ وحکایت کے بیان کرنا گمراہی مین پڑنا ہی کیونکہ فہم انکی مشکل ہی چنانچہ آیندہ شعر گواہ ہی ۱۲ **۵۲** راز دان الخ اس نے کی باتین باطن کے ہوش کی ہین اسکا رازدار وہ کوئی جانے کہ جو وجد سماع مین بیہوش ہو جیسے کہ زبان کے کلام کو گوش سمجھتا ہی کہ بے بہرے جو کچھ کہے وہ بے خود ہی یعنی قول عارفون کا اہل شریعت جانتے ہین واللہ اعلم ۱۲
۵۳ اپنے غم مین الخ اس طلب اہل دنیوی مین دن ہمارے حصول کا گذر رہا اور اب دن بیوقت ہوا یعنی آخر عمر اسکی ہو گئی اور ہم پر جب آفت کی ہوئی ۱۲ **۵۴** دن گیا الخ دن اگر گذر گیا تو گذر جانے دو کچھ ڈر کی بات نہیں ہی کیونکہ یا رسول اللہ تم ہمارے پیشوا تو دائم و قائم ہو کہ تم سے بہتر کوئی نہین ہی تمھارے اندک توجہ مین ہمکو سب کچھ حاصل ہے ۱۲ **۵۵** گر نہ ہوتا الخ اگر کلام صاحبان عارفون کا اثر نہ رکھتا تو شل ظاہری اہل جہان کو وہ پر شکر معرفت کیسے کرتا اور لوگ لذت پذیر معرفت لذت الٰہی سے کیونکر ہوتے ۱۲ **۵۶** گر نہ پائے حال الخ بے بہرہ و خام لوگ اگر عارفون کا کہ پختہ کار ہین حال نپائین اور آگہی نہ رکھین تو اس امر مین کچھ نہ کہو بلکہ خاموش ہو کہ خاموشی بہتر ہے باقی سلام ہی شارحین لکھتے ہین کہ مولانا علیہ الرحمۃ نے بسبب جوش عوارف کے یہ اٹھارہ شعر لکھکر اپنے عمامہ مین رکھ لیے تھے کہ جسکو ہر نگاہ حقیقت حسام الدین صاحب نے بسبیل تذکرہ الٰہی نامہ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کا مولانا سے کہا کہ آپ اس طرز مین عوارف مین لکھتے ہین اگر کوئی مثنوی اسی طرز پر تحریر فرمائین تو اولٰی ہے مولانا نے فی الفور اس پرچہ اشعار کو عمامہ سے نکال کر حسام الدین صاحب کو دیا انہوں نے پسند کیا پس مولانا نے انھین اشعار کو دیباچہ قرار دیکر قصہ شروع کردیا ۱۲ **۵۷** ہر کہ جز ماہی الخ تین قسم کے انسان ہین ایک تو ماہی ہین انکی دریاے نا متناہی کے کہ مراد عارفین سے ہی کہ انکو مشاہدہ جمال الٰہی سے سیری نہین ہی وہ تشنگی مستسقی کی رکھتے ہین دوسرے زاہد و عابد کہ زہد و تقوی ظاہری پر قانع ہو کر آب معرفت سے سیری رکھتے ہین تیسرے بے بہرہ کہ خواہشات دنیوی مین پڑے ہین ۱۲
۵۸ قید سے الخ تو اب قید سے نکل کہ تو آزاد ہی تو سیم و زر کی قید مین کیا پڑا ہی تو سیم و زر کی قید مین کب تک اور کہان تک رہے گا ۱۲ **۵۹** جسکا جامہ الخ وہ جسکا جامہ عشق سے چاک ہے وہ کلی طور پر پاک ہی ۱۲ **۶۰** خوش رہو الخ اس شعر مولانا عشق کی تعریف بیان فرماتے ہین جاننا چاہیے کہ عشق و محبت ایک ہی چیز کا نام ہی کیونکہ عشق کے گیارہ درجہ ہین اول درجہ کا نام انس اور ساتوین درجہ کا محبت اور گیارہوین درجہ کا نام عشق ہی پس زیادہ محبت کو عشق کہتے ہین اور یہی قرآن مین ہی بقول بحر العلوم اور یہ عشق بھی صفت خداوندی بھی صفت ملک و جن صفت انسان کی ہی جبکہ عشق انسان کامل مین طاری و ساری ہوتا ہی تو کل رگ رگ و اعضا اعضا و روح و لحم و پوست مین بجز دوست کے غیر کو نہین چھوڑتا ہی پس مولانا فرماتے ہین کہ ای عشق تو خوش سودا ہی اور تو طبیب کل مرضون کا میرا ہی اور تو میرے دارو ے ناموس ہی اور تو ہی افلاطون و جالینوس ہی اور بسبب عشق کے جسم خاکی کو افلاک پر ۱۲

جسم خاک از عشق بر افلاک شد ‏/ کوہ در رقص آمد و چالاک شد
جسم خاکی عشق سے افلاک پر ‏/ کوہ نچا اور کہ ناچا بس چالاک تر

عشق جان طور آمد عاشقا ‏/ طور مست و خر موسی صعقا
طور کی جان عشق یار وہ ہو گیا ‏/ طور مست و خر موسی صعقا

دو دہان داریم گویا ہمچو نے ‏/ یک دہان پنہانست در لبہای وے
دو دہان رکھو ہیں گویا مثل نے ‏/ اک دہن پوشیدہ اسکے لب میں ہے

دمدم این نائی از دمہای اوست ‏/ ہای و ہوی روح از ہیہای اوست
نائی کے دم کی یہ دمسازی ابھی ‏/ اسکی ہو ہا ہے یہ ہو ہا جان کی

یک دہان نالان شدہ سوی شما ‏/ ہای و ہوئے در فگندہ در سما
دوسرا تیری طرف نالان ہوا ‏/ ہاے ہو کو آسمان مین بھر دیا

لیک داند ہر کہ او را منظرست ‏/ کین فغان این سرے ہم زان سرست
پردہ جانے ہے کہ جو بینا ہوا ‏/ اس دہن کی اس دہن مین ہے صدا

با لب دمساز خود گر جفتمے ‏/ ہمچو نے من گفتنیہا گفتمے
لب بلب ہمدم کے میں ہوتا اگر ‏/ مثل نے کہہ بھید کہتا سربسر

ہر کہ او از ہمزبانی شد جدا ‏/ بے نوا شد گرچہ دارد صد نوا
ہمزبان سے جو ہوا اپنے جدا ‏/ لاکھ سامان رکھے پر ہے بینوا

چونکہ گل رفت و گلستان درگذشت ‏/ نشنوی زان پس ز بلبل سرگذشت
گل گیا جبکہ گلستان کب رہا ‏/ ماجرا بلبل کا پھر کس نے سنا

سر حق پنہانست اندر زیر و بم ‏/ فاش اگر گویم جہان برہم زنم
بھید حق کا زیر و بم مین ہے بھرا ‏/ برملا کہدون جہان ہو دربا

آنچہ نے میگوید این اندر دو باب ‏/ گر بگویم من جہان گردد خراب
جو کہ نے کہتی ہے یہ اندر دو باب ‏/ گر کہوں نہیں ہو جہان بالکل خراب

جملہ معشوق ست و عاشق پردہ ‏/ زندہ معشوق ست و عاشق مردہ
سب جہان معشوق پردہ عاشقان ‏/ زندہ ہے معشوق مردہ عاشقان

چون نباشد عشق را پروای او ‏/ او چو مرغے ماند بے پروائے او
عشق کو خواہش نہ اسکی جو رہی ‏/ وہ مثال مرغ بے پر ہے اخی

من چگونہ ہوش دارم پیش و پس ‏/ چون نباشد نور یارم ہمنفس
پیش و پس کا کیسے کچھو نہیں شعور ‏/ جو نہ ہمدم یار کا ہو میرے نور

عشق خواہد کین سخن بیرون بود ‏/ آئینہ غماز نبود چون بود
عشق کی خواہش ہے کھل جاوے راز ‏/ کیا کرے آئینہ نے گویای از

آئینہ جانت از آن غماز نیست ‏/ زانکہ زنگار از رخش ممتاز نیست
آئینہ کیوں رازگو تیرا نہیں ‏/ زنگ مین آلودہ جان اسکے تئیں

۵۱ دو دہان رکھوں ہیں الخ ۲ شعر اب مولانا انتقال کرتے ہیں نے ظاہر نما کی سی طرف جان اپنی کے یعنی اول نے جان کا حال در پردہ کہتے تھے اب ظاہر کہتے ہیں کہ اس نے کے مانند کہ جسکا حال میں اوپر لکھ چکا ہوں نہ جان میری بھی دو دہن رکھتی ہے ایک دہن ہمکلا ہے نائی کے کہ ذات مقدس ہے پوشیدہ و باہم دوسرے سے جان کی نالی کی نے جو ہے اور دوسرا دہن اسکا تیری طرف ہے نالان ہے لیکن اس راز کو وہ جانتا ہے کہ جو چشم بینا رکھتا ہے کہ نے جان کے اس دہن میں صدا اس دہن کی ہے یعنی صدائے جان ذات مطلق کی ہے واللہ اعلم ۔ ۵۲ لب بلب الخ ۴ شعر اگر مجھکو یار سے تراق ہوتا اور اپنے ہمدم سے لب بلب ہوتا مثل نے جان کا ملین کے بالکل میں بھید بیان کرتا مگر جو کوئی اپنے ہمزبان سے جدا ہو گر لاکھ وہ سامان رکھے مفلس و بینوا ہے جبکہ گل گیا رونق گلستان کب رہی اور حال بلبل کا پھر کسی نے پوچھا اسی طرح جب یار سے جدا ہو رونق اسکی کب ہو وے ۱۲ ۔
۵۳ بھید حق الی آخرہ ۲ شعر زیر و بم نقارہ و طبلہ و ڈھول مزامیر کے دہنے و بائین کو کہتے ہیں اور آواز خوش زیر و بم کے ملنے سے ہوتی ہے اسی واسطے مرتبہ وحدت میں ہو و دید کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور لغت میں زیر و بم آواز باریک و موٹے تار کو کہتے ہیں پس مولانا نے جان کے دو دہن کا حال بیان کرتے ہیں کہ ہی نے جان کے دونوں دہن کو تشبیہ زیر و بم سے رکھتے ہیں بھید حق کا بھرا ہے اگر میں اسکو ظاہر کہہ دوں تو سارا جہان خراب و برباد ہو جاوے کس واسطے کرنے کا کہنا کوئی نہیں سمجھتا ہے یعنی ذات حق کی اس نے جان میں بھرا ہے اور زیر و بم اسکا آنکھوں سے ازراہ دید کے کوئی نہیں دیکھتا ہے گویا مولانا مقام دید کو بتاتے ہیں پس بے ارشاد مرشد سمجھ اسکی دشوار ہے ۱۲ ۔ ۵۴ سب جہان الخ ۵ شعر جہان کل معشوق ہے عاشق نام پردے کا ہے اور معشوق زندہ ہے و عاشق مردہ ہے یعنی اس پوست تن کا نام عاشق ہے باقی جو کچھ ہے وہ مغز دوست تن کو مردگی ہے اور روح کی زندگی پس جب کسی کی خواہش عشق کی نہ رہے وہ مثال مرغ بے پر کے عاجز ہے پیش و پس کا میں خیال کیسے کروں جو یار کا نور میرا ہمدم نہو عشق تو چاہتا ہے کہ یہ راز تجھپر کھل جاوے مگر تیرا آئینہ دل صاف نہیں ہے جو کہ آئینہ تیرا رازگو نہیں ہے جان رے کہ وہ زنگ میں آلودہ ہے پس اسکو تو صاف کر ۱۲ ۔

نور او در یمین و یسر و تحت و فوق	بر سر و بر گردنم چون تاج و طوق	زیر و بالا دہنے بائین اُسکا نور	بس سراپا پر رکھتا ہی مجھ مین ظہور
رو تو زنگار از رخ او پاک کن	بعد ازان آن نور را ادراک کن	جا تو رخ سے زنگ اُسکے پاک کر	بعدہٗ اُس نور کو ادراک کر
آئینہ کز زنگ و آلایش جداست	پر شعاع از نور خورشید خداست	زنگ سے آئینہ جب ہووے صفا	تب ہو تابان نور خورشید خدا
این حقیقت را شنو از گوش دل	تا برون آئی بکلی زاب و گل	گوش دل سے اس حقیقت کو سنو	تا کہ آب و گل سے تم بالکل چھٹو
فہم اگر دارید جان را رہ دہید	بعد ازان از شوق پا در رہ نہید	گر سمجھ ہے جان کو رستا بتا	شوق سے اُسمین قدم کو تو بڑھا

حکایت عاشق شدن بادشاہ بر کنیزک و خریدن آن بادشاہ آن کنیزک را و رنجور شدن او

حکایت عاشق ہونا بادشاہ کا لونڈی پر اور بعد خریدنے کے بیمار ہونا اُس کا اور معالجہ کرنا طبیبون کا

بشنوید ای دوستان این داستان	خود حقیقت نقد حال ماست آن	دوستو اس داستان کو تم سنو	ہی حقیقت حال میرا نقد وہ
نقد حال خویش را گر پی بریم	ہم ز دنیا ہم ز عقبی بر خوریم	نقد حال اپنا اگر ہم جان لین	دین و دنیا کے ہمین ثمرے ملین
بود شاہے در زمانے پیش ازین	ملک دنیا بودش و ہم ملک دین	بادشاہ اگلے زمانے مین تھا ایک	ملک دنیا تھا اُسے اور دین نیک
اتفاقاً شاہ شد روزے سوار	با خواص خویش از بہر شکار	اتفاقاً شہ ہوا اک دن سوار	اور مصاحب لے گیا بہر شکار

ف زیر و بالا الخ ہ شعر نور یار کا گرد اگرد مجھ مین سراپا ظہور رکھتا ہی تو جا و زنگ رخ آئینہ دل سے پاک کر و اگر بعدہٗ اُس نور کو مجھ مین دیکھ کہ تا تجھکو اُن الٰہی معلوم ہووے کہ مین سراپا راز الٰہی سے پُر ہون جبکہ تیرا آئینہ صاف ہو تو نور خورشید خدائیت تیرے آئینہ پر ظاہر ہوا اب تم گوش دل سے حقیقت مثنوی کو سنو تا کثافت آب و گل تن سے تم چھٹو اگر سمجھ ہے تم جان کو رستہ بتا دو اور قدم راہ سلوک مین بڑھاؤ کہ یہ کل مثنوی علم سلوک مین لکھتے ہین چنانچہ اول حکایت مرشد کی تعریف مین ہے کہ مرشد ایسا ہونا چاہیے کہ کید نفس و سب دنیا سے روح کو چھڑا دے اور دوسری حکایت مین قیاس کا حال لکھا ہے کہ پاکون کو اپنا سا قیاس نہ کرنا چاہیے بلکہ مرشد کو طلب کرنا چاہیے کہ تا رہبر ہوا اور پیران ریاکار سے خود کو بچانا چاہیے کہ وہ دین دیگر جہان کو خراب کرتے ہین چنانچہ تیسری حکایت اُنکے فریب مین لکھتے ہین غرضکہ سلوک کے ساتون مقام کا کسب و حال سب مثنوی مین لکھا ہے ہم ہر جا پہ ہر مقام پر ان ساتون مقام سلوک کا حال لکھین گے ۱۲ ف حکایت اول تعریف پیر مین مولانا نے تمام مثنوی نعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین لکھی ہی اگر بظاہر قصہ و حکایت ہین مگر معنی مین کل تعریف ہوئی ہے ناظرین کو چاہیے کہ تمام مثنوی مین ہر جا و ہر مقام پر پیش حضور کو رکھین گے سب مضامین قصون کے آپکی مدح مین چسپان ہوتے ہین چنانچہ اس شروع حکایت مین بادشاہ مراد ہے روح سے اور لونڈی مراد ہے نفس امارہ سے اور پسر بزرگ مراد ہے دولت دنیا سے اور طبیب الٰہی مقصود ہے ذات بابرکات سرور کائنات سے بلباس بشر بحکم الٰہی انہون نے آکر لونڈی نفس کو عشق دنیا سے چھڑا کر بادشاہ روح کے مطیع کیا چنانچہ ہر ایک قصے کو ایسی حالتون کے ساتھ ملاحظہ کرین کہ فیضیاب سعادت سے ہووین واللہ اعلم ۱۲ ف دوستو الخ ایک شعر مولانا فرماتے ہین کہ اے دوستو تم اس داستان کو سنو اور یہی حال میرا سمجھو کہ میرے شاہ روح شکار معرفت کا کھیلنے صحرائے دنیا مین آئے اور لونڈی نفس کے دام عشق مین پھنس گئے یا یہ کہ تمام مثنوی حوارف تلوین و تمکین مین ہے اور مولانا کو مقام دید کا انکشاف ہوا ہے تو مولانا لکھتے ہین کیفیت مین یہی حال میرا ہے ای دوستو تم سنو فافہم ۱۲ ف نقد حال اپنا الخ ایک شعر مولانا تجاہل عارفانہ کرتے ہین کہ حقیقت مین تو یہ حال میرا ہی مگر یہ نقد حال اپنا اگر ہم جان لین تو دین و دنیا کے ثمرے ہمکو ملین یعنے یہ حال تو ہم پر گذر رہا ہے مگر ہمکو معلوم نہین ہی ۱۲ ف بادشاہ الخ ۲ شعر ایک بادشاہ دیندار یعنی عارف کامل زمانہ سابق مین تھا اور شکار کوہ و صحرا مین مع مصاحبین کے گیا ۱۲

بہر صیدی شد او بر کوہ و دشت	ناگہان در دام عشق او صید گشت	ڈھونڈھتا[1] جنگل میں پھرتا تھا شکار	عشق نے اسکو کیا اپنا شکار
یک کنیزک دید شہ بر شاہراہ	شد غلام آن کنیزک جان شاہ	ایک[2] لونڈی راہ مین شہ کو ملی	شہ کی جان لونڈی کی بندہ ہوگئی
مرغ جانش در قفس چون می طپید	داد مال و آن کنیزک را خرید	مرغ جان[3] بیتاب جب تن مین ہوا	مال دیکر مول لونڈی کو کیا
چون خرید او را و برخوردار شد	آن کنیزک از قضا بیمار شد	جو خریدا[4] اور ثمر اُس کا چکھا	وہ ہوئی بیمار از راہ قضا
آن یکے خر داشت پالانش نبود	یافت پالان گرگ خر را در ربود	خر تھا[5] اک کے پاس اور پالان نہ تھا	پایا پالان گرگ خر کو لے گیا
کوزہ بودش آب مے نآمد بدست	آب را چون یافت خود کوزہ شکست	کوزہ اک کے پاس اور پانی نہ تھا	کوزہ ٹوٹا جو اُسے پانی ملا
شہ طبیبان جمع کرد از چپ و راست	گفت جان ہر دو در دست شماست	سب طبیبون سے[6] کہا یہ شاہ نے	جان دونون کی تمھارے ہاتھ ہے
جان من سہلست جان جانم اوست	دردمند و خستہ ام درمانم اوست	جان[7] میری سہل جانکی جان ہے وہ	مین جو ہون بیمار صاحب دارو درمان ہے وہ
ہر کہ درمان کرد مر جان مرا	برد گنج و در و مرجان مرا	جسنے[8] میری جان کا درمان کیا	گوہر و مرجان سے اُس کو بھرا
جملہ گفتندش کہ جانبازی کنیم	فہم گرد آریم و انبازی کنیم	بولے[9] سب اُس سے کہ جانبازی کرین	پہلے ہم سب مل کے باہم سوچ لین

۱ ڈھونڈھتا الخ ایک شعر مولانا تقدیر الٰہی کا بیان کرتے ہین کہ دُنیا کا معاملہ برعکس ہے کہ وہ بادشاہ خود تلاش شکار مین تھا کہ دام عشق مین پھنس گیا اور عشق کا دام کیا ہے عورت ہے جاننا چاہیے کہ یہ عورت کیا چیز ہے اور مرد کیون اُسپر شیدا ہے اور انبیا علیہم السلام کو دُنیا کی چیزون مین عورت کیون پسند ہوئی اور آدم صلوٰۃ اللہ علی نبینا کو باوجود نعمای جنت کے عورت سے کیون تسکین ہوئی اور جس عنین کو عورت کی خواہش نہین ہے اُسکو عشق الٰہی بھی نہین ہے معلوم ہوا کہ عورت مظہر خاص الٰہی ہے اور مظہر اتم خاص الخاص اُسکو کہتے ہین اور آدم کے دل سے پیدا ہوئی ہے اور عشق اسکا عین عشق الٰہی ہے مگر محرم اسکا ہزار مین ایک ہے محبت اسکی مشاہدہ کامل ہے اور بسبب ہونے مقام دید کے گمراہی بھی اتم رکھتی ہے اسیواسطے خداوند عالم نے بھی قید محرم و نامحرم کی رکھی ہے راز اسکا آگے لکھونگا ۱۲ ۲ ایک لونڈی الخ ایک شعر بادشاہ نے ایک عورت کو راہ مین ہنگام تلاش شکار کے دیکھکر از راہ عشق کے مول لیا گویا جان بادشاہ کی شاہ تھی بسبب عشق کے اُس لونڈی کی غلام و بندہ ہوگئی کیونکہ اُسکے ظاہر پر مبتلا ہوا اور از راہ مشاہدہ کے اُسکے معنی کو نہ دیکھا آئندہ حال اسکا لکھونگا ۱۲ ۳ مرغ جان الخ ایک شعر بادشاہ جب عشق لونڈی مین بیتاب ہوا اور اُسکو خرید لیا یعنی اپنا ملک لونڈی نفس کو کیا کہ غلام ہو یعنی بادشاہ جان پر باطن اُسکا عاشق و غلام ہوا اور بظاہر اُسکو اپنا خادمہ کیا اسواسطے اہل دُنیا کا نفس غالب روح پر ہے اور عمدگی انسان کی اسمین ہے کہ نفس کو مغلوب روح کا رکھے کہ تا روح بسبب اپنے غلبے کے اپنی اصل کو رجوع کرے اور نفس کو اپنا ہمرنگ کرکے اپنے ساتھ لے جاوے اُسی کو المومنون لایموتون کہتے ہین کیونکہ موت کا اطلاق اوپر نفس کے ہے بموجب آیۂ کل نفس ذائقۃ الموت ۱۲ ۴ جو خریدا الخ ایک شعر بادشاہ نے جب اُسے خریدا اور ثمرہ پایا قضا کار وہ لونڈی بیمار ہوگئی اور وہ عیش بادشاہ پر تلخ تھا گویا بادشاہ حقیقی نے اُسکو غلط فہمی سے اُس معشوقہ مجازی کو اُس بادشاہ عارف پر وبال کر دیا کیونکہ سُنت اللہ اسی پر جاری ہے کہ جو اُسکا خواہندہ غیر کو چاہے غیرت الٰہی اُسپر وبال کر دیتی ہے ۱۲ ۵ خر تھا الخ ۲ شعر مولانا اسکی مثال دیتے ہین کہ ایک کے پاس خر تھا اور پالان تلاش کرتا تھا کہ تا خر سے نفع اُٹھاوے جبکہ پالان پایا تو خر کو بھیڑیا لے گیا یا ایک کے پاس کوزہ تھا پانی نہ تھا جبکہ پانی پایا کوزہ ٹوٹا یعنی اُس شے کے ہونے مین وہنونے مین حسرت ہے پناہ دے اللہ اس سے ۱۲ ۶ سب طبیبون سے الخ ایک شعر بادشاہ نے طبیبون کی جانب توجہ کی اور استمداد چاہی اور کہا کہ جان میری اور میرے معشوق کی تمھارے ہاتھ مین ہے گویا اُنکو شافی مطلق جانا یعنی اس صورت مین بھی رجوع غیر کی جانب کی ۱۲ ۷ جان میری الخ ایک شعر طبیبون سے کہا کہ میری جان سہل ہے یعنے اسکا غم نہین ہے مگر وہ معشوقہ میری حیات کے برابر ہے یعنی میری جان کی زندگی اُس سے ہے اگر وہ نہ ہوئی تو میری جان کا رہنا مشکل ہے یعنے شاہ روح نے غلطی سے غیر کو بسبب عشق مجازی کے موجب حیات سمجھا ۱۲ ۸ جسنے الخ ایک شعر اور طبیبون کو طمع دیا ہے کہ جسنے میری جان کی دوا کی ہے گوہر و مرجان سے اپنا دامن بھرا یعنی نفع دُنیا کا اُٹھایا ۱۲ ۹ بولے سب الخ ۵ شعر سب طبیبون نے کہا کہ ہم حتی الامکان کوشش اس معالجے مین کرینگے مگر اول ہم باہم مشورہ کر لین کس واسطے کہ ہر ایک ہم مین سے مسیحا زمان ہے اور ہر درد کی دوا دکھتا ہے لیکن طبیبون نے انشاء اللہ نہ کہا مگر اپنی حکمت کو باثر جانا اور اللہ کو وہ امر نہ سوجھا پس مولانا فرماتے ہین کہ انشاء اللہ اُنہون نے بسبب تمردی کے ترک کیا اسواسطے کہ انشاء اللہ حضوری مین روا نہین ہے کہ وہ اپنا فعل فعل حق کا جانتے ہین گویا مولانا رفع اعتراض مقدر کرتے ہین واللہ اعلم ۱۲

ہر یکی از ما مسیح عالمیست	ہر الم را در کف ما مرہمیست	ہے ہر اک ہم میں مسیحائی زماں	رکھتا ہے ہر درد کی دارو نہاں
گر خدا خواہد نہ گفتند از بطر	پس خدا بنمودشان عجز بشر	انشاء اللہ نے تمرد سے کہا	عجز انکو حق نے تب دکھلا دیا
ترک استثنا مرادم قسوتیست	نے ہمی گفتن کہ عارض حالتیست	انشاء اللہ ترک سے غایت مری	دل کی سختی ہے نہ حال عارضی
ای بسا ناوردہ استثنا بگفت	جان او با جان استثناست جفت	انشاء اللہ کہتے اکثر ہیں نہیں	جائیں انکی جان حق سے ہین ملین
ہرچہ کردند از علاج و از دوا	گشت رنج افزون و حاجت نا روا	ہر طریقے[1] سے کیا اسکا علاج	اور زیادہ ہوگیا ابتر مزاج
آن کنیزک از مرض چون موی شد	چشم شہ از اشک خون چون جوی شد	لونڈی گھل گھل کر ہوئی مانند بال	شاہ کو از بس ہوا اس سے ملال
چون قضا آید طبیب ابلہ شود	آن دوا در نفع خود گمرہ شود	جو قضا[2] آئے طبیب احمق بنے	اور دوا گمراہ ہو تاثیر سے
از قضا سرکنگبین صفرا فزود	روغن بادام خشکی می نمود	سرکے[3] سے صفرا کی افزونی ہوئی	روغن بادام سے خشکی ہوئی
از ہلیلہ قبض شد اطلاق رفت	آب آتش را مدد شد ہمچو نفت	قبض ہڑون سے ہوا اور بند دست	آگ بھڑکی آب سے مانند نفت
سستی دل شد فزون و خواب کم	سوزش چشم و دل پر درد و غم	دل[4] کی سستی بس بڑھی اور نیند کم	آنکھ میں سوزش ہوئی اور دل میں غم
شربت و ادویہ و اسباب او	از طبیبان ریخت یکسر آبرو	بس دوا دارو نے اس بیمار کی	آبروریزی طبیبوں کی کری

ظاہر شدن عجز حکیمان از معالجۂ کنیزک و روی آوردن بادشاہ بدرگاہ خداوند حقیقی و بخواب دیدن بادشاہ مبشر غیبی را و سبب صحت یافتن کنیزک

عاجز ہونا طبیبوں کا علاج لونڈی سے اور بعد آگہی کے رجوع ہونا بادشاہ کا طرف درگاہ بادشاہ حقیقی کے اور خواب میں دیکھنا بادشاہ کا مبشر غیبی کو اور سبب اسکے صحت پانا لونڈی کا

شہ چو عجز آن حکیمان را بدید	پا برہنہ جانب مسجد دوید	عجز[5] شہ نے جو اطبا کا دکھا	پا برہنہ جانب مسجد گیا
رفت در مسجد سوی محراب شد	سجدہ گاہ از اشک شہ پر آب شد	جا کے وہ مسجد میں اور محراب میں	رویا اور بس وہ با اشک آب میں
چون بخویش آمد ز غرقاب فنا	خوش زبان بکشاد در مدح و ثنا	محویت سے ہوش جب اسکو ہوا	تب لگا کرنے وہ بس حمد و ثنا

ف۱ ہر طریقہ سے الخ ۲ شعر یعنی ان طبیبوں نے ہر طور پر معالجہ کیا کچھ فائدہ نہ ہوا بلکہ مرض اسکا زیادہ ہوگیا اور وہ لونڈی از بس ضعیف و لاغر ہوگئی اور شاہ کو اس امر سے از بس ملال ہوا غرض کہ جو کوئی دعوی کرتا ہے اور خدا کو شامل نہیں کرتا ہے حق تعالے اسکو ذلیل کر دیتا ہے ۱۲ ف۲ جو قضا آئی الخ ایک شعر جبکہ قضا الٰہی آتی ہے طبیب کی عقل زائل ہو جاتی ہے اور دوا تاثیر نہیں کرتی ہے یعنے آگے حکم خدا کے کسی کی نہیں چلتی ہے کس واسطے خدا فرماتا ہے واللہ غالب علے امرہ یعنی اللہ غالب ہے سب کام پر ۱۲ ف۳ سرکے سے الخ ۲ شعر گویا دوا نے برعکس اثر کیا کہ سرکہ دافع صفرا اور روغن بادام دافع خشکی و ہڑین مسہلہ ہیں مگر بسبب قضا کے دوا نے برعکس اثر کیا گویا آب نے مانند روغن نفت کے اور آتش کو بھڑکا دیا روغن نفت ایک روغن ہے کہ آب پر اسکو ڈالو اور آگ لگاؤ تو وہ روشن ہوگا اور آب اسکا مانع نہیں ہوتا ہے ۱۲ ف۴ دل کی سستی الی آخرہ ۲ شعر مرض لونڈی کا طبیبوں کے معالجہ سے زیادہ ہوا گویا اس معالجہ نے طبیبوں کی آبرو کھوئی یہ سب نتیجہ انکے دعوے کا ہے ۱۲ ف۵ عجز شہ الی آخرہ ۳ شعر جبکہ بادشاہ عجز طبیبوں ظاہری سے ناامید ہوا تب خدا کی جانب توجہ کی اور طرف مسجد کے دوڑا اور سجدے میں گرا اور الحاح و زاری کی جبکہ اسکو سجھ پیدا ہوئی حمد و ثنا کے بعد کہنے لگا ۱۲

کای کمینه بخششت ملک جهان	من چه گویم چون تو میدانی نهان	کہ ترا ادنیٰ کرم ملک جہان	کیا کہوں میں جانتا ہے تو نہان
حال ما و این طبیبان سربسر	پیش لطف عام تو باشد هدر	حال میرا اور طبیبون کا ہی گیا	آگے رحمت کے تری بار خدا
ای همیشه حاجت ما را پناه	بار دیگر ما غلط کردیم راه	تو ہمیشہ میری حاجت کا پناہ	بار دوئم میں نے بھولی ہے راہ
لیک گفتی گرچه میدانم سرت	زود هم پیدا کنش بر ظاهرت	بولا تو گرچہ میں جانوں تیرا راز	جلد ظاہر کر وہ از راہ نیاز
چون برآورد از میان جان خروش	اندر آمد بحر بخشایش بجوش	جو کری فریاد دل سے باخدا	جوش میں دریائے بخشش آگیا
درمیان گریه خوابش در ربود	دید در خواب او که پیری رو نمود	روتے روتے جو وہاں شہ سو گیا	خواب میں اک پیر مرد اسکو دکھا
گفت ای شه مژده حاجاتت رواست	گر غریبی آیدت فردا ز ماست	بولا ای شہ خوش ہو برآئی مراد	کل مسافر آئے مجھسا تو ہو شاد
چونکه آید او حکیم حاذق ست	صادقش دان کو امین و صادق ست	ہی حکیم حاذق آئے وہ امین	صادق اسکو جانیو باطل نہیں
در علاجش سحر مطلق را ببین	در مزاجش قدرت حق را ببین	تو علاج اسکے میں حکمت حق کی دیکھ	اور مزاج اسکے میں قدرت حق کی دیکھ
خفته بود آن خواب دید آگاه شد	گشته مملوک کنیزک شاه شد	تھا وہ خفتہ خواب دیکھا آگہ ہوا	بندہ لونڈی کا تھا وہ شاہ ہوا
چون رسید آن وعده‌گاه و روز شد	آفتاب از شرق اختر سوز شد	وقت وعدہ آیا اور جو دن ہوا	نکلا خورشید اور جہان روشن ہوا

سلہ کہ ترا الخ ۱۲ شعر خداوندا تیری ادنیٰ بخشش ہے ملک دنیا کا دینا اور تجھسے کیا عرض کرون تو دانائے راز ہے اور حال میرا اور طبیبون کا آگے دریائے
رحمت تیرے کے کیا اصل ہے کہ از راہ غفلت کے یعنی تیری نافرمانی کی ۱۲ سلہ تو ہمیشہ الخ ایک شعر کہ یا تو ہمیشہ سے میری حاجتون کا جائے پناہ
ہے اب مین دوسری بار راہ تیری بھولا یعنی اول بار صورت لونڈی پر عاشق ہوا اور غیر کو چاہا اور دوسرے طبیبون کی طرف متوجہ ہو کر مدد چاہی اور تیری
طرف متوجہ نہوا یہ دو قصور ہوے تو معاف کر ۱۲ سلہ بولا تو گرچہ الی آخرہ ایک شعر خداوندا تو نے فرمایا اگرچہ مین تیرا حال جانتا ہون مگر تو بظاہر
جلد از راہ نیاز کے اُسے ظاہر کرتا مین قبول کرون بموجب اس آیۃ کے ادعونی استجب لکم یعنی دعا کرو تم قبول کرونگا مین واسطے تمھارے ۱۲
سلہ جو کری الی آخرہ ہ شعر بادشاہ نے جو دل سے دعا درگاہ باری مین کی تو دریائے بخشش جوش مین آیا بس بادشاہ اُسی حالت مین
روتا روتا سو گیا خواب مین دیکھا کہ ایک پیر مرد کہتا ہے کہ اے بادشاہ تیری مراد بر آئی کل ایک مسافر میرے مانند آئیگا وہ حکیم حاذق ہے
تو اسکو سچا جانیو اور اُسکے علاج مین حکمت حق کی دیکھیو اور قدرت خدا کی جانیو واضح ہو کہ خواب تین قسم پر ہوتا ہے ایک صالحہ دوسرا صادقہ
تیسرا کاذبہ صالحہ اُسکو کہتے ہین جو خواب مین دیکھا وہی معلوم ہوا اور بیداری مین صورت پکڑے یہ خواب چالیسوان حصہ نبوت کا ہے عارفین اسکو
دیکھتے ہین دوسرا صادقہ کہ شئی متمثل ہو کر بطرز دیگر معلوم ہوتی ہے اہل تعبیر اسکو معلوم کر لیتے ہین اسمین کفار بھی شریک ہین تیسرا کاذبہ یہ سب کو ہوتا
ہے اور اثر نہین رکھتا ہے اور ایک واقعہ ہوتا ہے کہ عارفون کو ہنگام غفلت کے اسمین راز معلوم ہوتا ہے پس خواب مین اور واقعہ مین یہ فرق
ہے کہ خواب مین حواس ظاہری کا دخل نہین ہے اور واقعہ مین حواس ظاہری کا دخل ہے جیسے بیداری مین دخل ہوتا ہے اور خواب اسکو کہتے ہین کہ جان عالم مثال کو
براہ روزن دل متوجہ ہوتی ہے اور ساکنان عالم مثال وہ احکام کہ شب قدر کو برس روز کے جاری ہو چکتے ہین اطلاع دیتے ہین پس یہ خواب بادشاہ
عارف کے بطور واقعے کے تھے کہ ہاتف غیبی نے یہ بادشاہ کو خبر دی تھی واللہ اعلم ۱۲ سلہ تھا وہ خفتہ الی آخرہ ایک شعر بادشاہ اب تک
گویا غافل تھا اب تائید الٰہی سے خبردار ہوا اور تیرگی غفلت کی دور ہوئی اور خود کو جانا کہ مین اب تک غفلت سے بسبب عشق مجازی کے اُس
لونڈی کا بندہ تھا اب بادشاہ ہوا اسی طرح پر روح غافلین کی بسبب غفلت کے بندۂ نفس کی ہے جب کہ کرم الٰہی توجہ مرشد سے بیدار ہوتا ہے جانتا
ہے مین حقیقت مین بادشاہ ہوا اسواسطے خداوند عالم فرماتا ہے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ یعنی ای لوگو یہ نفس تمھارا اللہ نہین ہے مین اللہ ہون پس
الہ کے معنی نفس کے ہین چنانچہ غافلین اپنے نفس کے بندے ہین اور رات دن اُسکی اطاعت مین پھرتے ہین اور خداوند عالم کی اطاعت نہین کرتے ہین
سلہ وقت وعدہ الخ ۱۲ شعر جبکہ صبح ہوئی اور وقت وعدہ کا آیا بادشاہ جھروکے مین بیٹھا کہ جو دیکھا تھا شب کو ظاہر ہو گویا روح نور باطن کی پیدا ہے
یعنے ظلمت و غفلت سے نکلے اور روزن دل پر منتظر ظہور حکم الٰہی کی رہے شعر دوم اسکا شاہد حال ہے ۱۲

بود اندر منظرہ شہ منتظر   تا ببیند آنچہ بنمودند سر
دید شخصے فاضلے پُر مایۂ   آفتابے در میانِ سایۂ
میرسد از دور مانندِ ہلال   نیست بود و ہست بر شکلِ خیال
نیست وش باشد خیال اندر جہان   تو جہانے بر خیالے بین روان
بر خیالِ صلح شان و جنگ شان   بر خیالِ نام شان و ننگ شان
آن خیالاتے کہ دامِ اولیاست   عکس مہرویان بستانِ خداست
آن خیالاتے کہ شہ در خواب دید   در رخِ مہمان ہمی آمد پدید
نورِ حق ظاہر بود اندر ولی   نیک بین باشی اگر اہلِ دلی
آن ولی حق چو پیدا شد ز دور   از سراپایش ہمی میریخت نور
شہ بجاے حاجبان در پیش رفت   پیش آن مہمان غیبِ خویش رفت
ضیف غیبی را چو استقبال کرد   چون شکر گوئی کہ پیوست او بورد
ہر دو بحرے آشنا آموختہ   ہر دو جان بے دوختہ بردوختہ
آن یکے چون تشنہ و دیگر چو آب   وان یکے مخمور و دیگر چون شراب
گفت معشوقم تو بودستی نہ آن   لیک کار از کار خیزد در جہان

شہ جھروکے مین تھا بیٹھا منتظر   تا ظہور اسکا ہو جو دیکھا تھا سر
مردِ کامل اک دکھا با آب و تاب   ابر کے سایہ مین تھا اک آفتاب
دور سے آتا ہے وہ مثلِ ہلال   نیست تھا اور ہست ہے شکلِ خیال
نیست کی صورت خیال اندر جہان   دیکھ عالم کو خیال اوپر روان
بس خیال اوپر ہے انکا صلح جنگ   اور خیال اوپر ہی انکا نام و ننگ
جن خیالون سے کہ پھنستے اولیا   عکس مہرویون خدا کے باغ کا
جو خیال اس خواب مین شہ کو دکھا   صورتِ مہمان مین ہے وہ کھلا
نورِ حق ظاہر دلی مین ہوتا ہے   گر تو اہلِ دل ہے اسکو دیکھ لے
دور سے جو وہ ولی حق کا دکھا   سر سے پا تک اسکے پیدا نور تھا
جا دربانون کے شہ آگے بڑھا   آگے اس مہمان غیبی کے گیا
پیشقدمی کی جو اس مہمان کی   گویا شکر آن کر گل سے ملی
آشنا اک بحر کے دونون ملے   بے سلے دونون کے جان باہم سلے
ایک تشنہ دوسرا مانند آب   اک خماری دوسرا مثلِ شراب
بولا تو ہے یار میرا وہ نہین   کام سے اک کام نکلے آفرین

۵۱ مرد کامل الی آخرہ ۲ شعر ایک مرد کامل کو دیکھا کہ با آب و تاب ہے گویا ابر کے سایہ مین ایک آفتاب ہے اور دور سے آتا ہی مثل ہلال کے نیست تھا اور ہست بصورت خیال یہ کل صفتین مرشد کی ہین یا حضرت رسول مقبول صلعم کی ہین کہ وہ حکیم الٰہی تھے اور روشن مانند آفتاب کے مگر سایہ ابر وجود مین پوشیدہ مانند ہلال کے دیکھنے مین نیست تھے مگر بصورت خیال ہست دکھلائی دیتے تھے جیسے کہ خیال نیست بھی ہی اور ہست بھی ہی اور خدا کی طرف سے آ رہے تھے بعد حقائق خیال کے سب اشعار حضور کی صفت مین مولانا بیان فرماتے ہین ۱۲ ۵۲ دور سے الخ ۳ شعر خیال عالم مین نیست کی صورت ہے اور تمام عالم خیال پر چلتا ہی خیال سے خوش و غمگین ہین خیال سے جنگ و صلح کرتے ہین گویا سب خیال کے پابند ہین اسیواسطے دنیا کو خواب و خیال کہتے ہین اور نہین جانتے کہ خیال کیا شے ہی اور کہان سے آتا ہے آیندہ اسکا حال لکھونگا ۱۲ ۵۳ جن خیالون سے الخ ایک شعر جن خیالون مین کہ اولیا اللہ گرفتار ہوے ہین وہ عکس ہے خدا کے باغ مہرویان کا چونکہ مولانا اہل دید سے ہین مقام تشبیہ کو بیان کرتے ہین کہ دنیا باغ خدا ہی اور مہرو مرشد یا خوبان جہان دعکس مہر بہیئت مرشد یا معشوق مجازی پس طالبان حق بہیئت جمال چہرۂ یار ہے انداز دید کے تشبیہ مین تنزیہ کو دیکھتے ہین یعنی صورت مین معنی کو مشاہدہ کرتے ہین اور اسی خیال مین گرفتار رہتے ہین پس اسی کو الفقر تصحیح الخیال کہتے ہین واللہ اعلم ۱۲ ۵۴ جو خیال الخ ۲ شعر جو خواب مین بادشاہ نے دیکھا تھا وہی نور صورت مہمان سے دیکھا جو کہ نور حق دوستان حق مین ہی اگر تو روشن ضمیر ہے اسکو دیکھ لے یعنی وہ بادشاہ عارف روشن ضمیر تھا اُسنے اسرار حق کو پہچان لیا ۱۲ ۵۵ دور سے الخ ۳ شعر جب دور سے اس ولی حق کو بادشاہ نے دیکھا کہ سرتاپا نور ہی مثل دربانون کے آگے بڑھا اور پیشقدمی کرکے اُس سے ملا جیسے گل سے شکر ملتی ہی ۱۲ ۵۶ آشنا اک بحر کے الخ ۲ شعر بادشاہ اور وہ مہمان دونون عارف حق کے تھے باطن مین دل آگئے باہم ایسے ملے گویا بے سلے سل گئے جیسے ایک تشنہ اور دوسرا آب اور ایک خماری اور دوسرا شراب ہو کر دیکھ اسکا علت رکھے ۱۲ ۵۷ بولا تو ہی یار الخ ایک شعر بادشاہ نے کہا کہ مین تجھی پر عاشق ہوا تھا کچھ اُس لونڈی پر نہ تھا ایک کام سے دوسرا کام نکلتا ہی اگر عشق مجازی نہ کرتا حقیقت کو کیسے پاتا کیونکہ المجاز قنطرۃ الحقیقۃ یعنی مجاز سیڑھی حقیقۃ کی ہی واضح ہو کہ عشق مجازی و حقیقی ایک ہی چیز ہی فقط سمجھ کا فرق ہی یعنی عاشق مجازی اُسی ذات پر عاشق ہوتا ہی مگر بظاہر اُسکو صورت معشوق جانتا ہی جبکہ حقیقت کھلتی ہی تو حیران ہوتا ہی اور کہتا ہی کہ مین تو اُسی ذات پر عاشق ہوا تھا مجاز کہان غرضکہ سارا سمجھ کا پھیر ہے واللہ اعلم ۱۲

ای مرا تو مصطفی من چون عمر — از برای خدمتت بندم کمر

ای[1] مرا تو مصطفی مین چو عمر — تیری خدمت کے لیے باندھون کمر

در خواستن توفیق رعایت ادب و خامت بے ادبی

چاہنا توفیق رعایت ادب و ذلت بے ادبی کا

از خدا خواہیم توفیق ادب — بی ادب محروم ماند از لطف رب
بی ادب تنہا نہ خود را داشت بد — بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد
مائدہ از آسمان در می رسید — بے صداع بیع و بی رنج خرید
از میان قوم موسیٰ چند کس — بے ادب گفتند کو سیر و عدس
منقطع شد نان خوان از آسمان — ماند رنج زرع و بیل و داسمان
باز چون عیسیٰ شفاعت کرد حق — نان فرستاد و غنیمت بر طبق
مائدہ از آسمان شد عائدہ — چونکہ گفت انزل علینا مائدہ
باز گستاخان ادب بگذاشتند — چون گدایان زلہ ہا برداشتند
کرد عیسیٰ لابہ ایشان را کہ این — دائم ست و کم نہ گردد از زمین
بدگمانی کردن و حرص آوری — کفر باشد نزد خوان مہتری
زان گدارویان نادیدہ ز آز — آن در رحمت بر ایشان شد فراز
منّ و سلوی ز آسمان شد منقطع — بعد زان خوان نشد کس منتفع
ابر برناید پے منع زکوات — وز زنا افتد وبا اندر جہات

حق[2] سے چاہتا ہون مین توفیق ادب — بے ادب محروم ہین از لطف رب
بے ادب تنہا نہ خود بدتر ہوا — بلکہ اک عالم کو آفت مین رکھا
چرخ[3] سے آتا من و سلویٰ مدام — بے کہے اور بے سنے بیدم و دام
قوم موسیٰ مین کئی تھے بد شعور — مانگتے وہ بے ادب لہسن مسور
ہو گیا موقوف من سلویٰ جبھی — پڑ گئے تکلیف کھیتی مین سبھی
پھر[4] سفارش کی جو عیسیٰ نے حق — آیا من سلوے کا انکو پھر طبق
آسمان سے کیون نہو دے مائدہ — جو کہا انزل علینا مائدہ
پھر ادب کرنے لگے گستاخ کم — چون گدا رکھتے بچا کھانا بہم
بسکہ فہمایش انھین عیسیٰ نے کی — یہ نہو گا کم تمھین تا زندگی
بدگمانی اور کرنا حرص کا — کفر نعمت ہے یہ نزدیک خدا
حرص انکو اور گدائی تھی پسند — اونپہ دروازہ ہوا رحمت کا بند
آنا من سلویٰ کا موقوف ہو گیا — پھر کسی کو بھی نہین کھانا ملا
پانی[5] کم برسے نہین دیوین زکات — اور ہیضہ بھی زناکاری کے ساتھ

ف ۱ ای مرا تو الی آخرہ ایک شعر اب مولانا اشارہ کرتے ہین طرف حضرت رسول مقبول صلعم کے وہ حکیم غیبی فرستادہ حق تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور وہ بادشاہ مانند حضرت عمرؓ کے تھا کہ گمراہی سے راستی پر آیا اور خدمت مین حضور کے مستعد ہوا ۱۲۔

ف ۲ حق سے چاہتا ہون الی آخرہ ۲ شعر مولانا خاتمہ حقایق ادب کے بیان مین فرماتے ہین کہ خداوند عالم سے مین توفیق ادب کی چاہتا ہون کیونکہ بے ادب لطف رب سے محروم ہین اور وہ خود تنہا بلا مین نہین پڑتے ہین بلکہ ایک جہان کو بلا مین ڈالتے ہین یعنی انکی بے ادبی اور گستاخی سے ایک جہان قہر الٰہی مین گرفتار ہوتا ہے کیونکہ سنت اللہ یہ چلی ہے کہ ایک کی شامت گناہ سے جہاز کو ڈبا دیتا ہے چنانچہ یہ قصہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کا اس حال مین بیان کرتے ہین ۱۲ ف ۳ چرخ سے الی آخرہ ۳ شعر قصہ ہے کہ خداوند عالم امت موسیٰ علیہ السلام کو من سلویٰ آسمان سے بے سعی و کوشش کے مدام بھیجتا تھا یعنے ترنجبین اور بھونی بٹیر انکے کھانے کو بھیجتا تھا انہون نے پیاز و لہسن وغیرہ بقولات کو چاہا اور ایک کھانے پر صبر نہ کیا پس اللہ نے ڈالا انکو کھیتی کی بلا مین ۱۲ ف ۴ پھر سفارش کی الی ہٰ شعر جبکہ زمانہ عیسےٰ علیہ السلام کا آیا اور انکی امت نے بھی وہ من سلویٰ چاہا پس دعا عیسیٰ علیہ السلام نے مانگی اللھم انزل علینا مائدۃ من السماء یعنی اے پروردگار میرے نازل کر اوپر ہمارے خوان آسمان سے چنانچہ پھر من و سلویٰ آنا شروع ہوا مگر امت عیسیٰ علیہ السلام نے بے ادبی کی وہ کھانا باقی رکھا ہر چند عیسیٰ علیہ السلام نے سمجھایا کہ کھانا تمھارا تمام عمر کم نہوگا از راہ حرص کے خدا سے بدگمانی نہ کرو کہ یہ کفران نعمت ہے چونکہ انکو گدائی پسند تھی اس بے ادبی سے در رحمت کا اُنپر بند ہو گیا اور من و سلویٰ کا آنا موقوف ہوا گویا چند لوگون نے یہ بے ادبی کی اور وہ در رحمت سب پر بند ہوا اسیطرح شامت اعمال سے در رحمت مخلوق پر بند ہوتا ہے ۱۲ اللھم احفظنا ف ۵ پانی کم برسے الخ ۲ شعر مثال دوسری مولانا فرماتے ہین کہ دیکھو شامت اعمال سے ایسی بلائین نازل ہوتی ہین کہ اگر زکوٰۃ نہ دین قحط سالی آوے اور اگر زنا کرین تو ہیضہ پس جو تجکو رنج و غم آوے جان لے کہ وہ تیری گستاخی و بیباکی ہے جان لو کہ وہ مردون کا رہزن خود نامردی ہے خدا کی بلا ہے اسکو امینی مشکل ہے ۱۲ واللہ اعلم۔

هرچه بر تو آید از ظلمات و غم	آن ز بیباکی و گستاخیست هم	جو کہ تجھپر آئے تاریکی و غم	تیری گستاخی ہے بیباکی بہم
هر که بیباکی کند در راه دوست	رهزن مردان شد و نامرد اوست	جو کریں بیباکی راہ یار میں	مرد کے رہزن خود نامرد ہیں
از ادب پرنور گشته است این فلک	وز ادب معصوم و پاک آمد ملک	ہے ادب سے دیکھو نورانی فلک[۱]	ہے ادب سے دیکھو اور پاکی ملک
بد ز گستاخی کسوف آفتاب	شد عزازیلی ز جرأت رد باب	گہن سورج کا ہے گستاخی کا پھل	اور شیطان بھی گیا اس سے نکل
هر که گستاخی کند اندر طریق	گردد اندر وادی حیرت غریق	جو طریقت میں کریں گستاخیاں	وادی حیرت میں ہوں برباد یاں
حال شاه و میهمان برگو تمام	زانکه پایانی ندارد این کلام	حال[۲] مہمان اور شہ کا کہہ تمام	کیونکہ حد رکھتا نہیں ہے یہ کلام

ملاقات شدن بادشاه با طبیب الٰهی که در خوابش دیده بود و بشارت به قدوم داده شده بود

ملاقات ہوئی بادشاہ کی ساتھ طبیب الٰہی کے کہ خواب میں اسے دیکھا تھا اور اسکے آنے کی بشارت دیگئی تھی

شه چو پیش میهمان خویش رفت	شاه بود و لیک بس درویش رفت	آگے[۳] جو مہمان کے اپنے شہ گیا	شاہ تھا لیکن گیا مثل گدا
دست بکشاد و کنارانش گرفت	همچو عشق اندر دل و جانش گرفت	کھول ہاتھ اسکو بغل میں لے لیا	عشق کی صورت دل و جان میں رکھا
دست و پیشانیش بوسیدن گرفت	وز مقام و راه پرسیدن گرفت	ہاتھ و پیشانی کو اسکے چوم کر	حال رہ منزل کا پوچھا سربسر
پرس پرسان میکشیدش تا بصدر	گفت گنجی یافتم آخر به صبر	باتیں کرتا صدر تک لایا اسے	اور کہا اک گنج پایا صبر سے
صبر تلخ آمد و لیکن عاقبت	میوهٔ شیرین دهد پر منفعت	صبر[۴] کڑوا ہے مگر آخر میں وہ	میٹھے پھل دیتا ہے نفع جس سے ہو
گفت ای نور حق و دفع حرج	معنی الصبر مفتاح الفرج	بولا[۵] اے نور خدا دافع حرج	معنی الصبر مفتاح الفرج
ای لقای تو جواب هر سؤال	مشکل از تو حل شود بی قیل و قال	اے لقا تیری جواب ہر سوال	تجھسے مشکل ہووے حل بے قیل و قال
ترجمانی هرچه ما را در دل است	دستگیری هر که پایش در گل است	تو وہی کہتا ہے جو دل میں بسے	ہاتھ پکڑے اسکا جسکا پا پھنسے
مرحبا یا مجتبی یا مرتضی	ان تغب جاء القضا ضاق الفضا	مرحبا[۶] اے مجتبی اے مرتضی	گر چھپے تو تنگ ہو ہم پر قضا

[۱] ہے ادب سے الی آخرہ سہ شعر اب مولانا عمدگی ادب کی بیان فرماتے ہیں کہ آسمان بسبب ادب کے نورانی ہے اور فرشتے بسبب ادب کے پاکی رکھتے ہیں آفتاب کو گہن بسبب گستاخی کے ہوتا ہے اور شیطان بھی اسی گستاخی کے باعث مردود و خوار ہے پس جو کوئی طریقت میں گستاخیاں کریگا وہ حیرت میں خوار و برباد ہوگا ۱۲ [۲] حال مہمان کا الی آخرہ ایک شعر حال میہمان اور شہ کا لکھ تمام کیونکہ حد نہیں رکھتا ہے یہ کلام ۱۲ [۳] آگے جو مہمان کے الی آخرہ ہہ شعر بادشاہ آگے مہمان کے گیا اگرچہ بادشاہ تھا مگر مثل گدا کے بڑھا اور بغلگیر ہوا اور مانند عشق کے جان میں رکھا مولانا ملاقات اولیاء کرام کا حال بیان فرماتے ہیں کہ جب اولیا آپس میں ملتے ہیں تو انکی جان آپس میں اسی طرح ملتی ہیں ظاہر میں دست بوسی کرتے ہیں مگر باطن میں ملاقات دلی سے فیض حاصل باہم کرتے ہیں اور سلوک منزل و مقام کا حال استفسار کرتے ہیں غرضکہ بادشاہ بعد دریافت حال مہمان کو اپنے صدر میں لایا اور کہا کہ صبر سے یہ گنج پایا ۱۲ [۴] صبر کڑوا ہے الخ ایک شعر صبر اگرچہ کڑوا ہے مگر ثمر شیرین دیتا ہے یعنی بعد رنج کے راحت ہے بموجب اس آیت کے ان مع العسر یسرا یعنی بعد رنج کے راحت ہے ۱۲ [۵] بولا اے الخ ۳ شعر بادشاہ نے کہا کہ اے نور خدا والے حلال مشکلات والے معنی الصبر مفتاح الفرج یعنی ضرور کہ کنجی صبر فتحمندی کی ہے پس مشاہدہ تیرا جواب ہر سوال کا ہے اور بے درخواست کی مشکلیں میری تجھ سے حل ہیں اور تو وہی کہتا ہے کہ جو میرے دل میں ہے اور جو گرفتار آن بلا ہیں تو انکی دستگیری کرتا ہے پس یہی سب صفتیں ہادی میں ہوا کرتی ہیں ۱۲ [۶] مرحبا اے مجتبی الی آخرہ ۲ شعر مرحبا اے تو برگزیدہ و پسندیدہ ہے اگر تو غائب ہو جاوے تو ہم پر قضا تنگ ہے تو ہمارے قوم کا مولی ہے جو کوئی کہ تجھکو نہ چاہے بتحقیق وہ ہلاک ہو جیو خداوند عالم انکی نسبت کہتا ہے کہ میں کھینچوں طرف آتش کے اشارہ اس آیۃ کی طرف ہے کلا لئن لم ینتہ لنسفعا بالناصیۃ ناصیۃ یعنی اگر بس نہ کرے ابو جہل ایذائے پیغمبر میں تو پکڑ دوں میں بال پیشانی اسکے کے اور کھینچوں طرف دوزخ کے پس یہ اشارہ رسول مقبول صلعم کی طرف ہے ۱۲ [ع] بالفرور صبر کنجی کشادگی کی ہے ۱۲

انت عقبی لقوم من لااتشتهی ۔ قدری کلا لئن لم ینته

چون گذشت آن مجلس خوان کرم ۔ دست او بگرفت و برد اندر حرم

قصهٔ رنجور و رنجوری بخواند ۔ بعد ازان در پیش رنجورش نشاند

انت عقبی لقوم من لااتشتهی ۔ قدری کلا لئن لم ینته

جب کہ مجلس اور کھانا ہو چکا ۔ ہاتھ پکڑا اور حرم مین لیگیا

قصۂ رنجور و رنجوری کہا ۔ اور بٹھایا پاس اُسکے بعد جا

بردن بادشاه طبیب غیبی را بر سر بیمار ۔ لیجانا بادشاہ کا طبیب غیبی کو بیمار کے پاس

رنگ و روے و نبض و قارورہ بدید ۔ هم علاماتش هم اسبابش شنید

گفت هر دارو که ایشان کردہ اند ۔ آن عمارت نیست ویران کردہ اند

بیخبر بودند از حال درون ۔ استعیذ الله مما یفترون

دید رنج و کشف شد بروی نهفت ۔ لیک پنهان کرد و با سلطان نگفت

رنجش از صفرا و از سودا نبود ۔ بوی هر هیزم پدید آید ز دود

دید از زاریش کو زار دلست ۔ تن خوش است و او گرفتار دلست

عاشقی پیداست از زاری دل ۔ نیست بیماری چو بیماری دل

علت عاشق ز علتها جداست ۔ عشق اصطرلاب اسرار خداست

عاشقی گرزین سر و گر زان سرست ۔ عاقبت ما را بدان شه رهبرست

هر چه گویم عشق را شرح و بیان ۔ چون بعشق آیم خجل باشم ازان

نبض و قارورہ کو دیکھا اور رنگ ۔ اور علامت پوچھی اور اسباب ڈھنگ

بولا جسنے اسکا ہی درمان کیا ۔ اُسنے اس تعمیر کو ویران کیا

اسکا پہچانا نہیں حال درون ۔ استعیذ الله مما یفترون

دیکھی بیماری چھپا اُسپر کھلا ۔ پر چھپایا اور نہیں شہ سے کہا

صفرا و سودا سے بیماری نہ تھی ۔ دود لکڑی کی بو سونگھیں سبھی

جانا رونے سے کہ ہی بیمار دل ۔ تندرست ہی اور رکھے آزار دل

دل کی زاری سے ہی ظاہر عاشقی ۔ نہ کوئی ہی رنج جون رنج دلی

رنج عاشق کا ہی رنجوں سے جدا ۔ عشق اصطرلاب ہے سر خدا

ہو ادھر سے یا ادھر سے عاشقی ۔ جانب شہ ہمکو آخر رہبری

عشق کا شرح و بیان جو کچھ کیا ۔ عشق تک پہونچا مین شرمندہ ہوا

سلہ جبکہ مجلس اور کھانا الخ ۲ شعر جبکہ وہ تواضع ہو چکی تو بادشاہ نے ہاتھ مہمان کا پکڑا اور محل سرا مین لیجا کر بیمار کے پاس بٹھایا اور حال بیمار کا اور بیماری اُسکی کا بیان کیا یعنے روح نے اُس حکیم غیبی کو دل کے اندر لے جاکر اور حال رنجوری نفس کا بیان کیا واللہ اعلم ۱۲۔

سلہ نبض و قارورہ الخ ۲ شعر اُس حکیم غیبی نے نبض و قارورہ اُس بیمار کا دیکھا اور علامت و اسباب پوچھا بعدہٗ فرمایا کہ جسنے اسکا معالجہ کیا گویا اُسنے تعمیر کو ویران کیا ہی اور اُسکے کچھ مرض کو نہین پہچانا پس پناہ مانگتا ہون مین اللہ سے اس چیز کی کہ نیت کی ہی اور اُسکی بیماری کو دیکھا تشخیص سے اسکا حال باطن دریافت کیا الا بادشاہ سے وہ حال نہ کہا ۱۲ سلہ صفرا و سودا الخ ۳ شعر اسکا مرض صفرا اور سودا کے اختلاف سے نہ تھا جیسے کہ لکڑی کا دھوئین کی بو سے حال معلوم ہوتا ہی اسی طرح اُس بیمار کے رونے سے جانا کہ اسکو درد دل ہی اور یہ کسی پر عاشق ہی پس بیماری دل کے برابر کوئی مرض نہین ہی گویا سب مرضون مین بڑا مرض ہی ۱۲ سلہ رنج عاشق الخ ۲ شعر عاشق مرض کا ڈھنگ اور مرضون سے علیحدہ ہی کیونکہ عشق اصطرلاب ہے اسرار خدا کا اصطرلاب یہ ترازو آفتاب کو کہتے ہین کیونکہ لغت یونانی مین اصطر ترازو اور لاب آفتاب کو کہتے ہین چونکہ اُس آلہ سے حال سبعہ سیارہ خاص کر آفتاب کا معلوم ہوتا ہی اسی طرح عشق سے حال اسرار الٰہی کا معلوم ہوتا ہی بقول بحر العلوم پس عشق واسطے دریافت راز الٰہی کے اصطرلاب ہی خواہ وہ عشق بندہ کی جانب سے ہو یا ذات مقدس کی جانب سے ہو مگر انجام کار وہ عشق ہمکو جانب شہ کے رہبر ہے واضح ہو کہ عشق ایک کشش کو کہتے ہین اگر وہ کشش دل سے اُس جانب سے پیدا ہوتی ہی تو بندے کو مقام عاشقی کا حاصل ہوگا مگر نتیجہ دونون کا ایک ہی غرض کہ عشق اول معشوق مین پیدا ہوتا ہی اور عاشق کو کھینچتا ہی چنانچہ عشق اگر اُس جانب سے ہے تو ادل شوجان کو مجذ پیدا ہوتا ہی اور اگر اس جانب سے ہے تو اُس سبحان کو فیض ملتا ہی واللہ اعلم ۱۲ سلہ عشق کا شرح الخ ۵ شعر عشق کا بیان کرتے ہین مین شرمندہ ہوا اگرچہ زبان ہر شی کو روشن کرتی ہی مگر عشق بے زبان اُس سے زیادہ حال باطن کو روشن کرتا ہی چونکہ قلم لکھنے مین تیز تھا عشق کے موقع پر آتے ہی رکا اور ٹوٹا اور کاغذ پھٹا یعنی قلم و کاغذ متحمل عشق کے حال لکھنے کا نہوا بلکہ عقل بھی اسکی شرح مین عاجز ہوئی پس عشق نے خود عشق کی شرح بیان کی اصل یہ ہی کہ عشق ذات حق ہی جبکہ موقع مشاہدہ کا آیا تو کیفیت اُسکی جو مدنیت لکھی ہی بیان بان و تحریر قلم سے باہر ہی پس قلم و عقل شرح اُسکی سے عاجز ہوئی عشق خود اپنا راز کہتا ہی بقول بحر العلوم ۱۲۔

گرچہ تفسیر زبان روشنگرست — لیک عشق بیزبان روشن‌ترست
گرچہ روشنگر زبان ہی ظاہرا — لیک عشق بیزبان روشن سوا

چون قلم اندر نوشتن می‌شتافت — چون بعشق آمد قلم برخود شگافت
جو قلم بس تیزرو لکھنے مین تھا — عشق کے موقع پہ آیا تو رکا

چون سخن در وصف این حالت رسید — ہم قلم بشکست ہم کاغذ درید
وصف اس حالت کا جب لکھنے لگا — ہم قلم ٹوٹا و ہم کاغذ پھٹا

عقل در شرحش چو خر در گل بخفت — شرح عشق و عاشقی ہم عشق گفت
عقل اسکی شرح مین عاجز ہوئی — عشق نے خود عشق کی ہی شرح کی

آفتاب آمد دلیل آفتاب — گر دلیلت باید از وی رو متاب
آفتاب آیا دلیل آفتاب — گر دلیل اب چاہو دیکھو بیحجاب

از وی ار سایہ نشانی میدہد — شمس ہردم نور جانی میدہد
گرچہ پرتو اسکا دیتا ہی نشان — شمس ہردم دیتا ہی بس نور جان

سایہ خواب آرد ترا ہمچون سمر — چون برآید شمس انشق القمر
مثل افسانہ کے سایہ نیند لائے — شمس سے شق ہو قمر باہر جو آئی

خود غریبی در جہان چون شمس نیست — شمس جان باقیست کورا امس نیست
شمس سا کوئی نہین کہی سفر — شمس جان باقی ہی او ہی بے سفر

شمس در خارج اگرچہ ہست فرد — میتوان ہم مثل و تصویر کرد
شمس خارج مین اگرچہ فرد ہے — بھی تصور مثل اسکا ہو سکے

لیک آن شمسی کہ شد ستنش اثیر — نبودش در ذہن و در خارج نظیر
لیکن ایسا شمس ہے وہ دلپذیر — ذہن و خارج مین نہین اسکا نظیر

در تصور ذات او را گنج کو — تا در آید در تصور مثل او
گر تصور ذات کو گنج اسکی تو — تا تصور مین مثال آئے نکو

شمس تبریزی کہ نور مطلقست — آفتابست و ز انوار حق ست
شمس تبریزی کہ مطلق نور ہے — آفتاب اک ہے خدا کے نور سے

چون حدیث روی شمس الدین رسید — شمس چارم آسمان سر در کشید
جبکہ شمس الدین کا ذکر آگیا — شمس چوتھے آسمان کا چھپ گیا

واجب آمد چونکہ بردم نام او — شرح کردن رمزی از انعام او
واجب آیا نام مین نے جو لیا — شرح کرنا اسکے رمز انعام کا

این نفس جان دامنم بر تافتست — بوی پیراہان یوسف یافتست
پکڑا دامن میرا اس دم جان نے — پائی بو یوسف کے پیراہن سے ہی

۵۱ آفتاب آیا الی آخرہ ۳ شعر مولانا مثال اسکی بیان کرتے ہین کہ جیسے آفتاب خود آفتاب کی دلیل ہے کہ ظاہر و بیحجاب کھائی دیتا ہی لغت مین آفتاب پر نور خورشید کو کہتے ہین کہ ہندی مین اسکا نام دھوپ ہے پس یہ خورشید خورشید کے ہونے پر دلیل ہی تو نے اسکو ظاہر دیکھا یعنے جو کہ عیان ہی اسکو بیان کی کیا حاجت ہے بقول استاد کے عیان راچہ بیان اگرچہ پرتو آفتاب کا پتہ بتایا ہے لیکن شمس عشق ہردم نور جان دیتا ہے کہ حقایق موجودات اس سے ظاہر ہوتے ہین کیونکہ ذات حق موجودات ہے پرتو شمس ظاہر کا کہ قمر ہے خواب غفلت لاتا ہے مثل انسان کے مگر شمس عشق جب ظاہر ہوتا ہے تو قمر غفلت کو پھاڑ ڈالتا ہے بقول بحر العلوم ۱۲ ۵۲ شمس سا الی آخرہ ۲ شعر شمس فلک کے مانند جہان مین کوئی مسافر نہین ہے کہ رات دن سفر مین گردش کرتا ہے الا شمس جان جب طلوع کرتا ہے ہمیشہ قائم رہتا ہے اگرچہ شمس ایک واحد ہے اور خارج مین مثل اسکا نہین ہے عقل خیال مین مثل اسکی لا سکتی ہے اور شمس ذات کا ذہن و تصور سے پاک ہے پس ذات کو اسکی تو ایکس گنج تصور کرتے ہین تا کہ مثل اسکے تیرے تصور مین آئے کیونکہ اسمین سب کچھ ہے بحر العلوم ۱۲۔

۵۳ شمس تبریزی الخ ۳ شعر مولانا شمس عشق سے انتقال کرتے ہین طرف شمس الدین تبریزی علیہ الرحمۃ کے کہ مرشد مولانا کے تھے کہ وہ شمس تبریزی ایک مطلق نور ہے ایک آفتاب نور خدا سے کہ انکی صحبت سے شمس عشق مجھ مین روشن ہوا کہ حقایق اس سے کھلے جیسے آفتاب سے سب چیز دکھائی دیتی ہے اسی طرح اس شمس عشق سے حقایق منکشف ہوتے ہین جبکہ ذکر شمس الدین علیہ الرحمۃ کا آگیا تو شمس فلک خجل ہوگیا اسواسطے کہ جو حقایق عشق سے منکشف ہوتے ہین مجھسے نہین ہوتے ہین جبکہ شمس الدین کا ذکر آیا تو شمس چھپ گیا تو مجھکو واجب ہی کہ انکی بخشش و توحید کا مین حال لکھون ۱۲ ۵۴ پکڑا دامن الی آخرہ ۳ شعر جب کہ جان نے یہ بات مجھسے سنی کہ بخشش انعام شمس الدین کو میں بیان کردن بیطاقت ہوکر میرا دامن پکڑا اور در پے ہوا کہ حال بیان کر کہ میرا برسون کا حق صحبت تجھپر ہے تا زمین سے آسمان تک روشنی عقل و روح کو ہو ۱۲

گر برای حق صحبت سالها / باز گو رمزی ازان خوشحالها
تا زمین و آسمان خندان شود / عقل و روح و دیده صد چندان شود
گفتم ای دور اوفتاده از حبیب / همچو رنجوری که دورست از طبیب
لا تکلفنی فانی فی الفنا / کلت افهامی فلا احصی ثنا
کل شی قاله غیر المفیق / ان تکلف او تصلف لا یلیق
من چه گویم یک رگم هشیار نیست / شرح آن یاری که او را یار نیست
شرح این هجران و این خون جگر / این زمان بگذار تا وقت دگر
خود ثنا گفتن ز من ترک ثناست / کین دلیل هستی و هستی خطاست
هر چه می گویم موافق چون نبود / پس تکلف نیک نالایق نمود
قال اطعمنی فانی جائع / فاعتجل فالوقت سیف قاطع
صوفی ابن الوقت باشد ای رفیق / نیست فردا گفتن از شرط طریق
تو مگر خود مرد صوفی نیستی / نقد را از نسیه خیزد نیستی
گفتمش پوشیده خوشتر سر یار / خود تو در ضمن حکایت گوش دار
خوشتر آن باشد که سر دلبران / گفته آید در حدیث دیگران
گفت مکشوف و برهنه بی غلول / باز گو رنجم مده ای بو الفضول

حق صحبت سالہا کیواسطے / پھر کہو اس بھید کو خوشحالی سے
تا زمین سے آسمان تک ہو خوشی / عقل و روح اور آنکھ کو ہو روشنی
پس کہا مینے ای مہجور حبیب / تو ہے مانند مریض بے طبیب
لا تکلفنی فانی فی الفنا / کلت افہامی فلا احصی ثنا
کل شی قالہ غیر المفیق / ان تکلف او تصلف لا یلیق
کیا کہوں اک رگ مری ہشیار ہے / یار کی شرح کہ جو بے یار ہے
پھر بیان ہجر اور درد جگر / پھر کبھی کہنا تو اب موقوف کر
ہے ثنا کرنا مری ترک ثنا / یہ دلیل ہستی کی ہے ہستی خطا
کہنا میرا پھر موافق کب ہوا / جب تکلف تم کو نالایق دکھا
قال اطعمنی فانی جائع / فاعتجل فالوقت سیف قاطع
صوفی ابن الوقت ہو تو ہی رفیق / پھر کبھی کہنا یہ کب شرط طریق
مرد صوفی کیا نہیں تو ہوشیار / نیست کرتا نقد کو ہے بس ادہار
پس کہا مین نے نہان خوش سر یار / ہو حکایت کے ضمن مین آشکار
ہو وہ بہتر کہ حدیث دلبران / دوسروں کی بات مین ہووے عیان
بولے ظاہر او کھلے تم بات کو / پھر کہو اور رنج مجھکو تم نہ دو

؎ پس کہا مینے الخ، شعر پس میں نے اُسنے کہا کہ ای مہجور یار تو مریض بیدرمان ہے مجھکو تکلیف مت دے کہ مین عالم تجرید مین فنا ہون کہ فہم میرا ناقص ہے مجھ سے تعریف شمس کی نہو سکے گی کیونکہ جسکی عقل بجا نہو وہ کیا کر سکے اور اگر تکلف کرے یالاف مارے تو روا نہیں ہے پس کیا شرح یار کی کہوں مین کہ ایک رگ میری ہوشیار نہیں ہے بیان ہجر و درد جگر پھر کہونگا اب تو موقوف رکھ کہ ثنا کرنا میری ترک ثنا ہے کس واسطے کہ دلیل ہستی کی ہے اور ہستی خطا ہے پھر کہنا میرا کب موافق ہوا جب کہ تکلف تم کو نالایق دکھائی دیا ۱۲۔
؎ قال اطعمنی الخ شمس جان نے کہا کہ مجکو غذا دے تحقیق مین بھوکھی ہون جلدی کر کہ وقت ہلاکی کا ہے کیونکہ صوفی ابن الوقت ہوتا ہے پھر کبھی کہنا کب شرط طریقت سے ہے اور تو مرد صوفی نہیں ہے کہ نقد کو اُدھار پر رکھ کر نیست کرتا ہے غرض کہ صوفی ابن الوقت اور صافی الوقت ہوتا ہے صوفی ابن الوقت اُسکو کہتے ہین کہ وہ مغلوب حال ہوتا ہے جسوقت اسپر حال طاری ہوتا ہے وہ تصرف کرتا ہے اور خوارق اُس سے پیدا ہوتے ہین اور صافی الوقت اُسکو کہتے ہین کہ حال اُسکا مغلوب ہوتا ہے جب وہ چاہتا ہے صاحب حال ہوتا ہے اور تصرف کرتا ہے پس جان کہتی ہے کہ تو صوفی ابن الوقت ہے یہ وقت آیا ہوا ہاتھ سے نہ دے کہ پھر تجھے فرصت بیان کی ملے یا نہ ملے کہ نقد را بہ نسیہ گذاشتن کار خردمندان نیست ۱۲ ؎ پس کہا مین نے الخ شعر مین نے کہا کہ بھید یار کا حکایت کے ضمن مین پوشیدہ کہنا بہتر ہے پس اسکا کہ راز یار کا دوسروں کے باتون مین خوشتر معلوم ہوتا ہے اور در پردہ بیان سے عظمت ولذت رکھتا ہے ۱۲ ؎ بولے ظاہر اور کھلی الخ شمس جان نے جواب دیا کہ تو ظاہر اور کھلم کھلا کہہ اور مجکو تکلیف نہ دے کہ مین اسی ڈبت نفس کے ساتھ پردہ تن مین کیونکر رہون مین نے کہا کہ اگر تو یہ از بے پردہ ہوا تو نہ تو رہیگی نہ جسم در پردہ رہیگا یعنے اُسکے نور جلال سے یہ صورت فنا ہو جاویگی اگر تو اسکا ظہور چاہتی ہے اپنے اندازہ سے چاہ کہ پہاڑ کا بوجھا کاہ سے کب اُٹھتا ہے جیسے کہ آفتاب سے عالم روشن ہے اگر آفتاب ذرا آگے بڑھ آوے اپنی حد اعتدال سے تجاوز کرے تمام عالم جلجاوے اسیطرح تو عالم کی خرابی مت چاہ اور آنکھ منھ بند کر کہ بیان شمس تبریز مثال آفتاب کے ہے جان خراب نہ ہو جائیگی پس سر ازل کی ابتدا و انتہا نہیں ہے تو اُسکو موقوف کر اور اس حکایت کو تمام کر ۱۲

؎ تکلیف مت دے کہ عالم تجرید مین فنا ہون مین ۱۲ ؎ میرا فہم گونگا ہے اور نہیں ہو سکتی ہے مجھ سے تعریف ۱۲ ؎ کیا کیجے اُسکو جس کسی کی عقل بجا نہیں ہے ۱۲ ؎ اگر تکلیف کرے یالاف مارے نہیں لائق ہے ۱۲ ؎ کہا غذا دے مجھکو تحقیق مین بھوکا ہون ۱۲ ؎ جلدی کر زمانہ شمشیر بران ہے ۱۲۔

پرده بردارد برهنه گو زمن / من نه گنجم با صنم در پیرهن
گفتم ار عریان شود او در عیان / نی تو مانی نی کنارت نی میان
آرزو می خواه لیک اندازه خواه / بر نتابد کوه را یک برگ کاه
آفتابی کز وی این عالم فروخت / اندکی گر پیش آید جمله سوخت
تا نه گردد خون دل جان جهان / لب ببند و دیده بر بند این زمان
بیش ازین آشوب و خونریزی مجو / بیش ازین از شمس تبریزی مگو
این ندارد آخر و آغاز کو / رو تمام این حکایت بازگو

کھول پردہ اور بے پردہ کہو / ساتھ بت کے کب گنجائش مین ہو
تب کہا پردہ وہ ہووے اگر / تو نہ رہے اور نہ آغوش و کمر
چاہ اسکو لیکن انداز سے چاہ / کب اُٹھائے کوہ کو اک برگ کاہ
روشنی عالم کو ہے خورشید سے / گر ذرا آگے بڑھے عالم جلے
تا نہو جائے جہان و جان تباہ / لب کو اسدم بند کر رو کو اب نگاہ
اُس سے زیادہ تم خرابی مت کرو / شمس تبریزی سے زیادہ مت کہو
ابتدا اور انتہا اُس کی کہان / گر تمام اب اس حکایت کا بیان

خلوت طلبیدن طبیب از پادشاہ جہت دریافت مرض کنیزک

خلوت چاہنا طبیب کا بادشاہ سے واسطے دریافت کرنے مرض لونڈی کے

چون حکیم ازین سخن آگاه شد / وز درون همداستان شاه شد
گفت ای شه خلوتی کن خانه را / دور کن هم خویش و هم بیگانه را
کس ندارد گوش در دهلیزها / تا بپرسم از کنیزک چیزها
خانه خالی کرد شاه و شد برون / تا بپرسد از کنیزک او فسون
خانه خالی کرد و یک دیار نے / جز طبیب و جز همان بیمار نے
نرم نرمک گفت شهر تو کجاست / که علاج اهل هر شهرے جداست
اندر آن شهر از قرابت کیستت / خویشی و پیوستگی با چیستت
دست بر نبضش نهاد و یک بیک / باز می پرسید از جور فلک
چون کسی را خار در پایش خلد / پای خود را بر سر زانو نهد

جو حکیم اُس بات سے آگہ ہوا / دل سے وہ ہمداستان شہ ہوا
بولا اے شہ خالی اپنا گھر تو کر / اپنے بیگانے کو اُس سے دور کر
نہ سُنے دہلیز تک کوئی یہ بات / تا کہ پوچھوں اب مین اس لونڈی سے بات
گھر کو خالی کر کے شہ باہر گیا / تا کہ لونڈی سے وہ پوچھے ماجرا
گھر مین پھر کوئی نہین اغیار تھا / اک حکیم اُس جا تھا اور بیمار تھا
پوچھا تیرا شہر ہے اب کونسا / کیونکہ علاج ہر شہر کا ہوتا جدا
کون ہے اُس شہر مین تیرے قریب / کن سے رشتہ داری ہے تجھکو نصیب
نبض پہ رکھا ہاتھ پوچھا ایک ایک / ماجرا دورِ فلک کا بد و نیک
جو کسی کے پانو مین کانٹا لگے / پانون کو زانو پہ اپنے وہ رکھے

سلہ جو حکیم اس بات سے الخ ۵ شعر جب اس راز سے حکیم خبردار ہوا دل کی راہ سے بادشاہ کو کہا کہ ائے بادشاہ تو اپنے خانۂ دل کو ماسوا سے خالی کر کہ جو اس ظاہر تک کوئی اس راز سے آگہ نہو تا کہ لونڈی نفس سے مین حال پوچھوں پس بادشاہ روح نے خانۂ دل کو تعلقات و خیالات سے خالی کیا کہ بجز حکیم و بیمار کے کوئی غیر نہ رہا ۱۲ سلہ پوچھا تیرا الخ ۳ شعر اُس حکیم غیبی نے بیمار سے پوچھا کہ تو کس شہر کی رہنے والی ہے کس واسطے کہ ہر شہر کا معالجہ علیحدہ ہوتا ہے اور اُن شہروں مین کون تیرے رشتہ دار ہین غرضکہ نبض پر ہاتھ رکھا اور ایک ایک ماجرا گذشتہ اُس بیمار سے پوچھا گویا یہ تعلیم ہے کہ صوفیاے کرام ہنگام تلقین کے مُرید کو خلوت گاہ مین تنہا بٹھا کر حال گذشتہ دریافت کر کے نفس امارہ کو صلاح دیتے ہین ۱۲ سلہ جو کسی کے پاؤن مین الخ ۲ شعر مولانا اسکی مثال فرماتے ہین جیسے کہ ایک شخص کے پاؤن مین کانٹا لگے اور اُس پاؤن کو اپنے زانو پر رکھ کر سوئی سے کانٹے کو ڈھونڈھے اور اگر نہ معلوم ہو اُس خار کو لب سے تر کرے جبکہ کانٹے کے ڈھونڈھنے مین تو یہ مشکل ہے جسکے دل مین خار عشق کا کھٹکا ہو وہ کیونکر معلوم ہو اگر دل کا کانٹا ہر کوئی معلوم کرتا یہ غم و غصہ کاہے کو کھاتا اور تکلیف اُٹھاتا آگے مثال دوسری بیان کرتے ہین ۱۲-

ور بسر سوزن همی جوید سرش — در نیابد می کند بالب ترش
خار در پا شد چنین دشوار یاب — خار در دل چون بود وا ده جواب
خار دل را گر بدیدی هر خسے — کی غمان را دست بودی بر کسے
کس بزیر دم خر خارے نهد — خر نداند دفع آن بر می جهد
چون جهد آن خار محکم تر زند — عاقلے باید که خارے بر کند
خر ز بهر دفع خار از سوز و درد — جفته می انداخت صد جا زخم کرد
آن لگد کے دفع خار او کند — حاذقے باید که بر مرکز تند
آن حکیمے خار چین استاد بود — دست می زد جا بجا می آزمود
زان کنیزک بر طریق داستان — باز می پرسید حال دوستان
با حکیم او رازها می گفت فاش — از مقام خواجگان و شهرتاش
سوے قصه گفتنش می داشت گوش — سوے نبض و حرکتش می داشت هوش
تا که نبض از نام کی گردد جهان — او بود مقصود جانش در جهان
دوستان شهر خود را بر شمرد — بعد از آن شهر دگر را نام برد
گفت چون بیرون شدی از شهر خویش — در کدامین شهر بودی تو بیش
نام شهرے گفت و زان هم در گذشت — رنگ روے و نبض او دیگر نگشت
خواجگان و شهرها یک بیک — باز گفت از جا و از نان و نمک
شهر شهر و خانه خانه قصه کرد — نه رگش جنبید نه رخ گشت زرد

اور کانٹے کو وہ ڈھونڈھے سوئی سے — جو نہ پائے لب وہ جا تر کرے
پانو میں کانٹا تو مشکل سے ملے — دل میں کانٹے کا ہو کھٹکا کیا کرے
دل کا کانٹا شاہر کوئی گر دیکھتا — غم کا صدمہ کب کسی پر پہونچتا
خر کی دُم میں کوئی کانٹا کو رکھے — کودے خر اُسکو نہ دفع کر سکے
کودنے سے کانٹا اور مضبوط ہو — چاہیئے عاقل کہ کھینچے خار کو
دفع کرتے خار کو خر درد سے — لاتیں مارے آپکو زخمی کرے
دفع کانٹا لات کب اُسکی کرے — چاہیے اُستاد اُسکو کھینچ لے
کانٹا چننے میں حکیم اُستاد تھا — ہاتھ رکھتا جا بجا اور دیکھتا
لونڈی سے وہ بر سبیل تذکرا — دوستوں کا حال اُسکے پوچھتا
حال وہ کہتی تھی اپنا بر ملا — مالکوں اور منزلوں ہم شہر کا
بات کی جانب تو اُسکا کان تھا — نبض کی حرکت پہ اُسکا دھیان تھا
کودتی ہے نبض کس کے نام پر — تاکہ مقصد کا ملے اُسکے اثر
اپنے یاروں شہر کی گنتی کرے — بعد اور شہروں کے یار گنتی کرے
پوچھا شہر اپنے سے تو جبکہ چلی — کون سے شہر میں تو زیادہ رہی
نام وہ شہروں کا جبکہ لے چلی — نبض و رنگت کچھ نہ کم زیادہ ہوئی
مالکوں شہروں کا اک اک پھر کہا — ہر جگہ پہ جو جو کھایا اور پیا
قصہ گھر گھر شہر شہروں کا کہا — رگ ہلی نہ رنگ زرد اسکا ہوا

سلہ خر کی دُم میں الخ ۹ شعر مولانا مثال میں تکلف کے فرماتے ہیں کہ جیسے کوئی شخص کانٹا خر کی دُم میں رکھے ہر چند خر کودے مگر اُسکو دور نہ کر سکے اور کودنے سے کانٹا زیادہ مضبوط ہو عقلمند کو چاہیے کہ اُسکی دُم سے کھینچے بلکہ کانٹا دور کرنے کے واسطے خر لاتیں مارے بسبب درد کے اور خود کو زخمی کرے مگر اُسکی لاتیں اُس کانٹے کو دور نہ کر سکیں چاہیے کہ کوئی اُستاد اُس کانٹے کو کھینچے الغرض وہ حکیم کانٹا چننے میں اُستاد تھا اور جا بجا ہاتھ رکھکر دیکھتا اور لونڈی سے بسبیل تذکرہ اُسکے دوستوں کا حال پوچھتا تھا اور وہ لونڈی حال اپنے مالکوں اور منزلوں اور شہروں کا کہتی تھی پس حکیم کا باتوں کی طرف کان تھا اور نبض کی طرف دھیان تھا اس لیے کہ اُسکی نبض کس کے نام پر بڑھتی ہے کہ مقصد کا اُسکے پتہ چلے ۱۲ سلہ اپنے یاروں الخ، شہر اُس لونڈی نے اپنے یاروں اور شہروں کی گنتی کی بعد اُسکے اور یاروں و شہروں کی گری اور پوچھا کہ شہر اپنے سے جبکہ چلی کون سے شہر میں زیادہ رہی جب نام شہروں کا لے چکی تو نبض و رنگت اُسکی کچھ کم و زیادہ نہوئی بعدہٗ حال پھر مالکوں کا و شہروں کا کہا اور جو جو کھایا و پیا تھا بیان کیا اور گھر گھر و شہر شہر کا ذکر کیا نہ رگ ہلی نہ زرد رنگ ہوا نبض اسکی جیسی تھی ویسی ہی رہی جب کہ سمرقند کا ذکر شیریں آیا دفعتاً اُس نے آہ سرد درد سے کھینچی اور اشک آنکھوں سے جاری ہوئے پس معلوم ہوا کہ یہ کسی پہ عاشق ہے اور مرض عشق میں گرفتار ہے ۱۲

نبض او بر حال خود بد بی گزند ۔ تا بپرسید از سمرقند چو قند
نبض اسکی جیسی تھی ویسی رہی ۔ تا سمرقند اسنے میٹھی بات کی

آہ سردے برکشید آن ماہروے ۔ اشک از چشمش روان شد ہمچو جوے
آہ کھینچی سرد اُن نے زرد سے ۔ اور جاری اشک آنکھوں سے ہوئے

گفت بازرگانم آنجا آورید ۔ خواجۂ زرگر دران شہرم خرید
بولی سوداگر وہان لایا مجھے ۔ اور زرگر نے خریدا تھا مجھے

در بر خود داشت شش ماہم فروخت ۔ چون بگفت این آتش غم برفروخت
بیچا مجھکو چھ مہینے رکھ ہم ۔ یہ کہا اور بھڑکی اُسکی نار غم

نبض جست و روے سرخ و زرد شد ۔ کز سمرقندی زرگر فرد شد
نبض کودی رنگ زرد اسکا ہوا ۔ ہے سمرقندی یہ زرگر کا بتا

چون ز رنجور آن حکیم این راز یافت ۔ اصل آن درد و بلا را باز یافت
جو حکیم آگہ ہوا اس راز سے ۔ اصل بیماری کی جانی ناز سے

گفت کوی او کدام است در گذر ۔ او سرپل گفت کوے غاتفر
بولا کوچہ رستہ اُسکا کونسا ۔ غاتفر کوچہ سرپل راستہ

گفت آنگہ آن حکیم باصواب ۔ آن کنیزک را کہ رستی از عذاب
تب حکیم باصفا نے یہ کہا ۔ لونڈی سے خوش ہو گئی تیری بلا

گفت دانستم کہ رنجت چیست زود ۔ در علاجت سحرہا خواہم نمود
مین نے جانی درد کی تیرے دوا ۔ سحر کرتا ہون کہ جلدی ہو شفا

شاد باش و ایمن و فارغ کہ من ۔ آن کنم با تو کہ باران با چمن
خوش رہو ڈر سے رہو فارغ رہو ۔ وہ کرون تجھ سے جو بارش باغ کو

من غم تو می خورم تو غم مخور ۔ بر تو من مشفق ترم از صد پدر
مین ترا غم کھاتا ہون تو غم نہ کھا ۔ مین ترا مشفق پدر سے ہون سوا

ہان و ہان این راز را با کس مگوی ۔ گرچہ شاہ از تو کند بس جستجوی
تو خبردار اب کسی سے راز کہہ ۔ مت کہو گر پوچھے شہ بھی چپ رہو

تا توانی پیش کس مگشای راز ۔ بر کسے این در مکن زنہار باز
ہو سکے جب تک کسی سے راز کو ۔ مت کہو مت کھول ہرگز در کو تو

چونکہ اسرارت نہان در دل شود ۔ آن مرادت زودتر حاصل شود
گو چھپا او بھید اپنے دل مین گر ۔ تیری حاصل ہو مراد اب جلد تر

گفت پیغمبر کہ ہر کو سر نہفت ۔ زود گردد با مراد خویش جفت
بولے پیغمبر چھپاوے راز جو ۔ پس مراد اپنی کو جلدی پاوے وہ

دانہ چون اندر زمین پنہان شود ۔ بعد ازان سر سبزی بستان شود
جو زمین مین دانہ پوشیدہ رہے ۔ بعد وہ سرسبز اور تازہ رہے

زر و نقرہ گر نبودندی نہان ۔ پرورش کے یافتندے زیر کان
سیم و زر پوشیدہ گر ہوتا نہین ۔ پرورش کب پاتا وہ زیر زمین

٥١ بولی سوداگر الخ ۹ شعر لونڈی نے کہا کہ مجھکو ایک سوداگر سمرقند مین لایا اور ایک زرگر نے مجھے خریدا اور چھ مہینے مجھے اپنے ہم صحبت رکھا پس یہ کہا کہ آتش عشق اُسکے کی بھڑکی اور نبض کودی اور رنگ زرد ہوا جو کہ حکیم دانا تھا معلوم کیا یہ سمرقندی زرگر پر عاشق ہی اور اُسکو عشق کا آزار ہے پوچھا کہ سمرقند مین وہ کہان رہتا ہے کہا غاتفر محلہ اور سرپل راستہ اسکا ہے پس حکیم نے لونڈی سے کہا کہ تو اب خوش ہو تیری بلا گئی مین نے مرض کی دوا تیری جانی تجھکو اب جلد شفا ہوگی اب تو خوش رہو مین تیرے ساتھ اب وہ کرونگا کہ جو بارش باغ کے ساتھ کرتی ہے مین تیرا غم کھاؤنگا تو اب غم نہ کھا کہ مین تیرا پدر سے زیادہ مشفق ہون ۱۲۔

٥٢ تو خبردار الخ ۴ شعر اب تو خبردار کسی سے اپنا راز نہ کہنا اگر بادشاہ بھی پوچھے اور ہرگز اس راز کا دروازہ کسی پر مت کھولنا اگر تو اپنا بھید دل مین پوشیدہ رکھے گی تیری مراد جلد پوری ہوگی مولانا تعلیم فرماتے ہین کہ جو تجھکو مرشد سے راز پہونچے اُسکو پوشیدہ رکھ کہ تا نور پیدا ہو اور تاثیر جلد کرے چنانچہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الحدیث من کتم سرہ حصل امرہ یعنی جس نے چھپایا بھید اپنا اُسنے مقصد پایا ۱۲۔

٥٣ جو زمین مین الی آخرہ ۲ شعر مولانا مثال اسکی فرماتے ہین کہ دیکھو جو دانہ زمین مین پوشیدہ رہتا ہے بعد کو سرسبز و شاداب ہوتا ہے اور سیم و زر اگر زمین مین پوشیدہ نہوتا تو پرورش کب پاتا گویا راز اخفا کرنے سے کمال کو پہونچتا ہے ۱۲۔

وعدہا و لطفہائے آن حکیم	کرد آن رنجور را ایمن ز بیم	اس[۵۱] حکیم اللہ کے اقرار نے	خوف زائل کر دیا بیمار سے
وعدہا باشد حقیقی دلپذیر	وعدہا باشد مجازی تاسہ گیر	کرتا[۵۲] ہے وعدہ حقیقی بس خوشی	کرتا ہے وعدہ مجازی بیکلی
وعدۂ اہل کرم گنج روان	وعدۂ نااہل شد رنج روان	وعدۂ[۵۳] اہل کرم ہو جائے گنج	وعدۂ نااہل دیوے دلکو رنج
وعدہ را باید وفا کردن تمام	ورنخواہی کرد باشی مرد خام	چاہیے ہے وعدہ بس کرنا وفا	جو نہ چاہے کرنا وہ ہے بے حیا

در یافتن آن طبیب الٰہی رنج کنیزک را و بپادشاہ وانمودن — پہچاننا اس طبیب الٰہی کا مرض لونڈی کو اور بادشاہ کو اس سے اطلاع دینا

آن حکیم مہربان چون راز یافت	صورت رنج کنیزک باز یافت	اس[۵۴] حکیم مہربان نے راز کو	پایا اور لونڈی کے دل کے رنج کو
بعد ازان برخاست عزم شاہ کرد	شاہ را زان شمۂ آگاہ کرد	بعدہٗ نزدیک شہ کے وہ گیا	شہ کو تھوڑے بھید سے آگہ کیا
گفت شاہ اکنون بگو تدبیر چیست	در چنین غم موجب تاخیر چیست	بولا شہ اب اسکی کیا تدبیر ہے	ایسے غم میں کیوں بھلا تاخیر ہے
گفت تدبیر آن بود کان مرد را	حاضر آریم از پئے این درد را	بولا[۵۵] یہ تدبیر ہے اس مرد کو	لائیں ہم تا ہو شفا اس درد کو
قاصدی بفرست کاخبارش کند	طالب این فضل و ایثارش کند	بھیجو قاصد تا خبر اسکو کرے	تا وہ خواہشمند بخشش کا رہے
مرد زرگر را بخوان زان شہر دور	با زر و خلعت بدہ او را غرور	مرد زرگر کو بلاؤ شہر سے	دے کے خلعت کر دو بے غم دہر سے
تا شود محبوب تو خوشدل بدو	گردد آسان این ہمہ مشکل بدو	تا ترا محبوب خوشدل اس سے ہو	اور یہ آسان تیری مشکل اس سے ہو
چون ببیند سیم و زر آن بینوا	بہر آن گردد ز خان و مان جدا	سیم اور زر جب کہ دیکھے وہ کثیر	چھوڑ دے گھر اور وطن اپنا فقیر
زر خرد را والہ و شیدا کند	خاصہ مفلس را کہ خوش رسوا کند	عقل کو زر والہ و شیدا کرے	خاص کر مفلس کو وہ رسوا کرے

۵۱ اس حکیم اللہ کے الخ ایک شعر اس حکیم کے اقرار نے اس بیمار کے خوف و بیماری کو رسوا کیا اسی طرح مرشد کی تلقین راز سے جمعیت کاملہ پیدا ہوتی ہے اور خوف رجا سے نجات پاکر خالصاً و مخلصاً یار کے واسطے ریاضت کرتا ہے اسی سبب سے صوفیہ کہتے ہیں کہ الایمان بین الخوف والرجاء یعنی ایمان درمیان خوف و رجا کے ہے یعنی نہ خوف ہو نہ رجا ہو عبادت خاص خدا کیواسطے کرتا ہے فافہم ۱۲۔

۵۲ کرتا ہے وعدہ الی آخرہ ایک شعر حقیقی وعدہ تسکین دیتا ہے دل کو اور وعدہ مجازی بیقرار کرتا ہے جان کو چنانچہ قرآن میں اوفوا بعہدی اوف بعہدکم یعنی تم وفا کرو میرے عہد کو اور میں وفا کروں تمہارے عہد کو ۱۲۔

۵۳ وعدۂ اہل کرم الخ ۲ شعر وعدہ اہل کرم کا ایک گنج روان ہے اور وعدہ نااہل کا جان کو رنج دیوے پس وعدہ کو وفا کرنا چاہیے اور جو نہ چاہے بیحیا ہے کہ اسکے بھروسے پر مخلوق خراب و برباد ہوتی ہے لکھا ہے کہ وعدہ خلافی کرنا کفر ہے کیونکہ ارواحوں نے بروز الست قالوا بلیٰ کہا اور دنیا میں آکر شریک پیدا کیا اس وعدہ خلافی کے باعث وہ کافر ہوئے پس وعدہ خلافی بدتر فعل ہے فافہم ۱۲۔

۵۴ اس حکیم مہربان نے الخ ۳ شعر اس حکیم نے جب کہ راز لونڈی کا دریافت کیا تو بادشاہ سے راز کچھ کہا بادشاہ بولا کہ اسکی پھر کیا تدبیر ہے اور دفع غم میں کیوں تاخیر ہے ۱۲۔

۵۵ بولا یہ تدبیر الی آخرہ ۵ شعر حکیم نے کہا کہ اس زرگر کو سمرقند سے بلاؤ کہ اس بیمار کو شفا ہو اور قاصد بھیجو تا اسکو خبر کرے کہ وہ خواہشمند بخشش کا ہو [illegible] اور خلعت دیکر اسکو بے غم کردو تاکہ محبوب تیرا اس سے خوشدل ہو اور مشکل تیری آسان ہو کیونکہ جب وہ مال کثیر دیکھے گا اس گھر سے جلاوطنی اختیار کریگا پس مولانا مذمت زر کی فرماتے ہیں کہ مال و زر عقل کو فریفتہ کرتا ہے اور خاص کر مفلس کو رسوا کرتا ہے اگرچہ آسودگی عقل کو دیتا ہے مگر مرد عاقل ہونا چاہیے کس واسطے کہ مال دنیا گمراہی و برائی میں بسبب طمع کے ڈالتا ہے اور عقل ظاہری کو کجی کی طرف لے جاتا ہے اسواسطے فقیری بہتر ہے آسودگی دنیا سے فافہم ۱۲۔

زر اگرچہ عقل می آرد و لیک | مرد عاقل باید او را نیک نیک
زر اگرچہ عقل لاتا ہے مگر | مرد عاقل چاہیے ہوشیر

فرستادن پادشاہ رسولان را بسمرقند در طلب زرگر

چونکہ سلطان از حکیم این را شنید | پند او را از دل و جان برگزید
گفت فرمان ترا فرمان کنم | ہرچہ گوئی آنچنان کن آن کنم
پس فرستاد آن طرف یکدو رسول | حاذقان کافیان بس عدل
تا سمرقند آمدند آن دو امیر | پیش آن زرگر ز شاہنشہ بشیر
کای لطیف استاد کامل معرفت | فاش اندر شہرہا از تو صفت
نک فلان شہ از برای زرگری | اختیارت کرد زیرا مہتری
اینک این خلعت بگیر و زر و سیم | چون بیائی خاص باشی و ندیم
مرد مال و خلعت بسیار دید | غرہ شد از شہر و فرزندان برید
اندر آمد شادمان در راہ مرد | بیخبر کان شاہ قصد جانش کرد
اسپ تازی برنشست و شاد تاخت | خونبہای خویش را خلعت شناخت
ای شدہ اندر سفر با صد رضا | خود بپای خویش تا سوء القضا
در خیالش ملک و عز و مہتری | گفت عزرائیل رو آری بری
چون رسید از راہ آن مرد غریب | اندر آوردش بپیش شہ طبیب

بھیجنا بادشاہ کا قاصد کو طرف سمرقند کے واسطے لانے زرگر کے

جو حکیم حق سے[۵۱] اس شہ نے سنا | جان و دل سے وہ پذیرا کر لیا
بولا تیرے حکم پر اب میں چلوں | جیسا تو فرمائے ویسا میں کروں
ایک دو قاصد کو بھیجا اس طرف | عقل و دانش میں جو رکھتے تھے شرف
تا سمرقند آئے وہ دونوں بشیر | دی بشارت شہ سے زرگر کو خبر
ای عجب استاد کامل معرفت | شہروں میں مشہور ہے تیری صفت
اب فلانے شہ نے بہر زرگری | تجھکو بلوایا براہ برتری
اب یہ خلعت لے تو اور یہ سیم و زر | اور مصاحب ہو چلے وان پر اگر
مال[۵۲] و خلعت دیکھا زیادہ مرد نے | چل دیا غرہ میں اس شہر سے
بسکہ خوش خوش مرد وان تو چلا | یہ نہ جانا قصد جان شہ نے کیا
خوش چلا کر کے سواری اسپ کے | خونبہا خلعت کو اپنا جان کر
ای سفر کر سو رضا سے تو چلا | اپنے پانون سے تو خود سوئے قضا
جو خیال اسکے میں ملک و مال تھا | بولا عزرائیل جا پھل پائیگا
جبکہ[۵۳] پہونچا اس سفر سے وہ غریب | اس شہ کے لے گیا اسکو طبیب

۵۱ جو حکیم حق سے الخ، شعر بادشاہ نے جو یہ حکیم سے سنا جان و دل سے قبول کیا اور کہا کہ تیرے حکم کے بموجب چلوں اور تو جیسا فرمائے ویسا کروں پس ایک دو قاصد ہوشیار کو جانب سمرقند کے بھیجا کہ انھوں نے اس زرگر کو بادشاہ کی طرف سے بشارت دی اور کہا کہ اے نادر استاد تیری صنعت شہروں میں مشہور ہے فلانے بادشاہ نے تجکو زیور بنانے کے واسطے طلب کیا ہے یہ خلعت و زر تو لے اور اگر وہان چلے تو بادشاہ اپنا مصاحب کرے ۱۲۔

۵۲ مال و خلعت دیکھا الخ د شعر زرگر نے جو مال و خلعت زیادہ دیکھا از راہ طمع کے وطن چھوڑ کر چل دیا اور خوش خوش روانہ ہوا اور یہ نہ جانا کہ بادشاہ نے قصد اسکی ہلاکی کا کیا ہے پس گھوڑے پر سوار ہو کر چلا اور خلعت اور زر کو خونبہا اپنا جانا ای شخص تو اپنی رضا سے اس سفر کو چلا گویا اپنے پانون سے طرف قضا کے گیا جو کہ اسکے خیال میں ملک و مال تھا عزرائیل نے کہا کہ جا جیسا تو نے کیا ہے ویسا پائیگا غرضکہ طمع دنیا کا انجام خراب ہے ۱۲۔

۵۳ جبکہ پہونچا اس سفر سے الخ ۶ شعر جب کہ وہ زرگر آیا حکیم اس کو بادشاہ کے پاس لے گیا کہ تا اسکو شمع معشوقہ شاہ پر مثل پروانہ جلا دے پس بادشاہ نے تعظیم کی اور خزانہ دیا اور تعلیم کی کہ زیور قسم بازوبند و حمائل و پازیب و خلخال وغیرہ ہر قسم کے تیار کرے کہ بادشاہ کے لائق ہوں زرگر نے زر لے کر کام جاری کیا مگر اس جنگ زرگری سے غافل تھا جنگ زرگری اس تکرار کو کہتے ہیں کہ بظاہر مخالفت و باطن موافق ہو واسطے فریب دینے دوسرے کے باہم تکرار کریں چونکہ اکثر زرگر یہ امر کرتے ہیں اس واسطے زرگروں کے نام سے یہ جنگ پر فریب مشہور ہے واللہ اعلم ۱۲۔

پیش شاهنشاه بردش خوش بناز	تا بسوزد بر سر شمع طراز	آگے شہ کے لے گیا خوشحال تر	تا جلاوے اسکو شمع یار پر
شاه دید او را بسے تعظیم کرد	مخزن زر را بدو تسلیم کرد	شہ نے دیکھا اسکو اور تعظیم کی	اور خزانہ سونپ کر تعلیم کی
پس بفرمودش که بر سازد ز زر	از سوار و طوق و خلخال و کمر	اس قسم کے زیور اب تیار کر	بازو بند اور طوق گردن اور کمر
هم ز انواع اوانی بے عدد	کان چنان در بزم شاهنشه سزد	اور برتن ہر طرح کے تو بنا	جو کہ لایق ہون وہ شاہونکی سبھا
زر گرفت آن مرد و شد مشغول کار	بیخبر از حالت این کارزار	لے گئے زر جلدی کری کاریگری	بیخبر زرگر بجنگ زرگری
پس حکیمش گفت کای سلطان مه	آن کنیزک را بدین خواجه بده	سه پس حکیم اسوقت بولا شاہ سے	اپنی وہ لونڈی تو اس زرگر کو دے
تا کنیزک در وصالش خوش شود	آب وصلش دفع آن آتش شود	تا کہ لونڈی کو ہو صحبت سے سرور	آب وصل اسکے سے آگ اسکی ہو دور
شه بدو بخشید آن مهروی را	جفت کرد آن هر دو صحبت جوی را	ساتھ اس کے کر دیا بیمار کو	یار سے فرحت ہوئی بس یار کو
مدتے شش ماه میراندند کام	تا به صحت آمد آن دختر تمام	چھ مہینے تک رہے دونون یہ کام	صحت آخر پائی لونڈی نے تمام
بعد از آن از بهر او شربت بساخت	تا بخورد و پیش دختر می گداخت	سه پھر بنا کر شربت اک اسکو دیا	سامنے لونڈی کے وہ گھلنے لگا
چونکه زشت و ناخوش و رخ زرد شد	اندک اندک در دل او سرد شد	جب کہ بدصورت ہوا اور رنگ زرد	تھوڑا تھوڑا دل ہوا بس اسکا سرد
عشقهای کز پی رنگے بود	عشق نبود عاقبت ننگے بود	سه واسطے رنگت کے جو ہوتا ہی عشق	وہ ندامت آخری رکھتا ہی عشق
کاشکے آن ننگ بودی یکسری	تا نرفتی بروی این بد داوری	گر ندامت جانتا یہ پیشتر	ظلم یہ اسپر نہوتا بیشتر
خون دوید از چشم همچون جوی او	دشمن جان وے آمد روی او	چشم سے اسکے بہا خون نہرسا	دشمن جان روے خوب اسکا ہوا
دشمن طاؤس آمد پر او	ای بسا شه را بکشته فر او	دشمن طاؤس ہی بس اسکا پر	قتل شاہونکو کرائے انکا فر
چونکه زرگر از مرض بدحال شد	در گدازش شخص او چون نال شد	اس مرض سے بدہیئت زرگر ہوا	تار کے مانند گھل گھل کر ہوا
گفت من آن آهوم کز ناف من	ریخت آن صیاد خون صاف من	سه بولا آہو مین وہ ہون صیاد نے	واسطے نافہ کے مارا ہی مجھے

سه پس حکیم اسوقت الخ ۴ شعر پس حکیم نے بادشاہ سے کہا کہ لونڈی کو اسکی صحبت سودمند ہو اور وصل سے اسکے آگ اسکی بجھے جبکہ لونڈی کو اس کے سپرد کیا پس یار کو صحبت یار سے فرحت ہوئی اور چھ مہینے تک وہ دونون ہم صحبت رہے آخر لونڈی کو صحت کامل ہوئی واضح ہو کہ صوفیاء کرام کے یہان طالب سے ترک خواہش دنیا کرانے کے دو طریقے ہین ایک یہ کہ بعد ارشاد مرشد کے اپنی توجہ سے مقام مشاہدہ کا طالب کی روح پر انکشاف کر دیتا ہے کہ روح طالب کی اسکی وحدانیت سے عالم جذب مین رہتی ہے کہ نفس امارہ بالکل خواہش دنیوی سے بیخبر ہوتا ہی چنانچہ سالک مجذوبون کے یہان یہی طریقہ جاری ہے دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مرشد طالب کو حسب دلخواہ خواہشات نفسانی سے سیر کر کے آہستہ آہستہ چاشنی گیر مذاق باطن کرتا ہے حتی کہ نفس طالب بسبب سیری کے خواہشون سے متنفر ہو جاتا ہے جیسے کہ اس حکیم غیبی نے لونڈی کو عشق زرگر سے سیر کیا ۱۲ سه پھر بنا کر شربت الی آخرہ ۲ شعر اس حکیم نے پھر بنا کر شربت زرگر کو دیا کہ وہ لونڈی کے روبرو گھلنا شروع ہوا جبکہ وہ رنگ زرد و بدصورت ہوا لونڈی کا اس سے تھوڑا تھوڑا دل سرد ہوا ۱۲ سه واسطے رنگت کے الی آخرہ ۵ شعر پس مولانا حقایق بیان فرماتے ہین کہ جو اہل عشق رنگ و بو کی صورت پر عاشق ہوتا ہے آخر کو ندامت اٹھاتا ہے اگر بناوٹ پہلے سے جانتا تو ظلم اسپر نہوتا پس وہ زرگر رویا کہ روی خوب اسکا دشمن جان ہوا جیسے طاؤس کا پر دشمن جان اسکا ہے اور بادشاہون کو انکا کر و فر قتل کراتا ہی پس وہ زرگر اس مرض سے بدصورت ہوا اور گھل گھل کر مانند تار کے بنا ۱۲ سه بولا آہو الی آخرہ ۳ شعر مولانا قول زرگر کو تشبیہ مین بیان فرماتے ہین کہ اے مین وہ آہو ہون کہ صیاد مجھکو نافہ اور پوستین کے واسطے ہلاک کرتے ہین اے مین وہ فیل ہون کہ فیلبان مجکو دانت کے واسطے کشتہ کرتے ہین فافہم ۱۲

ای من آن روباه صحرا کز کمین	سر بریدندم برای پوستین	ای میں وہ روباہ ہوں زیر زمین	میرا سر کاٹے ہیں بہر پوستین
ای من آن پیلم که زخم پیلبان	ریخت خونم از برای استخوان	میں وہ ہاتھی ہوں کہ ہاتھی بان نے مجھے	مارے ہیں دانت کے بس واسطے
آنکه کشتستم پی مادون من	می نداند که نخسپد خون من	مجھکو مارا جسنے ہے اپنے لیے	خون ہے کب میرا بے بدلا لیے
بر من است امروز و فردا بر ویست	خون چون من کس چنین ضایع کیست	آج مجھپر واقعہ کل اوسپہ ہو	خون مجھ جیسے کا ضایع کیسے ہو
گرچه دیوار افگند سایه دراز	باز گردد سوی او آن سایه باز	گرچہ سایہ طول ہو دیوار کا	لوٹ آتا ہی پھر اُس کے زیرپا
این جهان کوه است و فعل ما ندا	سوی ما آید نداها را صدا	یہ جہان ہے کوہ فعل اپنا ندا	لوٹ آتی ہے ندا ہو کر صدا
این بگفت و رفت در دم زیر خاک	آن کنیزک شد ز رنج و درد پاک	یہ کہا اور چل دیا وہ زیر خاک	ہو گئی وہ لونڈی بیماری سے پاک
زانکه عشق مردگان پاینده نیست	چونکه مرده سوی ما آینده نیست	عشق مردونکا نہیں ہی پایدار	کیونکہ مردہ پھر نہ آے زینہار
عشق زنده در روان و در بصر	هر دمی باشد ز غنچه تازه تر	عشق بس زندہ کا اندر جان کے	ہر گھڑی غنچے سے تازہ تر رہے
عشق آن زنده گزین کو باقی ست	وز شراب جانفزایت ساقی ست	عشق اُس زندہ کا کر باقی ہی وہ	اور مئی جان سے ترا ساقی ہی وہ
عشق آن بگزین که جمله انبیا	یافتند از عشق او کار و کیا	عشق کر اُسکا کہ سب نبیوں نے جو	پایا اُسکے عشق سے کار نکو
تو مگو ما را بدان شه بار نیست	با کریمان کارها دشوار نیست	مت کہو شہ تک رسائی ہی نہین	کام مشکل کچھ کریموں سے نہین

در بیان آنکه کشتن مرد زرگر باشارهٔ الهی بود نه بخیال باطل — مارا ہی زرگر کا خدا کے اشارے سے تھا نہ خواہش نفسانی سے

کشتن آن مرد بر دست حکیم	نی پی امید بود و نی ز بیم	اُس حکیم حق نے مارا ہی اُسے	نے رجا کے واسطے نی خوف کے
او نکشتش از برای طبع شاه	تا نیامد امر و الهام از اله	اسنے کب مارا اُسے شہ کے لیے	جبتک الہام آیا حق سے نہ اُسے

سلہ مجھکو مارا جسنے ہے الی آخرہ ۵ شعر پس جسنے مجھکو اپنی خواہش کے لیے ہلاک کیا ہے خون میرا بے بدلا لیے کب رہیگا اگر آج مجھپر واقعہ ہے تو اُسپر کل ہوگا اور خون مجھ جیسے کا کیسے ضایع ہوگا اگرچہ سایۂ دیوار دراز ہوتا ہے مگر وہ پھر سایہ پورا اُسی دیوار پر آتا ہے یہ جہان مانند کوہ کے ہے اور فعل ہمارا مانند آواز کے ندا ہماری صدا ہو کر لوٹ آتی ہے یعنی دُنیا مین جو کوئی کسی کے ساتھ جو کرتا ہے وہی آخر اُسکو مارتا ہے بقول اُستاد کہ چاہ کن را چاہ درپیش غرضکہ اس زرگر نے یہ کہا اور دُنیا سے چل دیا اور وہ لونڈی مرض عشق اُسکے سے چھوٹی فافہم ۱۲ سلہ عشق مردون کا الخ ۵ شعر مولانا اب عشق مجازی کا نتیجہ بیان کرتے ہین کہ عشق اہل دُنیا کا مُردہ ہے پایدار نہین ہے کیونکہ مُردہ لوٹ کر نہین آتا ہے عشق زندہ کا اندر جان کے غنچے سے زیادہ تر و تازہ رہتا ہے اس یے عشق اُس زندہ کا کہ ذات مقدس ہے تو کر کہ وہ باقی ہے اور شراب جان سے تیرا ساقی ہے اسی کا تو عشق کر کہ سب انبیا نے اُسی کے عشق سے سروری و برتری پائی ہے اور یہ تو مت کر کہ شہ تک رسائی نہین ہے کس واسطے کہ وہ کریم ہے اور کریمون سے یہ امر مشکل نہین ہے غرضکہ تو دُنیا کو کہ فانی ہے چھوڑ اور خدا کی محبت باقی ہے اختیار کر واللہ اعلم ۱۲ سلہ اُس حکیم حق نے الی آخرہ ۲ شعر اُس حکیم الٰہی نے جو اُس زرگر کو مارا تو وہ رجا کے واسطے نہین اور نہ اُس بادشاہ کے واسطے مگر حکم الٰہی سے پس جو امر کہ فقیر سے سرزد ہوتا ہی گو بظاہر وہ فعل خلاف ضابطۂ عقل یا خلاف احکام شرعیہ ہو مگر نزدیک خدا کے وہ امر بہتر ہوتا ہے مخلوق اس فقیر کو ملعون و متہم کرتی ہے مگر اُسکو کچھ نقصان نہین ہوتا ہے کس واسطے کہ وہ فعل اُسکا خواہش نفسانی سے نہین ہوتا ہے جو کہ دانا نہین ہین وہ اس امر کو نہین پہچانتے ہین ورنہ یہ کہ بھید اُنکا کون جان سکتا ہے پس چاہیے کہ اگر وہ راز اُنکا معلوم نہو تو بُرائی کے ساتھ اُنکو یاد نہ کرنا چاہیے اور گمان نیک رکھنا چاہیے فافہم ۱۲

آن پسر را کش خضر ببرید حلق ۔ سر آن را درنیابد عام خلق
آنکہ از حق یابد او وحی و خطاب ۔ ہرچہ فرماید بود عین صواب
آنکہ جان بخشد اگر بکشد رواست ۔ نائب ست و دست او دست خداست
ہمچو اسمعیل پیشش سر بنہ ۔ شاد و خندان پیش تیغش جان بدہ
تا بماند جانت خندان تا ابد ۔ ہمچو جان پاک احمد با احد
عاشقان جام فرح آنگہ کشند ۔ کہ بدست خویش خوبان شان کشند
شاہ آن خون از پی شہوت کرد ۔ تو رہا کن بدگمانی و نبرد
تو گمان کردی کہ کرد آلودگی ۔ در صفا غش کے ہلد پالودگی
بگذر از ظن خطا اے بدگمان ۔ ان بعض الظن اثم آخر بخوان
بہر آنست این ریاضت وین جفا ۔ تا بر آرد کورہ از نقرہ صفا
بہر آنست امتحان نیک و بد ۔ تا بجوشد بر سر آرد زر زبد
گر نبودے کارش الہام الٰہ ۔ او سگے بودے رانندہ نہ شاہ
پاک بود از شہوت و حرص و ہوا ۔ نیک کرد او لیک نیک بدنما
گر خضر در بحر کشتی را شکست ۔ صد درستی در شکست خضر ہست

خضر[1] نے اُس طفل کا کاٹا جو حلق ۔ بھید پا سکتی ہے کب عام خلق
جس نے حق سے پایا الہام و خطاب ۔ جو کرے وہ کام بالکل ہے صواب
خواہ بخشے یا وہ مارے ہے روا ۔ دست اُس نائب کا ہے دست خدا
مثل[2] اسمعیل سر پیش اُسکے رکھ ۔ اور خوشی سے آب تیغ اُسکا تو چکھ
تا ہمیشہ جان تیری خوش رہے ۔ جیسے احمد کی احد سے جان ہے
عاشق اُس دم جام فرحت کا پیے ۔ ہاتھ سے جو یار کے اپنے مرے
شہ نے شہوت کے لیے مارا نہین ۔ بدگمانی تجکو یان کرنا نہین
تو گمان مت کر گنہ اُسنے کیے ۔ کب صفائی مین کدورت بس ملے
بدگمانی کو تم اپنی چھوڑ دو ۔ ان بعض الظن اثم کو پڑھو
اس لیے ہے یہ ریاضت اور جفا ۔ تا کہ چاندی ہو کٹھالی مین صفا
اس لیے ہے نیک و بد کا امتحان ۔ تا کہ سونے کا ہو میل اس سے عیان
گر نہوتا کام اُس کا از الٰہ ۔ اک درندہ ہوتا کتا نہ وہ شاہ
پاک تھا رکھتا نہ تھا حرص و ہوا ۔ نیک کام اُسنے کیا پر بدنما
خضر[3] نے دریا مین کشتی توڑی گر ۔ سو درستی تھی شکست خضر پر

سلہ[1] خضر نے اُس طفل کا الی آخرہ ۳ شعر مولانا اس امر کی مثال فرماتے ہین کہ جیسے خضر علیہ السلام نے اُس طفل کو مارا اور کسی نے اُسکا راز نہ جانا پس جو شخص الہام الٰہی پاتا ہے جو وہ کرے عین صواب ہے خواہ وہ مارے یا بخشے دست نائب کا دست خدا ہے جاننا چاہیے کہ انبیا علیہم الصلوٰۃ نائب خدا ہین اور نائب اُسکو کہتے ہین جو سب کام کرے پس نائب کا فعل عین فعل منیب کا ہوتا ہے اس لیے نسبت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے خداوند عالم فرماتا ہے آیہ کریمہ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیہم یعنی جس کسی نے بیعت کی تجھ سے اے محمد پس اُنہون نے بیعت کی اللہ سے ہاتھ اللہ کا فوق ہے اوپر ہاتھون اُنکے کی چونکہ پیران طریقت نے یہ بیعت جاری رکھی ہے حکمت اُسمین یہ ہے کہ انبیا نائب خدا کے ہین اور اولیا نائب رسول پس اولیا خدا کے نائب کے نائب ہین اس صورت مین دست اولیا دست رسول اور دست رسول دست خدا ہے جسنے اولیا کے دست پر بیعت کری اُسنے خدا کے دست پر بیعت کی پس محبت اولیا کی عین محبت خدا اور رسول کی ہے اس صورت مین فعل انبیا و اولیا کے عین فعل خدا کے ہین طالب کو چاہیے کہ فعل مرشد مین کچھ شک نہ لاوے اور جو کہے اُسپر عمل کرے فافہم ۱۲ سلہ[2] مثل اسمعیل الی آخرہ ۱۰ شعر مثال دیتے ہین مولانا فرماتے ہین کہ اے طالب مثل اسمعیل کے اُسکے آگے سر رکھ اور آب تیغ اُسکا خوشی سے نوش کر تا ہمیشہ جان تیری خوش رہے جیسے جان احمد کی احد سے خوش ہے عاشق اُسدم بادہ نوش فرحت ہوتا ہے کہ یار کے ہاتھ سے قتل ہو پس بادشاہ نے زرگر کو از راہ شہوت کے نہین مارا تجکو بدگمانی نہ کرنا چاہیے اور یہ بھی گمان نہ کر کہ اُس سے گناہ ہوا کس واسطے کہ صفائی مین کدورت نہین ملتی ہے اور بدگمانی اپنی چھوڑ دو بموجب آیہ کریمہ کے ان بعض الظن اثم یعنی تحقیق بعضے گمان گناہ ہو جاتے ہین اس لیے ریاضت و مجاہدہ رکن ہے کہ چاندی یقین کی کٹھالی مین صاف و پاک ہو جاتی اور نیک و بد کا امتحان بھی اسیواسطے ہو کہ کھرا پن طلا کا معلوم ہو جاوے اگر فعل بادشاہ کا ندا کی طرف نہوتا تو وہ بادشاہ نہوتا ایک کتا ہوتا اگرچہ بادشاہ پاک اور حرص و ہوا اس فعل نیک مین تھا لیکن یہ کام بدصورتی سے کیا کہ مورد بدگمانی عام ہوا اسی طرح اہل اللہ سے بطور سطحیات کے قول و فعل سرزد ہوتے ہین اور عوام اسکو ممنوع و بدتر جانتے ہین سطحیات لغت مین اسکو کہتے ہین کہ بظاہر خلاف وہ باطن اہل شرع ہو ۱۲ سلہ[3] خضر نے دریا مین الی آخرہ ۵ شعر مولانا اسکی مثال یہان فرماتے ہین کہ جیسے خضر علیہ السلام نے دریا مین کشتی کو [illegible] اسکا ذکر کرنا تو کا فرتھا کیونکہ کشتی کی موج سے عرش عظیم ہلتا ہے لہذا بدگمانی کو تو راہ نہ دے واللہ اعلم ۱۲

[illegible]

وہم موسیٰ با ہمہ نور و ہنر — شد ازان محجوب تو بی پر مپر
آن گل سرخ ست تو خونش مخوان — مست غفلست او تو مجنونش مدان
گر بدی خون مسلمان کام او — کافرم گر بردمے من نام او
مے بلرزد عرش از مدح شقی — بدگمان گردد ز مدحش متقی
شاہ بود و شاہ بس آگاہ بود — خاص بود و خاصۂ اللہ بود
آن کسی را کش چنین شاہی کشد — سوی تخت بہترین جائے کشد
نیم جان بستاند و صد جان دہد — انچہ در وہمت نیاید آن دہد
قہر خاص ست از برای لطف عام — شرع می آرد روا بگذار کام
گر ندیدے سود او در قہر او — کے شدی آن لطف مطلق قہر جو
طفل می لرزد ز نیش احتجام — مادر مشفق دران غم شاد کام
تو قیاس از خویش می گیری ولیک — دور دور افتادہ بنگر تو نیک
پیشتر آ تا بگویم قصۂ — بو کہ یابی از بیانم حصۂ

وہم سے موسیٰ نے باوصف ہنر — کھائی غلطی تو نہ اڑ بے بال و پر
سرخ گل ہے اسکو تو خون مت کہے — عقل کا ہے مست مجنون مت کہے
ہوتا اگر قتل مسلمان اسکا کام — ہوتا مین کافر جو لیتا اسکا نام
عرش کانپے جبکہ ہو مدح شقی — مدح سے اسکی ہو بدظن متقی
شاہ[51] تھا اور شاہ بس آگاہ تھا — خاص تھا او رخاصۃ اللہ تھا
جس کسی کو مارا ایسے شاہ نے — تخت گہہ عالی کی جانب وہ کھینچے
نیم جان کیو تو سو جان اسکو دے — وہ جو تیرے وہم سے باہر ہووے
قہر خاص[52] اک لطف ہے وہ عام پر — شرع مین یہ ہے روا تو در گذر
قہر مین گر فائدہ اس کے نہ تھا — قہر کو کب لطف مطلق ڈھونڈھتا
طفل روتا ہے حجامت سے مدام — مان شفیق اس غم سے ہے اسکے شاد کام
تو نے اپنے پر قیاس اسکا کیا — غور سے دیکھ اس سے دور اب تو پڑا
آگے آ تجھکو کہون مین قصہ ایک — پائے تو میرے بیان سے حصہ ایک

حکایت مرد بقال و روغن ریختن طوطی | حکایت مرد بقال[53] کی اور روغن گرا دینا طوطی کا

۵۱ شاہ تھا اور شاہ الی آخرہ سہ شعر یعنی وہ بادشاہ عارف باللہ و خاصہ خدا تھا جسکو ایسا بادشاہ مارے وہ جاے عالی کی طرف کھینچے یعنی بلند مرتبہ پاوے اگر وہ نیم جان ہے تو سو جان دے جو کہ تیرے گمان سے باہر ہے ۱۲-

۵۲ قہر خاص اک لطف ہے الی آخرہ ۵ شعر قہر جو خاصون پر ہووے وہ عامون کے لیے لطف ہے کیونکہ شریعت مین درست ہے کہ عام اس سے عبرت پذیر ہووین گے اور ایسا کام نہ کرین گے کہ تا آفت مین پڑین جیسے کہ یہ امت مرحومہ اور امتون کا حال سن کر عبرت پذیر ہوئی اور بسبب عدم گمراہی کے قہر الٰہی سے بچے یا یہ کہ خاصان خدا کا قہر کرنا عوام کے واسطے لطف ہے کیونکہ اگر وہ سخت گیری نہ کرتے تو عوام راستی پر کیونکر آتے اگرچہ بظاہر انکا قہر ہے مگر باطن وہ لطف عام پر ہے کہ بلا سے بچایا پس دوسرے شعر مین کہتے ہین کہ اگر اسکے قہر مین فائدہ نہ تھا تو لطف مطلق کہ قہر سے حاصل ہے نہوتا جیسے طفل حجامت سے روتا ہے اور مادر مشفق اسکے غم سے شاد ہوتی ہے پس اے شخص تو نے اپنے پر اولیاء اللہ کو قیاس کیا ہے غور سے تو دیکھ کہ اس راہ سے تو دور ہے آ ایک قصہ اس قیاس کے باب مین تجھ سے کہون تا تجکو اس سے نفع ہو چنانچہ یہ قصہ طوطی و بقال اسکی مثال مین مولانا فرماتے ہین اور اسی قصہ کے ضمن مین طلب مرشد کامل کی بتاتے ہین اور جو کہ علم سلوک مین پہلا مقام طلب کا ہے اسکا حال بیان کرتے ہین اور پیران ریاکار سے بچاتے ہین و اللہ اعلم ۱۲-

۵۳ حکایت دوم قیاس مین ۱۲-

بود بقالی مر اورا طوطیی — خوش نوائی سبز و گویا طوطیی
بر دکان بودی نگہبانِ دکان — نکتہ گفتی باہمہ سوداگران
در خطابِ آدمی ناطق بدی — در نوای طوطیان حاذق بدی
خواجہ روزی سوی خانہ رفتہ بود — در دکان طوطی نگہبانی نمود
گربۂ برجست ناگہ از دکان — بہر موشی طوطیک از بہر جان
جست از صدر دکان سوئی گریخت — شیشہای روغن گل را بریخت
از سوی خانہ بیامد خواجہ اش — بر دکان بنشست فارغ خواجہ وش
دید پر روغن دکان جامہ چرب — بر سرش زد گشت طوطی کل ز ضرب
روزکی چندی سخن کوتاہ کرد — مرد بقال از ندامت آہ کرد
ریش بر می کند و می گفت ای دریغ — کافتاب نعمتم شد زیر میغ
دستِ من بشکستہ بودی آن زمان — چون زدم من بر سر آن خوش زبان
ہدیہا میداد ہر درویش را — تا بیابد نطق مرغِ خویش را
بعد سہ روز و سہ شب حیران و زار — بر دکان بنشستہ بد نومید وار
با ہزاران غصہ و غم گشتہ جفت — کای عجب این مرغ کی آید بگفت
می نمود آن مرغ را ہرگون شگفت — تا ز تعجب لب بدندان می گرفت
دمبدم می گفت با او ہر سخن — تا کہ باشد اندر آید در سخن

ایک تھا بقال[1] طوطی اسکے پاس — سبز رنگ اور گفتگو سے اسکی آس
تھی نگہبان وہ دکان کی دن و رات — سب خریداروں سے کرتی نیک بات
آدمی کی گفتگو بس یاد تھی — طوطیون کی نطق مین استاد تھی
مرد بقال ایک دن گھر جو گیا — طوطی کو دوکان حوالے کر گیا
کود دی گربہ موش پر دکان مین — ڈر گئی بس طوطی اپنی جان مین
بھاگ کر طوطی جو ایک جانب گئی — روغنِ گل کی بھری ہانڈی گری
گھر سے بقال آیا جو دکان پر — دیکھا بس دوکان کو روغن سے تر
ماری طوطی کے چپت بقال نے — طوطی گنجی ہوگئی اُس ضرب سے
اُسنے چندے بات جو کوتاہ کی — شرم سے بقال نے بس آہ کی
ڈاڑھی اپنی نوچتا اور کرتا آہ — چھپ گیا ابر مین نعمت کا ماہ
ہاتھ میرا ٹوٹا ہوتا اُس گھڑی — کس لیے اُسکے چپت مین نے جڑی
نذر کرتا تھا ہر اک درویش کو — تا کرے پھر طوطی اُسکی گفتگو
تین رات اور تین دن حیران تھا — اور دکان پر بیٹھا وہ بیجان تھا
اور ہزارون غصہ غم کھانے لگا — پھر یہ سنے طوطی سے اپنی تا نوا
ہر طرح پر راضی کرتا مرغ کو — چاہتا ہو نٹون کو وہ حیران ہو
ہر گھڑی اُس سے وہ کرتا کچھ بیان — باتین کرنے کو وہ تا کھولے زبان

[1] ایک تھا بقال الی آخرہ، اشعر مولانا مثال مین قیاس کے حکایت فرماتے ہین کہ ایک بقال کے پاس طوطی تھی ازبس ہوشیار اور سخن گو دوکان کی نگہبان رہتی اور جو خریدار آتا اُس سے خوش کلامی کے ساتھ باتین کرتی جیسے انسان باتین کرتا ہے ایک دن بقال گھر گیا اور طوطی کو دوکان سونپ گیا اتفاقاً بلی چوہے پر کودی اُسکے خوف سے طوطی کے جھپٹنے مین بوتل روغن گل کی گر گئی بقال نے دوکان کو تر پایا تو ایک چپت طوطی کے سر پر لگایا طوطی اُسکی ضرب سے گنجی ہوگئی بس طوطی نے چند روز باتین کرنا موقوف کین تو بقال نے اس رنج سے آہ کی اور ڈاڑھی نوچی اور کہا کہ میرا ماہ ابر مین چھپ گیا واضح ہو کہ مولانا اس طوطی کے پیرائے مین حال قبض و بسط کا کہ بمقام طلب مین طالب کو واقع ہوتا ہے بیان فرماتے ہین کہ جو میرے طوطی دل حالت بسط مین عوارف تشبیہہ سے گویا تھی اور دوکان وجود کی نگہبانی کرکے ہمنشین کو خوش کرتی تھی گربۂ نفس کی خواہشون سے بسبب روغن گل حب دنیوی کے دل مین کثافت پیدا ہوئی پس گوشمالی باطن سے طوطی دل کو قبض ہوا لاد ماہ نور باطن کا کہ نعمت لازوالی ہے ابر ظلمت مین چھپا ہر چند ڈاڑھی نوچی اور آہ و زاری کی اور کہا کہ کیون مین نے چپت ماری اور درویشون کو نذر دی اور تین رات دن اس غم مین کھینچی رہی مگر طوطی گویا نہین ہوئی بلکہ واسطے گویا ہونے کی صورتین اُسکو دکھائین قاعدہ ہے کہ طوطی کو جب معلم باتین کرنا سکھاتا ہے تو آئینہ اُسکے روبرو رکھکر معلم پس آئینہ خود باتین کرتا ہے طوطی عکس اپنا آئینہ مین دیکھ کر اپنا ہمجنس جانتی ہے اور معلم کی باتون کو اُسی عکس طوطی کی باتین جان کر بسبب ہمجنس کے وہ باتین خود کرنے لگتی ہے بقول حافظ شیرازی شعر در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند آنچہ استاد ازل گفت ہمان می گویم۔ اس نظر سے اُس بقال نے طوطی کو صورتین دکھائین کہ تا پھر گویا ہو جو کہ اہل دید نظر بازی سیر تشبیہہ کی کرا زراہ حسن پرستی کرتے ہین اور ہنگام قبض کے اس شغل کو زیادہ استعمال مین لاتے ہین تا کہ قبض رفع ہو اور جیسے ہیئت مرشد کے ساتھ ذریعہ قبض کو توڑتے ہین تا کہ نور بسیط روشن ہو جبکہ قبض ان شغلون سے نہین جاتا ہے تو جانتے ہین کہ دستگی اُدھر سے ہے تو سعی نہین کرتے ہین پھر وہ قبض خود کھل جاتا ہے خدا کی طرف سے فافہم ۱۲۔

بر امید آنکہ مرغ آید بگفت — چشم او را با صور میکرد جفت
جولقی سر برہنہ میگذشت — با سر بی مو چو پشت طاس و طشت
آمد اندر گفت طوطی آن زمان — بانگ بر وی زد بگفتش در عیان
از چہ ای کل با کلان آمیختی — تو مگر از شیشہ روغن ریختی
از قیاسش خندہ آمد خلق را — کو چو خود پنداشت صاحب دلق را
کار پاکان را قیاس از خود مگیر — گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر
جملہ عالم زین سبب گمراہ شد — کم کسی ز ابدال حق آگاہ شد
کافران را دیدۂ بینا نبود — نیک و بد در دیدہ شان یکسان نمود
ہمسری با انبیا برداشتند — اولیا را ہمچو خود پنداشتند
گفت اینک ما بشر ایشان بشر — ما و ایشان بستۂ خوابیم و خور
این ندانستند ایشان از عمی — ہست فرقی در میان بی منتہا
ہر دو گون زنبور خوردند از محل — لیک شد زین نیش و زان دیگر عسل
ہر دو گون آہو گیا خوردند و آب — زین یکی سرگین شد و زان مشک ناب
ہر دو نی خوردند از یک آب خور — آن یکی خالی و آن پر از شکر
صد ہزاران این چنین اشباہ بین — فرقشان ہفتاد سالہ راہ بین
این خورد گردد پلیدی زو جدا — وان خورد گردد ہمہ نور خدا

بلکہ باتین کرنے کی اُمید پہ — صورتین اسکو دکھاتا بیشتر
آیا ناگہہ اک برہنہ سر گدا — سر سے گنجا مثل طاس و طشت تھا
کھولا طوطی نے زبان کو اُس گھڑی — دے کے آواز اُسکو یہ کہنے لگا
کس لیے ای گنجے گنجون سے ملا — تجھسے بھی روغن کا کیا شیشہ گرا
سب قیاس اُسکے پہ بس ہنسنے لگے — کہ گدا کو جانا مانند آپ کے
مت قیاس اپنا سا کر کار فقیر — گرچہ لکھنے مین ہے یکسان شیر و شیر
سارا عالم اس لیے گمرہ ہوا — کم کوئی ابدال سے آگہہ ہوا
کافرون کو دیدۂ بینا نہ تھا — نیک بد کو دیکھتے تھے ایک سا
انبیا سے ہمسری کرنے لگے — اولیا کو مثل خود کہنے لگے
کہتے اب ہم ہین بشر یہ بھی بشر — کھانے سونے کا ہے دونون مین اثر
کور باطن تھے نہ سمجھے بھید یہ — فرق ہم مین انمین ہے بے انتہا
دو نون کھائین مکھیان اک چیز کو — نیش اک سے دوسری سے شہد ہو
دو نون آہو کھائین گھاس اور آب کو — لید اک سے دوسرے سے مشک ہو
دونون نے پانی پئین اک جا مگر — ایک خالی دوسری ہو پر شکر
لاکھون ایسی ہین مثالین جان لے — راہ ستر سال کا فرق اسمین ہے
یہ جو کھائین ان سے پرکین ہو جدا — وہ جو کھائین ہووے گلنار خدا

سلہ ۵ آیا ناگہ الی آخرہ ۱۰ شعر ناگاہ ایک گدا برہنہ سر و گنجا وہان آیا پس طوطی نے اُسے دیکھ کر کہا کہ اے گنجے تو گنجون کے پاس کیون آیا کیا تجھسے بھی شیشہ روغن کا گرا ہے پس سب لوگ اُسکے قیاس پر ہنسنے لگے چنانچہ خلق کا بھی یہی حال ہے بموجب اس مثل کے کہ المرء یقیس علی نفسہ یعنے ہر آدمی قیاس کرتا ہے اور پر نفس اپنے کے مولانا مضمون اُسکا فرماتے ہین کہ اے شخص تو نیکون کو اپنا سا قیاس نہ کر اگرچہ لکھنے مین شیر اور شیر ایک صورت کا ہے اس لیے سب عالم گمراہی مین پڑا ہے اور ابدال حق سے کم خبردار ہے ابدال سات تن ہین اولیا حق مین سے اور انتظام دنیا کا وہ کرتے ہین اور ابدال انکو اسواسطے کہتے ہین کہ جو ساتون مین سے ایک سفر کو جاتا ہے تو اپنی صورت کا دوسرا کو متعین کر جاتا ہے عوام کو اُسکا جانا معلوم نہو ابدال اسکو کہتے ہین کہ قلب ماہیت ہو گیا ہو یعنے صفات ذاتیہ بشری اُس سے بدل گئی ہون اسواسطے ہر ولی اللہ کو ابدال کہتے ہین کافرون نے بوجہ دیدۂ بینا نہونے کے انبیا سے ہمسری کی اور کہا کہ تم مین ہم مین کیا فرق ہے اس لیے کہ رسول کھاتا ہے طعام اور پھرتا ہے بازار مین قالوا ما انتم الا بشر مثلنا یعنی کہتے تھے کہ نہین ہو تم مگر آدمی مانند ہمارے اور یہ نہ جانا کہ ہم مین اور اُنمین بالکل فرق لاحد ہے ۱۲ سلہ ۵۲ دو نون کھائین مکھیان الی آخرہ ۶ شعر مثال تفریق بشری مین مولانا فرماتے ہین بموجب حدیث الناس معادن الحدیث یعنی آدمی مختلف قسم پر ہین مثل کان سونے چاندی کے جیسے کہ دو مکھیان ایک جا سے کھاتی ہین ایک مین نیش دوسرے مین شہد پیدا ہوتا ہے یا دو آہو ایک جا سے آب و دانہ کھاتے ہین اور ایک مین لید دوسرے مین مشک ہوتا ہے یا دو نے ایک جا سے پانی پیتے ہین ایک خالی اور دوسری مین شکر ہوتی ہے اور بہت مثالین ایسی ہین کہ انمین فرق ستر سال کی راہ کا ہے سبب یہ جو کھائین اُس سے نور خدا پیدا ہو یہ جو کھائین نجس پیدا ہو کیونکہ یہ زمین شور وہ زمین پاک ہے یہ پری اور وہ فرشتہ افلاک اگرچہ ظاہر مین صورت دونون کی یکسان ہے جیسے آب شور و شیرین صفائی مین مگر صاحب ذوق فرق اُسکا ذائقہ مین جان لیتا ہے پس وہ کون مزا جانتا ہے کہ جو صاحب ذوق ہے اور بے چکھے شہد و موم کا مزہ کیونکر معلوم ہو

این خورد زاید همه بخل و حسد	وان خورد زاید همه نور احد	یہ جو کھائیں پیدا ہو بخل و حسد	وہ جو کھائیں پیدا ہو نور احد
این زمین پاک و آن شورست و بد	این فرشته پاک و آن دیوست و دد	یہ زمین پاک وہ شور اور بُری	یہ فرشتہ پاک وہ دیو و پری
هر دو صورت گر بهم ماند رواست	آب تلخ و آب شیرین را صفاست	دونون صورت گر ہو یکسان ہے روا	پانی کھارا میٹھا رکھتا ہے صفا
جز که صاحب ذوق کی شناسد بیاب	او شناسد آب خوش از شور آب	وہ ہی پہچانے جو صاحب ذوق ہے	تلخ و شیرین آب مین جو فرق ہے
جز که صاحب ذوق نشناسد طعوم	شهد را ناخورده کے داند ز موم	وہ مزا جانے جو صاحب ذوق ہو	بن چکھے کب جانے موم اور شہد کو
سحر را با معجزه کرده قیاس	هر دو را بر مکر پنداده اساس	معجزہ پر سحر کو رکھیں قیاس	کہتے ہین کہ مکر ہے دونون کے پاس
ساحران با موسی از استیزه‌ها	برگرفته چون عصای او عصا	جادوگر موسیٰ سے بس لڑنے کو آئے	اک عصا لائے وہ مانند عصا
زین عصا تا آن عصا فرقیست ژرف	زین عمل تا آن عمل راهی شگرف	فرق ان دونو عصا مین ہے بڑا	فرق ان دونون عمل مین ہے بڑا
لعنة الله این عمل را در قفا	رحمة الله آن عمل را در وفا	لعنة الله اس عمل پر کرتے ہین	رحمة الله اس عمل پر پڑھتے ہین
کافران اندر مری بوزینه طبع	آفتے آمد درون سینه طبع	ہمسری مین کافران بندر مثال	دل مین آئے بالطبع انکو وبال
هر چه مردم می کند بوزینه هم	آن کند کز مرد بیند دمبدم	جو کہ مردم کرتے ہین بندر کرین	کرتے ہین جو دیکھتے مردم سے ہین
آن گمان برده که من کردم چو او	فرق را کے داند آن استیزه جو	ہے گمان ہم مثل انکے کرتے ہین	فرق نہ کرتے وہ اپنی راے ہین
این کند از امر و آن بهر ستیز	بر سر استیزه رویان خاک ریز	حکم سے وہ کرتے ہین یہ جنگ سے	خاک ڈالو اب تم اہل جنگ پے
آن منافق با موافق در نماز	از پے استیزه آید بے نیاز	وہ منافق جو نمازین پڑھتے ہین	ان موافق سے بباطن لڑتے ہین
در نماز و روزه و حج و زکوة	با منافق مومنان در برد و مات	حج زکوٰة و روزہ و صلوٰة مین	برد مومن کو موافق مات مین
مومنان را برد باشد عاقبت	بر منافق مات باشد آخرت	مومنون کو عاقبت مین برد ہے	اور منافق آخرت مین مات لے
گرچه هر دو بر سر یک بازی اند	لیک با هم مرغزی و رازیند	گرچہ اک بازی مین دونون غرق ہین	پر جدا وہ غرب سے تا شرق ہین
هر یکے سوے مقام خود رود	هر یکے بر وفق نام خود رود	ہر کوئی اپنے مقامون پر چلے	ہر کوئی بس اپنے نامون پر چلے

اله معجزہ پر سحر کو الی آخرہ یہ شعر جیسے کفار معجزہ انبیا کو سحر پر قیاس کرکے کہتے تھے کہ دونون مین مکر و فریب ہے جادوگر موسیٰ سے لڑنے کو آئے اور ایک عصا موسیٰ کے عصا کے مقابل مین لائے فرق ان دونون عصا مین از حد تھا اور دونون عمل مین فرق بہت تھا لعنت الله اس عمل پر کرتے ہین اور رحمت الله اس عمل پر پڑھتے ہین ۱۲ سه ہمسری مین الی آخرہ لا شعر یس ہمسری مین انبیا علیہم السلام کے کافر بندر کے مانند ہین کہ بالطبع انکے دل مین آفت و وبال پیدا ہوتا ہے اور جو حرکت مردم کرتے ہین بندر بھی کرتے ہین کیونکہ جو مردم سے دیکھتے ہین خیال کرتے ہین کہ ہم فعل مانند مردم کے کرتے ہین اور کچھ فرق اپنی راے مین نہین کرتے ہین پس مردم حکم سے کرتے ہین اور بندر از راہ پرخاش کے پس تم خاک ڈالو اوپر اہل پرخاش کے وہ منافق جو نمازین پڑھتے ہین بباطن موافق سے لڑتے ہین نماز روزہ حج زکوٰة مین مومنون کو جیت اور منافقون کو ہار ہے اور مومنون کو آخرت مین جیت ہے اور منافقون کو آخرت مین ہار ہے اگرچہ ایک بازی مین دونون غرق ہین ولیکن مشرق سے مغرب تک فرق ہین ہر ایک اپنے مقام کے بموجب عمل کرتا ہے اور ہر ایک اپنے نام کے موافق چلتا ہے کیونکہ اگر مومن اسکو کہین تو خوش ہو اور اگر منافق کہین تو ناخوش ہو غضب اسکا محبوب اسکی ذات سے ہے اور نام اسکا معیوب اسکی ذات سے کس واسطے کہ مومن جو فعل نیک کرتا ہے تو نام مومن بھی نیکی کے سبب سے ہے اور منافق جو کام کرتا ہے تو نام منافق بھی برائی کے سبب ہے اس واسطے کہ ہر آدمی مومن کہنے سے خوش ہوتا ہے اور منافق کہنے سے ناخوش فعلون کا اثر نام مین ہوتا ہے اور انسان اپنے فعلونکو نہین دیکھتا ہے اور نیکنامی چاہتا ہر انسان کو چاہیے کہ اپنے فعلون کو دیکھے اور راستی اختیار کرے صرف نام آوری نہ چاہے فافہم ۱۲

مومنش خوانند جانش خوش رود — ور منافق تند و پر آتش شود
نام او محبوب از ذات ویست — نام این مبغوض ز آفات ویست
میم و واو و میم و نون تشریف نیست — لفظ مومن جز پے تعریف نیست
گر منافق خوانیش این نام دون — ہمچو کژدم مے خلد در اندرون
گرنہ این نام اشتقاق دوزخ است — پس چرا در وے مذاق دوزخ ست
زشتی این نام بد از حرف نیست — تلخی آن آب بحر از ظرف نیست
حرف ظرف آمد درو معنی چو آب — بحر معنی **عندہ ام الکتاب**
بحر تلخ و بحر شیرین ہم عنان — درمیانش **برزخ لا یبغیان**
وانکہ این ہر دو زیک اصلی روان — در گذر زین ہر دو رو تا اصل آن
زر قلب و زر نیکو در عیار — بے محک ہرگز ندانی ز اعتبار
ہر کرا در جان خدا بنہد محک — مر یقین را باز داند او ز شک
آنکہ گفت **استفت قلبک** مصطفیٰ — آن کسے داند کہ پر بود از صفا
در دہان زندہ خاشاک ار جہد — آنگہ آرامد کہ بیرونش نہد
در ہزاران لقمہ یک خاشاک خورد — چون در آمد حس زندہ پے برد

مومن اسکو گر کہین تو خوش ہو وہ — اور منافق گر کہین تو غصہ ہو
نام محبوب اسکا اسکی ذات سے — نام معیوب اسکا اس آفات سے
حرف مومن سے نہ کچھ تشریف ہے[له] — لفظ مومن سے فقط تعریف ہے
گر منافق اسکو کہدین تو یہ نام — مثل بچھو کاٹے باطن مین مدام
گر نہ دوزخ سے یہ نکلا نام ہے — مثل دوزخ کیون یہ کرتا کام ہے
زشتی نام بد کے حرف سے — پانی وہ کھارا نہین ہے ظرف سے
حرف ہین ظرف اسمین معنی مثل آب — معنی دریا **عندہ ام الکتاب**
کھاری میٹھا جاری دریا یکسان — انکے اندر **برزخ لا یبغیان**
جاری دو اک اصل سے ہین جان لے — چھوڑ دے دریا کو مل تو اصل سے
زر کا کھوٹا اور کھرا پن آشکار — بے کسوٹی ہو نہ ہرگز اعتبار
محک خالق جسکے رکھدے جان مین — ہو یقین اسکو نہ وہ شک مین رہین
جو کہین **استفت قلبک** مصطفیٰ — جانے وہ جسمین کہ ہووے صفا
منہ[له] مین زندہ کے اگر تنکا گرے — اسکے بے تھوکے بھلا کب کل پڑے
سیکڑون لقمون مین اک تنکا جو آئے — حس زندہ منہ مین اسکے جان جائے

له حرف مومن سے نہ کچھ الی آخرہ۔ اس شعر حرف مومن سے کچھ خلعت تو نہین ملتا ہے فقط ایک تعریف اگر منافق اسکو کہین تو مثل بچھو کے اسکے باطن مین کاٹے پس معلوم ہوا کہ نام منافق دوزخ سے نکلا ہے کہ کام دوزخ کا کرتا ہے پس برائی انسان کی نام بد سے نہین جیسے پانی مین شوریت ظرف کے سبب سے نہین ہوتی ہے پس حرف مانند ظرف کے ہین اور معنی اسمین مانند آب کے اور دریا ہے معنی نزدیک اللہ کے ہے بموجب آیہ کریمہ **یمحو اللہ ما یشاء و یثبت و عندہ ام الکتاب** یعنے مٹا دیتا ہے اللہ اس چیز کو چاہتا ہے اور لکھ دیتا ہے اور نزدیک اسکے لوح محفوظ ہے کہ جسکو چاہتا ہے وہ مٹا دیتا ہے کیونکہ دو دریا تلخ یا شیرین یعنی جلال و جمال کے یکسان انکے جاری ہین اور اسکے درمیان **برزخ لا یبغیان** یعنے حد فاصل ہے کہ ایک دوسرے پر غلبہ نہین کر سکتا ہے پس وہ دونون ایک اصل سے جاری ہین تو دونون کو چھوڑ اور اصل کو جان کس واسطے کہ کندن کا کھوٹا کھرا پن بے کسوٹی کے ظاہر نہین ہوتا ہے پس حق نے کسوٹی جان رکھدی ہے اسکو درجہ یقین کا ملتا ہے اور شکوک سے چھوٹتا ہے چنانچہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے الحدیث **استفت قلبک** یعنی فتویٰ چاہو تم قلب اپنے سے **واضح** ہو کہ خداوند عالم نے ہر ایک بشر کے دل مین صفت رکھی ہے کہ سچ بات پر یقین آتا ہے اور جبتک کہ اس امر مین جھوٹ ہوتا ہے ہرگز یقین نہین آتا ہے گر جس کسی کا کہ قلب سلیم ہوتا ہے اور نور باطن سے مقام کشود کو پہونچا ہے اسوقت جو قلب کہتا ہے سچ ہوتا ہے اسکو رسائی اپنی اصل مین ہوتی ہے اسکو فتویٰ لینا قلب سے درست ہے کیونکہ خطرات نفسانی بھی قلب مین ہوتے ہین بجز صاحب دل کے تمیز خطرات قلبی و خطرات نفسانی مین کوئی نہین جانتا ہے اس لیے بجز صاحب دل اور دنکو فتویٰ قلب پر چلنا طریقت مین جائز نہین چنانچہ اسکی نظیر کی مثال مولانا فرماتے ہین ۱۲ له منہ مین زندہ کے الی آخرہ ۲ شعر جیسے منہ مین زندہ کے اگر ایک تنکا آجاوے بے تھوکے اسکے چین نہ پڑیگا اور سیکڑون لقمون مین ایک تنکا آجاوے حس زندہ کی اسکے منہ مین پہچان لیتی ہے پس اہل دل زندہ کو فتویٰ قلب سے درست ہے نہ اہل دل مردہ کو فافہم ۱۲

حس دنیا نردبان این جہان	حس عقبیٰ نردبان آسمان	اِس جہان کی سیڑھی حسِ دنیوی	آسمان کی سیڑھی حسِ اخروی
صحت این حس بجوئید از طبیب	صحت آن حس بجوئید از حبیب	صحت اِس حس کی طلب کر با طبیب	صحت اُس حس کی طلب کر با حبیب
صحت این حس معموری تن	صحت آن حس ز تخریب بدن	صحت اِس حس کی درستی تن کی ہے	صحت اُس کی حس کی خرابی تن کی ہے
شاہ جان مر جسم را ویران کند	بعد ویرانیش آبادان کند	شاہ جان اِس تن کو ویران کرتا ہی	بعدہٗ آباد اُس کو رکھتا ہے
ای خنک جانے کہ در عشق مآل	بذل کرد او خان و مان و ملک و مال	جان وہ اچھی عشق کے جو واسطے	مال و گھر اپنا کیا برباد ہے
کردہ ویران خانہ بہر گنج زر	وز ہمان گنجش کند معمورتر	گھر[52] خزانے کے لیئے ویران کیا	اُس خزانے سے اُسے پھر بھر دیا
آب را ببست و جو را پاک کرد	بعد ازان در جو روان کرد آب خورد	نہر کو کر صاف پانی روک کر	پھر تو پانی جاری کر دے اے پسر
پوست را بشگافت پیکان را کشید	پوست نو بعد ازانش بردمید	چھال کھینچے جلد کو بس چیر کر	جلد تازی آئی پھر اُس جا دبیر
قلعہ ویران کرد و از کافر ستد	بعد ازان بر ساختش صد برج و سد	کافرون سے قلعہ لے ویران کیا	پھر کیا دیوار و برج اُسمین بنا
کار بیچون را کہ کیفیت نہد	اینکہ گفتم از ضرورت می دہد	کام بیچون کا بیان کب ہو سکے	یہ کہے مین نے ضرورت سے کہے
گہ چنین بنماید و گہ ضد این	جز کہ حیرانی نباشد کار دین	گاہی ایسا کرتا ہے گاہے خلاف	دین کے کامونمین حیرانی ہے صاف
کاملان کز سرّ تحقیق آگہ اند	بیخود و حیران و مست و والہ اند	جو کہ[53] کامل بھید سے آگاہ ہین	مست و بیخود عاشق اللہ ہین
نی چنان حیران کہ پشتش سوی اوست	بل چنین حیران کہ غرق و مست دوست	ایسا نہ حیران کہ اس سے ہو نفی	بلکہ وہ حیران کہ اُسمین ہو نفی
آن یکی را روی او شد سوی دوست	وین یکی را روی او خود روی اوست	ایک تو در رو یار کی جانب رکھے	دوسرا خود یار کا رو ہی رکھے

۵۱ اس جہان کی الی آخرہ ۲ شعر یعنی یہ حس دنیا اُس جہان کی سیڑھی ہے یہان دنیا سے مراد حواس ظاہری کہ پانچ ظاہر کے اور پانچ باطن کے ہین اور وہ اُسی عالم مین تصرف کرتے ہین جیسے خواب ہر بشر کے روحی کام دیتے ہین اولیاے کرام کی بیداری مین دونو کام دیتے ہین اور اُنھین حسون کے وسیلے سے وہ کام کرتے ہین شعر دوسرے مین مولانا کہتے ہین کہ صحت اِس حس کی طبیب سے طلب کر اور صحت اُس حس کی مرشد سے طلب کر اور صحت اِس حس کی خرابی تن کی ہے یعنی بسبب ارشاد مُرشد کے نفس کشی کرنے سے وہ حس بیدار ہوتے ہین اشارہ طرف سے ریاضت و ذکر فکر کی ہے شعر دوسرے مین کہتے ہین کہ شاہ جان جسم کو اول ویران کرتا ہے اور بعدہ آباد پس وہ جان بہتر ہے کہ عشق کے واسطے گھر و مال برباد کرے ۱۲۔

۵۲ گھر خزانے ۵ شعر گھر خزانے کے لیے ویران کیا اور اُس خزانے کو اُس سے پھر بھر دیا اب مولانا مثال مین حواس باطن کے کھولنے کا طریقہ بتاتے ہین کہ اول تو حواس کو کہ آب کے مانند ہین روک اور نزول کو ذکر و فکر سے صاف کر بعدہٗ ان جواہرونکو کھولدے کہ پھر کدورت لذات نفسانی اُسمین اثر نہ کریگی کیونکہ بقول ہرچہ در کان نمک رفت نمک شد گویا یہ گھر کا ویران کرنا اور گنج ویرانے مین بھرنا ہے چھال تیر کو جلدی چیر کر نکال کہ تا جلدی اس جا پہ آجاے یا کافرون سے قلعہ چھین اور ویران کر اور پھر از سر نو تعمیر کر پس خداوند عالم کی نعمتون کا حال کب بیان ہو سکے یہ جو کچھ کہ مین نے کہا ہے ضرورت سے کہا ہے کبھی وہ ایسا ہے کہ اور کبھی برخلاف اُس کے کیونکہ دین کے کامون مین ازبس حیرانی ہے ۱۲۔

۵۳ جو کہ کامل بھید سے الی آخرہ ۳ شعر جو کامل کہ راز سے آگاہ ہین مست مدہوش ہین اور عاشق اللہ ہین اور ایسے حیران نہین ہین کہ اُس سے بیزار ہون بلکہ ایسے حیران ہین کہ اُسمین غرق و مست ہین بعضے اُسمین رُو طرف یار کے رکھتے ہین یعنی مقلد شیخ ہین اور بعضے یار کی شان مین یعنی فانی الشیخ ہین بموجب این حدیث انا احمد بلا میم من رآنی فقد رای الحق یعنی مین احمد بے میم کا ہون جسنے دیکھا مجکو اُسنے دیکھا حق کو فہم من فہم ۱۲۔

مردی ہر یک می نگر میدار پاس	بو کہ گردی تو ز خدمت و شناس	رد ہر اک کا دیکھ اور کر تو خیال	ہو یقین خدمت سے تو ہو اہل حال

در فرق میان محقق و مدعی حدیث النظر الی وجہ العالم عبادۃ

فرق درمیان محقق و مدعی کے بموجب حدیث النظر الی وجہ العالم عبادۃ

دیدن دانا عبادت این بود	فتح ابواب سعادت این بود	ہے عبادت دیکھنا دانا کا رو	یہ سعادت کا ہے رستہ جان تو
ای بسے ابلیس آدم روی ہست	پس بہر دستے نباید داد دست	ہیں بہت ابلیس آدم شکل ہیں	ہاتھ مت دے ہر کسی کے ہاتھ میں
زانکہ صیاد آورد بانگ صفیر	تا فریبد مرغ را آن مرغ گیر	اس لیے دنیا شکاری ہے صفیر	تاکہ دھوکا مرغ کھا کر ہو اسیر
بشنود آن مرغ بانگ جنس خویش	از ہوا آید بیابد دام پیش	مرغ سن آواز اپنے جنس کی	آن پھنستا دام میں ہے آپ سے
حرف درویشان بدزد مرد دون	تا بخواند بر سلیمے زان فسون	قول صوفی کا چرا کر اہل قال	اس سے کرتے ہیں سلیمو نکا خیال
کار مردان روشنی و گرمی است	کار دونان حیلہ و بی شرمی است	روشنی گرمی ہے بس مردو نکا کام	حیلہ بے شرمی ہے نااہلو نکا کام
خرقہ پشمین از برای گد کنند	بو مسیلم را لقب احمد کنند	خرقہ پشمین مانگنے کو پہن لیں	بو مسیلم کا لقب احمد رکھیں
بو مسیلم را لقب کذاب ماند	مر محمد را اولو الالباب ماند	بو مسیلم کا لقب کذاب ہے	اور محمد تو اولو الالباب ہے
آن شراب حق ختامش مشک ناب	بادہ را ختمش بود گند و عذاب	مشک کی مہر اُس شراب حق پہ ہے	آفتوں کی مہر وہ بادہ رکھے

داستان بادشاہ جہودان کہ نصرانیان را میکشت

داستان بادشاہ جہود کی کہ نصرانیوں کو بسبب تعصب

۵۱ رد ہر اک کا دیکھ الی آخرہ ۲ شعر مولانا شناخت مرشد کی تعلیم فرماتے ہیں کہ تو شخص ہر ایک کا رد دیکھ اور خیال کر یقین کر کہ تو اس کسب ریاضت سے صاحب حال ہو چنانچہ یہ حدیث سند میں لاتے ہیں النظر الی وجہ العالم عبادۃ یعنی عبادت ہے دیکھنا عالم کا منھ اور یہ راستہ ہے سعادت کے حاصل ہونے کا یعنی جس نے مرشد کامل کا منھ دیکھا پہچانا اور اُسکی پیروی کی سعادت دارین کی گویا حاصل کی اسکو زیارت بزرگان کفارت گناہ کہتے ہیں اور یہ کسب مقام دید سے تعلق رکھتا ہے کہ ہیئت مرشد کی طالب کے قلب میں مرشد کے منھ دیکھنے سے قائم ہو جاتی ہے مگر پیران ریاکار سے بچنا چاہیے کہ رہزنان راہ سلوک ہیں چنانچہ آگے مولانا فرماتے ہیں ۲ ۵۲ اے بسا ابلیس الخ ۸ شعر اے بہت ابلیس انسان کی صورت ہیں تو ہر کسی کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دے یعنی بہت پیران ریاکار ہیں کہ دعوی درویشی کا کرتے ہیں ان معنے سے کچھ خبردار نہیں ہیں اور نہ طالبوں کی راہ قائم کرکے راہ راست پر کر سکتے ہیں پس تو ہنگام خاص طلب کے دھوکا نہ کھا کہ وہ مثل صیاد کے سیٹی بجاتے ہیں کہ مرغ دھوکے کھا کر اُنکے دام میں پھنستے ہیں اور مرغ جانتے ہیں کہ یہ آواز ہمارے ہم جنس کی ہے اسی طرح وہ اہل قال ہیں کہ کلام صوفیوں کا چرا کر بیان کرتے ہیں اور سلیم اسلیموں کو جھکاتے ہیں روشنی و گرمی دل مردان کا کام ہے اور حیلہ و بے شرمی نامردون کا کام ہے خرقہ پشمی رنگے کو پہنتے ہیں اور بو مسیلم کا نام احمد رکھتے ہیں یعنے اپنے کو بزرگ کہلاتے ہیں پس مولانا فرماتے ہیں کہ مین بو مسیلم کا لقب تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کذاب رکھا ہے اور محمد تو بادشاہ ہیں ۔ ع ۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک ۔ اس شراب حق پر مشک کی مہر ہے اور اُس بادہ پر عذاب و آفت کی مہر ہے بموجب آیۂ کریمہ یسقون من رحیق مختوم ختامہ مسک یعنی پلائی جاتی شراب خالص سے اور مہر اسکے اوپر مشک کی ہے ۱۱ ۵۳ داستان بادشاہ جہودان الی آخرہ مولانا یہ داستان ان ریاکار کے مکر و دغا میں تحریر فرماتے ہیں کہ جو طالبان خدا کو ہنگام طلب کے نفع دنیا پانے کے واسطے گمراہ کرتے ہیں ۱۱۔

بہر تعصب ملت خود حکایت آن استاد و شاگرد

بود شاہی در جہودان ظلم ساز　　دشمن عیسی و نصرانی گداز
عہد عیسی بود و نوبت آن او　　جان موسی او و موسی جان او
شاہ احول کرد در راہ خدا　　آن دو دمساز خدائی را جدا
گفت استاد احولی را کاندر آ　　رو برون آر از وثاق آن شیشہ را
چون درون خانہ احول رفت زود　　شیشہ یک بود و بچشمش دو نمود
گفت احول زان دو شیشہ من کدام　　پیش تو آرم بکن شرح تمام
گفت استاد آن دو شیشہ نیست رو　　احولی بگذار و افزون بین مشو
گفت ای استا مرا طعنہ مزن　　گفت استا زان دو یک را بر شکن
چون یکی بشکست ہر دو شد ز چشم　　مرد احول گردد از میلان و خشم
شیشہ یک بود و بچشمش دو نمود　　چون شکست آن شیشہ دیگر نبود
خشم و شہوت مرد را احول کند　　ز استقامت روح را مبدل کند
چون غرض آمد ہنر پوشیدہ شد　　صد حجاب از دل بسوی دیدہ شد
چون دہد قاضی بدل رشوت قرار　　کی شناسد ظالم از مظلوم زار
شاہ از حقد جہودانہ چنان　　گشت احول کالامان یا رب امان
صد ہزاران مومن مظلوم کشت　　کہ پناہم دین موسی را و پشت

تعصب مذہب کے قتل کرتا تھا مع حکایت استاد و شاگرد کے

اک جہودونمین تھا ظالم بادشا　　دشمن ایک عیسی و نصرانی کا تھا
عہد عیسیٰ کا تھا وہ دور زمان　　جان وہ دونون کی موسی اسکی جان
احولی راہ خدا مین شہ نے کی　　حق کے دو ہمدم مین کی اسنے دوئی
بولا اک استاد احول سے کہ جا　　گھر مین تو اور باہر اس شیشے کو لا
گھر مین احول جس گیا وہ دوڑ کے　　شیشہ اک تھا اور اسے دو ان دیکھے
بولا احول شیشہ دو ہین کونسا　　لاؤن تیرے پاس اسے مجکو بتا
دو نہین شیشے کہا استاد نے　　احولی اور دوئی کو تو چھوڑ دے
بولا اے استاد تو طعنے کو چھوڑ　　بولا استاد ایک ان دو مین سے توڑ
ایک کو توڑا تو دونون گم گئے　　مرد احوال ہو دے خشم و حرص سے
شیشہ اک تھا پر اسے دکھتے تھے دو　　دوسرا کب ہو جو توڑا ایک کو
خشم و شہوت مرد کو احول کرے　　استقامت روح کی زائل کرے
جب غرض آئی ہنر سب چھپ گئے　　لاکھون پردے دل سے آنکھون پر پڑے
دل مین رشوت لینا جب قاضی کرے؟　　جانے کب ظالم کو وہ مظلوم سے
شاہ کینہ سے جہودون کے ہوا　　ایسا احول کہ امان دیوے خدا
مارا لاکھون مومن و مظلوم کو　　کہ پناہ ہون دین موسی کا انکو

سلہ اک جہودونمین الخ ۱ شعر یعنی ایک بادشاہ یہودی ظالم تھا اور عیسی علیہ السلام و نصرانیون کا دشمن تھا اور وہ زمانہ عیسی علیہ السلام کا تھا مگر وہ بادشاہ یہ نہین جانتا تھا کہ عیسے موسی کی جان ہے اور موسی عیسی کی جان اور انمین کچھ فرق نہین بموجب آیہ کریمہ لانفرق بین احد من رسلہ یعنی نہین فرق ہے درمیان کسی کے رسولون سے ۲ سلہ احولی راہ خدا مین الی آخرہ ۹ شعر بادشاہ نے احولی خدا کے کام مین کی اور دو نو حق کے ہمدم خدا کو جدا جانا یعنی موسی و عیسی کو علیحدہ علیحدہ جانا اور وہ درحقیقت ہمدم خدا تھے ہمدم اسی دوست کو کہتے ہین کہ ایک جان ہو پس وہ دو نو اپنی حقیقت مین ایک تھے اور شاہ نے انکو جدا جدا جان کر امت عیسی پر کہ نصرانی ہین ظلم کیا اور احول اسکو کہتے ہین کہ بسبب کجی آنکھ کے ایک شی دو دکھائی دیتی ہین چنانچہ مولانا مثال فرماتے ہین کہ استاد نے احول سے کہا کہ گھر مین جا کر ایک شیشہ اٹھا لا احول نے دیکھا کہ وہان دو شیشے ہین استاد سے پوچھا کہ کونسا شیشہ لاؤن پس استاد نے کہا کہ ایک شیشہ ہی تو احولی کو چھوڑ دے اسنے کہا کہ اے استاد تو خفا نہو استاد نے کہا کہ ایک شیشہ ان دونون مین سے توڑ ڈال جبکہ اسنے ایک کو توڑا دونون ٹوٹ گئے پس اسی طرح انسان حرص و غضب سے احوال ہوتا ہے اور روح کی استقامت اور قناعت کھوتا ہے ۱۲ سلہ جب غرض آئی الخ ۲ شعر جب کہ غرض درمیان مین آئی ہنر سب گئے اور لاکھون پردے آنکھون پر دل سے پڑے جیسے قاضی کے دل مین غرض رشوت کی آتی ہے تو ظالم مظلوم مین کچھ فرق نہین جانتا ہے پس انسان کو غرض باطل کی طرف لیجاتی ہے ۱۲ سلہ شاہ کینہ سے الخ ۲ شعر بادشاہ بسبب کینہ جہودون کے ایسا احول ہوا کہ خدا پناہ دے اور سیکڑون مظلومون کو مار کہ مین پشت پناہ دین موسی کا ہون یعنی صدہا اہل قوم عیسی کو اسنے ہلاک کیا واللہ اعلم ۱۲

آموختن وزیر مکر پادشاہ را

شہ وزیری داشت رہزن عشوہ دہ / کو بہ آب از مکر بر بستی گرہ
گفت ترسایان پناہ دین کنند / دین خود را از ملک پنہان کنند
کم کش ایشان را کہ کشتن سود نیست / دین ندارد بوی مشک و عود نیست
سر پنہانست اندر صد غلاف / ظاہرش با تست و باطن بر خلاف
شاہ گفتش پس بگو تدبیر چیست / چارۂ این مکر و این تزویر چیست
تا نماند در جہان نصرانیی / نی ہویدا دین و نی پنہانیی
گفت ای شہ گوش و دستم را ببر / بینیم بشگاف و لب در حکم مر
بعد ازان در زیر دار آور مرا / تا بخواہد یک شفاعت گر مرا
بر منادی گاہ کن این کار تو / بر سر راہی کہ باشد چار سو
آنگہم از خود بران تا شہر دور / تا در اندازم در ایشان صد فتور
چون شوند آن قوم از من دین پذیر / کار ایشان سر بسر شوریدہ گیر
در میان شان فتنہ و شور افگنم / کاہرمن حیران بماند از فنم
آنچہ خواہم کرد با نصرانیان / آن نمی آید کنون اندر بیان
چون شمارندم امین و رازدان / دام دیگرگون نہم در پیش شان
تو ز حیل بفریبم ایشان را ہمہ / واندر ایشان افگنم صد دمدمہ
تا بدست خویش خون خویشتن / بر زمین ریزند کوتہ شد سخن

سکھلانا وزیر کا مکر بادشاہ کو

تھا وزیر اُس شاہ کا آفت بھرا[۱] / مکر سے پانی پہ دیتا تھا گرہ
بولا نصرانی پناہِ دین کریں / دین اپنا شاہ سے پنہان رکھیں
مار انھیں مت مارنا اچھا نہیں / مشک نہ کہ آئے تجھکو بوئے دین
سر پوشیدہ ہے اندر صد غلاف / وہ تری ظاہر مطیع باطن خلاف
شاہ بولا ہے کئی تدبیر اب بتا / کہ علاج اس مکر و حیلے کا ہے کیا
تا نہ اک عالم میں نصرانی رہے / اور نہ ظاہر دین و نہ مخفی رہے
بولا اے شہ کاٹ میرے ناک کان / اور دست و لب کو با حکم گران
بعدہ لا دار کے نیچے مجھے / اور کوئی میری شفاعت تا کرے
بر سرِ رہ بس تو ایسا کام کر / تا کہ ہو چہار و طرف یہ مشتہر
شہر سے تو ڈال اپنے مجھکو دور / تا کہ ڈالوں انمیں جا کر سو فتور
جب وہ سیکھے قوم مجھسے دین کو / کام بالکل انکا ابتر خوار ہو
ڈالوں میں اُس قوم میں فتنہ و جنگ[۲] / ہووے شیطان مکر سے اُس کے دنگ
وہ کروں نصرانیوں کے ساتھ میں / ماجرا اُسکا نہ آئے قال میں
جبکہ پہچانیں وہ مجھکو رازدان / دوسرا پھر میں بچھاؤں جال ان
لوں میں حیلے سے فریبوں میں انھیں / اور ڈالوں اُنکے اندر آفتیں
تا وہ ہاتھ اپنے سے اپنا خون و تن / آپس میں پر ڈالیں کوتہ کر سخن

[۱] تھا وزیر اُس شاہ کا الخ ۱۱ شعر ایک وزیر اُس بادشاہ کا تھا بہت چالاک کہ مکر سے پانی میں گرہ دیتا تھا اُسنے بادشاہ سے کہا کہ نصرانی اپنا دین بچانے کو تجھ سے چھپاتے ہیں اُنکو تو کم مار کہ مارنا اچھا نہیں ہے اور دین اُنکا کچھ مشک نہیں ہے کہ وہ بُو دیوے کیونکہ اُن پوشیدہ ہیں سو غلاف میں بظاہر تیرے وہ مطیع ہیں وے باطن میں مخالف ہیں شاہ نے کہا کہ اُسکی کچھ تدبیر بتا کہ علاج اس مکر و فریب کا کیا ہے تا کہ ایک نصرانی عالم میں نہ رہے اور نہ اُنکا ذکر ظاہر و مخفی رہے وزیر نے کہا کہ اے بادشاہ تو میرے ناک کان ہاتھ لب کو کاٹ اور بعدہٗ دار کے نیچے مجھے لا کہ کوئی شخص میری جان بخشی کرے یہ کام بر سر بازار کر کہ سب میں یہ مشہور ہو تو اپنے شہر سے دور ڈال دے تا کہ میں اُنمیں فساد ڈالوں فافہم ۱۲۔

[۲] ڈالوں میں الیٰ آخرہ ۵ شعر وزیر نے کہا کہ اُس قوم میں فتنہ و فساد ایسا ڈالوں کہ شیطان بھی سن کر حیران ہو اور وہ کروں نصرانیوں سے کہ بیان میں نہ آوے جبکہ وہ مجھکو اپنا رازدار جانیں تو دوسرا فریب کروں اور آفتوں میں ڈالوں تا وہ اپنے ہاتھ سے آپکو ہلاک کریں پس مولانا تعلیم فرماتے ہیں اس امر کی کہ قرب سلطان و اُمرا میں لوگ اپنی سُرخروئی کے واسطے مخلوق کو آزار دیتے ہیں اور خدا سے نہیں ڈرتے ہیں اور مکر و فریب کو دانائی جانتے ہیں واللہ اعلم ۱۲۔

تلبیس اندیشیدن وزیر با نصاریٰ و مکر او

پس بگویم من بسر نصرانیم ای خدای رازدان میداندم
شاہ واقف گشت از ایمان من وز تعصب کرد قصد جان من
خواستم تا دین ز شہ پنہان کنم آنچہ دین اوست آن ظاہر کنم
شاہ بوئی برد از اسرار من متہم شد پیش شہ گفتار من
گفت گفت تو چو در نان سوزن ست از دل من تا دل تو روزن ست
من از ان روزن بدیدم حال تو حال دیدم کی نیوشم قال تو
گر نبودی جان عیسیٰ چارہ ام او جہودانہ بکردی پارہ ام
بہر عیسیٰ جان سپارم سر دہم صد ہزاران منتش بر جان نہم
جان دریغم نیست از عیسیٰ ولیک واقفم بر علم دینش نیک نیک
حیف می آید مرا کان دین پاک در میان جاہلان گردد ہلاک
شکر یزدان را و عیسیٰ را کہ ما گشتہ ایم آن دین حق را رہنما
از جہودی در جہودان رستہ ام تا بہ زنار این میان را بستہ ام
دور دور عیسیٰ است اے مردمان بشنوید اسرار کیشش با دل و جان
چون شمارندم امین و مقتدا سر نہندم جملہ چون بندہ اقتدا
چون وزیر آن مکر را بر شہ شمرد از دلش اندیشہ را کلی ببرد
کرد با وی شاہ آن کاری کہ گفت خلق حیران ماندہ زان راز نہفت
برد در رسوائیش میان انجمن تا کہ واقف شد ز حالش مرد و زن

ترکیب سوچنا وزیر کا ساتھ نصرانیون کے اور مکر کرنا اُسکا

پس ؎ کہون کہ مین ہون نصرانی پسر ای خدا تو جانے مجھکو خوب تر
شاہ ایمان سے مرے واقف ہوا مارنا چاہا تعصب سے مرا
چاہا شہ سے دین پوشیدہ رکھون جو کہ دین اُسکا ہو وہ ظاہر کرون
شاہ میرے بھید سے واقف ہوا شہ کو میری بات مین شک آ گیا
بولا سوزن نان مین تیری بات ہے میرے دل سے تیرے دل تک روزن ہے
دیکھا اُس روزن سے تیرے حال کو اب مین کب سنتا ہون تیرے قال کو
گر نہوتی مجھپہ عیسےٰ کی مدد شاہ میرے ٹکڑے کرتا بے عدد
واسطے عیسےٰ کے جان دیتا ہون مین اُسکا احسان جان پہ رکھتا ہون مین
؎ جان تک مجھکو دریغ عیسےٰ سے کب جانتا ہون علم دین اُسکا مین سب
مجھکو حسرت ہے کہ اُسکا دین پاک جاہلون کے درمیان ہووے ہلاک
شکر حق کا اور عیسےٰ کا کہ مین سب ہوا ہون رہنما اُس دین مین
اور یہودی و جہودون سے چھٹا مین نے اُس زنار کو جبسے لیا
دور دورہ اب ہے عیسیٰ کا سنو اُسکے مذہب خاص کے تم بھید کو
جب وہ جانین اپنا مجکو پیشوا سر رکھین سب پائین مجھسے فائدہ
؎ جب وزیر اُس مکر کو تبلا چکا شہ کے دل سے فکر بالکل لے گیا
جو کہا تھا ویسے ہی شہ نے کیا خلق حیران تھی نہ بھید اپنر کھلا
پس کیا رسوا اُسے دربار مین تا کہ واقف ہو ہر اک بازار مین

؎ پس کہون کہ مین ہون الخ ۔ شعر اب وزیر اپنی تدبیر مجوزہ کو بادشاہ سے بیان کرتا ہے کہ ای بادشاہ مین اُن نصرانیون سے یہ کہون کہ پسر نصرانی ہون اور خدا مجھکو خوب جانتا ہے بادشاہ جہود میرے ایمان سے واقف ہوا اور تعصب سے مجھے مارنا چاہا مین نے چاہا تھا کہ مین دین اپنا پوشیدہ کرون اور جو دین اُسکا ہے وہی ظاہر کرون لیکن بادشاہ میرے راز سے واقف ہوا اور میری بات مین اُسکو شک آ گیا کہ تیری بات ایسی ہے جیسے روٹی مین سوئی کہ ایک روزن میرے دل مین سے تیرے دل مین ہے پس مین نے اُس روزن سے تیرے حال کو دیکھا اب مین تیری بات کب سنتا ہون پس اگر حضرت عیسےٰ کی مجھپر مدد نہوتی شاہ میرے ٹکڑے کرڈالتا گویا مین واسطے عیسےٰ کے جان دیتا ہون اور اُسکا احسان اپنی جان پر رکھتا ہون ۱۲ ؎ جان تک مجھکو الی آخرہ ۔ شعر اب جان عیسےٰ سے مجھکو کب دریغ ہے اور مین دین عیسیٰ کا سب جانتا ہون مجھکو حسرت ہے کہ اُسکا دین پاک جاہلون مین برباد ہو شکر خدا اور عیسیٰ کا کہ مین اُسکے دین مین رہنما ہون اور جہودون و جہودی سے مین نے نجات پائی جبسے مین نے اُس زنار کو باندھا ہے چونکہ اب دور دورہ عیسےٰ کا ہے اور اُسکی ذات خاص کا بھید تم مجھ سے سنو غرضکہ جب مجھکو وہ اپنا پیشوا جانین تو سر رکھین اور مجھ سے فائدہ پائین ۱۱ ؎ جب وزیر الخ ۔ شعر جبکہ وزیر بادشاہ کو دیکھ کر یہ مجوزہ تبلا چکا تو شاہ کے دل سے وہ فکر دور ہو گئی اور جیسے کہا تھا ویسے ہی کیا کہ مخلوق حیران تھی یہ بھید اپنر نہ کھلا پس بادشاہ نے رسوا کیا کہ تا سب خبردار ہون ۱۲

راند او را جانب نصرانیان — کرد در دعوت شروع او بعد از آن
چون چنان دیدند ترسایان ورا — می شدندی اندر غم او اشکبار
حال عالم این چنین ست ای پسر — از حسد می خیزد اینها سر بسر

بھیجا اُسکو جانب نصرانیان — پس ہدایت کی شروع اُسنے وہان
جو نصاری نے یہ دیکھا حال ہم — اُسکے از بس ہو گئے وہ غمگسار
حال عالم کا بھی ایسا ہے پسر — کہ حسد سے پیدا ہوا یہ سر بسر

جمع آمدن نصاری با وزیر و راز گفتن او با ایشان

جمع ہونا نصاری کا وزیر کے پاس اور اسکا بھید بیان کرنا انکے ساتھ

صد ہزاران مرد ترسا سوی او — اندک اندک جمع شد در کوی او
او بیان می کرد با ایشان براز — سر انگلیون و زنار و نماز
او بیان می کرد با ایشان فصیح — دائما اقوال و افعال مسیح
او بظاہر واعظ احکام بود — لیک در باطن صفیر و دام بود
بہر این معنی صحابہ از رسول — ملتمس بودند مکر نفس غول
کو چہ آمیزد ز اغراض نہان — در عبادتہا و در اخلاص جان
فضل ظاہر را نجستندی ازو — عیب باطن را بجستندی کہ کو
مو بمو و ذرہ ذرہ مکر نفس — می شناسیدند چون گل از کرفس
گفت زان فضلے حذیفہ با حسن — تا بدان شد وعظ و تذکیرش حسن
موشگافان صحابہ جملہ شان — خیرہ گشتندی در ان وعظ و بیان

سیکڑون نصرانی پاس اُس شخص کے — تھوڑے تھوڑے آکے ان جمع ہوئے
وہ بیان کرتا تھا اُنسے با نیاز — بھید انجیل اور زنار و نماز
وہ بیان کرتا تھا اُنسے بس صحیح — ہر گھڑی سب فعل اور قول مسیح
ظاہرا سمجھاتا وہ احکام تھا — پر وہ باطن مین صفیر و دام تھا
مصطفٰے سے سب صحابہ اس لیے — پوچھتے تھے مکر و شیطان نفس کے
کہ وہ کیا غرضون سے پنہان ملتی ہین — بس عبادت مین وہ اخلاص مین
فضل ظاہر کو نہ اُنسے ڈھونڈھتے — عیب باطن کو بس اُنسے پوچھتے
ذرہ ذرہ مکر و حیلے نفس کے — مثل بوئے گل و خس پہچانتے
جو حذیفہ سے حسن نے پایا فضل — وعظ انکا اس سبب کچھ تھا افضل
اُن صحابہ مین تھے جو باریک بین — وعظ سے حیران تھے اُنکے اہل دین

۵۱ بھیجا اُسکو الی آخرہ ۲ شعر پس بادشاہ نے اُس وزیر کو طرف نصرانیون کے بھیجا کہ اُسنے اُنکو ہدایت کرنا شروع کیا جب کہ نصرانیون نے یہ حال خراب اُسکا دیکھا تو از بس غمخواری کرنے لگے ۱۲۔

۵۲ حال عالم کا الخ مولانا اسکے حقایق فرماتے ہین کہ یہی حال اہل عالم کا ہی کہ حسد سے یہ معاملہ ہوتا ہے علاوہ یہ کہ کرام فرماتے ہین کہ حسد جمیع اخلاق ذمیمہ کی جڑ ہی جیسین کہ حسد خلق ہو وہ بے نصیب ہے اور حسد کہ خدا کے واسطے ہوتا ہی اسکو غبطہ کہتے ہین پس حسد و غبطہ مین یہ فرق ہی کہ حسد مین محسود کی زوال نعمت چاہتا ہی اور غبطہ مین زوال نعمت نہین ہان اسکے مانند اور نعمت کی منعم سے خواہش و آرزو کرتا ہی یہ درست ہے فافہم ۱۲۔

۵۳ سیکڑون نصرانی الخ ۲ شعر صدہا نصرانی پاس اُس وزیر کے جوق جوق جمع ہوئے اور وہ اُنسے بیان کرتا تھا حال انجیل اور زنار و نماز کا اور اقوال افعال صحیح حضرت مسیح کے کہتا تھا اگرچہ ظاہر مین وہ واعظ احکام تھا لیکن باطن مین وہ سیٹی و دام تھا کہ اُن نصرانیون کو مانند مرغ کے دھوکا دے کر پھانستا تھا اسی طرح پر پیران ریاکار لوگون کو اپنے دام مین پھانستے ہین ۱۲۔

۵۴ مصطفےٰ سے الی آخرہ ۶ شعر مولانا اس ہدایت کے حقایق فرماتے ہین کہ اس طرح محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ مکر نفس کا پوچھتے تھے کہ وہ کیا چیز ہے کہ غرضون کے سبب سے عبادت و اخلاص جان مین شامل ہوتا ہے اور فضائل ظاہر کو نہین دریافت کرتے تھے بلکہ عیب باطن کو استفسار کرتے تھے پس صحابہ ذرہ ذرہ مکر نفس کو مثل بوے گل و خس کے جانتے تھے چنانچہ وعظ حسن بصری قدس سرہٗ کہ حذیفہ المرعشی سے حاصل کیا تھا از بس اثر رکھتا تھا کہ جو اُن صحابہ مین باریک بین تھے اُنکے حال اثر و وعظ سے حیران تھے غرضکہ صحابہ صلاحیت ظاہری کا حال رسول اللہ سے نہین پوچھتے تھے کیونکہ زہد و تقوی سے اگر ظاہر درست ہی اور باطن نفس کا فریب انداز ہو وہ تقوی کس کام کا ہی اسواسطے صلاحیت باطن کو دریافت کرتے اور نصرانی اُس وزیر سے صلاحیت ظاہری ڈھونڈتے تھے اور باطن سے بے خبر تھے اسواسطے آفت و بلا مین پڑے فافہم ۱۲۔

متابعت کرنا نصرانیونکا اُس وزیر جہودی کے ساتھ		متابعت نصاری آن وزیر جہود را	
اصل کچھ رکھتی نہین تقلید عام	اُسکے نصرانی ہوئے پیرو تمام[1]	خود چہ باشد قوت تقلید عام	دل بدو دادند ترسایان تمام
نائب عیسیٰ اُسے وہ کہتے تھے	مہر اُسکی اپنے دلمین رکھتے تھے[2]	نائب عیسیش می پنداشتند	در درون سینہ مہرش کاشتند
ای خدا فریاد سن تو ہے معین	وہ پسر دجال کا ذکا لعین	ای خدا فریاد رس نعم المعین	او بسر دجال یک چشم لعین
ہم مثال مرغ پر حرص و ہوا	سیکڑون ہین دام و دانہ ای خدا[3]	ما چو مرغان حریص بینوا	صد ہزاران دام و دانہ است ای خدا
باز اور سیمرغ گر ہون کیا کرین	ہم پھنسے ہر دم ہین تیرے دام مین	ہر یکی گر باز و سیمرغی شویم	دمبدم پابستۂ دام توایم
پھر پھنسین پھندے مین آکر دمبدم	تو چھوڑائے ہمکو ہر دم اور ہم	سوی دامی می رویم ای بی نیاز	می رہانی ہر دمی ما را و باز
اس ذخیرے کو ہم اپنے کھوتے ہین	ہم یہان گندم کو جمع کرتے ہین	گندم جمع آمدہ گم می کنیم	ما درین انبار گندم می کنیم
ہر خلل گندم مین مکر موش سے	ہمنے نے سوچا یہ آخر ہوش سے	کاین خلل از گندم است از مکر موش	می نیندیشیم آخر ما بہوش
اُس سے یہ غلہ ہرا ویران ہوا	موش نے سوراخ کوٹھے مین کیا	وز فنش انبار ما ویران شدہ است	موش تا انبان ما حفرہ زدہ است
پھر تو کر گندم کو جمع اپنے گھر	پہلے ای جان موش کا شر دور کر	وانگہ اندر جمع گندم کوش کن	اول ای جان دفع شر موش کن
لاصلوٰة تم الا بالحضور	یہ حدیث مصطفےٰ سُن لو ضرور	لاصلوٰة تم الا بالحضور	بشنو از اخبار آن صدر صدور
گندم چل سال عمل کے کیا ہوے	موش کوٹھی مین اگر نہ چور ہے[4]	گندم اعمال چل سالہ کجاست	گر نہ موشی دزد در انبان ماست

[1] اُسکے نصرانی ہوئے الی آخرہ وہ جملہ نصرانی اُسکے پیرو ہوئے پس تقلید عام کچھ اصل نہین رکھتی ہے جیسے فی زماننا عوام الناس پیران ریاکار سے باتین تامل لکی سن کر مقلد ہوتے ہین اور چند روز مین بسبب عدم حصول ذوق باطن کے شورش نفس سے بد اعتقاد ہوکر روگردان ہوتے ہین واللہ اعلم ۱۲ [2] مہر اُسکی الی آخرہ ۲ شعر نصرانی محبت اُسکے اپنے دل مین رکھتے ہین اور اُسکو نائب عیسیٰ علیہ السلام کا جانتے تھے اور وہ پسر دجال لعین کا تھا پس ای خدا تو مددگار ہے ہماری فریاد سن غرض کہ مولانا آن پیران ریاکار کے آفتون سے مناجات درگاہ الٰہی مین کرتے ہین شعر آئندہ مین ۱۲ [3] سیکڑون ہین الخ ۸ شعر اے خدا صدہا دام مکر و فریب کے ہین اور ہم مانند مرغان حرص و ہوا کے ہر دم تیرے دام مین پھنسے ہین باز و سیمرغ اگر ہم ہون کیا کر سکین تو ہر دم ہمکو دام سے چھوڑاتا ہے اور ہم پھر دام مین پھنستے ہین ہم یہان گندم نیکیون کے جمع کرتے ہین اور اس ذخیرے کو اپنے کھوتے ہین اور یہ از راہ ہوش کے نہ سوچا کہ خلل گندم نیکی مین موش نفس امارہ کا ہے کہ اس کوٹھی وجود مین موش نفس نے سوراخ کیا ہے اور اُس سے یہ غلہ نیکیون کا تباہ ہوتا ہے پس اے جان اول تو موش کا شر دور کر پھر تو گندم عمل کو جمع کر کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے الحدیث لاصلوٰة تم الا بالحضور یعنی نماز نہین پوری ہوتی ہے الا ساتھ حضور قلب کے واضح ہو کہ طریقت مین حضوری اسکو کہتے ہین کہ قلب خطرات نفسانی و خطرات شیطانی و خطرات ملکی سے بالکل پاک ہو کر مشاہدہ مین غرق ہوا اور دل کا نام قلب اسواسطے رکھا ہے کہ جب نفس کا غلبہ ہوتا ہے تو دل اُسکی طرف پلٹ جاتا ہے اور جب روح کا غلبہ ہوتا ہے تو دل اُسکا مطیع ہوتا ہے اسواسطے نام اسکا قلب رکھا ہے اور کتب صوفیہ مین یہ حدیث اس طور پر لکھی ہے لاصلوٰة الا بحضور القلب یعنے نہین نماز ہوتی ہے الا ساتھ حضور قلب کے پس قلب پاک ہونا تینون خطرات سے واسطے حضوری کے ضرور ہے واللہ اعلم ۱۲ [4] موش کوٹھی مین الخ ۳ شعر اگر موش کوٹھی تن مین چور نہین ہے تو گندم عمل چالیس برس کے کیا ہوے اور ریزہ ریزہ نیکی ہر دن کی کیون نہ میرے ذخیرہ مین جمع ہوئی کسواسطے کہ شرر آتش کا چقماق سے نکلے تو سوختہ دل اُسکو از خود پکڑنے معول ہے کہ شرر چقماق پارچہ سوختہ مین اثر کرتا ہے اور دوسرے پارچہ مین اثر نہین کرتا ہے باعث یہ ہے کہ سوختہ مین آتش مُردہ کا کچھ اثر ہوتا ہے اسواسطے شرر چقماق کہ آتش لطیف ہے اثر کرتا ہے اور دوسرے پارچہ مین نہین اسیطرح جو دل کہ آتش عشق مرشد سے سوختہ ہو تا ہے حرارت فیضان عمل کو لطیف سے قبول کرتا ہے پس مولانا اس مثال سے عمل نیک کا دل مین اثر نہونے کا باعث بیان فرماتے ہین شعر آئندہ شاہد حال ہے فافہم ۱۲

ریزه ریزه صدق هر روزه چرا	جمع می ناید درین انبار ما	ریزہ ریزہ نیکی ہر دن کی مری	کیون نہ جمع میرے غلہ مین ہوئی
بس ستاره آتش از آهن جهید	وان دلی سوزیده پذرفت و کشید	آگ کا نکلے شرر چقماق سے	سوختہ دل اسکو از خود کھینچ لے
لیک در ظلمت یکی دزدی نهان	می نهد انگشت بر استارگان	پر سیاہی مین چھپا اک چور ہے	ان شرارون پر جو وہ انگلی رکھے
می کشد استارگان را یک بیک	تا که نفروزد چراغی در فلک	اور بجھاتا ہے شرار ایک ایک کو	تا چراغ افلاک پر روشن نہ ہو
چون عنایاتت شود با ما مقیم	کے بود بیمے ازان دزد لئیم	ساتھ اپنے ہو عنایت تیری جو	کب ہمین اُس چور بد کا خوف ہو
گر هزاران دام باشد هر قدم	چون تو با مایی نباشد هیچ غم	گر ہزارون دام ہون ہر ہر قدم	تو جو اپنے ساتھ ہو پھر کیا ہے غم
هر شبے از دام تن ارواح را	می رهانی می کنی الواح را	روح کو ہر رات تن کے دام سے	تو چھڑا کر صاف تختہ کو کرے
می رهند ارواح هر شب زین قفس	فارغان نے حاکم و محکوم کس	اس قفس سے روح چھوڑ رات کو	اور محکومی سے فارغ بس وہ ہو
شب ز زندان بیخبر زندانیان	شب ز دولت بیخبر سلطانیان	شب کو قیدی قید سے خود بیخبر	اور شہ دولت سے اپنی بے اثر
نے غم و اندیشهٔ سود و زیان	نے خیال این فلان و آن فلان	اور نہ کچھ غم نفع اور نقصان کو	نہ وہ جانے کون ہے اور کون تھا
حال عارف این بود بیخواب هم	گفت یزدان هم رقود زین مرم	حال یہ عارف کا بیداری مین ہے	حق بھی کہتا ہے رقود اس از سے
خفته از احوال دنیا روز و شب	چون قلم در پنجهٔ تقلیب رب	حال دنیا سے جو سویا روز و شب	چون قلم کے پھیرا اسکو دست رب
آنکه او پنجه نه بیند در رقم	فعل پندارد بجنبش از قلم	جو کہ لکھنے مین نہ دیکھے دست کو	وہ قلم کا فعل جانے اے نکو

تمثیل مرد عارف و تفسیر آیۂ اللّٰہ یتوفی الانفس حین موتہا

مثال مرد عارف کی اور تفسیر اس آیۃ کی اللّٰہ یتوفی الانفس حین موتہا

۵۱ پر سیاہی مین چھپا الی آخرہ ۲ شعر لیکن سیاہی مین ایک چور چھپا ہوا ہے کہ اُن شرارون پر انگلی رکھ دیتا ہے اور شرر کو بجھا دیتا ہے کہ چراغ فلک پر روشن نہو یعنی جو عمل نیکی سے ایک نور کا ذرہ دل مین پیدا ہوتا ہے نفس کافر کہ ظلمت قلب مین پوشیدہ ہے اس ذرہ نور کو زائل کر دیتا ہے کہ چراغ معرفت فلک پر روشن نہو کیونکہ چور روشنی مین رسوا ہوتا ہے اسواسطے مولانا تعلیم فرماتے ہین کہ اول ایمان تو اس موش نفس کے شر کو دور کر اور پھر گندم عمل نیک کو جمع کر کہ نفع کامل حاصل ہو ۱۲ ۵۲ ساتھ اپنے ہو عنایت الخ ۲ شعر مولانا مناجات کرتے ہین کہ اے یار جب تیری عنایت ہمارے ہمراہ ہو تو ہمین چور سے پھر کیا خوف ہے اگر ہزارون دام قدم قدم پر ہون جب تو ساتھ ہو تو ہمین کیا غم ہے مولانا اسکی شان بیان فرماتے ہین اشعار آئندہ مین ۱۲ ۵۳ روح کو ہر رات الخ ۴ شعر یعنی جیسے تو ہر شب روح کو دام تن سے چھوڑا کر تختی دل کو نقوش خطرات نفسانی سے صاف کرتا ہے اور روح قفس تن سے ہر شب کو چھوٹ کر محکومی سے بیغم ہوتی ہے شب کو قیدی قید سے بے خبر اور بادشاہ دولت سے بے اثر اور نہ کچھ غم نفع و نقصان کا اور نہ جانتے ہین کون ہے اور کون تھا اسی طرح بیداری مین تو ہمکو غلبہ نفس سے چھڑا دے چنانچہ یہ حال عارف کا شعر آئندہ مین فرماتے ہین فافہم ۱۲ ۵۴ حال یہ عارف الخ ۳ شعر حال یہ عارف کا بیداری مین ہے کہ جو اوروں کا خواب مین ہوتا ہے چنانچہ حق تعالی فرماتا ہے آیہ کریمہ تحسبہم ایقاظا وہم رقود یعنی جانتے ہو تم اُنکو بیدار حالانکہ وہ ہین خفتہ احوال دُنیا سے جو روز و شب مانند قلم کے دست خدا اُنکو پھیرتا ہے جو کہ لکھنے مین پنجہ کو نہ دیکھے تو وہ اس فعل کو قوت قلم کا جانے یعنے عارف ظاہر مین احوال دُنیا سے خفتہ ہین جو حرکت کہ اُنسے سرزد ہوتی ہے مانند قلم کے دست خدا سے ہوتی ہے اسواسطے اُنکی روح بیداری مین مانند خفتگان غافل کے اس شب دُنیا مین بے تعلق و بے غم نفع نقصان غلبہ نفسانی سے رہتی ہے اور ہمیشہ اس عالم مین سیر کرتی ہے اور مولانا نے روح شب مین اسواسطے فرمائی کہ اکثر لوگ شب کو خفتہ ہوتے ہین اور روح اُنکی دام تن سے چھوٹتی ہے چونکہ مصطلح صوفیہ مین شب سے مراد دُنیا ہے اسواسطے عارف بھی دُنیا مین خفتہ ہین اور اس عالم مین بیدار ہو جب آیہ کریمہ مرقومہ بالا کے فافہم ۱۲—

شمۂ زین حال عارف وا نمود	خلق را ہم خواب حسی در ربود	حال عارف سے ذرا ظاہر کیا	خلق کو بس خواب حسی نے کیا
رفت در صحرای بیچون جان شان	روح شان آسودہ و ابدان شان	جان انکی لامکان کو بس گئی	روح و تن آرام سے انکی رہی
ترک روز آخر چو با زرین سپر	ہندوی شب را بہ تیغ افگند سر	ترک ذی بس دن کی زرین ڈھال لے	کاٹا سر ہندوے شب کا تیغ سے
میل ہر جانے بسوی تن شود	ہر تنے از روح آبستن بود	جان سب مائل ہوئی سوئے بدن	روح سے پُر ہوا ہر ایک تن
از صفیرے باز دام اندر کشی	جملہ را در دام در دا ور کشی	پھر تو پھانسے دام مین دیکر صفیر	حکم حاکم مین کرے سب کو اسیر
چون کہ نور صبحدم سر بر زند	کرکس زرین گردون پر زند	جبکہ نور صبح ہو پھر جلوہ گر	کرگس زرین اڑی بس چرخ پر
فالق الاصباح اسرافیل وار	جملہ را در صورت آرد زان دیار	فالق الاصباح اسرافیل وار	لائے تن مین وہ ان سبکو ایکبار
روحہای منبسط را تن کند	ہر تنے را باز آبستن کند	منبسط روحونکو کرتا ہے بدن	اور بھرتا اس سے ہے ہر ایک تن
اسپ جانہا را کند عاری ز زین	سر النوم اخ الموت ست این	اسپ جان کو زین سے کرتا ہے تہی	بھید النوم اخ الموت ہے یہی
لیک بہر آنکہ روز آیند باز	بر نہد بر پاے شان بند دراز	دن کو تا آجائین واپس اسی لیے	باندھتا ہے ڈور لانبی پانون سے
تا کہ روزش وا کشد زان مرغزار	وز چراگاہ آردش در زیر بار	تا کہ دن کو کھینچ لا انکے تئین	اس چراگہ سے وہ لاوے زیر زین
کاش چون اصحاب کہف آن روح را	حفظ کردی یا چو کشتی نوح را	کاش جون اصحاب کہف اس روح پر	نگہبان ہوتا جو کشتی نوح کے

سے حال عارف سے الی آخرہ ۲ شعر خداوند عالم نے اصحاب کہف کے حق مین عارف کے حال سے تھوڑا سا ظاہر کیا واسطے آگاہی مخلوق کے کہ مخلوق یہ خواب حس لے گئی کہ تا کیفیت بیخودی عارف کی اس خواب حسی کی راحت سے معلوم کرین کہ اس طرح عارف بیخودی مین راحت و آرام سے ہے گویا یہ خواب حسی نمونہ عارفون کی مدہوشی و بیخودی کا ہے کہ حق تعالی نے انسان کو از راہ عنایت کے عطا کیا ہے کہ جان انکی ہر شب مین جا بستی ہے اکسیر باطن سے لذت پذیر ہو پس جان انکی لامکان کو گئی اور روح و تن انکے آرام سے رہی ۳ سے ترک نے بس دن الخ ۵ شعر جبکہ ترک روز نے زرین ڈھال لے کر ہندوے شب کو تیغ سے ہلاک کیا اور دن ہوا اس عالم سے طرف بدن کے رجوع ہوئین اور روح سے پھر ہر بدن پُر ہوا پھر ان مرغان جان کو آواز دیکر دام باطن مین پھانسے اور جبکہ حاکم حکم ان اسیر کرے یعنی پھر شبکو اس عالم مین جانون کو تو بلائے جب کہ نور صبح جلوہ گر ہوا اور کرگس زرین آسمان پر اوڑے یعنی دن ہوا ہو فالق الاصباح یعنی کھولنے والا صبح کا اسرافیل کے مانند پھر اس عالم سے بدن مین سب جانون کو لاتا ہے اور کرتا ہے روح منبسط کو بدن اور پُر کرتا ہے اس سے ہر ایک تن یعنی شب کو مثال روز حشر کے اسرافیل کے مانند پیدا کرتا ہے ۱۲ سے اسپ جان کو الخ ۳ شعر اسپ جان کو زین تن سے خالی کرتا ہے پس یہی راز ہے النوم اخ الموت کا یعنی نیند بہن ہے موت کی واضح ہو کہ موت سے تا بعث یہی کیفیت جانون پر رہیگی جیسے خواب مین رنج و راحت جان کو ہوتا ہے اور بروز بعث یہی معلوم ہوگا کہ ہم خواب سے بیدار ہوئے الا خواب سے ایک ڈور لانبی جان کے پانون پر باندھتا ہے اس لیے کہ تا دن کو پھر واپس بدن کو چلی آئے تا کہ دن کو اس چراگاہ سے اُسے کھینچ کر زیر زین پھانسے پس وہ ڈور لانبی دم کی ہے کہ جان کو تن سے تعلق رہتا ہے واللہ اعلم ۱۲

سے کاش چون اصحاب الخ ۵ شعر کاش اس روح پر مانند اصحاب کہف کے یا مانند کشتی نوح کے نگہبان تو ہوتا ہوش و بیداری کے طوفان سے گوش و چشم اور جان دل نجات پاتے جیسے اصحاب کہف کی جانین اس عالم مین اس تیری نگہبانی کے سبب سے بادشاہ ظالم سے نجات پاکر خوش و خرم ہین ہماری جان بھی طوفان بیداری و ہوش سے امن مین وہان آتی اور یہ شعر قطعہ بند ہے ای شخص جب اصحاب کہف عالم مین تیرے پاس و روبرو اسوقت ہین اور وہ یار غار تجہ سے باتین کرتے ہین مگر تیرے چشم گوش پر مہرین ہین جان تو کہ یہ رو پوشیان کسواسطے ہین تھا مہرین حق کی تیرے چشم گوش پر لگی ہین اسواسطے تجکو وہ نہین معلوم ہوتے ہین یعنی اصحاب کہف عارفین ہین عالم مین تیرے پاس موجود اسوقت ہین اور وہ تیرے یار غار ہین اور تجھسے باتین کرتے ہین مگر تیرے آنکھ کان نہین ہین کہ انکو تو پہچانے اور تیری یہ رو پوشیان بسبب نہونے عشق کے ہین اگر عشق سے تیرا دل بیدار ہوتا تو تو انکو پہچانتا حکایت آیندہ اسکے مصداق حال ہے واللہ اعلم ۱۲

تا ازین طوفان بیداری و ہوش	وارہیدی این ضمیر و چشم و گوش	ہوش و بیداری کے تا طوفان سے	گوش و چشم و جان و دل سب چھوٹے
ای بسا اصحاب کہف اندر جہان	پہلوی تو پیش تو ہست این زمان	ای بہت اصحاب کہف عالم مین ہین	تیری پاس ور سامنے اسوقت ہین
یار با تو غار با تو در سرود	مہر بر چشم ست و بر گوشت چہ سود	تجھسے باتین کرتی ہین وہ یار غار	تیری چشم و گوش پر مہرین ہین یار
باز دان کز چیست این روپوش ہا	ختم حق بر چشمہا و گوشہا	جان تو روپوشیان ہین کس لیے	مہر حق کی ہے لگی کان آنکھ پے

سوال کردن خلیفہ از لیلی و جواب او را — سوال کرنا خلیفہ کا لیلی سے اور جواب دینا اُسکا

گفت لیلی را خلیفہ کان توئی	کز تو مجنون شد پریشان و غوی	تو ہی ہے لیلیٰ[1] خلیفہ نے کہا	جسکے اوپر قیس دیوانہ ہوا
از دگر خوبان تو افزون نیستی	گفت خامش چون تو مجنون نیستی	حسن مین اَوروں سے تو افزون نہین	بولی وہ چپ رہ کہ تو مجنون نہین
دیدۂ مجنون اگر بودے ترا	ہر دو عالم بے خطر بودی ترا	آنکھ مجنون کی تجھے ہوتی اگر	دو نون عالم تجھکو ہوتے بےخطر
باخودی تو لیک مجنون بیخود است	در طریق عشق بیداری بد است	بیخودی مجنونکو تجھکو ہے خودی	عشق کے رستے مین بیداری بُری
ہر کہ بیدار است او در خواب تر	ہست بیداریش از خوابش بتر	خواب مین ہے وہ کہ جو بیدار ہے	اُسکی بیداری بُری ہے خواب سے
ہر کہ در خواب است بیداریش بہ	مست غفلت عین ہشیاریش بہ	خواب والے کی تو بیداری ہے خوب	مست غفلت کی تو ہشیاری ہے خوب
چون بحق بیدار نبود جان ما	ہست بیداری چو در بندان ما	میری[2] جان حق سے نہو بیدار اگر	ہے وہ بس بیداری چون قید بشر
جان ہمہ روز از لگد کوب خیال	وز زیان و سود از خوف زوال	جان پامالی سے دن بھر فکر کے	اور زوال و خوف و نقص و نفع سے

[1] تو ہی ہے لیلیٰ الخ ۰ شعر ایک خلیفہ نے لیلےٰ سے کہا کہ وہ تو ہی لیلی ہے جس پر مجنون مرتا ہے کچھ تو اورون سے زیادہ حسین نہین ہی لیلی نے جواب دیا کہ چپ رہ تو مجنون نہین ہے اگر چشم مجنون کی تجکو ہوتی تو تو دونون عالم سے بےخوف ہوتا کیونکہ جس کو عشق ہوتا ہی وہ چشم بینا وگوش شنوا رکھتا ہے پس مجنون بےخود ہے اور تو باخود ہے عشق کی راہ مین بیداری بُری ہے بیداری سے عقل معاش ہے کیونکہ عقل معاش خراب ہے اور بیداری معاد ہی پس تو عقل معاد پیدا کر تو جانے کہ لیلی کیا ہے اور کیا چیز رکھتی ہے پس خواب مین وہ ہے کہ جو بیداری ظاہر رکھتا ہے اور اُس کی بیداری خواب سے بدتر ہے یعنی جو دُنیا کے کام مین چالاک ہے اور خود کو بیدار جانتا ہے وہ درحقیقت خواب غفلت مین ہے اور جو کہ خواب بیہوشی مین ہین وہ خواب مین بیدار ہین اور جو کہ مست غفلت کے ہین وہ خواب مین بیدار ہین فہم من فہم ۱۲

[2] میری جان حق سے الخ ۰ شعر اگر میری جان حق سے بیدار نہو وہ بیداری مثل زندان کے ہے اور وہ جان دن بھر پایا لی اہوال و نفع و نقصان و خوف از زوال سے نہ صفائی و بطافت رکھتی ہے اور نہ افلاک پر جانے پاتی ہے پس وہ شخص خواب مین ہی کہ جو ہر ایک خیال سے اُمید رکھے اور اُس سے باتین کرے نہ خیال ایسا ہو کہ اُس سے حال پیدا ہو بس وہ خیال اُسپر سو طرح کا وبال ہو واضح ہو کہ مولانا خیال تفریق بیان فرماتے ہین کہ ایک خیال مقدمہ مالیخولیا و مراقبت کا ہوتا ہے کہ انسان دل مین منصوبے دُنیا کے باندھتا ہے شیخ چلی کے اور کبھی اُسمین روتا ہے اور کبھی ہنستا ہے اور چلتے و بیٹھتے ہاتھ ہلا کر باتین کرتا ہے وہ محض خواب غفلت ہے اور ایک ہو اجسمین جسم خطرات نفسانی سے کہ ہنگام فکر کے طالبون کو کمی حرارت عشقی و خواہشات نفسانی دُنیا کے خیالات پیدا ہوتے ہین اور اس سے مُراد وہ ہی غفلت دینی ہی ہان اصل خیال وہ ہے جو طالب بموجب ارشاد مُرشد کے شغل مین یا بسبب استیلاء عشق کے حیات مرشد سے یا انکشاف تشبیہ اور تنزیہ سے مخاطب ہو کر ناز و نیاز کی باتین یار سے کرے چنانچہ ہر مجاز کی بات اسی قسم سے ہو بلکہ جذب و حال اُس سے پیدا ہو وہ عین بیداری ہی اور اسی خیال صحیح کو فقیری کہتے ہین پس مولانا خیال ناقص کا حال مثال مین آئندہ فرماتے ہین فہم من فہم ۱۲-

ز صفای ماندش نے لطف فر	ز لبسوی آسمان راه سفر	ز صفائی ز لطافت وہ رکھے	اور نہ جاوے پاوے وہ افلاک پے
تفتہ آن باشد کہ او از ہر خیال	دارد امید و کند با او مقال	خواب مین وہ ہو کہ وہ ہر فکر سے	رکھے امید اُس سے اور باتین کرے
نی چنان کز خیال آید بحال	آن خیالش گردد او را صد وبال	نہ خیال ایسا کہ ہووے اُس سے حال	وہ خیال اس پر ہو اُسکا سو وبال
دیو را چون حور بیند او بخواب	پس ز شہوت ریزد او با دیو آب	خوابؔ مین دیکھا پری سان دیو کو	اُسکے ساتھ ہم صحبتی شہوت سے ہو
چونکہ تخم نسل در شورہ بریخت	او بخویش آمد خیال از وی گریخت	بیج بویا شور مین جو نسل کا	ہوش آیا تو خیال اُس سے گیا
ضعف سر بیند ازان و تن پلید	آہ ازان نقش پدید ناپدید	تن پلید اور ضعف سر نے پائی راہ	نقش اُس پیدا و ناپیدا سے آہ
مرغ بر بالان پران و سایہ اش	می دود بر خاک پران مرغ وش	مُرغ اوپرؔ اُڑتا سایہ خاک پے	اُڑتا جاتا ہو مثال مُرغ کے
ابلہے صیاد آن سایہ شود	می دود چندانکہ بے مایہ شود	بیوقوف ہو وہ شکاری سایہ کا	یان تلک دوڑا کہ عاجز ہو گیا
بیخبر کان عکس آن مرغ ہواست	بیخبر کہ اصل آن سایہ کجاست	یہ نہ جانا سایہ ہو اُس مُرغ کا	اور نہ جانا یہ کہ اصل اُسکی ہی گیا
تیر انداز دلبسوئے سایہ او	ترکشش خالی شود در جستجو	تیر سے مارے وہ طرف اُس سایہ کے	خالی ترکش ہووے اور نہ وہ ہلے
ترکش عمرش تہی شد عمر رفت	از دویدن در شکار سایہ تفت	ترکش اُسکی عمر کا خالی ہوا	اور شکار سایہ مین دوڑا تھکا

در تحریص متابعت ولی مُرشد	بیچ حرص دلانے متابعت مُرشد ولی اللہ کے

سایۂ یزدان چہ باشد دایہ اش	وارہاند از خیال سایہ اش	سایہ حقؔ کا کیا ہو دایہ اُسکی ہے	کہ چھڑاتی ہو خیال و سایہ سے

لہ خواب مین دیکھا الی آخرہ ۳ شعر جیسے ایک نے خواب مین دیو کو پری کی صورت دیکھا اور اُس سے ازراہ شہوت جماع کیا گویا تخم بویا زمین
شور مین نسل کا ثمر حاصل نہوا جب ہوش آیا تو وہ خیال گیا تن پلید اور ضعف دماغ اُس شخص پیدا و ناپیدا سے پایا اور کچھ حاصل نہ ہوا
اسی طرح یہ خیالات دُنیا کے ہین واللہ اعلم ۱۲ ؎ مُرغ اوپر اُڑتا الخ ۵ شعر مثال دوسری اس خیال ناقص کی مولانا فرماتے ہین کہ جیسے ایک مرغ ہوا پر
اُڑتا ہو اور اُسکا سایہ زمین پر مثل مرغ کے اُڑتا ہو پس بیوقوف ہو وہ صیاد کہ سایہ کے پیچھے دوڑا اور تھکا اور نہ جانا کہ مُرغ کا سایہ ہے اور اسکی اصل کیا ہو اور
تیر اس سایہ کی طرف مارا کہ ترکش خالی ہوا اور شکار مین سایہ کے دوڑا اور تھکا گویا ہر روز چوبیس ہزار تیر دم کے مُرغ خیال
کے سایہ پر خرچ کئے اور آخر کچھ ہاتھ نہ آیا پس یہ خیال ناقص سایہ ہے اس خیال صحیح کا کہ وہ بمنزلہ مُرغ کے ہے حال خیال ناقص کا
در پیے ہے وہ خواب غفلت مین ہے اور مدار کار عمر کا دم کے شمار پر ہے لمولفہ واللہ اعلم ۱۲ ؎ سایہ حقؔ کا کیا ہے الخ ۲ شعر
سایہ حق کا کیا ہے دایہ ہے کہ وہ خیال و سایۂ دُنیا سے چھڑا دیتا ہے یعنی وہ مُرشد اولیائے کرام ہین کہ پرورش کرکے راہ راست پر
لاتے ہین وہ بندۂ خدا سایۂ خدا ہے اور یہ تمام عالم ہے مُردہ اور وہ زندہ خدا ہے پس یہ عالم مُردہ ہے اور اولیاء کرام زندہ بحق
ہین کیونکہ وہ فانی اللہ باقی باللہ ہین جو کہ زندگی خدا کے نزدیک سزاوار ہو اسواسطے مولانا اولیائے کرام کو سایہ زندہ کہتے ہین پس تو جلد دامن انکا
پکڑتا آفت آخر زمان سے بچگا امن ہو چنانچہ نسبت اولیا کے حق تعالی فرماتا ہے آیہ کریمہ الم تر الی ربک کیف مد الظل یعنی آیا
نہین دیکھتے ہو تم طرف قدرت پروردگار اپنے کے کیسا پھیلایا ہے سایہ کو وہ نقش اولیا ہے دلیل خورشید کی خدا ہو جیسے دھوپ
دلیل ہے آفتاب کی تو حق کو لیکر صحرائے سلوک مین جا اور لا احب الآفلین کہہ مانند خلیل اللہ کے یعنی نہین دوست رکھتا ہون ڈوبنے
والے کو جیسے خلیل نے دوست نہ رکھا ایسے نور نظر ناصیہ کو کہ فنا پذیر ہین دوست پر اور سایہ سے کہ مرشد ہے جاہل اور دوست مت رکھ فنا پذیر کو واضح ہو کہ
مولانا عاشق رسول اللہ ہین اور مثنوی نعت مین لکھی ہو پس ضیاء الحق و حسام الدین سے مراد رسول اللہ مین ناظرین مثنوی کو چاہیے کہ جس جا یہ نام آئے حضور
رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد جانین بلکہ ہر جا پیش نظر حضور کو رکھین کہ مضامین مثنوی چسپان ہوتے ہین کیونکہ مولانا کی نظر بھی ہر قصہ حکایت ۴
۴ مین حضور کے نعت کی جانب ہے فہم من فہم ۱۲-

سایۂ یزدان بود بندۂ خدا — مُردۂ این عالم و زندہ خدا
سایہ اللہ کا ہے وہ بندۂ خدا — مُردہ ہے عالم اور زندہ خدا

دامن او گیر زوتر بیگمان — تا رہی از آفتِ آخر زمان
جلد دامن اُسکا پکڑو بیگمان — تا نہ آئے آفتِ آخر زمان

کیف مد الظل نقش اولیاست — کو دلیلِ نورِ خورشیدِ خداست
کیف مد الظل ہے نقش اولیا — وہ دلیلِ نورِ خورشیدِ خدا

اندرین وادی مرو بے این دلیل — لا احب الآفلین گو چون خلیل
جا نہ اس جنگل مین ہرگز بے دلیل — لا احب الآفلین کہہ جون خلیل

رو ز سایہ آفتابے را بیاب — دامن شہ شمس تبریزی بتاب
سایہ ہے خورشید لے تو جلد ڈھونڈ — شمس تبریزی کی دامن کو نہ چھوڑ

رہ ندانی جانب این سور و عرس — از ضیاء الحق حسام الدین بپرس
گر نہین ہی تجھکو اب اس رہ کی سوجھ — یہ ضیاء الحق حسام الدین سی پوچھ

در حسد گیرد ترا در رہ گلو — در حسد ابلیس را باشد غلو
گر حسد پکڑے ترا رہ مین گلو — کہ حسد مین ہی غلو شیطان کو

کو ز آدم ننگ دارد از حسد — با سعادت جنگ دارد از حسد
وہ حسد سے گھٹتا ہی آدم سی ننگ — اور حسد سے با سعادت اُسکو جنگ

عقبۂ زین صعبتر در راہ نیست — ای خنک آن کس حسد ہمراہ نیست
اُسسے گھاٹی راہ مین مشکل نہین — ہے وہ اچھا جسکا حاسد دل نہین

این جسد خانۂ حسد آمد بدان — گر حسد آلودہ گردد خاندان
بن گیا ہے گھر حسد کا یہ جسد — خاندان کُل ہووی آلودہ حسد

خانہا از حسد گردد خراب — بازشاہی از حسد گردد غراب
خاندان اُسکا حسد سے ہو تباہ — زاغ بنجاوی حسد سے بازشاہ

گر جسد خانۂ حسد گردد ولیک — آن جسد را پاک کرد اللہ نیک
گھر جسد خانہ حسد کا ہو ولیک — اس حسد کو حق کری پاک از نیک

یافت پاکی از جناب کبریا — جسم پُر از کبر داز حقد و ریا
پائی پاکی اُسنے بس اللہ سے — جو کہ تن کبر و ریا کینہ رکھے

طہرا بیتی بیان پاکی است — گنج نورست ار طلسمش خاکی است
طہرا بیتی ہے پاکی کا ظہور — گو طلسمِ خاک ہے پر گنج نور

چون کنی بر بے حسد مکر و حسد — زان حسد دل را سیاہی ہا رسد
بے حسد پر گر کرے مکر و حسد — اُس حسد سے دل ہو کالا اور جسد

خاک شو مردانِ حق را زیر پا — خاک بر سر کُن حسد را ہمچو ما
خاک پا مردانِ حق ہو بیدرنگ — خاک ڈال اب تو حسد پر میرے رنگ

در بیان حسد کردن وزیر جہود — بیچ بیان حسد کرنے وزیر جہود کے

آن وزیرک از حسد بودش نژاد — تا بباطل گوش و بینی باد داد
وہ وزیر اک تھا حسد کا بس بسیر — ناک کان اپنے کٹائے جھوٹ پر

سلہ گر حسد پکڑے الخ ۵ شعر اگر اس راہ طلب مین تجکو حسد پیدا ہو کہ حسد مین شیطان کو غلبہ ہے اور بسبب حسد کے اُسکو آدم سے ننگ ہی اور سعادت سے جنگ پس اُس حسد کے سوا اور کوئی گھاٹی اس راہ مین مشکل نہین ہے آدمی وہ اچھا جو کہ حسد نہین رکھتا ہے اور جسکا جسد گھر حسد کا ہو گیا ہی تو اُسکا خاندان کُل حسد مین گرفتار ہو گا بلکہ اس حسد سے وہ خاندان تباہ ہوگا اور بادشاہی باز زاغ بنجائیگا پس تجکو ای طالب چاہیئے کہ جسد کو حسد سے بچا واللہ اعلم ۱۲ سلہ گھر جسد خانہ حسد کا ہو الخ ۵ شعر اگر جسد خانہ حسد کا ہی ولیکن حق تعالی اس حسد کو پاک وصاف کر دیگا اور جو جسم کہ کبر و کینہ و ریا کا رکھتے اُسنے بھی پاکی پائی اللہ سے چنانچہ حق تعالی نے فرمایا ہے آیہ کریمہ ان طہرا بیتی للطائفین پاک کرو تم گھر ہمارے کو کہ کعبہ ہے واسطے طائفین کے پس مولانا فرماتے ہین کہ پاکی گھر سے مُراد پاکی دل ہے کہ وہ گنج نور ہے گو طلسم خاکی اُسپر ہے جسم کا پس تم پاک کرو خانہ دل کو حسد کبر و کینہ و ریا سے واسطے تجلی حق کے کہ دل کے اندر تجلی طواف کرتی ہے اور جو بے حسد یعنی اولیا پر حسد کرے اُس حسد سے دل سیاہ ہو پس تو مُرشدون کا خاکپا ہو اور خاک ڈال اس حسد پر میرے ہمرنگ ہو فافہم ۱۲ سلہ وہ وزیر اک تھا الخ ۵ شعر وزیر جہودی حسد سے پیدا ہوا تھا کہ جھوٹ کے واسطے اسنے اپنے ناک کان کٹوائے اس طمع پر کہ حسد کے نیش کا زہر جسم مین اُن مسکینون کے اثر کرے مولانا اسکے حقایق فرماتے ہین کہ جو کوئی شخص حسد بینی کرتا ہے وہ آپ کو بے کان و ناک کا کرتا ہے یعنی اُسکے ناک کان باطن کے تلف ہو جاتے ہین اور ناک اُسے کہتے ہین کہ بو یار کی سونگھے اور وہ بُو اُسکو کوے یار تک لے جاے پس جسکو بو نہو وہ بے ناک کا ہے اور بُو وہ بو ہے کہ دین پاک سے ہو اور پائی ہو اور ناشکری کی کفران نعمت اس سے ہوا اور ناک اُسکی کٹی پس تو شکر کر اور اُسکے شاکرون کا بندہ رہ اور آگے اُنکے مُردہ ہو اور ہمیشہ زندہ رہو کس واسطے کہ اُس وزیر نے جو حسد کیا ناک کان ظاہری اُسکے کٹے ایسے ہی جو کوئی حسد میں [illegible] واللہ اعلم ۱۲

برامید آن کہ از نیش حسد — زہر او در جان مسکینان رسد
ہر کسی کو از حسد بینی کند — خویش را بے گوش و بے بینی کند
بینی آن باشد کہ او بوئی برد — بوی او را جانب کوئے برد
ہر کہ بویش نیست بے بینی بود — بوی آن بویست کان دینی بود
چونکہ بوے برد و شکر آن نکرد — کفر نعمت آمد و بینیش خورد
شکر کن مر شاکران را بندہ باش — پیش ایشان مُردہ شو پایندہ باش

اس طمع پر کہ حسد کے نیش سے — سم اثر جان مین مساکین کے کرے
جو کوئی کرتا حسد بینی ہے وہ — کرتا ہے بے ناک و بے کان آپ کو
ناک اُسے کہتے ہین سونگھے جو کہ بُو — اور بُو لے جائے اُسکو تا بہ کو
جسکو بُو اُسکی نہو بے ناک ہے — بُو وہ بُو ہے کہ ہو دین پاک سے
لے گیا بُو اور ناشکری کرے — کفر نعمت آئے ناک اُسکی کٹے
شکر کر اور شاکرون کا بندہ ہو — آگے اُنکے مُردہ ہو اور زندہ ہو

فہم کردن حاذقان نصاری مکر وزیر را — پہچان لینا دانایان نصاری کا مکر وزیر کو

چون وزیر از رہزنی مایہ مساز — خلق را تو بر میاور از نماز
ناصح دین گشتہ آن کافر وزیر — کردہ او از مکر در لوزینہ سیر
ہر کہ صاحب ذوق بود از گفت او — لذتے میدید و تلخے جفت او
نکتہا مے گفت او آمیختہ — در جلاب و قند زہری ریختہ
ہان مشو مغرور زان گفتِ نکو — زانکہ دارد صد بدی در زیر او
ہر کہ باشد زشت گفتش زشت دان — ہر چہ گوید مُردہ آنرا نیست جان
گفت انسان پارۂ انسان بود — پارۂ از نان یقین کہ نان بود
زان علی فرمود نقل جاہلان — بر مزابل ہمچو سبزہ ست ای فلان
بر چنان سبزہ ہر آنکو بر نشست — بر نجاست بیشکے بنشستہ است
بایدش خود را بشستن از حدث — تا نماز فرض او نبود عبث

جون وزیر اب رہزنی سے لے نہال — خلق کو تو مت نماز دین سے نکال
دین کا ناصح ہوا کافر وزیر — مکر سے حلوے مین ڈالا اُسنے سیر
جو تھا صاحب ذوق اُسکی بات سے — پاتا اک تلخی تھا وہ لذات سے
نکتے وہ کہتا تھا مجمل بس انھین — زہر دیتا تھا گلاب و قند مین
تو نہو مغرور اُسکی بات پے — سو بُرائی اُسمین ہین اسواسطے
جو کہ زشت ہے باتین اُسکی زشت جان — جو کہین مُردہ نہین ہے اُسمین جان
بات انسان کی ہے جزو انسان کا — نان ہے وہ جو ہے پارہ نان کا
دی علیؓ نے یہ مثال جاہلان — کہ اگا مزبل پہ ہے سبزہ عیان
ایسے سبزے پر اگر بیٹھا کوئی — بے شبہہ بیٹھا نجاست پر وہی
دور کر اپنے سے تو اب یہ حدث — تا نماز فرض نے ہووے عبث

سلہ جون وزیر الخ یہ شعر ای تو وزیر کے مانند واسطے مال کے خلق اللہ کو نیاز و نماز حق سے رُو گردان نہ کر کیونکہ وہ وزیر ناصح و وعظ دین ہوا اُسنے از راہ مکر و دغا کے حلوے مین لہسن ملایا یعنی ہدایت مین گمراہی کو چھپا لیا جو کہ نصرانیون مین صاحب ذوق تھے اُس مٹھاس مین تلخی کا مزا پاتے تھے وہ نکتہ مجمل اُنسے بیان کرتا تھا گویا زہر قند و گلاب مین ملا دیتا تھا اب مولانا آگے حقایق بیان فرماتے ہین ۱۲۔

سلہ تو نہو مغرور الخ یہ شعر ایسے پیرون کی باتون پر تو مغرور ہو اکہ سو بُرائیان اسمین ہین کیونکہ جو بُرا ہے اُسکی باتین بھی بُری ہین اور جو مُردہ دل کہتا ہے اُسکی باتین بے جان ہین کس واسطے کہ کلام انسان کا جزو انسان ہی جیسے ٹکڑا روٹی کا روٹی ہے اسواسطے قال و حال مین فرق ہے گو ظاہر دونون ایک ڈھنگ کہین قال دوسرے کے واقعہ گذرے کی باتون کو کہتے ہین اور حال اپنے واقعہ گذرے کی باتونکو کہتے ہین پس حال کی باتون مین اثر ہے اور قال کی باتون مین اثر نہین ہے جو عارفون کا باطن اثر پذیر ہے اُسکا کلام بھی اثر پذیر ہے اہل مذاق اسکو پہچان لیتے ہین اور جاہلون کی باتون مین اثر نہین ہے چنانچہ جاہلون کی نسبت حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مثال فرمایا ہے قولہ نعم الجاہل کروضۃ فی مزبلۃ یعنی جاہل کی نصیحت مثل اس سبزے کے ہین کہ نجاست پر اگا ایسے پر اگر کوئی بیٹھے بے شبہہ نجاست پر بیٹھا ہے تو خود کو اُس نجاست پاک کہ تا ہر از من عبث نہو یعنی باطن کو آلایش دنیا سے پاک کرنا چاہئے تا معرفت الٰہی سے کہ فرض ہے محروم نہ رہے فافہم ۱۲۔

ظاہرش میگفت در رہ چست شو	وز اثر میگفت جان را سست شو	ظاہرا کہتا کہ دین مین چُست ہو [ف۱]	اور اثر سے کہتا جانکو سُست ہو
ظاہر نقرہ گر اسپیدست و نو	دست و جامہ می سیہ گردد ازو	ظاہرا چاندی تو دِکھتی ہی سفید [ف۲]	دست و جامہ ہو سیہ ای ناامید
آتش ار چہ سُرخرو ست از شرر	تو ز فعل او سیہ کاری نگر	سُرخرو آتش شرر سے گرچہ ہے	فعل سے اسکے سیاہی دیکھ لے
برق گرچہ نور آید در نظر	لیک ہست از خاصیت دُزدِ بصر	برق روشن گرچہ آتی ہی نظر	لیک دیتی ہے بصر کو وہ ضرر
ہر کہ جز آگاہ و صاحب ذوق بود	گفت او در گردن او طوق بود	جو علاوہ اہل ہوش و ذوق تھا [ف۳]	اسکی باتون کے وہ پھندے مین پھنسا
مدتی شش سال در ہجران شاہ	شد وزیر اتباع عیسیٰ را پناہ	چھ برس تک ہجر شہ مین وہ وزیر	رکھتا تھا عیسائیون پر دار و گیر
دین و دل را کُل بدو بسپرد خلق	پیش امر و نہی او می مرد خلق	دین و دل اپنا اُسے دیتی تھی خلق	آگے اُسکے حکم کے مرتی تھی خلق
آخر الامر از برائے آن مراد	تا دہد چون خاک ایشان را بباد	الغرض اس اپنے مقصد کے لیے	تا کیا برباد انھین مانند خاک کے

پیغام شاہ پنہانی بسوے وزیر پُر تزویر

پوشیدہ پیغام بھیجنا بادشاہ کا طرف اُس وزیر مکار کے

در میان شاہ و او پیغامہا	شاہ را پنہان بدو آرامہا	شاہ کے اُسکے تھے آپس مین پیام [ف۴]	شہ کو پنہان اُس سے تھی تسکین تمام
پیش او بنوشت شہ کای مقبلم	وقت آمد زود فارغ کن دلم	شاہ نے لکھا اُسے ای رازدان	وقت ہی کر میری فارغ جلد جان
منتظر دیدہ و دل بر رہست	زین غمم آزاد کن گر وقت ہست	منتظر ہون آنکھ و دل تکتا ہی راہ	کر مجھے بے غم اگر ہے دستگاہ
گفت اینک اندرین کارم شہا	کافگنم در دین عیسیٰ فتنہا	بولا شاہا ہون اسی مین کام مین	ڈالون فتنے دین مین عیسےٰ کی مین

ف۱ ظاہرا کہتا الخ اب قصہ کی طرف مولانا رجوع فرماتے ہین کہ وہ وزیر ظاہر مین کہتا تھا کہ دین کی طرف چُست و چالاک ہو اور اثر بد ایت سے جان کو کہتا تھا کہ سُست ہو چنانچہ مثال اسکی فرماتے ہین ۱۲۔

ف۲ ظاہرا چاندی الخ ۲ شعر جیسے چاندی ظاہر مین صاف و سفید دکھائی دیتی ہی مگر ہاتھ و کپڑا اُس سے سیاہ ہوتا ہی یا سُرخرو آتش شرر سے اگرچہ ہی مگر فعل سے اسکے سیاہی پیدا ہی یا برق روشن اگرچہ ہی ولیکن بصارت کو ضرر دیتی ہی اسی طور پر پیران ریاکار کی ہدایت و تعلیم ہی واللہ اعلم ۱۲۔

ف۳ جو علاوہ الخ ۴ شعر اور جو لوگ کہ سوائے اہل ذوق و دانا کے تھے یعنی نادان اسکی باتون مین گرفتار ہوئے اور اُسنے چھ برس تک نصرانیون پر بادشاہ سے جُدا ہو کر حکومت کی اور ایک مخلوق اپنا دین و دل اسکو دیتی اور آگے کلام اُسکے کے مرتی کہ اُسنے اپنے مقصد و حرص و ہوا کے لئے اُن نصرانیون کو مانند خاک کے برباد کیا جس طرح ریاکار بادشاہ حقیقی سے غافل ہو کر غرض دُنیا کے لیے مخلوق کو تباہ کرتے ہین واللہ اعلم ۱۲

ف۴ شاہ کے اُسکے الخ ۔ ۴ شعر بادشاہ اُس سے پوشیدہ پیام کرتا تھا اور تسکین تمام رکھتا تھا پس بادشاہ نے اُسے لکھا اے محرم کار اب وقت ہی تو میری جان کو اس غم سے جلد فارغ کر کہ مین منتظر ہون اور چشم و دل جو یان راہ ہی اگر تجھکو دست قدرت ہی تو تو مجکو مطمئن کر وزیر نے جواب دیا کہ ای شاہ مین اسی کام مین ہون کہ آفتین دین عیسیٰ مین ڈالون اور قوم عیسےٰ کے واسطے انتظام کے بارہ سردار تھے اور ہر ایک گروہ ایک ایک سردار کا مطیع و فرمانبردار تھا پس وہ بارہ سردار اُس وزیر مکار کے دل و جان سے تابع ہوگئے اعتماد اُن سب کو اس کے کہنے کا ہوا اور اقتدا اُنکو اس کے طریقہ پر تھا اگر وہ انکو مرجانے کے واسطے کہتا وہ بارہ سردار اُسی وقت جان دیتے پس اُس وزیر جہودی نے سب کو خراب کیا اور مکر سے آفت مین ڈالا یہ حال پیران ریاکار کا ہی عیاذا باللہ ۱۲

قوم عیسے را بُد اندر دار و گیر حاکمان شان دہ امیر و دو امیر
ہر فریقے مر امیرے را تبیع بندہ گشتہ میر خود را از طمع
این دہ و آن دو امیر و قوم شان گشتہ بندہ آن وزیر بدنشان
اعتماد جملہ بر گفتار او اقتداے جملہ بر رفتار او
پیش او در وقت و ساعت ہر امیر جان بدادی گر بدو گفتی کہ میر
چون زبون کرد آن جہود ک جملہ را فتنہ انگیخت از مکر و دغا

قوم عیسی کی تھی اندر دار و گیر اور حاکم انکے تھے بارہ امیر
ہے گروہ ہر اک مطیع اک میر کا اور طمع سے میر کا تابع ہوا
وہ جو تھے کچھ قوم کی بارہ امیر ہو گئے دل جان سے تابع وزیر
اعتماد اُن سب کو اُسکی قال پر اقتدا اُن سب کو اُسکی چال پر
بس اُسی وقت اور اُسیدم جو وزیر کہتا مرنے کو تو مرتا ہر امیر
اُس جہودی نے کیا سب کو خراب مکر سے بس ڈالے فتنے بیحساب

تخلیط وزیر در احکام انجیل و مکر آن

گڈبڈ کرنا وزیر کا احکام انجیل کو از راہ مکر و فریب کے

ساخت طومارے بنام ہر یکے نقش ہر طومار دیگر مسلکے
حکم ہاے ہر یکے نوعے دگر این خلاف آن ز پایان تا بسر
در یکی راہ ریاضت را و جوع رکن توبہ کردہ و شرط رجوع
در یکی گفتہ ریاضت سود نیست اندرین رہ مخلصی جز جود نیست
در یکی گفتہ کہ جوع و جود تو شرک باشد از تو با معبود تو
جز توکل جز کہ تسلیم تمام در غم و راحت ہمہ مکرست و دام
در یکی گفتہ کہ واجب خدمت است ورنہ اندیشہ توکل تہمت است

نام پر ہر اک کے اک لکھی کتاب[۵۱] ہر طریقے پر علیحدہ تھی کتاب
حکم تھا ہر ایک کا نوعے دگر یہ خلاف اُسکا تھا پا سے تا بسر
ایک[۵۲] مین لکھا ریاضت اور جوع رکن توبہ کا ہی اور شرط رجوع
ایک[۵۳] مین لکھا ریاضت کچھ نہین مخلصی بے جود کی ہو بالیقین
ایک[۵۴] مین لکھا کہ بھوک اور جود سے شرک ہوتا ہی تجھے معبود سے
جز توکل اور جز تسلیم کے رنج اور راحت مین مکر و دام کے
ایک[۵۵] مین لکھا ہی خدمت واجبات اور توکل پر ہے چلنا واہیات

۵۱ نام پر ہر ایک کے الخ ۲ شعر اُس وزیر مکار نے ہر ایک سردار کے نام ایک ایک کتاب تصنیف کی اور ہر ایک کتاب مین مختلف مذہب طریقہ لکھا اور ہر ایک کے احکام دوسرے ڈھنگ پر تھے گویا ابتدا سے انتہا تک اختلاف بھرا تھا پس مولانا بظاہر اختلاف وزیر کا فرماتے ہین ولیکن معنی مین اہل سلوک کو توحید کا رستہ بتاتے ہین کہ یہ سب اگرچہ بظاہر ضد ایک دوسرے کے ہین الا اپنے اپنے موقع پر سب درست ہین اور اصل مین ایک ہین کیونکہ سب احکام الٰہی ہین اور طالب کو اُسپر عمل کرنا ضرور ہے ناظرین کو چاہیے کہ ان احکام کے ظاہر د معنی پر نظر رکھین ۱۲ ۵۲ ایک مین لکھا ریاضت الخ ایک مین لکھا تھا کہ ریاضت و بھوک رکن توبہ و شرط رجوع ہے یعنی طالب کو اول چاہیے کہ توبہ و رجوع بجی کرے اور توبہ کیواسطے ریاضت اور بھوک ضرور ہے کہ اسمین شکستگی نفس ہے اور بے شکستگی نفس کے توبہ قبول نہین ہے اس صورت مین یہ حکم درست ہے اور اگر بنظر مکر وزیر کے دیکھین کہ ریاضت و بھوک رکن توبہ ہے تو توبہ طفیلی ہوئی اور طفیلی توبہ درست نہین ہے ۱۲-
۵۳ ایک مین تھا کہ ریاضت کچھ شے نہین مخلصی بغیر جود کے نہوگی یہ بھی درست ہے کہ سالک کو جود بھی چاہیے کہ حق رہنی دینے سے ہوتا ہے کیونکہ السخی حبیب اللہ مگر جو کہ نفس پر بسبب حب مال کے کمال شاق ہے اور اگر بطمع جود ریاضت کو چھوڑ دے بموجب مکر وزیر کے تو نادرست ۱۲ ۵۴ ایک مین لکھا تھا کہ بھوک الخ ۲ شعر ایک مین لکھا تھا کہ بھوک و جود سے شرک ہوتا ہے سواے توکل و تسلیم کے رنج و راحت مین مکر ہے حقیقت مین اگر ریاضت و جود کو اپنی کوشش سے سمجھے شرک ہے ورنہ نادرست ہان ریاضت و جود کو توفیق الٰہی سے جانکر از راہ توکل و تسلیم کے کرے درست ہے کیونکہ بے توکل و تسلیم کے راہ سلوک مین کام کرنا جائز نہین ہے ۱۲ ۵۵ ایک مین لکھا تھا کہ خدمت کرنا واجب ہے اور توکل پر چلنا واہیات یہ بھی درست ہے کہ خالی توکل سے کیا ہوتا ہے خدمت و طاعت واسطے عبد کے ضرور ہے کیونکہ بندہ کو واسطے بندگی کے پیدا کیا ہے خالی توکل پر رہنا گمراہی ہے اور بے خدمت مرشد کے سلوک محال ہے اور اگر فقط خدمت کرے تو توکل نہ کرے نادرست ہے فافہم ۱۲-

ور یکی گفته که امر و نهی هاست	مهر کردن نیست شرح عجز ماست	ایک[۱] مین لکھا کہ نہی اور امر ہے	واسطے کرنے کے نہ بل عجز کے
تا که عجز خود ببینیم اندران	قدرت حق را بدانیم آن زمان	تا کہ اپنے عجز کو ہم جان لین	قدرت حق کو ہم اُسدم مان لین
ور یکی گفته که عجز خود مبین	کفر نعمت کردن ست آن عجز بین	ایک[۲] مین لکھا نہ دیکھ اب عجز تو	کفر نعمت ہے جو دیکھے عجز کو
قدرت خود بین که این قدرت ازوست	قدرت تو نعمت او دان که هوست	قدرت اپنی دیکھ قدرت اسکی ہے	تیری قدرت اسکی نعمت جان لے
ور یکی گفته کزین دو در گذر	بُت بود هرچه بگنجد در نظر	ایک[۳] مین لکھا کہ ان دونونکو چھوڑ	بُت ہین تیری راہ مین منھ انسے موڑ
ور یکی گفته مکش این شمع را	کاین نظر چون شمع آمد جمع را	ایک[۴] مین لکھا نہ بجھا مت شمع کو	یہ نظر جون شمع آئی جمع کو
از نظر چون بگذری و از خیال	کشته باشی نیم شب شمع وصال	چھوڑ دیوے گر نظر تو اور خیال	نیم شب مین دی بجھا شمع وصال
ور یکی گفته بکش باکی مدار	تا عوض بینی یکی را صد هزار	ایک[۵] مین لکھا نہ ڈر تو اسکو مار	اک کے بدلے مین تو پائی سو ہزار
که ز کشتن شمع جان افزون شود	لیلیت از صبر تو مجنون شود	جان زیادہ ہووی جو شمع بجھے	تیری مجنون ہووی لیلی صبر سے
ترک دُنیا هر که کرد از زهد خویش	پیش آمد پیش او دنیا و بیش	ترک دنیا جسنے کی بس زہد سے	دُنیا اُسکو پہلے سے زیادہ ملے

ف۱ ایک مین لکھا کہ امر و نہی الخ ۲ شعر ایک مین لکھا گیا کہ امر و نہی واسطے کرنے کے نہین بلکہ عجز کے واسطے ہے تاکہ ہم اپنا عجز جانین اور قدرت حق کو پہچانین یہ بھی درست ہے کہ فقط اوامر و نواہی کے کرنے سے کیا ہوتا ہے بلکہ اوامر و نواہی کے واسطہ سے اپنا عاجز ہونا سمجھین کہ ہم بے حکم حاکم کچھ نہین کرسکتے ہین جبکہ اوامر و نواہی سے نفس عاجز ہوگا تو راہ سلوک طے ہوگی اور بغیر عجز نفس بے خالی اوامر و نواہی سے کیا فائدہ ہے اور اگر اوامر و نواہی سے اپنے کو محض عاجز و مجبور جانین بموجب مکر وزیر کے نادرست ہے کہ یہ مذہب جبریون کا ہے ۱۲۔

ف۲ ایک مین لکھا نہ دیکھ الخ ۲ شعر ایک مین لکھا کہ اپنے عجز کو نہ دیکھ کفران نعمت ہے اپنی قدرت کو دیکھ کہ وہ قدرت حق کی نعمت اسکی ہے یہ بھی درست ہے کہ قدرت حق نے دی ہے واسطے ادائے اوامر و نواہی کے اگر خود کو بالکل عاجز و مجبور جانے کہ کفران نعمت ہے اور اگر یہ جانے کہ خدا نے ہمکو قدرت دی ہے اور اپنے افعال پر قادر ہین مثل قدرت اسکی کے نادرست ہے بموجب مکر وزیر کے یہ مذہب قدریون کا ہے ۱۲

ف۳ ایک مین لکھا کہ ان دونون کو الخ ایک مین لکھا تھا کہ ان دونون عجز و قدرت کو چھوڑ کہ یہ تیرے بُت راہ ہین یہ بھی درست ہے کہ جبر و قدر راہ طریقت مین بُت ہے بموجب قول من شغلک عن اللہ فہو صنمک یعنی جو شغل کہ سوائے اللہ کے ہے وہ بُت راہ ہے یعنی نہین اپنے کو جانو اور اگر کل جبر و قدر کو چھوڑے تو مذہب موجب سوفسطائی کے بموجب مکر وزیر درست ہے ۱۲۔

ف۴ ایک مین لکھا بجھا مت شمع کو الخ ۲ شعر ایک مین تھا کہ مت بجھا اس شمع کو کہ یہ نظر مانند شمع کے دی ہے اگر اس نظر و خیال کو تونے چھوڑا گویا نیم شب کو شمع وصال کی بجھائی یہ بھی درست ہے کہ جو کچھ صورتین دُنیا مین دکھائی دیتی ہین مظہر مثل شمع کے ہین کہ حق اسمین دکھائی دیتا ہے انکو نظر سے دور کرنا گویا شمع وصال حق کو بجھانا ہے تاکہ مشاہدہ حق دُنیا مین پھر کس سے ہوگا اور یہی طریقت مین ارشاد و کسب ہے مقام دید کا اور اگر مکر وزیر کے موجب جانین کہ ان مظاہر کو نظر سے دور نہ کرین کہ دید انکی دید حق کی ہے اور اُنکی عبادت کرنا چاہیے کہ یہ وصال ہے محض نادرست ہے کیونکہ صنعت سے صانع کو جاننا کفر ہے بقول بحر العلوم ۱۲۔

ف۵ ایک مین لکھا نہ ڈر تو الخ ۳ شعر ایک مین تھا کہ مت ڈر اسکو مار ایک کے عوض پائے گا سو ہزار جان زیادہ ہو جو شمع بجھے تجھپہ لیلی عاشق ہو اگر صبر کرے اور جس نے دُنیا زہد سے ترک کی اُسکو دُنیا پہلے سے زیادہ ملے گی یہ بھی درست ہے کہ ان خیالات کو کہ مظاہر ہین نظر سے دور کرنا تجلی حق کی دیکھے اور شمع جان زیادہ ہوتی ہے اور دید حق حاصل ہو جیسے ترک دُنیا سے دُنیا زیادہ ہوتی ہے اور بموجب مکر وزیر کے اس مظاہر سے دور رہے تا لذائذ نفس پائے و دُنیا حاصل ہو و شمع جان زیادہ ہو ترک دُنیا نہ کر بلکہ حاصل کر یہ نادرست ہے فافہم ۱۲۔

دریکی گفته که آنچت داد حق　　بر تو شیرین کرد در ایجاد حق
بر تو آسان کرد خوش آنرا بگیر　　خویشتن را در مفگن در زحیر
دریکے گفته که بگذار آن خود　　کان قبولِ طبع تو رد ست و بد
راہہاے مختلف آسان شده　　ہر یکی را ملتے چون جان شده
گر میسر کردنِ حق رہ بدے　　ہر جہود و گبر از و آگه شدے
دریکے گفته میسر آن بود　　که حیاتِ دل غذای جان بود
ہر که ذوقِ طبع باشد چون گذشت　　بر نیارد ہمچو شوره ریع وکشت
جز پشیمانی نباشد ریع او　　جز خسارت پیش نارد بیع او
آن میسر نبود اندر عافیت　　نام او باشد معسر عاقبت
تو معسر از میسر باز دان　　عاقبت بنگر جمالِ این و آن
دریکے گفته که استادے طلب　　عاقبت بینی بیابی در حسب
عاقبت دیدند ہر گون امتے　　لاجرم گشتند اسیرِ زلتے

ایک[۱] مین لکھا دیا جو حق نے ہی　　تجھپہ شیرین کر دیا اللہ نے
کر دیا آسان تجھپر وہ تو لے　　رنج محرومی مین ہر گز مت پھنسے
ایک[۲] مین لکھا کہ ملک اپنی کو چھوڑ　　جو ہی مرغوب طبع منھ اُس سے موڑ
مختلف راہین ہین سب آسان ہوئین　　ملتین سب کو مثالِ جان ہوئین
حق کو راحت کرنا ہوتا راہ کا　　ہر جہود و گبر اُسکو جانتا
ایک[۳] مین لکھا کہ بس راحت ہے وو　　کہ حیاتِ دل غذای جان ہو جو
جو کہ مرغوبِ طبع کو چھوڑ دے　　جون زمین شوره ثمره کب ملے
جز پشیمانی نہ کہنے سے حصول　　جز خساره کے نہ قیمت سے وصول
عاقبت مین وہ نہین راحت بنے　　نام اُسکا رنج ہووے جان لے
رنج کو راحت سے اب تو جان لے　　اب جمال اسکا و اُسکا دیکھ لے
ایک[۴] مین لکھا طلب اُستاد کر　　ذی حسب ہین عاقبت مین ہو بشر
عاقبت نے دیکھا ہر اُمت کو ہی　　زلتون مین پڑ گئے اسواسطے

سلہ ایک مین لکھا کہ جو حق نے الخ ۲ شعر ایک مین تھا کہ جو تجکو حق نے دیا تجھپر شیرین کیا اور آسان کیا تو وہ لے اور محروم مت رہ یہ بھی درست ہے کہ جو تجھے حق نے دیا اسپر صابر و راضی ہو زیادہ نہ چاہ اور مکر وزیر یہ ہے کہ جو تجھپر حق نے آسان کیا ہے وہ کر اور رنج ترک نواہی مین مت پڑ یہ نادرست و مذہب ملحدون کا ہے ۱۲ سلہ ایک مین لکھا کہ ملکہ اپنے الخ ۳ شعر ایک مین تھا کہ اپنے ملک کو چھوڑ کہ مرغوب طبع بدتر ہے اور یہ مختلف راہین سب کو آسان ہین اور ملتین سب کو مثل جان ہین اگر یہ راہین راحت خدا کرتا سب جہود و گبر نا خدا ہوتے یہ بھی درست ہے کہ اپنی عقل سے خواہشات تابع کو چھوڑ اور تابع شریعت کار ہو جو شرع نے حیات مین تجھپر آسان کیا ہے اسکو اختیار کر اگر موافق خواہش کے راہ نزدیک حق کے ہوتی سب گبر و ترسا گمراہ نہوتے اور بموجب مکر وزیر کے یہ ہے کہ اپنے ملک سے تو دور رہ کہ عمل پسند طبع نادرست اور برا ہے بلکہ سب کے تابع رہ جو سب کرین وہ تو بھی کر اگرچہ طاعت ہو اور اگر بموجب طبع کے راحت ہوتی تو سب جہود و ترسا اُس سے آگاہ ہوتے یہ بے قید ہونا درست ہے ۱۲ سلہ ایک مین لکھا کہ بس راحت ہے الخ ۵ شعر ایک مین تھا کہ وہ راحت ہے کہ حیات دل و غذاے جان ہے جو مرغوب طبع کو چھوڑ دے جون زمین شورکب ثمره پائے بجز پشیمانی کے کہنے سے کیا حاصل ہے اور بجز خساره کے نکچھ قیمت سے وصول نہوگا آخر مین نکچھ راحت ہے اور نام اسکا رنج ہووے تو رنج کو راحت سے جان لے اور دونون کا خیال آخر دیکھ لے یہ بھی درست ہے کہ وہ راحت کو جو حیات دل و بقاے جان ہے اور مشاہده حق اس سے ہوتا ہی اُس مرغوب طبع کو اگر چھوڑ دو بجز پشیمانی و نقصان کے نملے اور عاقبت مین وہ راحت رنج ہووے اور بموجب قول وزیر کے یہ ہے کہ وہ راحت جس سے خوشی دل و لذت جان و درستی ہے اور فرق نفسانی کو اپنے اس مرغوب الطبع کو اگر چھوڑے پشیمانی و حسرت ہے اور اگر وہ راحت و رنج نہووے نادرست ہے ۱۲ سلہ ایک مین لکھا کہ طلب اُستاد کو الخ ۴ شعر ایک مین تھا کہ اُستاد طلب کر کہ عاقبت بین مردم نے خود عاقبت بینی جو کی اسواسطے ذلتون مین پڑے اگر عاقبت بینی ملتی اختلاف دین نہوتا یہ درست ہے کہ تو اُستاد و مرشد کو پیدا کر تب عاقبت بینی ملے عام مردون نے بے مرشد عاقبت بینی کی زلتون مین پڑے پس مرشد ڈھونڈھ کہ اتصال مع اللہ حاصل ہو اور مکر وزیر یہ ہی کہ اُستاد ہنرمند طلب کر کہ عاقبت بینی آموز دنیا مین حاصل ہو عام بلا اُستاد انجام کو دیکھا پس تیرے دشمین ہنرمند کے کہنے سے آئے وہ کر خواہ طاعت ہو یا معصیت نادرست ہی فافہم ۱۲-

عاقبت دیدن نباشد دست باف	ورنہ کے بودی ز دینہا اختلاف	عاقبت بینی نہیں ہے دستیاب	اختلاف دین نہ ہوتا بحیساب
در یکے گفتہ کہ استا ہم توئی	زانکہ استا را شناسا ہم توئی	ایک مین لکھا کہ اُستاد ہے تو ہی[۵۱]	کیونکہ اُستا کا شناسا ہے تو ہی
مرد باش و سخرۂ مردان مشو	رو سر خود گیر و سرگردان مشو	مرد ہو اور تابع مردان نہ ہو	جا تو قائم ہو و سرگردان نہ ہو
دریکی گفتہ کہ این جملہ یکی است	ہر کہ او دو بیند احول مرد کیست	ایک مین لکھا کہ سب کچھ ایک ہے[۵۲]	مرد احول ہے جو دو دیکھے اُسے
دریکی گفتہ کہ صد یک چون بود	این کہ اندیشد مگر مجنون بود	ایک مین لکھا کہ سو اک کیونکہ ہو[۵۳]	یہ جو سوچے اُسکو دیوانہ کہو
ہر یکے قولیست ضد یکدگر	چون یکے باشد بگو زہر و شکر	ایک کی ضد دوسرے کا قول تھا[۵۴]	زہر و شکر ایک کیونکر ہو بھلا
در معانی اختلاف و در صور	روز و شب بین خار و گل سنگ و گہر	اختلاف اندر معانی لفظ کے	رات و دن اور خار گل کو دیکھ لی
تا ز زہر و از شکر در نگذری	کے تو از گلزار وحدت بو بری	جب تلک چھوڑے نہ شکر زہر تو[۵۵]	کب ملے گلزار وحدت سے یہ بو
وحدت اندر وحدت است این مثنوی	از سمک رو تا سماک ای معنوی	وحدت اندر وحدت اک ہے مثنوی	جا زمین سے آسمان تک معنوی

در بیان آنکہ اختلاف در صورت و روش ست نہ در حقیقت　　بیچ بیان اس بات کے کہ اختلاف صورت مین ہے نہ حقیقت مین

زین نمط زین نوع دہ طومار و	بر نوشت آن دین عیسی را عدو	اس طرح بارہ کتابون کو لکھا[۵۶]	اُس عدوّ دین عیسیٰ نے و لا

۵۱ ایک مین لکھا کہ اُستاد ہے تو ہی الخ ۲ شعر ایک مین تھا کہ اُستاد تو ہی کیونکہ اُستاد کا جاننے والا تو ہی تو مرد ہو اور مردون کا تابع نہ ہو اور قائم رہ و سرگردان نہو یہ بھی درست ہے کہ اُستاد مرشد اصل تو ہی کیونکہ اپنی صداقت سے تو نے مرشد ڈھونڈھا ہے پیری اور مریدی محض اعتقاد مرید پر ہے تو جلد حاصل کرکے ہادی ہو پیر مرشد سے کیا ہوتا ہے جمعیت حاصل کر پریشان نہو مگر وزیر یہ ہے کہ تو ہی اُستاد ہنرمند ہے جو تیرے دل مین آئے وہ پیر کا پابند نہو گا اگرچہ وہ نبی اللہ ہو یہ نادرست ہے ۱۲ ۵۲ ایک مین لکھا کہ سب کچھ ایک ہے الخ ایک شعر ایک مین تھا کہ کل ایک ہے وہ احول ہے کہ جو دو دیکھے وہ اُسے بھی درست ہے کہ تمام موجودات حقیقت مین ایک حق ہے بس ابتدا سے انتہا تک واحد ہے حقیقت کو دو دیکھنا احولی ہے اور یہی معنی وحدت وجودی کے ہین اور مگر وزیر یہ ہے کہ جو موجود ہے سب ایک ہے پس تمیز حلال و حرام کا جاتا رہے و فعل و ترک واجب یکسان معلوم ہون یہ نادرست ہے ۱۲ ۵۳ ایک مین لکھا کہ سو ایک کیونکہ ہو الخ شعر ایک مین تھا کہ سو شے ایک کیونکر ہو اس بات کو جو سوچے وہ دیوانہ ہے اگر غیریت اعتبارات کے ثابت کرنے سے مراد ہے تاکہ حفظ مراتب رہے درست ہے اور اگر غیریت حقیقت کے ثابت کرنے سے مراد ہے تو یہ کلام دیوانہ کا ہے اور نادرست ہے ۱۲ ۵۴ ایک کی ضد الخ ۲ شعر مولانا فرماتے ہین کہ بظاہر کلام اُن کتابون کا ایک دوسری کی ضد تھا پس زہر و شکر آپس مین ایک کیونکر ہو کس واسطے اختلاف معنی و لفظ مین رات و دن خار و گل کے بموجب ہے یعنی بظاہر اختلاف لفظون مین تھے کہ ایک حکم دوسرے کی ضد معلوم ہوتا ہے مگر معنی مین وہ موافق بموجب احکام طریقت کے نہین کہ طالب کو ہنگام سلوک کے مقام طلب مین مرشد یہ سب باتین تلقین فرماتے ہین چونکہ مولانا یہ مقام طلب کا لکھتے ہین اسواسطے احکام طلب اسواسطے تعلیم مبتدی کے بحیلہ وزیر تحریر یہ فرماتے ہین اس طرح پر پیران ریاکار ناگہی سے ظاہر تصوف کی باتین بنا کر احمقون کو گمراہی مین ڈالتے ہین چنانچہ شعر آیندہ مین اس توحید کا بیان کرتے ہین فافہم ۱۲ ۵۵ جب تلک چھوڑے الخ ۲ شعر جب تلک زہر و شکر وحدت سے تجھے ملے یعنی تمیز شکر و زہر کا جبتک ہے گا وحدت تجکو حاصل نہوگی چنانچہ توحید ہزار کو ایک اور ایک کو ہزار کرنے کو کہتے ہین پس مولانا فرماتے ہین کہ یہ مثنوی وحدت اندر وحدت ہے تو ای معنوی اب اس مین سے آسمان تک جا یعنی مجاز و حقیقت کی جان اُسکے آگے حقیقت کا حال لکھتے ہین فہم من فہم ۱۲ ۵۶ اس طرح پر بارہ کتابون کو لکھا الخ ۵ شعر اسی طرح پر بارہ کتابونکو اس عدو دین عیسیٰ نے لکھا مگر یکرنگی عیسیٰ سے اسکو خبر نہ تھی اور مزاج خم عیسیٰ کو نہ جانتا تھا واضح ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام ایک رنگریز کے یہان مہمان تھے اور کپڑے ہر رنگ کے رنگنے کو آئے تھے اتفاقاً رنگریز پرستش کو گیا تھا عیسیٰ علیہ السلام نے سب کپڑے ایک خم مین ڈالکر خود مشغول نماز ہوے رنگریز نے آکر کپڑے کو نہ پایا حیران ہوکر پوچھا اور ایک خم مین اپنے کپڑے پائے خفا ہوا اور کہا کہ یہ مختلف رنگنے کو آئے تھے ایک خم مین سب خراب ہو آپنے کہا کہ اُسی اُسی رنگ کے ہوجینگے نکالے تو ہر ایک رنگ کے تھے وہ رنگریز مسلمان ہوا اسپر وہ خم عیسیٰ ہے یہان مولانا نے خم عیسیٰ سے مراد جسم مرشد رکھی ہے کہ اگر خم حق مرشد مین ہزارون رنگ یعنی صفات

ہین پس وہ خم صفا کرتا رنگ جو کپڑے کا ہے سادہ و یکرنگ ہو مانند ضیائے آفتاب کے یعنی جو جان طالب کی سادہ و یکرنگ ہوتی اور خم مرشد مین ڈوبتی تو خم صفات بھی

او ز یکرنگی عیسی بو نداشت / وز مزاج خم عیسی خو نداشت
جامۂ صدرنگ ازان خم صفا / ساده و یکرنگ گشتی چون ضیا
نیست یکرنگی کزو خیزد ملال / بل مثال ماهی و آب زلال
گرچه در خشکی هزاران رنگهاست / ماهیان را با یبوست جنگهاست
کیست ماهی چیست دریا فی المثل / تا بدان ماند خدائے عزوجل
صد هزاران بحر و ماهی در وجود / سجدہ آرد پیش آن دریاے جود
چند باران عطا باران بده / تا بدان آن بحر درافشان شده
چند خورشید کرم افروخته / تا که ابر و بحر جود آموخته
چند خورشید کرم تابان بده / تا بدان آن ذره سرگردان شده
پرتو ذاتش زده بر ماء و طین / تا شده دانه پذیرنده زمین
خاک امین و هرچه در وے کاشتی / بے خیانت جنس آن برداشتی
این امانت زان عنایت یافتست / شمس عدلش بر سرش برتافتست
تا نشان حق نیابد نوبهار / خاک سرها را نسازد آشکار
آن جوادی کو جمادی را بداد / این خبرها وین امانت وین سداد
آن جماد از لطف چون جان میشود / زمهریر از قهر پنهان می شود
آن جمادی گشت از فضلش لطیف / کل شیء من ظریف هو ظریف
مر جمادی را کند فضلش خبیر / عاقلان را کرده قهر او ضریر

اُسکو یکرنگی عیسے سے نہ بو / اور مزاج خم عیسے سے نہ خو
کرتا رنگا رنگ وہ خم صفا / ہوتا گر اک رنگ جامہ جون ضیا
نہ وہ یکرنگی کہ جس سے ہو ملال / بلکہ مثل ماہی اور آب زلال
گرچہ خشکی مین ہزارون رنگ ہین / مچھلیان خشکی سے رکھتی جنگ ہین
کون مچھلی کیسا دریا فی المثل ۵۱ / مثل اُنکے کب خدا عزوجل
سیکڑون دریا و مچھلی جسم مین / سجدہ اُس دریاے بخشش کو کرین
ہوئی بارش بخششون کی چندبار / اُسپہ دریا تب ہوا گوہر نثار
چمکا کتنی بار خورشید کرم / سیکھے تا جود ابر و دریا نے بہم
آفتاب جود چمکا چند بار / ذرے سرگردان ہوے تب اور نثار
آب گل پر ذات نے پرتو کیا / تب زمین نے دانہ اپنے مین لیا
خاک امین ہے تو نے بویا اُسمین جو / بے خیانت اُس سے پائی جنس کو
یہ امانت اُس عنایت سے ملی / چمکا شمس عدل اُسپر جو اخی
تا نشان حق کا نہ پائے نوبہار / خاک نے کرتی ہی اسرار آشکار
اُس جمادی کو دیا جوّاد نے ۵۲ / یہ خبر اور یہ امانت جان لے
وہ جمادی لطف سے ہوتا ہی جان / زمہریر اُس قہر سے بس ہے نہان
ہو جمادی فضل سے اُسکے لطیف / کل شیء من ظریف ہو ظریف
فضل دانا ہر جمادی کو کرے / قہر نابینا عقیلون کو رکھے

۵۱ کون مچھلی الخ ۹ شعر کیسی ماہی و کیسا دریا مثال مین ذات عزوجل کے مانند ہو کیونکہ صدہا دریا و ماہی جسم میچ یہ اُس بحر وجود کو کرتے ہین جان مثل ماہی اپنی اصل کو سجدہ کرتی ہے بخشش کی بارش چند بار برسی تب دریا گوہر بار ہوا اور کئی بار خورشید کرم چمکا تا ابر و دریا نے اُس جود سے بخشش سیکھی اور کتنی بار خورشید کرم چمکا تب ذرہ سرگردان و نثار ہوے آب و گل پر ذات نے پرتو ڈالا تب زمین نے دانا قبول کیا خاک امین ہے جو تو نے اُسمین بویا بے خیانت اس سے پایا یہ امانت اس عنایت کے باعث ملی ہے جو کہ شمس عدل اُسپر چمکا ہے جب تک تو بہار نشان حق کا نہ پائے خاک بھیدون کو نہ ظاہر کرے گویا حق سے جب تک بہار نشان نہین پاتی ہے خاک اسرار نہین ظاہر ہوتی ہے یعنی وحدت سے کثرت نہین پیدا ہوتی ہے فافہم ۱۲ ۵۲ اس جمادی کو الخ ۴ شعر اس جمادی کو حق نے یہ خبر اور امانت دی ہے تب وہ جمادی لطف حق سے جان ہوئی ہی اور زمہریر یعنی برف اسکی قہر سے پوشیدہ ہون وہ جمادی فضل سے اسکے ہوتا ہی لطیف بقول استاد کل شیء من ظریف ہو ظریف یعنی کل شی بہتر ہوتی ہے بہتر سے فضل جمادی کو دانا کرے اور قہر عاقلون کو نابینا۔ واضح ہو کہ مولانا نے یہ مجاز و حقیقت کا بیان کیا کہ حقیقت نے صورت مجاز کو قاعدے کے ساتھ بنایا پس ایک وحدت ہی کہ جمادی کی صورت مین کثرت بنی ہی طالب حق کو چاہیے کہ مقام طلب مین رہے واللہ اعلم ۱۲

جان و دل را طاقت این جوش نیست	با کہ گویم در جہان یک گوش نیست	جان و دل مین جوش یہ کیسے رکھون	گوش شنوا اک نہین کس سے کہون
ہر کجا گوشی بد از وی چشم گشت	ہر کجا سنگے بد از وی یشم گشت	کان تھا جس جا وہ چشم اس سے ہوا	سنگ تھا جس جا یشم اس سے بنا
کیمیا سازیست چہ بود کیمیا	معجزہ بخشیست چہ بود سیمیا	کیمیا گر ہے وہ کیا ہے کیمیا	معجزہ بخش ہو وہ کیا ہے سیمیا
این ثنا گفتن ز من ترک ثناست	کین دلیل ہستی و ہستی خطاست	ہے یہ ثنا کرنا مرا ترک ثنا	یہ دلیل ہستی اور ہستی خطا
پیش ہست او بباید نیست بود	چیست ہستی پیش او کور و کبود	آگے اسکے ہست کیسے تو نیست بن	ہست ہونا کیا ہے اندھا تیرہ پن
گر نبودے کور از و بگداختے	گرمی خورشید را بشناختے	گر نہ اندھا ہوتا گلتا اس سے تو	جانتا تو گرمی خورشید کو
ور نبودے او کبود از تعزیت	کے فسردے ہمچو یخ این ناحیت	گر نہوتا تیرہ پن کا غم تجھے	مثل یخ کب جمتا اندر دہر کے

در بیان خسارت وزیر درین خدعہ و مکر — بیان گمرہی وزیر کا اس مکر و فریب مین

ہمچو شہ نادان و غافل بد وزیر	پنجہ می زد با قدیم ناگزیر	مثل شہ نادان و غافل تھا وزیر	لڑتا تھا وہ باشہنشاہ قدیر
تا گزیر جملہ گان حی قدیر	لایزال و لم یزل فرد و نصیر	اسکے سب محتاج وہ حی قدیر	لایزال و لم یزل فرد نصیر
با چنان قادر خدای کز عدم	صد چو عالم ہست گرداند بدم	ایسے حق سے جو کہ از راہ عدم	ایسے سو عالم کرے ہست ایکدم
چونکہ چشمت را بخود بینا کند	صد چو عالم در نظر پیدا کند	تجکو بینا آپ سے گر وہ کرے	ایسے سو عالم وہ دکھلا دے تجھے
گر جہان پیشت بزرگ و بی بنست	پیش قدرت ذرہ میدان کہ نیست	یہ جہان تجکو بڑا اگرچہ دکھے	اسکے آگے ذرہ اک معدوم ہے
این جہان خود حبس جانہای شماست	ہین روید آن سو کہ صحرای شماست	قید خانہ تیری جان کو ہی جہان	ہوش کر اور بھاگ سوئے لامکان

۵۱ جان و دل مین الی آخرہ ہم شعر یہ جوش وحدت جان و دل مین کیسے رکھون کہ ایک گوش شنوا نہین ہے کس سے کہون گوش جس جا پر تھا اُس بیان وحدت سے چشم بنیا ہوا اور سنگ جس جا پر تھا یشم ہوا اب گوش شنوا نہین ہے کہ اُس سے اسرار وحدت سمجھاؤن وہ وحدت خود کیمیا بنانے والی ہے کیمیا کیا چیز ہے کس واسطے کیمیا تو مس جماد کو طلا کرتی ہے اور توحید تو دل مُردہ کو زندہ کرتی ہے وہ خود معجزہ بخش ہے سیمیا کیا ہے یعنی وحدت خود آگاہ کرنے والی ہے ہمارے بیان کی کیا حاجت ہے پس ترک ثنا کرنا میری عین ثنا ہے کیونکہ ثنا کرنے سے دلیل ہستی پائی جاتی ہے اور ہستی کور باطن ہے اسواسطے حضرت نے فرمایا حدیث لا احصی ثناء علیک یعنی ثنا تیری ہم نہین کر سکتے اسی طرح توحید کا بیان مجھے سنو عین بیان توحید ہے آیندہ شعر مین بُرائی ہستی کی بیان فرماتے ہین فافہم ۱۲

۵۲ آگے اسکے الی آخرہ ۳ شعر آگے ہستی کے تو نیست ہو اور ہست نہو کیونکہ ہست ہونا کور باطنی تیرہ دلی ہے اگر تو کور باطن ہوتا اس سے گلتا اور جانتا گرمی خورشید کو اور اگر تیرہ دلی کا غم ہوتا تو مثل یخ کے کب دنیا مین جما رہتا یعنی تو دنیا مین بسبب غفلت کے جما ہے اگر تو حق کو جانتا مثل برف کے گلتا و نیست ہوتا پس تو خود اپنے کو نیست کر کہ ہستی دنیا کی بری ہے فافہم ۱۲

۵۳ مثل شہ نادان الخ ۶ شعر وزیر مکار مثل بادشاہ جہود کے غافل و نادان تھا کہ بادشاہ مطلق سے لڑتا تھا کیونکہ اسکے سب محتاج اور وہ لایزال و لم یزل فرد و نصیر ہے یعنی ہمیشہ ہوگا اور ہمیشہ ہوا ہے یکتائی اور مددگاری مین ایسے حق کے ساتھ لڑتا ہے کہ جس نے از راہ عدم کے ایسے سو جہان ایکدم مین ہست کیئے اگر وہ اپنے سے تجکو بینا کر دے ایسے سو عالم دکھلا دے یہ جہان اگرچہ تجکو بڑا دکھتا ہے مگر اسکے ذرہ معدوم ہے یہ جہان تیری جان کو قید خانہ ہے تو ہوش کر اور لامکان کیطرف جا کیونکہ یہ جہان محدود ہے اور بیحد ہے اور نقش و صورت اوس معنی کا پردہ ہے یعنی اے طالب یہی صورت حجاب حق کی ہین تو صورتون کا پابندہ نہو اور اُس بادشاہ مطلق سے تو باغی بھی نہو بلکہ اوسکو طلب کر کہ اوسکی ایسی قدرت ہے چنانچہ آیندہ شعر مین قدرت حق کا بیان ہے فافہم ۱۲

اینجہان محدود وآن خود بیحدست ۔ نقش و صورت پیش آن معنی سدست
صدہزاران نیزۂ فرعون را ۔ درشکست آن موسی با یک عصا
صدہزاران طب جالینوس بود ۔ پیش عیسی ودمش افسوس بود
صدہزاران دفتر اشعار بود ۔ پیش حرف امیش آن عار بود
باچنان غالب خداوندی کسے ۔ چون نمیرد گر نباشد اوخسے
بس دل چون کوہ را انگیخت او ۔ مرغ زیرک با دو پا آویخت او
فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ ۔ جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ
ای بسا گنج آگنان گنج کاو ۔ کان خیال اندیش را شد ریش گاو
گاو کہ بود تا تو ریش او شوی ۔ خاک چہ بود تا حشیش او شوی
زر و نقرہ چیست تا مفتون شوی ۔ چیست صورت تا چنین مجنون شوی
ای پسر این باغ تو زندان تست ۔ ملک و مال تو بلای جان تست
آن جماعت را کہ ایزد مسخ کرد ۔ آیت تصویرشان را نسخ کرد

یہ جہان محدود و بیحد وہ جہان ۔ نقش صورت پردہ اُس معنی کا جان
[۵۱] لاکھوں نیزے لشکر فرعون کے ۔ توڑے موسیٰ نے عصائے پاک سے
سیکڑوں حکمت تھی جالینوس کی ۔ اُس دم عیسیٰ کے آگے ہیچ تھی
سیکڑوں دفتر تھے جو اشعار کے ۔ حرف اُمی کے وہ آگے خوار تھے
ایسے غالب حق کے کوئی سامنے ۔ کیوں نہ جان دے گر نہیں وہ پوچ ہی
[۵۲] دل او کھیڑا کوہ کی تھا مثل جو ۔ اُلٹا بس ٹسکایا دانا مرغ کو
نہ ذکاوت سے ملی ہے حق کی راہ ۔ دل شکستہ کو ہے لیتا فضل شاہ
اے بہت سے اہل دولت گنج سے ۔ ریش گاؤ آخر ہوئے مکار کے
گاؤ کیا ہے ریش اُسکی تو بنے ۔ خاک کیا ہے گھانس اُسپر تو جمے
کیا ہے سیم و زر کہ تو مفتون بنے ۔ کیا ہے صورت جسکا تو مجنون بنے
یہ ترا باغ اے پسر زندان ہے ۔ مال تیرا سب بلائے جان ہے
[۵۳] اُس جماعت کو کہ حق نے مسخ کی ۔ آیت تصویر اُن کی نسخ کی

۵۱ لاکھوں نیزے الی آخرہ یہ شعر لاکھوں نیزے لشکر فرعون کے ایک موسیٰ کی عصا سے ٹکڑے ہوئے سیکڑوں حکمت جالینوس کی عیسیٰ اور اُسکے دم کے آگے مسخ تھی اور سیکڑوں دفتر اشعار کے آگے بکلام امی لقب کے خوار تھے یعنی آگے کلام فصیح رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے سبعہ معلقہ ذلیل وخوار تھے پس ایسے خداوند غالب کے روبرو کیون نہ جان دے اگر وہ پوچ نہیں ہے یعنی اے بادشاہ زبردست کے روبرو اگر تو پوچ نہیں ہے تو کیون نہیں جان دیتا ہے اور نیست اپنے کو کیون نہیں کرتا ہے کہ تا تیری ترقی ہو آیندہ شعر مین اُسکے غالب ہونے کا بیان ہے فافہم ۱۲ ۵۲ دل او کھیڑا الخ، شعر جو دل کہ مثل کوہ کے تھے اُنکو اُکھیڑا اور مرغ دانا کو اُلٹا ٹسکایا یعنی وہ مالک ایسا قدیر ہے کہ جسنے اُسکی طرف رجوع نہ کی سخت بلا مین مبتلا کرتا ہے عقل ذکاوت سے راہ حق کی نہیں ملتی ہے فضل حق دل شکستہ کو قبول کرتا ہے مولانا اُسکی اب نظیر دیتے ہین کہ بہت اہل دولت گنج سے ریش گاؤ مین مانند اس وزیر مکار کے مبتلا ہوئے یعنی احمق بنے اور کچھ حصول نہیں ہوا پس وہ گاؤ کیا ہے کہ تو اُسکی ریش بنے اور وہ خاک کیا ہے کہ تو اُسکا گھاس ہوتا ہے کہ سیم وزر کیا ہے کہ تو مفتون ہوتا ہے اور صورت کیا ہے کہ تو اُسکا مجنون ہوتا ہے یہ تیرا باغ دُنیا قیدخانہ ہے اور یہ سب مال تیرا بلائے جان ہے تجھکو اس سے کچھ نفع نہ پہونچے گا تو اس دُنیا کو چھوڑ کر حق سے مل چنانچہ مولانا آیندہ خرابی اہل دُنیا کا حال بیان فرماتے ہین واللہ اعلم ۱۲ ۵۳ اس جماعت الخ، شعر اس جماعت نصرانی کو کہ حق تعالیٰ نے مسخ صورت سے کیا گویا صورت اُنکی آیت قرآن تھی کہ نسخ کیا وہ عورت کہ اپنے کام بد سے شرمندہ ہوئی حق نے اُسکو مسخ کرکے زہرہ کیا پس اس عورت کا زہرہ ہوجانا مسخ ہے اور یہ آب وگل ہونا مسخ نہیں ہے کیونکہ روح طرف افلاک کے جاتی ہے اور آب وگل کے سبب سے تو طرف اسفل کے رہتا ہے پس تونے آپ کو اس جسم علوی سے سفلی مین مسخ کیا اس سے بدتر اور مسخ کیا ہے کہ مسخ اعلیٰ کو چھوڑ کر مسخ ادنیٰ کیا گویا اسپ ہمت اپنے کو پیچھے ہٹایا یا دل آدم مسجود کا کچھ مرتبہ نہ جانا یعنے مثل زہرہ کے وجود سفلی سے علوی ہونا مسخ اعلیٰ کا ہے اور روح کا جسم عنصری مین غافل ہوجانا مسخ سفلی وادنی ہے گویا تو آدم مسجود ملایک سے بے ہمتی سے مسخ سفلی بنا اور زہرہ کہ ایک عورت بدکار تھی وہ سفلی سے مسخ علوی بنی پس مولانا طالب کی قلب ماہیت کا بیان اس مسخ مین فرماتے ہین کہ مرشد کی توجہ طالب کے اخلاق ذمیمہ بدل کر اخلاق محمودہ کو پہونچا دیتا ہے پس غرض مولانا کی بیان اس مسخ علوی سے ہے کہ طالب یہ مسخ علوی کا حاصل کرے یا مسخ سے قلب ماہیت کا بیان اس مسخ مین فرماتے ہین کہ مرشد کی توجہ طالب کو اخلاق ذمیمہ سے بدلکر اخلاق محمودہ کو پہونچا دیتی ہے پس غرض مولانا کی بیان اس سے مسخ علوی حاصل کرنا ہے یا مسخ سے قلب ماہیت باطنی مراد ہے کہ ہر بشر کی باطن مین صورت حیوانی ہے بسبب گناہ کے وہ اخلاق ذمیمہ اسکا نشان ہے جب صحبت مرشد سے صورت باطنی سے مسخ ہوکر انسان ہوتی ہے تو اخلاق حمیدہ پیدا ہوتے ہین چنانچہ اُمت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی دور مسخ صورت ظاہری سے تھی فافہم ۱۲

چون زن از کار بد شد روی زرد	مسخ کرد او را خدا و زہرہ کرد	زن جو بدکاری سے شرمندہ ہوئی	مسخ کر حق نے اُسے زہرہ کری
عورتی را زہرہ کردن مسخ بود	آب و گل گشتن نہ مسخ است ای عنود	زن کا زہرہ ہوا یہ بس مسخ ہی	آب و گل سے تو طرف سفل کے ہی
روح می‌پرد سوی چرخ برین	سوی آب و گل شدی در اسفلین	روح جاتی تھی طرف افلاک کے	آب و گل سے تو طرف اسفل گیے ہی
خویشتن را مسخ کردی زین سفول	زان وجودی کہ بد آن رشک عقول	مسخ اس سفلی مین اپنے کو کیا	اس بدن سے جو بنا علوی سے تھا
پس ببین زین مسخ کردن چون بود	پیش آن مسخ این بغایت دون بود	اس سے بدتر مسخ اب کیا اور ہے	مسخ عالی چھوڑ کر دانا بنے
اسپ ہمت سوی آخر تاختی	آدم مسجود را نشناختی	اسپ ہمت کو ہٹایا پستر مین	آدم مسجود کو جانا نہین
آخر آدم زادۂ اے ناخلف	چند پنداری تو پستی را شرف	آخر آدم زادہ ہی اے ناخلف	کب تلک جانے گا پستی کا شرف
چند گوئی من بگیرم عالمے	این جہان را پر کنم از خود ہمے	تو کہے کب تک کہ مین عالم کو لون	اس جہان کو یک قلم خود سی بھرون
گر جہان پر برف گردد سربسر	تاب خور بگدازدش از یک نظر	گر جہان بھر جاے سارا برف سے	پر تو خورشید سے دم مین گلے
وزر او و زر او چون صد ہزار	نیست گرداند خدا از یک شرار	مکر اُسکا اور مکر ایسے سو ہزار	نیست کر دے اک شرر سے کردگار
عین آن تخییل را حکمت کند	عین آن زہراب را شربت کند	عین اس تخییل کو حکمت کرے	عین اس زہراب کو شربت کری
در خرابی گنجہا پنہان کند	خار را گل جسمہا را جان کند	وہ یقین اہل گمان کو بسکہ دے	کینہ سے ظاہر محبت کو کرے
آن گمان انگیز را سازد یقین	مہرہا رویاند از اسباب کین	وہ یقین اہل گمان کو بسکہ دے	کینہ سے ظاہر محبت کو کرے
پرورد در آتش ابراہیم را	ایمنی روح سازد بیم را	آگ مین پالے ہے ابراہیم کو	روح پر ایمن کرے ہے بیم کو
از سبب‌سازیش من سودائیم	وز سبب‌سوزیش سوفسطائیم	اُسکے اسبابون سے مین سودائی ہون	اُسکی بے سببی سے سوفسطائی ہون
در سبب‌سازیش سرگردان شدم	وز سبب‌سوزیش ہم حیران شدم	اُسکے اسبابو نمین سرگردان ہون	اُسکی بے سببی سے مین حیران ہون

مکر کردن وزیر و در خلوت نشستن و شور افگندن در قوم — مکر کرنا وزیر کا اور خلوت مین بیٹھنا اور شور مچا دینا قوم مین

چون وزیر ماکر و بد اعتقاد	دین عیسے را بدل کرد از عناد	جو وزیر بے حیا مکار نے	دین کو عیسے کے بدلا مکر سے

۵۱ آخر آدم زادہ الخ، شعر تو آدم زادہ ناخلف ہی کب تک تو پستی دنیا کو بہتر سمجھے گا اور کب تک تو کہے گا کہ مین سب دنیا کو لون اور خود سے تمام عالم کو پر کردون اگر تمام جہان برف سے پر ہو دم بھر مین پر تو خورشید سے گل جاے یعنی پر تو خورشید حق تجھکو مثل برف کے گلا دے اور یہ جاننا تیرے کچھ کام نہ آئے اور جب کہ وہ عنایت فرماتا ہی تو کل سیّات کو بہتر کر دیتا ہے چنانچہ آگے اسکا بیان ہے فافہم ۱۲

۵۲ مکر اُسکا الخ، شعر مکر اُس شخص کا اور ایسے ہزار مگر ایکہ شرر سے وہ خالق نیست کر دے اور عین اُنکے خیالات کو حکمت کردے اور عین اس زہراب کو شربت کرے گنج ویرانہ مین وہ پوشیدہ کرے اور خار کو گل جسم کو جان کرے اہل گمان کو یقین دے اور کینہ سے محبت عناد ظاہر کرے آگ مین ابراہیم کو پالے روح موسے پر خوف کو امین کرے پس مین انکے ان اسبابون سے دیوانہ ہون اور اُسکی بے سببی سے سوفسطائی ہون سوفسطائی ایک فرقہ حکماے یونان سے تھا کہ حقائق کا منکر تھا غرض کہ اسباب عالم کی حقیقت کو مین نہین جانتا ہون پس اُسکے اسبابون مین سرگردان ہون اور اُسکی بے سببی مین حیران ہون کہ وہ جسکو چاہتا ہی بے سرشتہ و قانون مقررہ عنایت فرماتا ہی فافہم ۱۲

۵۳ جو وزیر بے حیا الخ، شعر اُس وزیر بے حیا مکار نے دین عیسی کو مکر سے بدلا اور ایک تازہ مکر اُسنے کیا کہ وعظ گوئی کو چھوڑ کر خلوت اختیار کی مرید اُسکے شوق کے مارے بیتاب و پُرسوز تھے اور وہ بیٹھا چلّہ مین چالیس روز مخلوق دیوانہ تھی اسکے شوق و فراق و حال و قال سے پس ۴

۴ خوشامد اور زاری کرتی تھی وہ ریاضت علّیہ سے مثل کمان کے ہوا واضح ہو کہ مولانا اس مکر وزیر مین تعلیم اس امر کی کرتے ہین کہ طالب شوق صحبت مرشد کو غنیمت جانے ازبس نفع ہی ورنہ فراق مین ایسا مضطرب ہوتا ہی واللہ اعلم ۱۲

مکر دیگر آن وزیر از خود ببست	مکر اک تازہ کیا اُسنے وہین	وعظ را بگذاشت در خلوت نشست	وعظ چھوڑا اور ہوا خلوت نشین
در مریدان در فگند از شوق سوز	شوق کے مارے مریدونکو تھا سوز	بود در خلوت چہل پنجاہ روز	وہ رہا چلے مین بس چالیس روز
خلق دیوانہ شدند از شوق او	خلق دیوانہ تھی اُسکے شوق سے	از فراق حال و قال و ذوق او	اور فراق حال و قال و ذوق سے
لابہ و زاری ہمی کردند و او	یہ خوشامد کرتی اور زاری بیان	از ریاضت گشتہ در خلوت دو تو	وہ ریاضت سے تھا چلے مین کمان
گفتہ ایشان بیتو ما را نیست نور	بولے[۱] بے تیرے نہ ہمکو نور ہی	بی عصاکش چون بود احوال کور	بے عصاکش جیسے عاجز کور ہی
از سر اکرام و از بہر خدا	تو کرم سے ہمکو از بہر خدا	بیش ازین از خود مکن ما را جدا	اس سے زیادہ مت کر اپنے سی جدا
ما چو طفلانیم و ما را دایہ تو	مثل کودک ہم ہماری دایہ تو	بر سر ما گستران آن سایہ تو	تو ہمارے سر پہ ڈال اُس سایہ کو
گفت جانم از محبان دور نیست	بولا تم سے جان مری کب دور ہی	لیک بیرون آمدن دستور نیست	باہر آنے کا نہین دستور ہے
آن امیران در شفاعت آمدند	وہ[۲] امیر اُنکی سفارش کرتے تھی	وان مریدان در ضراعت آمدند	اور مرید الحاح و زاری کرتے تھی
کاینچہ بدبختیست ما را اے کریم	کیا ہماری بد نصیبی ہے کریم	از دل و دین ماندہ ما بیتو یتیم	دین و دل سے ہم ہین بے تیرے یتیم
تو بہانہ میکنی و ما ز درد	تو بہانہ کرتا ہی ہم درد سے	میزنیم از سوز دل دمہای سرد	آہ کرتے ہین تو دلمین سوز ہی
ما بگفتار خوشت خو کردہ ایم	خوش کلامی کی تری عادت ہین	ما ز شیر حکمت تو خوردہ ایم	شیر حکمت کی تری حاجت ہمین
اللہ اللہ این جفا با ما مکن	اللہ اللہ[۳] ظلم ہم پر تو نہ کر	لطف کن امروز را فردا مکن	لطف کر آج اور کل پر تو نہ دھر
میدہد دل مر ترا کین بیدلان	تجھکو دل دیتے ہین بیدل یہ تمام	بیتو میگردند از بیحاصلان	بے ترے ناکام ہو دین یہ مدام
جملہ در خشکی چو ماہی می طپند	مثل ماہی ہین طپان خشکی مین سب	آب را بگشا ز جو بردار بند	چھوڑ پانی کھول دے تو نہر آب

[۱] بولے بے تیرے الخ یہ شعر سب نے وزیر سے کہا کہ اے مرشد بے تیرے بے نور ہین جیسے بے عصاکش کے اندھا مجبور و عاجز ہے یعنی تیرے نور کے پنہان ہونے سے مثل اندھون کے ہم خراب حال ہین تو کرم سے ہمکو بہر خدا اس سے زیادہ خود سے دور نہ کر ہم مثل لڑکون کے ہین اور تو مانند دایہ کے ہے پس تو ہمپر اپنے سایہ کو قائم رکھ وزیر نے جواب دیا کہ تم سے میری جان کب دور ہے ولیکن باہر آنے کا دستور نہین ہے یعنی وہ ہیئت میری جان ہے کہ تمھارے دل مین قائم ہے مگر باہر آنے کی مجھکو اجازت نہین اب تم مجھکو بباطن دیکھو فافہم ۱۲۔

[۲] وہ امیر اُنکی الخ یہ شعر وہ امیر اُنکی سفارش کرتے اور مرید الحاح و زاری رکھتے ہین اور کہتے کہ اے کریم کیا ہماری بد نصیبی ہے کہ بے تیرے دین و دل سے ہم یتیم ہین یعنی تو ہمارے دین و دل کا پدر ہے کہ بے تیرے دین و دل خراب ہے اسواسطے مرشد کو پدر روحی کہتے ہین کہ ارواح مریدون کی روح مرشد سے پیدا ہے جیسے ارواح مریدون کی روح مرشد سے پیدا ہے اور اُس روح مین مرشد کی روح تصرف کرتی ہے اولیا اس امر کو کوئی نہین دریافت کرسکتا ہے پس اس صورت سے مرید پیر کی اولاد ہے تو ہم سے بہانہ کرتا ہے اور ہم درد سے آہ و زاری کرتے ہین ہم تیری شیرین کلامی سُننے کے عادی ہین اور شیر حکمت کے حاجتمند تو ہمکو خود سے دور نہ کر کہ فراق تیرا ہمکو بلائے جان و ایمان ہے پس یہی حال طالب صادق کا مرشد کے ساتھ ہوتا ہے فہم من فہم ۱۲۔

[۳] اللہ اللہ الی آخرہ یہ شعر اللہ اللہ تو ہم ظلم نہ کر لطف تو آج کر اور کل روز محشر پر نہ رکھ تجھکو دل دیتے ہین یہ سب دل بے تیرے ناکام ہین مثل ماہی کے خشکی مین سب تڑپتے ہین نہر پانی اپنی کو کھول دے تو آب فیضان کو جاری کر کہ اس زمانے مین تجھسا کوئی نہین ہے اور اللہ اللہ تو ہی مخلوق کا فریاد رس ہے گویا مولانا اس سب کو نعت نبوی مین بیان کرتے ہین کہ بعد وفات حضور صحابہ کا بھی حال ہوا تھا فافہم ۱۲

ایکہ چونتو در زمانہ نیست کس	اللہ اللہ خلق را فریادرس	ای زمانے مین نہ تجسا کوئی کس	اللہ اللہ خلق کے فریادرس

دفع کردن وزیر مریدان واتباع خودرا

دفع کرنا وزیر مریدون کا واسطے متابعت اپنی کے

گفت ہان اے سخرگان گفتگو	وعظ و گفتار زبان و گوش جو	بولا ہان ای قیدیان گفتگو ٥١	وعظ اور باتون کی تمکو جستجو
پنبہ اندر گوش حس دون کنید	بند حس از چشم خود بیرون کنید	روئی کو تم ٹھونسو اندر کان کے	جسکا پردہ تم اٹھاؤ آنکھ سے
پنبہ آن گوش سر گوش سرست	تا نہ گردد این کران باطن کرست	گوش باطن کا ہی پنبہ گوش سر	تا نہو یہ کردہ باطن کا ہے کر
بیحس و بیگوش و بیفکرت شوید	تا خطاب ارجعی را بشنوید	بیحس و بے کان اور بے حرص ہو	تا خطاب ارجعی کو تم سنو
تا بگفت و گوی بیداری دری	تو ز گفت خواب کے بوی بری	٥٢ قال و بیداری مین جبتک تم رہو	خواب کی باتونکو تم پھر کب سنو
سیر بیرونیست قول و فعل ما	سیر باطن ہست بالای سما	میرے قول و فعل سیر ظاہری	آسمانون پر ہے سیر باطنی
حس خشکی دید کز خشکی بزاد	موسی جان پای در دریا نہاد	حس خشکی دیکھی خشکی زاد نے	جان کے موسی کا پا دریا مین ہی
سیر جسم خشک بر خشکی فتاد	سیر جان پا در دل دریا نہاد	٥٣ سیر جسم خشک خشکی پہ کرے	سیر جان دریا کے دل مین پار کھے
چونکہ عمر اندر رہ خشکی گذشت	گاہ کوہ و گاہ صحرا گاہ دشت	عمر تیری راہ خشکی مین گئی	گاہ کوہ و گاہ صحرا مین کٹی
آب حیوان را کجا خواہی تو یافت	موج دریا را کجا خواہی شکافت	اب حیوان کو کہان تو پائیگا	موج دریا مین کہان تو جائیگا
موج خاکی فہم و وہم و فکر ماست	موج آبی صحو و سکرست و فناست	موج خاکی فہم و وہم و فکرہا	موج آبی سکر اور صحو و فنا
تا درین فکری ازان سکری تو دور	تا ازین مستی ازان جامے نفور	فکر یہ جبتک ہی دور اس سکر سے	مستی یہ جبتک ہی وہ مرکب طلے

٥١ اب مولانا انکشاف ہونے باطن کا طریقہ فرماتے ہین کہ جو طالب کو ہنگام طلب کے مرشد تعلیم وتلقین کرتا ہے پس اس وزیر نے کہا کہ اے مقیدان قال تمکو وعظ سننے کی جستجو ہے روئی کو تم اپنے کانون مین ٹھونسو اور پردہ حس کا آنکھون سے اٹھاؤ یعنی چشم دل سے دیکھو کیونکہ گوش ظاہر گوش باطن کے واسطے پنبہ ہے یعنی حجاب ہے جب تک یہ گوش ظاہر کا بہرا نہوگا باطن کا گوش بہرا رہے گا پس تو بے حس و بے فکر ہوتا خطاب تو سنے آیہ کریمہ ارجعی الی ربک یعنی رجوع ہو تم طرف اپنے رب کے یعنی تم اپنے حواس ظاہری کو معطل کرو تب حواس جان کے تمھارے کھلین کیونکہ یہ حواس ظاہری مانع ہین حواس باطنی کے چنانچہ صوفیہ کرام یہان اسکو ذکر کہتے ہین کہ راز سربستہ اسپہ کھلے بعضے خاندان مین اسکو مراقبہ ومکاشفہ اور بعضے مین ملاحظہ ومشاہدہ کہتے ہین اور مقام طالب کو یہ بہت ضرور ہی فافہم ١٢

٥٢ قال وبیداری مین الخ سو شعر قال وبیداری مین تم جب تک رہوگے خواب کی باتین تم کو کب سنائی دینگی اسی طرح تم جب تک حواس ظاہری کے پابند رہوگے سیر حواس باطنی کب ہوگی میرے قول وفعل کی سیر ظاہری اور افلاک کی سیر باطنی ہے حس خشکی دیکھی خشکی زادنے جان کے موسی کا پانون دریا مین ہے یعنی تم میرے قال کو جو جستجو کرتے ہو یہ سیر ظاہری سے تم آسمان کو جاؤ کہ جان موسی میرے اس دریائے معنی مین ہے وہ سیر باطنی تمکو وہان کی بتائیگی فافہم ١٢

٥٣ سیر جسم خشک الی آخرہ ٦ شعر کیونکہ جسم خشک خشکی پر سیر کرے اور جان کی دریاے دل مین سیر ہے پس عمر تیری راہ خشکی مین گذری کبھی کوہ کبھی صحرا مین کٹی آب حیوان کو تو کب پا سکتا ہے اور موج دریا مین کہان تو جا سکتا ہے موج خاکی فہم ووہم فکر ہے اور موج آبی تفکرات دنیوی ہین جب تک بفکر ہے اس فکر سے تو دور ہے اور جب تک یہ مستی دنیا ہے وہ دوحدت کب پا سکے یہ گفتگو ظاہری مثل غبار آئینہ دل کے ہی تو خاموشی کی عادت کر تاکہ آئینہ دل تیرا نور معرفت سے روشن ہو اور سیر باطن کی جاری ہو فافہم ١٢

گفتگوی ظاہر آمد چون غبار	مدتی خاموش کن ہین ہوشدار	گفتگو ظاہر کی ہر مثل غبار	خامشی کی کر تو عادت ہوشیار

مکر کردن مریدان کہ خلوت را بشکنن

مکر کرنا مریدون کا کہ خلوت کو چھوڑ دے

جملہ گفتند اے حکیم رخنہ جو	این فریب و این جفا با ما مگو	بولے وہ سب اے حکیم عیب جو	ہم سے مت کر یہ فریب اور مکر تو
چون پذیرفتی تو ما را ز ابتدا	مرحمت کن ہمچنین تا انتہا	ابتدا سے جو کیا ہمکو قبول	انتہا تک رحم وہ ہی کھ نزول
ضعف و عجز و فقر ما دانستۂ	در دما را ہم دوا دانستۂ	تو ہمارے ضعف سے آگہ ہوا	تو ہمارے درد کی جانے دوا
چارپا را قدر طاقت بار نہ	بر ضعیفان قدر قوت کار نہ	جانور پر قدر طاقت بار رکھ	عاجزون پر قدر قوت کار رکھ
دانۂ ہر مرغ اندازہ وی ست	طعمۂ ہر مرغ انجیری کی ست	دانہ ہر مرغ اپنے انداز سے لے	طعمۂ ہر باغ کیا انجیر ہے
طفل را گر نان دہی بر جا شیر	طفل مسکین را ازان نان مردہ گیر	شیر کی جا طفل کو روٹی جو دے	طفل عاجز کی وہ روٹی جان لے
چونکہ دندانہا بر آرد بعد ازان	ہم بخود گردد دلش جویای نان	جبکہ نکلین دانت اُسکے بعدہ	خود کرے روٹی کی دل سے جستجو
مرغ پرنارستہ چون پران شود	لقمۂ ہر گربۂ دران شود	مرغ بے پر کا اگر از خود اُڑے	گر بہ مکار کا لقمہ بنے
چون برآرد پر شود پران بخود	بے تکلف بے صفیر نیک و بد	پر نکل آئین تو خود اُڑنے لگے	بے تکلف بے خطر پھرنے لگے
دیو را نطق تو خامش میکند	گوش ما را گفت تو ہش میکند	دیو کو گویائی تیری چپ کرے	اور ہمارے گوش کو وہ ہوش دے
گوش ما ہوش ست چون گویا توئی	خشک ما بحر ست چون دریا توئی	ہوش ہمارے گوش کا تیرا خیال	خشک ہمارا بحر تو دریا مثال

ف۵۱ بولے وہ سب الی آخرہ ۹ شعر اُن مریدون نے کہا اے حکیم عیب جو ہم سے یہ مکر و فریب تو نہ کر ابتدا سے جو تو نے ہمکو قبول کیا ہے انتہا تک وہی رحم ہمپر تو رکھ کہ تو ہمارے ضعف سے آگاہ ہوا اور ہمارے درد کی دوا تو جانتا ہے جانور پر انکی طاقت کے لایق بار رکھ اور عاجزون سے انکی طاقت کے لایق کام لے دانہ ہر مرغ کی غذا انجیر نہ ہووے شیر کی جا اگر طفل کو تو روٹی دیوے وہ ہلاک ہووے جبکہ اُسکے دانت نکلین خود روٹی چاہے مرغ بے پر و بال اگر خود اوڑے اور بخوف پھرے تو لقمہ بلی کا بنے یعنی جب ہمکو استعداد ہو اُس وقت اگر ہمکو توجہ اکرے تو ہم متحمل اُسکے ہو سکتے ہین واللہ اعلم ۱۲—

ف۵۲ دیو کو گویائی الی آخرہ ۲ شعر دیو نفس کو گویائی تیری خاموش کرے اور ہمارے گوش ہوش دے یعنی تیری وعظ گوئی سے خطرہ ہوا جس نفسانی موقوف ہو اور استیلاے شوق سے دور ہو کیونکہ صحبت مرشد ایک ساعت کی بہتر ہے طاعت ستر روز سے پس ہوش ہمارے گوش کا تیرا قال ہے ہمارا خشک بحر رہے جب دریا تو ہے خاک تیرے ساتھ بہتر ہے افلاک سے اور آسمان زمین تک روشن ہے تیرے ساتھ سے بے تیرے ہم علوی ہین خاک پر اور بے تیرے ہم سفلی ہین افلاک پر صورت رفعت و بلندی رکھتا ہے آسمان اور معنی بلندی رکھتی ہے پاک جان صورت بلندی رکھتا ہے جسم اور جسم معنی کے مقابل ہے اسم یعنی اگرچہ جسم صورت بلندی ہی مگر معنی کے مقابل ایک اسم ہے بے اصل اللہ اللہ تو ہماری جان کی طرف دیکھ کر لا تقنطنا نقد طال الحزن یعنی نا امید مت کر ہمکو کہ غم ہمارا بڑھ گیا ہے واضح ہو کہ مولانا اس داستان مین کیفیت فراق طالب کی مرشد سے بیان فرماتے ہین کہ مریدون و مشتاقون پر ہنگام فراق مرشد کے یہ حالت طاری ہوتی ہے اور مرشد قصداً ہنگام کسب کے مریدون کو خود سے فراق دیتے ہین کہ استیلاے عشق ترقی مقامات سلوک ہو دے واللہ اعلم ۱۲—

با تو ما را خاک بہتر از فلک	ای سمائی از تو منور تا سمک	خاک بہتر تیرے ساتھ افلاک سے	آسمان روشن زمین تک تجھسے ہے
بی تو ما را بر فلک تاریکی ست	با تو ای مہ این زمین تاریکی است	بے ترے سفلی ہین ہم افلاک پر	با ترے علوی ہین ہم اب خاک پر
صورت رفعت بود افلاک را	معنی رفعت روان پاک را	صورت رفعت رکھے ہے آسمان	معنے رفعت رکھے ہے پاک جان
صورت رفعت برای جسمہا ست	جسمہا در پیش معنی اسمہا ست	صورت رفعت کو رکھتا جسم ہے	جسم معنی کے مقابل اسم ہے
الله الله یک نظر بر ما فگن	لا تقنطنا فقد طال الحزن	الله الله دیکھ ہمارا جان و تن	لا تقنطنا فقد طال الحزن

جواب گفتن وزیر کہ خلوت را نمی شکنم — جواب دینا وزیر کا کہ مین خلوت کو نہین چھوڑ سکتا ہون

گفت حجتہای خود کوتہ کنید	پند را در جان و در دل رہ کنید	[۵۱] بولا بحث اپنی کو تم کو نہ کرو	یہ نصیحت جان و دلمین تم رکھو
گر امینم متہم نبود امین	گر بگویم آسمان را من زمین	گر امین ہون متہم کب ہو امین	آسمان کو گر کہون ہی زمین
گر کمالم با کمال انکار چیست	ور نیم این زحمت و آزار چیست	گر مین کامل ہون تو پھر انکار کیون	اور نہین ہون تو پھر اصرار کیون
من نخواہم شد ازین خلوت برون	زانکہ مشغولم باحوال درون	مین نہین نکلونگا بس خلوت سے اب	کیونکہ مشغول اب ہوا ہون ساتھ رب

اعتراض کردن مریدان از خلوت وزیر بار دیگر — اعتراض کرنا مریدونکا خلوت پذیری وزیر سے

جملہ گفتند ای وزیر انکار نیست	گفت ما چون گفتہ اغیار نیست	[۵۲] بولے سب ہمکو وزیر انکار نے	نے ہمارا کہنا جون اغیار کے
اشک دیدہ است از فراق تو دوان	آہ آہ است از میان جان روان	روتے ہم ہین بس جدائی سے تری	آہ نکلے جان سے حسرت بھری
طفل با دایہ نہ استیزد ولیک	گرید او گرچہ نہ بد داند نہ نیک	بچہ دایہ سے نہین لڑتا ولیک	روتا ہی گرچہ نجانے بد و نیک
ما چو چنگیم و تو زخمہ میزنی	زاری از ما نی تو زاری میکنی	ہم مثال چنگ و سازندہ تو ہی	ہم نہین کرتے ہین نالہ تو کرے

۵۱ بولا بحث اپنی الی آخرہ ۴ شعر وزیر نے کہا کہ اب تم اپنی حجت چھوڑ دو اور نصیحت میری اپنی جان و دل مین رکھو اگر مین امین ہون تو امین متہم کب ہوتا ہے گو مین زمین کو آسمان کہون و اگر مین کامل ہون تو انکار کسواسطے اور اگر جاہل ہون تو اصرار کیون ہے مین خلوت سے نہ نکلونگا کہ اب مین مشغول ساتھ خدا کے ہون واضح ہو کہ مولانا ان دلائل سے شکوک طالبون کے دور کرتے ہین کہ مرشد کو اول بخوبی سمجھکر اپنا مرشد کرے اور پھر خطرات نفسانی سے دور رہے مرشد کو لازم ہے کہ شکوک خطرات نفسانی کو ایسے دلائل سے دفع کرے تاکہ مرید گمراہی مین نہ پڑے فافہم ۱۲

۵۲ بولے سب ہمکو الی آخرہ ۸ شعر سب نے کہا کہ اے وزیر ہمکو تجھسے انکار نہین ہے اور نہ ہمارا کہنا مانند اغیار کے ہے ہم تیری جدائی سے روتے ہین اور حسرت سے جان آہ کرتی ہے جیسے بچہ دایہ سے نہین لڑتا ہے ولیکن روتا ہے اگرچہ نیک و بد نہین جانتا ہے ہم مثال چنگ ہین اور تو اسکا سازندہ یعنی بجانے والا ہے اور ہم نہین نالہ کرتے ہین تو کرتا ہے ہم مثل نے اور نوا ہم مین ہے ہم مثل کوہ کے ہین صدا تیری ہے ہم مثل شطرنج مین برد و مات ہین برد و مات ہمارا تجھسے ہے ہم کیا ہین تو ہماری جان ہے تاکہ ہم تیرے ہمراہ رہین ہم فنا ہین اور ہماری ہستی فنا ہے تو وجود مطلق ہے فانی کی صورت واضح ہو کہ مولانا یہان پر فنا فی الشیخ کا مقام بیان کرتے ہین کہ جب محبت مرشد کی طالب پر قائم ہوتی ہے تو خود کو عین مرشد صورت ذہنی مین پاتا ہے یعنی تمام اعمال مرشد اور انکی نظر مین بھی دیکھنے اسکو لگتا ہے اسکو مقام فنا فی الشیخ کا کہتے ہین چنانچہ اشعار مین اسی مقام کا بیان ہے واللہ اعلم ۱۲

ما چو نائیم ونوا در ما ز تست	ما چو کوہیم وصدا در ما ز تست	ہم ہین مثلِ نَے نوا ہم مین تری	مثل کہ ہم ہین صدا ہم مین تری
ما چو شطرنجیم اندر برد و مات	برد و مات ما ز تست ای خوش صفات	ہم ہین جون شطرنج برد و مات مین	تو ہمارا برد و مات ہم کیا کہین
ما کہ باشیم ای تو مارا جان جان	تا کہ ما باشیم با تو در میان	ہم ہین کیا ای تو ہماری جانِ جان	تا کہ ہم رہین تیرے ہمرہ یہان
ما عدمہائیم و ہستی ہاے ما	تو وجودِ مطلقی فانی نما	ہم فنا ہستی ہماری بھی فنا	تو وجودِ مطلقے فانی نما
ما ہمہ شیران ولے شیرِ علم	حملہ شان از باد باشد دمبدم	شیر ہم[۱] سب ہین ولے شیرِ علم	حملہ انکا ہی ہوا سے دمبدم
حملہ مان پیدا و ناپیداست باد	آنکہ ناپیداست ہرگز کم مباد	حملہ ظاہر ہے نہ ظاہر ہے ہوا	جو نہ ظاہر ہے رہے وہ دائما
باد ما و بود ما از داد تست	ہستی ما جملہ از ایجاد تست	ہے ہماری ہستی تیری داد سے	اور ہستی کل تری ایجاد سے
لذتِ ہستی نمودی نیست را	عاشق خود کردہ بودی نیست را	لذتِ ہستی دکھائی نیست کو	عاشق اپنا کرلیا بھی نیست کو
لذتِ انعام خود را وا مگیر	نقل و بادہ جام خود را وا مگیر	لذتِ بخشش کو اپنی تو نہ چھین	اور شراب و نقل پیالہ کو نہ چھین
ور بگیری کیست جست و جو کند	نقش با نقاش چون نیرو کند	گرنہ پوچھے کون پھر ڈھونڈھے تجھی	نقش کیا نقاش پر قدرت رکھے
منگر اندر ما مکن در ما نظر	اندر اکرام و سخای خود نگر	تو نہ باطن کو ہماری کر نظر	رکھ تو اپنی جود و بخشش پر نظر
ما نبودیم و تقاضامان نبود	لطفِ تو ناگفتۂ ما می شنود	ہم نہ تھے اور کچھ تقاضا بھی نہ تھا	بے کہے تیری عنایت نے سنا
نقش باشد پیش نقاش و قلم	عاجز و بستہ چو کودک در شکم	نقش[۲] ہے نقاش کے یون سامنے	جیسے بچہ پیٹ مین عاجز رہے
پیش قدرت خلق جملہ بارگہ	عاجزان چون پیش سوزن کارگہ	خلق یون ہی آگے قدرت اسکی کے	جیسے عاجز کارخانہ سوئی سے
گاہ نقش دیو گہ آدم کند	گاہ نقش شادی و گہ غم کند	گاہ نقشِ دیو گہ آدم کرے	گاہ نقشِ شادی و گہ غم کرے

[۱] شیر ہم سب ہین الی آخرہ ۸ شعر مولانا اس پہلو مین مقام توحید کا فرماتے ہین اور مقام غیب کو کھولتے ہین کہ طالب کو ابتدا مین بمقام طلب توحید ضرور ہے کہ تصور کرے تاکہ توحید علمی سے توحید عالی کا انکشاف ہو فنافی الشیخ سے فنافی الرسول و فنافی اللہ کو پہونچے اسی کو صحیح الخیال کہتے ہین اگرچہ ہم کل انسان شیر ہین ولیکن شیر علم کے ہین اور ہوا سے دمبدم حملہ کرتے ہین کہ بعضے بادشاہ اپنے علم کے پھریرے پر شیر علم لکھتے ہین کہ ہنگام مقابلہ لشکر کے اس پھریرہ کو کھول دیتے ہین کہ ہوا سے تصویر شیر حرکت کرے پس مولانا کہتے ہین کہ حملہ ہمارا ظاہر ہے ولے ظاہر نہین ہے اور جو ظاہر نہین ہے وہ ہمیشہ قائم ہے پس تو نے یہ ہوا و ہستی ہمکو دی اور سب ایجاد عالم کو تو نے نیست کرکے اپنا عاشق کرلیا ہے پس تو لذت بخشش اپنی کو ہم سے مت چھین شراب و نقل و پیالہ کو ہم سے نہ لے کہ تیرے خواہندہ ہین کیونکہ ہر شئے اصل کی عاشق ہے اگر تو لے لیگا تو پھر تجھے کون تلاش کرے گا اور نقش کیا نقاش کا کرسکے گا پس تو ہمارے باطن کو نہ دیکھ اپنی بخشش وجود کو دیکھ کیونکہ ہم نہ تھے اور نہ ہمارا کچھ تقاضا ہے تو نے ہم پر یہ عنایت کی ہے مولانا اس پیرائے مین توحید وجودی کا حال بیان کرتے ہین کہ خالق کا مخلوق کے ساتھ یہ معاملہ ہے پس طالب کو یہ سمجھنا چاہیے کہ جو کچھ ہے وہ ذات مقدس ہے فافہم ۱۲۔

[۲] نقش ہے نقاش کے الی آخرہ ۹ شعر نقش نقاش کے سامنے اس طرح ہے جیسے بچہ پیٹ مین عاجز ہے اسکی قدرت کے آگے سب مخلوق ایسی ہے جیسے کارخانہ ایک سوئی سے عاجز ہے کبھی دیو اور کبھی آدم کرتا ہے اور کبھی نقش شادی و کبھی غم کرتا ہے نہ ہمارے ہاتھ مین قدرت ہے کہ دفع کرین اور نہ گویائی کہ نفع و نقصان کہین قرآن مین تو پڑھ کہ حق تعالی نے کہا ہے آیۂ کریمہ ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی یعنی اے محمد وقت نہ پھینکا تو نے جبکہ پھینکا ولیکن پھینکا اللہ نے تیر ہم کیسے پھینکین وہ کب ہم نے پھینکا ہم کمان اور تیر پھینکنے والا ہے عدا واضح ہو کہ یہ آیت نسبت جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوہ بدر مین نازل ہوئی فہم من فہم ۱۲۔

دست ما تا دست جنباند بدفع — نطق نی تا دم زند از ضر و نفع
تو ز قرآن باز خوان تفسیر بیت — گفت ایزد ما رمیت اذ رمیت
گر بپرانیم تیر آن کے ز ماست — ما کمان و تیر اندازش خداست
این نہ جبر این معنی جباری است — ذکر جباری برای زاری است
زاری ما شد دلیل اضطرار — خجلت ما شد دلیل اختیار
گر نبودی اختیار این شرم چیست — وین دریغ و خجلت و آزرم چیست
زجر استادان بشاگردان چراست — خاطر از تدبیرہا گردان چراست
در تو گوئی غافل است از جبر او — ماہ حق پنہان شد اندر ابر او
ہست این را خوش جواب ار بشنوی — بگذری از کفر بر دین بگروے
حیرت و زاری کہ در بیماری است — وقت بیماری ہمہ بیداری است
آن زمان کہ میشوی بیمار تو — میکنی از جرم استغفار تو
مے نماید بر تو زشتی گنہ — میکنی نیت کہ باز آیم برہ
عہد و پیمان میکنی کہ بعد ازین — جز کہ طاعت نبودم کار گزین
پس یقین گشت آنکہ بیماری ترا — می ببخشد ہوش و بیداری ترا
پس بدان این اصل را ای اصل جو — ہر کرا درد است او بردست بو
ہر کہ او بیدارتر پر دردتر — ہر کہ او آگاہ تر رخ زردتر
گر ز جبرش آگہی زاریت کو — جنبش زنجیر جباریت کو

ہاتھ نہ تا ہاتھ سے دفع کرے — نطق نہ تا نفع و نقصان سے کہے
پڑھ تو قرآن سے تو پھر تفسیر بیت — کہتا ہے حق ما رمیت اذ رمیت
تیر ہم پھینکیں وہ کب ہمسے پھکا — ہم کمان اور تیر پھینکنے ہے خدا
معنی[۵۱] جباری کا ہے یہ جبر نے — ذکر جباری ہے زاری کے لیے
زاری اپنی ہے دلیل عجز کار — خجلت اپنی ہے دلیل اختیار
اختیار اب گر نہیں خجلت ہے کیون — یہ دریغ اور شرم اور ذلت ہے کیون
مارے شاگردونکو اُستا کس لیے — دل کا تدبیرون سے پھرنا کس لیے
گر ہے تو وہ ہے وہ غافل جبر ہے — ماہ حق پوشیدہ اُسکے ابر سے
ہے جواب اک خوب اسکا گر سنے — کفر چھوڑ اسلام تو حاصل کرے
حیرت[۵۲] و زاری کہ بیماری مین ہے — وقت بیماری کے بیدار یہین ہے
جس گھڑی ہوتا ہے بس بیمار تو — جرم سے کرتا ہے استغفار تو
دیکھتا ہے زشتی اعمال تو — کرتا ہے نیت کہ پاؤن راہ کو
عہد کرتا ہے کہ اسکے بعد مین — نہ کرونگا کام مین جز طاعتین
بس یقین سے جانا بیماری تجھے — بخشتی ہے ہوش و بیداری تجھے
جان تو اس اصل کو ای اصل جو — جسکو اُسکا درد ہو پاتا ہے بو
جو کہ ہے بیدار تر پر درد تر — جو کہ ہے آگاہ تر رخ زرد تر
جبر[۵۳] اُسکا جانا پھر زاری کہان — دیکھے تو زنجیر جباری کہان

۵۱ معنی جباری کا ہے الی آخرہ ۶ شعر یہ جبر نہیں ہے ذکر جباری کا ہے واسطے زاری کے اپنی زاری عجز کار کی دلیل ہے اور اپنی خجلت اختیار کی دلیل ہے اب اگر اختیار نہیں تو خجلت کیون ہے یہ دریغ شرم اور ذلت کے لیے ہے فافہم ۱۲ ۵۲ حیرت و زاری الی آخرہ ۷ شعر حیرت و زاری کہ بیماری مین ہے وقت بیماری خوف پیدا ہوتا ہے کیونکہ جس دم تو بیمار ہوتا ہے اپنے گناہون سے استغفار کرتا ہے اور اپنی زشتی گناہون سے ڈرتا ہے اگر راہ راست ڈھونڈھتا ہے اقرار کرتا ہے کہ اُسکے بعد بجز طاعت کے کچھ کام نہ کرونگا پس معلوم ہوا کہ بیماری تجھکو ہوش و بیداری دیتی ہے اے اصل جو تو اپنی اصل کو جان کہ جسکو اُسکا درد ہوتا ہے وہ اُسکی بو پاتا ہے پس مولانا آگہی حق کا سبب بیان کرتے ہین کہ جسکو درد ہوتا ہے وہ مانند بیمارون کے حق کو پہچانتا ہے کہ جو بیدار زیادہ ہے پر درد زیادہ ہے جو کہ آگاہ زیادہ ہے رخ زرد زیادہ ہے پس درد عشق باعث بیداری بحق ہے فافہم ۱۲۔

۵۳ جبر اُسکا الی آخرہ ۵ شعر جبر اُسکا دیکھا پھر زاری کہان ہے دیکھے تو زنجیر جباری کہان ہے کیسے مقید زنجیر کا آزادی کرے ٹوٹی لکڑی تھم کیسے بنے کب اسیر زندان آزادی کرے کب گرفتار بلا شادی کرے اگر تو دیکھے کہ میرا پاؤن بندھا ہے اور سپاہی شاہی مجھپر کھڑا ہے عاجزون پر پھر سپاہی بن نہ کر کیونکہ عاجزون اور مجبورون سے یہ امر بعید ہے واضح ہو مولانا جواب غفلت جبر کا دیتے ہین اگر تو مجبور محض ہے تو پھر حکومت عاجزون پر کیون کرتا ہے اور عاجز کسی پر حاکم کب ہوتا ہے فافہم ۱۲

بستہ در زنجیر او کی چون کند
کے اسیر حبس آزادی کند
ور تو می بینی کہ پایت بستہ اند
پس تو سرہنگی مکن با عاجزان
چون تو جبر او نمی بینی مگو
ور ہر آن کاری کہ میلستت بدان
ور ہر آن کاری کہ میلت نیست و خواست
انبیا در کار دنیا جبری اند
انبیا را کار عقبے اختیار
زانکہ ہر مرغی بسوی جنس خویش
کافران چون جنس سجین آمدند
انبیا چون جنس علیین بدند
ای خدا بنما تو جان را آن مقام
این سخن پایان ندارد لیک ما

چوب اشکستہ عمادی چون کند
کے گرفتار بلا شادی کند
بر تو سرہنگان شہ بنشستہ اند
زانکہ نبود طبع و خوی عاجز آن
ور ہمی بینی نشان دید کو
قدرت خود را ہمی بینی عیان
اندران جبری شوی کاین از خداست
کافران در کار عقبی جبری اند
کافران را کار دنیا اختیار
میرود در پس جان پیش پیش
سجن دنیا را خوش آئین آمدند
سوی علیین بجان و دل شدند
کاندرو بے حرف میروید کلام
باز گوئیم آن تمامی قصہ را

بستہ کیا زنجیر کا زاری کرے
کب اسیر حبس آزادی کرے
گر تو دیکھے کہ مرا پاے ہے پھنسا
عاجزون پر پھر سپاہی پن نہ کر
جبر[1] اُسکا تو نہ دیکھے چپ رہو
تجکو ہر جس کام مین رغبت یہان
اور نہین جس کام مین رغبت تجھے
کار دُنیا مین ہین جبری مرسلان
کار دُنیا مین نبی کو اختیار
جو کہ ہر اک[2] مرغ اپنے جنس کو
جنس دوزخ کے ہے کفار ہین
انبیا[3] جو جنس علیین کے تھے
اے خدا دکھلا تو جان کو وہ مقام
انتہا یہ بات تو رکھتی نہین

ٹوٹی لکڑی ہو تو تھم کیسے بنے
کب گرفتار بلا شادی کرے
ہے سپاہی شاہ کا تجھپر کھڑا
عاجزون کی ہے یہ عادت نور تر
اور اگر دیکھے نشان اُسکا کہو
قدرت اپنی دیکھے تو اُسمین عیان
نیکی جبری جانے تو اللہ سے
کار عقبی مین ہین جبری کافران
کار دُنیا مین شقی کو اختیار
جای تو جان آگے اُسکی اُس ہو
دوزخ دُنیا پسند آئی اُنھین
جان و دل سے سوی علیین گئے
جسمین بحرف و صدا آئے کلام
پھر بیان کرتا ہون قصہ ای امین

[1] جبر اُسکا نہ دیکھے الی آخرہ ۵ شعر اگر تو جبر اُسکا نہین دیکھتا ہے خاموش رہ اور اگر دیکھتا ہے نشان اُسکا بتا کیونکہ تجکو جس کام کی طرف رغبت ہے قدرت اپنی تو اس کام مین دیکھتا ہے اور جس کام کی تجکو رغبت نہین ہے جبری بن کر اُسکو اللہ کی طرف سے جانتا ہے پس دُنیا کے کام مین انبیا علیہم السّلام جبری ہین اور عقبیٰ کے کام مین کافر جبری ہین دُنیا کے کام مین نبی کو اختیار ہے عقبیٰ کے کام مین کافرون کو اختیار ہے واضح ہو کہ مولانا اہل دُنیا کا بیان کرتے ہین کہ خواہشات نفسانی مین اپنا اختیار بیان کرتے ہین عبادات و طاعات مین خدا کے اختیارات بیان کرتے ہین اور کہتے ہین کہ ہم ناچار مجبور ہین اور طاعت نہین کر سکتے ہین اور انبیا و اولیا دُنیا کے کام مین مجبور ہین و بحکم خدا کام کرتے ہین ناچاری سے پس عاقل کو چاہیے کہ پیروی انبیا و اولیا کی کرے اور طاعت خدا مین کوشش بلیغ رکھے اور مجبور نہو فافہم ۱۲۔

[2] جو کہ ہر اک مرغ الی آخرہ ۲ شعر جو کہ ہر مرغ اپنی جنس کی طرف جاتا ہے جان اُسکی آگے جاتی ہے جنس دوزخ کی جو کہ کفار ہین اس لیے دُنیا انکو پسند ہے یعنی دُنیا کو دوزخ کہا ہے بموجب حدیث شریف الدُنیا سجن المومن و جنۃ الکافر جیسے دُنیا دوزخ ہے مومن کو وجنت کافر کو ہے چونکہ کفار جنس دوزخ کی ہین۔ اس لیے دنیا کو جنت جانتے ہین اور مومن جنس جنت کے ہین دنیا انکو دوزخ ہے چنانچہ آئندہ شعر مین اسکا بیان ہے فہم من فہم ۱۲۔

[3] انبیا جو جنس الخ ۳ شعر انبیا علیہ السلام جو کہ جنس جنت کے تھے جان و دل سے طرف مقام جنتون کے گئے اب مولانا مناجات فرماتے ہین کہ اے خدا تو جان کو وہ مقام عنایت کر جسمین کلام بے حرف و صدا سنون یعنی وصال کامل سے گفت و شنید کی جانو انتہا اس راز کی نہین ہے پھر مین قصہ وزیر کا بیان کرتا ہون واللہ اعلم ۱۲۔

نومید کردن وزیر مریدان را در نقض خلوت خود

آن وزیر از اندرون آوا زداد	کای مریدان از من این معلوم باد
کمرا عیسی چنین پیغام کرد	کز ہمہ یاران وخویشان باز گرد
روی بر دیوار کن تنہا نشین	وز وجود خویش ہم خلوت گزین
بعد ازین دستوری گفتار نیست	بعد ازین با گفتگویم کار نیست
الوداع ای دوستان من مردہ ام	رخت بر چارم فلک بر بردہ ام
تا بزیر چرخ ناری چون حطب	من نسوزم در عنا و در عطب
پہلوے عیسیٰ نشینم بعد ازین	بر فراز آسمان چارمین
وانگہانی آن امیران را نخواند	یک بیک تنہا بہر یک حرف راند

نا اُمید کرنا وزیر کا مریدونکو خلوت کے چھوڑنے مین

۵۱ وہ وزیر اندر سے بولا تم سنو	ای مریدو مجھسے تم اس بات کو
کہ مجھے پیغام عیسےٰ نے دیا	کہ تو سب یارون سے اپنے ہو جدا
ہو تو حیران اور تنہا رہ بشر	اور وجود اپنے سے تو خلوت بھی کر
بعدہ نے حکم کرنے بات کا	بعدہ کہنے کا مجھکو کام کیا
الوداع ای دوستو مرتا ہون مین	آسمان چوتھے پر اب جاتا ہون مین
مثل ہیزم چرخ ناری کے تلے	کیون اس رنج وتعب مین بس جلے
بعدہ عیسےٰ کے پہلو مین ہون	آسمان چوتھے پہ جا اپنی کرون
اُسدم اُسنے اُن امیرون کو بُلا	بس جُدا ہر ایک سے تنہا کیا

ولیعہد ساختن وزیر ہر یک امیر را جدا جدا

نائب حق و خلیفہ من توئی	گفت ہر یک را بدین عیسوی
وان امیران دگر اتباع تو	کرد عیسیٰ جملہ را اشیاع تو

ولیعہد کرنا وزیر کا ہر ایک امیر کو جدا جدا

۵۲ حق کا نائب تو خلیفہ ہی مرا	دین عیسےٰ مین یہ ہر اک سے کہا
تا مطیع تیرے رہین سارے امیر	تابع عیسےٰ نے کیئے تیرے امیر

۵۱ وہ وزیر اندر سے بولا الخ۔ شعر مولانا اس داستان مین مقام موتوا قبل ان تموتوا بیان فرماتے ہین کہ جب طالب کو کشود باطن ہوتا ہے اور جان اُسکی لذائذ سیر باطنی سے ذائقہ پذیر ہوتی ہے تو لذائذ نفسانی کو ترک کرکے متوجہ باطن کی ہوتی ہے پس اُس وزیر نے خلوت مین کہا ای مریدو مجھسے یہ بات سنو کہ مجھے عیسیٰ علیہ السلام نے پیغام دیا ہے کہ تو سب یاران دُنیا کو چھوڑ دے اور تو حیران و تنہا رہ بلکہ وجود سے بھی گوشہ کر و بعدہ اُسکے مجھے بات کرنے کا حکم نہین ہے بعد اُسکے مجھے کہنے کا کیا کام ہے الوداع اے دوستون مین مرتا ہون اور آسمان چوتھے پر اب جاتا ہون اس چرخ ناری کے تلے مثل ہیزم کے رنج و تعب دُنیا سے کیون جلون بعدہ عیسیٰ کے پہلو مین رہون اور آسمان چوتھے پر اپنی جا کرون اُسدم اُسنے اُن بارہ امام امیرون کو جدا جدا بُلا کر تنہائی مین سمجھایا گویا اسی طرح پر جان طالب کی متوجہ علم باطن کے ہوکر فنافی الرسول ہوتی ہے اور بارہ یارون نفسانیہ مین کہ حسد و بُغض و کبر و کینہ و بخل و ریا و طمع و شہوت و غضب و غمازی و کذب و عذاب ہین فساد ڈال دیتی ہے کہ شورش آنکی ملک جسم مین بسبب مخالفت کے ہونے پائے واللہ اعلم ۱۲۔

۵۲ حق کا نائب الی آخرہ ۱۱ شعر ہر ایک سے کہا دین عیسیٰ مین تو ہی حق کا نائب اور میرا خلیفہ ہے تا سب امیر تیرے مطیع رہین کہ عیسےٰ نے تیرے تابع سب کو کیا ہے اگر کوئی تجھسے سرکشی کرے تو مار یا قید کر اور مین جب تک زندہ رہون یہ راز ظاہر نہ کرنا اور نہ کسی سے کہنا اور جب تک مین نہ مرون اس دعوی حکومت سے خبردار نہ کرنا اور بعدہ یہ کتاب احکام مسیح ہر ایک کو پڑھ کر ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ بلا کر یہ کہنا کہ تجھ سوا کوئی نائب نہین ہے دین خدا مین یہی ہر ایک سے کہا اور جو ایک کو کہا وہی دوسرے کو کہا اور ہر ایک کو ایک کتاب جدا دی کہ وہ ضد ایک دوسرے کے تھین وہ سب کتابین آپس مین مختلف تھین مثل حروف الف با تا کے اور احکام آپس مین اُن کتابون کے ایک دوسرے کی ضد تھے جیسے مین نے اوپر کہا ہے واللہ اعلم ۱۲۔

ہر امیرے کو کشند گردن بگیر — یا بکش با خود ہمیدارش اسیر
لیک تا من زنده ام این را مگو — تا نہ میرم این ریاست را مجو
تا نہ میرم من تو این پیدا مکن — دعوی شاہی و استیلا مکن
اینک این طومار و احکام مسیح — یک بیک خوان تو بر امت فصیح
ہر امیرے را چنین گفت او جدا — نیست نائب جز تو در دین خدا
ہر یکے را کرد او اندر سر عزیز — ہر چہ آنرا گفت این را گفت نیز
ہر یکے را او یکے طومار داد — ہر یکے ضد دگر بد المراد
جملگی طومارہا بد مختلف — ہمچو شکل حرفہا یا تا الف
حکم این طومار ضد حکم آن — پیش ازین کردیم این ضد را بیان

سرکشی تجھسے اگر کوئی کرے — یا تو مار اسکو دیا کر قید اسے
جب تلک زنده ہون مین کہنا نہین — میرے مرنے تک یہ کچھ کرنا نہین
مین مرون جبتک تو یہ ظاہر نہ کر — دعوی شاہی سے تو ماہر نہ کر
یہ کتاب اب تو و احکام مسیح — بس سنا ہر ایک کو پڑھکر فصیح
یہ کہا ہر ایک سے اسنے جدا — تجھ سوا نائب نہین دین خدا
اسنے ہر اک سے کہا یہ ماجرا — جو کہا اس سے وہی اس سے کہا
دی ہر اک کو اک کتاب اسنے جدا — تھی ہر اک ضد دوسری کی برملا
سب تھین آپس مین کتابین مختلف — مثل شکل حرفہا یا تا الف
حکم باہم ضد کتابونکی عیان — اوپر اس ضد کا کیا مین نے بیان

کشتن وزیر خود را در خلوت از مریدان

خود ہلاک کرنا وزیر کا مریدون سے خلوت کرکے

بعد ازان چل روز دیگر در ببست — خویش کشت و از وجود خود برست
چونکہ خلق از مرگ او آگاه شد — بر سر گورش قیامت گاه شد
خلق چندان جمع بر سر گور او — مو کنان جامہ کنان در شور او
کان عدد را ہم خدا داند شمرد — از عرب وز ترک و ز رومی و کرد
خاک او کردند بر سرہای خویش — درد او دیدند درمانہای خویش
آن خلائق بر سر گورش مہی — کرده خون از دو چشم خود رہی
جملہ از درد فراقش در فغان — ہم شہان و ہم کہان و ہم مہان

اسنے اور چالیس دن چلہ کیا [ف۱] — خود کو مارا قید تن سے خود چھٹا
اسکے مرنے سے [ف۲] خلق آگہ ہوئی — گور پر اسکے قیامت گہ ہوئی
ہوگئے سب جمع اسکی قبر پر — بال نوچے پھاڑے کپڑے سربسر
انکی گنتی [ف۳] سے خدا کو علم ہے — رومی و ترک و عرب اور کرد سے
خاک اسکی ڈالے اپنے سر پہ جو — اپنا درمان دیکھا اسکے درد کو
گور پر اک ماه اسکی خلق سب — خون رو رو کر بہاتی روز و شب
درد فرقت مین سب اسکے چیختے — ہم امیر و شاه ہم چھوٹے بڑی

ف۱ اسنے اور چالیس دن الی آخره ایک شعر یعنی وزیر نے اور چلہ کیا اور اسمین خود کو ہلاک کرکے قید تن سے رہا ہوا گویا مولانا تعلیم فرماتے ہین کہ ہنگام کسب باطن کے اگر ایک چلہ سے تصفیہ کامل نہو تو دوسرا تیسرا چلہ کرے کہ ہم تزکیہ و ہم تصفیہ حاصل ہو اور جان تعلقات نفسانیہ سے چھوٹے فافہم ۱۲ ف۲ اسکے مرنے سے الی آخره ۲ شعر مخلوق جو اسکے مرنے سے آگاه ہوئی اسکے گور پر ایک قیامت برپا ہوئی سب اسکے گور پر جمع ہوے بال سر کے نوچے اور کپڑے غم سے پھاڑے فافہم ۱۲ ف۳ انکی گنتی الخ ۱۱ شعر انکی تعداد کا علم خدا کو ہے اسکی قبر کی خاک اپنے سر پر ڈالی اور یہ اپنے درد کا علاج سمجھا اسکی قبر پر رات دن خلقت روتی اور اپنا خون بہاتی تھی اور اسکی جدائی کے درد سے سب چیختے تھے خواه کوئی فقیر تھا یا بادشاه تھا ایک مہینہ اس حال مین گذرا اسکے بعد سب نے کہا کہ ایسے دنون مین اسکی جگہ کون بیٹھے گا کہ ہم سب اسکو اسکی جگہ جانین اور اسکا اتباع کرین اور اسکو امام جانین اور اس کے ہاتھ سے اپنے کام پورے کرین اور سب اسکا حکم مانین اور اسکا دامن تھامین اگر سورج چھپ گیا تو چراغ کو اسکا قائم مقام کرین اگر روے یار سامنے نہین آتا تو اسکا نائب اسکا سامنہ ہو اگر گلاب کا پھول نہین تو عرق گلاب اسکی بو دیگا اگر خدا یہان ظاہر نہین تو پیغمبر نائب خدا ہین فافہم ۱۲۔

بعد ازین خلق گفتند ای مہان — از امیران کیست بر جایش نشان
تا بجای او شناسیمش امام — تا که کار ما ازو گردد تمام
سر ہمہ بر اختیار او نہیم — دست بر دامان و دست او زنیم
چونکه شد خورشید و ما را کرد داغ — واجب آمد بر مقام او چراغ
چونکه شد از پیش دیده روی یار — نایبی باید ازو مان یادگار
چونکه گل بگذشت و گلشن شد خراب — بوی گل را از که جوییم از گلاب
چون خدا اندر نیاید در عیان — نایب حق اند این پیغمبران

بعد اک مہ خلق نے سب سی کہا — کون امیرون مین سے بیٹھے اُسکی جا
تا اُسے ہم اُسکی جا جانین امام — اور ہووے اُس سے کام اپنا تمام
حکم پر سر اُسکے ہم رکھین سبھی — ہاتھ و دامن اُسکا ہم پکڑین سبھی
جو گیا خورشید اپنا دیکھے داغ — چاہیئے اُسکی جگہ پر اک چراغ
جو گیا اب سامنے سے روئے یار — نائب اُسکا چاہیے ہو یادگار
گل گیا جبکہ گلستان ہو خراب — گل کی بو پھر کون ہے یعنی گلاب
جو خدا یان پر نہوتا ہے عیان — حق کے نائب ہین یہ سب پیغمبران

طلب کردن اُمت عیسےٰ علیہ السلام کہ ولیعہد از شما کدام

طلب کرنا اُمت عیسےٰ علیہ السلام کا کہ ولیعہد تم مین سے کون ہے

نی غلط گفتم که نایب با منوب — گر دو پنداری قبیح آید نه خوب
نی دو باشد تا توئی صورت پرست — پیش او یک گشت کز صورت برست
چون بصورت بنگری چشمت دو است — تا بنورش درنگر کان یک تو است
لاجرم چون بر یکے افتد بصر — آن یکے باشد دو ناید در نظر
نور ہر دو چشم نتوان فرق کرد — چونکه بر نورش نظر انداخت مرد

نے غلط بولا کہ نائب با منیب — دو اگر جانے قباحت ہو نصیب
دو ہین وہ جبتک تجھے صورت دکھے — ایک وہ جانے جو صورت سے چھٹے
دیکھے تو صورت تو دو آنکھین دکھین — نور اُسکا دیکھ تو دو ایک ہین
کس لئے جو ایک شی دیکھے بصر — ایک ہے وہ دو نہین آتے نظر
فرق دونون چشم مین کب کر سکے — تو نظر ڈالے جو اُسکے نور پے

سلہ ز غلط بولا الی آخرہ ۲ شعر نہین مین نے غلط کہا کہ نائب اسکا ساتھ منیب کے اگر دو جانیگا قباحت لازم آئیگی جب تک وہ دو ہین کہ تو صورت دیکھتا ہے جو کہ صورت سے چھٹا وہ ایک جانتا ہے اب مولانا قول اول سے کہ انبیا کو نائب حق کہا گریز کرتے ہین اور کہتے ہین کہ وہ نہین ہین مین نے غلط کہا اگر نائب کو ساتھ منیب کے دو جاننے گا قباحت لازم آئیگی وہ دو جب تک ہین کہ تو صورت دیکھتا ہے جب کہ صورت کو تو چھوڑ دے ثابت ہوا کہ خلیفہ اُسکو کہتے ہین کہ صورت مین دو دکھائی دیتی ہے اور معنی مین ایک ہو پس کل انسان خلیفہ زادہ ہین چنانچہ مولانا آگے اُسکے مثالین بیان فرماتے ہین اور کسب دید کی تعلیم کرتے ہین اس نظر کو یہ مثالین کفایت کرتی ہین من فہم ۱۲

سـہ دیکھے تو صورت الی آخرہ ۳ شعر تو اگر صورت دیکھے تو دو آنکھین تجھکو دکھین اور اُسکے نور کو تو دیکھے تو ایک دیکھے کیونکہ جو ایک شے کو بصارت دیکھتی ہے وہ ایک سی ہوتی ہے دو نظر نہین آتی ہین اگر تو نظر اُسکے نور پر ڈالے تو فرق دونون چشم کے نور مین کب کر سکے پس ظاہر مین دو آنکھین ہین ولیکن نور اُن دونون کا ایک ہے اسی طرح اللہ و رسول ظاہر مین دو ہین اور باطن مین اُن دونون کا نور ایک ہے اسواسطے اللہ کا نام نور ہے و رسول کا نام بھی نور ہے نور مین فرق نہین ہے اسی واسطے اللہ تعالیٰ قرآن مین فرماتا ہے آیہ کریمہ لانفرق بین احد من رسلہ یعنی فرق نہین کرتا ہون مین درمیان ایک کے رسول سے یعنی سب یکسے ہین چنانچہ آیندہ مثال اسکی مولانا فرماتے ہین فافہم ۱۲-

بیچ بیان اس بات کے کہ جملہ پیغمبر حق ہین بموجب اسکے لانفرق بین احد من رسله		در بیان آنکه جمله پیغمبران حق اند که لانفرق بین احد من رسله	
ظاہرا صورت ہر اک کی غیر ہے جب نظر ڈالے تو اُنکے نور پے	دس چراغ اک گھر مین گر روشن کرے فرق اُنکے نور مین کب کر سکے	هر یکے باشد بصورت غیر آن چون بنورش روے آری بیشکے	ده چراغ ار حاضر آری در مکان فرق نتوان کرد نور هر یکے
لانفرق بین آحاد الرسل	اطلب المعنی من الفرقان و قل	لانفرق بین آحاد الرسل	اطلب المعنی من الفرقان و قل
اور نچوڑین سو تو ہووین ایک ہو معنی لے تو رکھے صورت سرکشی تا تو وحدت پاے اُسین مثل گنج بس گلا دیگی عنایت یار کی خرقہ درویش کو سیتا ہے یار بے سر و پا ہم تھے اور وہ سر تھا سب بے گرہ تھے اور صفا ہم مثل آب	گر تو لیوے سو بہی سو سیب کو یار کی یارون سے خوش ہے دوستی صورت سرکش گلا از راہ رنج گر نہ گلاوے تو نہین اکبارگی دل مین وہ اپنے کو دکھلاتا ہے یار ہم تھے اک جوہر بسیط اُس جا سب اک گہر تھے ہم مثال آفتاب	صد نماند یک شود چون بفشری پای معنی گیر صورت سرکش است تا ببینی زیر آن وحدت چو گنج هم گدازد ای دلم مولاے او او بدوزد خرقهٔ درویش را بے سر و بے پا بدیم آن سر همه بے گره بودیم صافی همچو آب	گر تو صد سیب و صد آبی بشمری اتحاد یار با یاران خوش ست صورت سرکش گدازان کن برنج ور تو نگدازی عنایتهاے او او نماید هم بدلها خویش را منبسط بودیم و یک جوهر همه یک گهر بودیم همچون آفتاب

سلہ دس چراغ الی آخرہ ۵ شعر اگر دس چراغ ایک گھر مین تو روشن کرے ظاہرا صورت ہر ایک چراغ کی تجھے غیر دکھائی دیتی ہے مگر اُنکے نور مین تو فرق نہ کر سکے جب تو اُنکے نور کو دیکھے طلب کر معنی قرآن سے اور کہو کہ نہین فرق ہے درمیان ایک کے رسولون سے دوسری مثال اُسکی مولانا فرماتے ہین کہ اگر تو سو سیب و بہی لیوے اور اُنکو نچوڑے وہ سو نہین کہ ایک ہو جاوین کہ اُنکے عرق مین فرق نہین ہے پس معنی مین تقسیم و تعداد نہین ہے اور تجزی و دوئی بھی نہین ہے اس سے ثابت ہوا کہ کوئی رسول معنی حق سے جدا نہین ہے کیونکہ حق تعالی نے نفرق کلمہ متکلم کا فرمایا یعنی مین فرق نہین کرتا ہون درمیان ایک رسول کے خود سے یعنے سب مجھ سے ملے ہین جیسے نور چراغون کے آپس مین ملے ہین فافہم ۱۲ سلہ یار کی یارون سے الی آخرہ ۸ شعر دوستی یار کی یارون سے خوش معلوم ہوتی ہے پس وہ معنی کو حاصل کر کہ صورت سرکش ہے اس صورت سرکش کو تکلیف سے گلا وحدت مثل گنج کے ہے کہ اسین پائے اور اگر تو نہ گلائے گا تو عنایت یار کی اسے گلا دیگی وہ یار دل مین خود کو دکھلاتا ہے اور خرقہ وجود درویش کو خود سیتا ہے کیونکہ ہم تو ایک جوہر بسیط اُس جا تھے بے سر و پا اور جو کچھ سر تھا وہ یار تھا اور ایک گوہر مثل آفتاب تھے بے گرہ اور صاف مثل آب جب کہ وہ نور احد صورت پذیر ہوا تو مثل سایہ کنگرہ کے متعدد ہو گیا جیسے پرتو خورشید بسبب آنگنون کے پانچ جہت سے بظاہر متعدد معلوم ہوتا ہے اگرچہ چھٹی جہت کوئی ہے مشمول رہتا ہے الا بباطن منقسم نہین ہے پس تم اس کنگرہ صورت کو منگ تحقیق سے توڑو تا فرق ان فرقون کا جاتا رہے منگ ڈھیکلی کو کہتے ہین کہ زمانہ سابقہ مین پتھر اُسین بھر کر قلعون کو توڑتے تھے واضح ہو کہ مولانا در طلب پتا یار کے ملنے کا بتاتے ہین کہ وہ ذات اول یکتی اور پھر صورتون مین آئی اور از راہ کسب خرد و تزکیہ تصفیہ سے صاف کر دل مین یار کو تلاش کر تا کہ یار ملے چنانچہ حضور نے اسی کو حدیث مین فرمایا ہے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ یعنی جسنے پہچانا نفس ذات اپنی کو اُسنے پہچانا رب اپنے کو فہم من فہم ۱۲

ایچون بصورت آمد آن نور سره کنگره ویران کنید از منجنیق	شد عدد چون سایه هاے کنگره تا رود فرق از میان این فریق	آیا جب صورت مین وہ نور احد کنگرے تم توڑو پتھر مار کے	مثل سایہ کنگرے ہوگئے عدد فرق ان فرقون کا تا جاتا رہے

در بیان آنکه انبیا علیهم السلام گفتند کلموا الناس علی قدر عقولهم وقال رسول الله علیه السلام امرنا ان تنزل الناس منازلهم

بیچ بیان اس بات کے کہ انبیا علیہ السلام نے فرمایا ہے کلموا الناس علی قدر عقولهم وقال رسول الله علیہ السلام امرنا ان تنزل الناس منازلهم

شرح این را گفتمی من از مرے نکتها چون تیغ الماس ست تیز پیش این الماس بے اسپر میا زین سبب من تیغ کردم در غلاف آمدیم اندر تمامی داستان کز پس آن پیشوا بر خاستند	لیک ترسم تا نه لغزد خاطرے گر نداری تو سپر وا پس گریز کز بریدن تیغ را نبود حیا تا که کژ خوانی نخواند بر خلاف در وفاداری جمع دوستان بر مقامش نائبے می خواستند	شرح[۵۱] کہتا مثل خود مین جانکر تیز نکتے ہین مثل تیغ الماس کے بے سپر اس تیغ کے آگے نہ آ اس لیے یہ تیغ مین نے کی غلاف آیا اب مین سوے ختم داستان بعد اُسکے پیشوا وہ سب اوٹھے	لیک ڈرتا ہون نہو دل مین خطر بھاگ اُلٹا نہ سپر گر تو رکھے قتل مین نے تیغ کو ہووے حیا نا سمجھ تاکہ نہ سمجھین بر خلاف اور وفاداری جمع دوستان اور نیابت چاہی اُسکی جاے پر

منازعت کردن امرا با یکدیگر

لڑنا امیرون کا آپس مین ایک دوسرے سے

یک امیرے زان امیران پیش رفت	پیش آن قوم وفا اندیش رفت	اک[۵۲] امیرون سے امیر آگے بڑھا	آگے قوم اُس با وفا کے وہ گیا

۵۱ شرح کہتا الی آخرہ ۶ شعر سب کو اپنے مانند مین سمجھکر شرح اس توحید کی کہتا لیکن ڈرتا ہون کہ لوگون کے دل مین خراہ شکوک نہ پیدا ہون یہ نکتہ تیز مثل تیغ الماس کے ہین اگر تو سپر نہین رکھتا ہے اُلٹا بھاگ اور بے سپر اُس تیغ کے آگے مت آکہ قتل کرنے مین اس تیغ کو حیا نہین ہے اس تیغ کو مین نے غلاف کیا ہے تاکہ نا سمجھ اسکو برخلاف نہ سمجھین اب مین آیا طرف ختم داستان کے اور وفاداری جمع دوستون مین بعد یک مادب امیر آمادہ نیابت اُس وزیر کے ہوے مولانا فرماتے ہین کہ جب تک مرشد سے استعداد ادراک توحید کی اے طالب تو حاصل نہ کرے تب تک توحید کو مت دیکھ کہ یہ تیغ بران ہے تاکہ اتحاد مین تجھکو نہ ڈالے اور نقصان عظیم نہ پہونچاے جیسے کہ فی زماننا لوگ نا سمجھی سے علانیہ توحید رسمی بیان کرتے ہین اور اسکی مکافات سے کور باطن ابدی ہوتے ہین عیاذاً باللہ ۱۲ـ

۵۲ اک امیرون سے الی آخرہ ۱۰ شعر ایک امیر اُن امیرون سے آگے بڑھا اور اُس قوم باوفا کے روبرو گیا اور کہا کہ مین نائب اُس مرد کا ہون اور نائب عیسیٰ علیہ السلام ہون ہر فرد کا اور یہ کتاب دیکھو میری دلیل ہے کہ اُسکی نیابت کے مین لایق ہون دوسرا اور ایک امیر بڑھا اور دعوی خلافت کا کیا اور اُسنے بھی ایک کتاب اپنی بغل سے نکالی یہان تک کہ دونون باہم لڑنے لگے یا ایک دوسرا امیر بھی لڑنے کو آمادہ ہوئے یا ہاتھ مین ہر ایک کے تیغ تھا اور لڑتے باہم مانند پیلان مست کے ہر ایک امیر کا ایک لشکر بڑا تھا اور تلواریں کھینچکر وڈا تھا لاکھون ترسائی وہان مارے گئے اور سر بریدہ کے وہان تودے لگ گئے دونون جانب خون کے ریلے بہے اور ہوا مین خاک کے پہاڑ کھڑے ہوگئے گویا مولانا تعلیم فرماتے ہین کہ طالبان صادق کو چاہیئے کہ بے تحقیق ہر ایک کے معتقد اور مرید نہو وین کہ پیران ریاکار اپنے نفع ذات کے واسطے اس طرح خانہ ذانون مین فتور ڈالتے ہین کہ پھر اُس سے نجات مشکل ہے واللہ اعلم ۱۲ـ

گفت اینک نائب آن مرد من — نائب عیسی منم اندر زمن
اینک این طومار برہان منست — کاین نیابت بعد ازو آن منست
آن امیر دیگر آمد از کمین — دعوی او در خلافت بد ہمین
از بغل او نیز طوماری نمود — تا برآمد ہر دو را خشم و جحود
آن امیران دگر یک یک قطار — برکشیده تیغہای آبدار
ہر یکی را تیغ و طوماری بدست — درہم افتادند چون پیلان مست
ہر امیری داشت خیل بیکران — تیغہا را برکشیدند آن زمان
صد ہزاران مرد ترسا کشتہ شد — تا ز سرہای بریده پشتہ شد
خون روان شد ہمچو سیل از چپ و راست — کوه کوه اندر ہوا از گرد خاست
تخمہای فتنہ ہا کو کشتہ بود — آفت سرہای ایشان گشتہ بود
جوزہا بشکست و آن کو مغز داشت — بعد کشتن روح پاک نغز داشت
کشتن و مردن کہ بر نقش تن است — چون انار و سیب را بشکستن است
انچہ شیرین ست یان شد ناردانگ — وانچہ پوسیده ست نبود غیر بانگ
انچہ پر مغز ست چون مشک ست پاک — وانکہ پوسیده ست نبود غیر خاک
انچہ با معنی ست خود پیدا شود — وانچہ بی معنی ست خود رسوا شود
رو بمعنی کوش ای صورت پرست — زانکہ معنی بر تن صورت پرست
ہمنشین اہل معنی باش تا — ہم عطا یابی و ہم باشی فتا

بولا اب نائب ہون مین اس مرد کا — نائب عیسی مین ہون ہر فرد کا
یہ کتاب اب ہے مری دیکھو دلیل — اس نیابت کا ہوا ہون مین کفیل
دوسرا اک اور امیر اسدم بڑہا — دعوی اُسنے بھی خلافت کا کیا
اک کتاب اُسنے نکالی پاس سے — یان تلک کہ دونون وہ لڑنے لگے
دوسرے میرون نے بھی صف باندھکر — کھینچین تلوارین بدعوی یکدگر
ہاتھ مین ہر ایک کے تیغ و کتاب — لڑتے باہم مثل پیل پُر عتاب
ہر امیر ایک رکھتا تھا لشکر بڑا — کھینچ کر شمشیر آپس مین لڑا
لاکھون ترسائی وہان مارے گئے — اور بریدہ سر کے وان تودے لگے
ہر دو جانب خون کے ریلے بہے — گرد ہوا مین خاک سے بس بن گئے
تخم فتنون[۵۱] کا وہ اُن مین بو گیا — ایک آفت اُنکے سر پر رکھ گیا
جوز ٹوٹے جو کہ رکھتا مغز تھا — بعد مُردن روح رکھتا نغز تھا
قتل اور مرنا کہ نقش تن پہ ہے — ٹوٹنا مثل انار و سیب کے
جو کہ میٹھا تھا وہ باقیمت ہوا — جو گلا تھا جز صدا اُسمین نہ تھا
جو کہ ہے پُر مغز ہے چون مشک پاک — جو گلا ہے اُسمین وہ ہے مثل خاک
جو کہ با معنی[۵۲] ہے خود شہرت کرے — جو کہ بے معنی ہے خود رسوا رہے
جا ای ظاہر بین تو اب معنی کو پا — کیونکہ معنی تیرے تن مین ہے بھرا
ہمنشین تو اہل معنی کا رہو — تاکہ بخشش اور عنایت تجھپہ ہو

۵۱ تخم فتنون کا الی آخرہ ۶ شعر وہ وزیر تخم فتنون کا نصرانیون مین بو گیا اور ایک آفت اُنکے سر پر رکھ گیا مولانا اسکی تمثال بیان فرماتے ہین کہ وہ مثل جوز کے ٹوٹے کہ جو با مغز تھا اور بعد مرنے کے روح اُسکی نادر تھی قتل اور مرنا کہ نقش تن پر ہے وہ ٹوٹنا مثل انار سیب کے جو کہ میٹھا تھا وہ باقیمت ہوا اور جو گلا تھا اُس سے بجز صدا کے نہ نکلا جو کہ پُر مغز ہے وہ مانند مشک پاک کے ہے اور جو اسمین گلا ہے وہ مانند خاک کے ہے جو کہ با معنی ہے وہ مشہور ہے اور جو کہ اُنکے ضد ہے رُسوا ہو حال اہل معنی و بے معنی کا بیان فرماتے ہین کہ وجود انسان مثل جوز کے ہین جو کہ بے مغز ہین اُسمین بجز قال کے اور کچھ نہین ہے اور جو کہ اہل معنی ہین وہ با مغز ہین وہ بمثل انار و سیب کے باقیمت ہین وہ پُر نفع ہین اور اُنکی عالم مین شہرت ہوتی ہے اور بے معنی رسوا و ذلیل ہوتے ہین پس آیندہ شعر مین مولانا ہدایت کرتے ہین فافہم ۱۲-

۵۲ جو کہ با معنی ہے الخ ۵ شعر جا اے ظاہر بین معنی کو حاصل کر کیونکہ معنی تیرے جسم مین پُر ہے تو خدمت مین اہل معنی کے بیٹھ تاکہ کرم اُسکا تجھ ہو یعنی مُرشد کامل کی صحبت اختیار کر اسکی عنایت سے تو اپنے معنی کو پاوے اور جان بے معنی تو بدن مین ایسی ہے جیسے تیغ چوبی غلاف کے اندر ہے تو باقیمت ہے جب کہ باہر نکلے بیکار و لایق جلانے کے ہے یعنی بغیر مرشد کامل کی صحبت کے بجز نقصان و شرمساری کے کچھ اصل نہین ہوتا ہے واللہ اعلم ۱۲-

جان بی معنی درین تن بخلاف	هست همچون تیغ چوبین در غلاف	جان بی معنی بدن مین بی خلاف	تیغ چوبین جیسے ہو اندر غلاف
تا غلاف اندر بود با قیمت است	چون برون شد سوختن را آلت است	تا غلاف اندر رہے قیمت دار ہی	نکلے جب باہر ہی لایق نار کے
تیغ چوبین را مبر در کارزار	بنگر اول تا نگردد کار زار	۱ تیغ چوبین جنگ مین مت لیکے جا	دیکھ پہلے کام ہو ابتر ترا
گر بود چوبین برو دیگر طلب	ور بود الماس پیش آ با طرب	گر ہو چوبین دوسری تلوار لا	تیغ الماسی ہے گر بیخوف جا
تیغ را زرادخانهٔ اولیاست	دیدن ایشان شما را کیمیاست	ہے سلح خانہ مین تلوار اولیا	ہے زیارت اُنکی تمکو کیمیا
جمله دانایان همین گفته همین	هست دانا رحمة للعالمین	جملہ دانا نے کہا از رہ یقین	بس ہین دانا رحمة للعالمین
گر اناری میخری خندان بخر	تا دهد خنده ز دانهٔ او خبر	۲ گر تو لے ہی نار خندان کو تو لے	خندگی اُسکی خبر دانہ سے دے
ای مبارک خنده اش کو از دهان	می نماید دل چو دُر از درج جان	اِی مبارک خندہ اسکا منہ ہی دل	دل دکھاے دُرج جیسے لعل کو
نا مبارک خندهٔ آن لاله بود	کز دهان او سواد دل نمود	نامبارک خندہ اس لالہ کا تھا	دلکی ظلمت اُسنے مُنہ سے دی بتا
یک زمانے صحبتِ با اولیا	بهتر از صد ساله طاعت بی ریا	صحبت اِک دم اولیا کی خوب ہے	سو برس کی بے ریا طاعات سے
گر تو سنگ خاره و مرمر بوے	چون بصاحب دل رسی گوهر شوے	۳ سنگ خارا اور کر مر گر تو ہو	اہل دل سے جو ملے گوہر تو ہو
مهر پاکان در میانِ جان نشان	دل مده الا بمهرِ دل خوشان	دل مین پاکونکی محبت تو بٹھا	دل کسی کو تو نہ دے جز اولیا
کوی نا امیدی مرو امیدهاست	سوی تاریکی مرو خورشیدهاست	راہ نومیدی نہ چل امید ہے	سوئے تاریکی نہ جا خورشید ہے

۱ تیغ چوبین الی آخرہ یہ شعر تو جنگ مین تیغ چوبین لیکر نہ جا اول اُسکو دیکھ لے کہ کام ابتر تیرا نہو اگر یہ چوبین سے تو دوسر تیغ الماسی لاؤ پھر بیخوف جا اس سلح خانہ دنیا مین تیغ اولیا ہین اور زیارت اُنکی کیمیا ہے یعنی پیران ریاکار تیغ چوبین ہین کہ معرکۂ نفس و شیطان مین کام نہ آئین اسواسطے جملہ داناؤن نے کہا ہے کہ مرشد رحمة للعالمین یعنی واسطے خلق کے رحمت ہین چنانچہ مولانا شناخت اُنکی مثال مین بتاتے ہین فافہم ۱۲

۲ گر تو لے ہے الخ یہ شعر اگر تو لیتا ہے تو انار کھلا لے کہ کھلنا اسکا دانۂ دل کی خبر دیتا ہے اے شخص اُسکا کھلنا مبارک ہے اُسکا مُنہ دل کو دکھاتا ہے جیسے ڈبہ لعل کو اندر سے بتاتا ہے اور لالہ کا کھلنا نامبارک ہے کہ اسکا مُنہ سیاہی دل کی بتاتا ہی پس صحبت ایک دم اولیا کی بہتر ہے سو برس کی بے ریا طاعت سے واضح ہو اکہ چہرہ ہر ایک کا مظہر حال دل ہے یعنی جو دل مین خوشی و غم ہوتا ہے چہرہ بتادیتا ہے جیسے کہ آثار خوشی کے خندہ دہنی سے معلوم ہوتے ہین اور یہ آثار غم کے گریہ چشم سے اسی طرح رنگ ڈھنگ چہرہ کا دل کے حال غم و غصہ و خوف و رجا و یاس و ہراس کو بتادیتا ہے کہ ہنسی و گریہ سے اور چہرہ کے رنگ ڈھنگ سے حالت دل کی پہچانتے ہین اسی طور پہ عارف نور اور ظلمت دل مرشدان صادق و کاذب کو علامات چہرے سے پہچان لیتے ہین جسکو کہ مقام دید کا مرشد نے انکشاف کر دیا ہی اور توحید حال اسپر کھل گئی اور اگر مُنہ سے مراد دہن کی لیوین تو معنی اُن شعرون کے یہ ہووینگے کہ کلام جو مرشد دہن کے دہن سے نکلے وہ دل بیداری و مردگی سے خبر دیتا ہے طالبان عارف اُسکو پہچان لیتے ہین پس طالب کو چاہیے کہ ان پتون سے مرشد کامل کو بہم پہونچاے اور اُسکی صحبت میں رہے کہ صحبت ایک ساعت کی اُسکی سو برس کی طاعت بے ریا سے بہتر و نافع تر ہے آیندہ اسی کا بیان ہے فافہم ۱۲

۳ سنگ خارا الی آخرہ یہ شعر سنگ سخت اور سنگ مرمر اہل دل کی صحبت سے تو گوہر ہے تو دل مین پاکون کی محبت قائم کر اور بجز اولیا کے دل کسی کو نہ دے اور راہ نا امیدون کی نہ چل کہ اُمید ہے اور جانب تاریکی کے نہ جا کہ خورشید ہے دل تجھے لے جاے جانب اہل دل کے لے اور جسم تجھے کھینچے طرف قید آب و گل کے کیونکہ ہر ایک کو اپنی اصل کے جانب رجوع ہوا کرتی ہے فافہم ۱۲

دل ترا در کوی اہلِ دل کشد	تن ترا در حبس آب و گل کشد	دل تجھے کھینچے یہ کوئے اہل دل	تن تجھے کھینچے بہ قید آب و گل
ہین غذاے دل بدہ از ہمدلے	رو بجو اقبال را از ہر مقبلے	اہل دل سے ﷲ غذا اور دل کو دے	اور تو اقبال کو مقبل سے لے
دست زن در ذیل صاحب دولتے	تا ز افضالش بیابی رفعتے	اہل ﷲ دولت کا تو دامنگیر ہو	پائے اُسکے فضل سے درجات کو
صحبتِ صالح ترا صالح کند	صحبتِ طالح ترا طالح کند	صحبتِ صالح تجھے صالح کرے	صحبتِ طالح تجھے طالح کرے

نعت تعظیم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم که در انجیل بود

نعت تعظیم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ انجیل مین تھی

بود در انجیل نام مصطفےٰ	آن سرِ پیغمبران بحرِ صفا	۵۲ مصطفےٰ کا نام تھا انجیل مین	انبیا کے جو کہ وہ سردار ہین
بود ذکرِ حلیہا و شکل او	بود ذکرِ غزو و صوم و اکل او	آپ کے حُلیہ کا اُسمین ذکر تھا	ذکر غزوہ روزہ و افطار کا
طائفہ نصرانیان بہرِ ثواب	چون رسیدندے بدان نام و خطاب	اک گروہ اُنمین نصاریٰ کا جو تھا	دیکھتا جس جا پہ نام مصطفےٰ
بوسہ دادندے بران نام شریف	رو نہادندے بران وصفِ لطیف	چومتے وہ سب اُسے بہرِ ثواب	اور ادب سے لیتے وہ نام خطاب
اندرین فتنہ کہ گفتم آن گروہ	ایمن از فتنہ بدند از شکوہ	فتنۂ مذکور مین بس وہ گروہ	امن و آمان مین ہا از رہ شکوہ
ایمن از شرِ امیران و وزیر	در پناہِ نام احمد مستجیر	شر امیرون اور وزیر شوم سے	نام احمد کی پناہ مین وہ رہے
نسل ایشان نیز ہم بسیار شد	نور احمد ناصر آمد یار شد	اور اُنکی نسل بھی از بس ہوئی	نور احمد نے مدد اُنکی کری
وان گروہِ دیگر از نصرانیان	نام احمد داشتندی مستہان	دوسرے لیتے نصاریٰ جو مُدام	نام احمد کا حقارت سے تمام
مستہان و خوار گشتند از فتن	از وزیرِ شوم رائے شوم فن	وہ ذلیل و خوار فتنون سے ہوے	جو وزیر شوم نے برپا کیے

۵۱ اہل دل سے الی آخرہ ۳ شعر اہل دل سے تو غذا دل کی حاصل کر اور مقبل سے اقبال لے اور اہل دولت باطن کا دامن تو پکڑ تا اُسکے فضل سے تجھے درجات حاصل ہون کیونکہ صحبت نیک کی تجھے نیک کرے اور صحبت بد کی بد کرے غرض کہ مولانا طالب کو اس حکایت سے تعلیم فرماتے ہین کہ اول مرشد کامل کو تو حاصل کر اور پیران ریاکار سے خود کو بچا بعدہ اگر مرشد کامل تجھے دستیاب ہو تو اُسکی صحبت کو غنیمت جان کر اُس سے علیحدہ نہو کیونکہ تکمیل سیر سلوک صحبت مرشد کی راہ سلوک مین جزائے عظیم ہے پس اعتقاد مرشد سے رکھتا نجات دارین ہے جیسے کہ اُن نصرانیون مین بعضے گروہ نے حال حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا انجیل مین پڑھ کر بسبب خوش اعتقادی کے نجات دارین حاصل کی اسیطرح تو بھی اے طالب اعتقاد مرشد رکھ کہ تا راہ سلوک تجھے ملے چنانچہ اسکا حال آگے مولانا بیان فرماتے ہین فافہم ۱۲

۵۲ مصطفےٰ کا نام تھا انجیل مین الی آخرہ ۱۲ اشعر نام مبارک محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ سردار کل انبیا کے ہین انجیل مین تھا کہ انکے حلیہ شریفہ و غزوات و روزہ و افطار کا ذکر تھا ایک گروہ اُن نصرانیون مین تھا جس جا حضور کا نام مبارک دیکھتے از راہ ثواب کے چومتے اور ادب سے نام مبارک لیتے پس وہ گروہ اس فتنہ وزیر مین آفتون سے امن مین رہے اور شر امیرون و وزیرون سے نام احمد کی پناہ مین بچے اور اُنکی نسل از بس ہوئی و مدد اُنکی نور احمد نے کی وہ کہ بسبب طغیان نام احمد کا حقارت سے لیتے تھے اس فتنہ مین ذلیل و خوار تھے اور بس ذلیل و خوار ہوکر خود سے محروم و بے راہ ہو گئے اور اُن کتابون باطلہ سے ملک و دین اُنکا خراب ہوا جیسا کہ مولانا اسکا نتیجہ آئندہ شعرون مین بیان فرماتے ہین فافہم ۱۲

مستہان و خوار گشتند آن فریق	گشتہ محروم از خود و شرط طریق	پس ذلیل و خوار ہو گروہ فریق	خود سے محروم اور ہوا بس بے طریق
ہم مخبط دین شان و حکم شان	از پئے طومارہائے کژ بیان	حکم و دین اُنکا ہوا بالکل خراب	ان کتابون باطلہ سے بےحساب
نام احمد چون چنین یاری کند	تا کہ نورش چون مددگاری کند	نام احمد ایسی جب یاری کرے[1]	کیون نہ نور اُنکا مددگاری کرے
نام احمد چون حصارے شد حصین	تا چہ باشد ذات آن روح الامین	نام احمد جب قلعہ مضبوط ہو	کیا کہون روح الامین کی ذات کو
بعد ازین خونریزہ درمان ناپذیر	کاندر افتاد از بلاے آن وزیر	بعدہٗ جھگڑا بڑا ان مین پڑا	جو وزیر فتنہ گر نے کی دغا

حکایت بادشاہ جہود دیگر کہ در ہلاک دین عیسےٰ علیہ السّلام جہد کرد

حکایت[2] دوسری بادشاہ جہودی کی کہ بربادی دین عیسےٰ علیہ السّلام مین کوشش کرتا تھا

ایک شہ دیگر ز نسل آن جہود	در ہلاک قوم عیسےٰ رو نمود	اک[3] جہودی بادشاہ اُس نسل کا	قوم عیسےٰ کی ہلاکت مین پڑا
گر خبر خواہی ازین دیگر خروج	سورہ بر خوان والسما ذات البروج	گر کرے معلوم تو اُسکا خروج	پڑھ تو سورہ والسما ذات البروج
سنت بد کز شہ اول براد	این شہ دیگر قدم بروے نہاد	پہلے شہ سے بد ہوئی سُنت ادا	دوسرے شہ نے قدم اسپر رکھا
ہر کہ او بنہاد ناخوش سُنتے	سوی او نفرین رود ہر ساعتے	جس[4] کسی نے رکھی جو سنت بُری	وہ بُرائی اُسکو پہونچے ہر گھڑی

[1] نام احمد ایسی جب الی آخرہ — شعر نام احمد ایسی یاری کرے تو کیون نہ نور مبارک آپکا پھر مددگاری کرے جب کہ نام احمد ایک قلعہ مضبوط ہے پس آپ کی ذات کہ روح الامین ہے کیا کچھ ہوگی پس جو کوئی کہ آپ کی ذات پاک کو پہونچا وہ اُسنے دُنیا و عقبیٰ کو حاصل کیا و برخوردار ہوا بعدہٗ ایک فساد عظیم اُس قوم نصرانیون مین بسبب فتنہ گری اُس وزیر مکار کے پڑا کہ آج تک وہ بارہ ٹوپی موجود ہین غرضکہ مولانا اس حکایت مذکورہ سے مقام طلب مین طالبون کو پیران ریاکار زمانہ سے آگہی دیتے ہین کہ پیر لوگ ایسا مکر و فریب کرکے مخلوق کو آفت مین ڈالتے ہین پس تم اے طالبو ایسے پیران ریاکار سے بچو اور پیر کامل معتقدون کے ساتھ ایسی یاری و مددگاری کرتے ہین کہ دُنیا مین اُنکا نام و نسل باقی رہتا ہے اور عقبیٰ مین وہ سرداری پاتا ہے اللّٰہم آمین یا رب العالمین فافہم ۱۲۔

[2] یہ حکایت مولانا علیہ الرحمۃ تعلیم خوش اعتقادی نام محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم مین کہ دوسرے بادشاہ جہودی کے ظلم سے امن و امان مین رہیگا فرماتے ہین کہ اگر طالب اپنے مُرشد سے ہنگام طلب کے خوش اعتقاد رہے گا آفات دُنیا سے بچے گا اور ضمن مین اس حکایت کو نعت حضور کی لکھتے ہین ناظرین کو اسکا خیال پیش نظر رکھنا چاہیئے فہم من فہم ۱۲ [3] اک جہودی بادشاہ الی آخرہ — شعر ایک بادشاہ جہودی اسی نسل کا خرابی قوم عیسےٰ علیہ السلام مین آمادہ ہوا اگر تو اُسکے خروج و ظہور کا حال معلوم کرنا چاہے تو قرآن مین سورۂ والسماء ذات البروج کو پڑھ لے کہ اس سورت مین قصہ اُس بادشاہ جہود کا لکھا ہے اسکے پہلے بادشاہ سے جو کہ سُنت بدتر جاری ہوئی دوسرے اس بادشاہ نے بھی پیروی کی پس مولانا اسکے حقائق بیان فرماتے ہین ۱۲ [4] جس کسی نے الی آخرہ — شعر جس کسی نے کہ ایجاد سنت بدتر کی وہ بُرائی اُسکو ہمیشہ پہونچے گی بموجب آیہ کریمہ ولا تکونوا اول کافر بہ یعنی مت ہو تم اول انکار والے ساتھ اسکے وہم حدیث شریف من سن سنۃ حسنۃ فلہ اجرہا و اجر من عمل بہا من بعدہٖ غیران ینقص من اجورہم شیئاً شئی و من سن سنۃ سیئۃ فلہ وزرہا و وزر من عمل بہا الی یوم القیمۃ من غیران ینقص من اوزارہم شیئاً یعنے جسنے مسنون کیا سنت نیک کو پس واسطے اُس شخص کے اجر اس سنت کا ہے اور اجر اُسکا جو عمل کرے اسپر بغیر اس بات کے کہ اُنکے اجرون مین سے کچھ کم کیا جاے اور جسنے بُری سُنت جاری کی تو اُسکا بوجھ اور جسنے اسپر عمل کیا اُسکا گناہ اُسپر ہے بغیر اُسکے کہ کم ہو بوجھون اُنکی مین سے کچھ نیک سب اس عالم سے گذر گئے اور سُنت اُنکی رہ گئی اور لیمون پر لعنت رہ گئی پس اُن بدون کی جنس سے

نیکوان رفتند و سنتها بماند ۔ وز لئیمان ظلم و لعنتها بماند
تا قیامت هر که جنس آن بدان ۔ در وجود آید بود رویش بدان
رگ رگ ست این آب شیرین آب شور ۔ در خلایق میرود تا نفخ صور
نیکوان را هست میراث از خوش آب ۔ آنچه میراث ست اورثنا الکتاب
شد نثار طالبان ار بنگری ۔ شعلها از گوهر پیغمبری
شعلها با گوهران گردان بود ۔ شعله آن جانب رود هم کان بود
نور روزن گرد خانه می دود ۔ زانکه خور برجی به برجی میرود
هر کرا با اخترے پیوستگیست ۔ مر ورا با اختر خود همتگی ست
طالعش گر زهره باشد در طرب ۔ میل کلی دارد و عشق و طلب
ور بود مریخی و خونریز خو ۔ جنگ و بهتان و خصومت جوید او
اختراند از ورای اختران ۔ کاحتراق و نحس نبود اندر آن
سایران در آسمانهای دگر ۔ غیر آن هفت آسمان مشتهر
راسخان در تاب انوار خدا ۔ نے بهم پیوسته نے از هم جدا

چل بسے سب نیک و سنت رہ گئی ۔ اور لئیموں سے بھی لعنت رہ گئی
تا قیامت اُن بد و نیکی جنس سے ۔ جو ہو پیدا اُس طرف راغب ہے
شور شیرین[51] آبجو جو رگ رگ مین ہے ۔ تا قیامت خلق مین جاری رہے
نیک کو میراث ہی شیرین خوش آب ۔ جو کہ ہی میراث اور ثنا الکتاب
ہے[52] نثار طالبان گر دیکھے تو ۔ گوہر پیغمبری سے شعلہ کو
گوہرون کے ساتھ شعلے پھرتے ہین ۔ کان کی جانب کو شعلے جاتے ہین
روزنون کا نور گھر مین پھرتا ہے ۔ کیونکہ سورج برجون برجون چلتا ہے
جو[53] تعلق جس ستارے سے رکھے ۔ ساتھ وہ اپنے ستارے کے رہے
جسکے طالع مین اگر زہرہ پڑے ۔ وہ طلب اور عشق مین رغبت کرے
اور اگر مریخ ہو خونریز خو ۔ وہ لڑائی ڈھونڈھے اور بہتان کو
ان ستارون سے ستارے ہین سوا ۔ احتراق و نحس سے وہ ہین جدا
ہین وہ پھرتے دوسرے افلاک پے ۔ ہین علاوہ ساتون ان مشہور کے
تاب نور حق مین ہین ثابت قدم ۔ نے جدا ہین نے ملے ہین وہ بہم

۵۱ شور شیرین آب الی آخرہ ۲ شعر آب شور شیرین سوت سوت مین ہے اور تا قیامت خلق مین جاری رہے نیک کو میراث آب شیرین جو کہ میراث ہے اور ثنا الکتاب کی یعنی ورثہ فرمایا ہے ہمنے کتاب کا پس آب شیرین مراد ہدایت علم باطن سے ہے کہ کتاب الٰہی یعنی قرآن شریف وہ علم میراث حق ہے کہ نیکون کو دیا گیا ہے کہ وہ مظہر ہدایت و ہادی ہوتے ہین ثابت ہوا کہ یہ ہدایت مرشدون کی ورثہ حق ہے کہ انکو عنایت ہوا ہے پس مرشد سے بداعتقاد و روگردان ہونا حق سے باغی ہونا ہے اسی واسطے صوفیہ کرام باغی مرشد کو کافر طریقت کہتے ہین عیاذاً باللہ ۱۲-

۵۲ ہے نثار طالبان الخ ۲ شعر مولانا فرماتے ہین کہ ورثہ حق جو قرآن مین ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر طالب حق کو پہونچا ہے یعنی اگر تو دیکھے طالبون کو بخشش ہے شعلہ گوہر پیغمبری سے اور وہ شعلہ گوہرون کے پھرتے ہین اور جہان کان انکی ہوتی ہے اُدھر کو وہ شعلہ جاتے ہین یہان شعلہ سے مراد کمالات سلوک ہے یعنی کمالات سلوک ہر ولی اللہ کو رسول اللہ سے پہونچتے ہین اور انھین کے جانب لوٹتے ہین جیسے روزن خانہ سے نور خورشید گھر مین پھرتا ہے کیونکہ خورشید برجون بہ برجون پھرتا ہے گویا حرکت پرتو کی حرکت خورشید سے ہی اسیطرح کمالات سلوک ایک سے دوسرے کو پہونچا تو بہ خورشید محمدی کے سبب ہے اب مولانا اولیاء کرام سے طالبون کو وہ نور فیض پہونچنے کا ستارون کی تشبیہ مین بیان فرماتے ہین کیونکہ خورشید سے نور ستارون کو پہونچتا ہے چنانچہ اُسکی مثال مین آگے فرماتے ہین فافہم ۱۲ ۵۳ جو تعلق الی آخرہ ۴ شعر جو تعلق جس ستارے رکھتا ہے وہ ساتھ اپنے ستارے کے پھرتا ہے یعنے جسکے طالع مین اگر زہرہ ہے وہ طلب اور عشق و رغبت رکھتا ہے اور اگر مریخ اسکے طالع مین پڑے تو وہ لڑائی مین پڑے اور ڈھونڈھے بہتان کو ان ستارون سے اہل طالع کو یہ اثر پیدا ہوا ہے پس اُن ستارون سے علاوہ اور ستارہ ہین کہ احتراق و نحوست سے وہ پاک ہین اور دوسرے افلاک پر گردش کرتے ہین اور وہ ان ساتون آسمان مشہورہ سے علاوہ ہین وہ ستارے تاب نور حق مین ثابت قدم ہین اور جدا ہین پس جسکا طالع ان ستارون سے ہو اس کا نفس مغلوب و عاجز ہو خشم اسکا خشم مریخی کے مانند ہو نیکہ منقلب ہو مغلوب بصورت یعنے ستارہ اولیاء کرام مرشدان عظام ہین بموجب حدیث نبوی اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم یعنی اصحاب میری مثال ستارون کے ہین جس کسی کی اقتدا کروگے تم ہدایت پاؤگے تم کیونکہ صحابہ بسبب مشاہدہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت مین داخل ہین پس جسکا تابع جس اولیاء کرام سے متوسل ہو وہ اسکی راہ ہدایت پاتا ہی بحر العلوم فافہم ۱۲-

ہر کہ باشد طالع وزان نجوم — نفس او کفار سوزد در رجوم
خشم مریخی نباشد خشم او — منقلب رو غالب و مغلوب خو
نور غالب ایمن از کسف و غسق — درمیان اصبعین نور حق
حق فشاند آن نور را بر جانہا — مقبلان برداشتہ دامانہا
وان نثار نور ہر کو یافتہ — روی از غیر خدا برتافتہ
ہر کرا دامان عشقی نابدہ — زان نثار نور بی بہرہ شدہ
جزوہا را رویہا سوی کل است — بلبلان را عشق با روی گل است
گاو را رنگ از برون و مرد را — از درون جو رنگ سرخ و زرد را
رنگہای نیک از خم صفاست — رنگ زشتان از سیاہ آب جفاست
صبغۃ اللہ نام آن رنگ لطیف — لعنۃ اللہ بوی این رنگ کثیف
آنچہ از دریا بہ دریا می رود — از ہمانجا کامد آنجا می رود
از سر کہ سیلہای تیز رو — وز تن ما جان عشق آمیز رو

جسکا طالع ان ستارون سے ہو جو — نفس کا فر جسم سوز اسکا بس ہو
خشم اسکا خشم مریخی نہ ہو — منقلب ہو غالب اور مغلوب خو
نور غالب امن ظلمت سے رکھے — اصبعین نور حق مین جو کہ ہے
حق نے جانون پر جو نور افشان کیا — مقبلون نے دامنون کو بھر لیا
جس کسی نے نور افشان وہ لیا — غیر حق سے اسنے سرگردان کیا
جسکا دامن عشق سے پیدا نہ تھا — نور افشان سے وہ بے بہرہ رہا
جزو کو خواہش اور رغبت کل سے ہی — بلبلون کو عشق روئے گل سے ہی
گاو کو باہر سے رنگ اور مرد کا — رنگ سرخ اور زرد اندر سے تو پا
رنگ نیکون کا ہے باخم صفا — رنگ زشتون کا سیہ آب جفا
صبغۃ اللہ نام ہی رنگ لطیف — لعنۃ اللہ بو رکھے رنگ کثیف
آیا جو دریا سے دریا کو گیا — آیا جس جا سے ہی اس جا کو گیا
کوہ پر سے سیل جاتی تیز ہے — تن سے جاتی جان عشق آمیز ہی

آتش افروختن بادشاہ و بت در پہلوی آتش نہادن کہ ہر کہ سجود بت کند از آتش رہائی باید

آگ روشن کرنا بادشاہ کا اور ایک بت آگ کے پاس رکھنا کہ جو بت کو سجدہ کرے آگ سے رہائی پاوے

۵۱ نور غالب الی آخرہ ۲ شعر یعنی کہ وہ نور غالب طالب کا ظلمت دنیا سے امن رکھے کیونکہ وہ نور حق کی دو انگلیون مین ہے حق نے جانون پر جو نور افشان کیا مقبلون نے دامنون کو اپنے اُس نور فیضان سے بھر لیا اور کامیاب ہوے اللہم زد فزد ۱۲۔

۵۲ جس کسی نے الی آخرہ ۳ شعر جس کسی نے وہ نور افشان کیا ماسواے اللہ سے وہ روگردان ہوا عشق سے جسکا دامن پیدا نہین ہوا اُس نور افشان سے بے بہرہ رہا کیونکہ جزو کو رغبت کل سے ہے اور بلبلون کو عشق و گل سے ہے۔ پس وہ نور محمدی ہے کہ عاشقون نے اسکو پایا اور اپنی اصل کو رجوع کی اور جسکو عشق نہین وہ بے بہرہ رہا آیندہ مثال فرماتے ہین فافہم ۱۲۔

۵۳ گاو کا الی آخرہ ۲ شعر گاو کا رنگ باہر سے ہے اور مرد کا رنگ سرخ و زرد تو اندر سے پا رنگ نیکون کا خم صفا سے اور رنگ زشتون کا سیہ آب جفا سے ہے فافہم ۱۲۔

۵۴ صبغۃ اللہ الخ ۳ شعر صبغۃ اللہ یعنی اللہ کا نام ہے رنگ لطیف کا اور لعنۃ اللہ بو اور رنگ کثیف رکھے جو دریا سے آیا دریا کی جانب گیا اور جس جا سے آیا اُسی جا کو گیا جیسے کوہ پر سے تیز رو جاتی ہے اُسی طرح جان عشق آمیز معشوق اصلی کی طرف جاتی ہے واللہ اعلم ۱۲۔

آن جہودِ سگ ببین چہ رای کرد | پہلوی آتش بتی برپای کرد
اُس [1] جہودی کو تو دیکھا کیا کیا | آگ کے پاس اُس نے اک بُت کو رکھا

کان کہ این بُت را سجود آرد برست | ور نیارد در دلِ آتش نشست
بُت کو سجدہ جو کرے تب تو بچے | ورنہ دل مین آگ کے ڈالین اُسے

چون سزای آن بُتِ نفس او نداد | از بُتِ نفسش بُتِ دیگر بزاد
نفس کے بُت کو نہ دی اُسنے سزا | نفس کے بُت سے وہ بُت پیدا ہوا

مادرِ بُتہا بُتِ نفسِ شماست | زانکہ آن بُت مار و این بُت اژدہاست
مان بُتونکی ہی بُت نفس اب ترا | کیونکہ وہ بُت سانپ یہ بُت اژدہا

آہن و سنگست نفس و بُت شرار | آن شرار از آب می گیرد قرار
نفس [2] سنگ آہن ہی اور بُت ہی شرار | وہ شرر پانی سے پاتا ہی قرار

سنگ و آہن ز آب کی ساکن شود | آدمی با این دو کی ایمن شود
پر نہ سنگ آہن ہو ساکن آب سے | آدمی ان دو سے اب کیسے بچے

سنگ و آہن خود درون دارند نار | آب را بر نارشان نبود گذار
سنگ و آہن رکھے اندر آگ کے | آب کو اُس آگ پر غلبہ نہ ہے

ز آب چون نار برون کشتہ شود | در درونِ سنگ و آہن کی رود
آگ باہر کی بُجھاتا آب ہے | کب وہ جائے سنگ مین چقماق ہو

آہن و سنگ ست اصلِ نار و دود | فعل ہر دو کفرِ ترسا و جہود
سنگ آہن جو ہین اصل نار و دود | ہین یہ دونون فعل ترسا و جہود

بُت سیہ آبست در کوزہ نہان | نفس مر آبِ سیہ را چشمہ دان
بُت [3] سیہ آب اک ہی کوزہ مین نہان | نفس کو آبِ سیہ کا چشمہ جان

؎۱ اُس جہودی الخ یہ شعر مولانا اس داستان مین حال خرابی دُنیا و بربادی نفس پرستون کا بیان فرماتے ہین کہ دُنیا مثل آتش سوزان و نفس امارہ مانند ایک بُت کے ہے جسنے اُسکی پرستش کی یہی دنیا اُسکو باعث خرابی ہوئی اُس بادشاہ جہود نے دیکھو کیا کیا کہ آتش روشن کی اور بُت اُسکے پاس رکھا جو بُت کو سجدہ کری تو بچے ورنہ اندر اس آتش کے پڑے اُسنے نفس کے بُت کو سزا دی کہ نفس بُت سے وہ بُت پیدا ہوا یہ بُت تیرا سب بتون کی ماں ہی کیونکہ وہ بُت سانپ اور بُت نفس تیرا اژدہا ہے پس مولانا از راہ حقائق کے بیان فرماتے ہین کہ ای شخص نفس تیرا سب بتون دُنیا کی ماں ہے یعنی کل بُت دُنیا کے اسی نفس امارہ سے پیدا ہوے ہین واضح ہو کہ بُت غیر اللہ کو کہتے ہین کہ مانع حق پرستی کے ہو اس لیے خداوند عالم نے اول مرمین لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو کہا ہی یعنے نفس کی پرستش کرنے کو منع فرمایا ہی کہ ای لوگو یہ نفس امارہ تمھارا آلہ یعنی معبود باطلہ ہے اسکی تم تابعداری و پرستش نہ کرو اور اُسکو چھوڑ دو اللہ کو کہ معبود برحق ہی پوجو اور اُسکے رسول کو مانو کیونکہ تمام مخلوق اپنے نفس کے بُت ہین اور روز و شب اُسکی اطاعت مین رہتے ہین کچھ نفی آلہ ان بتون سنگین کے واسطے نہین ہے نقل ہے کہ کسی عارف نے حضرت مولانا خلیل الرحمن صاحب مرحوم سے سوال کیا کہ لا الہ الا اللہ کے معنی کیا ہین کہا کہ نہین ہی کوئی بُت مگر اللہ ہے کہا لا الہ الا اللہ کلمہ آدم صفی اللہ مین بھی تھا حالانکہ بُت کی اختراع اور بُت تراشی سے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے عہد مین ہوئی ہی پس آدم علیہ السلام کو کسی بُت کی نفی کو کہا تھا مولانا نے جواب دیا کہ حق نے بروز میثاق بُت آدم کے ساتھ پیدا کیا ہے کہ حق نے قرآن مین فرمایا ہے آیہ کریمہ افرایت من اتخذ الٰہہ ہواہ یعنی دیکھا تو نے اس کسی کو پکڑا خواہش کو کہ وہ بُت اُسکا ہی پس ثابت ہوا کہ اصل سب بتون کی نفس امارہ ہے اور اسکی نفی کو حق نے فرمایا ہے چنانچہ اشعار مین مولانا اس نفس کا حال فرماتے ہین واللہ اعلم ۱۲ ؎۲ نفس سنگ الخ یہ شعر نفس و سنگ آہن چقماق ہی اور بُت شرر پس شرر پانی سے بُجھتا ہے ولیکن سنگ و آہن پانی سے نہین قرار پکڑتا ہی پس آدمی ان دو سے کیونکر نجات پائیگا کہ سنگ و آہن کے اندر آگ ہے اور پانی اس آگ پر غالب نہین ہو سکتا ہی آگ باہر کی پانی بجھا دیتا ہی مگر سنگ چقماق مین نہین جا سکتا ہی سنگ وہ آہن جو کہ ہین اصل آگ کی ہے پس یہ دونون فعل کفر ترسا و جہود کے ہین واضح ہو کہ سنگ و آہن سے مُراد غضب و شہوت نفسانی ہے جو شرر بُت پیدا ہوتا ہے آب ہدایت مرشد اُسکو دفع کرتا ہی ولیکن آب ہدایت غضب و شہوت نفس کو دفع نہین کرتا ہے ولیکن آب ہدایت مرشد اُسکو دفع کرتا ہی پس انسان ان دونون سے کیونکر بچے الا بہ توفیق الٰہی و ریاضت و جانفشانی اور ترسا و جہود نے انھین سنگ و آہن غضب و شہوت کو اپنا معبود گردانا ہے و کفر و ضلالت مین پڑے ہین اسی کی مثال دوسرے شعر مین آگے فرماتے ہین ۱۲ ؎۳ بُت سیہ الخ یہ شعر بُت سیہ آب ایک کوزہ مین پر ہے اور نفس کو اُسی آب سیاہ کا چشمہ جان لے بُت تراشیدہ مانند سیل آب سیاہ کے نفس تنگ اک چشمہ جاری ہو بُت آب تیرہ کے مانند کوزہ مین ہو وہ اُسکا چشمہ نفس بد کو جان لے بُت کوزے کا ایک پارہ سنگ توڑے اور آب چشمہ اُسکو اچھا کرے آب کوزہ کا اگر فانی ہو اگر آب چشمہ باقی رہا پس توڑنا بت کا بہت سہل ہے نفس کے توڑنے کو آسان سمجھنا جہل ہے واضح ہو کہ آب سیاہ مراد کفر معصیت ہے پس کفر معاصی اگرچہ بت ... نفس سیاہ چشمہ ... کفر و معاصی ... پیدا ہوتے ہین ... کفر و معاصی کو اندک تدبیر نہایت کرتی ہی مگر واسطے نفس کے بڑی تدبیر ریاضت واللہ اعلم ۱۲

آن بت منحوت چون سیل سیاہ	نفس بتگر چشمۂ بر شاہراہ	بت تراشیدہ ہے چون سیل سیاہ	نفس بت گر ایک ہے چشمہ براہ
بت درون کوزہ چون آب کدر	نفس شومت چشمۂ آن ای مصر	بت مکدر آب سا کوزہ مین ہے	اُس کا چشمہ نفس بت کو جان لے
صد سبو را بشکند یک پارہ سنگ	و آب چشمہ میرہاند بے درنگ	سو سبو کو توڑ دے اک پارہ سنگ	آب چشمہ پھینکتی ہوے بے درنگ
آب خم و کوزہ گر فانی شود	آب چشمہ تازہ و باقی بود	آب خم و کوزہ گر فانی ہوا	آب چشمہ تازہ اور باقی ہوا
بت شکستن سہل باشد نیک سہل	سہل دیدن نفس را جہل ست جہل	توڑنا بت کا تو سہل اور سہل ہے	نفس کو ہلکا سمجھنا جہل ہے
صورت نفس ار بجوئی ای پسر	قصۂ دوزخ بخوان با ہفت در	[1] گر ہے دید نفس کی خواہش تجھے	ہفت در دوزخ کا قصہ دیکھ لے
ہر نفس مکرے و در ہر مکر ازان	غرق صد فرعون با فرعونیان	اسکا ہر دم مکر ہر اک مکر مین	سیکڑون فرعون سرکش غرق ہین
در خدای موسیٰ و موسیٰ گریز	آب ایمان را ز فرعونی مریز	جا خدای موسیٰ اور موسیٰ کے پاس	آب ایمان کو نہ فرعونی سے دے
دست را اندر احد و احمد بزن	اے برادر وار از بوجہل تن	ہاتھ مین [2] احمد احد کے ہاتھ دے	بھاگ تو بوجہل سے اس جسم کے

آوردن بادشاہ جہود زنے را با طفل و انداختن او طفل را در آتش و بسخن آمدن طفل درمیان آتش

لانا بادشاہ جہود کا ایک عورت کو مع طفل اُسکے اور ڈالنا طفل کو آگ مین اور باتین کرنا طفل کا آگ مین

یک زنے با طفل آورد آن جہود	پیش آن بت آتش اندر شعلہ بود	[3] ایک زن باطفل وہ لایا جہود	آگے اُس بت کے جو تھی آتش بدود
گفت ای زن پیش این بت سجدہ کن	ورنہ در آتش بسوزی بے سخن	بولا اے زن سجدہ اس بت کو تو کر	ورنہ آتش مین جلے گی بے خطر

۱ گر ہے دید نفس کی الخ ۳ شعر اگر تو صورت نفس دیکھنا چاہتا ہے تو سات در کے دوزخ کا قصہ پڑھ لے یعنی نفس ایک دوزخ ہے اور اسکے سات دروازہ ہین یعنی سات اعضاے جسم کے دہن دست و پا چشم و گوش و بینی و زبان و فرج کہ اس راہ سے وہ معصیت کرتا ہے اسکا ہر دم مکر ہے اور ہر مکر مین سیکڑون فرعون سرکش غرق ہین تو موسیٰ و خدای موسیٰ کی طرف جا اور آب ایمان اپنے کو فرعونی کے حوالے نکر یعنی یہ نفس فرعون ہے اور دعوی لخدائی کا کرتا ہے تو اسکی خدائی سے بھاگ اور موسیٰ و خدای موسیٰ کی پناہ مین جا کہ اس سے تجھکو نجات ملے موسیٰ و خدای موسیٰ سے مراد احد و احمد ہے آئندہ شعر اسکی خبر ہے ۲ ہاتھ مین احمد الخ شعر اب تو ہاتھ اپنا احد اور احمد کے ہین دے اور ابوجہل سے جسم کے پرہیز کر یعنی ابوجہل تیرا نفس بد ہے تو اس جسم سے بھاگ اور خدا و رسول کو طلب کر تا کہ تیری نجات ہو ورنہ اس بت نفس کے سبب سے تو آتش دوزخ مین جلیگا ۳ ایک زن الخ ۱۰ شعر وہ بادشاہ جہود ایک عورت باطفل اس بت کے روبرو لایا کہ جہان آتش شعلہ زن تھی اور اس زن سے کہا کہ اس بت کو سجدہ کر ورنہ آتش مین ڈالی جائیگی جو کہ وہ عورت مومنہ تھی اس نے سجدہ اُس بت کو نہین کیا اُسکے بچے کو پھینکر آگ مین ڈالدیا اُس عورت نے دل اُٹھایا ایمان سے اُس نے چاہا تھا کہ بت کو سجدہ کرے کہ طفل نے آواز دی کہ اے مادر مین زندہ ہون تو اندر آتش کے آ اے اماں کہ دیکھ لے تو کہ مین یہان خوش ہون اگرچہ ظاہر مین مین آتش کے اندر ہون یہ آتش نظربندی ہے واسطے پردہ کے ورنہ رحمت ہے یہ بندہ کیواسطے اندر آ کر تو حق کی دلیل دیکھتا تو جانے عشرت خاصان خدا کی اندر آکر دیکھ کہ یہ آب آتش کے مانند ہے اس جہان سے کہ یہ آتش آب کے رنگ ہے آ اور بھید ابراہیم کا دیکھ کہ اُسے آتش گلزار ہوئی ہے غرضیکہ مولانا اس داستان مین راہ تکلیفات دنیا کا بیان فرماتے ہین کہ اے طالبو مین نے اس نفس امارہ کی پرستش سے روگردانی کی اور آسائش و لذائذ دنیا کو چھوڑا اور آتش ریاضت و مجاہدہ مین گیا اسکو تماشا اس عالم مین باطنی اس جہان مین دکھائی دیا کہ یہ ریاضات سلوک برائے نام ایک پردہ ہے کہ بظاہر تکلیف دکھائی دیتی ہے ولیکن بباطن آسایش

بود آن زن پاک دین و مومنہ
طفل از و بستند در آتش فگند
خواست اوتا سجدہ آرد پیش بت
اندر آمادر کہ من اینجا خوشم
چشم بند ست آتش از بہر حجیب
اندر آمادر ببین برہان حق
اندر آو آب بین آتش مثال
اندر آ اسرار ابراہیم بین
مرگ مے دیدم گہ زادن ز تو
چون بزادم رستم از زندان تنگ
این جہان را چون رحم دیدم کنون
اندرین آتش بدیدم عالمے
یک جہانے نیست شکلے ہست ذات
اندر آمادر بحق مادری
اندر آمادر کہ اقبال آمدست
قدرت آن سگ بدیدی اندر آ
من ز رحمت میکشانم پائے تو
اندر آو دیگران را ہم بخوان

سجدۂ آن بت نکرد آن مومنہ
زن بترسید و دل از ایمان بکند
بانگ زد آن طفل کانی لم امت
گرچہ در صورت میان آتشم
رحمت ست این سر گریبان وہ حبیب
تا ببینی عشرتِ خاصانِ حق
از جہانی کاتش ست آبش مثال
کو در آتش یافت در دو یاسمین
سخت خوبم دور افتادن ز تو
در جہانے خوش ہوائے خوب رنگ
چون درین آتش بدیدم این سکون
ذرہ ذرہ اندرو عیسیٰ دمے
وان جہانے ہست شکلے بے ثبات
بین کہ آتش ندارد آذرے
اندر آمادر مدہ دولت ز دست
تا ببینی قدرت فضل خدا
کز طرب خود نیستم پروائے تو
کاندر آتش شاہ بنہادست خوان

تھی وہ عورت مومنہ اور پاک دین
آگ مین بچہ کو ڈالا چھین کے
بت کو چاہا اسنے تا سجدہ کرون
اندر آے ماں کہ مین خوش ہون یہان
ہے نظر بند آگ پردے کے لیے
اندر آماں دیکھ لے برہان حق
اندر آکے دیکھ اب آتش کا ڈھنگ
دیکھ آکر بھید ابراہیم کے
تیرا جننا[1] موت تھا میرے لیے
پیدا ہو کر چھوٹا قید تنگ سے
یہ جہان مثل رحم مجھ کو ہوا
دیکھا ہے[2] وہ عالم اندر آگ کے
یہ جہان ہو نیست صورت ہست کے
آ یہان اے ماں بحق مادری
اندر آے ماں تو دیکھ اقبال کو
قدرت اس کتے کی دیکھی اندر آ
مین محبت سے بلاتا ہون تجھے
اندر آ اور دوسرون کو بھی بلا

سجدہ اس بت کو کیا اس نے نہین
دل اٹھایا زن نے تب ایمان سے
طفل نے آواز دی مین نہ مرا ہون
گو بظاہر آگ کے ہون درمیان
ورنہ رحمت ہے یہ بندے کے لیے
تا تو دیکھے عشرت خاصان حق
اس جہان سے کہ ہے آتش آب رنگ
کہ اسے آتش ہوئی گلزار ہے
تجھ سے چھٹنا ہے بھلا میرے لیے
آیا اس دنیا مین جو خوش رنگ ہے
جو مجھے آرام آتش مین ملا
ذرہ ذرہ مثل عیسیٰ اس مین ہے
نیست کی صورت جہان وہ ہست ہے
دیکھ آتش مین نہین ہے آذری
اندر آے ماں تو دولت کو نہ کھو
دیکھ لے اب قدرت و فضل خدا
ورنہ مین خوش ہون نہین پروا مجھے
آگ مین اک خوان ہے شہ نے رکھا

---

[1] تیرا جننا الخ ۳ شعر تجھسے پیدا ہونے کے وقت مین نے موت جانی اور تجھسے علیحدہ ہونے کے وقت راحت جانی پیدا ہو کر چھوٹا قید تنگ سے اور اس جہان مین آیا کر فراخ ہر جہت یہ جہان مجھکو مثل رحم مادر پر آرام دکھائی دیا مولانا اس پیرایہ مین اس جہان کی تنگی اور اس جہان کی فراخی بیان کرتے ہین کہ جیسے اس جہان دنیا کی بہ نسبت رحم تنگ و تاریک ہے اسی طرح اس جہان باطن کی بہ نسبت یہ دنیا تنگ و تاریک ہے جس کو ریاضت و مشقت سلوک مین کشود عالم باطن ہوا اور وہان کی سیر و طیر کرنے لگا تو یہی کیفیت بیان کریگا جو یہ لڑکا بیان کرتا ہے غرضکہ مولانا طالبون کی استقامت اور ذوق و شوق بڑھانے مین آمخذ و اس عالم کا بیان ہے فافہم ۱۲ [2] دیکھا ہے وہ عالم الخ ۸ شعر ایک عالم دیکھا اس آگ کے اندر کہ ذرہ عیسیٰ کا دم رکھتا ہے یہ جہان نیست ہے ہست کی صورت اور وہ جہان ہست ہے نیست کی صورت اے مادر اندر آ مجھے قسم ہے اور یہ بھی کہ یہ آتش نہین رکھتی ہے آتش پن اندر آ کہ اقبال آیا ہے اندر آ اور یہ دولت ہاتھ سے نہ دے قدرت تو نے اس کتے کی دیکھی اب اندر آ تو یا دیکھے قدرت فضل خدا کی مین از راہ محبت کے تجھے بلاتا ہون ورنہ مین خوش ہون مجھے پرواہ نہین ہے تو اندر آ اور دوسرون کو بھی بلا کہ بادشاہ نے ایک خوان نعمت کا رکھا ہے اور تم سب پروانے کے مانند آؤ اندر آگ کے جو سو بہار رکھتی ہے واضح ہو کہ ہر ایک اجسام و اشیاء کا دنیا مین یہی سیر و تماشا ہے اگر کشود مرشد کی عنایت سے نصیب ہو کہ ہر شے دروازہ ہے اس عالم کا اور کھلنا ان دروازون کا منحصر ہے کھلنے دروازہ دل پر بس اسی کو چشم بینا و گوش شنوا کہتے ہین فافہم ۱۲

اندر آئید ای ہمہ پروانہ وار	اندرین آتش کہ دارد صد بہار	۵ آؤ اندر سب کے سب پروانہ وار	آگ مین آؤ کہ رکھتی ہے بہار
اندر آئید ای مسلمانان ہمہ	غیر عذب دین عذابست آن ہمہ	اندر آؤ اے مسلمانو سبھی	تم عذاب اس دین سوا جانو سبھی
اندر آئید و ببینید اینچنین	سرد گشتہ آتش گرم ہمین	اندر آکر دیکھو اب تم اسطرح	گرم آتش بجھ گئی ہے کسطرح
اندر آئید ای ہمہ مست و خراب	اندر آئید ای ہمہ عین عتاب	اندر آؤ اے سبھی مست و خراب	اندر آؤ اے سبھی عین عتاب
اندر آئید اندرین بحر عمیق	تا کہ گردد روح صافی د رحیق	آؤ اس دریا مین آؤ سب کے سب	تا صفائے روح کا ہو یہ سبب
مادرش انداخت خود را اندرو	دست او بگرفت طفل مہرخو	اسکی مان نے ڈالا اسمین آپ کو	طفل نے ہاتھ اسکا پکڑا شاد ہو
اندر آمد مادر آن طفل خرد	اندر آتش گوئی دولت را ببرد	آئی مادر آگ مین لڑکے کی جو	پایا اُس نے دولت ایمان کو
مادرش ہم زان نسق گفتن گرفت	دُر وصف لطف حق سفتن گرفت	اسکی مان بھی ویسے ہی کہنے لگی	وصف لطف حق ادا کرنے لگی
بانگ می زد در میان آن گروہ	پر ہمیشد جان خلقان از شکوہ	اور پکارا اُس نے سب مخلوق کو	پر ہوئی جان خلق کی بیتاب ہو
نعرہ می زد خلق را کای مردمان	اندر آتش بنگرید این بوستان	آگ مین کہتی تھی لوگون سے کہ ہان	آگ مین دیکھو کھلا ہے بوستان

اندر افتادن مردمان خود را در آتش از سر ذوق — ڈالنا آدمیون کا اپنے کو آگ مین بسبب ذوق کے

خلق خود را بعد ازان بے خویشتن	می فگندند اندر آتش مرد و زن	۵ بعدہ سب مرد و زن بیتاب ہو	ڈالتے تھے آگ مین خود آپ کو
بے موکل بے کشش از عشق دوست	زانکہ شیرین کردن ہر تلخ از دوست	بے کشش بے جذب عشق یار سے	کیونکہ شیرین تلخ کو وہ کرتا ہے
تا چنان شد کان عوانان خلق را	منع می کردند کاتش در میا	جب ہوا یہ وہ سپاہی خلق کو	منع کرتے آگ مین تم مت گرو
آن یہودی شد سیہ رو و خجل	شد پشیمان زین سبب بیمار دل	وہ یہودی روسیہ چون گل ہوا	اور پشیمانی سے مردہ دل ہوا
کاندر آتش خلق عاشق تر شدند	در فنای جسم صادق تر شدند	آگ مین مخلوق عاشق تر ہوئی	اور فنای تن مین صادق تر ہوئی
مکر شیطان ہم در پیچیدہ شکر	دیو خود را ہم سیہ رو دید شکر	مکر شیطان اس پہ لپٹا شکر ہے	روسیہ خود دیو آیا شکر ہے

۵ آؤ اندر الخ شعر اے مسلمانو تم سب اندر آؤ اور سوائے دین کے سب کو عذاب جانو دیکھو اندر آکر اس طرح کہ آتش گرم کس طرح سرد ہوئی ہے اندر آؤ اے مست و خراب اندر آؤ کل عین عتاب آؤ تم اس دریائے گہرے مین تا تمھاری روح صفا ہووے پس اسکی مان نے آپ کو اس آتش مین گرا دیا اس طفل نے خوش ہو کر اسکا ہاتھ پکڑا جب کہ اس کی مان آتش مین آئی دولت ایمان کی پائی اور ویسے ہی اس کی مان بھی کہنے لگی اور وصف حق کا کرنے لگی اور اُس نے پکار کر ایسا مخلوق کو کہا کہ جمیع مخلوق کی شوق سے پر ہو گئین اور وہ مخلوق کو کہتی تھی کہ دیکھو کہ آگ میں گلستان کھلا ہے غرضکہ جو آتش عشق مین داخل ہوا وہ ثابت قدم رہا انجام کو پہونچا اور سیر و تماشائے راہ سلوک کو پایا اور دوسرون کو دعوت کرتا رہا اسی کو پیری مریدی کہتے ہین فافہم ۱۲ ۵ بعدہ سب الخ شعر بعدہ سب مرد و زن بیتاب ہو کر اُس آتش مین آپ کو ڈالتے تھے بے کشش و بے جذب عشق یار کے اس واسطے کہ وہ ہی تلخ کو شیرین کرتا ہے جبکہ یہ امر دیکھا تو سپاہیون نے منع کیا کہ تم آتش مین نہ جاؤ اور وہ بادشاہ یہودی روسیاہ و خجل ہوا اور پشیمانی سے مردہ دل ہوا پس اس آتش مین مخلوق عاشق تر ہوئی اور جسم کے فنا کرنے مین صادق تر ہوئی اور اس شیطان کا مکر اسی پر لپٹا شکر ہے اور شیطان نے خود کو روسیاہ دیکھا شکر ہے واضح ہو کر مولانا اس داستان مین ریاکارون کے مکافات عمل کا بیان کرتے ہین کہ جو کوئی گمراہی مین کسی کی کوشش کرے گا آخرکار شرمسار ہوگا اور خداوند عالم اس مخلوق بے جرم کو گمراہی مین ہدایت کرے گا اور جو شخص کام بُرا کرتا ہے آخر کو اسی کے منہ پر پڑتا ہے چنانچہ آگے مولانا اسکی مثال مین قصہ لکھتے ہین ۱۲

انچہ می مالید بر روئے کسان	جمع شد در چہرۂ آن ناکسان	دوسرے کو منہ پہ جو ملتا تھا وہ	پایا اپنے منہ پہ وہ انجام کو

کژ ماندن دہان آن شخص کہ نام پیغمبر علیہ السلام را بہ تسخر می برد

ٹیڑھا منہ ہو جانا اس شخص کا کہ جو نام پیغمبر علیہ السلام کو تمسخر سے لیتا تھا

آنکہ سید رید جامہ خلق چیست	شد دریدہ آن او زیشان درست	پھاڑتا تھا جو کہ جامہ خلق کا	پھٹ گیا اسکا درست الٹا ہوا
آن دہن کژ کرد و از تسخر بخواند	نام احمد را دہانش کژ بماند	ٹیڑھا منہ کر کے تمسخر سے لیا	نام احمد کا تو منہ ٹیڑھا ہوا
باز آمد کاے محمد عفو کن	اے ترا الطاف علم من لدن	آیا پھر وہ اے محمد عفو کر	تجھ پہ ہے الطاف لطف داد گر
من ترا افسوس می کردم ز جہل	من بدم افسوس را منسوب و اہل	میں برا کہتا تھا تجھکو جہل سے	اس برائی کے میں خود ہوں اہل سے
چون خدا خواہد کہ پردہ کس درد	میلش اندر طعنۂ پاکان برد	جسکو حق چاہے کہ بس رسوا کرے	طعنۂ پاکان کی رغبت اسکو دے
ور خدا خواہد کہ پوشد عیب کس	کم زند در عیب معیوبان نفس	جسکا حق چاہے چھپانا عیب کو	وہ نہ ہوگا دوسروں کا عیب جو
چون خدا خواہد کہ مان یاری کند	میل ما را جانب زاری کند	جب ہماری حق مددگاری کرے	ہمکو راغب جانب زاری کرے
اے خنک چشمے کہ آن گریان اوست	اے ہمایون دل کہ آن بریان اوست	آنکھ وہ اچھی کہ گریان بہر یار	وہ مبارک دل کہ بریان بہر یار
از پے ہر گریہ آخر خندہ ایست	مرد آخر بین مبارک بندہ ایست	بعد ہر گریہ کے آخر خندہ ہے	مرد آخر بین مبارک بندہ ہے
ہر کجا آب روان سبزہ بود	ہر کجا اشک روان رحمت شود	آب جاری ہو جہاں سبزہ اگے	چشم گریان ہو جہاں رحمت ملے
باش چون دولاب نالان چشم تر	تا ز صحن جانت بر روید خضر	چشم تر دولاب کی صورت رہے	صحن جان پر سبزہ تا کہ رستہ ہو
رحمت فرمود سید عفو کرد	چون ز جرأت توبہ کرد آن بی زد	عفو سید نے کیا بس رحم سے	توبہ جرأت سے جو کی اس شخص نے
رحم خواہی رحم کن بر اشکبار	رحم خواہی بر ضعیفان رحمت آر	رحم چاہے رحم کر غمگین پہ تو	رحم چاہے رحم کر مسکین پہ تو

لے پھاڑتا تھا الخ ۹ شعر جو کہ جامہ خلق کا پھاڑتا تھا اسی کا پھٹ گیا اور دوسروں کا درست ہوا منہ ٹیڑھا کر کے جو تمسخر سے نام احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لیا منہ ٹیڑھا ہو گیا پھر وہ آیا اور کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھکو معاف کرو کہ تمپر الطاف لدنی ہے میں برا کہتا تھا تم کو جہل سے اب معلوم ہوا کہ اس برائی کے لئے میں خود ہوں اسکے خدا جس کا پردہ فاش کرنا چاہتا ہے اسکو یہ عادت ڈالتا ہے کہ وہ نیک لوگوں کی برائیاں تلاش کرتا اور انکے عیوب فاش کرتا ہے۔ اسی طرح جسکو حق چاہے عیب چھپانا وہ کم دوسروں کا عیب گو ہووے جبکہ حق ہماری مدد کرتا ہے تو وہ زاری کی طرف ہمکو رغبت دیتا ہے سچ یہ ہے کہ آنکھ وہ اچھی جو یار کے واسطے گریان رہے اور دل وہ مبارک ہے کہ یار کے واسطے بریان رہے کیونکہ بعد گریہ کے خندہ ہوتا ہے اور مرد آخر بین بندہ خوب ہے واضح ہو کہ مولانا اس گستاخی کے بیان میں حقائق فرماتے ہیں کہ طالب کو چاہیئے کہ عیب جوئی نیکوں کی نہ کرے کہ دین دنیا میں انجام بہتر ہوگا بلکہ نسبت مردان حق کے حسن ظن و خوش اعتقاد رکھنا چاہیئے اور انکی صورت و افعال پر جرح و قدح نہ کرنا چاہیئے کہ وہ بدظنی آخر کو اپنی وبال جان ہوگی الحاح و زاری کی عادت کرے اس سے ثمرہ نیک پیدا ہوتا ہے چنانچہ آگے اسکی مثال فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سے آب جاری الخ ۴ شعر جس جا کہ آب جاری ہو سبزہ پیدا ہوا اور جس جا کہ چشم گریان ہو رحمت نازل ہو چشم تر مثل دولاب کے ہو کہ ایک پر ایک خالی ہوتی ہے تاکہ صحن جان تیری سر سبز رہے یعنی دولاب کی ایک چشم پر اور ایک خالی سے مراد گریہ مسلسل ہے تاکہ نزول رحمت حق تعالیٰ سے جان جلد تر و تازہ ہووے پس رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازراہ رحم کے عفو تقصیر کی جبکہ توبہ اس شخص نے گستاخی کی کی مولانا اس نتیجہ میں ہدایت کرتے ہیں کہ اے طالب اگر تو رحم حق سے چاہے تو غمگینوں پر رحم کر اور اگر رحم چاہتا ہے تو مسکینوں پر رحم کر یعنی جبکہ دوسروں پر تو رحم کریگا تو حق تجھپر رحم کریگا اگر مغفرت چاہتا ہے تو دوسروں کو مغفرت کر کیونکہ سنت اللہ یہی پر جاری ہے فافہم ۱۲

عتاب کردن آتش را کہ چرا نمیسوزی و جواب او

رو بہ آتش کرد شہ کای تند خو — آن جہان سوز طبیعی خوت کو

چون نمی سوزی چہ شد خاصیتت — یا ز بخت ما دگر شد نیتت

می نہ بخشائی تو بر آتش پرست — آنکہ نہ پرستد ترا چون او برست

ہرگز اے آتش تو صابر نیستی — چون نہ سوزی چیست قادر نیستی

چشم بند است اے عجب یا ہوش بند — چون نسوزاند چنین شعلہ بلند

جادوی کردت کسے یا سیمیاست — یا خلاف طبع تو از بخت ماست

گفت آتش من ہمانم آتشم — اندر آ تا تو ببینی تابشم

طبع من دیگر نہ گشت و عنصرم — تیغ حقم ہم بدستوری برم

بر در خرگہ سگان ترکمان — چاپلوسی کردہ پیش میہمان

ور بخرگہ بگذرد بیگانہ رو — حملہ بیند از سگان شیرانہ او

من ز سگ کم نیستم در بندگی — کم ز ترکی نیست حق در زندگی

آتش طبعت اگر شادی دہد — اندرو شادی ملیک دین نہد

چونکہ غم بینی تو استغفار کن — غم بامر خالق آمد کار کن

چون بخواہد عین غم شادی شود — عین بند پاے آزادی شود

باد و خاک و آب و آتش بندہ اند — با من و تو مردہ با حق زندہ اند

پیش حق آتش ہمیشہ در قیام — ہمچو عاشق روز و شب پیچان مدام

سنگ بر آہن زنی آتش جہد — ہم بامر حق قدم بیرون نہد

غصہ کرنا جہودی کا آگ پر کہ کسو سطے نہین جلاتی اور جواب اسکا

آگ سے[۱] شہ نے کہا اے شعلہ خو — کیا ہوئی تیری جلادینے کی خو

کیا جلانے کی ہوئی عادت تری — بدلی قسمت سے مری نیت تری

تجھ سے جب بچتے نہین آتش پرست — جو نہ پوجین کیون نہین ہوتے وہ پست

آگ ہے اے آگ تو صابر نہین — پھر جلانے پر تو کیون قادر نہین

ہوش اڑے ہین یا ہوئی ہے آنکھ بند — پھونکتے کیونکر نہین شعلے بلند

تجھ پہ جادو کر دیا یا سیمیا — یا فقط مجھ سے ہوئی ہے تو خفا

آگ[۲] بولی مین ابھی تک آگ ہون — اندر آ آتے ہی تجھکو پھونک دون

نے طبیعت بدلی نے عنصر مرے — تیغ حق ہون کاٹتی ہون حکم سے

در پہ[۳] کتا قیصر کے دربان کا — آشنا رہتا ہے بس مہمان کا

گر کوئی بیگانہ آئے قصر پر — دوڑے کتا اسپہ مثل شیر نر

بندگی مین مین نہین کتے سے کم — زندگی مین حق نہ دربان سے ہے کم

آتش[۴] طبع تجھے گر خوش کرے — امر حق سے اس خوشی کو جان لے

جو کہ غم دیکھے تو استغفار کر — حکم حق سے آیا ہے غم کا اگر

وہ جو چاہے عین غم ہووے خوشی — قید تجھکو عین ہو آزادگی

بندہ آب و خاک و باد و آگ ہے — مردہ ہم سے زندہ حق کے سامنے

پیش[۵] حق دائم رکھے آتش قیام — مثل عاشق رات دن پیچان مدام

آگ نکلے سنگ و آہن جو لڑے — حکم حق سے وہ قدم باہر رکھے

سلہ قولہ آگ سے الخ ۶ شعر آگ سے اس بادشاہ نے کہا کہ اے تیز رو وہ کیا ہوئی تیری جلانے کی خو وہ تیزی کیا ہوئی کہ تو نہین جلاتی ہے کیا میری قسمت سے تیری نیت بدل گئی تو تو آتش پرستون کو نہین چھوڑتی ہے پھر خوب ہے اسکو تو کیونکر چھوڑتی ہے اے آتش تو ہرگز صبر کر اور جو تو جلاتی نہین ہے تو کس سبب سے قدرت نہین ہے یہ نظر بندی ہو یا ہوشمندی کہ تیرا شعلہ بلند جلاتا نہین ہے تجھ پر جادو کر دیا یا ٹونا کر دیا کسی نے کہ تو مجھ سے خفا ہو گئی ہے پس آتش نے بادشاہ کو جواب دیا ۱۲ سلہ آگ بولی الخ ۳ شعر آگ نے کہا مین تو وہی آتش ہون مجھ مین تو آ کر دیکھ لے کہ کیا تیزی رکھتی ہون نہ طبیعت بدلی میری نہ عنصر اپنا نہ تیغ حق ہون کاٹتی ہون حکم سے کیونکہ خدا سب پر قادر ہے مثال آگے فرماتے ہین ۱۲ سلہ در پہ کتا الخ ۳ شعر جیسے ایک سگ دربان کا محل سرا کے در پر مہمان کا آشنا رہتا ہے اور جو بیگانہ آتا ہے مثل شیر کے اسپر حملہ کرتا ہے اور مین بندگی مین کتے سے کم نہین ہون اور حق اپنی زندگی دنیا مین دربان سے کم نہین ہے یعنی اے بادشاہ دربان تو اپنے مالک کا یگانہ و بیگانہ ہی دوست و دشمن کو پہچانتا ہے پس تو مجھکو کتے سے اور حق کو دربان سے کمتر جانتا ہے مولانا اسکے حقائق آگے بیان فرماتے ہین ۱۲ سلہ آتش طبع الخ ۵ شعر کہ اگر آتش طبیعت کی تجھکو غمگین کرے اس خورش کو تو حکم حق سے جان لے اور آتش طبیعت کی تجھکو خوشی دے اسکو حکم حق سے جان لے کہ کوئی شے بغیر حکم حق کے کچھ نہین کر سکتی ہے اگر تو غم دیکھے استغفار کر کہ حق کے حکم سے یہ غم آیا ہے اگر وہ چاہے عین غم کو خوشی کر دے اور عین قید کو آزادی کر دے آب و خاک و باد و آتش سب بندے ہین ہم سے مردہ ہین اور ساتھ حق کے زندہ ہین اس سے ثابت ہوا کہ کل موجودات پیش حق زندہ ہین کیونکہ حق کی تسبیح کرتے ہین بموجب آیت کریمہ و ان من شئ الا یسبح بحمدہ یعنی کوئی چیز نہین ہے کہ تسبیح حق تعالی کی نہین کرتی ہے اس سے کل موالید ثلاثہ کا زندہ ہونا ثابت ہوا اور یہی اختلاف ہے درمیان اہل کشف و اہل نظر کے ۱۲ بحر العلوم سلہ پیش حق الخ ۲ شعر آگے حق کے یہ قسم

سنگ و آہن خود سبب آمد ولیک	تو ببالاتر نگر اے مرد نیک	سنگ و آہن خود سبب آیا ولیک	کر تو بالا پر نظر اے مرد نیک
کاین سبب را آن سبب آورد پیش	بے سبب کے شد سبب ہرگز زخویش	لایا ظاہر اس سبب کو وہ سبب	بے سبب کے کب یہ پیدا ہو سبب
این سبب را آن سبب عاطل کند	باز گاہے بے بر و عاطل کند	اس سبب کو وہ سبب عاطل کرے	اور کبھی اسکو وہ بے حاصل کرے
وان سببہا کانبیا را رہبر ست	آن سببہا زین سببہا برترست	انبیا کے جو سبب ہین راہبر	ان سبب سے وہ سبب ہین بیشتر
این سبب را محرم آمد عقلہا	وان سببہا راست محرم انبیا	اس سبب کی عقل ہے آگاہ کار	اس سبب کے انبیا ہین راز دار
این سبب چہ بود بتازی گو رسن	اندرین چہ این رسن آمد بفن	کہتے ہین عربی مین رسی کو سبب	چاہ دنیا مین یہ رسی ہے سبب
گردش چرخ این رسن را علت ست	چرخ گردان را ندیدن زلت ست	چرخ کی گردش ہے رسی کا سبب	چرخ والے کو نہ دیکھے ہو تعب
این رسن ہای سبب ادر جہان	ہان و ہان زین چرخ سرگردان مدان	اس سبب کی رسیون کو تو یہان	چرخ سرگردان سے مت جان اے میان
تا نمانی صفر و سرگردان چو چرخ	تا نسوزی تو ز بے مغزی چو مرخ	تا نہ صفر و چرخ سے سرگردان رہے	تا نہ بن کر چرخ کو تو جلتا رہے
باد و آتش می شوند از امر حق	ہر دو سرمست آمدند از خمر حق	باد و آتش امر حق سے ہوتی ہین	مست دونون خمر حق سے ہوتی ہین
آب حلم و آتش خشم اے پسر	ہم زحق بینی چو بکشائی نظر	حلم کا آب اور آتش خشم کی	حق سے پائے تو جو سمجھے اے اخی
گر نبودی واقف از حق جان باد	فرق چون کردی میان قوم عاد	گر نہ ہوتی حق سے واقف جان باد	فرق کب کرتی میان قوم عاد

۵۱ سنگ و آہن الخ ۲ شعر پس تو سنگ و آہن ظلم کا یا ہم شمار کر مثل مرد و زن کے اس سے آتش پیدا ہو کیونکہ سنگ و آہن اس عالم مین سبب آیا ہے تو بالا پر نظر کر کہ فعل سبب کا ہوتا ہے چنانچہ آگے اس سبب و مسبب کی تشریح کا بیان ہے مجانم ۱۲

۵۲ لایا الخ ۳ شعر اس سبب کو وہ سبب ظاہر لایا ہے اور بے سبب کے کب یہ سبب پیدا ہوا اس سبب کو وہ مثل عاطل کرے اور کبھی اسکو وہ بیکار کرے انبیا کے جو سبب راہبر ہین ان سبب سے وہ برتر ہین اس سبب سے وہ محل محرم ہے اور اس سبب سے انبیا راز دار ہین و نتیجہ ہو کہ سنگ و آہن واسطے آتش کے سبب ہین مگر ان سب کے اور سبب ہین آخر سبھون کا سبب درحقیقت حق ہے کہ خالق تمیع اشیا ہے اور انکی اسباب کو واسطے حکمت کے پیدا کیا ہے اور دو سبب کہ انبیا علیہم السلام کے رہبر ہین وہ اسباب شاہد وحی ہین کہ یہ اسباب معاش ان سب اسبابہ معاد مین نہیں کہ وہ سبب معلوم ان اسباب معاش کو بھی عاطل کبھی معطل کرتے ہین پس ان اسباب کو انبیا جانتے ہین از بحر العلوم آئندہ اس کا بیان ہے ۱۲۔

۵۳ کہتے ہین الخ ۲ شعر عربی مین سبب رسی کو کہتے ہین الیس یہ سبب اس چاہ دنیا مین رسی ہین اور گردش چرخ اسی رسی کا سبب ہے اگر چرخ کے پھرنے والے کو نہ دیکھے نقصان ہے جیسے کہ چاہ مین رسی کے واسطے پانی کھینچنے کی چرخی مین لٹکاتے ہین جبکہ انسان چرخی کو پھراتا ہے تو چرخی کو رسی حرکت دیتی ہے اور رسی کی حرکت سے پانی کھینچتا ہے اسطرح ایک سبب کا دوسرا سبب عامل ہے چنانچہ اکثر لوگ کہ گردش چرخ سے فصلیں ہوتی ہین اور عناصر سے اشیا صورت پکڑتے ہین پس ایک سبب پر دوسرا سبب ہے انتہا سببون کا ذات باری ہے چنانچہ مولانا آگے فرماتے ہین ۱۲

۵۴ اس سبب سے الخ ۵ شعر دنیا مین اس سبب کی رسی کو چرخ سرگردان سے مت جانے کہ مثل نقطہ کے خالی و مثل چرخ کے سرگردان ہے تو اور مثل چوب چپڑ کے جلے تو چپڑ ایک درخت ہے کہ اس کی لکڑی مثل مشعل کے جلتی ہے اور کوہستان مین چراغ کی جا اُسے روشن کرتے ہین۔ باد آتش حکم حق سے دونون مست ہین اور شراب حق کی پیتے ہین علم کا پانی اور خشم کی آگ اگر تو دیکھے حق سے جانے اور اگر جان باد حق سے واقف نہ ہوتی تو کب فرق کرتی قوم عاد مین پس ان سببون دنیا کو اسباب چرخ وغیرہ سے مست جان بلکہ خالق کی جانب جان کہ باد و آتش جو کچھ کرتے ہین بحکم حق سے کرتے ہین پس فعل اللہ کا محل حق کا جان چنانچہ اس کی مثال مین قصہ ہود علیہ السلام کا آگے مولانا لکھتے ہین واللہ اعلم ۱۲

قصہ ہلاک کردن باد قوم ہود علیہ السلام را

ہود گرد مومنان خطے کشید / نرم می شد باد کانجا می رسید
ہر کہ بیرون بود زان خط جملہ را / پارہ پارہ می شکست اندر ہوا
ہمچنین شیبان راعی می کشید / گرد بر گرد رمہ خطے پدید
چون بجمعہ میشد او وقت نماز / تا نیارد گرگ آنجا ترک تاز
ہیچ گرگے در نرفتے اندران / گوسپندے ہم نہ گشتی زان نشان
باد حرص گرگ و حرص گوسفند / دائرہ مرد خدا را بود بند
ہمچنین باد اجل با عارفان / نرم و خوش ہمچو نسیم بوستان
آتش ابراہیم را دندان نزد / چون گزیدہ حق بود چونش گزد
آتش شہوت نسوزد اہل دین / باغیان را بردہ تا قعر زمین
موج دریا چون بامر حق بتاخت / قوم موسیٰ را ز قبطی وا شناخت
خاک قارون را چو فرمان در رسید / با زر و تختش بہ قعر خود کشید
آب و گل چون از دم عیسیٰ چرید / بال و پر بکشادہ مرغے شد پرید
ازدہانت چون برآید حمد حق / مرغ جنت سازدش رب الفلق
ہست تسبیحت بجائے آب و گل / مرغ جنت شد ز نفخ صدق دل
کوہ طور از نور موسیٰ شد برقص / صوفی کامل شد و رست او ز نقص

قصہ ہلاک کرنا ہوا کا قوم ہود علیہ السلام کو

مومنون کے گرد[1] کھینچا ہود نے / دائرہ تا باد وان نرمی کرے
جو کہ باہر دائرہ کے رہ گئے / پارہ پارہ وہ ہوا سے ہو گئے
ایسے ہی شیبان راعی کھینچتا / بکریون کے گرد اپنی دائرہ
جبکہ وہ جاتا نماز جمعہ کو / تا نہ کوئی گرگ در پے اُنکا ہو
دائرہ مین گرگ پھر آتا نہین / اور نہ بکری جاتی باہر پھر کہین
بکریون کی حرص و حرص گرگ بھی / دائرہ مین مرد حق کے بند تھی
عارفون سے ایسے ہی باد اجل / نرم خوش ہے جون نسیم بے خلل
کب[2] جلائے آگ ابراہیم کو / حق کا ہو جو یار کیسے کاٹے وہ
اہل دین کو نار شہوت کب جلائے / باغیون کو خاک کے اندر ملائے
موج دریا آئی حکم حق سے جب / سبطیون کو قبطیون سے جانا تب
خاک قارون کو جو پہونچا حکم رب / اُسنے نگلا تخت و زر کو اُسکے سب
آب و گل نے جو دم عیسیٰ چرا / مرغ ہو کر بس اُڑا اندر ہوا
تیرے مُنھ سے نکلے جو حمد خدا / مرغ جنت اسکو حق کر دے سدا
تیری تسبیح اگرچہ آب و گل / مرغ جنت ہو بہ نفخ صدق دل
طور[3] رقصان نور موسیٰ سے ہوا / صوفی کامل بنا نقصان کیا

---

[1] مومنون کے گرد الخ، شعر ہود علیہ السلام نبی نے مومنون کے گرد دائرہ ایک کھینچا کہ تا باد وہان ترقی نہ کرے جو کہ باہر دائرہ کے رہ گئے وہ سب ہوا سے پارہ پارہ ہو گئے ایسے ہی شیبان اپنی بکریون کے گرد دائرہ کھینچتا تھا جبکہ وہ جمعہ کی نماز کو جاتا تھا تا نہ کوئی گرگ ان کے در پے ہو دائرہ مین گرگ نہین آتا تھا اور نہ بکری کوئی دائرہ سے باہر جاتی تھی حرص بکریون کی اور حرص گرگ کی حق کے دائرہ مین بند تھی اُس کے حقائق مولانا آگے فرماتے ہین کہ ایسے ہی عارفون کے باد اجل خرم و خوش ہے مانند نسیم بے خلل یعنی اجل عارفون کے اختیار مین ہے بحکم خدا کہ نرمی کے ساتھ پیش آتی ہے جیسے اور عناصرون کی مثال فرماتے ہین

[2] کب جلائے الخ، شعر کب جلائے آتش ابراہیم علیہ السلام کو کیونکر کاٹے جو حق پیارے کو اہل دین کو آتش شہوت کب جلائے اور باغیون کو خاک مین ملائے موج دریا حکم حق سے جب آئے سبطیون اور قبطیون سے فرق کرے خاک قارون کو جب حکم پہونچا اُس نے نگل لیا اُس کے زر و تخت کو آب و گل نے جو دم لیا عیسیٰ علیہ السلام سے چکھا مرغ بنکر ہوا پر اُڑا اُس کے حقائق مولانا فرماتے ہین کہ ایسی حمد جب تیرے مُنھ سے نکلے اسکو مرغ جنت حق کر دے تیری تسبیح ہے بجائے آب و گل کا مرغ جنت نفخ صدق دل سے یعنی جیسے دم عیسیٰ آب و گل مین ایک بخار پیدا ہوا اور اس بخار سے مرغ شب پرہ پیدا ہو کر اُڑا اسی طرح تیری تسبیح سے ایک بخار آب و گل پیدا ہوا اور اُس سے تیری جزو مرغ جنت ہو اور نفخ اسمین تیرا صدق دل ہو تاکہ اُس سے تجھکو نفع حاصل ہو واللہ اعلم ۱۲

[3] طور رقصان الخ ۲ شعر کوہ طور نور موسیٰ علیہ السلام سے رقص مین آیا اور صوفی کامل بنا اور نقصان گیا کیا تعجب ہے اگر طور صوفی بھی ہوا جسم موسیٰ بھی تو ایک سنگ ہی سے تھا یعنی اثر موسیٰ سے یہ درجہ طور کو حاصل ہوا غرضکہ عنصر دوستان حق کے ہین اختیار مین بحکم خدا جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے یہ عناصر تو سبب ہین کچھ نہین کر سکتے ہین اے طالب تو ان سب جہان پر نظر نہ رکھ سبب حقیقی پر نظر رکھ اور سبّ سے خوف کر اور کسی سے نہ ڈر واللہ اعلم

چہ عجب گر کوہ صوفی شد عزیز	جسم موسیٰ از کلوخے بود نیز	کیا عجب گر طور صوفی ہو گیا	جسم موسیٰ ڈھیلا اک مٹی کا تھا
این عجائب دید آن شاہ جہود	جز کہ طنز و جز کہ انکارش نبود	یہ عجب دیکھا جہودی شاہ نے	تھا نہ کچھ جز طنز اور انکار کے

طنز و انکار کردن بادشاہ جہود و نصیحت کردن ناصحان را

طعنہ و انکار کرنا بادشاہ جہودی کا اور ناصحون کی نصیحت کرنا

ناصحان گفتند از حد مگذران	مرکب استیزہ را چندین مران	بولے سب ناصح کہ حد سے مت گذر	ظلم کا گھوڑا نہ اتنا تیز کر
بگذر از کشتن مکن این فعل بد	بعد ازین آتش مزن در جان خود	قتل کرنا چھوڑ یہ ہے فعل بد	مت جلا جان اپنی یون کر کے حسد
ناصحان را دست بست و بند کرد	ظلم را پیوند در پیوند کرد	ناصحون کو قید اُسنے بس کیا	ظلم پر ظلم اضافہ کر دیا
بانگ آمد کار چون اینجا رسید	پای دار اے سگ کہ قہر ما رسید	آئی بانگ اب ظلم حد سے بڑھ گیا	رہ تو اے سگ قہر آتا ہے مرا
بعد ازان آتش چہل گز بر فروخت	حلقہ گشت و آن جہودان را بسوخت	آگ چالیس گز بھر اک دشمن ہوئی	اور یہودون مین وہ آتش زن ہوئی

برجستن آتش جہل کبر

کودنا آگ جہالت کبر کا

اصل ایشان بود آتش ز ابتدا	سوی اصل خویش رفتند انتہا	اصل انکی آگ تھے پہلے سے جو	پھر گئی آخر مین اپنی اصل کو
ہم ز آتش زادہ بودند آن فریق	جزوہا را سوی کل باشد طریق	فرقہ وہ پیدا ہوا تھا آگ سے	کل کی جانب پائے جاتا جزو ہے
ہم ز آتش زادہ بودند آن خسان	حرف میراندند زار و دخان	ابھی وہ سگ پیدا ہوئے تھے آگ سے	دود آتش کی وہ باتین کرتے تھے
آتشے بودند مومن سوز و بس	سوخت خود را آتش ایشان چو خس	ایک آتش تھی وہ مومن سوز بس	اپنی آتش مین جلے وہ مثل خس
آنکہ او بودست ام الہاویہ	ہاویہ آمد مرا در زاویہ	جو کوئی ٹھہرا ہے ام الہاویہ	ہاویہ ہی ہوگا اُس کا زاویہ

۵۱ یہ عجب دیکھا الخ ۲ شعر یہ عجائبات اُس بادشاہ جہود نے دیکھے مگر طنز و انکار کو نہ چھوڑا ناصحون نے کہا کہ تو اتنا ظلم نہ کر قتل کرنا چھوڑ کہ فعل بد ہے اور اُس آتش ظلم مین اپنی جان کو نہ جلا پس ناصحون کو اُس نے قید کر دیا گویا ایک ظلم پر اور ظلم کیا غیب سے آواز آئی کہ اب ظلم حد سے گذرا تو سنبھل اے کتے کہ میرا قہر اب پہونچا بعد چالیس گز آتش بلند ہوئی اور ان جہودون کو گھیر کر جلا دیا واضح ہو کہ جو ظلم غیر کیواسطے کرتا ہے آخر کو خود اسی ظلم مین گرفتار رہتا ہے کیونکہ یہ عالم جائے مکافات ہے اسی واسطے خداوند عالم نے ظالمون کی جگہ دوزخ کی ہے کہ دوزخ پیدا ہوئے ہین اور ظالمون کو اوزخ لیجاتا ہے چنانچہ اسی کا آگے بیان ہے عیاذاً باللہ ۱۲ ۵۲ اصل انکی الخ ۵ شعر اُن جہودون ظالم کی جا اول سے اصل آتش تھی آخر کو وہ اپنی اصل کو گئے وہ گروہ آتش سے پیدا ہوا تھا سو اسواسطے جزو اپنے کل کی جانب جاتا ہے جو کہ وہ کتا آگ سے پیدا ہوا تھا اسلئے آگ کی باتین کرتا تھا یعنی ظلم آتش سے جلانیکا کرتا تھا گویا وہ ایک آتش مومن سوز تھا کہ اپنی آتش مین وہ خود جلا تھا جس کسی کی مان ہاویہ یعنی دوزخ ہے آخر کو اسکی ہاویہ قیام گاہ ہے چنانچہ مولانا آئندہ فرماتے ہین واضح ہو کہ اس قول مولانا سے ثابت ہوا کہ خداوند عالم نے کفار کو جنس نار دوزخ سے پیدا کیا ہے پس انجام کو وہ اپنی اصل کو جاوینگے اور ہمیشہ دوزخ مین رہینگے اور مسلمانون کو جنس جنت سے پیدا کیا ہے وہ اپنی اصل کو جائینگے اور ہمیشہ جنت مین رہینگے چونکہ جنس کو جنس مین تکلیف نہین ہوتی پس کفار دوزخ مین کیونکر تکلیف پائیں جیسے مرغابی کو پانی مین تکلیف نہین ہوتی ہے اور مرغ ہوائی کو تکلیف ہے ہان مسلمان بسبب گناہون کے جو دوزخ مین واسطے تھوڑے دن کے ڈالے جائینگے تکلیف اُنکو ہو تو درست ہے کہ وہ غیر جنس دوزخ کے ہین ورنہ کرم سمندر کو آتش مین راحت ہے پس یہ راز عقل سے باہر ہے اسکو ماہر کار عارفین جانتے ہین زیادہ اسکو مین نہیں لکھ سکتا کہ شرع مانع ہے فہم من فہم ۱۲

مادر فرزند جویان وی است اصلہا مر فرعہا را در پی است
آب اندر حوض گر زندانی است باد نشفش میکند کارکانی است
می رہاند می برد تا معدنش اندک اندک تا نہ بینی بردنش
وین نفس جانہای ما را ہمچنان اندک اندک دزدد از حبس جہان
تا الیہ یصعد اطیاب الکلم صاعدا منا الی حیث علم
ترتقی انفاسنا بالاتقا متحفا منا الی دار البقا
ثم یاتینا مکافات المقال ضعف ذاک رحمۃ من ذی الجلال
ثم یلجینا الی امثالہا کی ینال العبد مما نالہا
ہکذا تعرج و تنزل دائما ذا فلا زالت علیہ قائما
پارسی گوئیم یعنی این کشش ز آن طرف آید کہ آمد آن چشش
چشم ہر قومی بسوئی ماندہ است کان طرف یک روز ذوقی راندہ است
ذوق جنس از جنس خود باشد یقین ذوق جزو از کل خود باشد ببین

مادر اپنے طفل کی جویان رہے اصل بس ہوتی ہے در پے شاخ کے
حوض میں قیدی اگرچہ آب ہے باد اُسے کھینچے کہ ہر اک کان سے
اسکو معدن تک اُڑا لیجاتی ہے تھوڑا تھوڑا تا نہ لے جانا دکھے
اسطرح یہ دم چرائے جان کو تھوڑا تھوڑا قید سے عالم کے دو
چڑھتا ہے اسکی طرف اچھا کلام ہمسے۔ اور وہ جو دہر دم اٹھاے مقام
چڑھتے ہیں انفاس تا دار البقا تحفے لیجاتے ہیں ہم سے اتقا
دیتا ہے ہم کو مکافات مقال اس سے دونی رحمت خدائے ذوالجلال
ہمکو دے پھر رغبت حسن کلام تا کہ پائیں ہم وہ جو پایا مدام
حشر تک چڑھتے اُترتے ہیں یونہی کم نہیں ہوتی ہے یہ حالت کبھی
فارسی کہتا ہوں یعنی یہ کھچاؤ اسطرف سے ہو جانبے ہر لگاؤ
آنکھ ہر اک قوم کی اس سو ہے کہ جہان اک روز پایا ذوق ہے
جنس کو ہے ذوق اپنے جنس سے جزو رکھتا ذوق اپنے کل سے ہے

سلہ مادر اپنے طفل کی الخ ۹ شعر جیسے مادر اپنے بچوں کو ڈھونڈھتی ہے اور اصل اپنی شاخ کے درپے رہتی ہے حوض میں اگرچہ آب قید ہے باد اُسے کھینچتی ہے کہ وہ ایک ہی کان سے ہے یعنی آب و باد ایک اصل سے ہیں اسواسطے اپنی جنس کو کھینچتی ہے اور لیجاتی ہے اسکو معدن تک تھوڑا تھوڑا کر کے لیجاتی ہے اسکو کوئی نہیں دیکھتا ہے چنانچہ مولانا اسکے حقائق بیان فرماتے ہیں کہ اسیطرح باد دم جان کو چراتی ہے تھوڑا تھوڑا قید اس جہان سے روز اسکی طرف اوپر کو کھینچتا ہے کلام ایسا اور جاتا ہے اس مکان تک کہ حق جانتا ہے اور جاتے ہیں قول ہمارے ہمراہ کر دے تحفہ ہیں قیامت تک اور بعد پہونچنے کے دونی جزا اقوال و چند آتی ہے رحمت حق سے بعد و بیقرار ہمکو کرتی ہے دو جزا دونی اُنھیں قوموں کی طرف کرتا ہے بدلا دونا پھر ہمکو دے اسیطرح انفاس اوپر چڑھتے ہیں اور پس یہی عروج نزول تا قیامت رہتا ہے یعنی انفاس پاک انسان کے ہر دم اصل تک جاتے ہیں اور عوض اسکے دو چند رحمت حق کی لاتے ہیں اور پھر دو چند انفاس جاتے ہیں اور چہار چند آتے ہیں تا قیامت کہ اسکے حساب کی کچھ انتہا نہیں ہے اب فارسی میں مولانا اسکو بیان فرماتے ہیں و اللہ اعلم ۱۲ سلہ فارسی میں الخ ۲ شعر فارسی میں راز میں کہتا ہوں کہ یعنی کشش ادھر سے ہے کہ جدھر سے عشق ہے اور آنکھ اسطرح سے ہوتی ہے کہ جہان ایک روز ذوق پایا ہے واضح ہو کہ مولانا یہاں جذب جان کا اشارہ بیان فرماتے ہیں کہ جب طالب کی جان بعد تزکیہ و تصفیہ کے بمقام تشبیہ لذت سیر تخلیہ کی جس شے میں یعنی انسان یا مرد یا زن یا جنت یا شہد یا دودھ یا اور نیا صدائے نغمہ یا بوئے خوش میں پاتی ہے ہر دم و ہر لحظہ اسکی تلاش میں رہتی ہے گویا یہی نتیجہ شغل کا ہے اور در اصل میں شغل اسی کو کہتے ہیں کہ جان طالب کی انکشاف کر کے اس تماشہ میں رہے یہ سیر دید کی ابتدا ہے فافہم ۱۲ سلہ جنس کو ہے ذوق الخ ۱ شعر جنس کو ذوق اپنی جنس سے ہے اور جزو ذوق اپنے کل سے رکھتا ہے یا شاید جنس کے قابل ہو اور جو اس سے ملا تو اسکی جنس کے جیسے آب و نان ہماری جنس نہ تھی اور جنس ہماری ہو کر قوت ہمکو دی مگر جنسیت آب و نان نہیں رکھتا ہو مگر اعتبار اسکے کو جنس جان اور اگر ہمکو غیر جنس سے ذوق ہو تو وہ شاید مانند بازی جنس کے ہو گا وہ جو کہ مانند ہے وہ عارضی ہے اور عارضی شے باقی نہیں رہتی انجام کار اسکی مثال مولانا فرماتے ہیں کہ جیسے مرغ کو اگرچہ سیٹی سے ذوق ہوتا ہے مگر جو جنس اپنی نہیں پاتا ہے متنفر ہوتا ہے مثال دوسرے تشنہ کو اگرچہ سراب دیکھکر ذوق ہوتا ہے جبکہ وہاں پہونچتا ہے تو بھاگتا ہے تلاش پانی میں کیونکہ سراب مانند آب کے اور سیٹی مانند آواز مرغ کے ہے پس مرغ اور تشنہ انکی مرغ کے مانند دیکھا کرتے ہیں اور بعد اکا ہی کے بھاگتے ہیں مثال تیسری جیسے مفلس اگرچہ کھوٹے طلا کو دیکھکر خوش ہوتا ہے مگر دار العزب میں رسوا ہوتا ہے اسیطرح تجھکو گمراہ نہ کرے اور دغا کر کے چاہ میں تجھکو نہ ڈالے یعنی اپنے کو مانند مرشدان کامل کے جبہ و دستار سے آراستہ کر کے باتیں قال کی بیان کرتے ہیں یہ بے تحقیق جزو [illegible] اور ناقابل کو مثل زر خالص بیان کر حال نہ کرو ورنہ دار العزب آخرت میں تو رسوا ہوگا اور الہ بخ لفی اپنی سمجھ و ذوق میں پڑیگا جیسے اشتر خرگوش کے مکر فاسد سبب کچھ نہیں کے چاہ میں ڈوبا چنانچہ مولانا اس شیر کی حکایت آگے لکھتے ہیں فافہم ۱۲

تا مگر آن قابل جنسی بود / چون بدو پیوست جنس او شود
همچو آب و نان که جنس ما نبود / گشت جنس ما و اندر ما فزود
نقش جنسیت ندارد آب و نان / ز اعتبار آخر آن را جنس دان
ور ز غیر جنس باشد ذوق ما / آن مگر مانند باشد جنس را
آنکه مانند است باشد عاریت / عاریت باقی نماند عاقبت
مرغ را گر ذوق آید از صفیر / چونکه جنس خود نیابد شد نفیر
تشنه را گر ذوق آید از سراب / چون رسد در وی گریزد جوید آب
مفلسان گر خوش شوند از زر قلب / لیک آن رسوا شود در دار ضرب
تا زر اندودیت از ره نفگند / تا خیال کژ ترا چه نفگند

تاکہ شاید جنس کے قابل ہو وہ / جو ملا اس سے تو اسکی جنس ہو
جنس انسان جیسے آب و نان تھی / جنس انسان ہو کے قوت ہمکو دی
شکل جنسیت نہ رکھے آب و نان / اعتبار آخر کو اُس کا جنس جان
گر ہمین ہو ذوق جنس غیر سے / مثل ہو شاید ہماری جنس سے
جو کہ ہے مانندہ ہے عاریت / عاریت باقی نہ رہوے عاقبت
ذوق ہو سیٹی سے گرچہ مرغ کو / جو نہ پائی جنس نفرت اسکو ہو
ذوق ہو تشنہ کو گر دیکھے سراب / جو وہان پہنچے تو بھاگے سوے آب
خوش ہو مفلس کھوٹے سکے سے اگر / ہو وہ دار الضرب مین رسوا مگر
تا طمع تجھکو نہ کچھ گمرہ کرے / تا نہ چہ مین فکر کج ڈالے تجھے

قصه نخچیران و بیان توکل و ترک جهد کردن

قصہ شکارون کا اور بیان توکل و ترک کرنا کوشش کا

از کلیله باز خوان این قصه را / و اندران قصه طلب کن حصه را
طائفه نخچیر در صحرای خوش / بودشان با شیر دایم کشمکش
بسکه آن شیر از کمین در می‌ربود / آن چرا بر جمله ناخوش گشته بود
حیله کردند آمدند ایشان بشیر / کز وظیفه ما ترا داریم سیر
جز وظیفه در پی صیدی میا / تلخ بر ما تا نگردد این گیا

پڑھ کلیلہ سے تو اب اس قصہ کو / اور اس قصہ مین پا تو حصہ کو
اک گروہ صید جو صحرا مین تھا / شیر کے ہاتھون تھا جھگڑے مین پڑا
شیر اُن کو گھات سے تھا مارتا / وہ چراگہ بن گئی اُن کو بلا
حیلہ کرکے آئے وہ نزدیک شیر / کہ رکھین تجھکو غذا سے خوب سیر
تو مقرر کے سوا مت کر شکار / تو نہ ہو رہنا یہان کا ہمکو بار

جواب دادن شیر نخچیران را و بیان خاصیت جهد

جواب دینا شیر کا شکارون کو اور بیان خاصیت کوشش کی

گفت آری گر وفا بینم نه مکر / مکرها بس دیده ام از زید و بکر

بولا اچھا گر نہ ہو یہ کوئی مکر / دیکھے اکثر مین نے مکر زید و بکر

ل۵ یہ قصہ مولانا نا سمجھی و کج فہمی طالبون مین فرماتے ہین کہ جان مانند شیر کے ہے اور نفس مانند خرگوش کے جان آپ کوشش حصول معرفت کی حیلہ سازی توکل نفس سے چھوڑ کر قانع لذائذ پر ہوی اور آخر کار اپنے خیال کج سے خرگوش نفس کے کہنے مین آکر چاہ دنیا مین ہلاک ہوئی چنانچہ قصہ اسکا کتاب کلیلہ و دمنہ سے مولانا نے تحریر لکھا ہے کلیلہ و دمنہ گریز رکھتے کہ آگے حالت مین کسی حکیم نے ایک کتاب لکھی ہے کہ قصے اسکے عجیب و غریب ہین پس اس کتاب کا نام کلیلہ و دمنہ ہے ۱۲ ۵۲ پڑھ کلیلہ سے الخ ۴ شعر تو کلیلہ سے اب قصہ کو پڑھ اور قصہ سے ایک حصہ دفعیہ حاصل کر کہ ایک صحرا مین گروہ صیدون کا تھا اور وہ شیر کے ہاتھ سے وقت مین پڑا ۱۲ ۵۳ شیر ان کو الخ ۵ شعر شیر انکو از راہ گھات کے مارتا تھا کہ چراگاہ اُن پر آفت و بلا تھا حیلہ کر کے وہ سب صید نزدیک شیر کے آئے کہ ہم تجھکو پیٹ بھر کر کھانے کو دین تو ہمکو بجز وظیفہ کے شکار نہ کر اور یہ چراگاہ ہمپر تلخ نہ کر شیر نے جواب دیا ۱۲ ۵۴ بولا اچھا الخ ۶ شعر شیر نے کہا کہ اچھا اگر مین وفا دیکھون اور اسباب پر مکر نہ پاؤن کیونکہ مین نے بہت مکر دیکھے ہین زید و بکر کے انسانون کے قول و فعلون سے مین نے رنج اٹھائے ہین اور سانپ بچھو کے نیش پائے ہین مولانا آگے اسکے حقائق ارشاد فرماتے ہین کہ نفس کا پھوا اندر گھات کے ہے اور مکر و فریب مین بدتر مخلوق سے جسکے کان نصیحت شریف لا یلدغ المومن من جحر واحد مرتین معنی نہین کان جاتا ہے مومن ایک سوراخ سے دو بار یعنی اُسنے اس قول پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بجان و دل قبول کیا ہے یعنی مومن ایک بار تجربہ کر کے پھر دوبارہ دھوکا نہین کھاتا ہے بموجب اس قول کے

من ہلاک قول و فعل مردمم	من گزیدہ زخم مار و کژدمم	قول و فعل انسان کا ہون مارا ہوا	سانپ بچھو کا ہون مین کاٹا ہوا
کژدم نفس از درونم در کمین	از ہمہ مردم بتر در مکر و کین	نفس کا بچھو ہے اندر گھات کے	مکر و حیلہ مین ہے بدتر خلق سے
گوش من لایلدغ المومن شنید	قول پیغمبر بجان و دل گزید	جسنے ہے لایلدغ المومن سُنا	قول پیغمبر پہ وہ عامل ہوا

باز ترجیح نہادن نخچیران توکل را بر جہد — پھر غالب رکھنا شکارون کا توکل کو اوپر کوشش کے

جملہ گفتند اے حکیم باخبر	الحذر دع لیس یغنی عن قدر	بولے وہ سب اے حکیم باخبر	چھوڑ تو ڈر سے نہ ٹلتی ہے قدر
در حذر شوریدن شور و شرست	از توکل کن توکل بہترست	خوف مین ہے شور و شر بیحد بھرا	جا توکل کر کہ ہو تیرا بھلا
با قضا پنجہ مزن اے تند و تیز	تا نگیرد ہم قضا با تو ستیز	تو قضا کے ساتھ مین پنجہ نہ کر	تو نہ آمادہ قضا ہو جنگ پر
مردہ باید بود پیش حکم حق	تا نیاید زحمت از رب الفلق	حکم حق کے سامنے مردہ تو ہو	تا نہ حق سے رنج پائے اے نکو

باز ترجیح نہادن شیر جہد را بر توکل و تسلیم — پھر غالب رکھنا شیر کا کوشش کو اوپر توکل و تسلیم کے

گفت آری گر توکل رہبرست	این سبب ہم سنت پیغمبرست	سچ ہے گر رکھے توکل برتری	یہ سبب ہے سنت پیغمبری
گفت پیغمبر بآواز بلند	با توکل زانوی اشتر بہ بند	یہ کہا حضرت نے باآہنگ بلند	گر توکل ہے شتر کو پائے بند
رمز الکاسب حبیب اللہ شنو	از توکل در سبب کاہل مشو	رمز الکاسب حبیب اللہ سنو	نے توکل سے سبب مین سست ہو
رو توکل کن تو با کسب اے عمو	جہد می کن کسب مے کن مو بمو	جا توکل کسب کے تو ساتھ کر	جہد کو تو کسب کر بیشتر
جہد کن جدے نما تا وارہی	ور تو از جہدش بمانی ابلہی	جہد و کوشش کر کہ آفت سے بچے	چھوڑ دے کوشش تو تو دیوانہ ہے

باز ترجیح نہادن نخچیران توکل را از جہد و کسب — پھر غالب رکھنا شکاریوں کا توکل کو اوپر کوشش و کسب کے

قوم گفتندش کہ کسب از ضعف خلق	لقمہ تزویر دان بر قدر حلق	قوم بولی کسب ضعف خلق سے	مکر کا لقمہ ہے لائق حلق کے

۵۱ بولے وہ سب الخ ۹ شعر سب نے مل کر کہا کہ اے حکیم باخبر چھوڑ خوف کو کہ وہ تقضاد قدر کو دفع نہین کر سکتا کیونکہ خوف کے اندر شور و شر بھرا ہے۔ جا تو کلّا کر کہ توکل بہتر ہے اور قضا کے ساتھ پنجہ نہ ڈال کہ قضا بر سر مقابلہ نہ آجائے بلکہ حکم حق کے روبرو تو مردہ رہ کہ حق تجھکو رنج مین نہ ڈالے گویا توکل برتری رکھتا ہے لیکن سبب بھی پیغمبر حق کی سنت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز بلند فرمایا ہے تو توکل پر شتر کا پاؤن باندھ تذکرہ اسکا یہ ہے کہ ایک شخص نے اصحاب کرام سے اپنے شتر کو صحرا مین چھوڑا اور کہا توکلت علی اللہ یعنی توکل کیا مین نے اوپر اللہ کے جناب رسالتمآب نے شکر فرمایا کہ اعقلہا و توکل علی اللہ یعنی پاؤن باندھ اُسکا اور توکل کر اوپر اللہ کے سنو رمز الکاسب حبیب اللہ یعنی یقین کر کہ کسب کرنیوالا دوست اللہ کا ہے اور توکل سے اندر سبب کے سست نہ ہو تو جا توکل ہمراہ کسب کے اور جہد و کوشش زیادہ کر کہ آفت سے بچے اور اگر نہ کریگا تو احمق ہوگا گویا شیر نے جہد کو توکل پر بموجب حدیث شریف کے غالب کیا ۱۲

۵۲ قوم بولی الخ ۳ شعر قوم نے شیر سے کہا کہ منعف کسب ضعف ایمان خلق کی وجہ سے ہے کسب کو تو لقمہ مکر کا جان لائق حلق کے کسب سبب ضعف ایمان کے پیدا ہوا ہے اور غیر پر تکیہ کرنا توکل مین خطا ہے کسب مین توکل کرنا بہتر ہے اور وہ توکل کیلیے خود کو سونپنا یہ محبوب تر ہے مولانا اسکی مثال مین فرماتے ہین اُسنے توکل کو چھوڑا اور موسیٰ علیہ السلام کے نہ پیدا ہونے مین کوشش کی اُس کی وہ کوشش اُس کے سر وبال جان ہوئی جنانچہ آگے مولانا فرماتے ہین فافہم ۱۲

پس بدانکه کسبها از ضعف خاست — در توکل تکیه بر غیری خطاست
نیست کسبے از توکل خوب تر — چیست از تسلیم خود محبوب تر
بس گریزند از بلا سوی بلا — بس جهند از مار سوی اژدها
حیله کرد انسان و حیله اش دام بود — آنکه جان پنداشت خون آشام بود
در ببست و دشمن اندر خانه بود — حیلهٔ فرعون زین افسانه بود
صد هزاران طفل کشت آن کینه کش — وانکه او می جست اندر خانه اش
دیدهٔ ما چون بسے علت دروست — رو فنا کن دید خود در دید دوست
دید ما را دید او نعم العوض — هست اندر دید او کلی غرض
طفل تا گویا و تا پویا نبود — مرکبش جز گردن بابا نبود
چون فضولی کرد دست و پا نمود — در عنا افتاد و در کور و کبود
جانهای خلق پیش از دست و پا — می پریدند از وفا سوی صفا
چون بامر اهبطوا بندی شدند — حبس خشم و حرص و خرسندی شدند
ما عیال حضرتیم و شیرخوار — گفت الخلق عیال للاله
آنکه او از آسمان باران دهد — هم تواند کو برحمت نان دهد

کسب پیدا ضعف کے باعث ہوا — غیر پر تکیہ توکل مین پڑا
کسب کچھ اچھا توکل سے نہین — خوب کچھ کیا تسلیم سے بہتر کہین
ہین[١] بلا سے بھاگتے سوئے بلا — سانپ سے جاتے ہین سوئے اژدہا
جو کیا حیلہ وہ حیلہ دام تھا — جان جسکو جانا دشمن کام تھا
گھر مین دشمن، بند دروازہ کیا — حیلۂ فرعون اسی قصہ سے تھا
قتل بس کینہ سے بچون کو کیا — جستجو جسکی تھی وہ گھر مین پلا
آنکھ مین[٢] نقصان ہماری ہی بھرا — دید حق مین دید اپنی کر فنا
دید اپنی کو ہے دید اُس کی عوض — دید اسکی اپنی ہے کلی غرض
بچہ جبتک بولتا چلتا نہ تھا — باپ کی گردن ہی گھوڑا اسکا تھا
جب نکالے دست و پا ہو کر جوان — رنج و آفت مین پڑا وہ ناگہان
دست و پا سے پہلے جی انسان کا — بس وفا سے اُڑتا تھا سوئے صفا
اہبطوا کی قید جب اسپر لگی — قید غصے حرص و شادی کی لگی
ہم عیال حق ہین مانند شیرخوار — حسب الخلق عیال للاله
آسمان سے پانی جو برسائیگا — نان بھی رحمت سے وہ دلوائیگا

دیگر باز بیان کردن شیر ترجیح جہد بر توکل

پھر بیان کرنا شیر کا غلبہ کوشش کا اوپر توکل کے

[١] ہین بلا سے الخ ٣ شعر انسان چھوٹی بلا سے بھاگتے ہین طرف بڑی بلا کے اور سانپ سے بھاگ جاتے ہین طرف اژدہا کے جو حیلہ کیا وہ دام تھا جان جسکو جانا وہ دشمن تھا دشمن گھر مین تھا اور دروازہ بند کر لیا حیلہ فرعون کا اسی قصہ سے تھا یعنی فرعون نے حضرت موسیٰ کی وجہ سے بہت سے بچون کو مار ڈالا حالانکہ خود موسیٰ اُسکے یہان موجود تھے وہی تدبیر اُس کو وبال جان ہوئی اسیطرح مخلوق خدا پر توکل نہین کرتی ہے اور دشمن اصلی کہ نفس امارہ ہے گھر مین جسم کے موجود ہے وہ تدبیر انکے لیئے بلائے جان ہوتی ہے پس توکل کرنا بہتر ہے کوشش سے چنانچہ ثبوت اسکا آگے فرماتے ہین واللہ اعلم ١٢ [٢] آنکھ مین نقصان الخ ٥ شعر آنکھ مین ہماری نقصان ہے یعنی دیکھنے مین اپنی دید کو تو فنا کر کیونکہ دید ہماری کو دید اسکی عوض ہے اور دید ہماری کل غرض ہے یعنی جبتک ہم کو راز سے آگاہی نہین ہے توکل خدا پر کرنا چاہیئے کہ وہ آگاہ ہے کیونکہ ہماری آگہی کی جا پر آگہی حق کی کام دیگی اور ہمکو غرض آگاہ ہونا حق سے ہے اسواسطے توکل خدا پر کرنا اپنی کوشش کرنے سے بہتر ہے جب آگاہ ہو تو اسی وقت کوشش درست ہے جیسے طفل جبتک بولتا چلتا نہین تھا تو اپنے باپ کی گردن پر چڑھا رہتا ہے جبکہ ہاتھ پاؤن جوان ہو کر نکالے تو رنج و آفت جہان مین پڑا اول جان انسانون کی طرف خدا کے لگی تھی جبکہ اہبطوا کی قید جان پر لگی حرص و غم شادی مین پڑی شان نزول آیہ کا یہ ہے کہ جب آدم علیہ السلام سے کچھ قصور ہوا تو خداوند عالم نے فرمایا آیہ کریمہ وقلنا اہبطوا بعضکم لبعض عدو یعنی آدم و حوا و ابلیس و مار و طاؤس کو ہم نے کہا اُترو اوپر زمین کے اس حال مین کہ بعضے تمہارے واسطے بعضون کے دشمن ہون پس اسی طور پر جانون کو خداوند عالم نے اپنے قرب و جوار رحمت سے انتہائے دنیا مین ڈالا پس ہم سب خدا کے عیال شیرخوار ہین بموجب حدیث شریف الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ یعنی خلق عیال خدا کی ہے اور محبوب ترین خلق کا نزدیک خدا کے وہ کوئی ہے کہ احسان سلوک عیال اسکی کے کرے اور عیال اسکو کہتے ہین کہ اسکو وظیفہ دلایا جائے جو آسمان سے پانی برسائیگا وہ روٹی بھی رحمت سے کھانے کو دیگا پس توکل بہر کیف اولیٰ ہے واللہ اعلم ١٢

گفت شیر آری ولے رب العباد ۔ نردبانے پیش پائے ما نہاد
پایہ پایہ رفت باید سوی بام ۔ ہست جبری بودن اینجا طمع خام
پای داری چوں کنی خود را تو لنگ ۔ دست داری چوں کنی پنہاں تو چنگ
خواجہ چوں بیلے بدست بندہ داد ۔ بے زباں معلوم شد او را مراد
دست ہمچوں بیل اشارتہائے او ۔ آخر اندیشی عبارتہائے او
چوں اشارتہاش را بر جاں نہی ۔ در وفای آں اشارت جاں دہی
پس اشارتہاش اسرارت دہد ۔ بار بر دارد ز تو کارت دہد
حاملے محمول گرداند ترا ۔ قابلی مقبول گرداند ترا
قابل امر وی قابل شوی ۔ وصل جوئی بعد ازاں واصل شوی
سعی شکر نعمت قدرت بود ۔ جبر تو انکار آں نعمت بود
شکر نعمت نعمتت افزوں کند ۔ کفر نعمت از کفت بیروں کند
جبر تو خفتن بود در رہ مخسپ ۔ تا نہ بینی اندر و در گہ مخسپ
ہاں مخسپ اے جبری بے اعتبار ۔ جز بزیر آں درخت میوہ دار

شیر[۵۱] بولا ٹھیک پر اللہ نے ۔ سیڑھی ایک رکھی ہے نیچے پاؤں کے
پایہ پایہ اس سے جائے سوئے بام ۔ جبری ہوتا ہے یہاں پر طبع خام
پاؤں رکھتا ہے تو کیوں ہوتا ہے لنگ ۔ ہاتھ رکھتا ہے نہ کر پوشیدہ جنگ
بیلچہ[۵۲] آقا نے نوکر کو دیا ۔ بے زباں اس پر کھلا سب مدعا
ہاتھ کو بھی سمجھ تم اک بیلچا ۔ عاقبت بینی ہے اس کا مدعا
جو اشارے اُسکے تو دل میں رکھے ۔ اس اشارے کی وفا میں جان دے
ان اشاروں سے کھلے جو بھید راز ۔ کام بنجائے ترا کم ہو گداز
حاملی محمول کر دیگی تجھے ۔ قابلی مقبول کر دیگی تجھے
حکم مانے اسکا تو قابل ہو تو ۔ وصل ڈھونڈھے بعد واصل ہو تو
سعی کرنا شکر نعمت حق کا ہے ۔ جبر ہے انکار بس نعمات سے
شکر نعمت سے تری نعمت بڑھے ۔ کفر نعمت سے تری نعمت گھٹے
جبر[۵۳] تیرا رہ میں سونا ہے نہ سو ۔ جبتک اسمیں اک مکاں دیکھے نہ تو
ہاں نہ سوئے جبری بے اعتبار ۔ سوئے تو سوز یر نخل میوہ دار

۵۱ شیر بولا الی آخرہ ۳ شعر شیر نے کہا کہ بات سچ ہے لیکن خدا نے نردبان آگے پاؤں کے رکھی ہے اُس سے پایہ پایہ کر کے طرف بام کے چڑھنا چاہیے ورنہ طبع خام یہاں پر جبری حال جبر کا اوپر لکھا پاؤں رکھتا ہے تو کیوں لنگڑا ہوتا ہے اور ہاتھ رکھتا ہے کیوں پوشیدہ جنگ کرتا ہے یعنی خداوند عالم نے دنیا میں اسباب پیدا کیے ہیں اور سب اُس کے متعلق کہتے ہیں پس سبب کو کیوں نہیں طلب کرتا ہے کیونکہ دین کو غرض کوشش ہے پس اے طالب وصول الی اللہ میں تو کوشش کر کہ حق تعالٰے نے اشارات اپنی معرفت کے واسطے پیدا کیے ہیں جو اشارات معلوم کرے گا اُس کو اسرار معلوم ہوں گے ۱۲ ۵۲ بیلچہ الی آخرہ ۸ شعر جیسے بیلچہ آقا نے غلام کو دیا غلام نے بے کہے اُس کی غرض کو جان لیا کہ زمین کھودنے کو کہتا ہے ہاتھ کی بشارت مثل بیلچہ کے ہے اگر تو اُس کی اشارت کو رکھے تو اُس اشارت کے وفا کرنے میں تو جان دیدے اگر تیری اُس کی وفاداری اشارت میں جائے تو اُس کی وفاداری میں جان بھی دے ۱۲ ۵۳ جبر تیرا الخ ۵ شعر تیرا جبر راہ میں سونا ہے تو نہ سو جب تک اُسمیں مکان نہ دیکھے ہاں مت سوا ے جبری بے اعتبار اور اگر سونا ہے تو زیر درخت میوہ دار کے سوتا ہوا شاخ سے میوہ ٹپکا کے ہر دم منھ پر خفتہ کے از راہ وفا کے ڈالے جبر سونا ہے درمیان رہزنوں کے پس مرغ بے ہنگام کب امان پا سکتا ہے اگر تو اشاروں کو نہ مانیگا تو زن ہے اور خود کو مرد جانتا ہے پس یہاں جبر سے مراد غفلت بڑی ہے بلکہ چاہیے کہ جد و کوشش کرے اور مکان سے مراد غفلت ہے اور راہ سلوک یعنی راہ سلوک میں اگر کسی مقام مخوف میں تو غافل بسبب جذب کے سو تو زیر درخت میوہ دار کے سو کہ مراد بقائے جان سے ہے اور غفلت مثل مرغ بے ہنگام کے ہے آواز اسکی ہلاکت میں ڈالتی ہے از بحر العلوم اور سالک اس غفلت سے رجعت میں پڑتا ہے رجعت سلوک میں لوٹ آنیکو کہتے ہیں سالک اسکو کہتے ہیں کہ راہ سلوک میں آگے بڑھتا جائے اور واقف اس کو کہتے ہیں کہ بسبب کسی غفلت کے راہ سلوک میں ٹھہر جائے اور راجع اسکو کہتے ہیں کہ واپس لوٹ گئے چنانچہ فوائد الفوائد میں تراثیت محبوب الٰہی صاحب قدس سرہ کے لکھا ہے کہ راہ سلوک میں راجع کے سات درجے ہیں اعراض حجاب سلب مزید سلب قدیم تسکین حدانیت یعنی یار بسبب غفلت نفسانی سالک کے ناخوش ہو کر اول سالک سے چشم پوشی کرتا ہے اور پھر اعراض یعنی سو گردانی کرتا ہے اور پھر حجاب یعنی پردہ کرتا ہے اور پھر سلب مزید یعنی لذت عبادت چھپا تا ہے اور پھر سلب قدیم یعنی عبادت مطلق چھڑا دیتا ہے اور پھر تسکین یعنی طلب خدا سے مطمئن کر دیتا ہے ان چھ درجہ تک اگر سالک متنبہ ہو پھر سلوک نصیب ہو سکتا ہے ورنہ پھر حدانیت یعنی یار دوری آزار ہوتا ہے اس حالت میں توبہ قبول نہیں پس ان اشارات جو نہ جانے وہ عورت ہے مرد راہ خدا نہیں ہے عیاذاً باللہ ۱۲ ۔

تا کہ شاخ افشاں کند ہر لحظہ باد	بر سر خفتہ بریزد نقل و زاد	شاخ سے ٹپکائے ہر دم تا ہوا	منہ پہ خفتہ کے جو میوہ ہے لگا
جبر خفتن درمیان رہزناں	مرغ بے ہنگام کے یابد اماں	جبر سونا ہے میان رہزنان	مرغ بے ہنگام کب پائے امان
در اشارتہاش را می زنی	مرد پنداری و چوں بینی زنے	گر اشاروں کو نہ مانے اسکے تو	زن ہے تو اور مرد جانے آپکو
آن قدر عقلیکہ داری گم شود	سر کہ عقل از وی بپرد دم شود	عقل[1] گم ہو جس قدر کہ تو رکھے	عقل جب سر سے کہ جائے دم بنے
زانکہ بے شکری بود شوم و شنار	مے برد بے شکر را در قعر نار	جو کہ بے شکری ہے عیب و ننگ ہے	آگ میں بے شکر کو داخل کرے
گر توکل می کنی در کار کن	کسب کن پس تکیہ بر جبار کن	گر توکل کرتا ہے کاموں میں کر	کسب کر اور کر نظر جبار پر

باز ترجیح نہادن نخچیران امر توکل را بر جہد — پھر غالب رکھنا شکاروں کا توکل کو اوپر کوشش کے

جملہ ہائے بانگہا بر داشتند	کاں حریصاں کایں سبہا کاشتند	سب[2] لگے کہنے کہ تجھ سے کیا کہیں	ان حریصوں نے سبب بوئے ہیں
صد ہزار اندر ہزاراں مرد و زن	پس چرا محروم ماندند از زمن	یہ ہزاروں مرد و زن آفاق میں	کسلیے مایوس اور محروم ہیں
صد ہزاراں قرن ز آغاز جہاں	ہمچو اژدرہا کشادہ صد دہاں	اکثر آغاز جہاں سے خلق میں	سو دہن کھولے مثال اژدر رہے ہیں
مکرہا کردند آں دانا گروہ	کہ زبن برکندہ شد زاں مکر کوہ	مکر وہ اس دانا فرقے نے کیے	کوہ بھی اپنی جگہ سے ہل گئے
کردہ مکر و حیلہ آں قوم خبیث	در زبان ہا در نداری ایں حدیث	مکر کچھ وہ کیے اس قوم نے	گر نہ ہو اس بات کا باور تجھے
کرد وصف مکرشاں ذوالجلال	لتزول منہ اقلال الجبال	ذکر فرماتا ہے انکا ذوالجلال	لتزول منہ اقلال الجبال

[1] عقل گم ہووے جس قدر کہ تو رکھتا ہے جس سر سے عقل گئی وہ سر نہیں ہے دم ہے جو کہ بسبب عیب و ننگ کے بے شکری کرے حق تعالے آگ میں بے شکر کو ڈالیگا کیونکہ ترک عمل کرنا اشاروں سے بے شکری ہے اور بے شکری کے واسطے دوزخ ہے اگر توکل کرتا ہے کاموں میں کر اور کسب کر کے نظر رکھ جبار پر کہ اس کام کو انجام پر پہونچائے واللہ اعلم ۱۲ [2] سب لگے کہنے الی آخرہ ۹ شعر سب کہنے لگے کہ ہم تجھ سے کیا کہیں یہ سب سبب حریصاں دنیا نے پیدا کیے ہیں لاکھوں مرد و زن دنیا میں کس واسطے مایوس و محروم ہیں اگر کسب میں اثر ہے تو سب اہل دنیا برابر آسودہ رہتے کوئی مفلس اور کوئی آسودہ کیوں ہوتا سیکڑوں ہیں کہ کسب کرتے ہیں اور آسودہ رہتے ہیں اکثر مفلسی میں ابتدائے دنیا سے مانند اژدہا کے منھ کھولے ہیں اور رکھانا اُن کو بے سعی و کوشش پہونچتا ہے جیسے اژدہا ہے کہ چلا پھرا نہیں جاتا اور رزق اُس کو رازق بھیجتا ہے دانا انسان نے بہت مکر کیے اور پہاڑوں کو جڑ سے اُکھیڑا اور مکر و حیلہ بہت کیے اس قوم نے اگر یقین تجھ کو میرے کہنے سے نہیں ہے تو خداوند عالم کلام کا فرماتا ہے لتزول منہ اقلال الجبال یعنی ضرور کران کے مکر سے گرایا پہاڑوں کو یہاں مراد کوہ سے دین ہے یعنی کفاروں نے دین کے نفی میں بہت کوشش و جہد کیا مگر کچھ نہ ہوا جو لکھا تھا اول سے قسمت میں وہی صورت عمل میں آئی پس وہ تدبیروں سے عاجز ہوئے اور حکم خدا سے ناچار ہوئے تو سب کو بجز ایک نام کے مت جان اور جہد و کوشش کو بجز ایک وہم کے مت جان یعنی اس کسب و جہد کا ایک نام ہی نام ہے اصل میں توکل ہے کیونکہ بہ نسبت توکل کے حق نے امر صحیح فرمایا ہے بموجب آیہ کریمہ و من یتوکل علی اللہ فھو حسبہ یعنی جس کسی نے توکل کیا اوپر اللہ کے پس وہ کافی ہے اور بہ نسبت کسب کے اشارت میں فرمایا ہے پس صریح اشارات سے غالب ہے بحر العلوم اب مولانا اس کسب کی تردید میں مثالاً ایک قصہ آگے تحریر فرماتے ہیں کہ وہ مرد جان بچانے کو تخت سلیمان علیہ السلام سے ہندوستان کو بھاگا مگر جانبر نہیں ہوا اور کچھ کوشش اُس کی کام نہ آئی واللہ اعلم ۱۲

جز ہمان قسمت کہ رفت اندر ازل	روے ننمود از شکال واز عمل	جو لکھا قسمت میں تھا وہ روز ازل	وہ ہی ظاہر ہوا اشکال و عمل
جملہ افتادند از تدبیر کار	ماند کار و حکمہاے کردگار	بس وہ سب تدبیر سے عاجز رہے	اور رہے عاجز خدا کے حکم سے
کسب جز نامی مدان اے نامدار	جہد جز وہمی مپندار اے عیار	کسب کو جز نام مت جان ای نکو	جہد کو جز وہم کے مت جان تو

نگریستن عزرائیل علیہ السلام بر مردے و گریختن او در سرا سلیمان علیہ السلام و تقریر ترجیح توکل بر جہد و کوشش

دیکھنا عزرائیل علیہ السلام کا ایک شخص کو اور بھاگ آنا اسکا بیچ خدمت سلیمان علیہ السلام کے اور تقریر غلبہ توکل کی کوشش پر

سادہ مردے چاشتگاہے در رسید	در سرا عدل سلیمانے دوید	مرد[۵۱] سادہ صبح کو بیتاب ہو	پس سلیمان کے گیا دربار کو
رویش از غم زرد و ہر دو لب کبود	پس سلیمان گفتش اے خواجہ چہ بود	زرد رو غم سے تھا نیلے ہونٹھ تھے	پس سلیمان نے کہا کیا حال ہے
گفت عزرائیل در من این چنین	یک نظر انداخت پر از خشم و کین	بولا عزرائیل نے اس طور سے	اک نظر کی مجھپہ از رہ خشم کے
گفت ہین اکنون چہ میخواہی بخواہ	گفت فرما باد را اے جان پناہ	بولے مجھ سے جو خواہش تیری ہو	بولا اب تم اس ہوا کو حکم دو
تا مرا زینجا بہندستان برد	بو کہ بندہ کان طرف شد جان برد	تا مجھے لیجاے ہندستان کو	ہے یقین مجھکو وہاں پر امن ہو
پس سلیمان کرد بر باد این برات	برد باد آن مرد را در سومنات	کی سلیمان نے ہوا پر یہ برات	لیگئی باد اسکو سوے سومنات
تک ز درویشی گریزانند خلق	لقمہ حرص و امل زانند خلق	اس طرح بھاگے ہیں خلق افلاس سے	حرص سے روزی کی جو یاں خلق ہے
ترس درویشی مثال آن ہراس	حرص و کوشش را تو ہندستان شناس	خوف درویشی ہے مثل اس خوف کے	جان ہندستاں کو حرص و جہد ہے
باد را فرمود تا او را شتاب	برد سوے خاک ہندستان بر آب	باد[۵۲] کو فرمایا اس کو شتاب	خاک ہندستاں پہ لے گئی بآب

۵۱ مرد سادہ الخ یہ شعر ایک مرد احمق صبح کو پاس حضرت سلیمان علیہ السلام کے گیا اور غم سے زرد رو اور نیلے ہونٹھ تھا سلیمان علیہ السلام نے پوچھا کہ کیا حال ہے یہ بولا کہ عزرائیل علیہ السلام نے ایسا مجھ کو دیکھا از راہ خشم و غضب کے فرمایا کہ تو کیا چاہتا ہے مجھ سے بولا کہ آپ اس ہوا کو حکم دیں کہ وہ مجھے ہندستان لیجائے یقین ہے کہ میں امن پاؤں سلیمان علیہ السلام نے ہوا کو حکم دیا تو وہ اسکو لیگئی مولانا اس کے حقائق بیان فرماتے ہیں کہ مخلوق اس طرح افلاس سے بھاگتی ہے اور حرص سے رزق کی کوشش کرتی ہے پس اس خوف کے مانند درویشی جان اور مرد سادہ کو ہندوستان جان لے افلاس کو ملک الموت جان کہ حرص کو کوشش کی طرف جاتی ہے اور توکل حق پر نہیں کرتی ہے واللہ اعلم ۱۲ ۵۲ باد کو الخ اشعر باد کو حکم دیا تو وہ جلد اسکو زمین ہندستان پر لائی جیسے آب پر یعنی وہ شخص ہوا پر ایسا آیا جیسے کوئی پانی پر تیرتا ہے دوسرے روز عزرائیل علیہ السلام جو ملے تو سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ تم نے اس مومن کو خشم سے کس واسطے دیکھا کہہ تو کہو اے نیک خدا یہ نادر امر تم نے کس واسطے کیا ہے کہ تا وہ آوارہ ہو مگر یاد رہے عزرائیل علیہ السلام نے کہا کہ اے شاہ باکمال خدا نے اسکی عقل کھوئی اور خیال دکھایا کس واسطے کہ حقتعالیٰ نے مجھکو حکم دیا کہ آج ہندستان میں اسکی قبض جان کر اور میں نے اسکو یہاں دیکھا حیران ہوا اور فکر میں سرگردان تھا کہ اسکے سو پر ہوں تب بھی یہ ہندستان کو نہیں پہونچیگا جب میں بحکم خدا ہندوستان گیا اسکو وہاں پایا اور قبض جان کو کیا اسیطرح تو سب جہان کے کام کو قیاس کر اور آنکھیں کھول کر دیکھ کس سے ہم بھاگیں یعنی خدا سے یہ محال ہے کس سے منھ پھیریں یعنی حق سے یہ وبال ہے پس مولانا یہاں سے توحید بیان فرماتے ہیں کہ خدا محیط ہر وقادر ہے اور ہم میں موجود ہے پس ہم خدا سے کیسے بھاگیں یہ محال ہے اور کس سے منھ پھیریں یعنی حق سے یہ وبال ہے واللہ اعلم ۱۲

روز دیگر وقت دیوان و لقا
کاین سلیمان را بخشم از چہ سبب
اے عجب ایں کردہ باشی بہر آں
گفتش ای شاہ جہان بے زوال
کہ مرا فرمود حق کامروز ہاں
دیدمش اینجا و بس حیراں شدم
از عجب گفتم گر او را صد پرست
چون بامر حق بہندستان شدم
تو ہمہ کار جہاں را ہمچنیں
از کہ بگریزیم از حق ایں محال

شہ سلیمان گفت عزرائیل را
بنگریدی باز گواہی پیک رب
تا شود آوارہ او از خانماں
فہم کژ کردہ نمود او را خیال
جان او را تو بہندستاں ستاں
در تفکر رفتہ سرگرداں شدم
زو بہندستاں شدن دور اندر است
دیدمش آنجا و جانش بستدم
کن قیاس و چشم بکشا و ببیں
از کہ بربائیم از حق ایں وبال

دوسرے دن وہ ملاقی جو ہوئے
خصم کو مومن سے اُس دم کیا سبب
یہ عجب تمنے کیا ہے اس لیے
بولا اس سے اے شہ والاکمال
کہ کہا حق نے مجھے کہ آج ہاں
دیکھا میں نے اسکو یاں حیراں ہوا
تھا تامل میں کہ اسکے پر ہوں سو
میں بحکم حق جو ہندستاں گیا
اس طرح تو سب جہاں کے کام کو
کس سے بھاگیں ہم خدا سے ہے محال

شہ سلیمان بولے عزرائیل سے
تمنے دیکھا کچھ کہو اے پیک رب
تا کہ آوارہ ہو وہ گھر بار سے
عقل کھوئی حق نے سکھلایا خیال
قبض کر ہندستان میں اسکی جان
اس تفکر سے میں سرگرداں ہوا
تب بھی یہ پہونچے نہ ہندستان کو
دیکھا واں میں اسکو تو قبض جاں کیا
کر قیاس اور کھول چشم اور دیکھ تو
کس سے ہم بھاگیں حق سے ہے محال

باز ترجیح نہان شیر جہد ابر توکل و فوائد جہد بیان کردن

پھر غالب رکھنا شیر کا کوشش کو اور بیان فائدہ کوشش کا

شیر گفت آرے ولیکن ہم ببیں
سعی ابرار و جہاد مومناں
حق تعالی جہد شاں را راست کرد
حیلہ ہاشان جملہ حال آمد لطیف
دامہاشان مرغ گردونی گرفت
جہد می کن تا توانی اے کیا
با قضا پنجہ زدن نبود جہاد

جہدہائے انبیا و مرسلیں
تا بدیں ساعت ز آغاز جہاں
آنچہ دیدند از جفا و گرم و سرد
کل شی من ظریف ہو ظریف
نقصہاشان جملہ افزونی گرفت
در طریق انبیا و اولیا
زانکہ ایں را ہم قضا بر ما نہاد

شیر بولا[1] سچ ہے لیکن دیکھ تو
سعی ابرار و جہاد مومناں
اُنکی کوشش کر دی سچ اللہ نے
حیلے اُنکے ہوگئے حال لطیف
مرغ گردن پکڑے انکے دام سے
جب تلک ہو سکے کر کوششیں
جہد کرنا کچھ نہیں جنگ قضا

انبیا کی کوششوں اور جہد کو
ابتدا سے آجتک اندر جہاں
جو کہ دیکھا گرم و سرد ایام سے
کل شی من ظریف ہو ظریف
انکے نقصان بنگئے سب فائدے
انبیا و اولیا کی راہ میں
کیونکہ یہ ہمپر قضا نے ہی رکھا

[1] شیر بولا الخ ہ شعر شیر نے کہا یہ سچ ہے لیکن تو دیکھ کہ انبیا علیہم السلام کی کوشش و جہد کو اور سعی ابرار اور جہاد مومنوں کو ابتدا سے آجتک جہان میں دیکھ انکی کوشش سچ کی اللہ نے جو کچھ دیکھا گرم و سرد زمانہ اور اُنکے حیلے حال لطیف ہو گئے بموجب حدیث شریف کل شی من ظریف ہو ظریف یعنی کل شی اچھے سے اچھی ہے مرغ گردن انکے دام میں پکڑے یعنی عوارف تجلیات کے اور انکے نقصان فائدے بنگئے پس جبتک تجھ سے ہوسکے کوشش کر طریقہ انبیا و اولیا میں یعنی نبی اللہ واسطے کوشش و جہد کے آتے ہیں پس تو کوشش و جہد کر واللہ اعلم ۱۲ ؎ جہد کرنا الخ ہ شعر جہد کرنا کچھ قضا سے جنگ نہیں ہے کیونکہ یہ قضا نے ہمپر رکھا ہے میں کافر ہوں کہ اگر میں ستہ ذرا بھی راہ ایمان میں کسی کا زیان کیا ہو سر ٹوٹا نہیں ہے تو اس سر کو نہ باندھ ایک دو دن تو جہد کر پھر ہمیشہ خوش رہ یعنی تو عاجز نہیں ہے طلب مولا میں جہد و کوشش کر پھر ہمیشہ آرام سے رہ بے سر قبح ڈھونڈھا کہ جس نے دنیا کی تلاش کی بکر کرتا کسب دنیا میں بُرا ہے اور مکر کرنا ترک دنیا میں بہتر و بھلا ہے یعنی دنیا کے حاصل کرنے میں زیادہ مکر کرنا مذموم ہے اور دنیا ترک کرنے میں زیادہ مکر کرنا بہتر ہے بطور شطحیات کے طلب مولا میں وہ کام کرے کہ عوام اسکو بُرا جانیں اور نزدیک خدا کے درست ہو یہ امر بہتر ہے چنانچہ اسکی مثال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

کافرم من گر زیاں کردست کس / در رہ ایمان و طاعت یکنفس
سر شکستہ نیست ایں سر را مبند / یک دو روزے جہد کن باقی بخند
بد محالے جست کو دنیا بجست / نیک حالے جست کو عقبیٰ بجست
مکرہا در کسب دنیا بارد است / مکرہا در ترک دنیا وارد است
مکر آں باشد کہ زنداں حفرہ کرد / آنکہ حفرہ بست آں مکریست سرد
چیست دنیا از خدا غافل بدن / نے قماش و نقرہ و فرزند و زن
مال را گر بہر دیں باشی حمول / نعم مال صالح گفت آں رسول
آب در کشتی ہلاک کشتی است / آب اندر زیر کشتی پشتی است
چونکہ مال و ملک را از دل براند / زاں سلیمان خویش جز مسکیں نخواند
کوزۂ سر بستہ اندر آب رفت / از دل پر باد فوق آب رفت
باد درویشی چو در باطن بود / بر سر آب جہاں ساکن بود

ہوں میں کافر گر زیاں ہے کیا / بس کسی کا راہ ایمان میں ذرا
سر نہ ٹوٹا باندھ مت اس سر کو تو / ایک دو دن جہد کر پھر خوش ہو تو
بدجگہ ڈھونڈھی جو کی دنیا تلاش / خوش جگہ ڈھونڈھی جو کی عقبیٰ تلاش
مکر کرنا کسب دنیا میں برا / مکر کرنا ترک دنیا میں بھلا
مکر وہ زنداں میں جو دیوے نقب / مکر وہ کیا بند جو کر دے نقب
کیا ہے دنیا ہونا غافل یاد سے / نے زن و فرزند و ملک و مال سے
گر تو ہے حامل بہر دیں حمول / پاک مال اچھا بتاتے ہیں رسول
آب کشتی میں کرے کشتی تباہ / زیر کشتی آب ہے پشت و پناہ
جو کیا تھا مال کو دل سے جدا / خود سلیمان اسلیے مسکین بنا
منہ بندھا کوزہ جو پانی پر پڑا / دل کی بربادی سے پانی پر پھرا
جسکے دل میں باد درویشی کی ہو / اس جہاں کے آب پر قائم ہو وہ

۵۱ مکر وہ الخ ۲ شعر مکر وہ بہتر ہے جو زندان میں نقب دے اور وہ مکر بد ہے جو نقب کو بند کر دے یہ جہان دنیا زندان ہے اور ہم قیدی ہیں تو اس زندان میں نقب دے کر باہر نکل اور دنیا کیا ہے خدا سے غافل ہونا ہے زن و فرزند اور ملک و مال دنیا نہیں ہے یعنی غفلت حق کو دنیا کہتے ہیں مثلاً کوئی شخص خدا سے غافل ہے اور زر و مال طلب نہیں کرتا ہے وہ دنیا دار ہے اور کوئی زر و مال طلب کرتا ہے اور خدا سے غافل نہیں ہے وہ تارک الدنیا ہے غرضکہ ترک دنیا سے مراد محبت دنیا کو دل سے دور کرنا ہے اگرچہ ظاہر میں زر و مال سے محبت رکھے یہ مسئلہ نازک ہے بحر العلوم ۱۲ ۵۲ گر تو کر الخ ۲ شعر دین کے واسطے اگر تو زر و مال حاصل کرے بموجب حدیث شریف نعم المال الصالح للرجل الصالح یعنی پاک مال واسطے پاک مرد کے اچھا ہے یعنی واسطے حج کے یا صلہ رحمی ادائے حقوق نان و نفقہ اہل و عیال کے جمع کرے تو بہتر ہے وہ دنیا نہیں ہے بشرطیکہ اُس کی محبت دل میں نہ ہو مثال اس کی مولانا بیان فرماتے ہیں کہ جیسے آب دریا سے کشتی میں آ کے کشتی کو تباہ کرے اور نیچے کشتی کے آب پشت پناہ رہے یعنی زر و مال مثال آب دریا کے ہے اور دل انسان کا مانند کشتی کے اگر محبت مال کی دل میں ہے مثل کشتی کے غرق ہے اور اگر دل میں محبت نہیں رکھتا ہے اور مال و دولت رکھتا ہے تو واسطے جمعیت خاطر کے وہ سلوک میں پشت پناہ ہے جیسے آب کے ہونے سے کشتی کو پشتی و روانگی ہے چنانچہ سلیمان علیہ السلام نے مال و دولت کو دل سے جدا کیا تھا اور خود مسکین اس لیے بنے تھے اس کی مثال ارشاد فرماتے ہیں جیسے کوزہ منہ بندھا پانی پر پڑا جو کہ دل میں باد محبت ہے پانی پر پھرے اور آب میں غرق نہ ہو اسی طرح محبان خدا کو جو خودی سے خالی ہو اور ہوائے محبت الٰہی سے پر ہوتے ہیں آب دریا پر چلتے پھرتے ہیں چنانچہ انسان زندہ اگر پانی میں گرے ڈوب کر مرے اور جن کی جان تن سے نکل جائے تو آب پر وہ نعش پھرنے لگے حالانکہ وزن جسم ویسے ہی اُس میں موجود ہے پھر کیوں نعش تیرتی ہے بعد تامل واضح ہوا کہ سبب غرق کا اُس کی جان کا وزن ہے جب جان تن سے نکلی اور بدن کو خلا ہوا تو خالی ہونے پر تیرنے لگا اسی طرح پر دوستان حق کی جان بموجب موتوا قبل ان تموتوا ہوائے محبت الٰہی پر ہوتی ہے اس واسطے پانی پر پھرتا ہے اور غرق نہیں ہوتا ہے چنانچہ مولانا اس کا حال آگے بیان فرماتے ہیں واللہ اعلم ۱۲ ۵۳ جس کے دل الخ ۲ شعر باد درویشی جس کے دل میں پر ہو وہ اس جہان کے آب پر قائم رہے اور آب اس کو غرق نہ کر سکے کہ نفخ حق اس کے دل پر ہو نفخ حق سے مراد باد من لدن یعنی محبت الٰہی ہے ۔ باقی اسکا حال آگے ہے ۱۲ فافہم ۔

آب نتواند مرا در غوطہ داد — کش دل از نفخۂ الٰہی گشت شاد
گرچہ جملہ اینجہاں ملک ویست — ملک در چشم و دل او لاشی ست
پس دہان دل ببند و مہر کن — پر کنش از باد کبر من لدن
جہد حق ست و دوا حق ست و درد — منکر اندر نفی جہدش جہد کرد
کسب کن سعی نما و جہد کن — تا بدانی سر علم من لدن
گرچہ جملہ این جہاں بر جہد شد — جہد کے در کام جاہل شہد شد
زین نمط بسیار برہان گفت شیر — کز جواب آں جبریاں گشتند سیر

آب بس غوطہ اُسے کب دے سکا — دل میں اُسکے نفخ حق کا جو بھرا
گرچہ یہ سارا جہاں ملک اسکا ہی — ملک اُسکی آنکھ میں لاشے رہے
بند کر دل اور دہن اور مہر کر — اور باد من لدن کو اُسمیں بھر
حق ہی کوشش حق دوا اور درد ہے — کر تو کوشش ترک کوشش مت کرے
کسب کر اور جہد کر تو جان سے — تجھ پہ تا علم لدنی سب کھلے
گرچہ یہ سارا جہاں پر جہد ہو — جہد کب جاہل کے منھ میں شہد ہو
شیر نے ایسے دلائل بس کہے — نے جواب ان جبریوں سے بن پڑے

مقرر شدن ترجیح جہد بر توکل — مقرر ہونا غلبہ کوشش کا اوپر توکل کے

روبہ و خرگوش و آہو و شغال — جبر را بگذاشتند و قیل و قال
عہدہا کردند با شیر ژیاں — کاندریں بیعت نیفتد در زیاں
قسم ہر روزش بیاید بے جگر — حاجتش نبود تقاضائے دگر
عہد چوں بستند رفتند آنہماں — سوئے مرعیٰ ایمن از شیر ژیاں
جمع بنشستند یکجا آں وحوش — اوفتادہ درمیاں جملہ جوش

لومڑی خرگوش گیدڑ اور ہرن — باز آئے جبر سے چھوڑا سخن
عہد و پیمان شیر سے سب نے کیا — کہ نہ آوے فرق بیعت میں ذرا
حصہ ہر روز پہونچے اُسکو بے کہے — اور تقاضے کی نہ پھر حاجت رہے
عہد کرکے اس گھڑی وہ سب گئے — سوئے صحرا شیر سے بے ڈر ہوئے
جمع ہو کر بیٹھے اک جا وہ چرند — درمیان اُن کے ہوا فتنہ بلند

ف گرچہ یہ سارا جہاں الخ یعنی شعر گرچہ تمام جہاں عارف کا ملک ہو مگر اس کی آنکھ میں وہ ملک لاشے و ناچیز دکھائی دے پس تو دل کے دہن کو بند کر اور باد من لدن اس میں بھر یعنی منھ کو قال فضول کرنے سے اور دل کو خطرات نفسانی کرنے سے روک کیونکہ کوشش و جہد حق ہے اور دوا اور درد بھی حق ہے پس تو کوشش کر اور کوشش کو نہ چھوڑ اور کسب کوشش جان سے کر کہ تا علم من لدن تجھ پہ کھلے اگرچہ سارا جہاں درد سے پر ہووے مگر جاہل کو مانند شہد کے کب مزا دیوے وصول الی اللہ مختصر اوپر کسب کے ہے توکل محض کے پس شیر نے ایسے بہت دلائل بیان کیے کہ وہ صید لاجواب ہوئے اور سب پہ غالب ہوا تب سب نے اطاعت شیر کی اختیار کی جیسے طالب بے معنی نفع دنیا کے واسطے مرید کرتے ہیں اور نادان اُن کے قال سنکر بیعت کرتے ہیں اور دعوت کھلاتے ہیں اور نفع دنیا پہونچاتے ہیں اور طلب معنی ان سے کرتے ہیں چنانچہ مولانا آگے بیان فرماتے ہیں ۱۲ ۵۲ لومڑی الخ یعنی شعر لومڑی خرگوش اور گیدڑ اور آہو وغیرہ نے جب جبر کو چھوڑا توکل اختیار کیا اور عہد و پیمان شیر سے باندھا کہ اس بیعت میں فرق نہ ہوگا یعنی سب شیر کے مرید ہوگئے پس حصہ جدا ہر روز اس کو پہونچایا اور پھر حاجت تقاضا نہ ہوئی عہد کرکے وہ سب اس دم صحرا کو گئے اور شیر سے بیخوف رہے واضح ہو کہ مولانا یہاں کسب طریقت کا حال بیان فرماتے ہیں اور جواب دیتے ہیں ان کو کہ جو بسبب خود پرستی کے بیعت وصول الی اللہ کے منکر ہیں اور نہیں جانتے ہیں کہ اختیار کرنے پر پیر و مرشد حدیث صحیح آئی ہے من لیس لہ شیخ فلیس لہ دین ۱۲ ۵۳ جمع ہو کر الخ یعنی شعر وہ سب صید جمع ہو کر ایک جا بیٹھے اور انکے درمیان جھگڑا ہوا ہر کوئی یہ سوچنے لگا اور ہر ایک ہر ایک کا درپے ہلاکت ہوا آخر اتفاق اُن سب کا اسپر ہوا کہ قرعہ لاؤ جسکے نام قرعہ پڑے بے تامل وہ شیر کی غذا کو جائے اسی پر سب نے قرار کیا اور قرعہ کو اختیار کیا پس جسکے نام پر قرعہ پڑتا آپ سے وہ جانب شیر کے جاتا ہے قرعہ نجومی پیتل کا بناتے ہیں اور اس پر شکل یہ تسح فلکی لکھتے ہیں اور اس کو سائل کے ہاتھ سے پھنکوا کر زائچہ بناتے ہیں اور عوام ایک شے کو شرط کرکے قرعے پھینکتے ہیں جسکے نام پر وہ شے آتی ہے ہار جیت کرتے ہیں اور اکثر قمار بازی امر شرطی کرتے ہیں یعنی قرعہ سے جو شے پیدا ہوتی ہے وہ خدا کی جانب سے جانتے ہیں کچھ چون و چرا اس امر میں نہیں کرتے ہیں پس طالب کو چاہیے کہ اسی طرح اشارات حق کو معاملات دنیوی میں حق کی جانب سے جان کر عمل کرے کہ انجام بخیر ہو فافہم ۱۲

ہر کسے تدبیر ورای میزدی	ہر کسے در خون ہر یک میشدی	ہر کوئی تدبیر کرتا سوچتا	ہر کوئی ہر ایک کا خون چاہتا
عاقبت شد اتفاق جملہ شاں	تا بیاید قرعہ اندر میاں	اتفاق ان سب کا آخر یہ ہوا	درمیاں تا قرعہ آوے ظاہرا
قرعہ بر ہر کہ فتد او طعمہ است	بے سخن شیر ژیاں را لقمہ است	قرعہ جسکے نام پر آکر پڑے	بے کہے اس شیر کا لقمہ بنے
ہمبریں کردند آں جملہ قرار	قرعہ آمد سر بسر را اختیار	اسکے اوپر کرلیا سب نے قرار	اور بالکل آیا قرعہ اختیار
قرعہ بر ہر کو فتادی روز روز	سوے آں شیر او دویدے ہمچو یوز	قرعہ جیسے پڑتا ہر روز آپ سے	مثل چیتا جاتا جانب شیر کے

جواب گفتن خرگوش مر آں نخچیراں را
جواب دینا خرگوش کا ان شکاروں کو

چوں بخرگوش آمد ایں ساغر بدور	بانگ زد خرگوش کاخر چند جور	دور ساغر پہونچا جب خرگوش پر	چیخا تب خرگوش کب تک ظلم و شر
قوم گفتندش کہ چندیں گاہ ما	جاں فدا کردیم در عہد و وفا	قوم نے اس سے کہا مدت سے ہم	ہیں فدا عہد میں ثابت قدم
تو مجو بدنامی ما اے عنود	تا نرنجد شیر رو رو زود زود	تو ہماری دیکھ بدنامی نہ کر	تا خفا ہم پر نہ ہووے شیر نر

انکار کردن نخچیراں جواب خرگوش ایشاں را
انکار کرنا شکاروں کا اور جواب دینا خرگوش کا اُن کو

گفت اے یاراں مرا مہلت دہید	تا بمکرم از بلا ایمن شوید	بولا[۵۱] مہلت مجھ کو تم اے یار دو	مکر سے میری بلا سے تم چھٹو
تا اماں یابد زمکرم جانتاں	ماند ایں میراث فرزنداں تاں	جان تمہاری مکر سے میرے بچے	اور یہ اولاد میں ورثہ رہے
ہر پیمبر درمیان امتاں	ہمچنیں تا مخلصی میخواندشاں	ہر پیمبر[۵۲] امتوں کے درمیان	اس طرح سے چاہتے انکی اماں
کز فلک راہ بروں شو دیدہ بود	در نظر چوں مردمک پیچیدہ بود	رہ نکلنے کی تھی دیکھی چرخ سے	مثل پتلی کے نظر میں تھے بٹے

۵۱ بولا مہلت الخ یہ شعر خرگوش نے کہا کہ تم مجھ کو اے یار و مہلت دو تاکہ تم میرے مکر کرنے سے اس بلا سے چھوٹو اور تمہاری جان میرے مکر کرنے سے بچے اور تمہاری اولاد میں یہ میراث جاری رہے چنانچہ حقایق اسکے مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۵۲ ہر پیمبر الخ یہ شعر ہر ایک پیمبر اپنی امتوں کے درمیان اسی طرح ان کے واسطے امن چاہتے تھے راہ نکلنے کی چرخ سے اُنھوں نے دیکھی تھی اور مثل پتلی کے نظر میں لپٹے تھے خلق انکو مثل پتلی کے خرد دیکھتی ہے اور پتلی کی بزرگی کو نہیں جانتی تھی واضح ہو کہ مولانا انبیا علیہم السلام کی بزرگی یہاں بیان کرتے ہیں کہ جیسے نظر خانہ چشم کے ساتوں پردوں سے باہر آجاتی تھی اور بشکل پتلی آنکھ کے اندر مختصر دکھائی دیتی اور انسان نام اسی نظر کا ہے اسی طرح چشم ساتویں طبق آسمان بر مثل پردوں کے ہیں اور انبیا علیہم السلام انمیں مانند پتلی کے بچشم قلیل دکھائی دیتے ہیں اور آسمانوں سے نظر سے بلند باہر آتے ہیں اگرچہ جسم انکا اندر آسمان کے رہتا ہے اور معنی انکا مانند نظر کے آتا جاتا ہے کیونکہ نظر و پتلی ایک ہی ہے جیسے قرص آفتاب پر تو آفتاب یعنے جو کہ پتلی بظاہر مختصر و قلیل دکھائی دیتی ہے مگر تمام زمین و آسمان شمس و قمر اسمیں سما جاتے ہیں ایسے ہی اہل اللہ بصورت بشر قلیل سب کو دکھائی دیتے ہیں مگر تمام عالم انمیں ذرہ ہے اور جیسے دونوں آنکھوں کی پتلیاں ایک ہیں نفس واحد ہیں انبیا علیہم السلام اس چشم فلک کے نور نظر ہیں جیسے نور نظر تمام اعضاء و قوائے جسم کو آفتوں سے بچاتا ہے اسی طرح انبیا علیہم السلام اپنی امت کو بچاتے ہیں اور حفاظت نفس سے کرتے ہیں بقول سید عبد الفتاح فہم من فہم ۱۲

ہمر و حشی چوں ہمر و ملکت بدند خرد	در بزرگی مرد کمکس رہ نبرد	مثل تیلی خردان کو دیکھتے	اور رنہ تیلی کی بزرگی جانتے

اعتراض کردن نخچیراں بر خرگوش و جواب خرگوش ایشاں را

اعتراض کرنا شکاروں کا خرگوش پر اور جواب دینا خرگوش کا

قوم گفتندش کہ اے خرگوش دار — خویش را اندازۂ خرگوش دار

ہین چہ لافست این کہ از تو بہتران — در نیاوردند اندر خاطر آں

معجبے یا خود قضامان در پے است — ورنہ این دم لائق چوں تو کے است

گفت اے یاراں حقم الہام داد — مر ضعیفے را قوی رائے فتاد

آنچہ حق آموخت مر زنبور را — آں نباشد شیر را و گور را

خانہا سازد پر از حلوائے تر — حق برو آں علم را بکشود در

آنچہ حق آموخت کرم پیلہ را — ہیچ پیلے داند آں گوں حیلہ را

آدم خاکی ز حق آموخت علم — تا بہفتم آسمان افروخت علم

نام و ناموس ملک را در شکست — کوری آنکس کہ با حق در شکست

زاہد شش صد ہزاراں سالہ را — پوزبندی ساخت آں گوسالہ را

تا نتاند شیر علم دین کشید — تا نگردد گرد آں قصر مشید

علمہائے اہل حس شد پوزبند — تا نگیرد شیر زاں علم بلند

قوم بولی اُس سے اے خرگوش کہ[ف] — آپ کو ناچار جوں خرگوش رکھ

ہے یہ نادانی بزرگوں کے تئیں — جو کہ تو خاطر میں لاتا ہے نہیں

ہے قضا ہم سب کی یہ تیرا غرور — ورنہ دعوی ہے نہیں تجھکو ضرور

بولا یارو یہ مجھے الہام ہے — رائے حق نے بھیجی عاجز کیلیے

حق نے زنبوروں کو سکھلایا جو ہے — وہ نہ آئے شیر سے اور گور سے

گھر بنا رکھتی ہے با حلوائے تر — حق نے اُنکو علم وہ بخشا مگر

ریشمی کیڑوں کو جوں حق نے دیا — ہاتھیوں سے کب وہ حیلہ ہو سکا

آدم خاکی نے سیکھا حق سے علم — آسمان تک کر دیا روشن ہے علم

نام و ننگ اُس سے فرشتوں کا گیا — ہے وہ اندھا جس نے حق سے شک کیا

جو کہ زاہد تھا وہ لاکھوں سال کا[ع] — منھ پہ گوسالہ کے بس چھینکا دیا

تا نہ شیر علم دیں وہ پی سکے — تا نہ اس قصر معلے تک پھرے

اہل حس کا چھینکا علم ظاہری — تا نہ پی لیں شیر علم حق کبھی

ف قوم بولی الخ یعنی شعر قوم نے صید خرگوش سے کہا کہ اے خرگوش اس بات پر کان رکھو اور آپ کو ناچار و عاجز مانند خرگوش کے جان یہ تیری نادانی ہے کہ بزرگوں کو خاطر میں تو نہیں لاتا ہے اب ہماری سب کی قضا ہے یا تیرا غرور ہے ورنہ یہ دعوی تجھکو کرنا ضرور ہے خرگوش نے کہا کہ اے یارو یہ الہام ہے اور یہ رائے غالب مجھ عاجز کو حق نے بھیجی ہے چنانچہ خرگوش اپنے الہام کی مثالیں بیان کرتا ہے کہ جیسے حق نے زنبوروں کو سکھایا ہے کہ شیر و گور سے نہیں ہو سکتا ہے بموجب آیہ کریمہ واوحی ربک الی النحل الی آخرہ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم وحی کی رب نے تیری طرف زنبور کے گھر بنا کر اسمیں حلوائے تر رکھتی ہیں حق نے انکو وہ علم دیا ہے ریشمی کیڑوں کو حق نے جو سکھایا ہے ہاتھیوں سے وہ حیلہ نہیں ہو سکتا ہے آدم خاکی نے حق سے وہ علم سیکھا کہ آسمان تک علم روشن کر دیا اور اُس سے نام و ننگ ہے فرشتوں کا وہ اندھا ہے جس نے حق سے شک کیا یعنی ابلیس نے آدم سے شک کیا کہ در اصل آدم میں حق جلوہ گر تھا واللہ اعلم ۱۲ ع جو کہ زاہد الخ یہ شعر جو کہ ابلیس زاہد لاکھوں سال کا تھا مگر وہ ایک بچہ گاؤ تھا کہ چھینکا اس کے منھ پہ دیا تھا علم دین کا شیر وہ نہ پا سکے اور اس قصر معلی یعنی جسم آدم تک نہ جا سکے اسی طرح اہل حس کے منھ پر علم کا چھینکا ہے کہ تا وہ شیر علم سے نہ پئیں یعنی بچہ گاؤ کے منھ پر ایک چھینکا باندھتے ہیں کہ وہ بچہ گاؤ کا شیر نہ پی سکے پس شیطان کو علم الملکوت تھا بسبب نہ پانے اس علم کے جو آدم علیہ السلام کو حق تعالے نے دیا تھا بچہ گاؤ تھا کہ اس کے منھ کو بند کر دیا تھا اسی طرح اہل ظاہر جن کو یعنی علما کو یہ علم چھینکا ہے کہ اُن کو نفع اس علم کا نہیں پہونچتا ہے پس العلم حجاب الاکبر اسی کو کہتے ہیں یعنی ضرور کر علم حجاب بڑا ہے ۱۲ واللہ اعلم

قطرۂ دل را یکے گوہر فتاد / کان بگردونہا و دریاہا نداد
چند صورت آخر اے صورت پرست / جان بے معنیت از صورت نرست
گر بصورت آدمی انسان بدے / احمد و بوجہل خود یکساں بدے
احمد و بوجہل در بتخانہ رفت / زیں شدن تا آں شدن فرقیست زفت
ایں در آید سر نہند آں را بتاں / واں در آید سر نہد چوں امتاں
نقش بر دیوار مثل آدم ست / بنگر از صورت چہ چیز او را کم ست
جان کم ست آں صورت باتاب را / رو بجو آں گوہر نایاب را
شد سر شیران عالم جملہ پست / چوں سگ اصحاب را دادند دست
چہ زیانستش ازاں نقش نفور / چونکہ جانش غرق شد در بحر نور
وصف صورت نیست اندر خامہا / عالم و عادل بود در نامہا
عالم و عادل ہمہ معنیست بس / کش نیابی در مکان پیش و پس
می زند بر تن ز سوے لامکاں / می نگنجد در فلک خورشید جاں
ایں سخن پایاں ندارد گوش دار / گوش سوے قصۂ خرگوش دار
گوش خر بفروش و دیگر گوش خر / کیں سخن را در نیابد گوش خر

قطرۂ[1] دل پر جو اک گوہر رکھا / کہ نہ گردوں اور دریا کو دیا
صورت اے صورت پرست آخر مٹے / جان بے معنی نہ صورت سے چھٹے
ہوتا گر صورت سے انساں آدمی / احمد و بوجہل رکھتے ہمسری
احمد و بوجہل بت خانہ گئے / دونوں کے جانے میں بیحد فرق ہے
ان کو سب اصنام نے سجدہ کیا / اور وہ خود آگے بتوں کے جھک گیا
ہے جو تصویر بشر دیوار پر / اس میں کیا کیا کم ہے کر اس پر نظر
اُسمیں سب کچھ ہے مگر ہے جان کم / ڈھونڈھ وہ نایاب گوہر اے صنم
کیوں نہ[2] شیران جہاں کا سر جھکے / جو سگ اصحاب کو وہ دست دے
صورت بد سے اسے کیا ہے زیاں / نور کے دریا میں ڈوبی اسکی جاں
وصف[3] صورت کا نہیں خامہ میں ہے / عالم و عادل لکھا نامہ میں ہے
عالم و عادل تو معنی ہے تمام / تو مکاں میں اسکو کب پائے مدام
لامکاں سے تن میں آتا ہے نہاں / کب سمائے چرخ میں خورشید جاں
انتہا رکھتی نہیں یہ بات ہے / اب سنو قصہ کو پھر خرگوش کے
گوش خود دے دوسرا اور گوش لے / گوش خر سنتا نہیں یہ بات ہے

ذکر دانش خرگوش و بیان فضیلت

ذکر عقلمندی خرگوش اور بیان بزرگی

سلہ قطرہ دل پر الخ، شعر قطرہ دل کو جو ایک گوہر دیا وہ دریا و آسمان کو نہ دیا یعنی گوہر عرفان الٰہی اے صورت پرست یہ صورت کبتک رہیگی اور تیری جان بے معنی صورت سے نہ چھٹیگی تو کب تک صورتوں کا پابند رہیگا اور عرفان کو نہ چاہیگا کیونکہ اگر صورت سے آدمی ہوتا تو ابوجہل اور مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم برابر ہوتے دیکھئے کہ احمد صلے اللہ علیہ وسلم و ابوجہل دونوں بت خانہ گئے اُن کے اور ان کے جانے میں کتنا فرق ہے گئے تو بت نے ان کو سجدہ کیا اور ابوجہل گیا تو اُس نے بت کو سجدہ کیا مثال دوسری جو کہ تصویر بشر کی دیوار پر ہے تو دیکھ اُس میں شے کم ہے جب کہ جان اُس میں صورت سے کم ہو تو اُس گوہر نایاب جان کو تلاش کر کہ انسان میں یہی بہتر چیز ہے اور صورت کچھ چیز نہیں ہے غلط نسم ۱۲ سلہ کیوں نہ شیران الخ ، شعر کیوں نہ شیران جہان کے سرنگوں ہوں کہ جب وہ دستگیری سگ اصحاب کہف کی کرے اس سگ کو بدصورتی سے کیا نقصان ہے جب کہ جان اس کی دریائے نور میں غرق ہو۔ یعنے حق تعالےٰ نے اس کو قبول کرلیگا بظاہر وہ برا ہو پس وہ برائی ظاہری اس کو کچھ نقصان نہیں دیگی باطن بہتر ہونا چاہیے واللہ اعلم ۱۲ سلہ وصف صورت کا الخ ۵ شعر قلم وصف صورت کا نہیں لکھ سکتا ہے عالم و عادل تو معنی یعنی جان ہے پس تو معنی یعنی جان ہے پس تو مکان میں کب اس کو پا سکے کیونکہ لامکاں سے بدن میں وہ پوشیدہ آتی ہے اور کب سماتی ہے خورشید جان آسمان میں یعنی جان مثل خورشید کے روشن ہے اور لامکان کے رہنے والے ہیں اور پوشیدہ جسم انسان میں ہے کہ ادراک حقیقت اسی سے ہوتا ہے اور اس قدر بڑی ہے کہ اس آسمان میں وہ سما نہیں سکتی ہے پس یہ بات انتہا نہیں رکھتی ہے اب قصہ خرگوش کا سنو اور گوش خر کو بیچ اور دوسرا گوش خرید کر کہ یہ بات گوش خر سنتا نہیں ہے گوش خر گوش بے معنی کو کہتے ہیں یعنی یہ گوش ظاہر کا چھوڑ اور گوش شنوا حاصل کرتا کہ اس قصہ کا کچھ حاصل ہو واللہ اعلم ۱۲۔

ومنافع دانش

ره تو رو به بازی خرگوش بین / مکر و شیر اندازی خرگوش بین
خاتم ملک سلیمان ست علم / جمله عالم صورت و جان ست علم
آدمی را زین هنر بیچاره گشت / خلق دریاها و خلق کوه و دشت
زو پلنگ و شیر ترسان همچو موش / زو شده پنهان بدشت و که وحوش
زو پری و دیو ساحلها گرفت / هر یکے در جاے پنهان جا گرفت
آدمی را دشمن پنهان بسی ست / آدمی با حذر عاقل کسے ست
خلق پنهان زشت شان و خوبشان / می زند بر دل بهر دم کوبشان
بهر غسل ار در روی در جوئبار / بر تو آسیبے زند در آب خار
گرچه پنهان خار در آب ست پست / چونکه در تو می خلد دانی که هست
خار خار وحیها و وسوسه / از هزاران کس بود نے یک کسه
باش تا حسهاے تو مبدل شود / تا ببینی شان و مشکل حل شود
تا سخنهاے کیان رد کرده / تا کیان را سرور خود کرده

ونفع عقل کا

دیکھ[1] مکاری تو اُس خرگوش کی / شیر گیری دیکھ اُس خرگوش کی
دیکھ تو مہر سلیمان علم ہے / علم صورت ہے مگر جان علم ہے
آدمی کے علم سے عاجز ہوئی / خلق دریا خلق کوہ و دشت کی
شیر چیتے مثل موش اس سے ڈریں / وحشی انسے دشت میں چھپتے پھریں
اور کنارہ کش ہوئے دیو و پری / ہر کسی نے اس سے پنہاں جاے لی
آدمی[2] کے ہیں بہت دشمن چھپے / ہے وہ عاقل جو کوئی پر خوف ہے
خلق بد و نیک ہم سے ہے نہاں / اُسکی زد پڑتی ہے دل پر ہر زماں
گر[3] تو جاے غسل کرنے نہر پر / آب میں کانٹوں سے ہو پاکو ضرر
گرچہ زیر آب کانٹا ہے نہاں / جب چبھے پا میں تو ہو تجھکو عیاں
خرخشے[4] حسوں کے اور وسواس کے / سیکڑوں مردم سے ہیں نے ایک سے
تو ذرا دم لے کہ بدلیں حس تمام / حل ہوں مشکل اُنکو تو دیکھے مدام
تو نے باتیں عاقلوں کی چھوڑ دیں / جاہلوں کی طاعتیں منظور کیں

بازجستن نخچیران سر اندیشۂ خرگوش را

پھر تلاش کرنا شکاروں کا بھید و اندیشہ خرگوش کو

ف۱ دیکھ مکاری الخ ۲ شعر روبہ بازی یعنی مکر اور شیر گیری یعنی دشمن قوی کا عاجز کرنا اس خرگوش کا دیکھ اور جان تو کہ مہر سلیمان علیہ السلام کی علم ہے اور صورت کل جہان ہے پس جس انگشتری سلیمان کا کل جہان تابعدار تھا اسی طرح علم لدنی کا سب جہان مطیع ہے مولانا اس اہل علم کے حقائق ارشاد فرماتے ہیں ۱۲ ف۲ آدمی کے الخ ۵ شعر اسی طرح انسان کے علم سے مخلوق بحری و مخلوق بری عاجز و ناچار ہوئی شیر و چیتے مثل موش کے انسان سے ڈرتے ہیں اور جنگلی جانور انسان سے دشت میں چھپتے ہیں اور دیو و پری کنارہ کش ہوئے اور ہر ایک شے انسان سے گوشہ گیر ہوئی انسان کے بہت دشمن خفیہ ہیں اور انسان کے برابر کوئی محتاط نہیں اخلاق نیک ہم سے پوشیدہ ہیں مگر ہر دم ان کی زد ہم پر پڑتی ہے چنانچہ اسکی مثال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں ۱۲ ف۳ گر تو جاے الخ ۲ شعر جیسے تو اگر غسل کو نہر پر جائے اور آب میں خار تیرے پاؤں میں چبھے اگرچہ خار خود آب میں پوشیدہ ہے مگر پاؤں میں چبھے جب تجھے معلوم ہو مولانا اسکے حقائق ارشاد فرماتے ہیں ۱۲ ف۴ خرخشے الخ ۳ شعر بہت خرخشے حس و وسوسے اکثر انسانوں میں ہیں کچھ ایک ہی میں نہیں ہیں مگر دکھائی نہیں دیتے ہیں تو ٹھہر تا حس تیری بدل جائے اور وہ حس تجھ کو دکھائی دے اور مشکل حل ہو تو نے عاقلوں کی باتیں چھوڑ دیں اور جاہلوں کی باتیں اختیار کیں یعنی خار اخلاق کے مثل آب کے افسانہ میں پوشیدہ ہیں اور تجھ کو دکھائی نہیں دیتے ہیں اور اس کی زد تیرے دل پر پڑتی ہے جب تیری یہ حس ظاہری بدل جائے گی تو تجھے اس سے نجات ہوگی کیونکہ تو نے صحبت مرشدوں کی چھوڑ دی ہے پس تو ان کی صحبت اختیار کر تاکہ تیری یہ حس بدل جاے اور وہ علم لدنی تجھ کو حاصل ہو جس کی سب مخلوق تابع ہے واللہ اعلم ۱۲ -

بعد ازاں گفتند کاے خرگوش چیست — درمیان نہ آنچہ در ادراک تست
ایکہ با شیرے تو در پیچیدۂ — باز گو رائے کہ اندیشیدۂ
مشورت ادراک و ہشیاری دہد — عقلہا مر عقل را یاری دہد
گفت پیغمبر بکن اے رای زن — مشورت کالمستشار موتمن
قول پیغمبر بجاں باید شنود — باز گو تا چیست مقصود تو زود

بولے۵۱ سب خرگوش بھید اپنا بتا — ہم بھی سن لیں ہے وہ تیرے دل میں کیا
شیر کے اب تو مقابل میں پڑا — رائے اپنی کو بتا سوچا ہے کیا
مشورہ سے ہوتی ہے ہشیاری بس — عقل کو عقلوں سے ہے بیداری بس
بولے پیغمبر کہ دل اے اہل فن — مشورت کالمستشار موتمن
قول پیغمبر کا جان سے بس سنو — کیا ترا مقصود ہے ہم سے کہو

پوشیدہ داشتن خرگوش راز از نخچیراں

پوشیدہ رکھنا خرگوش کا بھید کو شکاروں سے

گفت ہر رازے نشاید باز گفت — جفت طاق آید گہے گہ طاق جفت
از صفا گر دم زنی با آئینہ — تیرہ گردد زود با ما آئینہ
در بیان ایں سہ کم جنباں لبت — از ذہاب و از ذہب وز مذہبت
کایں سہ را خصم ست بسیار و عدو — در کمینت ایستد چوں داند او
در بگوئی با یکے گو الوداع — کل سر جاوز الاثنین شاع

بولا۵۲ ہر بھید اپنا کہنا مت کبھی — جفت طاق اور طاق جفت آئے کبھی
گر صفائی کو تو پھونکے آئینہ — ہو مکدر جلد اس سے آئینہ
کم۵۳ کر دان تین شے کا تم بیان — مذہب و دولت سفر سے ایجان
کہ عدو کثرت سے ان تینوں کے ہیں — جان لینگے تو لگیں گے گھات میں
کہ تو اک سے گر کہے تو الوداع — کل سر جاوز الاثنین شاع

۵۱ بولے سب الخ ۵ شعر بعدہ سب صیدوں نے کہا کہ اے خرگوش جو تونے سوچا ہے وہ سب ہم سے بیان کر جو شیر کے مقابل میں پڑا ہے اپنی رائے کو ہمیں بتا کہ تونے کیا تجویز کیا ہے کیونکہ مشورے سے ہوشیاری آتی ہے اور عقلمندوں سے عقل کو بیداری ہوتی ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الحدیث مشورۃ کالمستشار موتمن یعنی ضرور کر مشورہ دینے والا امین ہے قول پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کا جان سے سنو اور کیا تیرا مقصد ہے ہم سے کہو یعنی جو کوئی مشورہ پوچھ ہم آئیں ہیں جو خبر ہم کو معلوم ہوگی ہم تجھ سے کہیں گے گویا اس دلیل سے شکاروں نے اس خرگوش سے حال پوچھا مگر خرگوش نے نہیں کہا اس کے آگے بیان ہے ۱۲

۵۲ بولا ہر بھید اپنا الخ ۲ شعر خرگوش نے کہا کہ اپنا ہر بھید ہرگز کہنا نہ چاہیے کہ کبھی جفت طاق اور طاق جفت ہوتا ہے یعنی معاملہ برعکس ہوتا ہے کہ وہ راز دار آج ہمارا دوست ہے کل جدا ہوکر پھر ہمارے دشمن کا دوست ہو اور راز فاش کرے اس کی مثال مولانا بیان فرماتے ہیں کہ جیسے اگر تو پھونک مارے آئینہ اس پھونک سے مکدر ہو جائے یعنی تشبیہ راز کی آئینہ سے دی ہے کہ جیسے آئینہ پھونک مارنے سے مکدر ہوتا ہے ایسے ہی راز کہنے سے خراب ہوتا ہے یا یہ ہے کہ آئینہ کو بسبب صفائی کے تحمل دم زدن نہیں ہے ایسے ہی مشیر تنگ ظرف سے کہ طاقت اخفائے راز کی نہیں رکھتا ہے پس بہرکیف راز کہنا نہ چاہیے بقول بحر العلوم ۱۲

۵۳ کم کر دان الی آخرہ ۹ شعر ان تینوں چیزوں کو تم بیان نہ کرو مذہب دولت و سفر کو کہ دشمن ان تینوں کے بہت ہیں اور ان کے پیچھے گھات میں لگے رہتے ہیں اور اگر تو کہتا ہے تو ایک سے بموجب حدیث شریف کے کہ کل سر جاوز الاثنین شاع یعنی کل بھید تجاوز کریں دو سے تو مشہور ہوتے ہیں یعنی محدثین نے دو کس اور بعض نے دو لب سے مراد لی ہے یعنی بھید یک کس سے دوسرے تک پہونچا تو فاش ہوا یا دو لب سے نکلا تو فاش ہوا ۱۲ افا فہم۔

گر دو سہ پرندہ را بندی بہم / بر زمیں مانند محبوس از الم
مشورت دارند سر پوشیدہ خوب / در کنایت با غلط افگن مشوب
مشورت کردی پیمبر بستہ سر / گفتہ ایشانش جواب بے خبر
در مثالی بستہ گفتی راے را / تا نداند خصم از سر پاے را
او جواب خویش بگرفتی ازو / وز سوالش می نبردے غیر بو
ایں سخن پایاں ندارد باز گرد / سوی خرگوش دلاور تا چہ کرد

باندھے گر دو تین پرندے بہم[۱] / مثل قیدی کے رہیں وہ پر الم
مشورہ کو کریں پس پوشیدہ تر / اور کنایہ سے غلط افگن سے کر
مشورہ کرتے نبی پوشیدہ تر / دیتے وہ ان کو جواب اور بے خبر
اور مثالوں میں وہ دیتے راے کو / تا نہ دشمن جانے سر پا اسکے کو
اور جواب اپنا وہ لیتے ان سے خبر / تا سوال انکے سے بو پاے نہ غیر
بات یہ بے انتہا ہے لوٹ تو / کر بیاں خرگوش کی اب جستجو

قصہ مکر کردن خرگوش با شیر و بسر بردن

قصہ مکر کرنا خرگوش کا ساتھ شیر کے اور انجام کو پہونچانا

حاصل آں خرگوش اے خود گفت / مکر اندیشید با خود طاق و جفت
با وحوش از نیک و بد مکشا دو راز / سر خود با جان خود میراند باز
ساعتے تاخیر کرد اندر شدن / بعد ازاں شد پیش شیر پنجہ زن
زاں سبب کاندر شدن او ماند دیر / خاک را می کند و می غرید شیر
گفت می گفتم کہ عہد آں خساں / خام باشد خام و سست و نارساں
دمدمہ ایشاں مرا از خر فگند / چند بفریبد مرا ایں دہر چند
سخت درماند امیر سست ریش / چوں نہ پس بیند نہ پیش از احمقیش
راہ ہموار است زیرش دامہا / قحط معنی در میان نامہا

رائے بتلائی نہیں خرگوش نے[۲] / مکر طاق و جفت سوچا آپ سے
راز ہمجنسوں سے اپنے نے کہا / بھید اپنا اپنی جان میں خود رکھا
ایک ساعت دیر کرکے وہ چلا / بعد اسکے شیر کے آگے گیا
جو کہ جانے میں ہوئی تھی اسکے دیر[۳] / خاک اڑاتا اور چلاتا تھا شیر
بولا میں کہتا تھا عہد ناکساں / خام ہوتا ہے و بے اصل و نشاں
مکر انکے نے مجھے تکلیف دی / دھوکا کب تک دے زمانہ اور بھی
میر احمق سخت تر عاجز ہے / آگا پیچھا جو نہ سوچے جہل سے
راہ صاف اور دام ہیں اس میں چھپے / قحط معنی کا کنایوں میں دکھے

ف۱ باندھے الخ یہ شعر اگر دو تین پرند کو باہم شریک کرکے تو مثل قیدی کے پر الم پڑے رہیں اسی طرح تو اس راز کو مثل پرندوں کے پر بستہ رکھو کہ تجھ سے اگر وہ چاہیں مشورہ کو تم کرو پوشیدہ کرکے از راہ کنایہ کے غلطی میں ڈالکر یعنی مشورہ اگر تم کسی مشیر سے چاہو کہ اس سے تم رائے لیلو اور وہ تمہارے راز سے خبر نہ ہو اور بسبب کنایہ کے غلطی میں رہے کہ اگر وہ کسی سے کہے بھی تو راز بسبب غلطی مشیر تو فاش نہ ہونے پائے چنانچہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مشورہ پوشیدہ فرماتے اور ان کو جواب کنایہ و اشارہ میں دیتے بلکہ مثالوں میں رائے کا اظہار فرماتے تاکہ دشمن کو اس کی خبر نہ ہو اور جواب بھی آپ حاصل کرتے اور ان کے سوال کی غیر کو بو بھی نہ معلوم ہوتی یہ بیان بہت طویل ہے پھر خرگوش کے قصہ کی طرف رجوع کرنا سید جعفر علی نگینوی ف۲ رائے بتلائی نہیں الخ یہ شعر خرگوش نے رائے نہیں بتلائی اور مکر آپ ہی سوچا کہ اگر ایسا ہوا تو یوں کروں گا اور اگر ویسا ہوا تو اس طور پر کروں گا اور اپنے ہم جنسوں سے راز نہیں کہا اور بھید پوشیدہ اپنے دل میں رکھا اور ایک ساعت دیر کرکے وہ چلا اور بعدہ شیر کے آگے گیا فافہم ۱۲ ف۳ جو کہ جانے میں الخ یہ شعر جو کہ اس کے جانے میں دیر ہوئی شیر چلاتا تھا اور خاک اڑاتا تھا اور کہتا تو کہتا تھا کہ عہد نالائقوں کا خام اور بے حاصل ہوتا ہے ان کے مکر نے مجھے تکلیف دی دھوکا مجھے کب تک زمانہ دے گا اب مولانا تعلیم فرماتے ہیں کہ وہ امیر احمق از بس عاجز ہے کہ جو آگا پیچھا جہالت سے نہ سوچے رئیس کو لازم ہے کہ انتظام ملکی میں جو امر کرے آغاز و انجام کو سوچ لے ورنہ مثل شیر کے ندامت اٹھائے گا اشتی کے حقائق مولانا آگے بیان فرماتے ہیں جیسے راہ صاف اور اسمیں دام پوشیدہ ہیں اور قحط معنی کا کتابوں میں دکھائی دیتا ہے ۱۲

لفظها و نامها چون دامهاست
عمر چون آبست وقت او را جو جو
آن یکے ریگے کہ جوشد آب ازو
هست آن ریگ اے پسر مرد خدا
آب عذب دین همی جوشد ازو
غیر مرد حق چو ریگ خشک دان
طالب حکمت شو از مرد حکیم
منبع حکمت شود حکمت طلب
لوح حافظ لوح محفوظی شود
چوں معلم بود عقلش ز ابتدا
عقل چوں جبریل گوید احمدا
تو مرا بگذار زین پس پیش ران
هر کہ باز از کاہلی بے شکر و صبر
هر کہ جبر آورد خود رنجور کرد
گفت پیغمبر کہ رنجوری بلاغ

لفظ شیرین ریگ آب عمر است
خلق باطن ریگ جوی عمر تو
سخت کمیاب است رو آں را بجو
کو بحق پیوست و از خود شد جدا
طالبان را زاں حیات است و نمو
کآب عمرت را خورد او هر زماں
تا از و گردی تو بینا و علیم
فارغ آید او ز تحصیل و سبب
روح او از روح محفوظی شود
بعد ازاں شد عقل شاگردی ورا
گر یکے گامے نہم سوزد مرا
حد من این بود اے سلطان جان
او همی اندکہ گیرد پائے جبر
تا همان رنجوریش در گور کرد
رنج آرد تا بمیرد چوں چراغ

لہ لفظ و نامہ ہے مثال دام کے
عمر آب اور وقت اُسکا نہر ہے
ریگ اک وہ ہے کہ نکلے اس سے آب
ریگ ہے وہ جان اے مرد خدا
ان سے پانی دین کا جاری ہوا
غیر مرد حق کو ریگ خشک جان
کر طلب حکمت حکیموں سے نکو
چشمہ حکمت بنے حکمت طلب
لوح حافظ لوح محفوظی بنے
ابتدا میں تھی معلم اسکی عقل
عقل جوں جبریل احمد سے کہے
چھوڑ یاں تو تا کہ آگے ہوں رواں
کاہلی سے جو ہے بے شکر و صبر
جو کہ لایا جبر وہ رنجور ہے
بولے پیغمبر کہ رنجوری بری

لفظ شیریں ریگ پانی عمر ہے
خلق باطن ریگ نہر عمر ہے
وہ بہت نایاب ہے کر دستیاب
کہ ملے حق سے ہیں وہ خود سے جدا
طالبوں کو ہے حیات اُنسے سدا
تیرے پانی عمر کو کھینچے ہے آن
تا کہ دانا بینا اس سے ہووے تو
ہووے فارغ وہ بہ تحصیل و طلب
روح اسکی روح محفوظی بنے
بعدہ شاگرد اُسکے آئی عقل
اک قدم آگے بڑھوں تو جان جلے
ہے یہی حد میری اے سلطان جاں
جانتا ہے وہ کہ پکڑا پائے جبر
اور رنجوری سے وہ در گور ہی
ہے چوں چراغ آخر کو گل کر دے وہی

لہ لفظ و نامہ الخ ۹ شعر لفظ و نامہ مثال دام کی ہے لفظ شیریں ریگ اور عمر آب ہے یعنی پیران ریاکار مثل راہ کے ظاہر آراستہ رکھتے ہیں اور باطن میں ہزاروں دام مکر و فریب کے پوشیدہ ہیں گویا قال فریب سے بھرا ہی اور لوگوں کے پھانسنے کو دام ہے پس الفاظ شیریں اُن کے مانند ریگ کے ہیں کہ آب عمر ان کی جوستے وضائع کرتے ہیں۔ بحر العلوم عمر آب ہے اور وقت اُس کا نہر ہے اور خلق باطن عمر ہے اور تیرے ریگ میں ضائع ہوتا ہے اور وہ ایک ریگ ہے کہ اُس سے آب نکلتا ہے وہ بہت نایاب ہے تو اسکو حاصل کر اس ریگ کو تو جان کہ مردان خدا کہ وہ خدا سے ملے ہیں اور خود سے جدا ہے کہ آب دہن کان سے جاری ہوا اور طالبوں کو ان سے حیات ہے سدا یعنی رہبران کامل خدا سے واصل ہیں کہ طالبوں کو فیض حاصل ہوتا ہے اور غیر مرد حق کو تو ایک ریگ خشک جان کہ تیرے آب عمر کو وہ جذب کرے تو حکیموں معرفت سے حکمت طلب کر کہ تا دانا و بینا اُس سے تو ہووے یعنی حصول معنی تجھ کو ہووے کیونکہ چشمہ حکمت ہووے طالب حکمت کا اور فارغ ہووے سبب حاصل کرنے سے لوح حافظ لوح محفوظ ہووے اور روح اس کی روح محفوظ ہووے اور روح مدرکات اس کی کہ حکم معرفت سے حاصل آئی ہے لوح محفوظ ہووے کہ تمام اسرار الٰہی اس میں منقش ہیں اور روح اسکی روح اعظم ہے کہ اوروں کو نفع پہونچائے پس مولانا اس مضمون سے اشارہ کرتے ہیں طرف رسول مقبول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے کہ حکم معرفت الٰہی وہ ہیں چنانچہ آگے آپ اس کا حال بیان کرتے ہیں واللہ اعلم ۱۲ ۵ ابتدا میں الخ ۲ شعر ابتدا میں عقل اس کی معدوم تھی بعدہ وہ عقل اس کی شاگرد ہوئی عقل کہے مانند جبرئیل علیہ السلام کے احمد صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ اگر آگے بڑھوں تو جان میری جلے تو یہاں مجھ کو چھوڑ اور آگے روانہ ہو کہ میری حد یہی ہے اے سلطان زماں یعنی طالب جب مقام طلب سے آگے بڑھتا ہے طرف عشق کے تو عقل اسکو بھی کہتی ہے کہ جیسے جبرئیل نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہنگام معراج کہا کیونکہ جبرئیل کا نام عقل کل ہے اور اول حضور کو تعلیم کرتے تھے اور بعد نبوت کے تعلیم پاتے تھے یہی حال عقل ہر سالک عارف کے ہنگام عروج کے فافہم ۱۲ ۵ کاہلی سے الخ ۳ شعر اور کاہلی سے بے صبر و شکر رہے وہ جانتا ہے کہ جبر نے پاؤں پکڑا ہی پس جبر لایا وہ رنجور ہوا اور رنجور ہی اسکو ہلاک کرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ رنجوری ہی بری ہے اور مانند چراغ کے آخر کو گل کر دیتی ہے ۱۲

جبر چہ بود بستن اشکستہ را ۔ یا پیوستن رگ بگستہ را
جبر کیا ہے ٹوٹی ہڈی باندھنا ۔ یا کٹی رگ کو ملا کر گانٹھنا

چوں دریں رہ پائے خود نشکستہ ۔ بر کہ می خندی چو پا را بستہ
پا جو اس رہ میں نہ ٹوٹا ہے ترا ۔ کس پہ ہنستا ہے جو باندھا تو نے پا

وانکہ پایش در رہ کوشش شکست ۔ در رسید او را براق و بر نشست
اور اس کوشش میں ٹوٹا جسکا پا ۔ واسطے اسکے براق آیا بھلا

حامل دیں بود او محمول شد ۔ قابل فرماں بد او مقبول شد
حامل دین تھا وہ محمول اب ہوا ۔ قابل فرمان تھا مقبول اب ہوا

تاکنوں فرماں پذیرفتی ز شاہ ۔ بعد ازاں فرماں رساند بر سپاہ
کرتا تھا تعمیل اب تک حکم شاہ ۔ زیر حکم آخر ہوئی اس کی سپاہ

تاکنوں اختر اثر کردے درو ۔ بعد ازاں باشد امیر اختر او
اب تک اختر اسمیں کرتے تھے اثر ۔ بعدہ حاکم ہوا وہ نجم پر

گر ترا اشکال آید در نظر ۔ پس تو شک داری در انشق القمر
میرے کہنے پر تجھے شک ہے اگر ۔ دیکھ از راہ یقیں شق القمر

تازہ کن ایماں نہ از گفت زباں ۔ اے ہوا را تازہ کردہ در نہاں
تازہ کر ایمان نہ کہنے بات سے ۔ تو ہوا کو تازہ باطن میں رکھے

تا ہوا تازہ است ایماں تازہ نیست ۔ کیں ہوا جز قفل آں دروازہ نیست
ایمان تازہ نے جو تازی ہے ہوا ۔ یہ ہوا اک قفل ہے دل پر سدا

کردہ تاویل حرف بکر را ۔ خویش را تاویل کن نے ذکر را
حرف قرآن کو پلٹتا ہے جو تو ۔ تو پلٹ اپنے کو نے قرآن کو

بر ہوا تاویل قرآں می کنی ۔ پست و کژ شد از تو معنی سنی
تو کرے تاویل قرآن با ہوا ۔ معنی روشن ہوا پست اور برا

زیافت تاویل رکیک مگس ۔ زیافت تاویل حقیر مکھی کی

باز احوالت بداں طرفہ مگس ۔ کو ہمی پنداشت خود را ہست کس
حال تیرا مثل اس مکھی کے ہے ۔ جو کہ سمجھے آپ کو وہ مرد ہے

از خودی سرمست گشتہ بے شراب ۔ ذرۂ خود را شمردہ آفتاب
وہ خودی سے مست ہی تھی بے شراب ۔ آپ کو ذرہ نے سمجھا آفتاب

وصف بازاں شنیدہ در زباں ۔ گفتہ من عنقائے وقتم بے گماں
وصف بازوں کا سنا اندر زماں ۔ بولی ہیں عنقائے وقت اک ہوں یہاں

آں مگس بر برگ کاہ و بول خر ۔ ہمچو کشتیباں ہمی افراشت سر
گھاس پر پیشاب خر میں بیٹھ کر ۔ مثل کشتیبان کے کرتی کر و فر

لہ جبر کیا ہے الخ شعر جبر کیا ہے ہڈی ٹوٹی کو باندھنا اور رگ کٹی کو گانٹھنا ہے اور جو اس راہ میں پاؤں ٹوٹا نہیں ہے تو کس پہ ہنستا ہے کس کی نقل کرتا ہے جو پاؤں باندھا ہے اور اس مرد میں کوشش ہے جسکا پاؤں ٹوٹا ہے اس کے واسطے آیا ہے یعنی اے ریاکار تو خود کو فنا فی اللہ جانتا ہے مثل دیا کے انکے واسطے تو سواری کو براق آیا ہے یعنی مقام عروج انکو تو حاصل ہوا ہے جو کہ دین کا حامل تھا وہ اب محمول ہوا اور یہ جواب قابل قرآن وہ مقبول ہوا جو حکم بادشاہ کی تعمیل کرتا تھا آخر اسکے زیر حکم سپاہ ہے اب تک ستارے اسمیں اثر کرتے تھے بعدہ حاکم وہ ستاروں پر ہوا آخر میرے کہنے پر تجھکو شک ہے تو دیکھ لے از راہ یقین کے شق القمر کو یعنی یہ سب حال حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کہ انھوں نے اول تعلیم حکم الٰہی چالیس برس کیا اور بعدہ انکے تمام زیر حکم ہوا کہ شق القمر ان کا معجزہ ہے واللہ اعلم ۱۲ ؎ تازہ کر الخ شعر تو ایمان کو تازہ کر خاموشی سے کیونکہ تو ہوا و حرص کو باطن میں تازہ رکھتا ہے جبکہ ہوا تازہ ہے تو ایمان تازہ نہیں ہے کس واسطے کہ ہوائے دل پر قفل ہے یعنی اے ریاکار جبتک ہوائے نفسانی کو تو غالب رکھیگا ایمان تیرا ضعیف رہیگا پس تو خاموشی اختیار کر کہ نفس کشی ہو اور ایمان غلبہ پکڑے کیونکہ تو ہوائے نفسانی سے حرف قرآن کے پلٹتا ہے پس تو قرآن کو مت بانٹ یعنی تاویلات مت کر اور اپنے کو پلٹ کر اس کجی سے راستی پر تو آئے چنانچہ اس کجی کا حال مولانا مثال میں آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ؎ تو کرے الخ شعر تو از راہ ہوا کے قرآن کی تاویل کرتا ہے کہ معنی روشن پست اور برا اسکا ہوا پس حال تیرا اس مکھی کے مثال ہے کہ اس نے آپ کو مرد جانا اور وہ خودی سے مست بے شراب کے ہوئی کہ ذرہ نے خود کو آفتاب سمجھا اور وصف بازوں کا جو زمانہ میں سنا کہا کہ میں عنقائے وقت ہوں پیشاب خر میں ایک گھاس پر بیٹھ کر مثل کشتیبان کے کر و فر کرتی تھی باقی حال آگے ہے فافہم

گفت من کشتی دریا دیده ام — مدتے در فکر آں می مانده ام
اینک ایں دریا و ایں کشتی و من — مرد کشتیبان و اہل راے و فن
برسر دریا ہمی انداد عمد — می نمودش اینقدر بیروں نہ حد
بود بجید آں چنیں نسبت بدو — آں نظر کو بیند آنرا راست گو
عالمش چنداں بود کش بینش است — چشم چندیں بحر ہم چندینش است
صاحب تاویل باطل چوں مگس — وہم او بول خر و تصویر خس
گر مگس تاویل بگذارد براے — آں مگس را بخت گرداند ہماے
آں مگس نبود کش ایں عبرت بود — روح او نے در خور صورت بود
ہمچو آں خرگوش کو بر شیر زد — روح او کے بود اندر خورد قد

بولی میں نے کشتی و دریا سنا — فکر اس کا مجکو اک مدت رہا
اب یہ دریا اور یہ کشتی اور میں — مرد کشتیباں ہوئی اسوقت میں
برسر دریاد بلی مارتی — اُسکو دکھتا تھا وہ بجید اے اخی
اُسکو وہ پیشاب تھا بجید دکھا — کب اُسے دکھتا تھا وہ جیسے کہ تھا
فکر اس کی اتنی ہو جتنی نظر — اتنا دریا ہوا اُسے جتنی بصر
صاحب تاویل مکھی کی مثال — گھانس تصویر اور بول خر خیال
پیر پر تاویل مکھی چھوڑ دے — بخت مکھی کو ہما بیشک کرے
وہ نہ مکھی ہے کہ غیرت ہو اُسے — روح لائق اسکی کب صورت کے ہی
شیر مارا جیسے اُس خرگوش نے — روح کب تھی لائق اسکے جسم کے

رنجیدن شیر از دیر آمدن خرگوش

خفا ہونا شیر کا خرگوش کے دیر میں آنے سے

شیر میگفت از سر تیزی و خشم — کز رہ گوشم عدو بر بست چشم
مکرہاے جبریانم بستہ کرد — تیغ چوبین شان تنم را خستہ کرد
زیں سپس من نشنوم آں دمدمہ — بانگ دیواں است و غولاں آں ہمہ
بر در اے دل تو ایشانرا مایست — پوستشاں برکن کہ شاں جز پوست نیست

شیر کہتا تھا براہ قہر و خشم — گوش کی رہ سے عدو نے باندھی چشم
جبریوں کے مکر نے پھانسا مجھے — اُنکی تیغ چوب نے مارا مجھے
بعد میں کب سنوں اس مکر کو — ہی صداے غول اور دیووں کے وہ
پھاڑ ادن کو ہی دلا کس فکر میں — پوست کھینچ اُنکا کہ وہ کل پوست ہیں

ؐ بولی الخ شعر اور کہا کہ میں نے حال کشتیبان و دریا کا سنا اور فکر اسکی ایک مدت مجکو رہی اب یہ دریا اور کشتی میں مرد کشتیباں اسوقت ہوں یعنی وہ اسپر بلی مارتی اور وہ آیا اسکو بجید دکھائی دیا اُسکو وہ پیشاب بجید دکھاتا تھا فکر جسکی جسقدر ہوتی ہو اُسکو اسی قدر دکھتا ہو اور اتنا ہی دریا ہوتا ہے جتنی بصارت ہوتی ہو صاحب تاویل مکھی کی مثال ہو اور گھاس اور تصویر اور بول خر اُسکا خیال ہو واضح ہو کہ مولانا پیران ریاکار کی تاویلات کا حال بیان کرتے ہیں کہ جسقدر انکی ہمت ہے قرآن کے معنی اپنے مطلب کیواسطے تاویل کر کے بیان کرتے ہیں بموجب آیہ کریمہ والذین فے قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہم ابتغاء الفتنة وابتغاء تاویلہ وما یعلم تاویلہ الا اللہ الخ یعنی وہ لوگ کہ جن کے دلوں میں کجی ہے پس تابعداری کرتے ہیں وہ آیہ متشابہ کی تاکہ اُس سے ڈھونڈھے فتنہ اور ڈھونڈھے تاویلات اور نہیں جانتا ہو کوئی تاویلات مگر اللہ پس اسکی مثال اس مکھی کے مانند ہے یعنی موت یا مثل بول خر کے قلیل ہو اور طالب دنیا اسکو جیسے فراخ مان کر غرور کرتے ہیں اور عارفوں کی نظر میں تنگ دکھائی دیتی ہے اسواسطے وہ بیزار و متنفر ہیں پس اے طالب تاویلات تو مرشد کی راے پر چھوڑ دے راے پیر کی اگر مکھی ہے تو بخت مکھی کو ہما کر دے یعنی طالب جان مکھی میں اگر پیر کی راے پر اپنی تاویلات عقلی کو چھوڑ دے مکھی سے ہما ہو جاوے وہ مکھی نہیں ہو کہ جسکو غیرت ہو اور روح لائق اسکی صورت کے نہیں ہے یعنی اس چراغ گوش کی روح اُسکے جسم ضعیف کے لائق نہ تھی کہ اُس نے اتنے بڑے شیر کو اپنی راے سے ہلاک کیا واللہ اعلم ۱۲ ؐ شیر مارا الخ ۵ شعر جیسے شیر کو مارا اُس خرگوش نے اُس کی روح کب اُس کے جسم کے لائق تھی شیر از راہ خشم و غضب کے کہتا تھا کہ دشمن نے میرے چشم کو براہ گوش بند کیا یعنی دشمنوں نے فریب کی راے مجھ میں سنا کر اندھا کر دیا کہ میں اس رنج سنگی میں پڑا جبریوں کے مکر نے مجھکو پھانسا اور انکی تیغ نے مجھ کو مارا بعد میں اُنکے مکر کو کب سنوں کہ وہ آواز غول دیو دل کی ہو اے دل تو کس فکر میں ہو انکو پھاڑ اور ان کا پوست کھینچ کر وہ کل پوست ہیں باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۱۲

پوست چه بود گفتهاے رنگ رنگ ❊ چون زره بر آب کش نبود درنگ
پوست کیا ہے انکی باتیں رنگ رنگ ❊ جیسے لہریں آب پر ہوویں درنگ

این سخن چون پوست معنی مغز دان ❊ این سخن چون نقش معنی همچو جان
پوست باتیں مغز تو معنی کو جان ❊ باتیں جوں صورت ہیں اور معنی ہیں جان

پوست باشد مغز بد را عیب پوش ❊ مغز نیکو را ز غیرت عیب پوش
پوست ہووے مغز بد کو عیب پوش ❊ مغز خوش کو ہو یہ غیرت عیب پوش

چون قلم از باد بد دفتر ز آب ❊ هرچه بنویسی فنا گردد شتاب
ہو ہوا سے خامہ کاغذ آب سے ❊ ہو فنا وہ جلد تو جو کچھ لکھے

نقش آبست ار وفا خواہی ازان ❊ باز گردی دستهاے خود گزان
وہ ہے نقش آب گر چاہے وفا ❊ ٹوٹے اس سے ہاتھ اپنا کاٹتا

باد در مردم ہوا و آرزوست ❊ چون ہوا بگذاشتی پیغام ہوست
باد مردم میں ہوا و آرزو ❊ جو ہوا کو چھوٹے وہ پیغام ہو

خوش بود پیغامهاے کردگار ❊ کو ز سر تا پاے باشد پایدار
خوب ہیں پیغامہاے کردگار ❊ کہ وہ سر سے پانوں تک ہیں پائدار

خطبهٔ شاہان بگردد وآن کیا ❊ جز کیا و خطبهاے انبیا
بدلے خطبہ اور لقب سلطان کا ❊ اور ہے خطبہ ولی و انبیا

زانکه بوش پادشاہان از ہواست ❊ بار نامهٔ انبیا از کبریاست
چونکہ شاہونکی وہ جاہ ہے ❊ انبیا کی ہے شکوہ اللہ سے

از درمها نام شاہان بر کنند ❊ نام احمد تا قیامت می زنند
نام شاہونکا تو سکہ سے مٹے ❊ نام احمد کا قیامت تک رہے

نام احمد نام جملہ انبیاست ❊ چونکہ صد آمد نود ہم پیش ماست
نام احمد انبیا کل کا ہے نام ❊ سو جو آئے تو ہے بھی تمام

این سخن پایان ندارد اے پسر ❊ قصهٔ خرگوش گو و شیر نر
بات یہ بے انتہا ہے اے پسر ❊ قصہ خرگوش کہہ اور شیر نر

بیان مکر خرگوش و تاخیر او در رفتن
بیان مکر خرگوش اور دیر ہونا اسکے جانے میں

در شدن خرگوش بس تاخیر کرد ❊ مکر را با خویشتن تقریر کرد
دیر کی جانے میں اس خرگوش نے ❊ مکر سوچا ایک اپنے آپ سے

در رہ آمد بعد تاخیر دراز ❊ تا بگوش شیر گوید یک دو راز
بس چلا خرگوش بعد اک دیر کے ❊ کان میں تا راز کہوے شیر کے

لہ پوست کیا ہے الخ ۱۲ شعر پوست کیا ہے ان کی باتیں رنگ برنگ جیسے آب دریا پر نقوش لہروں کے ہیں باتیں پوست اور معنی کو مغز جان اور باتیں صورت و معنی ہیں جان یہ جان یہ مآل ریاکاروں کا ہے کہ وہ ظاہر پرست ہیں پوست ہے مغز بد کا عیب پوش ہے اور مغز نیک کا بھی بسبب غیرت کے عیب پوش ہے یعنی صورت ظاہری ریاکاروں کی عیب کو چھپاتی ہے اور کاملوں کے عیب کو کہ دلمیں اُن کے وہ عیب ہے یعنی معنی بھر الہی غیرت الٰہی سے چھپاتی ہے کہ ان کو نہ پہچانے پس صورت کامل و ناقص کی پردہ دار ہے بحر العلوم ہوا سے قلم اور آب سے کاغذ ہو اور جو تو لکھے وہ جلد فنا ہو کیونکہ وہ نقش بر آب ہے اگر تو اس سے وفا چاہے تو واپس اس سے ٹوٹے ہاتھ کا کاٹنا مردم میں ہوا و آرزو ہے تو جو ہوا چھوڑ دے وہ پیغام ہو وے یعنی ہوا کہ انسان میں ہے مانع ہے وصول اللہ سے کلام حق کی اگر اُسے ہوا سے چھوٹے واصل حق ہو جو کلام حق سے اسیواسطے اس ہوائے نفسانی کو حق تعالیٰ نے معبود باطلہ کہا ہے بموجب آیہ کریمہ افرایت من اتخذ الٰہہ ہواہ یعنی پس دیکھا تو نے اس کو پکڑا اپنی خواہش کو وہ الٰہ ہے اُس کا گویا خدا و بندہ میں بھی نفس پردہ ہے پس پیغام پروردگار بہتر و خوب ہیں کہ وہ سر تا سر پائدار ہیں خطبہ بادشاہوں کے بدل جاتے ہیں اور انبیا اولیا کے خطبے باقی رہتے ہیں کیونکہ بادشاہوں کے جاہ و حشم ہوا ہے اور انبیا علیہم السلام کا تحمل و شکوہ اللہ کی طرف سے ہو اسلیئے نام بادشاہوں کا سکہ سے اور نام احمد صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیا کا نام ہے جبکہ سو میں آئے تو نوے بھی اس میں موجود ہیں یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نام دنیا میں باقی ہو تو سب انبیا کا نام باقی ہے کیونکہ حقیقت محمدی جامع جمیع حقائق و ولایت محمدی جامع جمیع مقامات اولیا و نبوت محمدی جامع جمیع نبوت انبیا علیہم السلام ہو پس آپ کا نام مثل عدد سو کے ہے کہ نوے اسمیں داخل ہیں بحر العلوم بات یہ ہے بے انتہا قصہ خرگوش و شیر کا کہو فافہم ۱۲ لہ دیر کی الخ ۱۲ شعر اس خرگوش نے جانے میں دیر کی اور مکر سوچا اپنے آپ اور گیا بعد تھوڑی دیر کے تاکہ کان میں شیر کے راز کہے چنانچہ مولانا اس کے حقائق آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ -

تا چہ عالمہاست در سودائے عقل — تا چہ با پہناست ایں دریائے عقل
بحر بے پایاں بود عقل بشر — بحر را غواص باید اے پسر
صورت ما اندریں بحر عذاب — می دود چوں کاسہا بر روئے آب
تا نشد پر بر سر دریا چو طشت — چونکہ پر شد طشت در وے غرق شد
عقل پنہاں ست و ظاہر عالمی — صورت ما موج یا از وے نمی
ہر چہ صورت می وسیلت سازدش — زاں وسیلت بحر دور اندازدش
تا نبیند دل دہندہ راز را — تا نبیند تیر دور انداز را
اسپ خود را یاوہ داند وز ستیز — می دواند اسپ خود را تیز تیز
اسپ خود را یاوہ داند آں جواد — و اسپ خود او را کشاں کردہ چو باد
در فغان و جستجو آں خیرہ سر — ہر طرف پرسان و جویاں در بدر
کانکہ دزدید اسپ ما را کو و کیست — اینکہ زیر ران تست اے خواجہ چیست
آرے ایں اسپ ست لیکن اسپ کو — با خود آ اے شہسوار اسپ جو
وصفہا را مستمع گوید براز — تا شناسد مرد اسپ خویش باز

کس قدر عالم رکھے سودائے عقل ۵۱ — کس قدر چوڑا ہے یہ دریائے عقل
بحر بے پایاں ہے یہ عقل بشر — چاہیے غواص دریا کو پسر
بحر شیریں میں ہماری صورتیں — مثل کاسہ آب پر گردش کریں
پر نہ ہو جوں طشت دریا پر ہے — جبکہ پر ہو طشت اسمیں غرق ہے
عقل پنہاں اور جہاں ظاہر دکھے — صورتیں ہیں موج و قطرہ بحر سے
جو وسیلہ اپنا صورت کو رکھے — دور دریا اس وسیلہ سے کرے
تا نہ دیکھے دل دہندہ راز کو — تا نہ دیکھے تیر دور انداز کو
اسپ کو اپنے گما جانے بجنگ ۵۲ — تیز تر دوڑائے اسکو بیدرنگ
اسپ کو اپنے گما وہ جانتا — جوں ہوا اسپ اسکو لیکر چلدیا
چیختا اور ڈھونڈھتا پھرتا اگر — پوچھتا ہر جا پھرتا در بدر
میرے گھوڑے کو چرایا کس نے ہی — ہے سوار اسپ خواجہ تو کس پہ ہے
ہے یہ گھوڑا پر وہ گھوڑا ہے کہاں — ہوش میں آ شہسوار بے نشاں
سننے والا وصف کہوے راز سے — تا کہ اپنے اسپ کو پہچان لے

۵۱ کس قدر عالم کو الخ۔ شعر کس قدر عالم رکھتا ہے سودا عقل کا اور کس قدر چوڑا ہے دریا عقل کا ہم عقل بشری کا دریا بے پایاں ہے تو اس دریا کو غواص چاہیے کہ اسکی تہ سے گوہر شاہوار نکالے یہاں عقل بشری سے مراد ذات حق ہے کہ ہر ایک کو انکی خواہش ہے اور اسکو کوئی جانتا نہیں ہے اس بحر ذات میں ہماری صورتیں مثل کاسہ کے آب پر تیرتی ہیں جیسے طشت پر نہیں ہوتا ہے تو آب پر تیرتا ہے اور جبکہ پر ہوتا ہے تو غرق ہو جاتا ہے عقل پوشیدہ ہے اور جہان ظاہر دکھتا ہے اور صورتیں مثل موج و قطرہ دریا کے ہیں جو وسیلہ اپنا صورت کو رکھے تو دریا اس وسیلہ کے سبب سے دور کرے تا نہ دیکھے تیر پھینکنے والے کو یعنی حق کو کہ فاعل مطلق ہے نہ دیکھے پس حق کی ذات مثل دریا کے ہے اور صورتیں عالم کی اس دریا میں مانند حباب کے تیرتی پھرتی ہیں جو چیز کہ آب و دریا میں پیدا ہوگی وہ دریا ہے غیر نہیں ہے اسی طرح سب مخلوق اسی ذات میں ہے اور ایک صورت پکڑتی ہے اور پھر فنا اسی میں ہو جاتی ہے پس ذات میں جو ہے ذات ہے غیر نہیں ہے اور فنائیت صورت کو ہے مثل حباب کے آب ذات کو نہیں ہے اسی کا کام ہے وحدت و کثرت و سیر تشبیہ و تنزیہ مگر [illegible] چنانچہ مولانا اس غفلت کی مثال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

۵۲ اسپ کو الخ۔ شعر مثلاً کوئی شخص اپنے اسپ کو گما جانے اور دوڑائے وہ اس کو تیز بے درنگ اسپ کو اپنے گما جانتا ہے اور اسپ اس کو مانند ہوا کے لے کر بھاگا وہ چیختا اور ڈھونڈھتا پھرتا جابجا پوچھتا پھرتا اسپ کو در بدر اور کہتا کہ میرے اسپ کو کس نے چرایا ہے وہ کون ہے کوئی شخص کہے اے خواجہ تو کس چیز پر سوار ہے تو کہے یہ اسپ ہے لیکن وہ اسپ کہاں ہے وہ جواب دے ہوش میں آ اے سوار بے نشان پس سننے والا راز کو وصف کہوے تاکہ وہ اپنے اسپ کو پہچان لے۔ واضح ہو کہ یہاں سوار سے مراد صورت اور اسپ سے مراد ذات حق ہے اسی طرح غافلوں کو ذات اٹھائے پھرتی ہے اور وہ اپنا مرکب نہیں دیکھتے ہیں اور خود تلاش کرتے پھرتے ہیں پس جو کوئی سننے والا یعنی مرشد مل جاتا ہے تو اسکو اس کے مرکب سے واقف کر دیتا ہے چنانچہ اس مقام کشود کا حال کہ جو مرشد طالب کو ہنگام طلب کے تعلیم کر کے انوار لطائف خمسہ کے کھولتا ہے۔ باقی حال اسکا مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

جان زپیدائی و نزدیکیست گم — چون شود پر آب لب خشکی چو خم
در درون خود بیفزا درد را — تا ببینی سبز و سرخ و زرد را
کے ببینی سرخ و سبز و بور را — تا ببینی پیش ازاں سہ نور را
لیک چون در رنگ گم شد ہوش تو — شد ز نور آں رنگہا روپوش تو
چونکہ شب آں رنگہا مستور بود — پس بدیدی دید رنگ از نور بود
نیست دید رنگ بے نور بروں — ہمچنیں رنگ خیال اندروں
ایں بروں از آفتاب و از سہا است — واں دروں از عکس انوار علا است
نور نور چشم خود نور دل است — نور چشم از نور دلہا حاصل است
باز نور نور دل نور خدا است — کو ز نور عقل و حس پاک و جدا است
شب نبد نور و ندیدی رنگ را — پس بضد آں نور پیدا شد ترا
شب ندیدی رنگہا بے نور بود — رنگ چہ بود مہرہ کور و کبود
کہ نظر بر نور بود آنگہ برنگ — ضد ضد پیدا بود چوں روم و زنگ
دیدن نور است آنگہ دید رنگ — ویں بضد نور دانی بے درنگ
پس بضد نور دانستی تو نور — ضد ضد را می نماید در صدور

ظاہر و نزدیک ہے جان گم — جیسے ظاہر خشک در پانی سے خم
اپنے باطن میں زیادہ کر تو درد — تا کہ دیکھے رنگ سبز و سرخ و زرد
سرخ و سبز و زرد کب تجھکو دکھے — تا نہ دیکھے نور اول تین سے
رنگ میں جو ہوش تیرا گم گیا — رنگ وہ پردہ ہوا اس نور کا
ظلمت شب میں کہ جو چھپتا ہے رنگ — دیکھا تو نے نور سے دکھتا ہے رنگ
رنگ کو دکھلائے رنگ ظاہری — ایسے ہی رنگ خیال باطنی
یہ ہے ظاہر آفتاب و ماہ سے — وہ بباطن عکس نور اللہ سے
سلہ نور نور چشم دل کا نور ہے — نور آنکھوں میں ہے دل کے نور سے
پھر ہے نور نور دل نور خدا — کہ وہ نور عقل و حس سے ہے جدا
شب نہ ہوتی تو نہ دکھتا نور رنگ — نور وہ ضد سے دکھے ہے بے رنگ
دیکھا شب کو نور وہ بے رنگ تھا — رنگ کیا تھا ایک تھا مہرہ سیاہ
نور دیکھے پہلے پھر دیکھے تو رنگ — ضد سے ضد ظاہر ہو مثل روم زنگ
نور دیکھا جس گھڑی دیکھا ہے رنگ — نور کا ضد جان اسکے بے درنگ
نور کی ضد سے تو جانے نور کو — ضد کو ضد دکھلائے دل میں دیکھ تو

سلہ ظاہر و نزدیک الخ۔ شعر ظاہر ہونے و نزدیک ہونے کے باعث سے جان گم ہے جیسے خم اندر آب سے پر دبا ہر خشک لب بسبب مسامات بند ہونے کے ہی پس تو اپنے باطن میں درد عشق کو زیادہ کرتا ہے کہ رنگ سرخ و زرد و سبز تجھ کو دکھیں سرخ سبز کب تجھکو دکھیں جب تک کہ ان تینوں سے تو اپنے نور کو نہ دیکھے رنگ میں جو ہوش تیرا گم ہوا تو تو رنگ اس نور کا ہوا امثال فرماتے ہیں کہ جیسے ظلمت شب میں رنگ چھپتا ہے اور تو نے دیکھا کہ رنگ دکھتا ہے تو تو نور دروں سے دیکھتا ہے رنگ کو دکھلاتا ہے نور باطنی نظاہر آفتاب و ماہ سے دکھتا ہے وہ باطن عکس نور اللہ سے دکھتا ہے واضح ہو کہ سالک کو ہنگام کسب باطن کے مراقبہ میں جب مکاشفہ ہوتا ہے تو اول انوار رنگین لطائف خمسہ کے دکھتے ہیں چنانچہ لطیفہ قلب کا رنگ سرخ اور لطیفہ روح کا رنگ زرد اور لطیفہ سر کا رنگ سفید اور لطیفہ خفی کا رنگ سبز اور لطیفہ اخفی کا رنگ سیاہ ہے اور آگے انکے نور بے رنگ ہے پچھلا ابیات مولانا اسی سیر کا حال بیان فرماتے ہیں کہ جب تک نور مطلق آگے ان رنگوں کے نہ دکھائی دیگا یہ رنگ لطائف کے سالک پر نہیں کھلیں گے کیونکہ یہ رنگ سیاہی نفس ہیں کہ نفس رنگ کا دھبوں کے رنگ ہے اور صوفیہ اس کو ظلمت شب سے مثال دیتے ہیں اور سبب نور باطنی کے تمہیں دکھائی دیتے ہیں جیسے کوئی عینک سبز و سرخ آنکھوں پر لگائے بسبب نور کے رنگ اس کا دیکھے گا اور شب میں بسبب ظلمت کے دکھائی نہ دے گا اسی طرح رنگ لطائف کا نور باطن کے سبب دکھائی دیگا چنانچہ اس کا حال مولانا آگے خود بیان فرماتے ہیں ۱۲ سلہ نور نور چشم الخ یہ شعر نور چشم کا نور دل کا نور ہے اور نور دروں کا نور حق کا ہے پس نور چشم کا نور حق کا ہوا شب اگر نہ ہوتی تو رنگ تو نہ دکھتا کیونکہ ضد سے دکھائی دیتا ہے دیکھا تو نے کہ وہ نور بے رنگ تھا اور رنگ کیا تھا ایک مہرہ سیاہ تھا پس تو اول نور دیکھے پھر رنگ دیکھے ضد سے ضد ظاہر ہوتی ہے مثل رومی و زنگی کے جس دم کہ تو نے دیکھا رنگ دکھتا ہے پس نور کا ضد اس کو تو جان ہے کہ ضد اندر سے تو نور کو جانتا اور ضد کو دل میں دکھلائے تو دیکھ لیوے واضح ہو کہ تکوین ضد نور بے رنگ ہے ظاہر ہو کر نکلتا ہے پس اول طالب کا سیر رنگ لطائف ضرور ہے کہ ظلمت نفس ضد رنگ لطائف ہے اور رنگ لطائف ضد نور بے رنگ ہے چنانچہ اس کا حال و مثال میں مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فہم من فہم ۱۲۔

رنج و غم را حق پے آں آفرید — تا بدیں ضد خوشدلی آید پدید
غم کو پیدا اس لیے حق نے کیا — خوشدلی اس ضد سے تا ہو برملا

پس نہانہا بضد پیدا شود — چونکہ حق را نیست ضد پنہاں بود
پس نہاں اس ضد سے ہووے عیاں — جو کہ حق کی ضد نہیں ہووے نہاں

نور حق را نیست ضدے در وجود — تا بضد او را تواں پیدا نمود
نور حق کی ضد نہیں اندر وجود — تا کہ ضد سے اُسکا پیدا ہو شہود

لاجرم ابصارنا لا تدرکہ — وہو یدرک بیں تو از موسیٰ و کہ
اس لیے ابصارنا لا تدرکہ — وہو یدرک دیکھ از موسیٰ و کہ

صورت از معنی چو شیر از بیشہ داں — یا چو آواز و سخن اندیشہ داں
صورت و معنی ہیں جوں بیشہ و شیر — تا چوں آواز و سخن با فکر خیر

ایں سخن و آواز از اندیشہ خاست — تو ندانی بحر اندیشہ کجاست
یہ سخن و آواز اُٹھا فکر سے — فکر کا دریا نہ جانے کاں پہ ہے

لیک چوں موج سخن دیدی لطیف — بحر آں دانی کہ ہم باشد شریف
دیکھی جو موج سخن تو نے لطیف — جاں لے دریا بھی اُسکا ہو شریف

چوں ز دانش موج اندیشہ بتاخت — از سخن و آواز او صورت بساخت
عقل کی جو فکر کی موجیں اُٹھیں — صورتیں آواز باتوں سے بنیں

از سخن صورت بزاد و باز مرد — موج خود را باز اندر بحر برد
بات سے صورت بنی و گم گئی — موج خود دریا کے اندر جا ملی

صورت از بے صورتی آمد بروں — باز شد کانا الیہ راجعون
آئی بے صورت سے اک صورت بروں — پھر گئی کانا الیہ راجعون

پس ترا ہر لحظہ مرگ و رجعتے ست — مصطفےٰ فرمود دنیا ساعتے ست
پس تجھے ہر دم ہے اک موت و فنا — مصطفےٰ نے ساعۃ دنیا کہا

فکر ما تیرے ست از ہو در ہوا — در ہوا کے پاید آید تا خدا
فکر ہے اک تیر ہو سے با ہوا — کب ہوا سے آئے آخر تا خدا

ہر نفس نو می شود دنیا و ما — بے خبر از نو شدن اندر بقا
ہوتی ہے ہر دم نئی دنیا و ہم — بے خبر تجدید سے جو ہیں یہ دم

---

۱ غم کو پیدا الخ یہ شعر اس لیے حق نے غم کو پیدا کیا ہے کہ خوشدلی اس ضد سے تا ظاہر ہو کہ نہاں اسی ضد سے عیاں ہووے جو کہ حق کی ضد میں اس لیے نہاں ہے نور حق کی ضد نہیں وجود میں تا کہ ضد سے اس کا شہود ہو اس لیے حق نے فرمایا ہے لا تدرکہ الابصار و ہو یدرک الابصار یعنی درک نہیں کرتی ہے بصارت چشم کی اور وہ دانا ہے بصارت پر تو اس آیت کو قصہ موسیٰ اور کوہ میں دیکھ لے تا واضح ہو کہ درک سے مراد یہاں رویت ذات حق ہے پس دیکھنا ذات حق کو بصارت چشم سے دنیا میں محال ہے اور عارفوں کو جو کہ رویت ہوتی ہے وہ بصیرت چشم دل سے ہوتی ہے چنانچہ مولانا اس آیت سے اشارہ اس بات کا کرتے ہیں کہ موسیٰ نے رب ارنی کہا یعنی رویت حق بچشم بصارت چاہی لن ترانی کو سنا اور پھر تجلی حق کو دیکھ کر بیہوش ہوئے یعنی چشم بصیرت دل سے حق کو دیکھا اور مشاہدہ حق کیا پس ثابت ہوا کہ رویت حق کی دنیا میں عارفوں کو دیدۂ بصیرت سے ہوتی ہے اور اس کو تجلی کہتے ہیں اور چشم بصارت سے آخرت میں رویت ذات حق ہوگی بحر العلوم پس مولانا یہاں انکار رویت ذات حق کا دیدۂ بصارت یعنی چشم ظاہر سے بسبب ہونے ضد کے بیان فرماتے ہیں نہ مشاہدہ تجلیات حق سے فہم من فہم ۱۲ —

۲ صورت و معنی الخ یہ شعر صورت معنی ہے مانند بیشہ کے و شیر کے یا مانند آواز و سخن کے کہ فکر سے پیدا ہوں یہ سخن و آواز اُٹھتا ہے فکر سے اور فکر کا دریا کوئی نہیں جانتا ہے کہاں پر ہے تو جب موج سخن کو دیکھا لطیف جان لے کہ دریا بھی اس کا لطیف ہوگا عقل سے جو فکر موجیں اٹھیں اور آواز سخن سے صورتیں بنیں پس بات سے صورت بنی اور فنا ہوئی موج اپنی دریا کے اندر جا ملی آئی ایک صورت بے صورتی سے باہر اور پھر گئی کانا الیہ راجعون یعنی تحقیق ہم طرف اُسکے رجوع ہونے والے ہیں پس تجھے ہے ہر دم ایک فنا و موت کہ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے الدنیا ساعۃ یعنی دنیا ایک ساعت ہے فکر ایک تیر ہے ذات ہو سے ہوا یعنی کب پریشانی ہوا سے آئے آخر کو حق تک یعنی کب نشانی ہوں گے واضح ہو کہ مخلوق ہر دم نئی پیدا ہوتی ہے اور فنا ہوتی ہے جیسے دریا عقل کا یعنی ذات سے موج فکر اور اسی سے آواز سخن صورت پکڑتا ہے اور پھر فنا ہو جاتا ہے اسواسطے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو ایک ساعت کہا ہے یہ مسئلہ تجدد امثال کا ہے بعضے صوفی اس کو مانتے ہیں اور بعضے نہیں مانتے ہیں چنانچہ مولانا اس کا حال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۳ ہوتی ہے الخ اشعر دنیا ہر دم پیدا ہوتی ہے ہم تجدد اپنے سے بے خبر ہیں بسبب بقا و جاری رہنے دم کے ۱۲

عمر ہمچوں جوے نو نو میرسد / مستمرے می نماید در جسد
آں ز تیزی مستمر شکل آمدست / چوں شرر کش تیز جنبانی بدست
شاخ آتش را بجنبانی بساز / در نظر آتش نماید بس دراز
ایں درازی آمد از تیزی صنع / می نماید سرعت انگیزی صنع
طالب ایں سر اگر علامہ ایست / نک حسام الدین کہ سامی نامہ ایست
وصف او از شرح مستغنی بود / رو حکایت کن کہ بیگہ میشود

عمر تیری تو آتی ہے جوں آب جو / ویسے ہے دیکھے ہمیشہ اسکو تو
دائرہ تجکو برابر اک دکھے / تو شرر کو تیز گردش جبکہ دے
جلتی لکڑی کو ہلائے تو اگر / اک لکیر اس آگ کی آئے نظر
تیزی صنعت سے یہ عمر دراز / تجکو دکھلاتی ہے وہ صنع فراز
طالب علامہ اگر ہے بھید کا / ہے حسام الدین کو وصف اسکا بڑا
وصف بے پردہ ہے اُسکا شرح سے / چل حکایت کہہ کہ جاتا وقت ہے

رسیدن خرگوش بشیر و خشم شیر بروے

پہنچنا خرگوش کا شیر کے پاس اور خفا ہونا شیر کا اسپر

شیر اندر آتش و در خشم و شور / دید کاں خرگوش می آید ز دور
می دود بے دہشت و گستاخ او / خشمگین و تند و تیز و ترش رو
کز شکستن آمدہ تہمت بود / وز دلیری دفع ہر ریبت بود
چوں رسید او پیشتر نزدیک صف / بانگ بر زد شیر ہاں اے ناخلف
من کہ گاواں را ز ہم بدریدہ ام / من کہ گوش شیر نر مالیدہ ام
نیم خرگوشی چہ باشد کو چنیں / امر ما را افگند اندر زمیں
ترک خواب غفلت خرگوش کن / غرش ایں شیر اے خرگوش کن

خشم اور غصہ کے اندر شیر نے / دیکھا وہ خرگوش آتا دور سے
دوڑتا آتا ہو بے دہشت و ڈر / ترشرو اور تند خو اور بخطر
جھینپتے کے آنے سے تہمت ہوتی ہی / اور دلیری سے صداقت ہوتی ہی
شیر کے نزدیک تر آیا وہ جب / شیر للکارا کہ ہاں لے بے ادب
میں نے پھاڑا ہی بہت سے گاؤ کو / اور ملے ہیں کان شیر نر تھے جو
ادنی اک خرگوش کہ ایسا کرے / حکم میرے کو زمیں پر ڈالدے
ترک خواب اور غفلت خرگوش کر / شیر کی غرش کو اے خرگوش کر

۵۱ عمر تو نو الخ۔ شعر نئی نئی عمر آتی ہے مانند آب جاری نہر کے اور تو اسکو ویسے ہی ہمیشہ دیکھتا ہے واضح ہو کہ یہاں مولانا مسئلہ تجدد امثال کا بیان فرماتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ صورتیں تمام جہان کی ہر دم بدلتی ہیں یعنی فنا ہوتی ہیں اور دوسری انکی جگہ پیدا ہوتی ہیں جیسے لو شمع کی شکل صنوبری قائم رکھتی ہے اور وہ ہر دم پیچھے پیدا ہوتی جاتی ہے سلسلہ ہے آمد و رفت انکی دکھائی نہیں دیتی ہے اور اسی تجدد سے ہر شے کا نشو و نما اور انکی افزونی عالم میں ہوتی ہے اور انسان کا حال بھی اسی سبب سے یکساں نہیں رہتا ہے کبھی کچھ کبھی کچھ ہوتا ہے اور عارف اسکو جانتے ہیں کہ وہ ذات ہر دم ایک شان نئی پکڑ جاتی ہے اور پھر گم ہو جاتی ہی یعنی تمام عالم ایک آن واحد میں اُس ذات میں غرق ہو جاتا ہے اور ہر صورت پکڑتا ہے جیسے پانی پچکاری کے اندر سمٹ جاتا ہے اور پھر باہر آتا ہے اسی کو حق تعالے فرماتا ہے آیہ کریمہ کل یوم ہو فی شان یعنی ہر وقت میں اسکی ایک نئی شان ہے مگر مخلوق اس بات کو جان نہیں سکتی ہے آگے بیان فرماتے ہیں کہ تجھکو دائرہ ایک برابر دکھائی دے اگر تو ایک شرر کو گردش تیز دیوے جلتی لکڑی کو اگر تو ہلائے ایک لکیر طویل آگ کی تجھ کو نظر آئے گی اسی طرح یہ تیری عمر دراز صنعت سے تجھ کو دکھلائی صنعت بندگان۔ طالب علامہ اگر اس راز کا ہے تو حسام الدین ہے کہ وصف اس کا بڑا ہے وصف اس کا شرح سے بے پروا ہے چل حکایت بیان کر کہ وقت جاتا ہے یعنی اس طور پر عمر انسانی کہ ہر دم تجدد امثال رکھتی ہے اور انسان بسبب تیز رفتار عمر کے خود کو ایسا ہی برقرار جانتا ہے تو حسام الدین جانتا ہے یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس راز سے واقف ہیں کیونکہ مولانا نے حسام الدین نام اصطلاحاً مثنوی میں مقرر فرمایا ہی فافہم

۵۲ خشم اور غصہ الخ۔ شعر شیر نے بحالت خشم و غضب خرگوش کو دیکھا کہ دور سے آتا ہے گرد دوڑتا آتا ہے بے خوف و ہراس ترشرو و تند خو و بخطر آگے حقائق اس کے بیان فرماتے ہیں کہ جھینپتے یعنی شرمندہ آنے سے تہمت پائی جاتی ہے یعنی جو صاف ہوتا ہے وہ دلیرانہ آتا ہے اور جو متہم ہوتا ہے وہ شرمسار آتا ہے شیر کے وہ جب نزدیک آیا شیر نے اسکو للکار کر کہا کہ خبردار اے بے ادب میں نے پھاڑا ہے بہت سے گاؤ کو اور گوشمالی دی ہے شیر نر کو ادنی ایک خرگوش ایسا کام کرے کہ میرے حکم کو زمین پر پھینکے چھوڑ اس خواب خرگوش کو اندیشہ شیر کی غرش کو اے خرگوش یعنی شیر نے بسبب عدم تحملی کے اس خرگوش کو دھمکایا۔ واللہ اعلم ۱۲

عذر گفتن خرگوش بہ شیر از تاخیر و لابہ کردن

گفت خرگوش الامان عذریم ہست — گر دہد عفو خداوندیت دست
باز گویم چون تو دستورے دہی — تو خداوندی و شاہ من رہی
گفت چہ عذر ای قصور ابلہان — این زمان آیند در پیش شہان
مرغ بیوقتی سرت باید برید — عذر احمق را نمی شاید شنید
عذر احمق بدتر از جرمش بود — عذر نادان زہر داناکش بود
عذرت اے خرگوش از دانش تہی — من نہ خرگوشم کہ در گوشم نہی
گفت اے شاہ ناکسے را کس شمار — عذر استم دیدگان را گوش دار
خاص از بہر زکوٰۃ جاہ خود — گمرہے را تو مران از راہ خود
بحر کو آبے بہر جوے دہد — ہر خسے را بر سر و رو می نہد
کم نخواہد گشت دریا زین کرم — از کرم دریا نہ گردد بیش و کم
گفت دارم من کرم بر جای او — جامۂ ہر کس برم بالای او
گفت بشنو گر نباشم جاے لطف — سر نہادم پیش اژدرہای عنف
من بوقت چاشت در راہ آمدم — با رفیق خود سوے شہ آمدم
با من از بہر تو خرگوش دگر — جفت و ہمرہ کردہ بودند آن نفر
شیر اندر راہ قصد بندہ کرد — قصد ہر دو بندۂ آیندہ کرد
گفتمش ما بندۂ شاہنشہیم — خواجہ تاشان یکے آن درگہیم

عذر کرنا خرگوش کا شیر دیر ہونے اور خوشامد کرنا

بولا[۵۱] خرگوش الاماں معذور ہوں — امن میں گر حکم ترے سے رہوں
گر اجازت ہو تو حال اپنا کہوں — تو ہی مالک اور اک عاجز میں ہوں
بولا کیا کہتا ہے احمق پر قصور — اب تو آیا ہی بدرگاہ حضور
مرغ بے ہنگام لائق ہی سزا — عذر احمق کا ہی کب سننا روا
عذر احمق ہے گنہ سے بھی برا — عذر نادان زہر دانا کا ہوا
عذر لے خرگوش خالی عقل سے — میں نہیں خرگوش کہ سن لوں اسے
بولا لے شہ عاجز کی کر مدد — عذر مظلوموں کا سن لے نیکے مد
واسطے اپنی زکوٰۃ جاہ کے — دور مت گمراہ کو کر آپ سے
آب دیتا بحر ہے ہر نہر کو — سر پہ ہر خاشاک کو رکھتا ہے وہ
اس کرم سے کچھ نہیں دریا ہو کم — بیش و کم ہووے نہ دریائے کرم
بولا کرتا ہوں کرم جائی کرم — قد کے لائق جامہ دیتا ہوں نہ کم
بولا[۵۲] سن لے گر نہ جائے لطف ہو — سر رکھا ہے آگے تیرے قہر کے
صبح میں آتا تھا جانب شاہ کے — اور رفیق اک اپنے بس ہمراہ لے
ساتھ میرے اور اک خرگوش تھا — میرے ہمرہ سارے غیر نے کیا
قصد رہ میں شیر نے میرا کیا — پیچھا دونوں آنیوالوں کا کیا
عرض کی ہم بندگان شاہ ہیں — اور دونوں بندۂ درگاہ ہیں

سلہ۵۱ بولا خرگوش الخ ۱ شعر خرگوش نے کہا کہ الاماں میں معذور ہوں میں میرے حکم ہے اگر اماں پاؤں اور اگر اجازت ہو تو حال اپنا کہوں کہ تو مالک ہے اور میں ایک عاجز ہوں بولا کیا کہتا ہے اے احمق پر قصور اب تو آیا ہی ہمارے حضور میں مرغ بے ہنگام لائق سزا ہی عذر احمق کا کب سننا روا ہے عذر احمق ہے گناہ سے زیادہ برا عذر نادان زہر ہے عقل کا عذر اے نادان خرگوش نادان میں گوش خر نہیں ہوں کہ اس کو سنوں خرگوش نے کہا کہ اے شاہ تو عاجز کی مدد کر اور عذر مظلوموں کا نیک وہ سن بتوفیق اپنی زکوۃ جاہ کے اور آپ سے رت کو گمراہ کو مثالی اسکی مولانا بیان فرماتے ہیں جیسے بحر آب دیتا ہے ہر نہر کو اور ہر خاشاک کو اپنے سر پر رکھتا ہے اس کرم سے کچھ نہیں ہوتا ہے دریا کم اور نہ کم زیادہ ہوتا ہے دریائے کرم شیر نے کہا کرم کرتا ہوں کرم کی جا پر اور لائق قد کے دیتا ہوں قبا یعنی جو جس لائق ہوتا ہے اسی قدر اس کو دیتا ہے واللہ اعلم ۱۲ سلہ۵۲ بولا سن لے الی آخرہ ۵ شعر خرگوش نے کہا کہ اگر جائے لطف نہیں ہے تو سن لے کہ سر رکھا ہی آگے تیرے قہر کے آج میں صبح کو آتا تھا جانب شاہ کے اور ایک رفیق میرے ہمراہ اور ایک خرگوش تھا اور اس گروہ صیدوں نے تیرے ہمراہ کر دیا تھا ایک شیر نے میرے مارنے کا قصد کیا اور قصد ہم دونوں آنے والوں کا کیا اس سے کہا کہ ہم بندگان شاہی ہیں اور ہم دونوں بندے اس درگاہ کے ہیں۔

گفت شاہنشہ کہ باشد شرم دار
پیش من تو یاد ہر ناکس میار

ہم ترا و ہم شہت را بر درم
گر تو با یارت بگردی از برم

گفتمش بگذار تا بار دگر
روی شہ بینیم برم از تو خبر

گفت ہمرہ را گرو نہ پیش من
ورنہ قربانی تو اندر کیش من

لابہ کردیمش بسے سودی نکرد
یار من بستد مرا بگذاشت فرد

ماند آن ہمراہ گرو در پیش او
خون روان شد از دل از خویش او

یارم از زفتی سہ چندان بد ز من
ہم بہ لطف و ہم بخوبی ہم بتن

بعد ازین زان شیر این رہ بستہ شد
حال ما این بود با تو گفتہ شد

از وظیفہ بعد ازین امید بُر
حق ہمی گویم ترا الحق مُر

گر وظیفہ بایدت رہ پاک کن
ہین بیا و دفع آن بیباک کن

بولا کیسا[1] بادشاہ تم چپ رہو
ذکر نالائق کا مجھ سے مت کرو

تجھکو تیرے شاہ کو پھاڑوں ابھی
گر تو بھاگے یار کو لے کر کبھی

عرض کی کہ چھوڑ تا بار دگر
شہ کو ہم دیکھیں دیں تری خبر

بولا ہمراہی کو اپنے رہن دے
ورنہ قربانی تری واجب مجھے

کی خوشامد تھی وہ لیکن بے اثر
یار کو چھینا مجھے چھوڑا مگر

رہن اسکے پاس ہمراہی رہا
خون اسکے دلمیں پانی ہو گیا

یار تھا سہ چند مجھسے بس حکیم
ہم لطیف و ہم مجرب ہم جسیم

آج سے رہ بند ہے اس شیر سے
حال یہ میرا تھا اب تجھے جان لے

ہے وظیفہ بند ہو تو غم سے پُر
سچ میں کہتا ہوں کہ ہے الحق مُر

گر وظیفہ چاہے تو رہ پاک کر
چل تو اسدم دفع وہ بیباک کر

جواب گفتن شیر خرگوش را و روان شدن او در راہ — جواب دینا شیر کا خرگوش کو اور روانہ ہونا راہ

گفت بسم اللہ بیا تا او کجاست
پیش رو شو گر ہمی گوئی تو راست

تا سزای او و صد چون او دہم
ور دروغ است این سزای تو دہم

اندر آمد چون قلاوزے بہ پیش
تا برد او را بسوے دام خویش

سوے چاہی کو نشانش کردہ بود
چاہ مغ را دام جانش کردہ بود

می شدند این ہر دو تا نزدیک چاہ
اینت خرگوشے چو آب زیر کاہ

آب کاہے را بہ ہامون می برد
آب کوہی را عجب چون می برد

دام مکر او کمند شیر بود
طرفہ خرگوشے کہ شیرے را ربود

بولا[2] بسم اللہ چلو وہ ہے کہاں
آگے ہو گر سچ تو کہتا ہے بیاں

اسکو دیویں سو کو بس میں دوں سزا
گر تو جھوٹا ہو تو دوں تجھکو جزا

مثل رہبر کے وہ بس آگے ہوا
جانب دام اپنے اسکو لے چلا

جانب اس چہ کے کہ دیکھا اسنے تھا
دام اسکی جان کا تھا اس کو کیا

بس گئے وہ دونوں تا نزدیک چاہ
اور تھا یہ خرگوش آب زیر کاہ

کاہ کو صحرا سے لیجاتا ہے آب
یہ عجب کہ کوہ کو کردے خراب

دام مکر اس کا کمند شیر تھا
ہے عجب خرگوش قاتل شیر کا

[1] بولا کیسا بادشاہ الخ۔ شعر تم چپ رہو اور اس نالائق کا مجھ سے ذکر نہ کرو تجھکو اور تیرے شاہ کو ابھی پھاڑوں اگر تو اسکے پاس اپنے یار کو لیکر بھاگے پھر ہم نے کہا کہ ایک بار ہم کو چھوڑ کہ ہم شاہ کو دیکھیں اور تیری خبر دیں اسنے کہا کہ اپنے ہمراہی کو گرو کر دے اور قربانی تیری جز ہے بہت خوشامد کی مگر کچھ اثر نہ ہوا یار کو اس نے چھینا اور مجھ کو چھوڑا اور ہمراہ آیا اسکے پاس رہن رہا اور اسکا خوف رہا دل خون کر پانی ہوا وہ یار مجھ سے سہ چند فربہ تھا اور لطیف و مجرب اور جسیم جدہ راہ بند اس شیر سے ہوئی یہ میرا حال تھا تو جان لے پھر وظیفہ نہ ملے گا تو تم سے بریدہ ہو میں سچ کہتا ہوں کہ الحق مر یعنی سچ کہنا کڑوا ہوتا ہے اگر تو وظیفہ چاہتا ہے تو راستہ کو پاک کر اور ابھی چل دفع اس بیباک کر یعنی خرگوش نے از راہ فریب کے یہ تک بندی کی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ شیر مغلوب الغضب ہے اور عقل کم رکھتا ہے میرے دام میں پھنسے گا اس سے ثابت ہوا کہ جو عقل کم رکھتا ہے جان دینے میں نہیں تامل کرتا ہے اور جو عقیل ہوتا ہے بسبب دور اندیشی کے جان دینے سے بچتا ہے کیونکہ عقل محافظ جان کی ہے۔ [2] بولا بسم اللہ الی آخرہ۔ شعر شیر نے کہا بسم اللہ چلو وہ ہے کہاں اور آگے ہو اگر تو سچ کہتا ہے اسکو اور اسکے مانند کو میں سزا دوں اور اگر تو جھوٹا نکلا تو پھر تجھکو جزا دوں پھر رہبر کے مثل وہ خرگوش آگے ہوا اور اسکو اپنے دام کی جانب لیچلا اس چاہ کی طرف کہ اسنے اس کو دیکھا تھا اور اسکی جان کا دام کیا تھا پس وہ دونوں نزدیک چاہ کے گئے اور خرگوش آب زیر کاہ تھا یعنی مکار تھا مثل ہو کاہ کو صحرا سے آب لیجاتا ہے یہ عجب ہے کہ آب کوہ کو لیجاتا یعنی خرگوش قاتل شیر تھا یعنی خداوند عالم نے علم ہر ایک کو جدا جدا عنایت کیا ہے کچھ بڑی چھوٹی پر منحصر نہیں

[illegible]

موسی فرعون را تا رود نیل / می کشد با لشکر و جمع ثقیل
پشہ نمرود را با نیم پر / می شگافد بے محابا مغز سر
حال آن کو قول دشمن را شنود / بین جزاے آنکہ شد یار حسود
حال فرعونے کہ ہامان را شنود / حال نمرودے کہ شیطان را شنود
دشمن ارچہ دوستانہ گویدت / دام دان گرچہ ز دانہ گویدت
گر ترا قندے دہد آن زہر دان / گر بتو لطفے کند آن قہر دان
چون قضا آید نہ بینی غیر پوست / دشمنان را باز نشناسی ز دوست
چون چنین شد ابتہال آغاز کن / نالہ و تسبیح و روزہ ساز کن
نالہ می کن کاے تو علام الغیوب / زیر سنگ مکر بد ما را مکوب
یا کریم العفو ستار العیوب / انتقام از ما مکش اندر ذنوب
آنچہ در کون است اشیا آنچہ ہست / وانما جان را بہر حالت کہ ہست
گر سگی کردیم اے شیر آفرین / شیر را مگمار بر ما زین کمین
آب خوش را صورت آتش مدہ / اندر آتش صورت آبی منہ
از شراب قہر چون مستی دہی / نیستہا را صورت ہستی دہی
چیست مستی بند چشم از دید چشم / تا نماید سنگ گوہر پشم یشم

۵۱ موسیٰ کو رود نیل تک فرعون کو / لے گیا اک با سپاہ جنگ جو
نیم پر مچھر نے اُس نمرود کا / بے تامل مغز سر کو کھا لیا
قول دشمن کا سُنے یہ اُسکا حال / یہ سزا دشمن کا جو رکھے خیال
۵۲ حال فرعون اک کہ ہامان کی سُنی / حال نمرود اک کہ شیطان کی سنی
گرچہ دشمن دوستانہ کچھ کہے / دام جانو گرچہ دانہ ہی رکھے
گر تجھے شکر دے اسکو زہر جان / گر کرے الطاف اسکو قہر مان
جب قضا آئے تو دیکھے اسکو پوست / اور جانے اپنے دشمن کو تو دوست
۵۳ جب کہ ایسا ہو تو زاری کر شروع / روزہ و تسبیح سے کر تو رجوع
نالہ کر اور کہہ کہ اے پروردگار / مکر کے پتھر سے تو مجھکو نہ مار
یا کریم العفو یا بار الٰہ / اب گناہوں کا نہ بدلا مجھسے چاہ
جو کہ دنیا میں ہر شی جیسی کہ ہے / جان کو دکھلائے وہ جس حال سے
گر سگی کی ہیں نے اے شیر آفرین / شیر کو مجھ پہ مسلط کر نہیں
آگ کی صورت تو پانی کو نہ دے / آگ میں پانی کی صورت مت رکھ
جو شراب قہر سے مستی تو دے / نیستوں کو صورت ہستی تو دے
گیا ہے مستی آنکھ مندنا دید سے / تا کہ پشم و سنگ گوہر دیکھ لے

۵۱ موسیٰ الی آخرہ ۳ شعر موسیٰ رود نیل تک فرعون کو مع ایک سپاہ کے لے گیا اور مچھر عاجز نے نمرود کا مغز بے تامل کھا لیا پس جو قول دشمن کا سنے یہ اس کا حال ہے اور جو دشمن کا خیال رکھے یہ اس کی سزا ہے جیسے شیر نے خرگوش کا کہنا کیا اور آفت میں پڑا فافہم ۱۲
۵۲ حال فرعون الی آخرہ ۴ شعر حال فرعون کا ایک دیکھ لے کہ اُس نے ہامان کی سنی اور حال نمرود کا دیکھ لے کہ اس نے شیطان کی سُنی اگرچہ دشمن دوستانہ کہے تو اسکو دام جان اور اگر وہ دانہ سے کہے یعنی دشمن لاکھ نفع کی کہے تو اسکو نقصان جان اگر تجھ کو شکر دے تو اسکو زہر جان اگر لطف کرے تو اسکو قہر جان جب قضا آئے تو اسکو پوست دیکھے اور اپنے دشمن کو دوست جانے یعنی جب دن انسان کے برے آتے ہیں تو الٹی سمجھ ہو جاتی ہے عاقل وہ کہ اس امر کو جان لے اور خدا کی طرف رجوع کر کے مناجات کرے چنانچہ مولانا آگے ارشاد فرماتے ہیں ۱۲ ۵۳ جب کہ ایسا ہوا الی آخرہ ۸ شعر جب کہ یہ امر ہو تو زاری شروع کرے اور روزہ و تسبیح کے ساتھ رجوع کرے بدرگاہ مجیب الدعوات اور نالہ کر اور کہہ کہ اے پروردگار مجھ کو سنگ مکر سے نہ مار یا کریم العفو یا بار الٰہ اب گناہوں کا مجھ سے بدلا نہ چاہ اور جو دنیا میں ہے جیسے کہ ہے وہ جس حال سے ہے کہ جان کو دکھلا یعنی ہیئت ہر شے کی مجھے دکھا جس طور سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا مانگتے تھے احدیث اللھم ارنا الاشیاء کما ھی یعنی اے بار خدایا دکھا مجھکو ہیئت شے کی جیسی کہ ہے اگر میں نے کتا پن کیا اے شیر آفرین بس شیر کو مجھ پر مسلط مت کر آگ کی صورت پانی مت رکھ جسکو شراب قہر سے تو مستی دیوے نیستوں کو صورت ہستی کی تو دیوے ہستی کیا ہے آنکھ بند ہو دید سے تا پشم و سنگ و گوہر دکھائی دے واضح ہو کہ مولانا یہاں مستی و دید کا حال بیان فرماتے ہیں کہ خداوند عالم جسکو شراب قہر سے مستی دیتا ہے نیست کو صورت ہستی دیتا ہے اور وہ مستی کیا ہے چشم بند ہونا دید کی کہ چشم کو پشم و سنگ گوہر دکھائی دے یعنی جسکو بدمست کرتا ہے مقام نیستی سے ہستی میں ڈالتا ہے کہ چشم باطن اسکی دید معنی سے بند ہو جاتی ہے اور کجی سے نظر ہر ... کی طرف جاتی ہے اور جسکو مست کرتا ہے نیستی دنیا سے ہستی میں ڈالتا ہے کہ چشم ظاہر اسکی دید ظاہر سے بند ہو جاتی ہے اور راستی سے نظر معنی کیطرف جاتی ہے

قصہ سلیمان علیہ السلام و ہدہد و بیان آنکہ چون قضا آید چشمہا بستہ شود

قصہ سلیمان علیہ السلام وہدہد کا اور بیان اسکا کہ جب قضا آتی ہے آنکھیں بند ہو جاتی ہیں

چو سلیمان را سراپردہ زدند | پیش او مرغان بخدمت آمدند
ہمزبان و محرم خود یافتند | پیش او یک یک بجان بشتافتند
جملہ مرغان ترک کردہ چیک چیک | با سلیمان گشتہ افصح من اخیک
ہمزبانی خویشی و پیوندی است | مرد با نامحرمان چون بندی است
اے بسا ہندی و ترکی ہمزبان | اے بسا دو ترک چون بیگانگان
پس زبان محرمی خود دیگرست | ہمدلی از ہمزبانی بہترست
غیر نطق و غیر ایما و سجل | صد ہزاران ترجمان خیزد ز دل
جملہ مرغان ہر یکے اسرار خود | از ہنر وز دانش و از کار خود
با سلیمان یک بیک وا مینمود | از برائے عرضہ خود را می ستود
از تجبر نے و از ہستی خویش | بہر آن تا رہ دہد او را بہ پیش
چون بباید بردہ را خواجہ | عرضہ دارد از ہنر دیباچہ
چونکہ دارد از خریداریش ننگ | خود کند بیمار و شل و کور و لنگ

جب[1] سلیمان کو جہاں کا شہ کیا | مرغ خدمت میں اک اک حاضر ہوا
پا لیا اپنا راز دان و ہمزبان | دوڑا اک اک انکی خدمت میں بجان
چھوڑ دی مرغوں نے صفیر چیک چیک | تھے سلیمان ساتھ افصح من لخیک
ہمزبانی خویشی اور پیوندی ہے | غیر کی صحبت میں انسان بندی ہے
ترک و ہندو ہیں بہتسے ہمزبان | ترک اکثر دو ہیں چون بیگانگان
پس زبان کی محرمی کچھ اور ہے | ہمزبان سے ہمدلی خوش طور ہے
بے کہے اور بے اشارے بے سنے | ترجمان اٹھتے ہیں لاکھوں قلب سے
مرغ[2] ہر اک اپنے کل اسرار کو | اپنے کام اور عقل اور اذکار کو
پس سلیمان سے وہ کہتے اک ایک | واسطے اظہار کے بنتے تھے نیک
نے تجبر اور خودی سے کہتے تھے | بلکہ خواہاں تھے کہ وہ انسے ملے
جس طرح آقا کو پاتا ہے غلام | کرتا ظاہر ہے ہنر کرکے کلام
جو خریدارون سے رکھتا ننگ ہے | آپ کو بیمار اور لنگڑا کرے

لہ جب سلیمان علیہ السلام کو بادشاہ کیا الخ ۷ شعر جب سلیمان علیہ السلام کو بادشاہ جہاں کا کیا مرغ انکی خدمت میں حاضر ہوے انکو اپنا محرم و ہمزبان جو پایا ہر ایک انکی خدمت میں جانسے دوڑے اور مرغوں نے آواز چیک چیک یعنی بیہودہ گوئی کو چھوڑا اور باتیں کین سلیمان علیہ السلام سے افصح من لخیک یعنی فصیح باتیں جیسے بھائی انسان کرتے ہیں اسکے حقائق مولانا بیان فرماتے ہیں کہ ہمزبانی قریب و نزدیک کرتی ہے اور صحبت نامحرم کی مقید رکھتی ہے جیسے ترک ہندو میں بہت سے ہمزبان اور بعضے ترک دو ہیں کہ ہمزبان ہونیسے بیگانہ ہیں زبان کی محرمی اور کچھ ہی ہمزبان سے ہمدلی بہتر ہے بے کہے اور بے سنے اور بے اشارہ سیکڑوں دلوں میں ترجمے یعنی باتیں کرتے ہیں واضح ہو کہ مولانا ملاقات عارفوں کا حال بیان فرماتے ہیں کہ زبان کی ملاقات سے دل کی ملاقات بہتر ہے کہ عارفین جب آپسمیں ہنگام ملاقات کی باتیں کرتے ہیں تو بظاہر خاموش بیٹھتے ہیں اور دلوں میں باتیں کرتے ہیں پس ان قال کی باتوں سے حال کی باتیں بہتر ہیں اور یہ باتیں دلکی جب ہوتی ہیں کہ عشق سے دل زندہ ہو گیا ہوتا ہے تمام شد ۵۲ مرغ ہر ایک الی آخرہ ۵ شعر ہر ایک مرغ نے اپنے کل راز کو اور نصیحت اور عقل اور ذکر کو سلیمان علیہ السلام سے کہا ہر ایک ایک بات کہنا واسطے اپنے اظہار لیاقت و ہنر کے اور نہ واسطے تکبر و خودی کے کہتا بلکہ چاہتی تھی کہ رسائی ان تک ہو جیسے آقا کو غلام پاتا ہے تو باتیں کرکے اپنا ہنر ظاہر کرتا ہے اور جو خریداروں سے شرم رکھتا ہے تو خود کو بیمار اور لنگڑا ظاہر کرتا ہے کہ تا کوئی خرید نہ کرے یعنی جو کوئی کسی سے ملنا چاہتا ہے تو اپنی خوبی بیان کرتا ہے اور جو ملنا نہیں چاہتا ہے اپنی برائی بتاتا ہے واللہ اعلم ۱۲

نوبت ہدہد رسیدہ پیشہ اش — وان بیان صنعت اندیشہ اش
گفت اے شہ یک ہنر کان کہترست — باز گویم گفت کوتہ بہترست
گفت برگو تا کدامست آن ہنر — گفت من آنگہ کہ باشم اوج بر
بنگرم از اوج با چشم یقین — من بہ بینم آب در قعر زمین
تا کجایست و چہ عمقست و چہ رنگ — از چہ می جوشد ز خاک یا ز سنگ
اے سلیمان بہر لشکرگاہ را — در سفر میدار این آگاہ را
پس سلیمان گفت شو مارا رفیق — در بیابانہاے بی آب اے شفیق
ہمرہ ما باشی و ہم پیشوا — تا کنی تو آب پیدا بہر ما
تو بیابی بہر لشکر آب را — در سفر سقا شوی اصحاب را
باش ہمراہ من اندر روز و شب — تا نہ بیند از عطش لشکر تعب
بعد ازان ہدہد و ہمراہ بود — زانکہ از آب نہان آگاہ بود

آئی[۵۱] نوبت پیشۂ ہدہد کی جب — اور بیان وصف اندیشہ کی تب
بولا اے شہ ایک ادنیٰ سا ہنر — میں بیان کرتا ہوں لیکن مختصر
پوچھا کہ تو کونسا ہے وہ ہنر — بولا جبدم اڑتا ہوں میں اوج پر
دیکھوں میں اوپر سے با چشم یقین — ایسا پانی جو کہ ہو زیر زمین
کتنا گہرا ہے کہاں کیا رنگ ہے — کس سے نکلے خاک سے یا سنگ سے
اے سلیمان جاے لشکر کیلئے — رکھ مجھے اس کار بہتر کیلئے
پس سلیمان بولے میرے ساتھ ہو — ان بیابان میں نہ رکھے آب جو
تو رہو ہمرہ ہمارے پیشوا — تا بتائے ہم کو تو پانی کی جا
آب لشکر کیلئے تا لائے تو — اور سقا ہو سفر میں تو نکو
رات دن ہمراہ میرے تو رہو — آب سے نے رنج تا لشکر کو ہو
ساتھ انکے بعدہٗ ہدہد رہا — آب مخفی سے جو وہ آگاہ تھا

طعنہ زدن زاغ در دعوی ہدہد — طعنہ مارنا زاغ کا اوپر دعوی ہدہد کے

زاغ چون بشنود آمد در حسد — با سلیمان گفت کو کژ گفت و بد
از ادب نبود بہ پیش شہ مقال — خاصہ خود لاف دروغین و محال
گر مر او را این نظر بودی مدام — چون ندیدی زیر مشتی خاک دام
چون گرفتار آمدی در دام او — چون قفس اندر شدی ناکام او
پس سلیمان گفت اے ہدہد رواست — کز تو در اول قدح این درد خاست
چون نمائی مستی اے خوردہ دوغ — پیش من لافی زنی وانگہ دروغ

زاغ[۵۲] سنکر بولا از راہ حسد — اے سلیمان بات ہے یہ جھوٹ بد
ہے ادب سے دور پیش بادشاہ — دعوی کرنا وہ بھی دعوی جھوٹ کا
ہوتی گر اسکی نظر ایسی مدام — کیوں نہ پاتا خاک میں پوشیدہ دام
کیوں وہ پکڑا جاتا اندر دام کے — کیوں قفس میں پھنستا وہ ناکام سے
پس سلیمان نے کہا ہدہد کہو — دور پہلے میں دکھایا درد کو
اے دہی کھائی یہ کیسی مستی ہے — لاف مارے تو اور اسپر جھوٹ سے

۵۱ آئی نوبت الی آخرہ ۱۱ شعر جبکہ نوبت اظہار پیشہ ہدہد کی آئی تو ہدہد نے کہا اے شاہ ادنی ہنر اپنا بیان کرتا ہوں لیکن مختصر پوچھا کہ وہ ہنر کونسا ہے کہا کہ جسدم میں بلندی پر اڑتا ہوں مجھ کو دکھائی دیتا ہے اوپر سے بچشم یقین کہ جو آب زیر زمین ہو گیا کتنا گہرا اور کہاں تک اور کس رنگ کا ہے اور خاک سے نکلتا ہے یا سنگ سے دی سلیمان علیہ السلام لشکرگاہ کو اپنے مجھکو ہمراہ رکھو اس کام بہتر کیلئے پس سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ تو میرے ہمراہ رہو اس صحرا میں کہ آب نہ رکھتا ہو تو ہمارے ہمراہ رہو بطور رہبر کے تا ہمیں جائے آب بتائے آب لشکر کیلئے تا لائے تو سقائے ہو وے اور رات دن ہمراہ میرے تو رہ آب سے لشکر کو رنج نہو بعدہ ہدہد ان کے ہمراہ رہا آب مخفی سے جو وہ آگاہ تھا یعنی ہدہد دید معنی کی رکھتا تھا اور آب معنی کو ہر جا پر مشاہدہ کرتا تھا اسواسطے سلیمان علیہ السلام کا ہمزبان و ہمدان ہوا یعنی جس طالب کو حق تعالی الست کرتا ہے وہ بنظر باطن کی سبب سے مقبول ہوتا ہے ۱۲

۵۲ زاغ سنکر الی آخرہ ۶ شعر زاغ نے یہ سنکر از راہ حسد کے بادشاہ سلیمان علیہ السلام سے کہا کہ وہ بد کہتا ہے اور ادب سے دور ہے بادشاہ کے آگے باتیں کرنا اور خاص کر جھوٹی بات کرنا اگر اسکی نظر ہمیشہ سے ایسی ہوتی تو خاک میں پوشیدہ دام کیوں نہ دیکھتا اور کیونکر پکڑا جاتا اندر دام کے اور کیوں وہ گرفتار ہوتا قفس میں پس سلیمان علیہ السلام نے ہدہد سے کہا کہ پہلے دور میں تو نے درد پلایا اے دہی کھائے ہوئے یہ مستی کیسی ہے کہ تو لاف مارتا ہے اور اسپر جھوٹ سے یعنی تعلّی تو کرتا ہے اور از راہ جھوٹ کے جھوٹ کتنا بدترین افعال انسانی سے ہے ہدہد نے جواب اسکو بخلاف زاغ دیا

جواب گفتن ہدہد سلیمان علیہ السلام را در دفع طعنہ زاغ

گفت ای شہ بر من عور گدا — قول دشمن مشنو از بہر خدا
گر بطلانست دعوی کردنم — من نہادم سر ببراز گردنم
زاغ کو حکم قضا را منکرست — گر ہزاران عقل دارد کافرست
در تو تا کافی بود از کافران — جای گند و شہوتے چون کاف ران
من ببینم دام را اندر ہوا — گر نپوشد چشم عقلم را قضا
چون قضا آید شود دانش بخواب — مہ سیاہ گردد بگیرد آفتاب
از قضا این تعبیہ کے نادرست — از قضادان کو قضا را منکرست

جواب دینا ہدہد کا سلیمان علیہ السلام کو اس طعنہ زنی سے

بولا میرے حق میں ای شاہ ہدا — بات دشمن کی نہ سن بہر خدا
گر مرا باطل ہے دعویٰ جو کیا — کاٹ میرا سر کہ سر میں نے رکھا
زاغ حکم حق سے جو منکر ہوا — کتنا ہی عاقل ہو پھر کافر ہوا
جب تلک تجھ میں ہے کاف کافران — جای گندہ ہو وہ مثل کاف ران
دیکھتا ہوں دام میں اندر ہوا — نے چھپائے چشم میری گر قضا
جو قضا آئے تو دانش ہو بخواب — مہ سیاہ ہوئے جو بگڑے آفتاب
کب قضا سے ہی یہ قصہ بھی جدا — ہے قضا سے کر نہ انکار قضا

قصہ آدم علیہ السلام و بستن قضا نظر او را از مراعات صریح نہی و ترک نہی و تاویل

بو البشر کو علم الاسما بگست — صد ہزاران علمش اندر ہر رگست
اسم ہر چیزے چنان کان چیز ہست — تا بپایان جان او را داد دست
ہر لقب کو داد آن مبدل نشد — آنکہ چستش خواند او کاہل نشد

قصہ آدم علیہ السلام اور باندھنا قضا کا نظر انکی کو رعایت صریح نہی سے اور ترک نہی کا کرنا تاویل سے

علم الاسما کے ہیں آدم امیر — علم لاکھوں انکے اندر ہیں اسیر
نام ہر اک شے کا ہے جیسی وہ شے — انتہا تک انپہ ظاہر ہو گئے
جو لقب اس نے دیا مبدل نہیں — چست جسکو کہدیا کاہل نہیں

سلہ بولا میرے حق میں الی آخرہ یہ شعر ہدہد نے کہا کہ اے شاہ اگرچہ میں ایک گدا ہوں مگر تو دشمنوں کی بات نہ سن بہر خدا اگر میرا دعویٰ باطل ہے تو میرا سر کاٹ حاضر ہے زاغ جو حکم حق سے منکر ہوا ہے لاکھ وہ عقل کی کہے کافر ہوا جب تک تجھ میں اے زاغ کاف کافران ہے ران کا کاف یعنی مقام نہانی عورتوں کا ہے اور وہ جا گندی ہوتی ہے اسیطرح زاغ فرگندگی خوار ہے پس کفر جو بکا نا منہ سے گندگی کھاتا ہے میں تو دام کو ہوا کی اندر سے دیکھتا ہوں اگر قضا میری چشم نہ چھپائی کیونکہ جب قضا آتی ہے عقل سو جاتی ہے جیسے آفتاب جب ماہتاب پر آتا ہے تو ماہتاب سیاہ بے نور ہو جاتا ہے پس یہ کام کا بدل جانا کب قضا سے جدا ہے کیونکہ بے حکم قضا کے کوئی کچھ نہیں کرسکتا ہے جیسے کہ آدم علیہ السلام باوجود آگہی تمام کے دھوکا کھا گئے اور جنت سے باہر آئے یہ حکم قضا ہے چنانچہ ان کا قصہ آگے اسکی مثال میں مولانا بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ؎ علم الاسما کے الی آخرہ یہ شعر آدم علیہ السلام علم الاسما کے سردار ہیں اور سیکڑوں علم ان کے اندر بھرے ہیں اور نام ہر شے کا کہ جیسے وہ شے ہے انتہا تک انکی حقیقت جانتے ہیں اور لقب جو آدم علیہ السلام نے دیا وہ نہ بدلا اور جسکو چالاک کہدیا وہ کاہل نہ ہوا اور جسکو اسنے مقبول اپنا کیا وہ عزیز خرم و شاد ہوا جو کہ مومن آخر میں ہے وہ انھیں اول دکھائی دیا اور جو کافر آخر میں ہے وہ انھیں اول معلوم ہوا اور جو کہ کافر آخر میں ہے وہ بھی ان پر کھلا ہے جو کہ آخر میں مومن ہے وہ مومن ہے اور جو کہ ظاہر میں ہے وہ کافر ہے نام دانا سے ہر اک شے کا سنو اور راز اسرار علم الاسما ان سے سنو یعنی سکھائے ہیں نے آدم علیہ السلام کو کل اسما اپنے سے بس مولانا ان اسما کا راز آگے شعروں میں بتاتے ہیں فافہم ۱۲

هر کرا او مقبل و آزاد خواند ‌ ‌ او عزیز و خرم و دشاد ماند
هر که آخر مومن ست اول بدید ‌ ‌ هر که آخر کافر او را شد پدید
هر که آخربین بود او مومن ست ‌ ‌ هر که ظاهربین بود آن بدکس ست
اسم هر چیزی تو از دانا شنو ‌ ‌ رمز و سر علم الاسما شنو
اسم هر چیزی بر ما ظاهرش ‌ ‌ اسم هر چیزی بر خالق سرش
نزد موسی نام چوبش بد عصا ‌ ‌ نزد خالق بود نامش اژدها
بد عمر را نام اینجا بت پرست ‌ ‌ لیک مومن بود نامش در الست
آنکه بد نزدیک ما نامش منی ‌ ‌ پیش حق این نقش بد که با منی
صورتی بد این منی اندر عدم ‌ ‌ پیش حق موجود نی بیش و نه کم
حاصل آمد آن حقیقت نام ما ‌ ‌ پیش حضرت کان بود انجام ما
مرد را بر عاقبت نامی نهند ‌ ‌ نی بر آن کان عاریت نامی نهند
چشم آدم کو بنور پاک دید ‌ ‌ جان و سر نامها گشتش پدید
چون ملک انوار حق بر وی بتافت ‌ ‌ در سجود افتاد و در خدمت شتافت
چو ملایک نور حق دیدند ازو ‌ ‌ جمله افتادند در سجده برو
مدح این آدم که نامش می برم ‌ ‌ قاصرم گر تا قیامت بشمرم
این همه دانست و چون آمد قضا ‌ ‌ دانش یک نهی شد بر وی خطا

جس کو مقبول اس نے اپنا کر لیا ‌ ‌ وہ عزیز اور خرم و شادان ہوا
مومن آخر کو پہلے پا لیا ‌ ‌ کافر آخر جو ہے وہ بھی کھل گیا
جو کہ آخر بین ہے مومن ہے وہی ‌ ‌ ہے جو ظاہر بین وہ بیدین آدمی
نام دانا سے ہر اک شے کا سنو ‌ ‌ بھید و رمز علم الاسما سنو
[1] نام ظاہر کا ہمارے پاس ہے ‌ ‌ نام کا باطن خدا کے پاس ہے
پیش موسیٰ نام لاٹھی کا عصا ‌ ‌ پیش خالق نام اسکا اژدہا
یاں عمر کو کہتے تھے سب بت پرست ‌ ‌ نام مومن انکا تھا اندر الست
تھا ہمارے پاس نام اسکا منی ‌ ‌ پیش حق یہ نقش تھا کہ بامنی
اس منی کی ایک صورت در عدم ‌ ‌ پیش حق موجود تھی نے بیش و کم
الغرض ہے پیش حق اپنا وہ نام ‌ ‌ جیسے ہم آخر میں ہونگے والسلام
نام وہ بہتر جو ہو انجام کار ‌ ‌ عاریت کے نام کو کیا ہے قرار
[2] نور حق پر تھی جو آدم کی نظر ‌ ‌ راز اسم و جان وہ سمجھے سر بسر
[3] نور حق انمیں ملایک کو ملا ‌ ‌ دوڑے ان کے پاس اور سجدہ کیا
نور حق پایا فرشتوں نے یہاں ‌ ‌ گر پڑے آدم کو سب سجدہ کناں
[4] مدح آدم جنکا میں لیتا ہوں نام ‌ ‌ حشر تک لکھوں تو ہو گی ناتمام
جب ہوا باانہمہ حکم قضا ‌ ‌ اک خطا سے پردہ سب پر پڑ گیا

[1] نام ظاہر الی آخرہ ۔ شعر نام ظاہر ہمارے پاس ہے اور نام کا باطن خدا کے پاس ہے موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک نام لکڑی کا عصا اور پاس خالق کے نام اس کا اژدہا تھا نام عمر رضی اللہ عنہ کا یہاں بت پرست اور نام مومن انکا اندر الست کے تھا نام اس کا ہمارے پاس تھی اور حق کے پاس موجود تھی کم و زیادہ ظاہر آئی وہ حقیقت ہمارے نام کی اور آخر میں پاس حق کے وہی ہووے گی نام وہ رکھیں جو کہ انجام میں ہو اور جو عارضی ہو اس پر نام اس کا رکھیں نور حق نے دکھایا جان و بھید اس نام کا ان پر کھلا واضح ہو کہ مولانا ظہور اسما کا بیان فرماتے ہیں کہ دنیا میں یہ سب صورتیں کل موجودات کی ظہور اسما ہیں یعنی اسما حق کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے جیسے عصا و اژدہا یعنی و صورت بشری پس یہ صورت بشری باطن ہے کہ پیش حق جو تھا کہ ظہور میں آیا اور وہی نام رکھا گیا اور پھر ایسی ہی آخر میں پیش حق رہیگا پس اس صورت بشری سے مراد صورت جان ہے نہ صورت عنصری چنانچہ آدم علیہ السلام نے نور حق سے انہیں اسرار جان کے ان اسما کو دیکھا تھا اور اسی کو علم الاسما حق نے فرمایا ہے اور اسی اسمائے مسمی کو دیکھنا کمال سلوک ہے اور ملائک اس سے لاعلم ہیں اور وجود عنصری میں اسی کے انکشاف کو دیدہ مشاہدہ و معاینہ حسب مراتب کہتے ہیں یعنی مشاہدہ اسما کو سیر تشبیہ و معاینہ مسمی کو سیر تنزیہ کہتے ہیں واللہ اعلم ۱۲ [2] نور حق الی آخرہ

[4] شعر آدم علیہ السلام میں فرشتوں نے نور حق پایا تو دوڑ کر سجدہ کیا تعریف آدم کہ میں انکا نام لیتا ہوں اگر تا قیامت انکا شمار کروں قاصر رہوں [5] یعنی باوجود اس عقلمندی کے جب حکم قضا آیا ایک نہی سے عقل میں خطا آئی واضح ہو کہ خداوند عالم نے جب آدم علیہ السلام کو جنت میں رکھا واسطے کھانے گندم کے نہی فرمائی بموجب آیہ کریمہ ولا تقربا هذه الشجرة فتكونا من الظالمين یعنی مت قریب جاؤ تم نزدیک اس کے گے حکم نہی کو لفظ ہذا سے اجتہاد میں غلطی واقع ہوئی کہ یہ لفظ ہذا واسطے نہی جنس کے تھا یعنی کل جنس گندم کو کھانے کی نہی تھی اور آدم علیہ السلام نے لفظ ہذا نہی متعدد جانا گندم کھایا کہ وہ درخت گندم نہیں ہے دوسرا ہے نہی تو اس درخت کی تھی کہ وہ اسجا تھا وہ حقیقت میں وہی درخت ان کے ہمراہ پھرتا تھا اسلیے اسکے اجتہاد میں غلطی ہوئی تو ہم کی ہے یہ بڑی اور بقول بحر العلوم یہ ہے کہ ابلیس نے بہشت کی کہ نہیں منع کیا رب تمہارے نے اس درخت سے مگر اسلئے کہ تم اس شجر کو کھانے سے ہو گے بصفات تنزیہ یا ملائک ہمیشہ رہو گے جنت میں اس غیرت سے دلیں آدم علیہ السلام

[illegible] ۱۲

کای عجب نهی از پی تحریم بود | یا بتاویلی بد و توهیم بود
در دلش تاویل چون ترجیح یافت | طبع در حیرت سوی گندم شتافت
باغبان را خار چون در پای رفت | دزد فرصت یافت کالا برد تفت
چون ز حیرت رست باز آمد براه | دیده برده رخت و دزد از کارگاه
ربنا انا ظلمنا گفت و آه | یعنی آمد ظلمت و گم گشت راه
این قضا ابری بود خورشید پوش | شیر و اژدرها شود زو همچو موش
من اگر دامی نه بینم گاه حکم | من نه تنها جاهلم در راه حکم
ای خنک آن کو نکوکاری کند | زور را بگذارد و زاری کند
گر قضا پوشد سیه همچون شبت | هم قضا دستت بگیرد عاقبت
گر قضا صد بار قصد جان کند | هم قضا جانت دهد درمان کند
این قضا صد بار اگر راهت زند | بر فراز چرخ خرگاهت زند
از کرم دان آنکه می ترساندت | تا بملک ایمنی بنشاندت
چون بترساند ترا آگه شوی | ورنه ترساند ترا گمره شوی
این سخن پایان ندارد گشت دیر | گوش کن تو قصه خرگوش و شیر

ہے[۱] عجب کہ نہی تھی بہر حرام | یا تھے تاویل و توہم کے پیام
دل میں جو تاویل کو ترجیح دی | طبع حیران ہو سوے گندم گئی
باغبان کے پاؤں میں کانٹا لگا | چور کو فرصت ملی ساماں لیا
ان کو حیرانی سے جب فرصت ملی | دیکھا کل ساماں کی چوری ہوئی
ربنا انا ظلمنا بس کہا | یعنی ظلمت آئی رستہ گم ہوا
یہ[۲] قضا اک ابر تھی خورشید پوش | اژدھا اور شیر ہو دیں اس سے موش
دام اگر دیکھا نہ میں نے گاہ حکم | میں نہ اک جاہل ہوں اندر راہ حکم
وہ ہی بہتر جو کوئی نیکی کرے | زور اپنا چھوڑے اور زاری کرے
گر قضا پوشیدہ کر دے مثل رات | پھر قضا پکڑے ترا آخر کو ہاتھ
گر قضا سو بار قصد جان کرے | پھر قضا جان تجھکو دے درماں کرے
گر قضا سو بار رہ سے گم کرے | آسماں پر پھر قضا تجھکو رکھے
ہے کرم جو وہ ڈراتا تجھکو ہے | امن کا وہ ملک دیتا تجھکو ہے
جو ڈرائے تجھکو تو آگاہ ہو | گر ڈرائے وہ تو تو گمراہ ہو
بات یہ بیحد ہے اور ہوتی ہے دیر | سن تو اب پھر قصہ خرگوش و شیر

پای واپس کشیدن خرگوش از شیر چون نزدیک چاه آمد | پیچھے ہٹنا خرگوش کا شیر سے جو نزدیک چاہ کے آیا

شیر با خرگوش چون همراه شد | پر غضب پر کینه و بدخواه شد
شیر[۳] جو خرگوش کے ہمراہ ہوا | پر غضب پر کینہ اور بدخواہ ہوا

[۱] ہے عجب الی آخرہ ۵ شعر اسکی تو جواب مولانا بیان فرماتے ہیں کہ تعجب ہے کہ یہ نہی تھی واسطے حرام کے یا کچھ واسطے تاویل و توہم کے اس میں جو تاویل کو ترجیح دی طبع حیران ہو کر طرف گندم کے گئی مثال فرماتے ہیں کہ باغبان کے پاؤں میں کانٹا لگا چور کو فرصت ملی سامان لے گیا انکو حیرانی سے جب فرصت ملی تو دیکھا کہ کل سامان چوری ہو گیا ربنا ظلمنا انفسنا یعنی اے رب ہمارے تحقیق ہم نے ظلم کیا نفسوں اپنے پر کہا یعنی ظلمت آئی اور وہ راہ بھولی نتیجہ سکا آگے ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [۲] یہ قضا الی آخرہ ۹ شعر یہ قضا ایک تھی خورشید پوش اور اژدھا شیر ہوں اس سے موش ہو دیں بس ای زارع اگر میں نے دام ہنگام حکم قضا کے نہ دیکھا تو میں ایک جاہل ہوں اندر راہ حکم حق کے وہ بہتر ہے جو نیکی کرے اور زور اپنا چھوڑ کر زاری کرے اگر قضا سیاہ کر دے مانند شب کے پھر قضا آخر کو تیرا ہاتھ پکڑیگی اگر قضا سو بار قصد جان کرے گی پھر قضا تجھکو جان دیگی اور علاج کریگی اور اگر قضا سو بار تجھے گمراہ کرے گی پھر آسمان پر تجھے پہونچا دے یہ کرم اس کا ہے جو تجھکو ڈراتا ہے تو ملک امن کا تجھکو دیتا ہے اور تجھکو ڈراتا ہے تو خبردار ہو جائیگا اگر تجھکو نہ ڈراوے گمراہ ہو یہ بات بیحد ہے اور دیر ہوتی ہے تو سن قصہ خرگوش و شیر کا واضح ہو کہ مولانا نے سستی و بدبختی کی مہبت ہدہد و زاغ سے ثابت کی ہے کہ ہدہد کو سستی تھی وہ چشم بصیرت دل کی اسکی کھلی تھی اور زاغ کو بدبختی تھی اسنے بسبب ظاہری بینی کے اسپر اعتراض کیا انجام کار مقبول ہوا عرصہ ہ مناجات میں اللہ تعالیٰ آگے ماہیت اشیا کی حق سے چاہی تھی وہ یہ سستی ہے کہ اسکی دید سے ماہیت اشیا حاصل ہوتی ہے اللہ نصیب کرے فافہم ۱۲ [۳] شیر جو الی آخرہ ۲ شعر شیر خرگوش کے جو ہمراہ ہوا پر غضب اور کینہ اور برائی چاہنے والا ہوا خرگوش دلاور آگے آگے جو کہ تھا وہ پیچھے ہٹا آگے شیر کے چاہ کے پاس آکر جب شیر نے دیکھا کہ خرگوش ٹھہرا اور راہ سے پھرا ہے شیر بولا تو کس واسطے الٹا پھرا ہے اپنے پاؤں کو مت روک اور آگے بڑھ خرگوش نے کہا کیا پاؤں یہاں تو ہاتھ پاؤں رہ گئے اور جان کانپی اور دل گیا جگر سے یعنی خوف سے جان و دل متحرک ہو گئے تو دیکھ میرا رنگ منھ کا زرد ہوا اور رنگ زرد دل کی خبر دیتا ہے حق جو سیما یعنی پیشانی کو حرف یعنی پہچانے والا کہتا ہے اسواسطے عارف آنکھ طرف پیشانی کے رکھتا ہے یعنی دل کا حال علامت بشرہ ہی سے معلوم ہوتا ہے بموجب قول خدا فلعرفتہم بسیماھم ولتعرفنھم فی لحن القول یعنی پس

البتہ عارفانِ کامل کو چہرہ کی علامتوں سے اور البتہ عارفوں کو ... حال باطن کا ... فافہم ۱۲

بود پیشاپیش خرگوش دلیر	ناگہاں پا را کشید از پیش شیر	آگے آگے تھا جو خرگوش دلیر	دفعۃً پیچھے ہٹا وہ پیش شیر
چونکہ نزد چاہ آمد شیر دید	کز رہ آن خرگوش ماند و پا کشید	چاہ کے پاس آ جو دیکھا شیر نے	ٹھہرا خرگوش اور پھرا ہے راہ سے
گفت پا وا پس کشیدی تو چرا	پای را وا پس مکش پیش اندر آ	بولا تو کس واسطے الٹا پھرا	پاؤں کو اپنے نہ روک آگے بڑھا
گفت کو پایم کہ دست و پای رفت	جان من لرزید دل از جای رفت	بولا کیسا پا کہ دست و پا گئے	جان کانپی دل گیا بس جائے سے
رنگ رویم را نمی بینی چو زرد	ز اندرون خود میدہد رنگم خبر	دیکھ رنگ رو مرا ہے مثل زرد	رنگ دل کی میرے دیتا ہے خبر
حق چو سیما را معرف خواندہ است	چشم عارف سوی سیما ماندہ است	حق جو سیما کو معرف کہتا ہے	آنکھ عارف سوئے سیما رکھتا ہے
رنگ و بو غماز آمد چون جرس	از فرس آگہ کند بانگ فرس	رنگ و بو[۱] مثل جرس ہے راز گو	بانگ اسپ آگہ بتانے اسپ کو
بانگ ہر چیزی رساند زو خبر	تا بدانی بانگ خر از بانگ در	بانگ ہر شے اس کی دیتی ہے خبر	تا تو جانے بانگ خر کو بانگ در
گفت پیغمبر بہ تمیز کسان	مرء مخفی لدی طی اللسان	بولے حضرت بہر تمیز کسان	مرء مخفی لدی طی اللسان
رنگ رو از حال دل دارد نشان	رحمتم کن مہر من در دل نشان	رنگ رو کا حال دل سے دے نشان	رحم کر مجھ پر محبت رکھ نہان
رنگ روی سرخ دارد بانگ شکر	رنگ روی زرد دارد صبر و نکر	سرخروئی منہ کی ہے آواز شکر	زرد روئی منہ کی بتلاتی ہے نکر
درمن آمد آنچہ در وی گشت مات	آدمی و جانور جامد نبات	مجھ میں[۲] وہ آیا کہ جسمیں سب ہیں مات	آدمی وہ جانور جامد نبات
درمن آمد آنکہ دست و پا برد	رنگ رو را و قوت و سیما برد	مجھ میں وہ آیا کہ دست و پا گئے	رنگ رو اور طاقت سیما گئے
آنکہ در ہر چہ در آید بشکند	ہر درخت از بیخ و بن او بر کند	جسمیں وہ آئے تو توڑے اس کو وہ	اور اکھیڑے جڑ سے ہر اک نخل کو
این خود اجزا اند کلیات ازو	زرد کردہ رنگ فاسد کردہ بو	یہ ہیں اجزا انکے کل بھی اس سے ہیں	رنگ زرد اور بو کو بس فاسد کئیں
تا جہاں گہ صابرست و گہ شکور	بوستان گہ حلہ پوشد گاہ عور	ہے[۳] جہاں صابر کبھی شاکر کبھی	سبز ہے بستان کبھی ابتر کبھی

۱ رنگ و بو الی آخرہ ۵ شعر رنگ و بو مثل جرس کے راز گو ہے اور آواز اسپ بتاتی ہے اسکی آواز ہر شے کی اس کی خبر دیتی ہے تو جانے آواز خر کو آواز در سے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واسطے تمیز انسان کے فرمایا المرء مخفی فی طی لسانہ لافی طیلسانہ یعنی مرد پوشیدہ ہے زبان اپنی میں نہ چادر اپنی میں رنگ رو کا حال دل سے خبر دیتا ہے مجھ پر رحم کر اور محبت میری دل میں اپنی رکھ منہ کی سرخروئی شکر کی آواز ہے اور زرد روئی صبر کو بتاتی ہے واضح ہو کہ انسان کا اچھا و برا دل اور روشنی دیتا ہے باطن کی علامت چہرہ کلام و زبان سے ظاہر ہے اور عارفین اسکو پہچانتے ہیں پس یہ راز اے طالب مرشد سے دریافت کر کہ کتابوں کے پڑھنے سے نہیں معلوم ہوتا ہے فافہم

۲ مجھ میں وہ آیا الی آخرہ ۴ شعر مجھ میں وہ آیا کہ جسمیں سب مات ہیں آدمی و جانور و جماد و نبات یعنی موالید ثلاثہ عالم مجھ میں وہ آیا کہ دست و پا رہ گئے اور رنگ رو اور طاقت سب گئی وہ جسمیں آئے تو اسکو توڑ ڈالے اور ہر ایک درخت کو جڑ سے اکھیڑ ڈالے یہ تو اجزا ہیں اُن کے کل بھی اس سے رنگ زرد اور بو بے بات ہیں یعنی یہ اشارہ ہے طرف حکم قضائے حق کے کہ جسمیں حکم قضا آتا ہے وہ عاجز و ناچار ہو جاتا ہے یہ اجزا کا حال ہے ان اجزا عالم کے کل کا بھی اس حکم قضا سے یہی حال ہے چنانچہ مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۳ ہے جہاں الی آخرہ ۵ شعر ہے جہاں ہو صابر کبھی و شاکر کبھی اور بستان سبز ہو کبھی اور ابتر کبھی کبھی خورشید طلوع ہوتا ہے نار کے مانند اور بعد ایک ساعت کے سرنگوں ہوتا ہے آسمان سے سب ستارے نمودار ہوتے ہیں اور لحظہ لحظہ انجام کار نہاں ہوتے ہیں ماہ جو ستاروں کو روشن کرتا ہے اور خود رنج دق سے مانند ہلال گھٹتا ہے زمین باوجود اس بات کے کہ تسکین رکھے زلزلہ سے تپ و لرزہ میں پڑے کوہ بلائے موروثی سے دل خراش اور اندر جہان کے پاش پاش ہوا جو ہوا روح سے رم میں ملتی ہے جو قضا آوے وہ ہوا ہمیضہ بنے آب شیریں روح کا ہمشیرہ ہے لیکن حوض میں نیلا پیلا ہو کر تلخ ہو جاتا ہے آتش کہ ہوا سے سرکشی رکھتی ہے ایک ہوا اس کو نیست کر دے جو خاک کہ صاف گل کی مایہ ہوئی ہے ایک ہوا نے اسے ہلاک کیا حال دریا کا دیکھ کہ اضطراب و جوش کر وہ کیسی بدحواسی رکھے چرخ سرگردان کا بھی تلاش سے حال ابتر ہے مثل فرزند دیکھ کہ بہ تخفیف اور گہہ اوج اور کبھی درجہ اوسط میں ہے اور پھرتے ہیں ستارے سعد و نحس میں کبھی شرف و کبھی صعود کبھی خوشی کبھی وبال کبھی ہبوط و کبھی غمی اے جزو اصل کلوں کے اپنا حال

آفتابی کو بر آید نارگون	ساعتی دیگر شود او سرنگون	جب کہ ہو خورشید ظاہر نارگوں	بعد ایک ساعت کے ہوی سرنگوں
اختران تافتہ بر چار طاق	لحظہ لحظہ مبتلای احتراق	آسماں پر سب ستارے نوردار	لحظہ لحظہ ہوں نہاں انجام کار
ماہ کو افزود ز اختر در جمال	شد ز رنج دق او ہمچو ہلال	ماہ جو اختر کو دیتا ہے جمال	ہوتا ہی وہ رنج سے مثل ہلال
این زمین با سکون و با ادب	اندر آرد زلزلش در لرز و تب	باوجود اسکے زمین تسکین رکھے	زلزلہ سے بس وہ تپ لرزہ میں ہی
ای بسا کہ زین بلای مردہ ریگ	گشتہ است اندر جہان او خوردہ ریگ	کوہ موروثی بلا سے دلخراش	وہ ہوا اندر جہان کے پاش پاش
این ہوا با روح آمد مقترن	چون قضا آید وبا گشت و عفن	روح سے ملتی ہو جو دم میں ہی	جو قضا آئے ہوا ہیضہ بنے
آب خوش کو روح را ہمشیرہ شد	در غدیری زرد و تلخ و تیرہ شد	آب شیریں روح کا ہمشیر ہے	نیلا پیلا حوض میں کڑوا بنے
آتشی کو باد دارد در بروت	ہم یکی بادی برو خواند موت	آگ کہ رکھے ہوا سے سرکشی	اک ہوا اس کو دکھا دے نیستی
خاک کو شد مایۂ گل در بہار	ناگہان بادی بر آرد زو دمار	جو بہار گل کی سرمایہ ہی خاک	اک ہوا کر دیتی ہی اسکو ہلاک
حال دریا ز اضطراب و جوش او	فہم کن تبدیلہای ہوش او	حال دریا اضطراب و جوش سی	دیکھ کیسی بدحواسی وہ رکھے
چرخ سرگرداں کہ اندر جستجوست	حال او چون حال فرزندان اوست	چرخ سرگرداں کا بھی تلاش سے	حال ابتر مثل فرزندان کے ہے
گہ حضیض و گہ میانہ دگاہ اوج	اندرون از سعد و نحسی فوج فوج	گہ حضیض و اوج گہ اوسط میں ہیں	پھرتے سیارے ہیں سعد و نحس میں
گہ شرف گاہی صعود و گہ فرج	گہ وبال و گہ ہبوط و گہ ترح	گہ شرف گاہی صعود و گہ خوشی	گہ وبال و گہ ہبوط و گہ غمی
از خود ای جزوی بہ کلہا مختلط	فہم می کن حالت ہر منبسط	اے وہ جز ہی جو کہ تو کل پر محیط	جان اپنا ہی سا حال ہر بسیط
چون نصیب مہتران درد است و رنج	کہتران را کی تواند بود گنج	[1] جب بڑوں کے آگے حصے میں ہی رنج	کب میسر ہو بھلا چھوٹوں کو گنج
چونکہ کلیات را رنج ست و درد	جزو ایشان چون نباشد روی زرد	جو کہ کلیات کو ہو رنج و درد	جز وان کے کیوں نہ ہوں روئی زرد
خاصہ جزوی کو ز اضداد است جمع	ز آب و خاک و آتش و باد است جمع	خاص وہ جز جو بنے اضداد سی	خاک پانی اور آگ و باد سے
این عجب نبود کہ میش از گرگ جست	این عجب کہ میش دل در گرگ بست	نے عجب کہ بھیڑ بھاگے گرگ سے	یہ عجب کہ بھیڑ یار گرگ سے
زندگانی آشتی ضدہاست	مرگ آن کاندر میانشان جنگ خواست	[2] زندگی ہے دوستی اضداد کی	مرگ ہی بس دشمنی اضداد کی
صلح اضداد است این عمر جہان	جنگ اضداد است عمر جاودان	صلح ضدونکی ہی یہ عمر جہان	جنگ اضدادونکی عمر جاودان
زندگانی آشتی دشمنان	مرگ و ارفتن با اصل خویش دان	زندگانی آشتی دشمنان	مرگ ان کا لوٹنا سوئے مکان
صلح دشمن دار باشد عاریت	دل بسوی جنگ دارد عاقبت	صلح دشمن دار کی ہو عاریت	جنگ پہ رکھتا ہی دلکو عاقبت

۱ جب بڑوں کی اگی آخرہ تک شعر جبکہ بڑوں کے حصے میں یہ رنج آئے پھر کب چھوٹوں کو میسر ہووے گنج جبکہ کلیات کو درد و رنج ہووے تو ان کے جزو کو کیوں نہ روے زرد ہویں خاص وہ جزو جو کہ اضداد سے بنے آب خاک و باد و آتش سے یہ تعجب نہیں کہ بھیڑ بھاگے گرگ سے اور تعجب یہ ہے کہ بھیڑ گرگ کے موافق ہووے یعنی بھیڑ گرگ سے اگر بھاگے تعجب نہیں کہ اسکی ضد ہی مگر یہ تعجب ہی کہ نفس و روح ضد ہیں آپسمیں کیوں کر موافق ہوئے ۲ زندگی ہو آئی آخرہ تک شعر دوستی اضداد کی زندگی ہو اور دشمنی اضداد کی مرگ ہو یہ عمر جہانکی صلح اضداد کی ہو اور عمر جاوداں جنگ اضدادونکی ہے آشتی یعنی دشمنونکی زندگی ہو اور واپس لوٹنا طرف مکان کے مرگ ہو صلح دشمنی رکھنے والے کی ہوتی ہی عاریت چونکہ جنگ پہ آخر دل کو رکھتا ہی مصلحت کیواسطے چند روز آپسمیں اتفاق جو رکھتے ہیں چند روز ہو آخر کار ہر ایک اپنے جوہر کیطرف پھرے اور ہر ایک اپنی جنس میں جا کر ملے یعنی یہ زندگی اہل جہانکی ان چند ونکی موافقت کے باعث سے عارضی ہو کہ نفاق ہر دم انمیں موجود ہی بس اس زندگی کا کیا اعتبار فافہم ۱۲

روزکے چند از برائے مصلحت — باہم اندر اندر وفا و مرحمت
عاقبت ہر ایک بجوہر بازگشت — ہر یکے با جنس خود باز گشت
لطف باری این پلنگ و رنگ را — الف داده دز ایشان جنگ را
لطف حق این شیر را و گور را — الف داده ست این دو ضد را در وفا
چون جہاں رنجور و زندانی بود — چہ عجب رنجور اگر فانی بود
خواند بر شیر او ازین رو پندہا — گفت من پس مانده ام زین بندہا

مصلحت کیواسطے ہیں چند روز — اتفاق آپسمیں رکھیں چند روز
اپنے جوہر کو ہر اک آخر پھرے — جنس میں اپنی ہر اک جا کر ملے
لطف[1] خالق نے یہ شیر و بھیڑ کو — اتفاق ایسا دیا جھگڑا نہ ہو
لطف حق نے شیر کو اور گور کو — ایسا باہم کر دیا تا ضد نہ ہو
جب جہاں بیمار و زندانی بنے — کیا عجب بیمار گر فانی بنے
شیر[2] کو ایسی نصیحت سے کہا — بولا ان قیدوں سے میں بھی رک رہا

پرسیدن شیر سبب پاے واپس کشیدن خرگوش را و جواب او
پوچھنا شیر کا خرگوش سے سبب پیچھے ہٹنے کا اور دینا اسکا جواب

شیر گفتش تو ز اسباب مرض — این سبب گو خاص کاینستم غرض
پای را واپس کشیدی تو چرا — مے دہی بازیچہ را واہی مرا
گفت آن شیر اندرین چہ ساکن ست — اندرین قلعہ ز آفات ایمن ست
یار من بستد ز من در چاہ برد — بر گرفتش از رہ و بیراہ برد
قعر چہ بگزید ہر کو عاقل ست — زانکہ در خلوت صفاہای دل ست
ظلمت چہ بہ کہ ظلمتہائے خلق — سر نبرد آنکس کہ گیرد پای خلق
گفت پیش آ زخمم او را قاہر ست — تو ببین کان شیر در چہ حاضر ست
گفت من سوزیده ام زان آتشی — تو مگر اندر بر خویشم کشی
تا بہ پشتی تو اے کان کرم — چشم بگشایم بچہ در بنگرم
مین بہ پشتی تو تانم آمدن — کہ نگہدارم در آن چہ بے رسن
چونکہ شیر اندر بر خویشش کشید — در پناہ شیر تا چہ مے دوید

شیر[3] بولا یہ ہیں اسباب مرض — وہ سبب بتلا جو ہے تیری غرض
یہ بتا تو کس لئے پیچھے ہٹا — دہوکہ دیتا ہے مجھے ای بیحیا
بولا اس چہ میں وہ دشمن شیر ہے — امن اس قلعہ میں آفت سے رکھے
یار کو اس چاہ میں وہ لے گیا — راہ سے پکڑا اسے بے رہ گیا
قعر چہ میں جو رہے عاقل ہے وہ — جو کہ خلوت میں ہے صافی دل ہے وہ
چہ کی ظلمت خوش ز ظلمتہائے خلق — نے بچا وہ جو کہ پکڑے پائے خلق
بولا[4] آگے بڑھ کے میں ماروں اسے — دیکھ تو اس چاہ میں وہ شیر ہے
بولا میں ہوں بس جلا اس آگ سے — تو مگر اپنی بغل میں مجھکو لے
تا مدد سے تیری ای سلطان میں — آنکھ کھولوں اور دیکھوں چاہ میں
کہ میں آسکتا ہوں پشتی سے ترے — دیکھ لوں اس چہ میں بے رسی مجھے
شیر نے آغوش میں اسکو لیا — اور پناہ شیر میں چہ تک گیا

[1] لطف خالق الی آخرہ یہ شعر لطف خالق نے ان شیر اور بھیڑ دونوں کو ایسا موافق کیا کہ جھگڑا نہو اور لطف حق نے شیر اور گور کو ایسا باہم ملایا کہ آپس میں مخالفت نہ ہو یعنی ان چار دن عنصر مخالف کو باہم شریک کیا جبکہ جہاں بیمار و زندانی ہووے کیا تعجب ہے کہ اگر بیمار فانی ہو جائے یعنی یہ جہاں دنیا جب ایسا بیمار ہووے تو اسکے فنا ہونے میں کچھ تعجب نہیں ہے کیونکہ قریب ہلاکت کے ہو الی آخرہ غرضکہ ایسا جہاں مستعار پر اعتماد اور بھروسہ کرنا طالب کو نہ چاہیئے اور جلد اپنا مطلب طلب کوشش کر کے پورا کرے ورنہ حسرت باقی رہ جائیگی

[2] شیر کو الی آخرہ یہ شعر خرگوش نے شیر کو ایسی نصیحت سے کہا اور بولا کہ میں انھیں قیدونسے کہ جو اوپر بیان کی ہیں رک رہا ہوں شیر نے کہا کہ یہ تو اسباب مرض ہیں وہ سبب ہمکو بتلا کہ جو تیری غرض ہے کسواسطے تو یہاں سے پیچھے ہٹا مجھکو دھوکہ دیتا ہے ایسا بیحیا ہے خرگوش نے کہا کہ وہ شیر اس چاہ میں رہتا ہے اور اس قلعہ کو جاے امن اپنی رکھتا ہے یعنی اس چاہ میں وہ شیر عکسی رہتا ہے میرے یار خرگوش کو اس چاہ میں لے گیا ہے راہ سے پکڑا اسے بے راہ گیا یعنی براہ کجی میں گیا تھا عاشق اسکے مولانا بیان فرماتے ہیں کہ وہ عاقل ہے جو قعر چاہ میں رہتا ہے کیونکہ جو خلوت میں ہے وہ دل صاف رکھتا ہے ظلمت چاہ کی بہتر ہے ظلمت خلق سے اور نہیں بچا وہ جو پیرو ہوا اخلق کا اور جو طالب مخلوق کا شریک رہا وہ بجز ہلاک ہونے کے نہ بچا فافہم ۱۲ [4] بولا آگے بڑھ الی آخرہ یہ شعر شیر نے کہا اے خرگوش آگے بڑھ کہ میں اسے ماروں تو دیکھ اس چاہ میں وہ شیر ہے خرگوش نے کہا کہ میں اس آتش کا جلا ہوں مگر تو اپنی بغل میں مجھکو لے تا مدد سے تیری بادشاہ میں آنکھیں کھولوں اور چاہ میں دیکھوں میں تیری مدد سے آسکتا ہوں اور بے رسی کے مجھکو اس چاہ میں نگاہ رکھ شیر نے آغوش میں خرگوش کو لیا اور

چونکہ در چہ بنگرید اندر آب
شیر عکس خویش دید از آب تفت

چونکہ خصم خویش را در آب دید
در فتاد اندر چہے کو کندہ بود

اندر آب از شیر و او در تافت تاب
شکل شیری در برش خرگوش زفت

مر ورا بگذاشت اندر چہ جہید
زانکہ ظلمے بر سرش آئندہ بود

چہ کے اندر جب کہ جھانکا تو بڑا
آب میں عکس اپنا دیکھا شیر نے
جو کہ دیکھا دشمن اپنا آب میں
ڈوبا اس چہ میں جو کھودا اسنے تھا

عکس اسکا آب میں اور شیر کا
کہ لیے خرگوش کو اک شیر ہے
اسکو چھوڑا آپ کودا آب میں
کیونکہ آنیوالی اسپر تھی بلا

نظر کردن شیر در چاہ و دیدن عکس خود را و عکس خرگوش

دیکھنا شیر کا چاہ میں عکس اپنے اور خرگوش کو

چاہ مظلم گشت ظلم ظالمان
ہر کہ ظالم تر چہش باہول تر
اے کہ تو از ظلم چاہے میکنی
بر ضعیفاں گر تو ظلمے می کنے
گرد خود چوں کرم پیلہ بر متن
مر ضعیفاں را تو بے خصمے مداں
گر تو پیلی خصم تو از تو رسید
گر ضعیفی در زمین خواہد اماں
گر بدندانش گزی پر خون کنی
شیر خود را دید در چہ وز غلو

ہمچنین گفتند جملہ عالمان
عدل فرمود ست بد تر را بتر
از برائے خویش دامی می تنی
دانکہ اندر قعر چاہے بے سہی
بہر خود چہ می کنی اندازہ کن
از نبی اذ جاء نصر اللہ بخواں
تا کہ جزا طیرا ابابیلت رسید
غلغل افتد در سپاہ آسماں
درد دندانت بگیرد خوں کنی
خویش را نشناخت آں دم از عدو

چاہ مظلم ظلم ظالم ہو گیا
جو ہے ظالم چاہ اسکا سخت تر
چاہ جو تو کھودتا ہے ظلم سے
گو ضعیفوں پر تو کرتا ظلم ہے
کرم ابریشم سا تو خود پر سی لینے
تم ضعیفوں کو نہ بے مالک کہو
تجھسے دشمن بھاگا گر تو فیل ہے
گر ضعیف اک من چاہے خاک سے
گر کہے پر خون اسے تو دانت سے
چاہ میں اپنے کو دیکھا شیر نے

اس طرح میں جملہ علما نے کہا
عدل فرماتا ہے بدتر کو بتر
واسطے اپنے بچھاتا جال ہے
جان تو کہ ڈوبا اندر چاہ کے
کھود مت چہ اپنی خاطر جان کے
اور پڑھو اذ جاء نصر اللہ کو
ہو جزا طیرا ابابیل اب تجھے
شور اسکا اہل گردوں میں اٹھے
درد ہو دانتوں میں تیری کیا کہے
خود کو دشمن سے نہ جانا خصم سے

سلہ چہ کے اندر سم شعر جبکہ چاہ کے اندر جھانکا تو آب میں عکس اس کا اور شیر کا بڑا شیر نے عکس اپنا آب میں دیکھا کہ خرگوش کو ایک شیر لئے ہو جو کہ شیر نے اپنا دشمن دیکھا آب میں تو خرگوش کو چھوڑا اور خود آب میں کود اس ڈوبا اس چاہ میں جو کہ اسنے کھودا تھا کیونکہ اسپر بلا آنیوالی تھی واضح ہو کہ مولانا اس بیت میں حال شہود کا بیان کرتے ہیں کہ جب روح عارف کی نفس مطمئنہ کے ساتھ دریائے شہود میں عکس اپنا مشاہدہ کرتی ہے معشوق حقانی کو مستغرق ہوتی ہے اور اہل صوفیہ مشاہدہ تشبیہ و تنزیہ اسی کو کہتے ہیں اگر وہ عکس اپنا طالب آئینہ میں دیکھتا ہے تو خود کو جانتا ہے پس یہ مقام عاشقی اور معشوقی کا ہے بقول حضرت خواجہ معین الدین اجمیری ۲ سلہ چاہ مظلم الی آخرہ ۵ شعر ظلم ظالم کا چاہ مظلم ہو گیا اسی طرح جملہ علما نے کہا ہے یعنی چاہ مظلم ایک دوزخ میں تنگ و تاریک چاہ ہے کہ ظالم اسمیں ڈالے جائینگے چونکہ اس شیر نے امید و بہ ظلم اختیار کیا تھا اور آخر کو چاہ میں ڈوبا گویا یہ چاہ اس شیر کو دنیا میں چاہ مظلم ہو گیا جو کہ ظالم تر ہے اسکا چاہ بھی سخت تر عدل فرماتا ہے بدتر کو بدتر جو تو ظلم سے چاہ کھودتا ہے گویا واسطے اپنے جال بچھاتا ہے اگر تو ضعیفوں پر ظلم کرتا ہے جان لے کہ تو چاہ میں ڈوبا اسکی مثال مولانا بیان فرماتے ہیں کہ تو کرم ابریشم کی مثال خوبصورت تن اور اپنے واسطے جلا مت کھود یعنی کرم ریشم جو اپنا اوپر خانہ ریشم سے بناتا ہے آخر کار اس خانہ کے سبب سے ہلاک ہوتا ہے بس مولانا مثال دیتے ہیں کہ اے ظالم تو اپنی تن پروری نہ کر کہ وہ تیرے واسطے وبال جان ہوگا فافہم ۱۲ سلہ تم ضعیفوں کو الی آخرہ ۵ شعر تم ضعیفوں کو بے مالک نہ جانو اور اذا جاء نصر اللہ والفتح پڑھو یعنی جو وقت مدد آتی اللہ کی اور فتح ہوئی تم قرآن سے پڑھو یعنی ضعیفوں کا حق تعالے مالک ہے جو کہ ظلم مظلوموں پر کریگا آخر کو امر خدا سے وہ ظالم تباہ ہوگا جیسے کہ اہل مکہ مقابل میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوئے حق تعالے سے آخر کار تباہ و برباد ہوئے مثال دوسری اگر تو صاحب فیل ہے اور دشمن تجھسے عاجز ہوا طیرا ابابیل تجھکو جزا ہو یعنی اصحاب فیل کعبہ شریف کو ڈھانے آئے اور ابابیلوں نے کنکر مار کر بحکم خدا اسکے لشکر کو تباہ کر دیا اسی طرح اے ظالم خدائے عالم ایک ادنی چیز کے ہاتھ سے تجھکو تباہ کر دیگا کیونکہ اگر ایک ضعیف زمین پر امن چاہے تو اسکا آسمان میں شور ہے اگر دانت اسکے تو کاٹ کر پر خون کرے تیرے دانت میں درد ہو پھر تو کیا کرے غرض کہ جو ظلم کریگا آخر کار وہی بلا تجھ پر نازل ہوگی جیسے اس شیر پر نازل ہوئی شیر نے خود کو چاہ میں دیکھا اور غضب کے سبب سے خود کو دشمن سے علیحدہ جانا یعنی بسبب غلبہ غضب کے شیر نے یہ نہ پہچانا کہ وہ میں ہی ہوں یا دشمن اس چاہ میں ہے ۱۲

عکس خود را او عدو خویش دید
لاجرم بر خویش شمشیری کشید

اے بسا ظلمے کہ بینی در کساں
خوی تو باشد در ایشاں اے فلاں

اندر ایشان تافته هستی تو
از نفاق و ظلم و بدمستی تو

آن توئی و آن زخم بر خود میزنی
بر خود آندم تار لعنت می تنی

در خود این بد را نمی بینی عیاں
ورنه دشمن بودهٔ خود را بجاں

حمله بر خود می کنی اے ساده مرد
همچو آن شیری که بر خود حمله کرد

چوں بقعر خوی خود اندر رسی
پس بدانی کز تو بود آن ناکسی

شیر را در قعر پیدا شد که بود
نقش او آن کش دگر کس می نمود

هر که دندان ضعیفی مے کند
کار آن شیر غلط بین می کند

اے بدیده خال بد بر روئے عم
عکس خال تست آن از عم مرم

مومنان آئینهٔ یک دیگرند
این خبر را از پیمبر آورند

پیش چشمت داشتی شیشه کبود
زان سبب عالم کبودت می نمود

گر نه کوری آن کبودی دان ز خویش
خویش را بد گو مگو کس را تو بیش

مومن ینظر بنور الله نبود
عیب مومن را برهنه چوں نمود

چونکه تو ینظر بنار الله بدی
نیکوی را وا ندیدی از بدی

دیکھا دشمن اپنا اپنے عکس کو
خود پہ کھینچا تیغ کو پر خشم ہو

ظلم جو تو دیکھتا ہے غیر میں
ان میں سب ہوتی ہیں تیری عادتیں

تیری ہستی نے اثر ان میں کیا
وہ نفاق ظلم جو کہ تجھ میں تھا

وہ تو ہی ہے ظلم جو خود پر کرے
تار لعنت اس گھڑی خود پہ تنے

نے بدی خود میں دکھے یہ ظاہر
ورنہ دشمن تھا تو اپنی جان کا

خود پہ حملہ کرتا ہے او بھیا
جیسے خود پر شیر نے حملہ کیا

تجھکو اپنی خو کی جب ہو آگہی
جانے تو نالائقی مجھ سے ہی تھی

شیر کو چہ میں کھلا کہ میں ہی تھا
نقش میں نے وہ جو جانا غیر کا

جو ضعیفوں کا اکھیڑے دانت ہے
کام اس شیر غلط بین کا کرے

جو چچا کے منہ پہ خال بد ملے
نے چچا سے تیرا عکس خال ہے

مومن آئینہ ہیں باہم یک دگر
یہ حدیث آئی پیمبر سے مگر

نیلی عینک تو لگائے گا مگر
تجھکو دنیا نیلی آئے گی نظر

خود سے نیلا پن تو دیکھ اندھا نہیں
آپ کو بد کہہ نہ غیروں کے تئیں

مومن ار ینظر بنور اللہ نہ تھا
عیب مومن کا بظاہر کیوں دکھا

جو کہ تو ینظر بنار اللہ تھا
نیکی کو پائے نہ تو بد سے جدا

دیکھا دشمن اپنا الخ یعنی دشمن بنا اپنے عکس کو دیکھا اور بسبب غصہ کے تیغ کھینچی اپنے اوپر جو ظلم دیکھتا ہے غیر میں وہ سب عادتیں تیری انہیں دکھائی دیتی ہیں کیونکہ ہستی نے انہیں اثر کیا ہو بسبب ظلم کے کہ وہ تجھ میں تھا وہ تو ہی ہے کہ تو ظلم خود پر کرے اور لعنت اسدم خود پر کرے یا بدی ظاہر میں نہیں دکھائی دیتی ہے ورنہ دشمن ہو جاتا ہے تو اپنی جان کا خود پر تو حملہ کرتا ہو او بھیا جیسے شیر نے خود پر حملہ کیا جبکہ انتہا آگہی ہووے تا تو جانے کہ نالائقی مجھ سے تھی پس شیر کو چاہ میں کھلا کہ وہ میں ہی تھا جو کہ صورت غیر کی میں نے جانی تھی چنانچہ مثال اسکی مولانا آگے ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲ آگے جو ضعیفوں کا الخ یعنی شعر جو کہ ضعیفوں کا دانت اکھیڑے اور کام اس شیر غلط بین کرے جیسے اس شیر نے غلطی کھائی وہ بھی گویا غلطی میں پڑے مثال دوسری جو چچا کے منہ پر خال بد دیکھے وہ چچا کا نہیں ہے تیرے خال کا عکس ہے خلاق بیان فرماتے ہیں کہ مومن آئینہ ہیں باہم ایک دوسرے کے کہ یہ حدیث جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمودہ حدیث شریف المومن مرآة المومن یعنی مومن آئینہ مومن کا ہے اسکے دو معنے ہیں اگر مومن مراد عارف سے ہے کہ جو ایک عارف کے دلمیں دوسرے عارف کے مقابلہ میں آئے تو وہ حال اس عارف کا ہے کہ اسکے دلمیں پیدا ہوا ہے چنانچہ صوفیہ کرام کے یہاں اسی کو توجہ انعکاسی کہتے ہیں اور اگر مومن مراد متقی و پرہیزگار ہے تو اس مومن کو اس مومن میں جو دکھائی دیتا ہے وہ اسی کا حال ہے پس یہاں مراد مولانا کی اسی متقی سے ہے چنانچہ اس کے آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲ آگے نیلی عینک الخ یعنی شعر جو کہ تو نیلی عینک آنکھ پر رکھے اور اسکے باعث تجھکو عالم نیلا دکھائی دے تو خود سے وہ نیلا پن دیکھ اگر اندھا نہیں ہے خود کو بد کہو غیر کو مت کہو کیونکہ مومن اگر ینظر بنور اللہ یعنی دیکھنے والا ساتھ نور اللہ کے نہ تھا تو عیب مومن کا بظاہر کیوں دیکھا یعنی عیب کو ہنر مومن کا کیوں نہ جانا اور جو تو ینظر بنار اللہ یعنے دیکھنے والا ساتھ نار غضب اللہ کے تھا تو نیکی نہ دیکھے بدی سے جدا یعنی ہنر کو عیب کیوں جانا واضح ہو کہ یہاں مومن سے مراد عارف ہے پس عارف جو ینظر بنور اللہ دیکھتا ہے اگر وہ عیب ہے مگر وہ اسکو ہنر جانتا ہے اور جو مردہ دل بنار اللہ دیکھتا ہے تو وہ ہنر کو بسبب بدطینتی کے عیب جانتا ہے جیسے اگر کسب واسطے اہل و عیال کے کہ اسپر واجب ہے کرے وہ گمان لیجاوے کہ یہ حریص ہے یا کوئی شخص کسی کے واسطے حد شرعی کے مارے تو وہ گمان لیجاوے کہ اس پر ظلم کرتا ہے پس مولانا ینظر بنور اللہ کا طریقہ آگے بیان فرماتے ہیں از بحر العلوم فافہم ۱۲

اندک اندک آب بر آتش بزن | تا شود نار تو نور ای بوالحزن
تو بزن یاربنا آب طہور | تا شود این نار عالم جملہ نور
آب و دریا جملہ در فرمان تست | آب و آتش اے خداوندان تست
گر تو خواہی آتش آب خوش شود | ور نخواہی آب ہم آتش شود
بے طلب تو این طلب مان دادۂ | بیشمار و عد عطا بنہادۂ
با طلب چون ندہی اے حی ودود | کز تو آمد جملگی جود و وجود
در عدم کے بود مارا خود طلب | بے سبب کردی عطاہای عجب
جان و نان دادی و عمر جاودان | سائر نعمت کہ ناید در بیان
این طلب در ما ہم از ایجاد تست | رستن از بیداد یارب داد تست
بے طلب ہم میدہی گنج نہان | رایگان بخشیدۂ جان و جہان
ہکذا انعم الی دار السلام | بالنبی المصطفی خیر الانام

[1] تھوڑا تھوڑا ڈال پانی آگ پر | نار تیری نور ہو اے پر ضرر
ربنا کا ڈال تو آب طہور | تا یہ عالم کی ہو آتش جملہ نور
[2] آب و دریا سب تیری فرمان ہیں | تیری اے رب آب و آتش ملک ہیں
گر تو چاہے آگ آب خوش بنے | اور جو چاہے آب بھی آتش بنے
تونے بے خواہش ہمیں دیں خواہشیں | اور بے گنتی ہمیں کیں بخششیں
پس طلب سے کیوں نہ دے اے تو ودود | کہ سبھوں نے تجھسے پایا جسم و وجود
[3] خود طلب ہمکو عدم میں تھی کہاں | بے سبب ہم پر یہ کی بخشش عیان
جان دی اور نان عمر جاودان | ایسی نعمت کا ہو کب ہمسے بیان
یہ طلب ہم میں تیری ایجاد ہے | ظلم سے چھٹنا بھی تیری داد ہے
بے طلب دیتا ہے تو گنج نہان | مفت بخشی تونے یہ جان جہان
دے یونہی انعام تا دار السلام | صدقہ انکا جو کہ تھے خیر الانام

مژدہ بردن خرگوش سوی نخچیران کہ شیر در چاہ افتاد

خوشخبری لیجانا خرگوش کا طرف شکاروں کی کہ شیر چاہ کے بیچ غرق ہوا

چونکہ خرگوش از رہائی شاد گشت | سوی نخچیران روان شد تا بدشت
شیر را چون دید محو ظلم خویش | سوی قوم خود دوید او پیش پیش
شیر را چون دید کشتہ ظلم خود | می دوید او شادمان دبار شد
شیر را چون دید در چہ کشتہ زار | چرخ می زد شادمان تا مرغزار
دست می زد چون رہید از دست مرگ | سبز و رقصان در ہوا چون شاخ و برگ

[4] جو چھٹا خرگوش از بس خوش ہوا | ساتھیوں میں اپنے پہونچا کودتا
شیر کو دیکھا کہ چہ میں پھنس گیا | قوم کی جانب گیا وہ دوڑتا
ظلم خود سے دیکھا شیر اب مر گیا | بھاگا خرگوش اپنے پاؤں چومتا
شیر کو دیکھا کہ چہ میں مر گیا | اپنے صحرا تک گیا وہ ناچتا
موت سے چھوٹا بجاتا تالیان | ناچتا وہ جیسے پتے ڈالیان

[1] تھوڑا تھوڑا الخ ۲ شعر تھوڑا تھوڑا پانی اس آگ پر ڈال تاکہ نار تیری نور ہو جائے اور ربنا ظلمنا انفسنا یعنی اے رب میرے ظلم کیا ہمنے نفسوں اپنے پر اسکا آب طاہر ڈال تا یہ نار عالم کی جملہ نور ہو جائے چنانچہ مناجات بدرگاہ حق تعالی مولانا آگے بیان فرماتے ہیں ۱۲ [2] آب و دریا الخ ۴ شعر آب و دریا سب ترے حکم میں ہیں اور آب و آتش سب تیری ملک ہیں اگر تو چاہے آب بھی آتش ہو تونے بیخواہش کے ہمکو خواہشیں دیں اور بے حساب ہمپر بخشش کی پس طلب سے کیوں نہ تو دے اے خدا کہ سب نے تجھسے جسم وجود پایا ہے [3] خود طلب الخ ۵ شعر ہم کو طلب خود عدم میں کہاں تھی تونے بے سبب ہمپر بخششیں عیاں کیں تونے جان اور نان اور عمر جاودان دی ایسی نعمت کا کب ہمسے بیان ہو سکے پس یہ طلب ہم میں تیری ایجاد ہیں اور ظلم سے چھٹنا یہ بھی تیری داد ہے بے طلب دیتا ہے تو گنج پوشیدہ اور مفت بخشی تونے یہ جان جہان پس ایسے انعام دے ہمکو قیامت تک بہ برکت نبی برگزیدہ عالم کی ہو واضح ہو کہ مولانا نے یہ خیال کج بین طالبوں کے لئے لکھا ہے کہ طالبان کج بین ہنوز راہ عشق و معرفت سے خبردار نہیں ہوتے ہیں اور بہ سبب طمع دنیا کے اپنے کو مانند اس شیر کے شیر حق ظاہر کر کے بدلایل جد و جہد غافلان اہل دنیا سے وجہ معیشت مقرر کرتے ہیں اور آخر کو اس خرگوش نفس کے مکر سے چاہ ندامت میں غرق ہو کر خسر الدنیا والاخرۃ ہوتے ہیں پس طالبان حق کو چاہیے کہ جبتک تکمیل سر سلوک کی نہ ہو اپنے کو پیشوا نہ گردانے ورنہ انجام کار مانند اس شیر کے خیال کج میں گرفتار بلا ہونگے عیاذاً باللہ ۱۲ [4] جو چھٹا خرگوش الخ ۸ شعر جبکہ خرگوش اس بلا سے چھٹا از بس خوش ہوا اور اپنے ہمجنسوں کیطرف کودتا گیا شیر کو دیکھا کہ چاہ میں پھنسا وہ قوم کیطرف دوڑتا گیا دیکھا کہ شیر اپنے ظلم سے مر گیا خرگوش پاؤں چومتا بھاگا شیر کو دیکھا کہ وہ چاہ میں مر گیا ہے تو صحرا تک وہ ناچتا گیا موت سے جب وہ بچا تو تالیاں بجاتا اور ناچتا جیسے برگ و شاخ ناچتے ہیں مولانا حقائق اسکے بیان فرماتے ہیں

شاخ و برگ از جنس خاک آزاد شد	سر برآورد و حریف باد شد	ڈالی پتی چھوٹی قید خاک سے	یار ہمدم ہو گئے وہ باد کے
ہم گہا چون شاخ را بشگافتند	تا بالاے درخت اشتافتند	ڈالیونکو جب کہ پھاڑا برگ نے	تب بلندی پر درختونکے گئے
با زبان شطالہ شکر خدا	مے سراید ہر بر و برگے جدا	با زبان شطاہ شکر خدا	کرتا ہی برگ و ثمر ہر اک جدا
بے زبان ہر بار و برگ و شاخہا	مے سراید ذکر و تسبیح خدا	سلہ بے زبان ہر شاخ و برگ و بر سدا	کرتا ہی ذکر او تسبیح خدا
کہ پرورد اصل ما را ذو العطاء	تا درخت استغلظ آمد فاستوی	کہ ہماری جڑکو پالا اے خدا	تا درخت استغلظ آیا فاستوی
جانہاے بستہ اندر آب و گل	چون رہند از آب و گل ہا شاد دل	آب و گل میں انکی جانیں تھیں پھنسیں	آب و گل سے جو چھٹیں خوشدل ہوئیں
در ہواے عشق حق رقصان شدند	ہمچو قرص بدر بے نقصان شدند	عشق حق کی چاہ میں رقصاں ہوئیں	بدر کے مانند بے نقصان ہوئیں
جسم شان رقص و جانہا خود مپرس	وانکہ گرد و جان ازانہا خود مپرس	جسم رقصان اور جانوں کا نہ پوچھ	جو ہوا جان اسکے جانونکا نہ پوچھ
شیر را خرگوش در زندان نشاند	ننگ شیری کو ز خرگوشے بماند	سلہ شیر کو قیدی کیا خرگوش نے	ننگ شیری کھوئی خرگوشی نے
در چنین ننگے و انگہ اے عجب	فخر دین خواہی کہ گویندت لقب	ننگ تو اتنا اور اسپر ہے عجب	چاہتا ہی اپنا فخر دین لقب
اے تو شیرے در تگ این چاہ فرد	نفس چون خرگوش خونت سخت خورد	تو ہی شیر اس چاہ کے اندر دبے	نفس چون خرگوش تیرا خون کرے
نفس خرگوشت بصحرا در چرا	تو بقعر این چہ چون و چرا	نفس خرگوش اب ترا چرتا پھرے	اور گڑھے میں جھتونکے تو ہے
سوی نخچیران دوید آن شیر گیر	کابشروا یا قوم اذ جاء البشیر	سلہ پہونچا نخچیروں میں جب وہ شیر گیر	کابشروا یا قوم اذ جاء البشیر
مژدہ مژدہ اے گروہ عیش ساز	کان سگ دوزخ بہ دوزخ رفت باز	مژدہ مژدہ اے گروہ عیش گیر	کہ وہ دوزخ میں ہوا کتا اسیر

سلہ ڈالی الخ سو شعر برگ و شاخ قید خاک سے چھوٹے تو ہوا کے وہ یار ہمدم ہو گئے شاخ کو جبکہ برگوں نے پھاڑا تب بلندی سے درختونکے گئے اور زبان اخرج شطاہ یعنی خارج کیا اول شاخ اپنی کو اس سے شکر خدا کرتا ہی ہر ایک برگ جدا جدا واضح ہو کہ آیہ بہ نسبت صحابہ کرام کے نازل ہوئی کہ ابتدا اسلام میں کہ یاد حق سے تو غافل نہ تھے اور روز بروز آسودہ اور دولتمند ہوتے کہ کفار حال انکا دیکھکر غصہ ہوتے تو پس مولانا برگ و شاخ سے بیان مراد طالبان حق کی کرتے ہیں کہ جب طالب دستگیری مرشد کی ظلمت نفس سے چھوٹ کر نور باطن سے سرفراز ہوتے ہیں تو مانند خرگوش کے خوش ہوتے ہیں اور مانند شاخ و برگ کے شکر حق کا بجالاتے ہیں فہم من فہم ۱۲ سلہ بے زبان الخ ۵ شعر بے زبانی سے ہر ایک شاخ و برگ و ثمر ہمیشہ کرتا ہی ذکر اور تسبیح خدا کی کہ ہماری جڑ کو پالا تو نے اے کریم تا درخت استغلظ فاستوی یعنی موٹا ہوا پس برابر آب و گل میں انکی جانیں پھنسی تھیں جبکہ آب و گل سے چھٹیں خوشدل ہوئیں عشق حق میں درفشاں ہوئیں اور مانند بدر کے بے نقصان ہوئیں جسم رقصان اور جانونکا نہ پوچھ یعنی جسطرح برگ و شاخ حمد خدا اور شکر خالق مطلق کرتے ہیں اور جو کہ مقام فنا و بقا کو پہونچا اور اُس کا جسم و جان ہوا اسکا حال کیا بیان ہو سکتا ہی واضح ہو کہ جسم عارفین کا بسبب تزکیہ و تصفیہ کے لطیف مثل جان کے ہوتا ہی چونکہ جان عالم امر سے ہی اور بہنگام سیر کے عالم امر کو جاتی ہی پس وہ جسم بھی ہمراہ جان کے عالم امر کو جاتا ہی کیونکہ جسم مطہر جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شب معراج کو گیا تھا پس جس عارف کو مقام فنا فی الرسول کا حاصل ہوا وہی صفت جسم حضور کی اسمیں پیدا ہوتی ہے اسکی نسبت حضور نے فرمایا ہی المومن لا یموت یعنی مومن کی موت نہیں ہی کیونکہ واسطے کہ موت نفس کو ہی موجب آیہ کریمہ کل نفس ذائقة الموت یعنی کل نفس ذائقہ موت کو چکھیں گے اس سے ثابت ہوا کہ نفس مومن کا ہمراہ اس عالم میں قائم رہتا ہی کیونکہ بہ نسبت شہدا کے کھانا پینا حق نے فرمایا ہی اور یہ فعل نفس کا ہی پس یہ جسم بسبب لطافت کے ہمراہ جان کے رہیگا کیونکہ نفس اسی جسم سے تعلق رکھتا ہی اور موت عناصر جسم کے جدا ہونیکو کہتے ہیں ورنہ جان سب کی قائم رہتی ہے پس عارف کا جسم بعد مرجانیکے ہمراہ جان کے رہتا ہی اس سے زندہ رہنا پایا جاتا ہی واللہ اعلم فافہم ۱۲ سلہ شیر کو الی آخرہ ۴ شعر شیر کو خرگوش نے قید کیا اور ننگ شیر ہونے کی خرگوش نے کھوئی یعنی روح کہ شیر ہے اور نفس مثل خرگوش کے پس نفس نے روح غافلونکو چاہ دنیا میں قید کیا اپنے عالم امر کو مثل روح عارفین کے نہیں جا سکتی ہے اے ریاکار غافل یہ شیری ننگ ہے اور اس وقت فخر الدین رازی ہونے کا لقب چاہتا ہی تو شیر ہے اس چاہ دنیا میں ولیکن نفس مانند خرگوش کے تجھکو ہلاک کرتا ہی اور نفس خرگوش تیرا اسیر کرتا پھرتا ہے اور تو چون و چرا کی چاہ میں پڑا ہی یعنی نفس تیرا تجھکو بیکار کر دیتا ہی مزے اڑاتا ہے اور تو شب و روز قیل و قال کی قید میں رہی اور غذا روحی سے محروم ہے بڑے تعجب کی بات ہی فافہم ۱۲ سلہ پہونچا نخچیروں الخ ۲ شعر قوم کی جانب وہ خرگوش گیا کہ مژدہ ہو جیو تمکو اے قوم کہ خوشخبری فتح کی آئی ہو مژدہ بہت ہو جیو کہ اے گروہ صاحب عیش کتا دوزخ میں اسیر ہوا فافہم ۱۲

مژدہ مژدہ کان عدو جان ما	کند قہر خالقش دندانہا	مژدہ مژدہ اس عدو جان کے[1]	بس اکھیڑے دانت حق نے قہر سے
مژدہ مژدہ کز قضا ظالم بچاہ	او فتاد از عدل و لطف پادشاہ	مژدہ مژدہ چاہ میں ظالم وہ اب	ڈوبا از راہ قضا و عدل رب
آنکہ از پنجہ بسے سرہا بکوفت	ہمچو خس جاروب مرگش بس بروفت	سر بہت توڑے تھے جس نے ہاتھ کر	مثل خس کے جھاڑا اسکو مرگ نے
آنکہ جز ظلمش دگر کارے نبود	آہ مظلومش گرفت و کوفت زود	جسکو غیر ظلم سے کچھ کام تھا	آہ مظلوموں نے اسکو کھو دیا
گردنش بشکست و مغزش بر درید	جان ما از قید محنت وا رہید	گردن اسکی ٹوٹی سر اسکا پھٹا	جان ہماری ہوگئی غم سے رہا
گم شد و نابود شد از فضل حق	بر ہمہ دشمن شمار اشد سبق	فضل حق سے نیست اب وہ ہوگیا	انکو اس دشمن پہ پس غلبہ کیا

جمع شدن نخچیران گرد خرگوش و ثنا و مدح گفتن او را

جمع ہونا شکاری جانوروں کا نزدیک خرگوش کے اور تعریف و مدح کرنا اسکی

جمع گشتند آن زمان جملہ وحوش	شاد و خندان از طرب در ذوق و جوش	جمع اسدم سب ہوئے واں جانور[2]	خوش تھے اور ہنستے تھے باہم یکدگر
حلقہ کردند او چو شمعے در میان	سجدہ کردندش ہمہ صحرائیان	گھیر اسکو درمیان وہ شمع تھا	سجدہ کرتے جانور سب اسکو آ
تو فرشتہ آسمانی یا پری	یا تو عزرائیل شیران نری	تو فرشتہ آسمانی یا پری	یا تو عزرائیل جان نے شیر کی
ہرچہ ہستی جان ما قربان تست	دست بردی دست و بازویت درست	تو ہی جو کچھ جان قربان تجھ پہ ہے	سچا غلبہ دست و بازو کو ترے
راند حق این آب را در جوے تو	آفرین بر دست و بر بازوے تو	تجھ میں جاری آب یہ اللہ ہے	آفرین ہی دست و بازو کو ترے
باز گو تا قصہ درمانہا شود	باز گو تا مرہم جانہا شود	پھر کہو قصہ کہ جاری ہو دوا	پھر کہو تا درد جان پائے شفا
باز گو تا چون سگالیدی بمکر	آن عوان را چون بمالیدی بمکر	پھر کہو کیونکر یہ سوچا مکر سے	اس جوان کو کیسے مارا مکر سے
باز گو کز ظلم آن رستم نما	صد ہزاران زخم دارد جان ما	پھر کہو کہ ظلم اس ظالم سے ہم	زخم رکھتے ہیں ہزاروں جان پہ ہم
باز گو آن قصہ کو شادی فزاست	روح ما را قوت و دل را غذاست	پھر کہو قصہ خوشی تا ہمکو ہو	دل کو فرحت اور غذا ہو جانکو
گفت تائید خدا بود اے مہان	ورنہ خرگوشی چہ باشد در جہان	بولا یارو یہ ہے تائید خدا	ورنہ خرگوش اصل کیا رکھے بہا
قوتم بخشید و دل را نور داد	نور دل مر دست و پا را زور داد	بخشی قوت مجھکو دل میرے کو نور	نور دل سے ہوپچا دست و پا کو زور

[1] مژدہ مژدہ اس عدو جان کا ۲ شعر مژدہ بہت ہو جیو کہ اس دشمن جان کے حق نے قہر سے دانت اکھیڑے مژدہ بہت ہو جیو کہ اس دشمن جانکے حق نے بسبب تقیید عدل حق کے بے آبروئی ہوئی کہ سر بہت ذکر شعر جس نے کہ سر بہت سے توڑے تھے ہاتھ سے مرگ نے مثل خس و خاشاک کے اسے جھاڑا جسکو سوائے ظلم کے اور کچھ کام نہ تھا افسوس مظلوموں نے اسے ہلاک کیا گردن اسکی ٹوٹی سر اسکا پھٹا اور ہماری جان اسکے غم سے چھٹی خدا کے فضل سے اب وہ نیست ہوا اور تمکو اس دشمن پر غالب کیا مولانا تعلیم فرماتے ہیں کہ جو مخلوق کو حق کا کھیر جانکر جبر کرتا ہی کہ عوض اسکے انجام کار منعم حقیقی اسی مخلوق مظلوم کو اسپر مسلط کرتا ہی کہ اس دیر مکافات میں وہ اپنا بدلہ پاتے ہیں ۱۲

[2] جمع اسدم الخ خوش تھے اور ہنستے تھے سب اسیمیں سب نے اسکو گھیرا اور وہ انکے درمیان میں شمع تھا اور سب جانور اسکو سجدہ کرتے تھے اور کہتے تھے کہ تو آسمانی فرشتہ ہے یا پری یا تو شیر کی جان کو عزرائیل ہے تو جو کچھ کہ ہے تجھ میں ہماری جان قربان ہے اور میرے دست و پا کا غلبہ سچا ہے تجھ میں یہ آب جاری منتہ سے ہے میرے دست بازو کو آفرین ہے پھر تو قصہ بیان کر کہ ہماری دوا ہو اور پھر کہو کہ تا درد جان کو شفا ہو پھر کہو کہ کیوں کر سوچا مکر اور اس شیر کو کیونکر مارا مکر سے پھر کہو کہ ہم بسبب ظلم اوس ظالم کے ہزاروں زخم رکھتے ہیں جان پر پھر کہو قصہ کہ تا ہمکو خوشی ہو و دل کو فرحت اور جانکو غذا خرگوش نے کہا کہ یہ تائید خدا سے ہے ورنہ خرگوش کی کیا اصل ہے خداوند عالم نے مجکو وہ قوت اور دل کو نور میرے بخشا اور نور دلکو میرے دست و پا کو زور بخشا یعنی عارفین کو جبکہ انکو ذات نور باطن ہوتا ہی تو اکثر خوارق پیدا ہوتے ہیں کہ طاقت بشر کو دور ہیں اور عقل اسکو ادراک نہیں کر سکتی ہے اور اسی کو تائید الٰہی کہتے ہیں اور دل سے دست و پا کو درد پہونچنا باعث قوت روح ہی پس طالب کو چاہیے کہ ہر دم روح کو یعنی غذائے لطیف سے قوی کرے اور نفس کو ریاضت و مجاہدہ سے کیونکہ قوت روح سے جسم زیادہ قوی ہوتا ہی اور غذائے نفسانی سے اسقدر قوی نہیں ہوتا ہی ۱۲

پند دادن خرگوش نخچیران را که از مردن خصم شاد مشوید

نصیحت کرنا خرگوش کا پرندوں کو کہ مرنے سے دشمن کے تم خوش نہ ہو

از بر حق می رسد تفضیلہا
حق بدو دو نوبه این تائید را
ہین بملکت نوبتی شادی مکن
آنکه ملکش برتر از نوبت تنند
برتر از نوبت ملوک باقی اند
چون به نوبت می دہند این دولتست
ترک این شرب ار بگوئی یکدو روز
یکدو روزے چه که دنیا ساعت ست
معنی الترک راحة گوش کن
باسگان بگذار این مردار را

باز ہم از حق رسد تبدیلہا
می نماید اہل ظن و دید را
اے توبسته نوبت آزادی مکن
برتر از ہفت انجمش نوبت زنند
دور دائم روحہا با ساقی اند
از چه شد پرباد آخر سلطنت
ترکنی اندر شراب خلد پوز
ہر که ترکش کرد اندر راحت است
بعد ازان جام بقا را نوش کن
خرد و بشکن شیشه پندار را

حق کی جانب سے بزرگی آتی ہے [۱]
درجہ درجہ ایزد اس تائید کو
ملک اور نوبت پہ تو شادی نہ کر
ملک اس نوبت سے جنکا ہے بڑا
بڑھکے نوبت سے ہیں وہ شاہ بقا
دی ہے باری پر جو یہ دولت تجھی [۲]
تھوڑے دن گر شرب یہ آن کا چھوڑ دے
تھوڑے دن کیا دنیا ساعت ایک ہے
معنی الترک راحة کو سنو
چھوڑ کتوں کے لیئے مردار کو

پھر وہی حق سے بدل جاتی ہے
ہے دکھاتا اہل شک اور دید کو
تو ہے قیدی ذکر آزادی نہ کر
انکا رتبہ ہفت انجم سے سوا
دور روحوں کا ہے ساقی سے سدا
تاابد پھر تو نہ پوچھو کیوں تو دیا ہی
منہ تمہارا ہو شراب خلد سے
جو کرے ترک اسکو بس خوش ہے
نوش پھر جام بقا کو تم کرو
توڑ دے اس شیشہ پندار کو

[۱] حق کی جانب سے الی آخرہ ۵ شعر حق کیجانب سے بزرگی آتی ہے اور پھر وہی حق کیجانب سے بدلجاتی ہے حق تعالے درجہ بدرجہ اس تائید الٰہی کو اہل شک اور دید کو دکھاتا ہے تو ملک و نوبت پر خوشی نہ کرنا اور تو قیدی نوبت کا ہے آزادی نہ کر اور ملک انکا اسوقت سے بڑا ہے اور انکا رتبہ ہفت انجم سے بھی ہے وہ شاہ بقا اسوقت سے بڑے ہیں اور دور روح کا ساقی مطلق سے سدا ہے یعنی اولیا اکرام کا رتبہ ہفت آسمان سے بڑا ہے اور وہ پابند وقت کے نہیں بلکہ وقت انکا تابع ہے اسواسطے انکو ابوالوقت کہتے ہیں اور ان بادشاہان عالم کو ذرہ بدرجہ وقت بوقت تائید آلہی پہونچتی ہے چنانچہ مولانا اسکی طرف اشارہ کرکے فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [۲] دی ہے نوبت سے الخ ۵ شعر تجھکو یہ دولت تیری باری پر دی ہے پھر تو مجھ سے نہ پوچھ کیوں دنیا ہے تھوڑے دن اگر تو کھانا پینا دنیا کا ترک کرے تو ہمیشہ تو شراب خلد سے یعنی تجھے منزلت بزرگی پہونچے وہ تھوڑے دن کیا ہیں یعنی دنیا ایک ساعت ہے اگر تو اسکو ترک کرے راحت ہے یعنی الترک راحة کو سنو اور پھر جام بقا کو نوش کر یعنی ترک کرنا دنیا کا راحت ہے چھوڑ کتوں کیلئے مردار کو اور اس شیشہ کو توڑ دے یعنی ترک دنیا کے دل کو شکستہ کرکے راحت ہوا اسی واسطے صوفیا اکرام نے ہنگام طلب کے شکستگی نفس کیلئے کم خوردن و کم خفتن و کم با خلق آمیختن کو جاری رکھا ہے کہ یہ شکستگی نفس کو اکسیر اعظم ہے دوسرے قلت طعام کو مرغ حمد اطن کی ذائقہ پذیر ہوتی ہے اور دنیا مردار سی دلکو مردگی ہوتی ہے اسواسطے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دنیا کو مردار اور طالب دنیا کو کتا کہا ہے حدیث الدنیا جیفة وطالبہا کلاب یعنی دنیا مردار ہے اور طالب اسکا کتا ہے چنانچہ سعدی علیہ الرحمة بھی فرماتے ہیں [۳] اندرون از طعام خالی دار تا درو نور معرفت بینی [۳] بخوبی الخ اب مولانا بحیلہ خرگوش حال مجاہدہ طریقت کا بیان فرماتے ہیں کہ دنیا کا ترک کرنا باعث ہے مقام طلب میں طالب کو اول یہ جہاد ضروری ہے چنانچہ نسبت اس جہاد کے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنگام واپسی جہاد کے فرمایا ہے الحدیث رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر یعنی لوٹے ہم جہاد چھوٹے سے طرف جہاد بڑے کے پس حضور نے اعزاز کفار کو جہاد اصغر اور مجاہدہ نفس کو جہاد اکبر فرمایا ہے اس سے ثابت ہوا کہ جو جہاد صغر میں جان دے وہ شہید اصغر اور جو جہاد اکبر میں جان دے شہید اکبر ہے پس طالبان حق شہید اکبر ہوے واللہ اعلم ۱۲

تفسیر رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر

ای شہان کشتیم ما خصم برون ۔ ماند خصمے زان بتر در اندرون
کشتن این کار عقل و ہوش نیست ۔ شیر باطن سخرۂ خرگوش نیست
دوزخ ست این نفس و دوزخ اژدہا ست ۔ کو بدریاہا نگردد کم و کاست
ہفت دریا را در آشامد ہنوز ۔ کم نگردد سوزش آن خلق سوز
سنگہا و کافران سنگ دل ۔ اندر آیند اندرو زار و خجل
ہم نگردد ساکن از چندین غذا ۔ تا ز حق آید مر اورا این ندا
سیر گشتی سیر گوید نے ہنوز ۔ ہنیت آتش ہنیت تابش ہنیت سوز
عالمے را لقمہ کرد و درکشید ۔ معدہ اش نعرہ زنان ہل من مزید
حق قدم بر وے نہد از لامکان ۔ آنگہ او ساکن شود از کن فکان
چونکہ جزو دوزخ ست این نفس ما ۔ طبع کل دارد ہمیشہ جزوہا
این قدم حق را بود کو را کشد ۔ غیر حق خود کے کمان او کشد
در کمان ننہند الا تیر راست ۔ این کمان را باژگون کژ تیرہاست

تفسیر رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر

میں[۵۱] نے دشمن مار یارو ظاہری ۔ پر رہا دشمن بڑا ہے باطنی
مارنا اسکا نہ کار عقل ہے ۔ شیر باطن کب گھرے خرگوش سے
ہی[۵۲] یہ دوزخ نفس دوزخ اژدہا ۔ کم نہ ہوتا ہے وہ دریا سے ذرا
ساتوں دریا پی لے گر وہ ظاہرا ۔ تب بھی سوزش کم نہ ہو اسکی ذرا
سنگ اور سب کافران سنگدل ۔ اسکے اندر آئیں ہوں زار و خجل
اس غذا سے بھی نہو تسکیں اسے ۔ آخر آئے یہ ندا اللہ سے
پیٹ تیرا اب بھرا کہوے نہیں ۔ ہے وہی گرمی و سوز آتشین
کھائے عالم کو کرے بس ناپدید ۔ معدہ اس کا پھر کہے ہل من مزید
لامکان سے حق قدم اس پر رکھے ۔ کن فکان سے اسکو تب تسکیں ملے
جو ہمارا نفس جزو دوزخ کا ہی ۔ خاصیت کل کی ہمیشہ جزو رکھے
یہ[۵۳] قدم حق کا ہے جو مارے اُسے ۔ غیر حق سے کب کمان اسکی کھنچے
پس کمان میں تیر تو سیدھا رکھیں ۔ اس کمان الٹی کے سیدھے تیر ہیں

۵۱ میں نے دشمن الی آخرہ ۲ شعر خرگوش کہتا ہے اے یارو میں نے دشمن ظاہری کو مارا اگر دشمن باطنی بڑا ہے اسکا مارنا عقل کا کام نہیں ہے کیونکہ شیر باطن کبھی گرفتار خرگوش کے مسخر ہو کہ خرگوش نفس نے از راہ عقل کے شیر جان کو ظاہراً چاہ دنیا میں قید کیا اگر باطن خرگوش جان کے مقابل میں نفس شیر ہے کہ از راہ عقل کے جال میں آتا ہے چنانچہ آگے اسکا حال مولانا بیان فرماتے ہیں ۱۲ ۵۲ ہی یہ دوزخ الی آخرہ ۸ شعر یہ نفس دوزخ ہے اور دوزخ اژدہا ہے اور دریا سے کم نہیں ہے ساتوں دریا اگر پی لے ظاہرا تب بھی سوزش ذرا اسکی کم نہ ہو سب کفار سنگدل اور سنگ اس کے اندر آئیں زار و خجل ہوویں اس غذا سے بھی اسے تسکین نہ ہووے اور یہ ندا درگاہ حق سے اُسے آئے کہ تیرا پیٹ اب بھرا وہ کہتا کہ نہیں وہی گرمی اور سوزش ہے اک عالم کو وہ کھائے اور معدہ اسکا کہے ہل من مزید یعنی اور زیادہ کر دلامکان سے حق تعالے قدم اوپر رکھے کن فکان یعنی حکم حق سے تب اسے تسکین ملے جو ہمارا نفس دوزخ کا جزو ہے تو وہ خاصیت کل کی ہمیشہ جزو رکھتا ہے یعنی جس طرح روز محشر دوزخ کو قدم حق سے تسکین ہوگی اسی طرح نفس کو بیعت مرشد سے کہ قدم حق ہے سوزش حرص دنیا سے تسکین ہوتی ہے یہاں ایک نکتہ یاد آیا کہ غذا ہر شے اسکی جنس ہوا کرتی ہے نہ غیر غذا خاک کی خاک اور نور کی نور ہے یعنی نفس کی غذا اشیاء خاکی اور روح کی غذا مشاہدہ انوار الٰہی پس دوزخ نفس قدم مرشد سے کیوں ساکن ہو ۵۳ یہ قدم الخ ۲ شعر یہ قدم حق کا ہے جو اسے مارے سوائے حق کے کب کمان اس کی کھینچے یعنی جو شے کہ نفس کو مارے وہ قدم حق ہے پس کمان میں تیر سیدھا رکھنا چاہیے کیونکہ اس کمان الٹی نفس کے تیر ٹیڑھے ہیں یعنی جو نفس کج ہے اس کے فعل بھی کج ہیں تو اس کو راستی پر لا تا کہ فعل اس کے راست ہوں تیر کے مانند تو سیدھا ہو کہ اس کمان سے پہونچے تا تو راہ پاوے یعنی نفس امارہ کے مطمئنہ ہونے سے راہ سلوک کی حاصل ہو آگے مقولہ خرگوش کا ہے فافہم ۱۲۔

راست شو چون تیر و وارو از کمان — کز کمان هر راست بجهد بیگمان
چونکه واگشتم ز پیکار برون — روی آوردم بپیکار درون
قد رجعنا من جهاد الاصغریم — یا نبی اندر جهاد اکبریم
قوت از حق خواهم و توفیق لاف — تا بسوزن برکنم این کوه قاف
سهل شیری دان که صفها بشکند — شیر آنست آنکه خود را بشکند
تا شود شیر خدا از عون او — وارهد از نفس و از فرعون او
در بیان این شنو یک قصهٔ — تا بری از سر گفتم حصهٔ

تیر کے مانند سیدھا ہو گے تو — اس کمان سے چھوٹ کر ہی پائے تو
جنگ ظاہر سے جو میں فارغ ہوا — جنگ باطن کی طرف پھر رخ کر لیا
قد رجعنا من جہاد الاصغریم — یا نبی اندر جہاد اکبریم
چاہوں حق سے قوت اور توفیق بھی — تاکہ کھودوں میں سوئی سے کوہ قاف
شیر وہ آسان کرے جو صف شکنی — شیر وہ مشکل کرے جو خود کشی
تا مدد سے اسکی ہو شیر خدا — نفس کے فرعون سے ہو وے رہا
اس بیان میں ایک قصہ تم سنو — تاکہ حصہ بھید سے تم میرے لو

آمدن رسول قیصر روم نزد عمر خطاب رضی اللہ عنہ برسالت

آنا رسول قیصر روم کا نزدیک عمر خطاب رضی اللہ عنہ کے ایلچی بنکر

بر عمر آمد ز قیصر یک رسول — در مدینه ساخته چیست نزول
گفت کو قصر خلیفه ای حشم — تا من اسب و رخت را آنجا کشم
قوم گفتندش که او را قصر نیست — مر عمر را قصر جان روشنیست
گرچه از میری ورا آوازه ایست — همچو درویشان مر او را کازه ایست

پاس عمر کے آیا قیصر کا رسول — در مدینہ میں کیا اسنے نزول
بولا وہ قصر خلیفہ ہے کہاں — تاکہ ہوں جا کر فرو کش میں وہاں
قوم بولی قصر تو اس کا نہیں — ہے عمر کا قصر جان روشن نگیں
گرچہ وہ میری سے بس مشہور ہے — مثل درویشوں کے وہ چھپر رکھے

ملہ جنگ ظاہر الخ ۵ شعر خرگوش کہتا ہے کہ میں جنگ ظاہر سے فارغ ہوا اور جنگ باطن کیطرف میں نے رجوع کیا بموجب حدیث نبوی تحقیق لوٹے ہم جہاد اصغر سے یا رسول اللہ طرف جہاد اکبر کے ہم حق سے چاہتے ہیں توفیق و قوت تاکہ ہم کھودیں سوئی سے یہ کوہ قاف یعنی نفس امارہ کو کہ مثل کوہ قاف کے ہے اور ہم بمنزلہ سوئی کے اسکو شکستہ کر کے راستی پر لائیں شیر وہ آسان ہے کہ جو جنگ کرے اور وہ شیر مشکل ہے کہ جو خودکشی کرے یعنی وہ جرأت آسان ہے کہ جو کفار سے لڑے اور وہ جرأت مشکل ہے کہ جو نفس سے لڑے تا مدد سے اسکی شیر خدا ہو اور نفس کے فرعون سے رہا ہو یہ اشارہ طرف مرشد حق کے ہے تا مدد سے مرشد کی مجاہدہ نفس سے کہ فرعون ہے نجات حاصل ہو فہم من فہم ۱۲ عہ تحقیق لوٹے ہم جہاد اصغر سے ۱۲ عہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم طرف جہاد اکبر کے ۱۲ ملہ اس بیان میں الخ ۵ شعر اس بیان میں ایک قصہ تم سنو تاکہ راز سے میرے تم حصہ لو واضح ہو کہ مولانا واسطے طالبوں کے جہاد نفس کا طریقہ تعلیم فرماتے ہیں چنانچہ اوپر جہاد اصغر و جہاد اکبر میں تمہید نفس کشی کا حال بیان فرماتے ہیں اب اس جہاد نفس میں قصہ حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ کی نفس کشی کا مثالاً بیان فرماتے ہیں کہ طالبان حق کو اس سے نفع ہو پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رسول قیصر روم کا مدینہ منورہ میں آیا اور پوچھا کہ قصر خلیفہ کا بتا دیجیے کہ تا میں وہاں جا کر فرو کش ہوں لوگوں نے کہا کہ قصر ان کا نہیں ہے مگر قصر جان عمرؓ کا روشن ہے اگرچہ بسبب امیری کے وہ مشہور ہے مگر مثل درویشوں کے وہ چھپر رکھتا ہے یعنی قصر جان ان کا لامکان ہے مثل آفتاب کے روشن کہ جان ان کی وہاں رہتی ہے۔ اور دنیا میں وہ بسبب خلیفہ ہونے کے مشہور ہیں لیکن ان کا مکان دنیا میں درویشوں کے مانند ایک چھپر گھاس کا ہے یعنی دوستان حق کی جان وجد اور رحمت حق میں رہتی ہے اور جسم ان کا دنیا میں ایک مکان خوار و حقیر ہے چنانچہ آگے اس قصر جان کی شناخت بیان فرماتے ہیں واللہ اعلم ۱۲

ای برادر چون ببینی قصر او / چونکہ در چشم دلت رستست مو
[۵۱] کیسے دیکھے قصر تو اس کا بھلا / بال تیرے دیدۂ دل میں اُگا

چشم دل از موی علت پاک دار / وانگہاں قصر عمرؓ را برگمار
چشم دل سے بال علت کا نکال / پھر نظر قصر عمرؓ پر جا کے ڈال

ہر کرا ہست از ہوسہا جان پاک / زود بیند حضرت ایوان پاک
جان ہوس سے پاک جسکی ہو گئی / جلد دیکھے قصر اسکا اے اخی

چون محمدؐ پاک شد از نار دود / ہر کجا رو کرد وجہ اللہ بود
جون محمدؐ پاک نار دود سے / جسطرف منہ پھیرے وجہ اللہ ہی

چون رفیقی وسوسہ بدخواہ را / کے ببینی ثم وجہ اللہ را
دوست جو تو وسوسہ خطرہ کا ہو / کب تو دیکھے ثم وجہ اللہ کو

ہر کرا باشد ز سینہ فتح باب / او ز ہر ذرہ ببیند آفتاب
جسکا سینہ کھل گیا باطن میں ہو / دیکھے ہر ذرہ میں وہ خورشید کو

حق پدید ست از میان دیگران / ہمچو ماہ اندر میان اختران
دوسروں سے یوں خدا ظاہر ہوا / جیسے تاروں میں ہی جلوہ چاند کا

دو سر انگشت بر دو چشم نہ / ہیچ بینی از جہان انصاف دہ
[۵۲] دو سر انگشت رکھ تو آنکھ پر / پھر جہاں دیکھے تو کچھ انصاف کر

گر نہ بینی این جہان معدوم نیست / عیب جز انگشت نفس شوم نیست
گرنہ دیکھے تو جہاں معدوم ہے / عیب نفس شوم انگلی جان ہے

تو ز چشم انگشت را بردار ہین / وانگہانی ہر چہ میخواہی ببین
آنکھ سے انگلی کو تو اپنی اٹھا / دیکھ تو پھر جاہے جو کچھ ظاہرا

نوح را گفتند امت کو ثواب / گفت او زان سو کہ استغشوا ثیاب
نوح سے پوچھا کہ امت باثواب / ہے کہاں بولے کہ استغشوا ثیاب

رو و سر در جامہا پیچیدہ اند / لاجرم با دیدہ نادیدہ اند
منہ کو کپڑوں میں چھپایا قوم نے / دیدہ نادیدہ ہیں وہ اس لئے

آدمی دید ست باقی پوست ست / دید آنست آنکہ دید دوست ست
[۵۳] آدمی ہے دید باقی پوست ہے / دید وہ ہی جو کہ دید دوست ہے

۵۱ کیسے دیکھے الخ۔ شعر تو قصر جان ان کا کیسے دیکھے گا کہ تیرے دل کی چشم میں بال اگا ہے۔ بال ایک مرض ہے کہ بال غلاف چشم میں پیدا ہوتے ہیں اور ہر دم اس کے صدمہ سے چشم پر آب بہتی ہے اور اس سے بصارت کم ہو جاتی ہے جبکہ دل میں مرض ہوا تو دل کو بصیرت کب ہوتی ہے پس تو اپنی چشم دل سے بال علت نکال اور اسوقت نظر اس کے قصر دل پر ڈال جان ہوس سے جسکی پاک ہو گئی وہ جلد قصر اسکا دیکھے گا مولانا اس کی مثال ارشاد فرماتے ہیں کہ جیسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پاک ہوئے نار دود سے یعنی ہوا و ہوس سے جسطرف منہ پھیرتے وجہ اللہ کو مشاہدہ کرتے جبکہ تو دوست وسوسہ و خطرات کا ہو تو کب دیکھے ثم وجہ اللہ کو یعنی فاینما تولوا فثم وجہ اللہ یعنی جسطرف ہو تم ادھر ذات اللہ کی ہے اور جسکا سینہ باطن میں روشن ہووے گویا اسکو ہر ذرہ میں آفتاب دکھائی دیا اور دوسرے لوگوں میں حق ظاہر یوں دیکھے جیسے ستاروں میں چمکتا ماہ ہے یعنی دل جس کا روشن ہو گیا اسکو ہر بشر میں مشاہدہ ذات حق ایسا ہی ہوگا جیسے ماہ ستاروں میں چمکتا ہے فافہم

۵۲ دو سر انگشت الخ۔ شعر مولانا مثال فرماتے ہیں کہ اے شخص تو دو سر انگشت آنکھ پر رکھ پھر جہاں دکھائی دیتا ہے تو ہی انصاف کر اگر تو نہیں دیکھتا ہے تو جہاں معدوم نہیں ہوتا ہے پس تو عیب نفس کو انگشت جان ہے اگر تو اس انگشت عیب کو آنکھ سے اٹھائے پھر تو جو چاہے ظاہر دیکھ لے مثال اسکی مولانا فرماتے ہیں کہ جیسے حق تعالے نے نوح علیہ السلام سے پوچھا کہ امت بہتر تمہاری کہاں ہے عرض کی آیہ کریمہ واستغشوا ثیابہم یعنی منہ چھپایا کپڑوں سے قوم نے باوجود دیدہ کے نادیدہ ہیں اس سے یعنی خداوند عالم نے نوح علیہ السلام سے پوچھا کہ تمہاری امت نیک کہاں ہے انھوں نے عرض کی کہ ہنگام ہدایت کے انھوں نے انگلیاں کانوں میں دیں اور منہ چھپایا پردہ سے یعنی باوجود آنکھیں ہونے کے اندھے دبہرے بنے اور ہدایت کو نہ سنا پس دید کا حال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم

۵۳ آدمی ہے الخ۔ شعر آدمی نام دید کا ہے اور باقی پوست ہے دید وہ ہی جو کہ دوست کو دیکھے جسکو دوست کی دید نہیں ہے وہ اندھا بہتر ہے اور جسمیں دوست نہیں ہے وہ فنا ہو جیو واضح ہو کہ دید مشاہدہ حق کو کہتے ہیں وہ چار قسم پر ہے ایک دید تشبیہ اور دوسری دید تنزیہ ہے دید تشبیہ اسکو کہتے ہیں کہ مرشد طالب کو ہنگام طلب کے انسان ودامر زبان میں مقام زلفین کا چہرہ میں انکشاف کر دیتا ہے کہ کسو دید سے طالب کو جذب و سکر و صحو ہوتا ہے اور در جلال سے عروج کر کے در تعشق کو پہونچتا ہے اور جبکہ غلبہ اس دید تشبیہ کو ہوتا ہے تو مثل چہرہ کے تمام جسم اور حرکات و سکنات و فعل و قول معشوق ظاہری کا دکھلائی دیتا ہے حتی کہ کل حیوان ونباتات وجمادات وعدد ونغمہ واجسام واشکال میں وہی راز کھلتا ہے اور جبکہ یہ درجہ عشق کا شروع ہوتا ہے تو دید تنزیہ عاشق پر کھلتی ہے خواہ از راہ مراقبہ کے خواہ از راہ ملاحظہ کے اور اس دید تنزیہ کی ابتدا میں تجلیات بیرونی ولوائح ولوامع وشارے قمر و شمس عاشق کو دکھائی دیتی ہیں بعدہ نور لطائف سرخ و زرد و سبز وغیرہ کشف ہوتے ہیں جبکہ بوجہ سوخت کا آتا ہے اور یہ جبروتی ہوئی تو دید تشبیہ و تنزیہ کھلتی ہے بعدہ سیر لاہوتی میں دید تشبیہ و مقام بیرنگی کی معاینہ ہوتی ہے پس مولانا اس مقام کو یہاں بیان فرماتے ہیں کہ آدمی اس دید کا نام ہے کہ بصیرت باطنی ہو اور دید ظاہر کا کو انسان نہیں کہتے ہیں

چونکه دید دوست نبود کور به / دوست کو باقی نباشد دور به

جسکو دید دوست نے اندھا بھلا / اُنسے ہی جسمیں نہ دوست ہووے فنا

یافتن رسول قیصر روم عمرؓ را خفته در زیر خرما بن

پایا رسول قیصر روم کا عمرؓ کو سوتے نیچے درخت خرما کے

چون رسول روم این الفاظ تر / در سماع آورده شد مشتاق تر
دیده را بر جستن عمر گماشت / رخت را و اسپ را ضایع گذاشت
هر طرف اندر پئے آن مرد کار / می شدی پرسان او دیوانه وار
کاین چنین مردے بود اندر جهان / وز جهان مانند جان باشد نهان
جست او را تاش چون بنده شود / لاجرم جوینده یابنده شود
دید اعرابی زنے او را دخیل / گفت عمرؓ اینک بزیر آن نخیل
زیر خرما بن ز خلقان او جدا / زیر سایه خفته بین سایه خدا
آمد او آنجا و از دور ایستاد / مر عمرؓ را دید و در لرزه فتاد
هیبتی زان خفته آمد بر رسول / حالتے خوش کرد بر جانش نزول
مهر و هیبت هست ضد یکدگر / این دو ضد را دید جمع اندر جگر
گفت با خود من شهان را دیده ام / پیش سلطانان خوش و گزیده ام
از شهانم هیبت و ترسے نبود / هیبت این مرد هوشم در ربود
رفته ام در بیشه شیر و پلنگ / روے من ز ایشان نگردانید رنگ

جب رسول روم نے قصہ سنا / اور بھی جویا عمر کا وہ ہوا
پس عمرؓ کے ڈھونڈنے کو وہ چلا / مال اسباب اپنا سب ضائع کیا
ہر طرف وہ واسطے انکے گیا / مثل دیوانوں کے پھرتا پوچھتا
کہتا تھا ہے آدمی ایسا کہاں / جو جہاں میں مثل جان کے ہو نہاں
ڈھونڈھا ان کو تا کہ وہ بندہ بنے / جس نے ڈھونڈھا اس نے پایا
دیکھا اعرابن نے اس مہمان کو / بولی نخلوں میں عمرؓ ہے دیکھ تو
نیچے خرما بن کے عالم سے جدا / سایہ میں سوتا ہے وہ ظل خدا
دور سے وہ کھڑا آکر ہوا / اور عمرؓ کو دیکھ تھرانے لگا
آیا ان کو دیکھ ہیبت میں رسول / حال نے جان پر کیا اسکی نزول
مہر اور ہیبت ہے ضد یک دگر / دونوں ضد دیکھیں بہم اندر جگر
فکر کی شاہوں کو دیکھا ہے بس / اور سلطانوں کی خدمت کی ہے بس
ایسی ہیبت بادشاہوں کی نہ تھی / ہیبت اسکی ہوش میرے لے اڑی
میں گیا بیشہ میں بس شیروں کے ہوں / پر نہ حال ایسا ہوا میرا زبون

۵۱ جب رسول الخ یعنی شعر جب رسول روم نے یہ باتیں سنیں از بس عاشق حضرت عمرؓ کا ہوا پس وہ عمرؓ کی تلاش کو نکلا اور مال اسباب اپنا چھوڑا ہر طرف وہاں کے واسطے گیا اور مثل دیوانوں کے پوچھتا پھرا اسطرح کا مرد ہو جہاں میں اور پھر جہاں سے وہ مثل جان کے پوشیدہ ہو کیوں نہ خواہندہ اسکا بیقرار ہو فافہم ۱۲

۵۲ ڈھونڈھا الخ یعنی شعر حضرت عمرؓ کو تلاش کیا کہ ان کا بندہ بنے اسلئے جس نے ڈھونڈھا اس نے پایا ایک اعرابی نے اس مہمان کو دیکھا کہ نخلستان میں عمرؓ ہیں تو دیکھ لے زیر نخل عالم سے جدا سایہ میں سوتا ہے پس وہ آگر کھڑا ہوا اور عمرؓ کو دیکھ کر کانپنے لگا اور انکو دیکھکر وہ رسول ہیبت میں آیا اور ایک حال نے اسکی جان پر نزول کیا یعنی حال اس پر طاری ہوا مہر اور ہیبت کہ آپس میں ضد ہیں اور دونوں ضدیں اپنے دل میں دیکھکر متحیر ہو گیا کیونکہ ہر ضد کا ایک جا جمع ہونا محال ہے مگر اس رسول نے اپنے دل میں ان اضداد کو جمع دیکھا تو متحیر ہوا اور دل میں کہنے لگا آگے حال مولانا بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۵۳ فکر کی الخ یعنی شعر اس رسول نے دل میں فکر کی کہ میں نے بہت شاہوں کو دیکھا اور سلطانوں کی خدمت میں رہا ایسی ہیبت شاہوں کو نہ تھی اور انکی ہیبت میرا ہوش لے گئی میں بہت بیشوں میں شیروں کے گیا پر ایسا نہیں گھبرایا اور بہت جنگ میں گیا اور شکستوں میں بھی شیر دلیر رہا زخم میں نے کھائے اور لوگوں کو مارا میرا دل قوی اسنے بغیر ہتھیار کے سوتے ہیں خاک پر میرا رفت اعضا کس لئے کانپتا ہے پس معلوم ہوا کہ یہ ہیبت حق ہے خلق سے نہیں ہے اور یہ ہیبت اس صاحب حق کی ہے جو ڈرا حق سے اور تقوی کیا جنات اور انسان سب ڈرتے ہیں ظاہر اور واضح ہو کہ خوف بمقام جلال ہے اور جسمیں اسمار جلالی حق کا ظہور ہے اسکے دیکھنے سے خوف پیدا ہوتا ہے جیسے کہ جانور موذی کے دیکھنے سے خوف ہوتا ہے کیونکہ شان جان جمالی رکھتی ہے اور شان الٰہی رکھتی ہے اور شان جلالی سے فنا پذیر ہوتی ہے پس جس عارف پر شان جلالی منکشف ہوتی ہے وہ لرزان حق سے ہوتا ہے بسبب اثر شان جلالی کے جو کوئی اسکو دیکھتا ہے وہ خود آزردہ ہوتا ہے اور اکثر یہ مقام تلوین میں بسبب جذب کے عاشقوں میں ہوتا ہے اور ان سے ہر ایک ڈرتا ہے اور مقام تمکین میں کم ہے اور بعضے عارفوں کو ہمیشہ یہ حال بسبب ظہور اسمار جلالی کے رہتا ہے پس جو شخص کہ حق سے ڈرا اس سے سب ڈرتے ہیں اور جو حق سے نہ ڈرا وہ ہر ایک سے ڈرتا ہے فافہم ۱۲

بس شدستم در مصاف کارزار | ہمچو شیران آدم کہ باشد کارزار
بس کہ خوردم بس زدم زخم گران | دل قوی تر بودہ ام از دیگران
بے سلاح این مرد خفتہ بر زمین | من بہفت اندام لرزان چیست این
ہیبت حق ست این از خلق نیست | ہیبت آن مرد صاحب دلق نیست
ہر کہ ترسید از حق و تقوی گزید | ترسد از وی جن و انس و ہر کہ دید
اندرین فکرت بحرمت دست بست | بعد یکساعت عمر از خواب جست
کرد خدمت مر عمر را و سلام | گفت پیغمبر سلام آنگہ کلام
پس علیکش گفت و او را پیش خواند | ایمنش کرد و بنزد خود نشاند
ہر کہ ترسد مر ورا ایمن کنند | مر دل ترسندہ را ساکن کنند

بس لڑائی میں بھی اکثر میں گیا | اور شکست جنگ میں بھی تیر تھا
زخم کھائے اور مارے میں نے کس | دل قوی سیار رہا اوروں سے بس
بے سلح سوتا ہے یہ خاک پر | کانپتا ہے کیوں مرا جسم و جگر
ہیبت حق ہی نہیں یہ خلق سے | اور نہ ہیبت مرد صاحب دلق سے
جو ڈرا بس حق سے اور تقوی کیا | جن و انس اس سے ہیں ڈرتے بر ملا
دست بستہ[۵۱] وہ رہا اس فکر سے | کہ عمر بیدار سونے سے ہوئے
پائے بوسی کی عمر رض کی اور سلام | کیونکہ سنت ہے سلام پھر کلام
دے جواب اسکو بلایا اپنے پاس | اور بٹھایا پاس اپنے بے ہراس
جو کہ ڈرتا ہے اسے ایمن کریں | اور پریشان دل جو ہو ساکن کریں

ایمن شدن رسول روم را بعد از خواب و سلام کردن امیر

ایمن ہونا امیر کا خواب سے اور سلام کرنا رسول کا انکو

لا تخافوا ہست نزل خائفان | ہست در خور از برای خائف آن
آنکہ خوفش نیست چون گوئی مترس | درس چہ دہی نیست او محتاج درس
خاطر ویرانش را آباد کرد | آن دل از جا رفتہ را دلشاد کرد

لا تخافوا[۵۲] ہے نزل خائفان | واسطے وہ خائفوں کے ہے بیان
جو ہے بیخوف اس سے کیا کہئے نہ ڈر | درس عاقل کو نہ دے اے بے خبر
خاطر ویران کو اسکی خوش کیا | اس دل بیہوش کو باہش کیا

سخن گفتن عمر رضی اللہ عنہ با رسول قیصر روم و سوال رسول قیصر روم با عمر رضی اللہ عنہ

باتیں کرنا عمر رضی اللہ عنہ کا ساتھ رسول قیصر روم کے اور سوال کرنا رسول قیصر روم کا عمر رضی اللہ عنہ سے

بعد از ان گفتش سخنہائے دقیق | در صفات پاک حق نعم الرفیق

باتیں[۵۳] اس سے پھر کریں اسرار کی | اور صفات حق میں بس تکرار کی

۵۱ دست بستہ الخ یعنی شعر وہ اس فکر سے کھڑا رہا کہ عمر خواب سے بیدار ہوئے پائے بوسی عمر رض کی اس نے کہ ان کو سلام کیا کیونکہ پیغمبر صلعم نے فرمایا ہے کہ اول سلام کرو اور بعدہ کلام کرو بعد علیک سلام کے اپنے اسکو پاس اپنے بلایا اور بٹھایا تسلی کی کہ جو کہ ڈرتا ہے خداوند عالم اسکو ساکن کرتا ہے اسیطرح اولیا کرام بندگان حق کیساتھ کرتے ہیں کہ تخلقوا باخلاق اللہ ہوتے ہیں واللہ اعلم ۱۲ ۵۲ لا تخافوا الخ یعنی شعر لا تخافوا یہ نزل خائفان یعنی مت خوف کرو تم اور تحزنوا آئی ہے واسطے خائفوں کے بس یہ بیان واسطے خائفوں کے ہے جو کہ بیخوف ہو تو کیسے کہو کہ مت خوف کر اور جو لائق درس کے نہیں تو کہہ دیں کر یعنی بے ادب کو پڑھ اسکی خاطر ویرانہ کو حضرت عمر رض نے خوش کیا اور اس دل بیہوش کو باہوش کیا یعنی جسکو خدائے عالم نے باخوف کیا ہے وہ بالطبع لرزان و ترسان رہتا ہے پس اسکے واسطے خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ اے اہل خوف تم انجمن مت کرو وہ وعدہ جنت کے جو خدا نے تم سے کیا ہے تم کو مل گئے تمکو خوشخبری ہو سو اسواسطے حضرت عمر رض نے اسکے خائف دل کو تسلی دی اور خوش کیا فافہم ۱۲ ۵۳ باتیں اس سے الخ شعر حضرت عمر نے پھر باتیں راز کی کیں اور صفات حق میں بس باتیں کہیں اور لطف حق ہیں جو کہ ابدال ہیں ہر دو حال ہو مقام کو جانے حال ہے مانند جلوہ عروس کے اور مقام ہے خلوت ساتھ عروس کے جلوہ دیکھتا ہے بار و اغیار سے اور خلوت پاتا ہے فقط یار جلوہ دیتی ہے خاص عام کو عروس اور خلوت میں رکھتی ہے خاص کو عروس بہت سے صوفی اہل حال ہیں اور کم اہل مقام ہیں یعنی عمر نے اس رسول کو راز صفات الہی منکشف فرمایا کہ حال

و مقام سے اسکو آگہی ہو اور اسکو راز درویشی کا کہتے ہیں واضح ہو کہ جب مرشد طالب کو باز عشق سے خبر دار کرتا ہے تو جان طالب کی سیر سلوک کرتی ہے اور جب استعداد ہفت منازل سلوک میں آجاتی ہے پس جس منزل میں جتنی دیر جان سالک کی ٹھہرتی ہے اور اس عالم سے غافل رہتی ہے اسکو حال کہتے ہیں اور جبکہ جان کو اس منزل میں قیام ہوتا ہے تو اسکو مقام کہتے ہیں پس اس حال کی جان سالک کو قدرت کامل حاصل ہوتی ہے کہ جب چاہتی ہے اس منزل میں آجاتی ہے تنہا بس جس صوفی کی جان کو مقام حاصل ہوتا ہے یعنی احوال آیا ہو جاتا ہے صوفی کو ابو الوقت کہتے ہیں اسواسطے مولانا فرماتے ہیں [illegible] فافہم ۱۲

بوز نواز شہانئ حق ابدال را	تا بداند او مقام وحال را	اور لطف حق کہ ہے ابدال کو	تاکہ وہ جانے مقام وحال کو
حال چون جلوہ است زان زیبا عروس	وین مقام آن خلوت آمد با عروس	حال ہی جون جلوہ زیبا عروس	اور مقام آیا ہے خلوت باعروس
جلوہ بیند شاہ وغیر شاہ نیز	وقت خلوت نیست جز شاہ عزیز	جلوہ دیکھے یار اور اغیار ہے	اور فقط خلوت کو پاوے یار ہی
جلوہ کردہ عام وخاصانرا عروس	خلوت اندر شاہ باشد با عروس	جلوہ دے ہے خاص عاموں کو عروس	رکھتی ہی خلوت میں خلوتیونکو عروس
ہست بسیار اہل حال از صوفیان	نادرست اہل مقام اندر میان	لاکھوں اہل حال صوفی ہیں یہاں	اور کم اہل مقام اندر میاں
از منازلہای جانش یاد داد	وز سفرہای روانش یاد داد	۵۱ منزل جان سے اسے آگاہ کیا	اور سفر کا روح کے قصہ کہا
وز زمانے کز زمان خالی بدست	وز مقام قدس اجلالی شدست	اس زمانہ سے کہ وقت اسمیں نتھا	تھی مقام قدس میں جلوہ نما
وز ہوائے کاندر و سیمرغ روح	پیش ازین دیدست پرواز فتوح	۵۲ اس ہوا سے جسمیں تھا سیمرغ جان	پہلے اس سے اڑتا اندر لامکان
ہر یکے پروازش از آفاق بیش	وز امید ونہمت مشتاق بیش	ہر اڑان آفاق سے اس کی بڑی	بس امید وحرص سے مشتاق تھی
چون عمر اغیار رو را یار یافت	جان او را طالب اسرار یافت	جو عمر نے پایا یار اغیار کو	پایا اس کی جان کو اسرار جو
شیخ کامل بود طالب مشتہی	مرد چابک بود مرکب درگہی	طالب صادق تھا کامل شیخ تھا	مرد تھا چالاک گھوڑا تیز تھا
دید آن مرشد کہ او ارشاد داشت	تخم پاک اندر زمین پاک کاشت	دیکھا مرشد نے کہ اہل ارشاد ہے	بویا تخم اندر زمین پاک کے
مرد گفتش کای امیر المومنین	جان ز بالا چون در آمد در زمین	مرد بولا اے امیر المومنین	کیسے جان نازل ہوئی اندر زمین

سوال رسول از امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالی عنہ

سوال کرنا رسول کا امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے

مرغ بے اندازہ چون شد در قفص	گفت حق بر جان فسون خواند و قصص	۵۳ مرغ بے پران کیوں قفص میں پھنس گیا	بولے جان پر حق نے اک افسوں پڑھا

۵۱ منزل جان سے الخ یہ شعر جان کی منزلوں سے اسے آگاہ کیا اور روح کے سفر سے خبردار کیا یعنی جان سلوک میں کس کس منازل کو عروج کرتی ہی اور وہ کہاں کہاں سے کیسے کیسے سفر کیا اس زمانہ سے کہ وقت اسمیں نتھا اور وہ مقام قدس میں جلوہ فرما تھی یعنی عالم امر میں یعنی وقت کا دہاں لحاظ نہ تھا روح سیر کرتی پھرتی تھی پس مقام عروج ونزول جان وروح سے اسکو آگاہ کیا چنانچہ اس کا حال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۵۲ اس ہوا سے الخ یہ شعر اس ہوا سے ہوئے کہ جسمیں سیمرغ جان اس سے پہلے اڑتا تھا لامکان میں پرواز اسکی آفاق سے زیادہ تھی اور حرص امید سے زیادہ مشتاق تھی یعنی جان احدیت میں سیر کرتی پھرتی تھی اور قید میں اسیر نہ تھی کہ جو عالم اجسام میں ہیں پس جو عمر نے اس اغیار کو یار پایا اور اسکی جان کو اسرار جو پایا طالب صادق تھا اور کامل شیخ مرد چالاک تھا اور گھوڑا تیز کل تھا پس مرشد نے دیکھا کہ وہ لائق ارشاد ہی تخم پاک اندر زمین پاک کے بویا یعنی اسیوقت اس کے قلب سلیم میں زور درویشی کا بھر دیا اور صاحب نسبت کر دیا اس رسول نے کہا کہ اے امیر المومنین جان مقام احدیت کیسے زمین پہ نازل ہوئی یعنی کثرت میں آئی کیونکہ اس سے جان کی سیر تنزلات کا حال بیان فرمایا اسوقت میان کی بغیر اجازت حال پوچھا چنانچہ آگے حال تنزلات جان کا بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۵۳ مرغ بے پران الخ شعر مرغ اڑنے والا کیسے قفس میں گرفتار ہوا فرمایا کہ جان پر حق نے ایک افسون پڑھ دیا رسول نے کہا نہ عدم کہ جسکے گوش وچشم نہیں ہیں کیسے وہ بہت افسوں سے جوش میں آیا عمر نے فرمایا کہ باعث دم وہ عدم جلد وہ ازخوش ہوکر طرف ملک وجود کے پھر جب تجہ دنتر پھونکا تو جلد بھاگے یہاں سے وہ طرف عدم کے یعنی مر گیا جو کہا اس جسم کو جان ہو گیا اور جو کہا کہ خورشید کو روشن ہو گیا خورشید کے کان میں پھر پھونکا تو خوف سے یہاں اس پر سو گہن پڑ گئے منتر یا افسون پھونکنے سے مراد لفظ کن ہے کہ جس کے کان میں پھونکا وہ ہست ہو گیا از بحر العلوم ۱۲ –

برعدمها کان ندارد چشم و گوش	چون فسون خواند همی آید بجوش	وہ عدم جسکے نہ گوش و چشم ہیں	کیسے افسون سے وہ آیا جوش میں
از فسون او عدمها زود زود	خوش معلق میزند سوی وجود	اس کے منتر سے عدم لیتے ہیں زود	وہ بڑے خوش ہو کر سوی ملک وجود
باز بر موجود افسونے چو خواند	زو او در عدم دو اسپه راند	پھر کیا موجود پر منتر جو دم	بھیجا جلد اسکو سوئے ملک عدم
گفت با جسم آیتی تا جان شد او	گفت با خورشید تا رخشان شد او	جسم سے جو کچھ کہا وہ جان ہوا	کچھ کہا خورشید سے رخشاں ہوا
باز در گوشش دمد نکته مخوف	در رخ خورشید افتد صد کسوف	پھر جو کہدی ہست آگیں کوئی بات	تو گہن سے ہو گیا سورج بھی مات
گفت در گوش گل و خندانش کرد	گفت با لعل و خوش تابانش کرد	کان میں ۵۱ گل کے کہا ہنسنے لگا	لعل کو جو کہدیا تابان ہوا
تا بگوش خاک حق چه خوانده است	کو مراقب گشت و خامش مانده است	کان میں کیا بات خالق نے کہی	خاک ہے چپ اور مراقب ہو گئی
تا بگوش ابر آن گویا چه خواند	کو چو مشک از دیدهٔ خود آب راند	کان میں کیا ابر کے جانے کہا	مثل مشک آب آنکھ سے برسا دیا
در تردد هر که او آشفته است	حق بگوش او معما گفته است	وہ تردد میں پریشان ہو گیا	کان میں جس کے معما کہدیا
تا کند محبوسش اندر دو گمان	آن کنم کو گفت یا خود ضد آن	دو گماں میں قید اسکو تا کرے	وہ کروں کہنا جو یا اضداد سے
هم ز حق ترجیح یابد یک طرف	زان دو یک را برگزیند زان کنف	حق سے پھر ترجیح اک جانب کی پا	ایک ان دو سے وہ کرتا ہے ادا
گر نخواهی در تردد هوش جان	کم فشار این پنبه اندر گوش جان	گر تردد ۵۲ سے تو بچا ہے ہوش جان	روئی کو کم رکھ تو اندر گوش جان
پنبهٔ وسواس بیرون کن ز گوش	تا بگوشت آید از گردون خروش	کان سے وسواس کی روئی نکال	کان میں تا آئے گردوں سے مقال
تا کنی فهم آن معماهاش را	تا کنی ادراک رمز فاش را	تا کہ سمجھے ان معموں کو بھلا	اور ہو ادراک رمزی ظاہرا
پس محل وحی گردد گوش جان	وحی چه بود گفتن از حس نهان	وحی کو بس گوش جان تیری سنے	وحی کیا باطن کی حس تجھ سے کہے
گوش جان و چشم جان جز این حس است	گوش عقل و چشم حس زان مفلس است	گوش ۵۳ و چشم جان سواس حس کے ہیں	گوش و چشم عقل مفلس اس سے ہیں

۵۱ کان میں گل کے الخ ۱۲ شعر گل کے کان میں جو کہا ہنسنے لگا لعل کو جو کہا چمکنے لگا اور خاک کے کان میں کیا بات حق نے کہی جو خاموش اور مراقب ہو گئی اور ابر کے کان میں کیا کہدیا مثل مشک کے آب آنکھ سے برسانے لگا پس تردد سے وہ پریشان ہو گیا جس کے کان میں معما کہدیا تاکہ وہ گمان میں قید اسکو کرا دے وہ کہے کہ وہ کہنا کروں یا اسکی ضد کروں پھر حق سے ایک جانب کی ترجیح پاکر ایک ان دونوں سے ادا کرتا ہے یعنی انسان کے کان میں جو یہ معما کہ کون کام کیا تو وہ دو گمان میں اضداد کے پڑا کہ یہ کروں یا وہ کروں اور پھر حق کی طرف سے ایک جانب کو بہتر جان کر ادا کرتا ہے پس جو فعل انسان کرتا ہے حق کے حکم سے کرتا ہے بموجب حدیث شریف لاتتحرک ذرۃ الا باذن اللہ یعنی کوئی شے حرکت نہیں کرتی ہے مگر حکم اللہ سے گویا توحید وجود کا حضرت بطریق رمز کہولا آئندہ اسکا شہود بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۵۲ گر تردد سے الخ ۱۲ شعر اگر تو تردد سے بچا چاہتا ہے کہ ہوش جان کو ہو تو وسواس کی روئی کو گوش میں رکھ خطرات وسواس کو قلب سے دور کر پس کان سے وسواس کی روئی نکال تاکہ باتیں آسمان کی تو سنے اور پھر تو اس معمے کو سمجھے اور رموز ظاہری کا تجھکو ادراک ہو دیکھی یہ خطرات انسانی و عجائب کشود راز باطنی ہیں گوش جان تیری وحی کو سنیں اور وحی کیا ہے حس باطن تجھ سے کہے یعنی جو حس قلب کی کہے وہ وحی ہے اور وحی حق کے فرمانے کو کہتے ہیں پس حس قلب جو کلام حق سے سنکر تجھ سے کہے وہ وحی ہے اسیواسطے حضرت نے فرمایا ہے حدیث شریف استفت قلبک یعنی تو تم فتوی اپنے قلب سے پس مراد اس فتوی سے یہی وحی ہے چونکہ لفظ وحی خاص انبیا علیہ السلام کے واسطے آئی ہے اس لیے صوفیا میں وحی کو الہام کہتے ہیں مگر الہام کو اسوقت اہل دل تمیز کرتا ہے کہ خطرات قلبیہ سے نجات پائے اور تقوی و لکو عین فرمودہ حق جانے اور علاف جو ابلیس کے سب صحیح درست ہو جیسا کہ مولانا آگے اسکا حال بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۵۳ گوش و چشم الخ ۱۲ شعر گوش و چشم جان کا کہ اس حس سے سوا اور گوش و چشم عقل کا اس حس سے تو بیخبر ہے جبر سے عشق بے صبر ہو گیا اور وہ عاشق نہیں ہے جو قیدی جبر کا ہے یہ حق کی ہیبت ہی جبر نہیں ہے تجلی ماہ کی ہے ابر نہیں ہے یعنی جو شخص خود کو عاجز بہت جانتا ہے اس کا عشق بھڑکتا ہے اور وہ سلوک میں کوشش کرتا ہے اور جو خود کو مجبور جانتا ہے کیونکہ تجویزی مانع عشق نہیں ہوتی ہے یہ جبر عاشق معیت حق ہے اور معیت سے مراد غیبت ہے اور اس غیبت میں بندہ قادر و مختار اور بقدرت اختیار حق کے ہے اپنے از بحر العلوم مولانا آگے اسکا حال لکھتے ہیں فافہم ۱۲

لفظ جبرم را بے صبر کرد / وانکہ عاشق نیست حبس جبر کرد
این معیت با حق ست و جبر نیست / این تجلی مہ ست این ابر نیست
ور بود این جبر جبر عامہ نیست / جبر آن امارۂ خود کامہ نیست
جبر را ایشان شناسند ای پسر / کہ خدا بکشادشان در دل بصر
غیب آئندہ بر ایشان گفت فاش / ذکر ماضی پیش ایشان گشت لاش
اختیار و جبر ایشان دیگر ست / قطرہ ہا اندر صدفہا گوہر ست
ہست بیرون قطرہ خرد و بزرگ / در صدف آن دُر ہای خرد ست و سترگ
طبع ناف آہو ست آن قوم را / از برون خون و درونشان مشکہا
تو مگو کین نافہ بیرون خون بود / چون رود در ناف مشکے چون شود
تو مگو این مس برون بد محتقر / در دل اکسیر چون گشت ست زر
اختیار و جبر در تو بد خیال / چون در ایشان رفت شد نور جلال
نان چو در سفرہ است باشد جماد / در تن مردم شود او روح شاد
در دل سفرہ نگردد مستحیل / مستحیلش جان کند از سلسبیل
قوت جانست این ای راست خوان / تا چہ باشد قوت آن جان جان
نان ست قوت تن ولیکن در نگر / تا چہ قوت جانش باشد ای پسر

جبر سے بے صبر عشق اب ہو گیا / ورنہ عاشق قید ہے جو جبر کا
یہ معیت حق کی ہے بے جبر ہی / یہ تجلی مہ کی ہے نے ابر ہے
جبر ہے[۱] گر تو نہیں ہے جبر عام / یہ نہیں ہے نفس امارہ کا کام
جبر وہ پہچان سکتا ہے بشر / جسکے دل میں کھولدی یزداں نے بصر
غیب آئندہ وہ سب اس پر کشف ہو / جائیں لاشے وہ گذشتہ ذکر کو
اختیار و جبر ان کا اور ہے / کہ صدف میں قطرہ جا گوہر بنے
ہیں وہ[۲] باہر قطرے جو چھوٹے بڑے / ہیں صدف میں موتی وہ چھوٹے بڑے
ناف آہو کی طرح ہیں وہ تمام / جسمیں جا کر خون کا ہی مشک نام
تو نہ کہہ یہ نافہ باہر خون تھا / مشک جا کر ناف میں کیونکر ہوا
تو نہ کہہ تانبا جو باہر تھا حقیر / کیمیا سے کیوں بنا زر خطیر
اختیار و جبر تجھ میں تھا خیال / آیا جو ان میں ہوا نور جلال
خوان میں روٹی تھی اک شی جماد / پیٹ میں جا کر بنی وہ روح شاد
خوان میں بدلے نہیں جبتک رہی / جان بدلے اسکو بس ترکیب سے
جان کی قوت ہی جبکہ اس قدر / جان جان کی پھر ہو قوت کسقدر
قوت تن کی نان ہے پر کر غور تو / قوت جان کی کسقدر ہو ہی نحو

[۱] جبر ہے گر تو الخ یہ شعر اور یہ اگر یہ جبر ہے تو جبر عام نہیں ہے اور نہ نفس امارہ کا یہ جبر ہے جبر وہ پہچان سکتا ہے جس کے دل میں حق بصر کھولدے یعنی اس کا دل بینا ہو جاوے غیب اور آئندہ اس پر کشف ہو اور ذکر گذشتہ کو وہ لاشے جانے یعنی علم ظاہری کا پچھلا جتنا یاد ہووے آتنا آگے کو ترقی کرے اور علم باطن کو پچھلا جس قدر پھولے اس قدر آگے کو ترقی ہو اس واسطے نقد الوقت ہوتا ہے اختیار و جبر اولیا کا دوسرا ہے کہ صدف میں گوہر آب کا قطرہ بنتا ہے یعنی عارف کہ خود کو فنا باختیار حق جانتا ہے اور خود مجبور آگے قدرت حق ہے کیونکہ خود سے فنا اور حق سے باقی ہے اس واسطے متخلق باخلاق اللہ ہوتا ہے از بحر العلوم اور وہی جبر اور اختیار کہ غافلوں میں موجب کجی ہے عارفوں میں ہمیشہ رہتی ہے کیونکہ باہر جو قطرہ ہے وہ صدف میں جا کر گوہر ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ جبر و اختیار عارف میں باعث راستی دہتر بکا ہوتا ہے چنانچہ مولانا اس کی مثال آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [۲] ہیں وہ باہر الی آخرہ ۶ شعر جو قطرے کہ باہر ہیں چھوٹے بڑے وہ صدف میں گوہر ہیں چھوٹے بڑے ناف آہو کی خاصیت تھی کہ باہر خون ہے اور اندر اسکے مشک ہے مت کہو یہ کہ نافہ باہر خون تھا اور اندر ناف کے مشک کیونکر ہے مت کہو یہ کہ تانبا باہر حقیر تھا اکسیر میں جا کر کیونکر زر ہوا جبر و اختیار تجھ میں خیال تھا جو عارف انمیں آیا نور جلال ہوا نان جبتک کہ خوان میں ہے نان ہے پیٹ میں مردم کے جائے جان ہے خوان میں جب تک رہیگی بدلے گی نہیں مگر جان اس کو ترکیب سے بدل دیگی جبکہ خون کی اس قدر قوت ہے تو جان جان کی کس قدر طاقت ہوگی یعنی حقیقت محمد صلعم کی کس قدر طاقت ہوگی کہ عارف کی جان میں قوت الہی ہے اگر قوت اختیار ان میں باعث راستی ہو تو کیا تعجب ہے غذا تن کی نان ہے لیکن تو دیکھ کہ غذا جان کی کس قدر لطیف ہووے گی یعنی غذا اے نان جسم کو قوت دیتی ہے تو غذائے جان کہ مشاہدہ الٰہی ہے کس قدر طاقت و قوت دے گی ۱۲۔

گوشت پارۂ آدمی با عقل و جان	می شگافد کوہ را با بحر و کان	مرد[۱] پارہ گوشت ہے با عقل و جان	پھاڑتا ہے کوہ کو با بحر و کان
زور جان کوہ کن شق الحجر	زور جان جان در انشق القمر	زور جان فرہاد کا شق الحجر	نور جان کو جان کا تھا انشق القمر
گر گشاید دل سر انبان راز	جان بسوی عرش سازد ترکتاز	کھولے گر دل بھید کی گٹھڑی کا سر	جان سوی عرش لکھو لیوے پر
گر زبان گوید ز اسرار نہان	آتش افروزد بسوزد این جہان	گر زبان کہدے کچھ اسرار نہان	آگ بھڑکے اور جلجائے جہان
فعل حق و فعل ما ہر دو ببین	فعل ما را ہست دان پیداست این	فعل حق[۲] اور ہمارا دونوں دیکھ لے	فعل حق پیدا ہمارے فعل سے

اضافت کردن آدم علیہ السلام زلت بخویش کہ ربنا ظلمنا و اضافت کردن ابلیس بحق تعالیٰ کہ رب بما اغویتنی

نسبت کرنا آدم علیہ السلام کا زلت اپنی کو اپنی طرف ربنا ظلمنا اور نسبت کرنا ابلیس کا ساتھ حق تعالیٰ کے رب بما اغویتنی

گر نباشد فعل خلق اندر میان	پس مگو کس را چرا کردی چنان	درمیان گر فعل ہے نے خلق کا	مت کسی سے کہہ کہ کیوں ایسا کیا
فعل حق و افعال ما را موجد است	فعل ما آثار خلق ایزد است	فعل حق موجد ہمارے فعل کا	ہی ہمارا فعل آثار خدا
لیک ہست این فعل ما مختار ما	ز و جزا گہ مار ما گہ یار ما	پر ہمارا فعل یہ مختار ہے	گہ جزا سیدھی و گہ الٹی ملے
زانکہ ناطق حرف بیند یا غرض	کی شود یکدم محیط دو عرض	کہنے[۳] والا حرف دیکھے یا غرض	کب ہو اک دم میں محیط دو عرض

۱؎ مرد پارہ الی آخرہ ۴ شعر مرد ایک پارۂ پوست ہے با عقل و جان اور پھاڑتا ہے کوہ کو مع دریا و کان کے یعنی نان کے کھانے سے اسکو یہ طاقت ہے حصول نور سے عارف کو کیا کچھ طاقت ہوگی مثال یہ ہے جان فرہاد کی شق الحجر یعنی پہاڑ کھودنا زور جان کا ہے انشق القمر یعنی رسول صلعم کا وہ نور ہے کہ قمر کو آسمان پر شق کر دیا اگر دل راز کی گٹھڑی کا سر کھولدے تو جان عرش کی طرف تیزی جائے یعنی جسم متحمل راز نہ ہو اور پارہ پارہ ہو جائے جان بسبب شوق کے تن سے نکل جائے اور اگر زبان کچھ راز باطن کہوے ایک آتش بھڑکے اور تمام جہان اس سے جل جائے یعنی دل اگر جناب رسول مقبول صلعم کے نور کا راز بیان کرے تو اک آگ سی پیدا ہو کیونکہ نور مانگا نور حق ہے پس اس طرح بندہ مختار و قادر اور پر قدرت کسے ہے بسبب غفیلیت کے اس غیبت کی مثال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۲؎ فعل حق الی آخرہ ۴ شعر فعل حق اور ہمارے فعل دونوں دیکھ لے ہمارا فعل فعل حق سے پیدا ہے اور اگر فعل خلق کا درمیان میں نہیں ہے تو تو کسی سے مت کہہ کہ کیوں ایسا کرتا ہے فعل حق موجد ہے ہمارے فعل کا اور ہمارا فعل آثار خدا ہے لیکن ہمارا فعل مختار ہے کبھی جزا سیدھی اور کبھی الٹی ملتی ہے یعنی فعل حق نے ہمارے فعلوں کو ایجاد کیا ہے اور ہمارا فعل آثار ہے فعل حق کا جیسے انسان روبرو آئینہ کے حرکت کرتا ہے تو عکس آئینہ بھی حرکت کرتا ہے پس حرکت انسان ہے اور حرکت عکس آثار ہے کیونکہ وہ حرکت انسان کی حرکت ہے کچھ عکس بذاتہ نہیں ہے اسیطرح فعل حق کا فعل ہے اور فعل ہمارا آثار ہے پس عینیت فعل ہمارا فعل حق سے رکھتا ہے اسلئے ہمارا فعل مختار ہے یعنی اختیار دیا گیا ہے کہ کبھی سیدھا اور کبھی الٹا ہوتا ہے اور اگر ہمارا فعل اضطراری ہوتا تو ہمیشہ سیدھا ہوتا اور کبھی بر نہ جاتا پس اس سے کچھ اختیار بندہ کا اور کچھ اختیار خدا کا ثابت ہوا چنانچہ مثال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۳؎ کہنے والا الی آخرہ ۲ شعر جیسے کلام کرنے والا حرف دیکھتا ہے یا غرض اس حرف کی جو معنی مدعا ہے اکیدم ہو محیط دو عرض یعنی جب حرف کو دیکھتا ہے تو معنی مدعا چھپتا ہے اور جب مدعا کو اقبال کرتا ہے تو حرف چھپتا ہے پس ایک ان میں حرف و مدعا کو خیال میں حصر نہیں کرتا ہے یا جیسے عکس و آئینہ کہ اگر عکس پر نظر پڑے تو جسم آئینہ نہ دیکھے اسی طرح فعل حق و فعل بندہ دونوں نظر میں ایک وقت نہیں دکھائی دیتے ہیں پس تو اگر معنی کی طرف کو گیا حرف سے غافل ہے کیونکہ ایکدم میں تو آگے پیچھے کب دیکھ سکتا ہے جس دم تو آگے دیکھتا ہے اسدم پیچھے تجھکو نہیں دکھائی دیتا ہے یعنی جب فعل بندہ کا دیکھتا ہے تو فعل حق کا چھپ جاتا ہے اور جب فعل حق کا دیکھتا ہے تو فعل بندہ کا چھپ جاتا ہے فافہم

گر بمعنی رفت شد غافل ز حرف	پیش و پس یکدم نہ بیند ہیچ طرف	گر گیا معنی کو غافل حرف سے	ایک دم بے آگے پیچھے منہ کئے
آن زمان کہ پیش بینی آن زمان	تو پس خود کے ببینی این بدان	جس گھڑی تو دیکھتا ہے سامنے	تو دکھائی دے نہ کچھ پیچھے تجھے
چون محیط حرف و معنی نیست جان	چون بود جان خالق این ہر دو آن	جو محیط حرف و معنی ہو نہ جان	تو پھر اُن دونوں کی خالق ہو کہاں
حق محیط جملہ عالم اے پسر	وندر آرد کارش از کار دگر	حق محیط جملہ عالم ہے ولے	کام ہیں اوروں کے کام اپنا کیے
گفت ایزد جان مارا مست کرد	چون نداند آنکہ خود را مست کرد	قول حق نے جان ہماری مست کی	کیوں نہ جانے جان جس نے مست کی
گفت شیطان کہ بما اغویتنی	کرد فعل خود نہان دیو دنی	بولا شیطان کہ بما اغویتنی	فعل کو اپنے کیا اس نے خفی
گفت آدم کہ ظلمنا نفسنا	او ز فعل خود نہ بد غافل چو ما	بولے آدم کہ ظلمنا انفسنا	ہم سا فعل حق سے وہ غافل نہ تھا
در گنہ او از ادب پنہانش کرد	زان گنہ بر خود زدن او بر بخورد	اس گنہ میں حق کو پوشیدہ کیا	اپنے ذمہ سے گناہ خود لیا
بعد توبہ گفتش اے آدم نہ من	آفریدم در تو آن جرم و محن	بعد توبہ اس نے آدم سے کہا	یہ گنہ تجھ میں نہیں میں نے رکھا
نے کہ تقدیر و قضای من بد آن	چون بوقت عذر کردی آن نہان	نے قضا تقدیر میری اسپہ تھی	جو بوقت عذر کی پوشیدگی
گفت ترسیدم ادب نگذاشتم	گفت من ہم پاس آنت داشتم	بولے ڈر سے بس ادب نے کیا	بولے ہم نے پاس تیرا بھی کیا
ہر کہ آرد حرمت او حرمت برد	ہر کہ آرد قند لوزینہ خورد	جو کرے عزت اسے عزت ملے	قند جو لائے وہ لوزینہ چکھے
طیبات از بہر کو للطیبین	یار را خوش کن برنجان و ببین	نیک ہی ہیں نیک مردوں کیلئے	یار کو خوش رکھ تو کچھ کلفت نہ دے

تمثیل ضرب المثل

یک مثال اے دل پئے فرقے بیار	تا بدانی جبر را از اختیار	اے دل ایسی پیش کر کوئی مثال	اختیار و جبر میں ہو انفصال

سلہ جو محیط الی آخرہ یہ شعر جبکہ جان محیط حرف معنی کی نہیں ہے تو کیسے جان ان دونوں کی خالق ہو سکے یعنی کلام کرنا فعل انسان کا نہیں ہے فعل حق ہے اگر فعل انسان کا ہوتا تو انسان کلام کرکے حرف و معنی پر محیط ہوتا جیسے حق محیط جملہ عالم ہے لیکن حق اوروں کے فعل ہیں اپنا فعل کرتا ہے قول حق نے ہماری جان مست کی کیوں نجانے جسنے جان کو مست کیا یعنی جان اپنے خالق کو کیوں نہ پہچانے مگر غفلت کے سبب سے بھول ہوئی ہے جیسے شیطان نے کہا بما اغویتنی یعنی ذریعہ جبر سے بہکایا تو نے مجھکو اور فعل کو اپنے اسنے پوشیدہ کیا اور خود جبری بنا اور آدم علیہ السلام نے کہا ربنا ظلمنا انفسنا یعنی اے رب ہمارے ظلم کیا ہم نے اپنے نفسوں پر جیسے ہم فعل حق سے وہ غافل نہ تھا یعنی فعل انسان کا ظلم ہے اور ظلم نسبت حق کے صحیح نہیں ہے چونکہ آدم علیہ السلام عارف کامل تھے اسواسطے ظلم کو اپنی طرف نسبت کیا اور ابلیس لعین نے کہ متمرد تھا حق کیطرف نسبت کیا اسواسطے آدم علیہ السلام مقبول ہوئے اور ابلیس مردود کذا بحر العلوم فہم من فہم ۱۲ سلہ اس گنہ میں الی آخرہ یعنی آدم علیہ السلام نے اس گنہ میں حق کو پوشیدہ کیا اور اپنے ذمہ گناہ لیا اور ثمرہ پایا بعد توبہ کے حق نے آدم علیہ السلام کو کہا یہ گناہ تجھ میں نہیں پیدا کیا تھا اور کیا میری تقدیر اور رضی اسپر تھی جو عذر کیوقت تو نے گنہ پوشیدہ کیا اور اپنے ذمہ لیا کہا عرض کی کہ خود میں نے ادب سے کیا حق نے فرمایا ہم نے بھی تیرا لحاظ پاس رکھا یعنی گنہ معاف کیا آگے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو عزت کرے عزت ملے جو قند لائے حلوا کھائے طیبات یعنی پاک عورتیں کس کیلئے ہیں للطیبین یعنی ہم پاک مردوں کیلئے یار کو خوش کر دل آزردہ مت کر یعنی جو شخص نیکی کریگا نیکی پائیگا اور جو بدی کریگا بدی پائیگا پس اے بھائی نیکی کر کیونکہ اسکو کہتے ہیں کہ خود کو دوسرے کے ہو بر حق دلیل کرتا ہے اور اسکو خود ہی بیکی ہو خدا بخشے حافظ فرماتے ہیں گنہ اگرچہ نبود اختیار ما حافظ۔ تو در طریق ادب کوش کو گناہ من است واللہ اعلم ۱۲ سلہ اے دل الی آخرہ یہ شعر یعنی اے دل ایک مثال کو اس طور کی لا کہ فرق جبر و اختیار کا اس سے ظاہر ہو ایک مثال یہ ہے کہ رعشہ سے ہاتھ ہلتا ہے اور تو اپنے ہاتھ کو قصداً ہلاتا ہے کہ یہ دونوں حرکت پیدا تو حق کیطرف سے ہیں لیکن انکا قیاس اسپر کب ہو سکے لہذا ہلانے سے پشیمان رکھے اور وہ کانپنے سے پشیمان کب ہے رعشہ والیکو کب پشیمان دیکھا ہے پھر تو ایسی چیز پر کیوں آمادہ ہے یعنی تو اپنے فعل سے پشیمان ہوتا ہے اسمیں پشیمانی نہیں ہوتی ہے پھر تو کیوں مجبور ہوتا ہے اس پشیمانی تیری سے معلوم ہوا کہ در دل وہ فعل اپنا چاہتا ہے اور بظاہر خود کو مجبور بتاتا ہے فافہم ۱۲

دست کو لرزان بود از ارتعاش	دانکہ دستے را تو لرزانی زجاش	ہاتھ تو ایک کانپتا ہے رعشہ سے	اور ایک وہ جسکو خود جنبش دیوے
ہر دو جنبش آفریدۂ حق شناس	لیک نتوان کرد این با آن قیاس	دونوں حرکت پیدا کی ہوئی حق کی جانو	پر قیاس اسکا نہ اسپر ہو سکے
زین پشیمانی کہ لرزانیدیش	چون پشیمان نیست مرد مرتعش	یہ ہلانے سے پشیمانی ہے رکھے	کانپنے سے وہ پریشان کب ہی
مرتعش را کے پشیمان دیدہ	بر چنین جبرے چہ برچسپیدہ	مرتعش کو کب پشیمان دیکھا ہے	کس لئے چپکا ہے ایسے جبر سے
بحث عقل ست این عقل آن حیلہ گر	تا ضعیفے رہ برد آنجا مگر	بحث عقلی ہے وہ عقل حیلہ گر	تا نہ عاجز پاوے راہ اس جای پر
بحث عقلی گر دُر و مرجان بود	آن دگر باشد کہ بحث جان بود	بحث عقلی کو در و مرجان ہو گر	بحث جان کی اور کچھ ہے اسی سبب
بحث جان اندر مقام دیگر ست	بادۂ جان را قوامی دیگر ست	دوسرا ہے بحث کا جان کی مقام	اور کچھ ہی بادۂ جان کا قوام
آن زمان کہ بحث عقلی ساز بود	این عمر با بو الحکم ہمراز بود	بحث عقلی میں وہ جب دمساز تھا	بو الحکم کا یہ عمر ہمراز تھا
چون عمر از عقل آمد سوی جان	بو الحکم بو جہل شد در بحث آن	عقل سے جان کو جبکہ گیا	بو الحکم بو جہل بحثوں میں بنا
سوی حس و سوی عقل او کامل ست	گرچہ خود نسبت بجان او جاہل ست	گرچہ حس و عقل میں کامل ہے وہ	پر بہ نسبت جان کے جاہل ہے وہ
بحث عقل و حس اثر دان یا سبب	بحث جانی یا عجب یا بو العجب	بحث عقل و حس اثر ہے یا سبب	بحث جان ہی یا عجب یا بو العجب
نور جان آمد نماند ای مستضیٔ	لازم و ملزوم و نافی مقتضی	نور جان آئے نہ ہووے عقل سبب	لازم و ملزوم و نافی سبب
زانکہ بینا را کہ نورش بازغ ست	از عصا و از عصاکش فارغ ست	نور بینا کا جو رکھے روشنی	وہ عصاکش اور عصا سے ہے غنی

تفسیر آیۂ وہو معکم اینما کنتم و بیان آن　　تفسیر آیت وہو معکم اینما کنتم اور بیان اسکا

بار دیگر ما بقصہ آمدیم	ما ازین قصہ برون خود کے شدیم	پھر مکرر آیا قصہ پر یہاں	اور گیا قصہ سے تھا باہر کہاں

۵۱ بحث عقلی الی آخرہ ۳ شعر یہ بحث عقلی ہے اور عقل حیلہ گر اس جا پر کب راہ پا سکتی ہے بحث عقلی اگر در و مرجان ہو مگر بحث جان کی اور ہی کچھ ہے یعنی عقلی دلائل سے کب کام چلتا ہے جان کی بحث اور کچھ ہے یعنی وحی انبیا و الہام اولیا ہے کہ اس سے راہ ملتی ہے بحث جان کا اور ہی مقام ہے اور شراب جان کا اور ہی قوام ہے یعنی عقل کی باتیں اور ہیں اور وحی اور الہام کی باتیں اور ہیں اسمیں اور اسمیں بڑا فرق ہے چنانچہ مولانا بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۵۲ بحث عقلی میں الخ یعنی بحث عقلی میں جبکہ وہ دمساز تھا یعنی عمر بو الحکم کا ہمراز تھا جبکہ عمر عقل سے جان کی طرف گیا بو الحکم بحثوں میں بو جہل بنا اگرچہ حس و عقل میں وہ کامل ہے لیکن نسبت جان کے وہ جاہل ہے بحث عقل و حس اثر ہے یا سبب ہے بحث جان عجب ہے یا بو العجب ہے جبکہ نور جان آئے نہ عقل ہووے نہ لازم و ملزوم اور نہ نفی کنندہ و سبب جیسے نور بینا کا روشن ہے تو وہ عصاکش و عصا سے غنی ہے یعنی دلیل اور رہبر کا دانا محتاج نہیں ہوتا ہے اسیواسطے دنیا میں جو عقل زیادہ رکھتا ہے محتاج زیادہ ہے اور جس میں عقل کم ہے نظر خدا پر رکھتا ہے اور متوکل رہتا ہے معلوم ہوا کہ نور جان اسمیں زیادہ ہے اسی لئے حضرت نے بھی فرمایا ہے کہ ہم نے اہل جنت کو بھولا بنایا ہے واللہ اعلم ۱۲ ۵۳ پھر مکرر الی آخرہ ۱ شعر پھر مکرر میں قصہ پر آیا اور قصہ سے باہر کب گیا تھا یعنی پھر قصہ بیعت کا میں بیان کرتا ہوں جیسے کہ اوپر بیعت کا حال بیان کیا ہے اور اس بیعت سے میں کب دور ہوں اور ہر حال میں اسکے ساتھ میں ہوں از معیت عینیت حق کی اسکے ساتھ ہے
۱۲ واضح ہو کہ صوفیا کرام عین کو ذات حق کہتے ہیں اور علماے ظواہر کہتے ہیں کہ صفات نہ عین ہے نہ غیر ہے اور عینیت کے منکر ہیں اور عین کے معنی واحد کے لیتے ہیں حالانکہ عین بمعنی واحد نہیں ہے بس عین اس دو شے کو کہتے ہیں وہ جو بظاہر دو اعتبار میں ہوں اور باطن میں ایک ہوں جیسے دونوں چشم انسان کی کہ بظاہر دو ہیں اور باطن میں ایک ہیں اس واسطے چشم کو بھی عین کہا ہے بس صوفیا کرام ذات و صفات کو ساتھ اس معنی کے عین کہتے ہیں بس مولانا اس عینیت کا حال بیان فرماتے ہیں۔ ۵۴ یعنی وہ تمہارے ساتھ ہے جس جگہ کہ تم ہو۔

گر بجهل آییم آن زندان اوست ۔ ور بعلم آییم آن ایوان اوست
گر بخواب آییم مستان ویم ۔ ور به بیداری بدستان ویم
ور بگرییم ابر پر رزق ویم ۔ ور بخندیم آن زمان برق ویم
ور بخشم و جنگ عکس قهر اوست ۔ ور بصلح و عذر عکس مهر اوست
ما کییم اندر جهان پیچ پیچ ۔ چون الف او خود چه دارد هیچ هیچ
چون الف گر تو مجرد می شوی ۔ اندرین ره مرد مفرد می شوی
جهد کن تا ترک غیر حق کنی ۔ دل ازین دنیای خالی بر کنی

جہل میں ہیں گر آوین زندان اسکا ہے ۔ علم میں گر آوین ایوان اسکا ہے
خواب میں گر آوین اسکا مست ہیں ہون ۔ گر ہون بیدار اسکے قبضہ میں ہون
گر ہیں روئیں ابر باران اسکا ہوں ۔ گر ہنسو ہیں برق خندان اسکا ہوں
گر لڑیں ہیں اسکا عکس قہر ہے ۔ گر ملیں ہیں اس کا عکس مہر ہے
ہم ہیں کیا اندر جہان پیچ پیچ ۔ جون الف وہ خود کیا رکھتا ہے ہیچ ہیچ
مثل الف کے گر مجرد ہووے تو ۔ ایک مرد اس راہ میں مفرد ہووے تو
جہد کر تا غیر حق سے ہو تو دور ۔ دل ترا دنیاے خالی سے ہو دور

سوال کردن رسول از امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ

سوال کرنا رسول کا امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے

این سخن را نیست پایان ای پسر ۔ از رسول روم بر گو وز عمر
از عمر چون آن رسول این را شنید ۔ روشنی در دلش آمد پدید
محو شد پیش سوال و هم جواب ۔ گشت فارغ از خطا و از صواب
اصل را دریافت بگذشت از فروع ۔ بهر حکمت کرد در پرسش شروع

انتہا رکھتی نہیں کوئی یہ بات ۔ کہہ تو قاصد اور عمر کی واردات
جب عمر سے بات یہ اس نے سنی ۔ دل میں اسکے بس ہوئی اک روشنی
بھولا وہ سارے سوال و سب جواب ۔ بھولا وہ ساری خطا اور سب صواب
اصل پائی چھوڑ دی اسنے فروع ۔ واسطے حکمت کے پرسش کی شروع

۱۰۵ جہل میں الی آخرہ۔ اشعار اگر جہل میں آوین حق کا زندان ہے اور اگر علم میں آوین ایوان اسکا ہے خواب میں اگر آوین مست اسکا ہوں اور اگر بیدار ہوں اسکے قبضہ قدرت میں ہوں اور اگر روویں ابر باران اسکا ہوں اور اگر ہنسوں برق خندان اسکا ہوں ہیں اور اگر لڑوں اسکا عکس قہر ہے اور اگر موافق رہوں تو اسکا عکس مہر ہے اندر جہان پیچ پیچ کے ہم کیا ہیں مانند الف کے ہیں اور وہ خود کیا رکھتا ہے ہیچ ہیچ یعنی کچھ نہیں اگر مانند الف کے تو ہووے مجرد تو اس راہ سلوک میں ہووے فرد یکتا مولانا تعلیم فرماتے ہیں کہ اے طالب تو جہد کر تا غیر حق سے چھٹے اور دل تیرا دنیای خالی سے نجات پاوے یہ بات بے تہ ہے اور انتہا ہے عمر اور رسول روم کا احوال بیان کر جبکہ جو عمر سے رسول روم نے یہ بات توحید کی سنی دل اسکا روشن و منور ہوا اسدم وہ بھولا سوال و جواب اور گیا اس سے خطا اور صواب یعنی اچھا اور برا جہان کل سب اسکی محو ہوگیا پس اسیطرح جب عارف کی نظر میں توحید کھلتی ہے سب کو ایک جانتا ہے کیونکہ توحید صفت واحد کی ہے اور توحید اسکو کہتے ہیں کہ ہزار کو ایک کردے اور ایک کو ہزار جیسے حباب آب جب نظر حباب پر پڑے تو متعدد دکھائی دیں اور جب نظر آب پر پڑے تو ایک دکھے پس اسی کو حقیقت کہتے ہیں ہم ابن فہم ۱۲ ۱۰۶ اصل پائی الی آخرہ اشعار رسول روم نے جبکہ اصل پائی شاخوں کو چھوڑ دیا اور واسطے حکمت کے پوچھنا شروع کیا صاف گل میں نہاں ہوا اور قید ہوئی تن میں جان صاف یعنی جان تن میں ایسی طاری ساری ہے جیسے آب گل میں ہوتا ہے اے عمر مجھکو فائدہ بتاؤ کہ یہ کیا حکمت تھی کیوں مرغ روح کو قفس تن میں قید کیا عمر نے کہا کہ تو بحث مشکل کرتا ہے اور معنی کو حرفوں میں بند کرتا ہے تو بعد کو جبکہ تو واسطے فائدہ کے نہان ہے یعنی جو رسول روم نے جان کا جسم میں مقید ہونیکا فائدہ پوچھا تو حضرت عمر نے جواب دیا تیسے ہیں اسکو یہی کلام کی مثال ہے کہ جیسے تو معنی کو حروف الفاظ میں قید کرتا ہے واسطے اپنے فائدہ کے اور تو اپنے فائدہ کو خوب جانتا ہے جو کہ اس سے فائدہ پیدا ہوا ہے تو کیوں تو بھی اسکو دیکھے گا جو ہم کو نظر پڑا ہے وہ سیکڑوں فائدے ہیں اور ہر ایک فائدے کے دو سیکڑوں تھے ناچیز ہے وہ دم نطق اسکا کہ جان جان ہے معنی کی رگ گوئی میں کیسے خالی ہوگا یعنی دم نطق کن کا کہ جان کی جان ہے کیسے معنی راستے سے خالی ہوگا جزوی فائدہ ٹھہرا پھر کل کا کل خالی کب ہو تو ایک جزو دلی اپنا نہ فائدہ کرتا ہے کل پر طعنے کس واسطے روا رکھتا ہے اگر کلام کرنا بے فائدہ ہے جب ہوا اگر فائدہ ہے اعتراض حل ہو شکر کر واضح ہو کہ رسول روم نے روح کو تن میں قید کرنیکا فائدہ پوچھا کہ حق تعالی نے جو روح کو قید کیا ہے اس سے فائدہ کیا ہے پس حضرت عمر نے مثال میں فرمایا کہ جیسے تو ہنگام کلام کرنیکے معنی کو لباس حرفوں میں دم نطق سے واسطے فائدہ کے قید کرتا ہے اور اسکا فائدہ تو جانتا ہے اسیطرح حق تعالی نے روح کو دم نطق کن سے کہ نفخت فیہ من روحی سے مراد ہے اجسام میں قید کیا کہ فائدہ اسکا نامعلوم ہے جیسے تیرے جانا ہے تو بھی جان لیگا یعنی معرفت حال کی لوگو تجکو کرانا ہے اور انکی حیران ہونے سے تو مزہ اٹھاتا ہے جیسے حدیث شریف کے کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق یعنی میں ایک خزانہ پوشیدہ تھا جبکہ مجھکو محبت آئی پس پیدا کیا میں نے مخلوق کو پس فائدہ تخلیق کا معرفت اسکے ثابت ہے کہ مخلوق کو صفت تخلیق کو معلوم کرنا معرفت حق ہے

اب صافی در گلی پنہان شدہ / جان صافی بستہ ابدان شدہ
فائدہ فرما کہ آن حکمت چہ بود / مرغ را اندر قفس کردن چہ سود
گفت تو بحث شگرفے میکنی / معنیے را بند حرفے میکنی
حبس کردی معنی آزاد را / بند حرفے کردہ تو باد را
از برای فائدہ این کردۂ / تو کہ خود از فائدہ در پردۂ
آنکہ از وی فائدہ زائیدہ شد / چون نبیند آنچہ ما را دیدہ شد
صد ہزاران فائدہ است و ہر یکی / صد ہزاران پیش آن یک اندکی
آن دم نطقش کہ جان جانہاست / چون بود خالی یعنی گوئی راست
آن دم نطقت کہ جزو جزوہاست / فائدہ شد کل کل خالی چراست
تو کہ جزوی کار تو با فائدہ ہست / پس چرا در طعن کل آری تو دست
گفت را گر فائدہ نبود مگو / ور بود ہل اعتراض و شکر جو
شکر حق چون طوق ہر گردن بود / بے جدل و رد و ترش کردن بود (بجنگ و ۱۲)
گر ترش رو بودنی آمد شکر و بس / ہمچو سرکہ شکر گوے نیست کس

صاف پانی ہو گیا گل میں نہاں / اور ہوئی قیدی بدن میں صاف جان
فائدہ کہیے کہ یہ حکمت تھی کیا / مرغ کو اندر قفس کے کیوں رکھا
بولے مشکل بحث اب کرتا ہے تو / بند حرفوں میں کرے معنی ہے تو
قید کرتا معنی آزاد کو / بند حرفوں میں کرے ہے باد کو
فائدے کے واسطے یہ سب کیا / تھا فائدے سے خود تو پردے میں ہا
جو کہ اس سے فائدہ پیدا ہوا / کیوں نہ دیکھے ہمیں جو ظاہر ہوا
سیکڑوں ہیں نفع اور ہر ایک کے / رو برو ہیں سیکڑوں ناچیز سے
وہ دم نطق اسکا جان جان ہے تو / ہیچ کہو معنی سے خالی کیسے ہو
تیرا نطق دم کہ جزوں کا جزو ہے اب / فائدہ ہے کل کا کل خالی ہو کب
تو ہے اک جز فائدہ اپنا کرے / طعن کل پر کیوں کرے وا اب تو دیکھے
کہنا گر بے فائدہ ہے چپ بشر / پھر اگر ہے اعتراض اب شکر کو
شکر حق جوں طوق ہر گردن ہے [سلہ] / بے ترش روئی سے ہے بے جنگ سے
گر ترش روئی کا نام اب شکر ہے / مثل سرکہ کون شکر اسکا کرے

دربیان حدیث من اراد ان یجلس مع اللہ فلیجلس مع اہل التصوف

بیان میں حدیث کے من اراد ان یجلس مع اللہ فلیجلس مع اہل التصوف [سے]

سرکہ را گر راہ یابد در جگر / گو بدو سرکنگبین شو از شکر
معنی اندر شعر جز با خبط نیست / چون فلاسنگ است آن ز ضبط نیست
آن رسول اینجا رسید و شاہ شد / و اللہ اندر قدرت اللہ شد

گر جگر میں راہ چاہے سرکہ کو / کہہ ہو اسکنگبین شکر سے تو
شعر میں ہو جائے معنی خبط ہیں / سنگ گوپھن کی طرح بے ضبط ہیں
وہ رسول اسجا پہ پہونچا شاہ ہوا / اور عاشق قدرت اللہ ہوا

سلہ شکر حق الی آخرہ یہ شعر شکر حق کا مثل طوق کے ہر گردن پر ہے بے ترش روئی سے نہ جنگ سے ہے اگر ترش روئی کا نام شکر ہے تو مثل سرکہ کے کون اسکا شکر کریگا کہ وہ اسقدر ترشی رکھتا ہے اگر جگر میں سرکہ جانا چاہتا ہے وہ شکر ہے اگر سکنجبین بنجائے یعنی اس کی معرفت جان کا تو شکر کیا ہے اسمیں بحث نہ کر اور اگر تو نہیں پہنچ نہیں سکتا ہے تو مثل شکر کے راہ اختیار کر کہ مجھکو اس درگاہ میں رسائی ہو شعر میں معنی خبط ہو جاتے ہیں اور سنگ گوپھن کے مانند نکلتے ہیں یعنی یہ راز تحریر میں خصوصًا شعر میں ادا نہیں ہو سکتا ہے تو مرشد سے اس راز کو دریافت کر کہ وہ تجکو اشارت میں بیان کر کے سمجھا دیگا اسواسطے صحبت مرشد کی بہتر ہے چنانچہ مولانا حال صحبت مرشد کا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ وہ رسول الی آخرہ شعر وہ رسول اس جگہ پہونچا بادشاہ ہوا اور اللہ کی قدرت پر عاشق ہوا یعنی راز الٰہی کا ظاہر ہوا اور وہ ایک وو پیام سے بیہوش ہوا کہ نہ رسالت نہ پیام اسکو یاد رہا مولانا ایسے حقائق بیان فرماتے ہیں کہ جان اسکی نور عرفان میں ایسی محو ہوئی جیسے ایک سیل آب دریا میں محو ہو گیا اور تیغ شمس سے ابر پارہ پارہ ہوا سیل آباد نہیں اور دریا ہو گیا اور آیا کھیت میں کشت زر ہو گیا نان جو متعلق آدمی سے ہوئی وہ مردہ تھی تو زندہ ہو گئی موم اور ہیزم جو کہ آتش میں سوختہ ہوئی ذات تیرہ اس کی روشن ہو گئی سنگ سرمہ جبکہ آنکھوں میں پڑا بینا ہو کر اس کا نگہبان ہو گیا یعنی جان عارف کی جو بسبب غفلت کے مثل سرمہ ایک سنگ سیاہ تھی مثل چشم کے اس دریائے نور میں پڑتے ہی روشن ہو گئی یا مثل ہیزم کے کہ سیاہ تھی مثل آتش جو اس نور میں پڑی ہمرنگ آتش روشن ہو گئی اس کو روشن دل ہونا کہتے ہیں واللہ اعلم ۱۲ سلہ یعنی جو کوئی چاہے کہ بیٹھے ساتھ اللہ کے اسکو چاہیے کہ بیٹھے ساتھ اہل تصوف کے ۱۲

آن رسول از خود بشد زین یک دو جام	نی رسالت یاد ماندش نی پیام	وہ ہوا بے ہوش اک دو جام سے	نے رسالت یاد نے پیغام ہے
سیل چو آمد بدریا محو گشت	مرغ پرش تیغ شمسے محو گشت	سیل آیا محو دریا ہو گیا	ابر تیغ شمسی سے ٹکڑے ہوا
سیل چون آمد بدریا بحر گشت	دانہ چون آمد بمزرع کشت گشت	میں آیا بحر میں دریا ہوا	دانہ آیا کھیت میں کھیتی بنا
چون تعلق یافت نان با بوالبشر	نان مردہ زندہ گشت و باخبر	نان متعلق جو آدم سے ہوئی	نان مردہ تھی تو زندہ ہو گئی
موم و ہیزم چون فدائی نار شد	ذات ظلمانی او انوار شد	موم و ہیزم جو کہ آتش میں جلی	ذات ظلمت اکی نورانی ہوئی
سنگ سرمہ چونکہ شد در دیدگان	سنگ بینائی شد آنجا دیدبان	سنگ سرمہ جو کہ آنکھوں میں پڑا	ہو کے بینا وان محافظ ہو گیا
اے خنک آن مرد کز خود رستہ شد	در وجود زندۂ پیوستہ شد	سلہ ہے وہ عمدہ شخص جو خودی چھٹا	جسم زندہ میں وہ بس جا کر ملا
وای آن زندہ کہ با مردہ نشست	مردہ گشت و زندگی از وی بجست	آہ وہ زندہ کہ مردوں ہی ملا	ہے یہ مردہ زندگی اس سے جدا
چون تو در قرآن حق بگریختی	با روان انبیا آمیختی	جو تو قرآن خدا دل سے پڑھے	انبیا کی روح سے جا کر ملے
ہست قرآن حالہای انبیا	ماہیان بحر پاک کبریا	ہے وہ قرآن حال جملہ انبیا	مچھلیاں ہیں بحر پاک کبریا
در بخوانی و نہ قرآن پذیر	انبیا و اولیا را دیدہ گیر	گر پڑھے اور نے عمل قرآن کا ہی	انبیا اور اولیا کو دیکھا ہے
ور پذیرائی چو برخوانی قصص	مرغ جانت تنگ آید در قفس	گر پڑھے قرآن عمل سے بیدرنگ	مرغ جان تیرا قفس میں ہو تنگ
مرغ کو اندر قفس زندانی ست	مے نجوید رستن از نادانی ست	مرغ کو اسکو قفس زندان ہے	نے رہائی ڈھونڈھے وہ نادان ہے
روحہای کز قفسہا رستہ اند	انبیا و رہبر شایستہ اند	سلہ اس قفس سے جو کہ ہیں روحیں رہا	انبیا و راولیا کی ہیں وہ لا
از برون آوازشان آید برین	کہ رہ رستن ترا اینست این	یہ انہیں باہر سے آتی ہے صدا	کہ رہائی کا یہ رستہ ہے سدا

سلہ ہے وہ عمدہ الی آخرہ ۵ شعر وہ ہے عمدہ شخص کہ جو خودی سے چھٹا اور جسم زندہ میں وہ جا کر ملا یعنی وہ عمدہ شخص ہے جس نے خود نمائی کو چھوڑا اور صحبت مرشد کو اختیار کیا افسوس کہ وہ زندہ کہ مردوں سے ملا وہ مردہ ہے اور زندگی اس سے گئی یعنی وہ طالب زندہ دل براہی کہ بسبب طمع کے ہمنشینی اہل دنیا سے مردہ دل ہوا مولانا اس کے حقائق بیان فرماتے ہیں کہ جو تو قرآن حق کو دل سے پڑھے تو روح انبیا سے جا کر ملے کیونکہ وہ قرآن میں جملہ انبیا کا حال ہے اور انبیا مچھلیاں ہیں دریائے کبریا کی اگر پڑھے اور قرآن کا عمل نہیں ہے انبیا اور اولیا کو دیکھا ہے اور اگر قرآن عمل کر کے پڑھو ہمیشہ تیری مرغ جان قفس تن میں تنگ ہووے اور جو مرغ جان کہ اس کو قفس زندان ہے اور وہ رہائی نہ ڈھونڈھے نادان ہے یعنی قرآن نا مخلوق ہے اور روح انبیا بھی نا مخلوق ہے اس واسطے حال جملہ انبیا کا یہ ہے پس جس نے قرآن پڑھا اور عمل نہ کیا تو گویا اس نے انبیا اور اولیا کو دیکھا ہے اور اثر یہ نہیں ہوا ہے اور جس نے قرآن کے احکام پر عمل کیا ہے روح اس کی قید تن میں تنگ ہے اور نکلنا چاہتی ہے چنانچہ مولانا آگے ارشاد فرماتے ہیں ۲، فافہم سلہ اس قفس الی آخرہ ۶ شعر اس قفس تن سے جو روحیں کہ رہا ہوئی ہیں وہ انبیا اور اولیا کی ہیں اور ان ارواح مقید باخبر کو باہر سے آواز دیتی ہیں کہ رہائی کا یہی راستہ ہے اور ہم بھی اس راہ سے چھوٹے ہیں اور بجز اس راہ کے قفس تن سے رہائی نہ ہو گی خود کو تو طالب بیمار کر تا کہ شہرت سے دور تر ہووے خلق میں مشہور ہونا ایک قید گراں ہے اور اس کو بند آہن سے کم نہ جان ایک حکایت لے یار و تم سنو تا کہ انتہا کچھ دریا کی یاد واضح ہو کہ جب طالب کی جان پر تو مرشد سے بیدار ہوئی ہے تو ارواح انبیا اور اولیا کی اس کو از راہ الہام و بعد ارادت سے ہدایت کرتی ہیں اور قید ہی سے نکلنے کا راز بتاتی ہیں جیسے طوطیوں نے اس طوطی مقید کو راہ بتائی کہ خود کو مردہ کر کے قفس تن سے رہا ہو پس یہاں مولانا اس پیرایہ میں طالب کو طریقہ فنا نیت کا بتاتے ہیں کہ اس طرح پہلے مرنے سے خود کو تا کہ رسائی تجھکو اس عالم میں ہو چنانچہ آگے اس کی حکایت لکھتے ہیں فافہم ۱،

ما درین رستیم زین تنگین قفس / غیر این رہ نیست چارہ این قفس
خویش را رنجور ساز و زار زار / تا ترا بیرون کنند از اشتہار
کاشتہار خلق بند محکم است / در رہ این از بند آہن کم است
یک حکایت بشنو ای زیبا رفیق / تا بدانی شرط این بحر عمیق

ہم تحمل سے ہیں چھٹے اس راہ سے / نے قفس سے چھوٹے جز اس راہ سے
آپ کو بیمار اور عاجز تو کر / تاکہ تو شہرت سے ہووی دور تر
خلق کی شہرت ہے کب قید گران / بند آہن سے نہ کم جانو یہاں
اک حکایت تم سنو یار و ذرا / تاکہ کچھ دریا کی پاؤ انتہا

قصہ بازرگان کہ بہ ہندوستان بتجارت میرفت و پیغام دادن طوطی محبوس بطوطیان ہندوستان

قصہ سوداگر کا ہندوستان کو واسطے تجارت کے جانا اور لیجانا پیغام طوطی مقید کا طرف طوطیان ہندوستان کے

بود بازرگان و او را طوطیے / در قفس محبوس زیبا طوطیے
چونکہ بازرگان سفر را ساز کرد / سوے ہندوستان شدن آغاز کرد
ہر غلام و ہر کنیزک را ز جود / گفت بہر تو چہ آرم گوی زود
ہر یکے از وی مرادے خواست کرد / جملہ را وعدہ بداد آن نیک مرد
گفت طوطی را چہ خواہی ارمغان / کارمت از خطہ ہندوستان
گفتش آن طوطی کہ آنجا طوطیان / چون ببینی کن ز حال من بیان
کہ فلان طوطی کہ مشتاق شماست / از قضائے آسمان در حبس ماست
بر شما کرد او سلام و داد خواست / وز شما چارہ و رہ ارشاد خواست
گفت می شاید کہ من در اشتیاق / جان دہم اینجا بمیرم در فراق
این روا باشد کہ من در بند سخت / گہ شما بر سبزہ گاہے بر درخت
اینچنین باشد وفاے دوستان / من درین حبس و شما در بوستان

ایک طوطی پاس ایک تاجر کے تھی / اور قفس میں بند وہ مدت سے تھی
جو سفر کا عزم تاجر نے کیا / اور سوے ہندوستاں جانے لگا
ہر غلام اور لونڈی سے وہ پوچھتا / واسطے تیرے میں لاؤں کیا بتا
ہر کسی نے اپنی عرضوں کو کہا / اسنے وعدہ سب کے لانے کا کیا
بولا طوطی سے تری خواہش ہے کیا / لاؤں ہندوستان سے کچھ بتا
بولی طوطی کہ وہاں ہیں طوطیاں / تو جو دیکھے حال میرا کر بیان
کہ تمہاری طوطی اک مشتاق ہے / اور قضا سے قید میں ہے وہ مرے
مانگتی ہے داد کہتی ہے سلام / چاہتی ہے وہ علاج اور لطف عام
چاہتی ہوں میں ترے اشتیاق / میں یہاں دوں جان با درد فراق
تمکو زیبا ہے کہ میں قیدی رہوں / تم مزے لوٹو میں مرتی رہوں
کیا یہی ہے بس وفاے دوستان / میں رہوں زندان میں تم بابوستان

خلاصہ ایک طوطی الی آخرہ ۱۱ شعر ایک طوطی ایک تاجر کے پاس تھی اور مدت سے وہ قفس میں بند تھی جبکہ تاجر نے عزم سفر کا کیا اور ہندوستان کو جانے لگا ہر ایک لونڈی غلام سے وہ پوچھتا کہ تمہارے واسطے کیا لاؤں بتاؤ ہر ایک نے اپنی خواہش کو ظاہر کیا اور اسنے وعدہ سب کے لانیکا کیا طوطی سے کہا کہ تجکو کیا تحفہ چاہتی ہے تا لاؤں ہندوستان سے میں بتا دے طوطی نے کہا کہ وہاں طوطیاں ہیں تو جو دیکھے میرا حال انسے بیان کرنا کہ ایک طوطی مشتاق تمہاری ہی اور قضا سے وہ میرے پاس قید ہے تم کو سلام کہتی ہے اور داد چاہتی ہے اور علاج ارشاد کلام چاہتی ہے اور کہا ہے کہ یہ کیا لائق ہے کہ اشتیاق سے یہاں میں جان دوں بادرد فراق اور یہ تم کو روا ہے کہ قید رہوں اور تم مزے لوٹو اور میں مرتی رہوں کیسی ہوتی ہے وفا دوستوں کی میں رہوں زندان میں اور تم بوستان میں رہو واضح ہو کہ یہاں مولانا نے مراد طوطی سے جان اور تاجر سے مراد مرشد اور ہندوستان سے مراد قدس اور طوطیوں سے مراد ارواح انبیاء و اولیاء کی ہے کہ طوطی جان طالب حق کی پیغام ان طوطیوں اور روح عالم قدس کو بھیجتی ہے کہ میرا ان کو سلام کہنا اور داد چاہتی ہوں اور ارشاد بہ اصطلاح تصوف میں ارشاد و تلقین ہو راہ سلوک پانے چنانچہ اسکا حال آگے بیان کرتے ہیں فافہم ۱۲

یاد آرید اے مہان زین مرغ زار	یک صبوحی درمیان مرغزار	یاد تم یار د کرو اس مرغ کو	صبح کو جب جام نوشی تم کرو
یاد یاران یار را میمون بود	خاصہ کان لیلی و این مجنون بود	یاد یاروں کی ہے نافع یار کو	خاص کر وہ لیلی اور مجنوں یہ ہو
اے حریفان بابت موزون خود	من قدحہا میخورم از خون خود	یار و تم ہمراہ ہو معشوق کے	میں پیوں یاں جام خوں آشام کو
یک قدح مینوش کن بر یاد من	گر ہمی خواہی کہ بدہی داد من	اک پیالہ یاد پر میری پیو	چاہتی ہوں داد اگر تم داد دو
یا بیاد این فتادہ خاک بیز	چونکہ خوردی جرعۂ بر خاک ریز	یا بیاد اس خاک بر سر کیلئے	جب پیو تو ڈالو قطرے خاک پے
اے عجب آن عہد و آن سوگند کو	وعدہ ہاے آن لب چون قند کو	اے عجب وہ عہد وہ قسمیں کہاں	وہ لب شیریں کے وعدے ہیں کہاں
در فراق بندہ از بد بندگیست	چون تو با بد بدکنی پس فرق چیست	بندہ گر بد بندگی سے ہو جدا	جو کرے تو بد بدوں سے فرق کیا
اے بدی کہ تو کنی در خشم و جنگ	بہ طرب تر از سماع نے و چنگ	وہ برائی جو کرے تو خشم سے	نغمہ ہاے چنگ سے بہتر وہ ہے
اے جفاے تو ز دولت خوب تر	و انتقام تو ز جان محبوب تر	اے جفا بہتر تری دولت سے ہے	انتقام افضل ہے تیرا جان سے
نار تو اینست نورت چون بود	ماتم این تا خود کہ سورت چون بود	ہے یہ تیری نار تو کیا کچھ ہو نور	ہے اگر یہ غم تو کیا ہو سرور
از حلاوت ہا کہ دارد جور تو	وز لطافت کس نیابد غور تو	اس مزے کو جو ترا رکھتا ہے جور	بس لطافت سے کرے کوئی نہ غور
یاد آور راز محبت ہاے ما	حق مجلسہا و صحبتہاے ما	یاد کر اب اس محبت کو مری	حق مجلس اور صحبت کو مری

لہ یاد تم یار و کرو الخ ۱۲ شعر یار و اس مرغ کو تم یاد کرو جبکہ صبح کو تم جام نوشی کرو کیونکہ یاروں کی یاد نافع ہے یار کو خاص کر کہ وہ لیلی ہو اور یہ مجنوں ہو اسے یار و تم معشوق حقیقی کے ہمراہ رہو اور میں یہاں جام خون آشام پیوں ایک پیالہ میری یاد پر بھی پیو اور داد چاہتی ہوں اگر میری داد دو یا مجھ خاک برسر کی یاد میں جب پیو تو قطرے خاک پر ڈالو اے یار و عجیب ہے وہ عہد اور وہ قسمیں کہاں ہیں اور وہ لب شیریں کے وعدے کہاں ہیں چنانچہ مولانا اب مناجات بحق ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲ لہ بندہ گر الخ ۵ شعر جبکہ بندہ بندگی سے دور ہوا تو بدوں کے ساتھ بدی کرے تو پھر فرق کیا ہے اے بری جو تو کرتا ہے از راہ غصہ کے تو وہ کیفیت وجد و حال سے بہتر ہے یعنی تیری بلا اگرچہ بظاہر زحمت ہے ولیکن واسطے عاشق کے وہ رحمت ہے کہ بعد غصہ فرد ہونے کے اس کو وہ نفع دے گی چنانچہ اہل غم کو بھی بعد انتقام کے قرب آلہی ہوگا بقول بحر العلوم بروایت محی الدین کی اے جفا تیری بہتر دولت سے ہے اور انتقام تیرا بہتر جان سے یہ نار ہے نور تیرا کیا ہوگا یہ غم ہے شادی تیری کیسی ہوگی اس مزے کو کہ جو تیرا جور رکھتا ہے کوئی بسبب لطافت کے غور نہیں کرتا ہے ۱۲ لہ یاد کر اب الخ شعر یاد کر کہ میری اس محبت سے اور حق مجلس اور صحبت سے میں ڈرتا اور رردتا ہوا کہ وہ یقین کرے اور رحم سے وہ جور کم کردے یعنی جور انکا واسطے عاشق کے رحمت ہے اور رحم ہونا عاشق کو زلت ہے میں اس کے قہر و لطف پر عاشق ہوں اے عجب عاشق میں ہوں ان اضداد کا یعنی قہر حق و لطف کہ آپس میں ضدین ہیں ان پر عاشق ہوں کہ دونوں میں نفع ہے عاشق ان دونوں کے مصدر پر ہوا یعنی ذات حق پر کیونکہ عاشق نہ ہوں کہ وہ برا نہیں کرتا ہے یعنی جو کچھ کرتا ہے بہتر کرتا ہے واللہ اس غم سے میں بستان کو بلوں اور مانند بلبل کے اس سبب سے نالہ کردں یہ عجب بلبل ہے کہ دہن کھولے ہے تا خار غم کھاے ساتھ گلستاں خوشی کے یعنی صفحات لطف کے جاؤں اور اس سے فراق میں پڑوں مانند بلبل کے نالہ واسطے مشاہدہ یار کے کردں تا قہر عین لطف میں دیکھوں اور لطف عین نور میں پاؤں از بحر العلوم یہ بلبل نہیں ہے ننگ آتشی ہے اور عشق کی ناخوشی اسکو خوشی ہے عاشق کل ہے اور خود کل آپ ہے اور عاشق اپنا ہے اور عشق کرتا ہے آپ سے واضح ہو کر ذات مقدس خود عاشق و خود معشوق ہو اور عشق بازی اپنے سے آپ کرتا ہے یعنی جب ذات مقدس نے چاہا کہ عشق بازی کروں عالم تکوین کو ایک آئینہ پیدا کیا اپنا عکس ڈالا پس وہ عکس نور محمدی تھا اس نور محمدی سے واسطے عشق بازی کے یہ سب جہان پیدا کیا کیونکہ ہر ایک اپنے عکس پر عاشق ہوتا ہے پس جو عینیت کہ صورت و عکس میں ہوتی ہے وہ خدا اور رسول میں عینیت ہے عاقلانکو یہ نکتہ کافی ہے آگے شرح فافہم ہی اللہ

نالم و ترسم که او باور کند / وز ترحم جور را کمتر کند
عاشقم بر قهر و بر لطفش بجد / ای عجب من عاشق این هر دو ضد
عشق من بر مقصد این هر دو شد / چون نباشد عشق کز وی نیست بد
واللہ ار زین خار در بستان شوم / همچو بلبل زین سبب نالان شوم
این عجب بلبل که بگشاید دهان / تا خورد او هم خار را با گلستان
این نه بلبل این نهنگ آتشی است / جمله ناخوشها ز عشق او را خوشی است
عاشق کل است و خود کل است او / عاشق خویش است و عشق خویش جو
قصه طوطی جان زین سان بود / کو کسی کو محرم مرغان بود

رو تا ڈرتا ہوں نہ وہ کرلے یقین / رحم سے وہ جور کم کردے کہیں
اسکے قہر و لطف پر عاشق ہوا / اے عجب عاشق ہوں میں اضداد کا
عاشق ان دو نکے مقصد پر ہوا / کیوں نہ ہو ان حب وہ نہیں کچھ تلبرا
واللہ اس غم سے میں بستاں کو چلوں / مثل بلبل اس سبب نالہ کروں
یہ عجب بلبل کہ کھولے ہے دہاں / تا کہ کھائے خار غم باگلستاں
نے یہ بلبل ہے نہنگ آتشی / عشق کی سب ناخوشی اسکو خوشی
عاشق کل ہے وہ خود گل آپ ہے / عاشق اپنا ہے کرے عشق آپ سے
ہے یونہی بس قصہ طوطی جاں / محرم راز طیوراں ہے کہاں

صفت اولی اجنحہ طیور عقول الٰہی

صفت صاحب بانہ طیور عقول الٰہی

کو یکی مرغ ضعیفی بی گناه / واندرون او سلیمان با سپاه
چون بنالد زار بی شکر و گله / افتد اندر هفت گردون غلغله
هر دمش صد نامه صد پیک از خدا / یا ربی زو شصت لبیک از خدا
زلت او به ز طاعت نزد حق / پیش کفرش جمله ایمانها خلق
هر دمی او را یکی معراج خاص / بر سر تاجش نهاده حق تاج خاص

وہ ہے اک مرغ ضعیف بے گناہ / اسکے اندر ہے سلیمان با سپاہ
جو وہ روئے زار بے شکر و گلہ / ہفت گردوں پر پڑے اک غلغلہ
حق سے سو نامہ پیام آئیں اسے / ساٹھ لبیک ایک یارب گر کہے
اسکی زلت نزد حق طاعت سے خوب / کفر اسکا جملہ ایمان سے ہے خوب
خاص اسکو ہر دم اک معراج ہے / تاج پر اسکے رکھے حق تاج ہے

۱؎ ہے یونہی بس الی آخرہ یہ شعر ایسے ہی قصہ طوطی جان کا ہے وہ کون ہے جو طائروں کا محرم ہو ایسی ہی حال ہے طوطی جان کا کہ اپنے ہم جنسوں سے جدا ہو کر قفس تنگ میں مقید ہے اور ہنگام بیداری قلب کے اسی طرح اپنی اصل کو یاد کرکے تڑپتی ہے بس بجز عارف کے کون اسکا محرم راز ہے چونکہ مرغان ظاہری کی زبان سلیمان علم جانتے ہیں اور عوام کی جان بسبب غفلت کے اپنی اصل کو بھولی ہوئی ہے جبکہ پرتو مرشد سے بیدار ہوتی ہے اپنی اصل کی طرف جانے کو پھڑکتی ہے چنانچہ اگلے شعر میں فرماتے ہیں کہ وہ مرغ ضعیف بے گناہ ہے اور اس کے اندر سلیمان با سپاہ ہے یعنی وہ عارف ہے بظاہر جسم ضعیف بے گناہ مگر اس کے اندر ذات مقدس بجمیع اسماء و صفات ہے اسواسطے دخل عارف کو اور ہی کچھ ہوتا ہے جبکہ وہ نالہ کرتا ہے بے شکر و گلہ ساتوں آسمان پر شور اسکا جاتا ہے اور حق کیطرف سے اسے سو نامہ و پیام آتے ہیں اور ایک بار وہ یارب کہے تو ساٹھ بار اسکو لبیک حق کہے یعنی عارف جبکہ دم یاد یارب سے نالہ و آہ کرتا ہے اور اس سوز و گداز میں رب کو پکارتا ہے تو ساٹھ بار حق اسکو لبیک کہتا ہے آئندہ شعر مصداق حال ہیں فافہم ۱۲

۲؎ اسکی زلت الخ یہ شعر اس کی ذلت نزدیک حق کے طاعت سے بہتر ہے اور کفر اس کا جملہ ایمان سے بہتر ہے اس کو ہر دم خاص ایک معراج ہے اور حق تاج پر تاج اسکے رکھتا ہے صورت اس کی خاک پر ہے اور جان اسکی لامکان میں اور لامکان وہم سالکوں سے فوق ہے یعنی عارفوں کے وہاں جان رہتی ہے اور سالکو نکا وہاں وہم نہیں پہونچتا ہے تیرے وہم میں کب لامکان آوے اور تو ہر دم اسمیں یہ خیال کرے اسکے قبضے میں مکان لامکان ہو جیسے جنت کی نہروں پر بیٹھا ہیں اہل جنا یعنی عارفوں کی صورت زمین پر اور جان لامکان میں رہتی ہے اور مکان اور لامکان انکے قبضے میں ہے جو وہ چاہتے ہیں وہ کرتے ہیں کیونکہ زلت ان کی حق کے نزدیک ان کی طاعت سے [illegible] کفر انکا اوروں کے ایمان سے بہتر ہے مت بیان کر شرح اسکی اب تاب کسکو ہے اور چپ رہ واللہ اعلم بالصواب ۱۲

صورتش بر خاک و جان در لامکان   لامکانی فوق وهم سالکان
لامکانی نے که در وهم آیدت   هر دمی در وی خیالی زایدت
بل مکان و لامکان در حکم او   همچو در حکم بهشتی چاره جو
شرح این کوتاه کن و رخ زین بتاب   دم مزن والله اعلم بالصواب

خاک پر ہے جسم و جان در لامکان   لامکان ہے فوق وہم سالکان
وہم میں کب آئے تیرے لامکان   اور خیال اسمین کہے تو ہر زمان
اسکے قبضے میں مکان و لامکان   جیسے نہروں پر محیط اہل جنان
مت بیاں کر اسکی ہے اب کسکو تاب   چپ رہے ہو واللہ اعلم بالصواب

دیدن خواجه در دشت طوطیان را و پیغام رسانیدن

دیکھنا سوداگر کا طوطیوں کو جنگل میں اور پیغام پہونچانا

باز میگردیم ازین ای دوستان   سوی مرغ و تاجر هندوستان
مرد بازرگان پذیرفت آن پیام   کو رساند سوی جنس از وی سلام
چونکه در اقصای هندستان رسید   در بیابان طوطیی چندی بدید
مرکب استانید و پس آواز داد   آن سلام و آن امانت باز داد
طوطیی زان طوطیان لرزید و پس   اوفتاد و مرد و بگسستش نفس
شد پشیمان خواجه از گفت خبر   گفت رفتم در هلاک جانور
این مگر خویش است با آن طوطیک   این مگر دو جسم بود و روح یک
این چرا کردم چرا دادم پیام   سوختم بیچاره را زین گفت خام
این زبان چون سنگ و هم آهن وش است   وانچه بجهد از زبان چون آتش است
سنگ و آهن را مزن بر هم گزاف   گه ز روی نقل و گه از روی لاف

[1] اس سے یہی کہتا ہوں پھر اے دوستان   سوئے مرغ و تاجر ہندوستان
لیکے سوداگر چلا اس کا پیام   تاکہ ہمجنسوں کو پہونچا دے سلام
وہ ہوا جب داخل ہندوستان   دیکھیں اک صحرا کے اندر طوطیان
گھوڑا ٹھہرایا و پس آواز دی   وہ سلام اور وہ امانت دی تبھی
ایک طوطی طوطیوں سے کانپ کے   مر گئی اور گر پڑی بس خاک پہ
تاجر اس کہنے سے بس نادم ہوا   بولا کیوں میں نے ہلاک اسکو کیا
[2] دوست اس طوطی کی تھی شاید یہ بس   یہ مگر دو جسم تھی اور یک نفس
کس لئے میں نے کہا اس سے سلام   کیوں جلایا میں نے اسکو کہکے خام
یہ زبان مانند سنگ آہن کے ہے   اس سے نکلے جو ہے مانند آگ کے
پتھر اور لوہے کو آپس میں نہ مل   نقل اور شیخی سے مت کر یہ عمل

[1] اس سے الی آخرہ ۶ شعر اے دوستوں پھر تاہوں طرف مرغ اور تاجر ہندوستان کے سوداگر اس کا پیام لے کر چلا تاکہ اس کے ہم جنسوں کو سلام پہونچائے ایک دم وہ داخل ہندوستان ہوا ایک صحرا میں اس نے طوطیوں کو دیکھا گھوڑا ٹھہرایا اور آواز دی اور سلام اور امانت اس کی پہونچائی ایک طوطی ان طوطیان سے کانپ کر مر گئی اور خاک پر گر پڑی تاجر اس پیام کہنے سے نادم ہوا اور دل میں کہا کہ میں نے کیوں اس کو ہلاک کیا ۱۲

[2] دوست اس طوطی الخ ۹ شعر یہ شاید اس طوطی کی دوست تھی اور شاید ایک روح اور دو جسم تھی کس لئے میں نے اس سے یہ پیام کہا اور کیوں میں نے اسکو یہ بات کہہ کر جلایا مولانا اسکے حقائق آگے لکھتے ہیں کہ یہ زبان مثل سنگ آہن کے ہے اور جو اس سے پیدا ہو مانند آتش کے ہے یعنے اسرار توحید بیان کرنے سے لوگ گمراہ ہوتے ہیں حنیض تو سنگ و آہن جھوٹ سے مت مار اور ہنسی سے اور نہ شیخی سے مار کیوں کہ ہر جا تاریکی و روئی ہے یعنی روئی ہیں کیوں کہ آتش ہے یعنے توحید خالی سے غافلین تیرہ دل ہوتے ہیں جیسے آتش سے روئی وہ تو ظالم ہے کہ آنکھیں بند کیں ایک عالم کو خال سے زیر و زبر کرتے ہیں یعنی پیران ریاکار کہ قال بیان کر کے جہان کو تباہ کرتے ہیں ایک سخن عالم کو ویران کرتا ہے اور روباہ کو خیر غران کرتا ہے یعنی توحید کی ایک بات غافلوں کو تباہ کرتی ہے اور روباہ طالب طریقت کو خیر کرتی ہے یعنی عارف کرتی ہے جانین کیسے دم میں اپنی اصل میں اکدم میں زخم اور اکیدم میں مرہم بنتی ہیں اور اگر سبکی جانوں سے پردہ اٹھ جائے تو کہے کہ ہر جان مثل عیسیٰ کے ہے یعنی ہر ایک جان عیسیٰ دم ہے اپنی اصل میں اگر پردہ اٹھے یعنی عارف ہوئے تو کہے کہ سب جانین عیسیٰ دم ہیں کہ جب سخن توحید اسکا

[illegible]

زانکہ تاریکیست و ہر سو پنبہ زار	در میان پنبہ چون باشد شرار	کیونکہ تاریکی ہی ہر جا روئی ہے	روئی میں کیونکر شرر آگر ہیں
ظالم آن قومے کہ چشمان دوختند	زان سخنہا عالمی را سوختند	قوم وہ ظالم کہ آنکھیں بند کر	قال سے عالم کریں زیر و زبر
عالمی را یک سخن ویران کند	روبہان مردہ را شیران کند	اک سخن عالم کو ویران کرتا ہے	لومڑی کو شیر غران کرتا ہے
جانہا در اصل خود عیسی دم اند	یکزمان زخم اند و دیگر مرہم اند	عیسی دم جانیں ہیں اپنی اصل میں	زخم اکدم اکدم مرہم ہیں
گر حجاب از جانہا برخاستے	گفت ہر جانے مسیح آساستے	مردہ جانوں سے اگر سبکے اٹھے	مثل عیسی گویا پھر ہر جان ہے
گر سخن خواہی کہ گوئی چون شکر	صبر کن از حرص و این حلوا مخور	گر تو چاہے بات میری ہو شکر	حرص کا حلوا نہ کھا اور صبر کر
صبر باشد مشتہاے زیرکان	ہست حلوا آرزوی کودکان	صبر ہے بس اشتہاے عاقلان	ہے یہ حلوا آرزوے کودکان
ہر کہ صبر آورد گردون بر رود	ہر کہ حلوا خورد واپس تر شود	صبر جو کرے تو گردوں پر چڑھے	جو کہ حلوا کھاے وہ واپس پھرے
صاحب دل را ندارد آن زیان	گر خورد او زہر قاتل را عیان	اہل دل کو وہ نہیں کرتا زیان	زہر قاتل وہ اگر کھالے عیان
زانکہ صحت یافت و از پرہیز رست	طالب مسکین میان تب درست	جب ہوئی صحت چھٹا پرہیز سے	طالب مسکین تو بس بیمار ہے

تفسیر قول شیخ فریدالدین عطار قدس سرہ

صاحب نفسی اے غافل میان خاک
خون مے خور کہ صاحب دل اگر زہر خورد
آن انگبین باشد

تفسیر کلام شیخ فریدالدین عطار قدس سرہ

صاحب نفس ہے غافل تو اندر خاک کے
خون کھا کہ صاحب دل جو کھائے زہر
پس وہ شہد بنجائے

گفت پیغمبر کہ اے طالب جری	ہان مکن با ہیچ مطلوبے مری	کہتے ہیں پیغمبر اے طالب جری	ہاں نہ کر مطلوب سے تو ہمسری

له گر تو چاہے الی آخرہ ۳ شعر گر تو چاہتا ہے کہ بات تیری شیریں ہو صبر کر اور حرص کا حلوا مت کھا کیونکہ صبر سے اشتہا عاقلوں کی ہوتی ہے اور یہ حلوا مرغوب لڑکوں کو ہے جو صبر کرے آسمان پر چڑھے جو یہ حلوا کھاے واپس پھرے یعنی توحید کی باتوں سے صبر کر اور مت کہہ اور اس دنیا کو چھوڑ دے کہ اشتہا طلب میں تجھکو زیادہ ہو اور اس سے تجھکو آسمان تک رسائی ہو اور اگر حرص کریگا رجعت میں پڑیگا کہ حال رجعت کا اوپر لکھ آیا ہوں فافہم له اہل دل کو الی آخرہ ۲ شعر اہل دلکو زہر قاتل زیان نہیں کرتا اگرچہ وہ بظاہر کھائے جبکہ پرہیز سے چھوٹا صحت پائی اور طالب مسکین تو بس بیمار ہے یعنی اہل دل جبکہ کمال کو پہونچا اور وصال ہوگیا تو اسکو راز توحید و رموز عوارف بیان کرنا نقصان نہیں دیتا ہے کیونکہ اسنے صحت پائی ہے اور پرہیز جاتا رہا ہے اور طالب بیمار ہے اسکو بموجب شریعت و طریقت کے پرہیز کرنا چاہئیے حضرت نے فرمایا کہ اے طالب جبری تو مطلوب سے ہمسری مت کر یعنی مرید کو نہ چاہئیے کہ پیر کی برابری کرے کسواسطے کہ تونے نفس کشی کی ہے وہ جو کام کرتا ہے خواہش الہی سے کرتا ہے نہ خواہش نفس سے اور یہ عبادت ظاہری تا مقام فنائیت ہے جبکہ اسکو مقام فنا و بقا حاصل ہوا اور دوئی نظروں سے گئی درمحویت کئی حاجت عبادت ظاہری بموجب آیہ کریمہ واعبد ربک حتی یاتیک الیقین یعنی عبادت کرو تم جبتک ہو وے تمکو یقین پس یقین کے معنی فنائیت کے ہیں اور علماے ظاہر اسکے معنی موت کے لیتے ہیں پس کلام مولانا سے فنائیت ثابت ہے نہ موت ظاہری چنانچہ پیر کامل کی مثال میں مولانا آگے ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲

در تو نمرودی ست آتش در مرو	رفت خواہی اول ابراہیم شو	آگ میں نمرود ہو کر مت گرو	جانا چاہو پہلے ابراہیم ہو
چون نۂ سباح سنے دریائی	در میفگن خویش از خود رائی	تو نہیں تیراک دلے آبی ہی پھر	آپسے دریا میں تو ہرگز نہ گر
او ز قعر بحر گوہر آورد	از زیانہا سود بر سر آورد	تہ سے دریا کے وہ گوہر لائی ہر	اور اٹھائے فائدہ نقصان سے
کاملے گر خاک گیرد زر شود	ناقص از زر برد خاکستر شود	خاک کامل لیوے گر تو زر بنے	زر کو ناقص لیوے خاکستر بنے
چون قبول حق بود آن مرد راست	دست او در کارہا دست خداست	مرد ہو وہ جو قبول حق ہوا	کام میں دست اسکا ہی دست خدا
دست ناقص دست شیطان ست و دیو	زانکہ اندر دام تکلیف ست و ریو	دست ناقص دست شیطانکا ہو	کیونکہ دام مکر میں وہ ہی پھنسا
جہل آید پیش او دانش شود	جہل شد علمی کہ در ناقص رود	جہل آئے اسمیں تو دانش بنے	علم ناقص میں جو آئے جہل ہے
ہرچہ گیرد علتے علت شود	کفر گیرد کاملے ملت شود	علتی جو لیوے وہ علت بنے	کفر کامل لیوے وہ ملت بنے
ہمسری کردہ پیادہ با سوار	سر نخواہی برد اکنون پایدار	ہمسری پیادہ کرے اسوار کی	کب بچے ہشیار رہنا چاہیے

تعظیم کردن ساحران موسیٰ علیہ السلام را کہ اول تو بیفکن عصا ازدست

تعظیم کرنا ساحروں کا موسیٰ علیہ السلام کو کہ اول تم ڈالو عصا

ساحران در عہد فرعون لعین	چون مری کردند با موسیٰ بکین	جادوگر تھے عہد میں فرعون کے	ہمسری موسیٰ سے بس وہ کرتے تھے
لیک موسیٰ را مقدم داشتند	ساحران او را مکرم داشتند	لیک موسیٰ کو مقدم رکھتے تھے	جادوگران کو مکرم رکھتے تھے

ف ۱ آگ میں الی آخرہ ۹ شعر اے طالب بیان توحید و لذات نفسانیہ مثل آتش کے ہے پس تم آتش میں مثل نمرود کے مت گرو اگر جانا چاہتے ہو تو پہلے مثل ابراہیم کے ہو جاؤ تو تیراک یعنی پانی کا رہنے والا نہیں ہے پھر تو آپ سے دریا میں مت گرے اور تیراک تہ دریا سے گوہر لاتا ہے اور فائدہ نقصان سے اٹھاتا ہے یعنی کامل بیان توحید شرع کے خلاف فعلوں میں نفع پاتا ہے اگر کامل خاک لیوے تو زر بنے اور ناقص اگر زر لیوے تو خاکستر ہے وہ مرد ہے جو قبول حق ہوا اور کام میں دست اس کا ہے اور دست خدا دست ناقص اسکا شیطان ہے کیونکہ مکر کے دام میں وہ پھنسا ہے جہل کامل میں آئے تو دانش بنے اور جو علم ناقص میں آئے جہل ہے علتی اگر کوئی شے لیوے وہ علت بنے اور اگر کفر کامل لیوے ملت بنے اگر سوار سے پیادہ ہمسری کرے وہ کب بچے ہوشیار ہونا چاہیے یعنی مرشد سوار ہے اور طالب پیادہ ہے جبکہ پیادہ سوار کی برابری کریگا تباہ و خراب ہو جائیگا پس طالب کو چاہیے کہ جو پیر کہے وہ کرے اور جو پیر کرے وہ کام نہ کرے بقول خواجہ حافظ شیرازی سہ ؎ بمی سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید ۔ کہ سالک بیخبر نبود زراہ و رسم منزلہا ۔ یعنی اگر مرشد کہے اے طالب شراب عشق سے سجادہ وجود کو رنگین کرے کہ سالک نفع و نقصان منزلوں سے بیخبر نہیں ہے فہم من فہم ۱۲ ف ۲ جادوگر الی آخرہ کے شعر جادوگر عہد فرعون میں تھے ہمسری موسیٰ سے وہ کرتے تھے لیکن موسیٰ علیہ السلام کو مقدم رکھتے تھے اسواسطے ساحر کہتے کہ تم اہل حکم ہو اگر تم چاہتے ہو عصا پہلے زمین پر ڈالو موسیٰ علیہ السلام نے کہا نہیں اے جادوگر جو تمھارے مکر ہیں یہاں پر رکھو اس قدر تعظیم دین کرنے سے وہ بچے اور ہمسری کرنے سے دست و پا ان کے کٹے کھانا اور کہنا کاملوں کو حلال ہے تو کامل نہیں ہے مت کھا اور مت حال بیان کر یعنی مرشد کی تو تعظیم کر برابری نہ کر کہ ان کو لذائذ دنیا کا کھانا اور توحید بیان کرنا حلال ہے ورنہ تو مثل ساحروں کے آفت میں آئے یہ کھا لے کر گونگا ہووے اور اس سے بیان نہ ہووے بولنے کے واسطے سننا اول چاہیے کان کی راہ سے زبان کو آنا چاہیے یعنی جیسے بچہ اول پیدا ہوا اگرچہ اول سنتا ہے اور بعدہ باتیں کرتا ہے اور جو بچہ کہ مادر زاد بہرا ہوتا ہے وہ ہمیشہ گونگا رہتا ہے کیونکہ وہ بسبب نہ سننے کے باتیں نہیں کرتا ہے اسی طور طالب کو چاہیے کہ اول حضوری مرشد میں باتیں سنے اور بعد حصول مراد کے باتیں کرے کہ مفید ہو چنانچہ کسی استاد نے خوب فرمایا ہے ؎ حق کا سننا سمجھا ہر اک کی جان نہیں ۔ زبان کے کان نہیں کان کے زبان نہیں ۔ پس مولانا نطق اصلی آگے

زانکہ گفتندش کہ فرمان آن تست | گر تو میخواہی عصا افگن نخست
اسلئے کہتے تم اہل حکم ہو | پہلے تم اپنے عصا کو ڈال دو

گفت نہ اول شما اے ساحران | افگنید آن مکرہا را درمیان
بولے نہ تم پہلے اے جادوگرو | جو تمہارے مکر ہیں یاں پر کرو

اینقدر تعظیم دین شان را خرید | وز مری آن دست و پاہاشان برید
اس قدر تعظیم دین سے وہ بچے | ہمسری سے دست و پا انکے کٹے

ساحران چون قدر او دانستند | دست و پا در جرم او در باختند
ساحروں نے قدر جانی انکی نے | دست و پا اس جرم میں انکے کٹے

لقمہ و نکتہ است کامل را حلال | تو نہ کامل مخور می باش لال
کھانا کہنا کاملوں کو ہے حلال | تو نہ کامل ہے نہ کھا اور کہ نہ حال

تو چو گوشی او زبان نے جنس تو | گوش ہا را حق بفرمود انصتوا
تو ہے کان اور وہ زبان نے جنس تو | گوش کو فرمایا حق نے انصتوا

کودک اول چون بزاید شیرنوش | مدتے خاموش بود او جملہ گوش
پہلے بچہ پیدا ہووے شیرنوش | ایک مدت چپ ہے اور کل ہے گوش

مدتے می بایدش لب دوختن | از سخن گویان سخن آموختن
ایک مدت بند لب کو وہ رکھے | بات سیکھے بات جو کوئی کرے

تا نیاموزد نگوید صد یکے | ور بگوید حشو گوید بے شکے
جب تلک سیکھے نہ اک سو سے کہے | اور کہے تو پوچ و لایعنی بکے

ور نباشد گوش تے تے میکند | خویشتن را گنگ گیتی میکند
گر نہ ہووین کان وہ تے تے کرے | آپ کو وہ گونگا اور بہرا رکھے

کر اصلی کش نبود آغاز گوش | لال باشد کے کند در نطق جوش
بہرے اصلی کے نہوں پہلے سے کان | گونگا ہووے اور نہو اس سے بیان

زانکہ اول سمع باشد نطق را | سوے منطق از رہ سمع اندر آ
بولنے کو سننا اول چاہیئے | کان کی رہ سے زبان کو آ ہے

ادخلوا الابیات من ابوابہا | واطلبوا الارزاق من اسبابہا
گھر میں داخل اسکے دروازہ سے ہو[1] | ڈھونڈھ لو اسباب سے تم رزق کو

نطق کان موقوف راہ سمع نیست | جز کہ نطق خالق بے طمع نیست
نطق جو وہ کان کی رہ سے نہیں | وہ سوائے نطق حق کی ہے نہیں

مبدع ست او تابع اوستاد نے | مسند جملہ ور ا اسناد نے
وہ ہے مبدع اسکا ہو استاد کیا | وہ ہے مسند چاہیے وہ اسناد کیا

باقیان ہم در حرف ہم در مقال | تابع استاد و محتاج مثال
اور باقی سب حرف و قال میں | تابع استاد اور تشبیہ میں

زین سخن گر نیستی بیگانہ | دلق و اشکے گیر در ویرانہ
اس سخن سے گر تو بیگانہ نہیں | دشت میں رہ اوڑھ کملی ہو حزین

زانکہ آدم زین عتاب از اشک رست | اشک تر باشد دم توبہ پرست
کیونکہ آدم پاک رونے سے ہوے | وقت توبہ اشک جاری چاہیئے

[1] گھر میں داخل الی آخرہ ۵ شعر داخل ہو تم گھروں میں دروازوں سے اور طلب کرو تم رزق کو اسبابونسے جو نطق کہ کان کے راستہ سے نہیں ہے وہ سوا نطق حق کے نہیں ہے یعنی انسان اول کلام سنتا ہے اور یا لکھا دیتا ہے تب بیان کرتا ہے اور جو کلام کہ نہ سنے اور نہ دیکھے اور بیان کرے وہ کلام الٰہی ہے کہ جسکو علم لدنی کہتے ہیں انبیا از راہ وحی و اولیا براہ الہام بے سنے و دیکھے گوش و چشم کے بیان کرتے ہیں پس وہ مبدع ہیں اور تابع استاد کے نہیں یعنی انبیاء و اولیا مبدع یعنی پیدا کرنیوالے ہیں مسند یعنی سند کرنیوالے ہیں کیونکہ انبیا امی ہوتے ہیں وہ منجانب اللہ تمام علوم بیان فرماتے ہیں پس بجز انبیاء و اولیا کے دوسرے کو بے حصول بیان کرنا نہ چاہیئے جیسے کہ پیران ریاکار قال بیان کرتے ہیں پس باقی سب حرف و قال میں تابع اسناد و محتاج مثال کے ہیں اگر تو اس سخن سے بیگانہ نہیں ہے صحرا میں تو کمبل اوڑھ اور گریہ کر یعنی اگر تو میرے اس کلام کا معتقد ہے تو غربت اختیار کر و نالہ و زاری کر کہ لطف حق سے تو بھی عارف ہو چنانچہ مولانا اس عجز کا حال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [2] کیونکہ الی آخرہ ۴ شعر کیونکہ آدم علیہ السلام رونیسے پاک ہوئے پس وقت توبہ کے نالہ کرنا چاہیئے آدم علیہ السلام آئے زمین پر رونے کو تا کہ گریہ اور نالان اور غمگین ہووے آدم علیہ السلام آسمان سے اور جنت سے آخر آئے معذرت کرنے کو اگر تو آدم کی نسل و صلب سے ہے طلب میں تو بھی ان کے طور پہ عذر کر تو آتش دل و اشک سے تا باغ تازہ شمس و ابر وسے رہے تو کیا جلنے ذوق آب چشم کو عاشق نان کا نسل ندیدون کے ہے تو یعنی باغ آتش شمس و آب ابر سے تر و تازہ ہوتا ہے تو بھی اپنی جان کو آتش دل و آب دیدہ سے تر و تازہ کر یعنی درگاہ باری میں تو گریہ کر کہ مثل آدم علیہ السلام کے تجھپر بعد توبہ کے راز باطن منکشف ہو فافہم ۱۲

پھر گریہ آدم آمد بر زمین	تا بود گریان و نالان و حزین	آدم آئے اس زمین پر گریہ کو	تاکہ گریاں نالہ کن غمگین ہو
آدم از فردوس و از بالائے ہفت	پای ماچان از برائے عذر رفت	آسمان سے آدم اور فردوس سے	آئے آخر معذرت کیواسطے
گر ز پشت آدمی وز صلب او	در طلب می باش ہم در طلب او	بنتا ہے تو نسل آدم سے اگر	اسکا طالب ہو تو اپنے طور پر
ز آتش دل آب دیدہ نقل ساز	بوستان از ابر و خورشید ست تاز	نقل کر تو دل کی آگ اور اشک سے	باغ ابر و شمس سے تازہ رہے
تو چہ دانی ذوق آب دیدگان	عاشق نانی تو چون نادیدگان	جانے تو کیا ذوق آب چشم کو	عاشق نان مثل نادیدہ ہے تو
گر تو این انبان ز نان خالی کنی	پر ز گوہر ہائے اجلالی کنی	گر شکم خالی کرے تو نان سے	گوہر روشن بھرے عرفان سے
طفل جان از شیر شیطان باز کن	بعد از آنش با ملک انباز کن	طفل جان کو شیر شیطان سے بچا	پھر ملائک کا شریک اسکو بنا
تا تو تاریک و ملول و تیرۂ	دانکہ با دیو لعین ہمشیرۂ	تیرہ دل جبتک تو اور دلگیر ہے	جان تو ملعون کا ہمشیر ہے
لقمۂ کان نور افزود و کمال	آن بود آوردہ از کسب حلال	جو غذا افزون کرے نور و کمال	وہ ہے پیدا رزق با کسب حلال
روغنے کاید چراغ ما کشد	آب خوانش چون چراغی را کشد	جو چراغ اس تیل سے ٹھنڈا ہوئے	جانو پانی ہے چراغ اس سے بڑھا
علم و حکمت زاید از لقمہ حلال	عشق و رقت زاید از لقمہ حلال	علم و حکمت دیتا ہے قوت حلال	عشق و رقت دیتا ہے قوت حلال
چون ز لقمہ تو حسد بینی و دام	جہل و غفلت زاید آن را دان حرام	جو تو کھائے جس سے حسد دیکھے مدام	جہل و غفلت جس سے ہو وہ ہے حرام
ہیچ گندم کاری و جو بر دہد	دیدۂ اسپے کہ کرہ خر دہد	بوئے گندم سے اگا ہے جو کبھی	دیکھا خر کو پیدا گھوڑے سے کبھی
لقمہ تخم ست و برش اندیشہا	لقمہ بحر و گوہرش اندیشہا	تخم لقمہ اور ذکر اس کا ثمر	بحر لقمہ اور فکر اس کا گہر
زاید از لقمہ حلال اندر دہان	میل خدمت عزم رفتن آن جہان	پیدا ہو لقمہ حلالی سے بجان	خواہش خدمت سیر آن جہان
زاید از لقمہ حلال اے مہ حضور	در دل پاک تو و در دیدہ نور	پیدا ہو لقمہ حلالی سے حضور	دلمیں پاکی اور آنکھوں میں ہو نور

ف گر شکم الی آخرہ، شکم کو نان سے خالی کرے تو گوہر روشن عرفان کے اس میں بھرے یعنی علاوہ گریہ کے تقلیل غذا کر کہ عرفان پیدا ہو یہ غذا تابع ہے عرفان کے طفل جان کو شیطان کے شیر سے بچا پھر ملایک کے شریک جان کو کر یعنی یہ غذا شیطان کا شیر ہے اسکو سکھا کہ جبتک اس سے تو تیرہ دل و دلگیر ہے اور جان اس ملعون کی ہمشیر ہے یعنی تو شیطان کی رضا پر چلا تو اس کا برادر رضاعی ہے اور جو غذا کہ نور و کمال زیادہ کرتے ہیں وہ رزق پیدا کسب حلال سے ہے اور جو چراغ کہ اس روغن سے گل ہو وے وہ روغن نہیں ہے بلکہ آب ہے کہ چراغ اس سے گل ہوتا ہے یعنی جس غذا سے کہ دل افسردہ و مردہ ہو وہ غذا مشکوک و حرام ہے اور جس سے دل زندہ و بیدار ہو وہ قوت حلال ہے کیونکہ قوت حلال علم و حکمت دیتا ہے اور عشق و نالہ دیتا ہے اور جس غذا سے کہ ہمیشہ جہل و غفلت پیدا ہوئی دیکھے تو جان لے کہ وہ حرام ہے یعنی مولانا امتحان قوت حلال و حرام کا یہاں بیان فرماتے ہیں کہ طالب کو اس امر کی شناخت ضرور ہے چنانچہ اس کی مثال آگے بیان فرماتے ہیں ۱۲ سے بوی گندم الی آخرہ ۵ شعر گندم کے بونے سے جو اگا ہے اور کبھی اسپ سے گدھے کا بچہ پیدا ہوا ہے لقمہ تخم اور فکر اس کا ثمر ہے لقمہ بحر اور فکر اس کا گوہر ہے یعنی غذا سے فکر پیدا ہوتی ہے اور اگر غذا پاک ہے تو فکر بھی پاک پیدا ہوتی ہے اور اگر غذا حرام ہے فکر بد تر پیدا ہوتی ہے لقمہ حلال سے پیدا ہو جان میں خواہش اطاعت کی اور سیر اس جہان کی اور لقمہ حلال سے حضوری پیدا ہوا اور دل میں پاکی اور نور آنکھوں میں پیدا ہو یعنی طالب کو راہ سلوک میں ضرور ہے کہ اکل حلال اور درستی مقال اختیار کرے کہ ہر دم دل کو ترقی ہو اور نور معرفت روز بروز زیادہ ہو اور غفلت دور ہو اور حضوری زیادہ ہو پس یہ بات بے انتہا و بے نشان ہے تو تاجر و طوطی کی بحث بیان کر واللہ اعلم ۱۲

این سخن پایان ندارد ای کیا	بحث بازرگان وطوطی کن بیا	بات یہ بے انتہا ہے بے نشان	کر تو بحث تاجر و طوطی بیان

باز گفتن بازرگان با طوطی آنچه در هندوستان دیده بود

پھر سوداگر کا طوطی کو جو ہندوستان میں دیکھا تھا کہنا

کرد بازرگان تجارت را تمام / باز آمد سوی منزل شادکام
ہر غلامی را بیاورد ارمغان / ہر کنیزک را ببخشید او نشان
گفت طوطی ارمغان بندہ کو / آنچہ دیدی وانچہ گفتی باز گو
گفت نی من خود پشیمانم از ان / دست خود خایان و انگشتان گزان
کز چرا پیغام خامی از گزاف / بردم از بی دانشی و از نشاف
گفت ای خواجہ پشیمانی ز چیست / چیست آن کین خشم و غم را مقتضی ست
گفت گفتم آن شکایت ہای تو / با گروہ طوطیان ہمتای تو
آن یکی طوطی ز دردت بوی برد / زہرہ اش بدرید و لرزید و بمرد
من پشیمان گشتم این گفتن چہ بود / لیک چون گفتم پشیمانی چہ سود
نکتہ کان جست ناگہ از زبان / ہمچو تیری دان کہ جست آن از کمان
وا نگردد از رہ آن تیر ای پسر / بند باید کرد سیلی را ز سر
چون گذشت از سر جہانی را گرفت / گر جہان ویران کند نبود شگفت
فعل را در غیب اثرہا زادنیست / وان موالیدش بحکم خلق نیست
بی شریکی جملہ مخلوق خداست / آن موالید ار چہ نسبت شان بماست

جبکہ[1] تاجر نے تجارت کی تمام / لوٹا اپنے گھر کو وہ پھر شادکام
ہر غلام اپنے کو تحفہ بس دیا / اور ہر لونڈی کو بخشا جو کہا
بولی طوطی میرا تحفہ ہے کہاں / جو کہ دیکھا اور کہا ہو کر بیان
بولا از حد میں پشیمان اس سے ہوں / ہاتھ اپنا چاہتا ہوں کیا کہوں
کس لئے پیغام بیہودہ ترا / بیوقوفی سے میں اس تک لے گیا
بولی اے خواجہ یہ پریشانی ہے کیوں / یہ غم و رنج و پشیمانی ہے کیوں
بولا تیری اس شکایت کو کہا / اس گروہ طوطیان سے برملا
ایک طوطی درد تیرا سنتے ہی / دل پھٹا اسکا دکانپی مر گئی
ہوں پشیمان کس لئے میں نے کہا / پر کہا جب تو پشیمانی ہے کیا
بھید[2] کہ نکلے زبان سے ناگہاں / ہے کمان کا تیر پھر وہ بے گمان
چھوٹ کر کب تیر واپس آسکے / رہ کو بند اول سے کرنا چاہیے
سر سے گذرا تو جہان گھیرے وہ سب / گر جہان ویران کرے تو کیا عجب
غیب میں پیدا اثر ہیں فعل کے / اور اثر اسکا نہ حکم خلق سے
بے شریک اب سب ہیں مخلوق خدا / اس اثر کی ہم سے پھر نسبت ہے کیا

[1] جبکہ تاجر نے الی آخرہ ۹ شعر جبکہ تاجر نے اپنی تجارت تمام کی اور اپنے گھر کو شاد ہو کر لوٹا ہر اک غلام کو اپنے تحفہ دیا اور ہر لونڈی کو جو کہا تھا عطا کیا طوطی نے کہا میرا تحفہ کہاں ہے جو کہ دیکھا اور کہا ہو بیان کر تاجر نے کہا میں اس سے پشیمان ہوں ہاتھ اپنا چاہتا ہوں کیا کہوں پیغام بیہودہ کس لئے کہا کہ اے سوداگر تو پشیمان کس لئے ہے اور غم سے پریشان کیوں ہے تاجر نے کہا تیری اس شکایت کو اس گروہ طوطیوں سے کہا ایک طوطی تھی کہ درد تیرا سنتے ہی دل اسکا پھٹا اور کانپی اور مر گئی میں پشیمان ہوں کہ کس لئے میں نے کہا لیکن جبکہ کہا تو پھر پشیمانی سے کیا ہوتا ہے مولانا اسکے حقائق آگے فرماتے ہیں ۱۲ [2] بھید الی آخرہ ۵ شعر جو بھید کہ زبان سے ناگہاں نکلے مثل تیر کے ہے کہ کمان سے نکلے یعنی جو نکتہ کہ دفعۃً زبان سے نکلے مثل تیر دل کے پار ہوتا ہے تیر چھوٹا پھر واپس نہیں پھرتا ہے سیل کو اول سے بند کرنا چاہیئے جبکہ سر سے سیل گذرا تو جہان کو گھیرا اگر جہان کو وہ ویران کرے تو کیا تعجب ہے یعنی سیل کلام کا اول تدارک کرنا چاہیئے جب کہ منھ سے نکلا تدارک اس کا مشکل ہے چنانچہ اعتراض اس کے مولانا بیان فرماتے ہیں کہ فعل کے اثر غیب میں پیدا ہیں اور اس کا اثر خلق کے حکم سے باہر ہے جب کہ بے شریک سب مخلوق خدا ہے اس اثر کی پھر ہم سے کیا نسبت ہے یعنی بے شرکت سبب مخلوق کو خدا نے پیدا کیا ہے پس فعل کی نسبت ہماری طرف کس واسطے ہے پھر ہم کو پشیمان نہ ہونا چاہیئے چنانچہ اس کا جواب مثال میں مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

زید پرّاند تیرے سوے عمرو — عمرو را بگرفت تیرش ہمچو نمر
مدتے سالے ہمے زائید درد — دردہا را آفریند حق نہ مرد
عمرو دائم ماند در درد وجل — دردہا می زاید آنجا تا اجل
زان موالیدش چون مرد او — زید را از اول سبب قتال گو
این وجعہا را بدو منسوب دار — گرچہ ہست آن جملہ صنع کردگار
ہمچنیں کسب و دم و دام و جماع — آن موالید ست حق را استطاع
بستہ درہا موالید از سبب — چون پشیمان شد ولی از دست رب
اولیا راہست قدرت از الٰہ — تیر جستہ باز آرندش ز راہ
گفتہ ناگفتہ کند از فتح باب — تا از آن نے سیخ سوزد نے کباب
از ہمہ دلہا کہ آن نکتہ شنید — آن سخن را کرد محو و ناپدید
گرت برہان باید و حجت مہا — باز خوان من آیۃ او ننسہا
آیۂ انسوکم ذکری بخوان — قوت نسیان نہادن شان بدان

تیر مارا زید نے جو عمرو کو — وہ لگا چیتے کی صورت عمرو کو
درد پیدا اس سے اک مدت ہی — درد پیدا حق سے ہونے مرد سے
عمر میں اک درد وہ پیدا کرے — درد اس کا تا اجل باقی رہے
اس اثر کے درد سے جب وہ مرے — زید تو قاتل سبب اول میں ہی
درد کو پھر زید سے نسبت کرو — گرچہ جملہ صنعت حق سے ہی ہو وہ
اسطرح کسب و جماع و مکر و غرور — وہ اثر ہے تابع خالق کا ضرور
وہ اثر کی بند سببوں سے کری — کیوں پشیمان دست رب سے ہو ولی
اولیا قدرت رکھے اللہ سے — تیر چھوٹا پھیرتا ہے راہ سے
قول کو بے قول ہمت سے کرے — تاکباب و سیخ نے اس سے جلے
سب دلوں سے جو کہ وہ باتیں سنے — ناپدید اور محو وہ باتیں کرے
حجت و برہان اگر ہے چاہتا — پڑھ لے اس آیت کو تو او ننسہا
آیۂ انسوکم ذکری پڑھو — جانو رکھے قوت نسیان کو

سلہ تیر مارا الی آخرہ ۶ **شعر** جو زید نے تیر مارا عمرو کو اور تیر عمرو کے جا کر لگا اور ایک مدت درد اس سے پیدا رہے پس وہ درد پیدا حق سے ہے نہ زید سے عمر میں وہ ایک درد پیدا کرے اور درد اس جگہ تا اجل باقی رہے جبکہ اس درد کے اثر سے مرے تو زید قاتل اول سبب میں ہے پھر درد کو زید کی طرف نسبت کرو اور وہ جملہ صفت حق سے ہے اس طرح کسب اور جماع اور مکر اور غرور وہ اثر حق کا مطیع ہے یعنی ہر فعل کہ بندہ کے کسب سے ہے حق کا مطیع اور مخلوق ہے اور اس فعل کا بھی مخلوق حق کا ہے لیکن اس کی نسبت ہمارے ذمہ ہے کس واسطے کہ وہ فعل ہمارے کسب سے ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ نیکی کے کام کو خالق کیطرف منسوب کرنا چاہیئے اور بدی کے کام کو اپنی طرف اس لئے پشیمانی اس کی ہم کو ہے اور جزا و سزا بھی ہم کو ملے گی مگر اولیائے کرام فعل کی پشمانی سے پاک ہیں چنانچہ مولانا اس کا حال آگے لکھتے ہیں فافہم ۱۲ **سلہ** راہ اثر کی الی آخرہ ۶ **شعر** سببوں سے راہ اثر کی بندگی کیوں ولی پشیمان دست رب سے ہے یعنی ولی فعل سے اثر پیدا ہونے نہیں دیتا ہے اس لئے دست رب سے کیوں پشیمان ہوکہ فعل اسکا فعل رب ہے اولیا قدرت رکھے اللہ سے کہ تیر چھوٹے ہوئے کو وہ پھیرتا ہے راہ سے یعنی اولیا کو حق نے قدرت دی کہ وہ فعل کرتے ہیں اور اس کے اثر سے حکم قضا کو پلٹ دیتے ہیں یعنی فعل دور کرتے ہیں اور اثر اس کا دور ہوتا ہے واضح ہو کہ حکم قضا الٰہی دو قسم پر ہے ایک قضائے معلق اور دوسرے قضائے مبرم اور قضا کے معنی لغت میں تیر کمان سے چھوڑے جانے کو کہتے ہیں جو تیر قضا کہ نشانہ پر نہیں پہونچتا ہے اس کو قضائے معلق کہتے ہیں اور جو تیر قضا کہ نشانہ پر پہونچا اسکو قضائے مبرم کہتے ہیں پس یہاں مراد قضائے معلق سے ہے کہ اولیا اللہ اس تیر قضائے معلق کو راہ سے پلٹ دیتے ہیں نہ قدرت کو یعنی اثر کو پلٹ دیتے ہیں قول کو ہمت سے بے قول کرے تاکباب اور سیخ اس سے نہ جلے یعنی بدکلام کو بے کلام کرتا ہے کہ متکلم و سامع کو اس سے کچھ ضرر نہیں پہونچتا ہے جو کہ وہ باتیں سب دلوں سے سنے اور محو ناپدید ان باتوں کو کردے اگر تو برہان اسکی چاہتا ہے پڑھ لے اس آیت کو تو او ننسہا یعنی بھلا دیا اسکو آیۂ انسوکم ذکری یعنی بھلا دیتے ہیں ذکر کو پڑھ اور جان تو قوت رکھتے نسیان کو یعنی خدا نما ہے جیسے بھلا دیتا ہے اسیطرح اسکے اولیا بھی باتیں دلوں سے بھلا دیتے ہیں چنانچہ اسکا حال آگے مولانا لکھتے ہیں فافہم ۱۲

چون بہ تذکیر و بہ نسیان قادرند / بر ہمہ دلہاے خلقان قاہراند
چون بہ نسیان بست او راہ نظر / کار نتوان کرد ور باشد ہنر
خذتموہم سخریۃ اہل السمو / از نبی خوانید تا انسوکم
صاحب دہ پادشاہ جسمہاست / صاحب دل شاہ دلہاے شماست
فرع دید آمد عمل بی ہیچ شک / پس نباشد مردم الا مردمک
مردمش چون مردمک دید خرد / در بزرگی مردمک کس رہ نبرد
من تمام این را نیارم گفت ازان / منع می آید ز صاحب مرکزان
چون فراموشی خلق و یادشان / با ویست و او رسد فریادشان
صد ہزاران نیک و بد را آن بہی / میکند ہر شب ز دلہاشان تہی
روز دلہا را ازان پر میکند / آن صدفہا را پر از در می کند
آن ہمہ اندیشہ پیشانہا / می شناسد از ہدایت جانہا
پیشہ و فرہنگ تو آید بتو / تا در اسباب بکشاید بتو
پیشہ زرگر بآہنگر نشد / خوی این خوش خو بدان منکر نشد
پیشہا و خلقہا ہمچون جہیز / سوی خصم آیند روز رستخیز

ذکر و نسیان پہ جو قدرت رکھیں / سب دلوں پر خلق کے قاہر رہیں
باندھیں گر نسیان سے وہ راہ نظر / کر سکیں کب کام گر ہوں باہنر
خذتموہم سخریۃ اہل السمو / پڑھ لے اس آیۃ کو انسوکم
صاحب تن جو تو شاہ جسم ہے / صاحب دل بادشہ ہیں جان کے
دید کی شاخ اک عمل ہے بے گمان / ہیں نہیں مردم مگر ہیں تپلیاں
خرد جوں تپلی انہیں ہیں دیکھتے / ہیں نہ تپلی کی بزرگی جانتے
میں نہیں کر سکتا ہوں کل کو بیان / اہل مرکز منع کرتے ہیں یہان
جو فراموشی خلق اور انکی یاد / پاس اسکے ہی انہیں دیتا ہی داد
پس ہزاروں نیک و بد کو وہ ولی / کرتے ہر شب انکے دل سے ہیں تہی
اس سے یکجو دنیں پھر پر کرتی ہیں / اس صدف کو گوہروں سے بھرتی ہیں
وہ مقام اندیشی پیشوں کی جو ہیں / آگہی جانیں ہدایت سے رکھیں
عقل و پیشہ تیرے پاس آئے ترا / کھولے تجھ پر تا وہ در اسباب کا
پیشہ زرگر کو آہنگر نہ ملے / خو نہیں خوشخو کی بدخو کو ملے
خلق اور پیشے ہیں مانند جہیز / سوے مالک آئیں روز رستخیز

سطر ۵ ذکر نسیان الی آخرہ کے شعر جو ذکر اور نسیان پر وہ قدرت رکھتے ہیں سب خلق کے دلوں پر غالب ہیں اگر نسیان سے وہ راہ نظر کو باندھیں کام کر سکیں اگرچہ صاحب ہنر ہوں اے شخص پڑھ اس آیت کو خذتموہم سخریۃ سے انسوکم تک یعنی پکڑا تم نے ہنسی یہانتک کہ بھول جاؤ تم ذکر کو صاحب ہنر کا شاہ جسم ہے اور صاحب دل کا بادشاہ جان ہے دید کی شاخ اک عمل ہے بیگمان آدمی نہیں ہیں مگر تپلیاں ہیں یعنی عمل کرنا دید کی اک شاخ ہے اور اولیا مردم نہیں ہیں تپلیاں چشم کی ہیں انکو مانند تپلی کے ضرور دیکھتے ہیں ولیکن سب حال نہیں بیان کر سکتا ہوں مجکو منع کرتے ہیں اہل مرکز واضح ہو کہ مولانا اولیاے کرام کا حال تپلی چشم کی مثال میں بیان فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ مثل تپلی کے خرد و ضعیف دکھائی دیتے ہیں مگر مثل تپلی کے سب شے کا ادراک کرتے ہیں جیسے اس عالم صغیر کے چشم کی یہ تپلیاں ہیں۔ اولیا دیدہ عالم کبیر کی تپلیاں ہیں جب یہ ان تپلیوں کی دید کا راز کھلا پس عمل سلوک اس جہد کی ایک شاخ ہے جس نے اس شاخ کو پایا وہ اصل کو پہونچا پس انسان اس جہد کا نام ہے چنانچہ حق تعالے نے بھی فرمایا ہے آیہ کریمہ بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ یعنی بلکہ انسان حقیقت میں بصیرت ہے اہل مرکز کو اہل نفط کی اجازت راز فاش کرنے کی نہیں ہے طالب کو چاہیئے کہ اس راز دید کو مرشد کامل سے دریافت کرے کہ وہ انکشاف کر دے گا یہ قال ہے حال اس کا مرشد کے پاس ہے میں بھی اس کے بیان سے مجبور رہوں فہم من فہم ۱۲ سطر ۵ جو فراموشی الی آخرہ کے شعر جو فراموشی اور یاد مخلوقات کی اولیا کے پاس ہے وہ انکی داد دیتے ہیں پس ہزاروں نیک و بد کو وہ اولیا ہر شب ان کے دل سے خالی کرتے ہیں اور پھر ان کے دل اس سے پر کرتے ہیں اس صدف کو گوہر سے بھر دیتے ہیں وہ تمام اندیشے جو پیشوں کے ہیں جانیں ہدایت سے آگہی رکھتی ہیں عقل و پیشہ آئے تیرے پاس تا وہ کھولے دروازہ تجھپر اسباب کا زرگر کا پیشہ آہنگر نے خوشخو کی خو بدخو کو نہ ملے خلق و پیشے اسباب کے ہیں اپنے مالک کی طرف آئیں دن قیامت کے یعنی اولیا سب کے دل پر تصرف رکھتے ہیں اور پیشہ نیک و بد کو دلوں سے پھیرتے ہیں جیسے حق سبحانہ و تعالے جانیں جسموں سے شب کو نکالتا ہے اور دن کو ڈالتا ہے اسی طرح قیامت کو جانیں پھر اپنے اپنے جسموں میں آ جاویں گی چنانچہ آگے اسی کا حال بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

صورتی کان بر نهادت غالب ست ‌‌ هم بر آن تصویر حشرت واجب ست
پیشه‌ها و خلقها از بعد خواب ‌‌ واپس آید هم بخصم خود شتاب
پیشه‌ها اندیشه‌ها در وقت صبح ‌‌ هم بدانجا شد که بود آن حسن و قبح
چون کبوترهای پیک از شهرها ‌‌ سوی شهر خویش آرد بهرها
هر چه بینی سوی اصل خود رود ‌‌ جزو سوی کل خود راجع شود

جو کہ صورت ہووے غالب جسم پر ‌‌ حشر اس صورت پہ تیرا ہو مگر
خلق و پیشے بعد بیداری و خواب ‌‌ پھر وہی مالک کو ملتے ہیں شتاب
صبح کو پیشے و اندیشے جو ہیں ‌‌ جس جگہ کے ہیں وہیں آتے وہ ہیں
جوں کبوترہای قاصد شہر سے ‌‌ شہر کو اپنے وہ نامہ لائے ہے
جسکو دیکھو اصل اپنی کو پھرے ‌‌ جزو ہی رخ کل کی طرف اپنے کرے

شنیدن آن طوطی حرکت آن طوطیان او مردن و نوحه خواجه بر و

سننا اس طوطی کا حرکت اس طوطی کو اور مرجانا اور فغاں سوداگر کا اس پہ

چون شنید آن مرغ کان طوطی چه کرد ‌‌ هم بلرزید و فتاد و گشت سرد
خواجه چون دیدش فتاده همچنین ‌‌ بر جهید و زد کله را بر زمین
چون بدین رنگ و بدین حالش بدید ‌‌ خواجه بر جست و گریبان را درید
گفت ای طوطی خوب خوش حنین ‌‌ هین چه بودت این چرا گشتی چنین
ای دریغا مرغ خوش آواز من ‌‌ ای دریغا همدم و همراز من
ای دریغا مرغ خوش الحان من ‌‌ راح روح و روضه رضوان من

جو سنا طوطی نے اس طوطی کا حال ‌‌ کانپی اور وہ مرگئی اسکی مثال
دیکھا تاجر نے جو وہ ہے ماجرا ‌‌ ترپھا اور ماری زمیں پر بس کلا
دیکھا جو اس رنگ اور اس حال پر ‌‌ خواجہ کود و اس گریبان پھاڑ کر
بولا اے طوطی خوش الحان مری ‌‌ ہائے کیا آفت ہے کیوں ایسی ہوئی
حسرتا اے مرغ دافع غم مرے ‌‌ حسرتا اے محرم و ہمدم مرے
حسرتا اے مرغ خوش الحان مرے ‌‌ راحت جان روضہ رضوان مرے

۵۱ جو کہ صورت الی آخرہ ۵ شعر جو کہ صورت جسم پر غالب ہووئے حشر اسی کے ساتھ تیرا ہووے یعنی اعمال تیرے باطن ہیں صورت پکڑتے ہیں جس عمل سے تجھکو رغبت ہوگی قیامت میں اس عمل کی صورت تیری ہوگی اور اسی صورت کے ساتھ تیرا حشر ہوگا اگر عمل نیک ہے صورت نیک ہوگی اور اگر عمل بد ہے بد صورت ہوگی اور ویسی ہی جیلے گی جیسے خلق و پیشے بعد بیداری خواب کے پھر وہی اس کے مالک کو ملتے ہیں اور صبح کو پیشے اور اندیشے جو کہ ہیں جس جگہ ہیں وہیں پر آتے ہیں مثال دوسری فرماتے ہیں جیسے کبوتر قاصد دوسرے شہر سے اپنے شہر کو نامہ لاتا ہے جس کو تم دیکھو اپنی اصل کو پھرتا ہے جزو اپنے کل کی طرف رجوع کرتا ہے یعنی اسی طرح اس طوطی نے تاجر سے سنکر رجوع کی اپنی اصل کی طرف چنانچہ اس کا حال آگے مولانا بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۵۲ جو سنا طوطی نے الی آخرہ ۶ شعر جبکہ طوطی نے اس طوطی کا حال سنا کانپی اور اسکے مانند ہوگئی تاجر نے جو یہ ماجرا دیکھا تڑپا اور زمین پر ٹوپی دے ماری جو دیکھا اس رنگ اور اس حال پر طوطی کو پس خواجہ کودا اور گریبان چاک کیا اور کہا اے طوطی خوش الحان میری ہائے کیا آفت آئی اور کیوں ایسی ہوگئی حسرتا اے مرغ دافع غم میرے حسرتا اے محرم و ہمدم میرے حسرتا اے مرغ خوش الحان میرے راحت جان اور روضہ رضوان یعنی مرغ جان جب قفس تن سے پرواز کرتا ہے تو یہ نفس غافلین یہی حسرت و افسوس کرکے اس کو یاد کرتا ہے چنانچہ اس کا حال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

گر سلیمان را چنین مرغے بُدے / کے دگر مشغول آن مرغان شدے
اے دریغا مرغ کارزان یافتم / زود روا ز روی او بر تافتم
اے زبان تو بس زیانی مر مرا / چون توئی گویا چه گویم مر ترا
اے زبان هم آتش و هم خرمنی / چند این آتش درین خرمن زنی
در نهان جان از تو افغان میکند / گرچه هر چه گوئیش آن میکند
اے زبان هم گنج بے پایان توئی / اے زبان هم رنج بے درمان توئی
همصفیر و خدعه مرغان توئی / هم بلیس و ظلمت کفران توئی
هم خبیر و رهبر مرغان توئی / هم انیس وحشت هجران توئی
چند امانم میدهی اے بے امان / اے تو زه کرده بکین من کمان
نک بپرانیدهٔ مرغ مرا / در چراگاه ستم کم کن چرا
یا جواب من بگو یا داد ده / یا مرا اسباب شادی یاد ده
اے دریغا نور ظلمت سوز من / اے دریغا صبح روز افروز من
اے دریغا مرغ خوش پرواز من / ز انتها پریده تا آغاز من
عاشق رنج ست نادان تا ابد / خیز لا اقسم بخوان تا فی کبد

گر سلیمان پاتا ایسے مرغ کو / پھر مرغوں سے وہ ہوتا راز جو
ہائے مرغ ایسا مجھے ارزاں ملا / جلد میں نے اس سے رو گردان کیا
اے زبان تو ہی تو میری ہے زباں / تو ہے گویا کیا کروں تجھسے بیان
اے زبان ہم آگ ہم خرمن تو ہے / کب تلک آگ تو خرمن میں دے
جسم میں جان تجھ سے بس نالہ کرے / وہ کہے جو گرچہ تو ایسا کرے
اے زبان اک گنج بے پایاں ہے تو / اے زبان اک رنج ہے درماں ہے تو
ہمصفیر و مکر مرغاں ہے تو ہی / ظلمت کفر اور شیطان ہے تو ہی
ہم نگہبان رہبر مرغان ہے تو / ہم انیس وحشت ہجران ہے تو
کب امان مجھکو تو دے اے بے امان / تو نے کھینچی ہے کینے پر کمان
اب اڑایا تو نے میرے مرغ کو / اسقدر مجھپر ستم مت کر یہ تو
یا جواب اب دے مجھے یا داد دے / یا تو عشرت کی مجھے اب یاد دے
حسرتا اے نور ظلمت کش مرے / حسرتا اے صبح روشن دل مرے
ہائے میرے مرغ خوش پرواز تو / انتہا سے اڑ گیا آغاز کو
رنج کا عاشق ہے نادان تا ابد / اٹھ ولا اقسم تو پڑھ تا فی کبد

لہ گر سلیمان الی آخرہ ۱۱ شعر اگر سلیمان علیہ السلام ایسا مرغ پاتے پھر وہ مرغوں سے راز جو نہ ہوتے افسوس ایسا مرغ مجھے ارزاں ملا جلد میں نے اس سے رو گردانی کی اے زبان تو ہی میری زبان ہے تو خود گویا ہے میں تجھسے کیا کہوں اے زبان ہم آتش و ہم خرمن تو ہے کبتک یہ آتش خرمن میں تو لگائیگی یعنی تاجر زبان سے شکایت کرتا ہے کہ اے زبان تو نے کیوں پیغام ان طوطیوں سے کہا اور کیوں انکا حال اس طوطی سے آکر بیان کیا کہ آفت آئی تو ہی آگ ہے تو ہی خرمن ہے یعنی زبان ہے خزانہ راز ہے اسکو بھی تو تباہ کرتی ہے پس جسم میں جان تجھسے نالہ کرتی ہے اگرچہ تو ویسا ہی کرتی ہے جو وہ کہتی ہے اے زبان تو ہی ہمصفیر ہے مرغوں کی تو ہی ہے ظلمت کفر و شیطان کی تو ہی ہے نگہبان و رہبر مرغوں کی تو ہی ہے نگہبان وحشت ہجران کی تو ہی ہے کب امان مجھکو تو دے اے بے امان اور تو نے مجھپر کینہ سے کھینچی کمان اب تو نے میرے مرغ کو اڑا دیا اسقدر یہ ستم مجھپر کیا یا جواب مجھکو دے یا داد دے عشرت کی مجھکو تو اب یاد دے تا میں اس رنج سے چھوٹوں اب تاجر طوطی سے مخاطب کرکے کہتا ہے فافہم ۱۲ ۵ حسرتا الی آخرہ ۳ شعر حسرتا اے نور ظلمت کش حسرتا اے صبح روشن حضور میرے ہائے اے میرے مرغ خوش پرواز تو انتہا سے اڑ گیا آغاز کیطرف یعنی اس عالم شہادت سے کہ نزول روح کی انتہا ہے طرف عالم لاہوت کے کہ مقام احدیت آغاز عالم ہے اے مرغ جان تو اڑا اور اپنی اصل کو رجوع کیا چنانچہ آگے اسکا حال بیان ہے ۱۲ ۵ عاشق رنج کا الی آخرہ ۸ شعر رنج کا عاشق نادان ہے ابد تک تو سورہ ولا اقسم میں پڑھ آیت لقد خلقنا الانسان فی کبد یعنی تحقیق کہ پیدا کیا ہم نے انسان کو رنج میں یعنی خداوند عالم نے انسان کو رنج میں پیدا کیا ہے اور رنج سے مراد فراق یار ہے اسواسطے دنیا جائے فراق رنج ہے اور جو اس دنیا پر عاشق ہوا نادان ہے جسکو یار کی یاد ہے وہ رنج میں ہے اور جسکو غفلت ہے اسکو دنیا جائے عشرت ہے چنانچہ قول تاجر فراق کا شاہد ہے کہ طوطی جان سبب مستانہ رو تیرے کے رنج سے فارغ ہوا ہے سبب تیرے ہی وجود کے کہ سے مسافت ہوا حسرتا خیال یہ تیرا ہے اور تن کے فنا ہونے کی امید ہے وہ غیرت حق کی تھی حق سے چارہ نہیں ہے حکم حق سے کون ہے کہ دل پارہ نہیں یعنی یہ حق میں فنا ہوا غیرت حق کی ہے کہ غیر حق نہوا اس غیرت الٰہی سے وہ کونسا دل ہے کہ حکم حق سے پارہ نہیں ہوا زبر العلوم غیرت وہ ہے کہ وہ سب سے غیر ہے اور فکر و بیان سے زیادہ ہے یعنی ذات مقدس ہے اے اگر میرے اشک دریا ہوتے تو نثار کرتا یا پر طوطی میری مرغ زیرک تھی اور کہنے والی میرے اسرار کی تھی اس روز کی کہی یا دگر تھا اس نے اول کہدیا تھا اب مجھے یاد ہوا یعنی جان ہنگام نزول تن کے پھر بلا لینے کے اقرار یہ آئی تھی مجھسے شکر اسکا نہوا اب گئی تو وہ اقرار مجھے یاد آیا اور دنیا میں وہ یاد نہوا بسبب غفلت کے چنانچہ اس طوطی جان کا حال آگے بیان ہے فافہم ۱۲

از کبد فارغ شدم باروی تو　　وز بدصافی بدم در جوی تو
ای دریغا آن خیالی دید نیست　　در دجو نقد خود بربدین است
غیرت حق بود با حق چاره نیست　　کو دلی کز حکم حق صد پاره نیست
غیرت آن باشد که او غیر همه است　　آنکه افزون از بیان دمدمه است
ای دریغا اشک من دریا بدی　　تا نثار دلبر زیبا شدی
طوطی من مرغ زیرک سار من　　ترجمان فکرت و اسرار من
هر چه روزی داد و ناداد آیدم　　او ز اول گفت تا یاد آیدم
طوطی کاید ز وحی آواز او　　پیش از آغاز وجود آغاز او
اندرون تست آن طوطی نهان　　عکس او را دیده تو بر این و آن
می برد شادیت را تو شاد از او　　می پذیری ظلم را چون داد از او
ای که جان از بهر تن می سوختی　　سوختی جان را و تن افروختی
سوختم من سوخته خواهد کسی　　تا ز من آتش زند اندر خسی
سوخته چون قابل آتش بود　　سوخته بستان که آتش کش بود
ای دریغا ای دریغا ای دریغ　　کان چنان ماهی نهان شد زیر میغ
چون زنم دم کآتش دل تیز شد　　شیر هجر آشفته و خونریز شد
آنکه او هشیار خود تند است و مست　　چون بود او چون قدح گیرد بدست
شیر مستی کز صفت بیرون بود　　از بسیط مرغزار افزون بود

رنج سے فارغ ہوا دو سے ترے　　صاف کف یکیں ہوا جو سے ترے
حسرتا تیرا خیال دید ہے　　اور فنا تن کی مجھے امید ہے
غیرت حق تھی ہوا حق سے چاره نے　　حکم حق سے کونسا دل پاره نے
وہ ہی غیرت کہ وہ سب سے غیر ہی　　اور زیادہ وہ ہی بیان ذکر سے
ہائے ہوتے اشک گر دریا میرے　　تاکہ وہ قربان ہوتے یار کے
طوطی میری مرغ زیرک تھی وہی　　کہنے انی میرے اسرار وہی تھی
اس نے روزی دی تھی تو ناشکر تھا　　اس نے پہلے تھا کہا یاد اب ہوا
ایسی[1] طوطی کہ صدا دے وحی سے　　پہلے تن سے وہ رکھے آغاز ہی
تیرے باطن میں وہ طوطی ہی نہاں　　عکس اسکا دیکھے تو اندر جہان
وہ خوشی لیجائے تو خوش اس سے ہے　　داد کے مانند تو ظلم اس سے ہے
اے کہ تو نے جان جلائی بہر تن　　پرورش کی تن کی سیکھا اس سے فن
میں جلا ہوں سوختہ چاہے کوئی　　تا جلائے گھانس آتش سے مری
سوختہ جو ہوئے قابل آگ کے　　سوختہ وہ لے کہ جو ہو آگ کش لے
حسرتا[2] وا حسرتا وا حسرتا　　چاند ایسا ابر میں بس چھپ گیا
دم نہ مارے آگ کی دل تیز ہے　　ہجر شیر آشفتہ اور خونریز ہے
جو کوئی ہشیار تند و مست ہے　　کیسا ہو جو ہاتھ میں وہ قدح لے
شیر مست ایسا کہ افزون وصف سے　　اور بسیط دشت سے بڑھ کر وہ ہی

[1] ایسی طوطی الی آخره ۳ شعر ایسی طوطی کہ صدا وحی سے دے اور اول تن سے وہ آغاز رکھے تیرے باطن میں وہ طوطی پوشیده ہے اور عکس اس کا دیکھے تو جہان میں وہ خوشی لیجائے اور تو خوش اس سے ہے اور داد کی مثال تو ظلم اس سے ہے لے تو جان کو جلائے تن کے واسطے اور جان کو جلائے اور پرورش تن کی کرے یعنی وہ طوطی جان ہے کہ روز میثاق کے وہ پیدا ہوئی اور سوزش کا وحی کی راہ آتا ہے اور آواز اہل باطن سنتے ہیں پس وہ طوطی جان تیرے باطن میں ہے اور اس کا عکس تو جان میں دیکھتا ہے اسی کو حسن پرستی کہتے ہیں پس ایسی طوطی جان کو بدن کے واسطے جلاتا ہے اور خوار کرتا ہے اور اس کے جلانے سے پرورش بدن کی کرتا ہے اور میں اس جان کے واسطے جلا ہوں اگر کوئی سوختہ چاہے تو گھاس جلاوے میری آتش سے اور جو سوختہ کہ قابل آگ کے ہے سوختہ وہ لے کہ وہ آتش کھینچے یعنی آتش لطیف حقائق کو سوختہ کھینچتا ہے اسی طرح دل سوختہ عاشق کا ذہن انوار اور اسرار سے گرم ہوتا ہے اور پھر وہ سردوں کو گرم کر دیتا ہے۔ فهم من فهم ۱۲ [2] حسرتا الی آخره ۴ شعر حسرتا وا حسرتا ایسا چاند ابر میں چھپ گیا یعنی قول ناجر کا ہے کہ افسوس صد افسوس ایسی طوطی کہ جسکے اوصاف ہیں روشنی ماہ کے روشن ہے ابر میں چھپ گئی ہیں تو دم ماروں آتش دلکی تیز ہوا اور ہجر کا شیر خونریز ہے یعنی آتش دم کو بھڑکا جاتی ہے اگر اس نے فراق میں دم مارا آتش دلکی اور بھڑک جائیگی جیسے کوئی شخص ہشیار تند اور مست کا کیا حال ہوگا اگر وہ جام شراب پی لے ایسا شیر مست کہ ایسا وصف سے افزون ہو اور دشت بسیط سے زیادہ ہو یعنی جان ایسی مست ہے کہ صفت اسکا نہیں اور عالم بسیط دنیا سے زیادہ ہے فا فهم ۱۲ ـ

قافیه اندیشم و دلدار من	گویدم مندیش جز دیدار من	قافیہ میں سوچوں اور کہتا ہے یار	تو نہ جز دیدار میرے رکھ قرار
خوش نشین ای قافیه اندیش من	قافیه دولت توئی در پیش من	قافیہ اندیش میرے خوش ہو	قافیہ دولت مرا ہے تو نکو
حرف چه بود تا تو اندیشی از ان	صوت چه بود خار دیوار رزان	حرف کیا ہے جو تو سوچے اس سے ہی	کیا ہے آواز ایک باڑ خار ہی
حرف و صوت و گفت را برهم زنم	تا که بی این هر سه با تو دم زنم	حرف و آواز و سخن ابتر کردن	تا بغیر ان تین کے تجھسے کہوں
آن دمی کز آدمش کردم نهان	با تو گویم ای تو اسرار جهان	ہیں وہ دم آدم سے جو رکھا نہان	تجھسے کہتا ہوں تو ہے سر جہاں
آن دمی را که نگفتم با خلیل	وان دمی را که نداند جبرئیل	نے کہا اس دم کو میں نے یا خلیل	اور نہ وہ دم جانتا ہے جبرئیل
آن دمی کز وی مسیحا دم نزد	حق ز غیرت نیز بی ما هم نزد	دم نہ مارا جسکا عیسیٰ نے وہ دم	حق نے غیرت سے کہا بے ما نہ ہم
ما چه باشد در لغت اثبات و نفی	من نه اثباتم منم بی ذات و نفی	ہیں لغت میں نفی اور اثبات ہے	نفی ہوں میں اور ہوں اثبات ہے
من کسی در ناکسی دریافتم	پس کسی در ناکسی در باختم	میں نے لیں بے عزتی میں عزتیں	اور عزت کھو کے لی ہیں ذلتیں
جمله شاهان پست پست خویش را	جمله مستان مست مست خویش را	جملہ شہ ہیں پست اپنے پست سی	مست ہیں سب مست اپنی مستی سے
جمله شاهان بردهٔ برده خود اند	جمله خلقان مردهٔ مرده خود اند	شہ ہیں بردہ اپنے بردہ کے عجب	خلق مردہ اپنے مردہ کے ہیں سب
می شود صیاد مرغان را شکار	تا کند ناگاه ایشان را شکار	ہوتا ہے صیاد چڑیوں کا شکار	تب وہ انکو کرتا ہے اپنا شکار
دلبران بر بیدلان فتنه بجان	جمله معشوقان شکار عاشقان	ہے دلوں پر دلربا مفتون بجان	جملہ معشوقان شکار عاشقان
هر که عاشق دیدیش معشوق دان	کو به نسبت هست هم این و هم آن	جسکو عاشق دیکھے تو معشوق جان	عاشقان معشوق و معشوق عاشقان

سلہ ٥ قافیہ الی آخرہ ۶ شعر پس میں جان کے جائیں قافیہ سوچتا ہوں اور یار کہتا ہے کہ تو بجز دیدار میرے کے قرار نہ پکڑ اے قافیہ اندیش میرے خوش رہو اور قافیہ دولت میرا تو ہی ہے حرف کیا ہے جو تو سوچتا ہے اس سے اور آواز کیا ہے ایک باڑہ کہ کانٹوں کی ہے یعنی حرف و آواز نسبت راہ میرا ہے بقول العلم حجاب الاکبر یعنی علم ظاہری حجاب بڑا ہے پس عمل کرنا چاہیے حرف و آواز سخن میں ابتر کردں تا بغیر ان تینوں کے معشوق کہوں پس میں اس دم کو کہ جو آدم سے پوشیدہ رکھا تجھسے کہتا ہوں اے مظہر جہان یعنی تو اسرار جہاں ہے موجب حدیث الانسان سری انا سرہ یعنی انسان بھید میرا ہے اور میں بھید اس کا ہوں پس تجھسے ہیں وہ دم کہوں کہ آدم نے نہیں کہا یعنی تجلی ذاتی سنا دوں واضح ہو کہ تجلی اوپر چار قسم کے ہے تجلی اسمائی و تجلی افعالی و تجلی صفاتی و تجلی ذاتی اور تجلی ذاتی دو قسم پر ہے ایک تجلی ربوبیت دوسری تجلی الوہیت تجلی ربوبیت موسیٰ علیہ السلام پر ہوئی کہ وہ متحمل نہ ہوئے اور بیہوش ہو گئے مگر ربوبیت کے سبب سے بچے اور حضرت رسول مقبول صلعم کو الوہیت کی ہوئی اور ان کے اولیاے امت کو بھی الوہیت کی ہوئی پس مولانا اس تجلی الوہیت کو بیان فرماتے ہیں کہ نہ کہا میں نے اس دم کو خلیل سے اور نہ وہ دم جانتا ہے جبرئیل عیسیٰ نے دم نہ مارا حق نے بسبب غیرت کے ہے یا یعنی بغیر میرے نہ کہا ما لغت میں نفی و اثبات کے معنی رکھتا ہے اور نہ میں نفی ہوں اور نہ اثبات ہوں یعنی ما نافیہ ما موصولہ میں نفی ہوں نہ اثبات ہوں پس یا رب نے دم تجلی ذاتی الوہیت کو بغیر میرے کہ میں ہم نفی و ہم اثبات سے باہر ہوں اور کسی انبیا سے نہ کہا واضح ہو کہ شب معراج کو حضرت رسول مقبول صلعم سے حق نے ستر ہزار کلمات راز کے فرمائے چنانچہ حضور نے اسمیں سے دس ہزار کلمات حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ سے کہے حضرت مولا علی بیقرار ہو کر جنگل کو گئے اور چاہ میں جھک کر راز بیان کیا اور فرمایا بقولہ لو کشف الغطا ما ازددت یقینا ایک روز حضرت پیغمبر نے حضرت کے پاس بھیجے وہ راز کہ جسکی ممانعت تھی اسلئے پوچھا کہا کہ یہ راز تم سے کس نے کہا عرض کی کہ جس نے تمہیں یا رسول اللہ چھپانے کو حکم فرمایا ہے اس نے ہم کو بے واسطہ ملائک مقرب با مرسل کے کہا ہے اس سے ثابت ہوا کہ مولانا انھیں راز کی طرف اشارہ کرتے ہیں واللہ اعلم شرح الوب ۵۲ میں نے لین الی آخرہ ۶ شعر میں نے بے عزتی میں لی ہیں عزتیں اور عزت کھو کر ذلتیں لی ہیں جملہ بادشاہ پست ہیں اپنے نفس پست سے اور جملہ مست حق مست میں اپنی جان مست سے بادشاہ غلام نفس کے اور مخلوق مردہ ہے اپنے دل کی صیاد اول پرند دلکا شکار ہوتا ہے تب وہ انکو شکار کرتا ہے دلربا عاشقوں پر مفتون جان سے ہیں جملہ معشوق شکار عاشقوں کے ہیں جس کو تو عاشق دیکھے معشوق جان کیونکہ عاشق معشوق اور معشوق عاشق یعنی عاشق و معشوق ایک ہیں فافہم ۱۲

تشنگان گر آب جویند از جہان — آب ہم جوید بعالم تشنگان
چونکہ عاشق اوست تو خاموش باش — او چو گوشت میکشد تو گوش باش
بند کن چون سیل سیلانی کند — ورنہ رسوائی و ویرانی کند
من چہ غم دارم کہ ویرانی بود — زیر ویران گنج سلطانی بود
غرق حق خواہد کہ باشد غرق تر — ہمچو موج بحر جان زیر و زبر
زیر دریا خوشتر آید یا زبر — تیر او دلکش تر آید یا سپر
پس زبون وسوسہ باشی دلا — گر طرب را باز دانی از بلا
گر مرادت را مذاق شکر است — بے مرادی نے مراد دلبر است
ہر ستارش خونبہائے صد ہلال — خون عالم ریختن او را حلال
ما بہا و خونبہا را یافتیم — جانب جان باختن بشتافتیم
اے حیات عاشقان در مردگی — دل نیابی جز کہ در دل بردگی
من دلش جستہ بصد ناز و دلال — او بہانہ کردہ با من از ملال
گفتم آخر غرق تست این عقل و جان — گفت رو رو بر من این افسون مخوان

تشنہ ڈھونڈے آب گر اندر جہان [۱] — آب بھی ڈھونڈھے جہاں میں تشنگاں
وہ جو عاشق ہی تو تو خاموش رہ — گوش جو دیتا ہی وہ تو گوش رہ
ضبط کر جو سیل کہ غلبہ رکھے — ورنہ رسوائی و ویرانی کرے
مجھکو کیا غم ہے کہ ویرانی کرے — گنج سلطانی تو ویرانہ میں ہے
غرق حق کا چاہتا ہی غرق تر — جیسے موج بحر جان زیر و زبر
زیر دریا خوب ہی یا کہ زبر — تیر لگنا خوب ہے یا کہ سپر
تو زبوں وسواس سے ہووے دلا — گر بلا سے تو خوشی جانے جدا
بامزا ہے گرچہ اب تیری مراد [۲] — بے مرادی بھی ہی دلبر کی مراد
اسکا مارا خونبہائے صد ہلال — اسکو دنیا کا بہانا خون حلال
ہیں بہا و خونبہا سب پاچکا — جان فدا کر اسکی جانب میں چلا
عاشقوں کی زیست مر جانے میں ہی — دل کا پانا دلکے لیجانے میں ہی
میں نے اسکا ڈھونڈھا دل عاجز بشکل — وہ بہانہ کر گیا کرکے ملال
عرض کی کہ عقل و جان گم تجھمیں ہے — بولا جا جا مجھکو تو اب دم نہ دے

۱ تشنہ ڈھونڈھے الی آخرہ شعر اگر تشنہ دل ڈھونڈھتا ہے جہان میں آب بھی تشنوں کو ڈھونڈھتا ہے عالم میں جوکہ وہ عاشق ہی تو خاموش رہ جوکہ وہ گوش دیتا ہے تو گوش رہ جو سیل کہ غلبہ کرے سے تو ضبط کر ورنہ وہ رسوائی و ویرانی کرے مجھکو کیا غم ہے کہ ویرانی کرے گنج سلطانی تو ویرانے میں رہتا ہے یعنی شکستگی دل سے عاشق کو نفع ہے کیونکہ ایک عمارت جب تک شکستہ نہ ہوگی دوسری تعمیر نہ ہوگی پس شکستگی نفس میں عمارت دلکی ہے پس جو غرق حق ہے وہ چاہتا ہی اور غرق ہوتا جیسے موج دریائے جان کی زیر و زبر ہی یعنی جو کہ دریائے عشق میں ڈوبا وہ چاہتا ہے اور ڈوبنا کہ موج جان زیر و زبر ہو یعنی بعد فنا کے فنا اور بقا بر البقا حاصل ہو از بحر العلوم مراد اس سے یہ ہی کہ سیر قوس عروجی و قوس نزولی جب پوری ہو تو پھر سیر مکرر وسعہ کر اس دائرہ کی ہو چنانچہ بعض اولیا کو حیات دنیا میں ایکبار اور بعض کو دو بار و بعض کو چند بار سیر ہوتی ہے پس جسکو جتنی بار سیر دائرہ کی ہوئی اسکا اتنا ہی مرتبہ عالی ہے زیر دریا خوب ہے یا کہ زبر تیر کھانا خوب ہے یا کہ سپر پس لے دل تو زبون وسواس سے ہووے کیونکہ یہ تمیز تجھ کو حجاب ہے کس واسطے کہ جب تجھے اچھے برے میں تمیز ہے تو خطرات و وسواس پیدا ہونگے پس یہ خطرات راہ سلوک میں رہزن ہیں یعنی بعضے مشائخوں نے واسطے رفع خطرات کے یہ طریقہ جاری رکھا ہے کہ جو دل میں خطرہ پیدا ہو من جانب اللہ جانکر عمل میں لاتے ہیں بقول حضرت جامی سہ ہر چہ آید درد لم غیر تو نیست یا توئی یا بوی تو یا خوے تو بس واللہ اعلم ۱۲ ۲ بامزہ الی آخرہ ۱۱ شعر تیری مراد اگرچہ بامزہ ہے بے مرادی بھی دلبر کی مراد ہے ہر انجم بلا یار کا خونبہا سو ہلال عاشق کا ہے عالم کا خون کرنا حلال ہے یعنی ہر بلا یار کی سو عاشق کی خونبہا ہے اس واسطے اس کو خون کرنا عالم کا حلال ہے کہ ایک جان کی عوض سو جان دیتا ہے پس بہا و خونبہا میں نے پایا و فدا کر اسکی جانب میں چلا کیونکہ عاشقوں کی زندگی مرنے میں ہے دل کا پانا دلبر کے لیجانے میں ہے میں نے یار کا دل ڈھونڈھا عاجزوں کی طرح اس نے بہانہ کیا از راہ ملال کے میں نے عرض کی کہ عقل و جان تجھ میں گم ہے بولا جا جا مجھکو اب تو دم نہ دے میں جانتا ہوں کہ جو تو نے سوچا ہے اے دو بین اور جو تو نے دوست کو دیکھا ہے اے سخت جان تو او نے اجھ کو جانتا ہے اس واسطے کہ تو نے ارزان جو مجھکو خریدا ہے یعنی آسانی سے میں تجھکو ملا ہوں جو کہ ارزان لیتا ہے وہ ارزان دیتا ہے طفل کو ہر کے عوض نان دیتا ہے تو عشق میں غرق رہ کہ اول والے وہ آخر والے اس عشق میں غرق ہیں وہ کہا دل یار نے اگر میں مفصل کہوں پس فہم و زبان جل جاے اے ذو فنون یعنی خون ناشناخت آگے بیان فرماتے ہیں ۱۲

من بدم آنچه اندیشیده	ای دو دیده دوست چون دیده	جانتا ہوں میں کہ سوچا تو نے جو	اے دو دین کیا دیکھا تو نے دوست کو
ای گران جان خوار دیستی مرا	زانکه بس ارزان خریدستی مرا	اے گران جان ادنے تو جانے مجھے	تو نے ارزان جو خریدا ہے مجھے
ہر که او ارزان خرد ارزان دہد	گوہرے طفلے بقرص نان دہد	جو کہ ارزان لیتا ارزان دیتا ہی	طفل گوہر کے عوض نان دیتا ہی
غرق عشقے شو که غرق است اندرین	عشقهای اولین و آخرین	غرق تو ہو عشق میں کہ غرق ہیں	اولین و آخرین اس عشق مین
مجملش گفتم نکردم من بیان	ورنه ہم افہام سوزد ہم زبان	وہ کہا مجمل مفصل گر کہوں	بس جلے فہم و زبان اے ذو فنون
من چو لب گویم لب دریا بود	من چو لا گویم مراد الا بود	لب کہوں جانو لب دریا کو تم	لا کہوں تو جان لو الا کو تم
من ز شیرینی نشستم رو ترش	من ز بسیاری گفتارم خمش	بیٹھی شیرینی سے میں بس رو ترش	اور زیادہ کہنے سے ہوں میں خمش
تا که شیرینی ما از دو جہاں	در حجاب رو ترش باشد نہاں	دو جہان میں تا کہ شیرینی مری	اس ترش روئی میں ہے جے چھپی
تا که در ہر گوش نآید این سخن	یک ہمی گویم ز صد سر لدن	تا نہ ہو ہر گوش ہر اک یہ سخن	اک نتو میں سے کہوں سر لدن

تفسیر قول حکیم سنائی روح اللہ روحہ

بهرچه از راه وا مانی چه کفر آن حرف وچه ایمان

بهرچه از دوست وا مانی چه زشت آن نقش وچه زیبا

تفسیر قول حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ

بهرچه از راہ وا مانی چه کفر آن حرف وچه ایمان

بهرچه از دوست وا مانی چه زشت آن نقش وچه زیبا

وفی معنی قول النبی علیہ السلام ان سعدا لغیور وانا اغیر منه واللہ اغیر منی ومن غیرته حرم الفواحش ما ظهر منها وما بطن

وفی معنی قول النبی علیہ السلام ان سعدا لغیور وانا اغیر منه واللہ تعالے اغیر منی ومن غیرته حرم الفواحش ما ظهر منها وما بطن

جمله عالم زان غیور آمد که حق	برد در غیرت برین عالم سبق	سارا عالم ہر غیور اسواسطے	حق کی غیرت غالب ہی عالم پہ ہے

۱؎ لب کہوں الخ کہوں تم لب دریا جانو اگر لا کہوں تم الا جانو یعنی جسم کا ذکر کروں تم جان جانو اور نفی کو کہوں تم اثبات جانو شیرینی سے بیٹھوں ہیں ترش رو اور زیادہ کہنے سے میں خاموش رہوں یعنی شیرینی مجھے حاصل ہو تو بظاہر ترشروئی کروں اور زیادہ باتیں کرتے ہیں بظاہر خاموش ہوں تاکہ دو جہاں میں شیرینی میری ترشروئی میں پوشیدہ رہے تا نہ ہو یہ سخن ہر اک کا گوش سو سواے کہ ان سر علم لدنی یعنی راز حقیقت کو مولانا اخفا کرکے بیان کرتے ہیں مگر اکی تشریح بیان تنبیلوں میں کہہ دیا کا حال بیان کرتا ہوں کہ ما نا تجھ آفت میں ہر جا پل اگر آشنا اسکو سمجھیں دین از ہر ایک ہر ایک کہتا ہوں غنم من فہم ۱۲ ۲؎ سارا عالم الی آخرہ سو غرض سب جہاں غیور اسواسطے ہے کہ حق کی غیرت برغالب ہے یعنی حق مثل جان کے اور جہان مثل کالبد کے ہے اور جان سے نیک و بد کا اثر لیتا ہے یعنی جسم بغیر جان کے کچھ نہیں کر سکتا ہے ایسے ہی جان بے حکم خدا کے بالکل کچھ حرکت نہیں کرتی ہے چنانچہ احدیت او جودوا نے جملہ ممکنات کو ایک جو دھانتے ہیں اور حق کو انکی جان بموجب آیہ کریمہ کے اللہ نور السموات والارض یعنی وجود دہی آسمان زمین میں اللہ کا بقول خواجہ بندہ نواز گیسو دراز قدس سرہ سے حق ہمہ جا ہست و جہان جملہ ہیچ نہ توحید ہمیں است گر شنودہ وفن ہیچ جیسے کوئی جزو وجود کا جز سے خالی نہیں اسیطرح کوئی اجزائے جہان ذکر حق سے خالی نہیں ہے بلکہ حق کو کل کہتے ہیں کیونکہ کل بے جز کے نہیں ہوتا ہے مگر یہ جز ہے حلول و اتحاد کے سے ہے جیسے موج دریا حباب برف در آب دیا انگشتری و نقرہ بس عبارات صورت کا نام ہے جب صورت مٹ گئی وہ ذات ہی جیسے انگشتری صورت کا نام ہی جب صورت مٹ گئی ایک نقرہ کہیں گے اسی صورت کو اشیاء میں وہ ذات پوشیدہ ہے پس عام کی نظر صورت پہ ہے اور خاص کی نظر ذات پر ہے جو کہ صورت کو ذات میں دیکھتا ہے جیسے انگشتری میں نقرہ کہ

کردن خانہ ہچشم بشتن ان اسکا مطلب ان اس کا ترشروئی سر زنخ بوجہ اس مقام اسرار کو آگاہ حق سے رضا ہو ۱۲

او چو جان ست و جهان چون کالبد	کالبد ز جان پذیرد نیک و بد	مثل جان حق اور جہان سب کالبد	کالبد لیتا ہے جان سے نیک و بد
هر که محراب نمازش گشت عین	سوے ایمان رفتنش میدان تو شین	جسکو محراب نماز اسکی ہے عین[۱]	اسکو ایمان سے بھلا کب آئے عین
هر که شد مر شاه را او جامه دار	هست خسران بهر شاهش اتجار	جوکہ شہ کا ہو گیا ہے جامہ دار[۲]	پیش شہ کردے تجارت اسکو خوار
هر که با سلطان شود او همنشین	بر درش شستن بود حیف و غبین	جوکہ سلطان کا مصاحب ہوگیا	اسکو در پر بیٹھنا ہے کب روا
دست بوسش چون رسید از پادشاه	گر گزیند بوس پا باشد گناه	دست بوسی شہ کی جو ہو دستگاه	پاے بوسی میں اسے ہوے گناه
گرچه سر بر پا نهادن خدمت ست	پیش آن خدمت خطا و ذلت ست	سر کو رکھنا پاؤں پر خدمت ہے گر	آگے اس خدمت کے ذلت ہے مگر
شاه را غیرت بود بر هر که او	بو گزیند بعد از آن که دید رو	شہ کو غیرت آئی اسپر جو کہ بو	رکھے بعد اسکے کہ حاصل ہو وہ رو
غیرت حق بر مثل گندم بود	کاه خرمن غیرت مردم بود	غیرت[۳] حق ارکھے گندم کی مثال	غیرت مردم ہے بھوسہ کی مثال
اصل غیرتها بدانید از اله	آن خلقان فرع حق بے اشتباه	اصل غیرت جانو تم اللہ سے	خلق کی غیرت ہے اسکی شاخ ہی
شرح این بگذارم و گیرم گله	از جفاے آن نگار ده دله	چھوڑ کر یہ شرح کرتا ہوں گلہ	ظلم سے دلبر کے جو ہے دہ دلہ
نالم ایرا ناله ها خوش آیدش	از دو عالم ناله و غم بایدش	روؤں میں وہ ناخوش آتا ہے اسے	دونوں عالم سے وہ نالہ چاہے ہی
چون ننالم تلخ از دستان او	چون نیم در حلقه مستان او	کیوں نہ روؤں تلخ اسکے مکر سے	میں نہیں مستوں سے کیا اس یار کے
چون نباشم همچو شب بے روز او	بے وصال روے روز افروز او	کیوں نہ ہوؤں مثل شب بے روز کے	بے وصال اس روے روز افروز کے
ناخوش او خوش بود در جان من	جان فداے یار دل رنجان من	ناخوشی آتی ہے اسکی خوش مجھے	جان فدا اس یار دل آزار پہ

[۱] جسکو محراب الی آخرہ ایک شعر جسکو یار کی عین محراب نماز ہے اسکو ایمان سے بھلا کب چین ہے واضح ہو کہ عین چشم کو کہتے ہیں اور محراب جاے حرب کو کہتے ہیں جو کہ طاق مسجد میں نفس کے ساتھ جنگ و حرب کرتے ہیں اسواسطے اسکو محراب کہتے ہیں اور ایمان وحدانیت خدا اور رسول کیطرف رجوع کرنیکو کہتے ہیں غیب ہیں پس جس کسی کو دید چشم حق محراب نماز ہے اسکو یؤمنون بالغیب سے کب تسکین ہے جیسے انسان کے وجود میں چشم مقام دید حق ہے اسی طرح جہان کے وجود میں چشم مقام دید حق ہے پس جسکو مرشد نے سیر چشم وجود جہان کی کرادی وہ بینا ہے وہ آنکھوں سے مشاہدہ حق کا کرتا ہے اسکو نماز و عبادت فضولات ایمان غیب سے کب تسکین ہوتی ہے کہ یہ عبادت فضولات واسطے اندھوں کے ہیں اور جو کہ انبیا کے ہیں انکو عبادت جوارح سے تشفی نہیں ہوتی ہے بقول استاد وے جسکو محراب عبادت ہے خم ابروے یار ہو اسکا کعبہ میں کبھو سجدہ ادا کیونکر ہوا ہو اسیواسطے حضرت رسول مقبول صلعم نے بھی فرمایا ہے الحدیث حسنات الابرار سیئات المقربین یعنی نیکیاں ابرار کی گناہ مقربوں کا ہے چنانچہ مولانا اسکی مثال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [۲] جوکہ شہ کا الی آخرہ ۵ شعر جو کہ بادشاہ کا جامہ دار ہو گیا اسکو شہ کے روبرو تجارت کو یا ذلت و خواری ہے جو کہ بادشاہ کا مصاحب ہو گیا ہے اسکو دروازہ پر بیٹھنا نا روا ہے جسکو بادشاہ کی دست بوسی حاصل ہے اسکو پابوسی کرنا گناہ ہے سر کو پاؤں پر رکھنا اگرچہ خدمت ہے لیکن آگے اس خدمت کے ذلت ہے بادشاہ کو غیرت آئی کہ جس کو رو حاصل ہو وہ بعد کو بو چاہے اصطلاح تصوف میں رو ذات و بو صفات کو کہتے ہیں یعنی جسکو ذات حق نصیب ہوا اور وہ پھر صفات کو چاہے یعنی اعلی مرتبت ادنے کے جانب یہ غیرت حق کب چاہتی ہے اسواسطے حق تعالے فرماتا ہے آیہ کریمہ واعبد ربک حتی یاتیک الیقین یعنی عبادت کر رب اپنے کی یہانتک کہ یقین ہو چنانچہ غیرت الٰہی کا حال آگے ارشاد فرماتے ہیں ۱۲ فافہم [۳] غیرت حق الی آخرہ ۷ شعر پس حق کی غیرت گندم کے مثال ہے اور غیرت مردم کی بھس کی مثال ہے غیرت کی اصل تم جانو اللہ سے اور غیرت مخلوق کی اسکی ایک شاخ ہے پس شرح غیرت کی چھوڑ کر میں گلہ کرتا ہوں ظلم یار سے کہ وہ دہ دلہ یعنی ہر دل عزیز ہے میں روؤں کہ روؤنا پسند آتا ہے اسکو اور دونوں عالم سے وہ گریہ چاہتا ہے اور کیوں نہ تلخ روؤں اسکے مکر سے کیا میں نہیں اس یار کے مستوں میں سے ہوں اور کیوں نہ شب تاریک ہوں بے روز کے بغیر وصال اس روے روز افروز کے یعنی یار کا روز دل افروز ہے تو بے روے یار کے کیوں نہ میں تیرہ دل مثل شب کے ہوؤں اسکی ناخوشی مجھکو خوش آتی ہے اور جان فدا اس یار دل آزار پر ہے باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۱۲ -

عاشقم بر رنج خویش و درد خویش / بہر خوشنودی شاہ فرد خویش
خاک غم را سرمہ سازم بہر چشم / تا ز گوہر پر شود دو بحر چشم
اشک کان از بہر او بارند خلق / گوہرست و اشک پندارند خلق
من ز جان جان شکایت مے کنم / من نیم شاکی روایت مے کنم
دل ہمی گوید کزو رنجیدہ ام / وز نفاق سست می خندیدہ ام
راستی کن اے تو فخر راستاں / اے تو صدر و من درت را آستاں
آستان و صدر در معنی کجاست / ما و من کو آں طرف کان یار ماست
اے رہیدہ جان تو از ما و من / اے لطیفۂ روح اندر مرد و زن
مرد و زن چون یک شود آں یک توئی / چونکہ یکہا محو شد آنک توئی
این من و ما بہر آن برساختی / تا تو با خود نرد خدمت باختی
تا تو با ما و تو یک جوہر شوی / عاقبت محو چنان دلبر شوی
تا من و تو با ہمہ یک جان شوند / عاقبت مستغرق جانان شوند
این ہمہ ہست و بیا اے امر کن / اے منزہ از بیان و از سخن
چشم حسی کے تواند دیدنت / در خیال آرد غم و خندیدنت
آنکہ او بستہ غم و خندہ بود / او بدین دو عاریت زندہ بود
آنکہ او بستۂ غم و خندیدن است / تو بگو کے لائق این دیدن است
باغ سبز عشق کو بے منتہاست / جز غم و شادی درو بس میوہ ہاست

میں ہوں عاشق اپنے رنج و درد پہ[1] / واسطے خوشنودی اس دلدار کے
خاک غم سرمہ کروں میں آنکھ میں / دونوں بحر چشم تا ہوں دُر بھریں
اسکی خاطر اشک جو بہاتی ہے خلق / ہیں وہ گوہر اشک اسکو جانے خلق
جان جاں سے میں شکایت کرتا ہوں / میں نہیں شاکی روایت کرتا ہوں
دل یہی کہتا ہے ناراض اس سے ہوں / اور نفاق ظاہری سے ہنستا ہوں
راستی کر تو ہے فخر راستاں / تو بجائے صدر میں مثل آستاں
آستان و صدر معنی میں کہاں / واں نہیں تو یا نہ میں یار ہے جہاں
میں و تو سے اے تری جاں اب چھٹی / روح جیسے رکھے ہے مردی زنی
مرد و زن جو اک ہوں وہ اک ہے توہی[2] / ایک جو گم ہو تو وہ ہووے توہی
میں و تو اسلیے ہی تو نے کی / تاکہ خدمت کیا ہے تو اپنے ہی
تاکہ ما و تو ہے اک جوہر بنے / آخر آخر محو دلبر کا رہے
تاکہ تو میں ایک جاں ہوویں سبھی / عاقبت ہوں غرق جاناں میں سبھی
امر کن کا یہ طلب اور ہست سب[3] / اے بیاں سے ہے منزہ اپنے سب
چشم حسی دیکھ پائے کب تجھے / رنج و شادی کو تری کب پا سکے
جو کہ وابستہ غم و شادی کا ہو / زندہ اس دو عاریت سے ہووے وہ
جو کہ وابستہ غم و شادی کا ہے / پس تو کہہ لائق یہ کب ہے دید کے
باغ سبز عشق ہے بے انتہا / اسمیں غم شادی سے میوے ہیں سوا

---

[1] میں ہوں عاشق الخ ایک شعر میں عاشق ہوں اپنے رنج و درد پر واسطے خوشنودی اس دلدار کے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ [2] مرد و زن الخ یہ شعر مرد و زن ایک ہوں تو توہی ہے اور جو گم ہو تو وہ بھی توہی ہے اس لیے میں و تو تو نے کیے ہیں تاکہ خدمت اپنی تو خود کرے یعنی یہ دونوں تو نے اسواسطے پیدا کیے ہے کہ اپنا آپ تو مزہ اٹھائے جب تک من و تو سے تو ایک جوہر بنے اور بعض تو آخر کو دلبر بنے یعنی اس دوئی سے غرض یہ ہے کہ تعینات مشہود ذات میں مستغرق ہوئی اور انجام کو وہ ذات حق دلبر رہا ہے اور عشق تر رہا اور یہ سب چیز فنا ذات حق میں ہووے از بحر العلوم تاکہ میں و تو سب ایک جان ہو جاویں اور آخر کو غرق جاناں میں سب ہوویں فافہم ۱۲ الی آخرہ۔ [3] امر کن کا شعر امر کن کا یہ ہست و طلب سب ہے یعنی خدا اپنے بیان سے منزہ ہے چشم حسی تجھے کب دیکھ سکتی ہے اور تیرے غم و شادی کو کب وہ پا سکتی ہے جو کہ پابند غم و شادی کا ہووے اور زندہ اس دو عاریت سے ہووے دل کہ پابند غم و شادی کا ہے پس تجھ کو یہ کب لائق دید کے ہے یعنی چشم حسی تجھ کو کب مشاہدہ کر سکتی ہے وہ تیری غم و شادی کب پا سکتی ہے کس واسطے کہ دل غم و شادی قبض و بسط میں گرفتار رہے اور جو کہ مشاہدہ ظاہری صورتوں میں چشم سر کرتی ہے وہ مشاہدہ خیالی ہے باعث لذت والم و قبض و بسط کا ہے پس یہ چشم سر قابل دید کے ہے از بحر العلوم عشق کا باغ سبز ہے بے انتہا اس میں غم و شادی سے علاوہ میوے ہیں چنانچہ باقی حال اس کا مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲۔

عاشقی زین ہر دو حالت برترست	بی بہار و بی خزاں سبز و ترست	عاشقی[1] افزوں ہے دونوں حال سے	بے بہار و بے خزاں سرسبز ہے
دہ زکوٰۃ روی خوب اے خوبرو	شرح جان شرحہ شرحہ باز گو	دے زکوٰۃ حسن کچھ اے خوبرو	شرح کر جان پارہ پارہ کی ہے تو
کز کرشمہ غمزۂ غمازۂ	بر دلم بنہاد داغ تازۂ	اک کرشمہ غمزۂ غماز سے	داغ تازہ رکھدے تو دل پر مرے
من حلالش کردم از خونم بریخت	من ہمی گفتم حلال او می گریخت	میں نے خوں بخشا وہ گر مارے مجھے	میں کہوں بخشا وہ بھاگے مجھسے ہے
چوں گریزانی ز نالہ خاکیاں	غم چہ ریزی بر دل غمناکیاں	بھاگے کیوں گریہ سے اہل خاک کے	دیتا غم ہے اہل غم کو کس لیے
اے کہ ہر صبحے کہ از شرق بتافت	ہمچو چشمہ مشرقت در جوش یافت	صبح جو مشرق سے کرتی ہے ظہور	تیرے چشمہ شرق ساں پر جوش نور
چوں بہانہ میدہی شیدات را	اے بہانہ شکریں لبہات را	کیوں[2] بہانہ کرتا ہے عشاق سے	تیرے شیریں لب کی کیا قیمت ہے
اے جہان کہنہ را تو جان نو	از تن بیجان و دل افغان شنو	اے جہاں کہنہ کی تو جان ہے تو	جسم و دل بیجان کی سن فریاد کو
شرح گل بگذار از بہر خدا	شرح بلبل گو کہ شد از گل جدا	شرح گل کی چھوڑ دے بہر خدا	شرح بلبل کی تو کہہ گل سے جدا
از غم و شادی نباشد جوش ما	با خیال و وہم نبود ہوش ما	رنج و شادی سے نہیں ہے مجھکو جوش	ہے خیال و وہم کا کب ہم کو ہوش
حالت دیگر بود کاں نادرست	تو مشو منکر کہ حق بس قادرست	دوسرا ہے حال جو نایاب ہے	تو نہ ہو منکر کہ حق قدرت رکھے
تو قیاس از حالت انساں مکن	منزل اندر جور و در احساں مکن	تو قیاس اب حال انساں سے نہ کر	منزل اندر جور و احساں کے نہ کر
جور و احساں رنج و شادی حادثست	حادثاں میرند و حق شاں وارثست	جور و احساں حادث اور رنج و خوشی	مرتے حادث ہیں رکھے حق وارثی

[1] عاشقی افزوں الخ شعر عاشقی زیادہ ہے ان دونوں حال سے اور بغیر بہار و خزاں کے سرسبز ہے اے خوب رو تو زکوٰۃ دے روے خوب کی اور شرح کر جان پارہ پارہ کی ایک کرشمہ غمزہ و غماز سے داغ رکھدے میرے دل پر اگر وہ مجھ کو مارے میں نے خون بخشا اور وہ مجھ سے بھاگتا ہے اور اہل غم کو کس لیے غم دیتا ہے صبح جو مشرق سے ظہور کرتی ہے تیرے چشمے مشرق کے مانند پر جوش نور ہوتے ہیں یعنی میرے دل میں جو روشنی مثل صبح کے منکشف ہوئی مثل چشمہ خورشید کے اُس سے نور جوش کرتا ہے واضح ہو کہ جب طالب کا دل تصفیہ پذیر ہوتا ہے تو اول دل میں روشنی مثل صبح کے پیدا ہوتی ہے اور ہر دم اُس سے نور نکلتا معلوم ہوتا ہے اور تجلیات رنگ برنگ اس میں سے نکلتی ہیں اس تلوین سے طالب کو بیقراری اور اضطرابی انہیں معلوم ہوتی ہے اور اسی طرح یار کے ساتھ طالب بیتاب ہو کر کہتا ہے چنانچہ اس بیتابی کا حال مولانا ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [2] کیوں بہانہ الخ شعر عاشقوں سے کیوں بہانہ کرتا ہے تیرے لب کی یہ قیمت نہیں ہے اے یار من اس جہان کہنہ کی تو جان ہے جسم و دل بیجان کی تو فریاد سن سے شرح گل خدا کے واسطے چھوڑ دے شرح بلبل کی کہہ تو گل سے جدا یعنی مولانا خود سے کہتے ہیں کہ معشوق کی شرح چھوڑ دے اور فقط عاشقی کی شرح بیان کر کہ وصال عاشق کو کیونکر ہوا ہے مجکو شادی و غم سے جوش نہیں ہے اور نہ خیال و وہم کا تہ ہوش ہے وہ دوسرا حال ہے کہ وہ نایاب ہے تو اس سے منکر نہ ہو کہ خدا کی قدرت ہے جس کو وہ عنایت کرتا ہے قیاس اس حال کا انسان پر مت کر اور جور انسان پر قائم مت رہ کیونکہ جور و انسان و رنج و خوشی حادث ہے اور حادث فانی ہے خدا ان کا وارث ہے یعنی وہ حال دوسرا ہے کہ جس سے یار ملتا ہے اور وہ اس شادی و غم سے نہیں ہے کیونکہ یہ حادث ہے اور حادث قدیم کب ہو سکتا ہے چنانچہ اس کا بیان آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲-

صبح شد اے صبح را پشت و پناہ	عذر مخدومی حسام الدین بخواہ	صبح ہوئی تو صبح کی پشت و پناہ	عذر میرا اے حسام الدین چاہ
عذر خواہ عقل کل و جان توئی	جان جان و تابش مرجان توئی	عذر خواہ عقل کل جان تو ہی ہے	جان جاں اور تاب مرجاں تو ہی ہے
تافت نور صبح ما از نور تو	در صبوحی ما مے منصور تو	صبح میری چمکی تیرے نور سے	ہے صبوحی بادہ منصور سے
دادۂ حق چوں چنیں دارد مرا	بادہ کہ بود تا طرب آرد مرا	جود حق جو ایسی رکھتی ہے مجھے	کیا ہے بادہ جو خوشی دیوے مجھے
بادہ در جوشش گدائی جوش ماست	چرخ در گردش گدائی ہوش ماست	جوش سے سائل ہے میری جوش سے	چرخ گردش مانگے میرے ہوش سے
بادہ از ما مست شد نے ما ازو	عالم از ما ہست شد نے ما ازو	بادہ مجھ سے مست ہے نے اُس سے میں	مجھ سے عالم ہست ہے نے اُس سے میں
ما چو زنبوریم قالبہا چو موم	خانہ خانہ کردہ قالب را چو موم	ہم ہیں زنبور اور تن چوں موم ہے	خانہ خانہ تن کیا جوں موم کے
بس دراز ست ایں حکایت خواجہ گو	تا شود پیدا کہ چوں شد حال او	یہ ہے بے حد بات تاجر کی کہو	تا کہ ہو اور پیش پھر اس مرد کو

بازرجوع شدن حکایت خواجہ تاجر　پھر رجوع ہونا طرف حکایت خواجہ تاجر کے

خواجہ اندر آتش و درد و حنین	صد پراگندہ ہمی گفت اینچنیں	خواجہ تاجر درد سوز و رنج کی	باتیں کرتا تھا پریشان ایسی ہی
گہ تناقض گاہ ناز و گہ نیاز	گاہ سودائے حقیقت گہ مجاز	گاہ جنگ و گاہ ناز و گہ نیاز	گاہ خواہان حقیقت گہ مجاز
مرد غرقہ گشتہ جانے می کند	دست را در ہر گیاہے می زند	ڈھونڈتا اپنی خلاصی جان کو	مارتا ہے ہاتھ ہر تنکے پہ وہ
تا کدامش دست گیرد در خطر	دست و پائے میزند از بیم سر	تا کہ پکڑ لے اس خطر میں کوئی ہاتھ	ہاتھ پاؤں مارتا ہے ڈر کے ساتھ
دوست دارد دوست ایں آشفتگی	کوشش بیہودہ بہ از خفتگی	دوست رکھے دوست حال زار کو	کوشش بیہودہ غفلت سے نکو

سلہ صبح ہوئی الخ شعر صبح ہوئی تو صبح کی پشت و پناہ ہے عذر میرا حسام الدین تو چاہے یعنی یا رسول اللہ صلعم دل میرا روشن ہوا اور روشنی سے کہ تم پشت و پناہ ہو عذر میرا تم سن لو کیونکہ عذر خواہ عقل کل و جان کے تمہیں ہو صبح میری تمہارے نور سے اور شراب صبوحی میری تمہارے منصور سے ہے حب حق مجھے ایسی مدہوش رکھتی ہے شراب کیا ہے جو مجھے خوشی دیوے مے جوش چاہتی ہے میرے جوش سے چرخ گردش کر کے چاہتا ہے میرے ہوش سے مجھے بادہ مست ہے میں اس سے نہیں ہوں مجھ سے عالم ہست ہے میں اس سے نہیں ہوں ہم ہیں مانند زنبور کے اور تن مانند موم کے ہے تن میں سوراخ ہیں مثل خانہ زنبور کے یہ بات بعید ہے تو تاجر کا حال کہہ اُسکو کیا ماجرا پیش آیا یعنی بہ مددگاری جناب رسول مقبول وہ نشہ توحید مجھ کو حاصل ہوا کہ عالم مجھ سے ہست ہے میں اس سے نہیں ہوں اور بادہ مجھ سے مست ہے میں اس سے نہیں ہوں اور جسم مثل خانہ زنبور ہے کہ ہر چشمہ حق اُسمیں تماشا کرتا ہوں فافہم ۱۲ سلہ خواجہ تاجر الخ شعر خواجہ تاجر باتیں درد و سوز و رنج کی کرتا تھا ایسی ہی پریشان گاہ جنگ و گاہ ناز گاہ حقیقت چاہتا اور گاہ مجاز یعنی وہ تاجر رنج میں طوطی کے ایسی ہی پریشان باتیں کرتا تھا جیسے مولانا نے بیقراری عشق کی باتیں اوپر بیان کی ہیں جیسے اپنی جان بچانے کو ڈوبتا تنکے پر ہاتھ مارتا ہے تا اس خطرہ میں کوئی ہاتھ پکڑ لے خوف سے ہاتھ پاؤں مارتا ہوں دوست رکھتا ہے دوست حال پریشان کو کوشش بیہودہ غفلت سے بہتر ہے یعنی اگرچہ کام بیہودہ ہو مگر غفلت سے بہتر ہے کس واسطے کہ حضرت رسول مقبول صلعم ایک شخص کے پاس گزرے اور کچھ التفات نہ فرمایا جبکہ واپس تشریف لائے تو التفات فرمایا صحابہ نے پوچھا کہ اس میں کیا حکمت ہے فرمایا کہ اول وہ بیکار تھا اور شیطان اُس کے پاس تھا جب کہ میں واپس آیا تو وہ زمین پر لکیریں کرتا تھا شیطان اُس کے پاس نہ تھا اس واسطے التفات کیا اس سے ثابت ہوا کہ کام کرنا بیکار رہنے سے بہتر ہے چنانچہ آگے اس کے حقائق ہیں فافہم ۱۲ ۔

آنکہ او شاہ ست او بیکار نیست
نالہ از وے طرفہ کو بیمار نیست

بہر این فرمود رحمان اے پسر
کل یوم ہو فی شان اے پسر

اندرین رہ می تراش و می خراش
تا دم آخر دمے فارغ مباش

تا دم آخر دمے آخر بود
کہ عنایت با تو صاحب سر بود

ہر کہ می کوشد اگر مرد و زن ست
گوش و چشم شاہ جاں بر روزن ست

شاہ جو ہے وہ نہیں بیکار ہے
طرفہ نالہ کو نہ وہ بیمار ہے

اسلیے کہتا ہے رحمان اے پسر
کل یوم ھو فی شان اے پسر

خود کو تم بیچین اس رہ میں رکھو
تا دم آخر نہ تم فارغ رہو

تا دم آخر ہو دم آخر کوئی
ہو عنایت تجھ سے اہل راز کی

مرد ہو یا زن ہو کوشش جو کرے
گوش و چشم شاہ جان روزن پہ ہے

بیرون انداختن مرد تاجر طوطی را از قفس و پریدن آن

سوداگر کا طوطی کو پنجرے سے باہر رکھنا اور اُسکا اُڑ جانا

بعد از آنش از قفس بیرون فگند
طوطیک پرید تا شاخ بلند

طوطی مردہ چنان پرواز کرد
کافتاب از شرق ترکے تاز کرد

خواجہ حیران گشت اندر کار مرغ
بیخبر ناگہ بدید اسرار مرغ

روے بالا کرد و گفت اے عندلیب
از بیان حال خودمان دہ نصیب

او چہ کرد آنجا کہ تو آموختی
چشم ما از مکر خود بردوختی

ساختی مکرے و ما را سوختی
سوختی ما را و خود افروختی

گفت طوطی کو بفعلم پند داد
کہ رہا کن نطق و آواز و کشاد

زانکہ آوازت ترا در بند کرد
خویش را مردہ پئے این پند کرد

یعنی اے مطرب شدہ با عام و خاص
مردہ شو چون من کہ تا یابی خلاص

دانہ باشی مرغکانت بر چنند
غنچہ باشی کودکانت بر کنند

پھر رکھا باہر قفس کے جو اُسے
اُڑ گئی وہ طوطی جانب شاخ کے

طوطی مردہ وہ ایسی اُڑ گئی
شمس نے جو شرق سے پرواز کی

دیکھا تاجر دنگ تھا انداز مرغ
بیخبر نے دیکھا ناگہ راز مرغ

منہ اُٹھا کہنے لگا بلبل مرے
حال سے کچھ آگہی اپنی تو دے

کیا کیا اُسنے وہاں سیکھی جو تو
مکر سے کی بند میری آنکھ جو

خود کیا مکر اور جلائی جان مری
اور جلا کر مجھکو خود روشن ہوئی

بولی طوطی فعل سے پند اُسنے دی
کہ تو باتیں چھوڑ اور آواز بھی

کیونکہ اس آواز سے تو ہے پھنسی
اس نصیحت کے لیے وہ خود مری

یعنی اے گویا ہے بزم عام و خاص
مثل میرے مردہ ہو تا ہو خلاص

دانہ ہو تو مرغ سب تجھکو چگیں
غنچہ ہو تو لڑکے تجھ کو توڑ لیں

۵۱ شاہ جو ہے الخ یعنی شعر بادشاہ بیکار نہیں رہتا ہے اور طرفہ وہ کہ وہ بیمار نہ ہو اور نالہ کرے اسواسطے حق تعالے نے فرمایا ہے کہ آیہ کریمہ کل یوم ھو فی شان یعنی ہردم اُسکی نئی شان ہے خود کو تم اس راہ میں بیچین رکھو آخر دم تک فارغ نہ ہو اور آخر دم تک کوئی آخر دم ہو کہ تجھ پر عنایت کرے اہل راز یعنی کوئی عارف بحکم خدا تجھپر عنایت کرے مرد ہو یا زن ہو جو کوشش کرے شاہ جہاں کا گوش و چشم روزن پر ہے یعنی جو کہ کوشش راہ طلب میں کریگا بادشاہ جان یعنی حق تعالے اسکو دیکھتا اور سنتا ہے آخرکار عنایت فرمائیگا اب مولانا قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ اس طوطی کو قفس سے باہر رکھا وہ طوطی اُڑ گئی بجانب شاخ درخت کے آگے اسکا حال ہے فافہم ۱۲ ۵۲ طوطی مردہ الخ یعنی شعر اسطرح وہ طوطی مردہ اُڑ گئی جیسے شمس نے مشرق سے پرواز کی انداز مرغ کو تاجر دیکھکر دنگ ہوا اور بیخبر نے ناگاہ دیکھا راز مرغ منہ اُٹھا کہنے لگا اے بلبل مجھ کو اپنے حال سے تو آگاہی دے اس طوطی نے وہاں کیا کیا جو تو نے سیکھا اور مکر سے میری آنکھ کو بند کیا خود تو نے مکر کیا اور میری جان کو جلایا مجھ کو جلایا اور خود کو روشن کیا یعنی فعل سے اس طوطی کے تو نے کیا راز پایا کہ مجھے آفت میں ڈالا اور خود کو ظلمت قفس سے چھڑا کر پرنور کیا کچھ اسکا بھید بیان کر چنانچہ اسکا جواب راز مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۵۳ بولی طوطی الخ یعنی شعر طوطی نے کہا کہ فعل سے اُسنے مجھ کو نصیحت کی کہ تو باتوں اور آواز کو چھوڑ دے کیونکہ اس آواز سے تو گرفتار ہے اور اس نصیحت کے لیے وہ خود مردہ ہوئی یعنی اے سخن ساز عام و خاص میرے مانند مردہ ہو تاکہ ہووے خاص یعنی تو گویائی و قال کو چھوڑ دے اور میرے مانند مردہ ہو جا کہ اس قید تن سے تجھ کو رہائی ہو اگر تو دانہ ہو سب مرغ تجھ کو چگلیں اور جو تو غنچہ ہو تو سب لڑکے تجھ کو توڑ لیں باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۱۲

دانہ پنہاں کن بکلی دام شو	غنچہ پنہاں کن گیاہ بام شو	گر نہاں دانہ ہو بالکل دام ہو	گر نہاں غنچہ گیاہ بام ہو
ہر کہ داد او حسن خود را بر مزاد	صد قضاے بد سوے او رو نہاد	جس نے اپنے حسن کو ظاہر کیا	سو بلا کو اس نے اپنے پر لیا
چشمہا و خشمہا و رشکہا	بر سرش بارد چو آب از مشکہا	چشم بد اور خشم و کینہ اور رشک	سر پہ برسیں اسکے مثل آب مشک
دشمناں او را ز غیرت می درند	دوستاں ہم روزگارش می برند	دشمن اسکے رشک سے ٹکڑے کریں	دوست اسکے وقت کو ضائع کریں
آنکہ غافل بود از کشت بہار	او چہ داند قیمت ایں روزگار	جو بہار و سیر سے غافل ہوا	اس زمانہ کی وہ قیمت جانے کیا
در پناہ لطف حق باید گریخت	کو ہزاراں لطف بر ارواح ریخت	چاہیے تجھ کو پناہ حق میں جا	لطف رکھتا ہے وہ روحوں پر سدا
تا پناہے یابی آنگہ چہ پناہ	آب و آتش مر ترا گردد سپاہ	تا پناہ اک پاسے تو کیا ہے پناہ	آب و آتش ہوے سب تیری سپاہ
نوح و موسیٰ را نہ دریا یار شد	نے بر اعداشان بکیں قہار شد	نوح و موسیٰ کا نہ دریا یار تھا	نے عدو پر کیں سے وہ قاہر ہوا
آتش ابراہیم را نے قلعہ بود	تا بر آورد از دل نمرود دود	قلعہ تھی آتش نہ ابراہیم پر	ہو گیا غالب دل نمرود پر
کوہ یحییٰ را نہ سوے خویش خواند	قاصدانش را بزخم سنگ راند	کوہ نے یحییٰ کو خود کھینچا نہیں	دشمنوں کو سنگ سے مارا نہیں
گفت اے یحییٰ بیا در من گریز	تا پناہت باشم از شمشیر تیز	بولا اے یحییٰ تو مجھ میں بھاگ آ	تا کروں تیغوں سے میں تیری پناہ

وداع کردن طوطی خواجہ را و پریدن او — رخصت کرنا طوطی کا سوداگر کو اور اڑ جانا اسکا

یک دو پندش داد طوطی بے نفاق	بعد از آں گفتش سلام الفراق	پند کی طوطی نے اسکو بے نفاق	پھر کیا اس کو سلام الفراق
الوداع اے خواجہ کردی مرحمت	کردی آزادم ز قید مظلمت	الوداع اے خواجہ ہو تیرا بھلا	قید سے مجھ کو کیا تو نے رہا
الوداع اے خواجہ رفتم تا وطن	ہم شوی آزاد روزے ہمچو من	رخصت اے خواجہ وطن کو میں چلی	دے خدا تجھ کو یوں ہی آزادگی

ف گر نہاں دانہ الخ یہ شعر نہیں تو دانہ کو چھپا اور بالکل دام ہو اور غنچہ کو چھپا دے گیا بام ہو یعنی اپنی خوبی کو پوشیدہ کر اور شہرت نہ چاہ اور ظاہر میں بد وضع رہ تاکہ بلا سے بچے جس نے اپنے حسن کو ظاہر کیا سو بلا کو اس نے اپنے اوپر لیا نظر بد اور خشم و کینہ اور رشک اسکے سر پر پڑے مثل آب مشک کے دشمن اسکے رشک سے ٹکڑے کریں اور دوست اس کے وقت کو ضائع کریں یعنی دوست و دشمن اسکو بلا میں پھانسیں جو بسبب سیر بہار گلشن کے غافل حق سے ہوا اس زمانہ حیات کی قیمت وہ کیا جانے کہ کس فائدے کے واسطے ہے پس تجھ کو چاہیے کہ تو پناہ حق میں جا کیونکہ وہ لطف کرتا ہے اوپر روحوں کے ہمیشہ تاتو پناہ پاوے اور وہ پناہ کیا ہے آب و آتش سب تیرے سپاہ ہو جائیں اور تیرے ساتھ میں رہیں کہ جو تو کہے وہ بجا لائیں یعنی جب تو خدا کا ہو جائے تو خدا کی مخلوق سب تیری ہو جائے چنانچہ اس کی مثال مولانا آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۵۲ نوح و موسیٰ الخ ۴ شعر نوح و موسیٰ کا دریا یار نہیں تھا اور دشمن پر کینہ سے وہ قاہر نہیں ہوا تھا آتش ابراہیم پر قلعہ نہیں تھا تاکہ دھواں نکلے نمرود کے دل سے کوہ نے یحییٰ کو اپنی طرف نہیں کھینچا اور دشمنوں کو سنگ سے نہیں مارا اور کہا کہ اے یحییٰ تو مجھ میں بھاگ کر چلا آتا میں تیغوں سے تیری پناہ کروں یعنی استفہام انکار کے طور پر مولانا بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں کا تابع اپنی مخلوق کو نہیں کر دیا تھا یعنی تابع کر دیا تھا اسی طرح تیرے مطیع و تابع اپنی مخلوق کو نہیں کر دوں گا فافہم من فہم ۱۲ ۵۳ پند کی طوطی نے الخ ۳ شعر طوطی نے اُس تاجر کو بے نفاقی کی نصیحت کی اور پھر سلام رخصت کا کیا اور کہا کہ اے تاجر رخصت ہوتی ہوں اللہ تیرا بھلا کرے قید ظلمت سے تو نے مجھ کو آزاد کیا اے خواجہ رخصت ہوتی ہوں اور وطن اصلی کو جاتی ہوں اسی طرح آزادگی تجھ کو بھی ہو جیو باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۱۲

خواجه گفتش فی امان الله برو / مر مرا اکنون نمودی راه نو
خواجہ بولا فی امان اللہ تو جا / راستہ مجھ کو نیا بتلا دیا

خود بسوے ہندوستان ور و نهاد / بعد شدت از فرح دل گشت شاد
اپنے ہندوستان اصلی کو گئی / بعد تکلیف اسکو راحت بس ملی

خواجه با خود گفت کین پند منست / راه او گیرم که این ره روشن است
فکر کی خواجہ نے ہے مجھ کو یہ پند / تاکہ میں ہوں اسکی رہ کا پائے بند

جان من کمتر ز طوطی کے بود / جان چنین باید که نیکو پے بود
کب مری یہ جان کم بھلا طوطی سے ہے / جان وہ جو در پئے نیکی کے ہے

مضرت تعظیم خلق و انگشت نما شدن
ضرر تعظیم خلائق و انگشت نمائی کا

تن قفس شکل است زان شد خار جان / در فریب داخلان و خارجان
تن قفس ہے خار جان کو ہو گیا / داخل و خارج کے مکروں میں دلا

اینش گوید من شوم همراز تو / وانش گوید نے منم انباز تو
یہ کہے اس سے ترا ہمراز ہوں / وہ کہے اس سے ترا جانباز ہوں

اینش گوید نیست چون تو در وجود / در کمال و فضل و در احسان و جود
یہ کہے تجھسا نہیں اندر وجود / اندر احسان و اندر فضل و جود

آنش گوید هر دو عالم آن تست / جمله جانهامان طفیل جان تست
وہ کہے دونوں جہاں تیری ہیں آن / تیری جاں کی ہیں طفیلی جملہ جان

آنش خواند گاه عیش و خرمی / اینش گوید گاه نوش و همدمی
وہ کہے ہے وقت عیش و خرمی / یہ کہے ہے وقت نوش و چارہ گری

او چو بیند خلق را سرمست خویش / از تکبر می رود از دست خویش
وہ جو دیکھے میری خواہاں خلق ہے / مارے نخوت کے ہوا باہر آپ سے

او نداند که هزاران را چو او / دیو افگندست اندر آب جو
وہ نہ جانے مثل اسکے دیو نے / سیکڑوں کو ڈالا اندر آب کے

لطف و سالوس جهان خوش لقمه ایست / کمترش خور کان پر آتش لقمه ایست
مدح اور تعظیم اچھی ہے غذا / تو نہ کھا وہ پر ہے آتش سے غذا

سلہ خواجہ بولا الخ یہ شعر خواجہ نے کہا فی امان اللہ تو جا مجھ کو بھی تو نے راستہ بتایا پس وہ اپنے ہندوستان اصلی کو گئی اور بعد تکلیف کے اسکو راحت ملی یعنی جاتے وقت ہنگام رہائی قفس تن کی یہی معاملہ پیش آتا ہے تاجر نے سوچا کہ یہ مجھ کو نصیحت ہے تاکہ میں بھی یہی راہ اختیار کروں یعنی خود کو مردہ کروں تو اقبل ان تموتوا کروں بقول استاد در خاک شو پیش ازانکہ خاک شوی پس اسی راہ کو سلوک کہتے ہیں کب میری جان بھلا کم طوطی سے ہے اور جان وہی ہے کہ جو در پئے نیکی کے ہے تن قفس ہے اور یہاں کہ خار ہو گیا ہے بسبب مکروں داخل و خارج کے یعنی جسم بہ نسبت جان کے قفس ہے مگر بسبب شہرت جاہ و تعظیم خلائق کے جان کو خار ہے کیونکہ خار راہ روح کو سد راہ ہوا کرتا ہے اسیطرح تن جان حجاب کو راہ سلوک ہے اور یہاں تن سے مراد نفس امارہ ہے کیونکہ نفس امارہ اس تن کے خلاصہ کو کہتے ہیں یعنی اس چار عنصر کی ترکیب پانے سے جو پانچویں شے پیدا ہوئی ہے اسکو قفس تن اشیائے سفلی کیطرف کھینچتا ہے کہ اسکی اصل ہے اور جان لطائف خمسہ عالم امر سے پیدا ہے ہوا واسطے وہ اپنی اصل کو رجوع کرتی ہے پس تن و جان باہم ایسے ہیں جیسے آب و گل جو کہ آب لطیف ہے گل کے رگ و ریشہ میں پیوست ہے جبکہ گل غالب ہوتی ہے رنگ سیاہ غلیظ پن زیادہ ہوتا ہے اور جبکہ آب غالب ہوتا ہے تو گل کو رقیق کرکے دریا کیجانب کھینچتا ہے اور رنگ سفید اسمیں بڑھتا ہے اسیطرح جان جب غالب ہوتی ہے عالم امر کو جاتی ہے اور نفس کو بھی تکلیف کرکے اپنے ہمراہ لیجاتی ہے پس ریاضت و مجاہدہ سے جان کو ترقی ہوتی ہے اور خورد و نوش تعلقات و مدح و تعظیم دنیوی سے ترقی نفس کو ہوتی ہے چنانچہ مولانا اسکا حال لکھتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ یہ کہے اس سے الخ شعر یہ کہے اس سے کہ میں تیرا ہمراز ہوں وہ کہے اس سے کہ میں تیرا جانباز ہوں یعنی یہ جان اور وہ نفس آپسمیں مباحثہ کرتے ہیں یہ جان کہے تجھ سا کوئی نہیں ہے اندر وجود کے وہ نفس کہے دونوں جہان تیری ملک ہیں اور تیری جان کی طفیلی جملہ جانیں ہیں وہ نفس کہے وقت عیش و خرمی کا ہے یہ جان کہے وقت نوش چارہ گری کا ہے اس نفس نے دیکھا کہ میری خواہاں خلق ہے مارے نخوت کے ہوش سے باہر ہو گیا وہ نفس نہ جانے کہ مثل اسکے دیو نے سیکڑوں کو غرق کیا آب میں مدح اور تعظیم اچھی غذا ہے مگر تو نہ کھا وہ غذا بری ہے آتش سے باقی حال آگے بیان کرتے ہیں فافہم ۱۲

آتشی پنہان و ذوقش آشکار	دود او ظاہر شود پایان کار	آگ ہے پنہاں ذوق اُسکا آشکار	اُسکا ظاہر ہو دھواں انجام کار
تو مگو آں مدح را من کے خورم	از طمع میگوید او من پے برم	تو نہ کہہ میں خوش نہیں اس مدح سے	اُسکو لالچ ہے نہیں خواہش ہے مجھے
مادحت گر ہجو گوید بر ملا	روزہا سوزد دلت زاں سوزہا	تیری مادح ہجو گر کہوے ذرا	دل جلے اس سوز سے مدت ترا
گرچہ دانی کو ز حرماں گفت آں	کاں طمع کہ داشت از تو شد زیاں	تو ہے واقف یاس سے اُسنے کہا	اسکا مطلب فوت جو تجھ سے ہوا
آں اثر می ماندت در اندروں	در مدیح ایں حالتے ہست آزموں	وہ اثر رہتا ہے بس اندر ترے	مدح کو تو آزما اس حال سے
آں اثر ہم روزہا باقی بود	مایۂ کبر و خداع جاں شود	وہ اثر مدت تلک باقی رہے	مکر جان کا مادہ بس وہ بنے
لیک ننماید چو شیریں است مدح	بد نماید زانکہ تلخ افتاد قدح	مدح جو شیریں ہے لگتی ہے بھلی	ہجو جو ہے تلخ لگتی ہے بری
ہمچو مطبوخ ست و حب کاں را خوری	تا بدیری سوزش و رنج اندری	جیسے مسہل گولیوں کا تو جو لے	دیر تک اسکے تو صدمے میں رہے
ور خوری حلوا بود ذوقش دمے	ایں اثر چوں آں نمی پاید ہمے	کھائے گر حلوا مزا دم بھر ملے	یہ اثر مانند اسکے کب رہے
چوں نمی پاید ہمی ماند نہاں	ہر ضدے را تو بضد او بداں	کیوں نہ رہے ہاں وہ پوشیدہ رہے	ضد سے تو ہر ضد کو اسکی جان لے
چوں شکر پاید نہاں تاثیر او	بعد حینے دمل آرد نیش جو	جوں شکر پنہاں رہے اس کا اثر	بعد دنبل کے نکالیں اُس سے سر
ور حب مطبوخ خوردی اے ظریف	اندروں شد پاک از اخلاط کثیف	کھائے گر مسہل کی گولی ہو کے شاد	پاک باطن ہو گیا خارج مواد
نفس از بس مدحہا فرعون شد	کن ذلیل النفس ہونا لا تسد	ہووے فرعون مدح سے نفس اشد	کر ذلیل اب نفس ہونا لا تسد
تا توانی بندہ شو سلطاں مباش	زخم کش چوں گوے شو چوگاں مباش	بندہ جب تک ہو سکے سلطان نہ ہو	مثل گو صدمہ اٹھا چوگان نہ ہو
ورنہ چوں لطفت نماند ویں جمال	از تو آید آں حریفاں را ملال	ورنہ جو رہوے نہیں لطف و جمال	دوستوں کو ہوگا پھر تجھ سے ملال

ف آگ ہے پنہاں الخ یعنی آتش پنہاں اور ذوق اُس کا آشکارا ہے اور اس کا دھواں ہو انجام کار کے یعنی جان نے جو نفس کی تعریف کی تو نفس اس طرح سے مغرور و مدہوش ہوا اور شیطان نے اس نفس کو آب گمراہی میں غرق کیا پس مولانا مدح و تعظیم کی غذا کی برائی بیان فرماتے ہیں کہ مدح ایک آتش ہے کہ اول خوش و خرم معلوم ہوتی ہے اور انجام کار دلکو سیاہ کر دیتی ہے اور مخلوق اس سے غافل ہیں چنانچہ آگے اسکی دلیل بیان کرتے ہیں فافہم ۱۲ ف تو نہ کہہ الخ یہ شعر تہمت کہ میں اس مدح سے خوش نہیں ہوں وہ طمع سے مدح کرتا ہے مجھے اس سے نفع نہیں ہے اگر مادح تیری ہجو کرے دل اس سوز سے مدت تک جلے اور تو واقف ہے کہ اس نے ناامیدی سے کہا ہے جو کہ اسکا مطلب تجھ سے فوت ہوا ہے وہ اثر تیرے اندر رہتا ہے پس حال مدح کا تو اس امر سے جان یعنی جیسے مذمت کا اثر دل میں ہوتا ہے ایسے ہی مدح کا اثر دل میں رہتا ہے اور وہ اثر مدح کا مدت تک باقی رہے اور مکر کا مادہ بنے یعنی اس مدح پذیری سے ایک مدت کے بعد نخوت اور غرور پیدا ہوتا ہے اور اپنی برتری و بزرگی کیواسطے مکر و فریب کرتا ہے پس مدح و تعظیم خلائق نفس کی بری غذا ہے سالک راہ طریقت کو اس سے بچنا چاہیے چنانچہ مولانا اسکی شناخت کا حال آگے لکھتے ہیں فافہم ۱۲ ف مدح جو الخ یہ شعر جو کہ مدح شیریں ہے پہلے اچھی معلوم ہوتی ہے اور جو کہ ہجو تلخ ہے وہ بری دکھائی دیتی ہے جیسے تو مسہل کی گولیاں کھائے دیر تک تو اسکے صدمے میں رہے اور اگر تو حلوا کھائے مزا اس کا دم بھر ملے یہ اثر مانند اس مسہل کے کب رہے کیوں نہ رہے ہاں حلوے کا اثر پوشیدہ رہے ضد کو تو اس کے ضد سے جان لے یعنی ایک جیسے اثر ہے ویسے ہی اس کی ضد کا اثر ہے مثل شکر کے پوشیدہ اس طرح کا اثر ہے بعدہ دنبل اس سے پیدا ہوویں اور اگر مسہل کی گولیاں خوش ہو کر کھائے تو باطن پاک ہوا اور مواد خارج ہو یعنی اسی طرح مدح انجام کار ضرر ہوا اور مذمت سے شکستگی نفس کے نفع و بہبودی ہووے فرعون ہووے مدح سے نفس نیک کو ذلیل کر جب تک ہو سکے بندہ سلطان نہ ہو مثل گیند کے صدمہ اٹھا چوگان یعنی ڈنڈا نہ ہو اور جب لطف و جمال نہ رہے دوستوں کو تجھ سے ملال ہووے باقی حال اس کا آگے ہے ۱۲ فافہم۔

آں جماعت کت ہمیدادند ریو — چوں نہ بینندت بگویندت کہ دیو
جملہ بینندت چو گویندت بدر — مردہ از گور خود بر کردہ سر
ہمچو امرد کز خدا نامش کنند — تا بدیں سالوس در دامش کنند
چوں بہ بدنامی برآید ریش او — دیو را ننگ آید از تفتیش او
دیو سوے آدمی شد بہر شر — سوے تو ناید کہ از دیوے بتر
تا تو بودی آدمی دیو از پیت — می دوید و می چشانید از میت
چوں شدی در خوے دیوے استوار — می گریزد از تو دیوی نابکار
آنکہ اندر دامنت آویخت او — چوں چنیں گشتی ز تو بگریخت او

[1] تجھ کو جو لیتے تھے اپنے دام میں — اب تجھے جو دیکھیں و شیطاں کہیں
تجھ کو جو دیکھے تو ہر اک یہ کہے — مردہ یہ نکلا ہے دیکھو گور سے
مثل امرد کہ خدا نام اسکا لیں — تا کہ ان مکروں سے لیویں دام میں
ریش بدنامی کی نکلے اُس کے جو — ننگ آئے جستجو سے دیو کو
[2] سوے انسان دیو آئے بہر شر — تجھ سے بھاگے دیو سے تو ہی بتر
تو تھا جبتک مرد تیرے ہمرکاب — دیو پھرتا تھا چکھاتا تھا شراب
تو نے پکڑیں عادتیں جو دیو کی — بھاگتا ہے دیو تجھ سے اے شقی
جو کہ وہ دامن میں لپٹا تھا ترے — تو ہوا ایسا وہ بھاگے تجھ سے ہے

تفسیر ماشاء اللہ کان و مالم یشاء لم یکن

تفسیر ماشاء اللہ کان و مالم یشاء لم یکن

ایں ہمہ گفتیم لیک اندر بسیچ — بے عنایات خدا ہیچیم ہیچ
بے عنایات حق و خاصان حق — گر ملک باشد سیاہستش ورق
اے خدا اے قادر بیچند و چوں — واقفی بر حال بیرون و دروں
اے خدا اے فضل تو حاجت روا — با تو یاد ہیچکس نبود روا

[3] یہ بناوٹ اپنی ہے جو کچھ کہا — ہیچ ہم ہیں بے عنایات خدا
بے عنایات حق و خاصان حق — گر فرشتہ ہو سیہ ہووے ورق
اے خدا اے شاہ بیچون و چرا — جانے تو حال بطون و ظاہرا
فضل تیرا ہے خدا حاجت روا — ساتھ تیرے یاد کسکی ہے روا

[1] تجھ کو جو لیتے الخ یہ شعر تجھ کو جو لوگ کہ اپنے دام میں لیتے ہیں اب وہ تجھے جو دیکھیں تو ہر ایک کہے کہ دیکھو یہ مردہ نکلا ہے گور سے مثل امرد کے کہ اس کا نام کدخدا رکھیں تاکہ ان مکروں سے اپنے دام میں لیویں جبکہ اس کی ریش بدنامی کی نکلے تو دیو کو ننگ آئے اسکی جستجو سے یعنی مولانا پیران ریاکار کو امرد کی مثال میں کہتے ہیں کہ اے بندگان مخلوق کو جب تک فوائد دنیوی تم سے ہو تمہارے مطیع و مداح رہیں اور آخر کار تمھیں ذلیل و خوار جانیں بلکہ تم کو ایک شیطان مجسم کہیں کیونکہ شامت اعمال و ریاکاری تمہاری کا اثر ضرور پڑے گا چنانچہ مولانا اس کے حقایق آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [2] سوے انسان الخ یہ شعر انسان کی طرف دیو آئے واسطے شر کے اور تجھ سے بھاگے کہ تو دیو سے بڑھ ہے جب تک تو مرد تھا دیو تیرے ور پر پھرتا تھا اور پلاتا تھا شراب تجھ کو جبکہ تو نے عادتیں دیو کی پکڑیں تو دیو تجھ سے بھاگتا ہے اے شقی جو دیو تیرے دامن میں لپٹا تھا جب کہ تو دیو ہو گیا وہ تجھ سے بھاگتا ہے یعنی جب تک تجھ میں مادہ صلاحیت و بہتری کا تھا دیو اپنے مطلب کو آتا تھا جبکہ تو مکار و فریبی ہو گیا اب وہ تجھ سے بھاگتا ہے یعنے یہ راہ سلوک ہے جس نے نظر نفس کشی و مجاہدہ پر رکھی منزل مقصود کو پہونچا جو فریب نفس و دیو میں آکر ریاکاری میں پڑا آخر کار خسر الدنیا و الآخرۃ ہوا عیاذاً باللہ الغرض خدا جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے کچھ کوشش پر منحصر نہیں ہے بندہ کو چاہیئے کہ ہر دم مدد خدا اور رسول سے چاہتا رہے اور اپنی سعی و کوشش پر بھروسہ نہ رکھے چنانچہ مولانا اس کا حال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [3] یہ بناوٹ الخ یہ شعر یہ جو میں نے کہا یہ بناوٹ اپنی ہے ہم ہیچ ہیں بے عنایت خدا کے بے عنایت خدا و خاصان کے اگر فرشتہ ہووے تو ورق سیاہ ہووے یعنی بے مدد خدا و رسول کے فرشتہ بھی تیرہ دل ہو اب مولانا مناجات فرماتے ہیں اے خدا اے قادر بیچون و چرا تو جانتا ہے حال ظاہر و باطن اے خدا تیرا فضل حاجت روا ہے تیرے ساتھ ہو کر غیر کی کب حاجت روا ہے باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲ [4] یعنی جو کچھ اللہ چاہے ہووے اور جو کچھ نہ چاہے نہ ہووے ۱۲

این قدر ارشاد تو بخشیدهٔ — تا بدین بس عیب ما پوشیدهٔ
قطرهٔ دانش کہ بخشیدی ز پیش — متصل گرداں بدریاہای خویش
قطرهٔ علمست اندر جان من — وارہانش از ہوا و خاک تن
پیش ازاں کیں خاکہا خسفش کنند — پیش ازاں کیں بادہا نسفش کنند
گرچہ چوں نسفش کند تو قادری — کش ازایشاں وا ستانی واخری
قطرہ کو در ہوا شد یا کہ ریخت — از خزینہ قدرت تو کے گریخت
گر در آید در عدم یا صد عدم — چوں بخوانیش او کند از سر قدم
صد ہزاراں ضد ضد را می کشد — بازشاں فضل تو بیروں می کشد
از عدمہا سوے ہستی ہر زماں — ہست یا رب کارواں در کارواں
خاصہ ہر شب جملہ افکار و عقول — نیست گردد غرق در بحر نغول
باز وقت صبح چوں اللہیاں — بر زنند از بحر سر چوں ماہیاں
در خزاں بیں صد ہزاراں شاخ و برگ — از ہزیمت رفتہ در دریائے مرگ
زاغ پوشیدہ سیہ چوں نوحہ گر — در گلستاں نوحہ کردہ بر خضر
باز فرماں آید از سالار دہ — مر عدم را کانچہ خوردی باز دہ
آنچہ خوردی وادہ اے مرگ سیاہ — از نبات و دارو و برگ و گیاہ

اسقدر ارشاد بخشا تو نے ہے — میرا عیب اس سے چھپایا تو نے ہی
قطرۂ دانش جو تو نے خود دیا — متصل دریا سے اپنے کر ذرا
جان میں ہے علم کا قطرہ جو ہے — اب چھڑا اُن کی ہوا و خاک سے
قبل ازیں کہ خاک انہیں نگلے نہیں — قبل ازیں کہ باد انہیں کھینچے نہیں
کھینچ لیویں گرچہ وہ قادر ہے تو — کہ اُنھوں سے چھینے تو اور لیوے تو
وہ اُڑا قطرہ ہوا میں یا گرا — کب خزانہ سے وہ قدرت کے گیا
گر عدم یا سو عدم میں جائے وہ — جو بلاوے سر کے بل پھر آئے وہ
بس ہزاروں مارتے ضد ضد کو ہے — فضل تیرا پھر انہیں باہر کرے
جانب ہستی عدم سے ہر زماں — قافلہ پر قافلہ اک ہے رواں
خاصکر ہر شب کو فکر و عقل سب — غرق ہوویں بحر میں باحکم رب
پھر بوقت صبح وہ اللّٰہیاں — سر نکالیں بحر سے جوں ماہیاں
؎ پس خزاں میں دیکھ صدہا شاخ و برگ — بھاگ کر جاتے ہیں اندر بحر مرگ
پہنکر جامہ سیہ جوں ماتمی — زاغ گلشن میں کرے نوحہ گری
حکم ہووے اسکو پھر اللہ سے — اب اُگل دے اے عدم کھایا جو ہے
کھایا جو کچھ ہے اگل مرگ سیاہ — برگ و گل سے اور بھی سبزہ گیاہ

؎ اسقدر ارشاد الخ ۱۲ شعر اس قدر تو نے ہدایت بخشی ہے میرا عیب اس ہدایت سے تو نے چھپایا ہے قطرہ دانش کا جو خود تو نے دیا ہے تو اپنے دریا سے ذرا متصل کر دے میری جان میں علم کا قطرہ ہے تن کو خاک و ہوا سے اب چھڑا دے پہلے اس سے کہ خاک سے نہ نکلے دھواں دھواں کھینچے یعنی علم و عقل کا جو قطرہ تو نے مجھ کو عنایت کیا ہے تو اس کو اپنے دریا سے ملا دے اور ہوائے نفسانی اس قطرہ کو نہ اُڑا دے اور خاک جسمانی اس قطرہ کو جذب کر کے خشک نہ کر دے کہ میں دریائے معرفت سے محروم رہوں از بحر العلوم اگرچہ وہ کھینچ لیویں مگر تو قادر ہے کہ اُن سے چھین لیوے یعنی خاک و ہوا وہ قطرہ کھینچ لیوے مگر اے کریم تو قادر ہے اُن سے چھین لیوے اور اڑا قطرہ ہوا میں یا کہ گرا تیری قدرت کے خزانہ سے کب گیا اگر وہ عدم میں یا کہ سو عدم میں جائے تو بلائے سر کے بل وہ آئے پس ہزاروں ضد ضد کو مارتی ہیں پھر فضل تیرا اُن کو باہر کر دے یعنی پیدا کر دے جانب ہستی کے ہر وقت عدم سے قافلہ پر قافلہ رواں ہے خاص کر ہر ایک شب کو عقل و فکر سب غرق ہو دیں دریا میں بحکم رب پھر صبح کے وقت اللہ والے سر بحر سے نکالیں مثل ماہیوں کے یعنی وہ قطرہ عقل و علم کا کیا ہے جان ہے کہ خاک تن میں اس خالق نے ڈالا ہے ہر شب عدم کو لے جاتا ہے اور پھر صبح کو تن میں ڈالتا ہے پس مولانا اس کے اظہار قدرت کو بیان کرتے ہیں چنانچہ آگے اس کی مثال ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ؎ پس خزاں میں الخ ۱۲ شعر جیسے خزاں میں صدہا شاخ و برگ بھاگ کر جاتے ہیں دریائے مرگ میں اور مانند ماتمیوں کے سیاہ جامہ پہن کر زاغ گلشن میں گرتے ہیں پھر اُس کو حکم ہوتا ہے اللہ سے کہ عدم تو نے جو کھایا ہے اگل دے اور اے مرگ سیاہ جو کچھ کھایا ہے اگل و برگ اور سبزہ و گیاہ سے یعنی مولانا اُس کے حقایق آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲۔

اے برادر یکدم از خود دور شو	با خود آ و غرق بحر نور شو	اے برادر خود سے اک دم دور ہو	خود میں آ اور غرق بحر نور ہو
اے برادر عقل یکدم با خود آر	دمبدم در تو خزان است و بہار	اے برادر ایک دم ہو ہوشیار	دمبدم تجھ میں خزاں ہے اور بہار
باغ دل را سبز و تر و تازہ بہ بیں	پر ز غنچہ و ورد و سرو و یاسمین	باغ کو سرسبز تازہ دیکھ لے	پر گل و غنچہ سمن شمشاد سے
زانبہی برگ پنہاں گشتہ شاخ	زانبہی گل نہاں صحرا و کاخ	ہے چھپی پتوں میں اب اک ایک شاخ	پھولوں سے چھائے ہیں صحرا و کاخ
این سخن ہائے کہ از عقل کل است	بوے آں گلزار و سرو و سنبل است	عقل کل سے ہیں یہ باتیں جان لے	بو ہے اُس گلزار کی پہچان لے
بوے گل دیدی کہ آنجا گل نبود	جوش مل دیدی کہ آنجا مل نبود	گل کی بو دیکھی جہاں پر گل نہ تھا	جوش مل دیکھا جہاں پر مل نہ تھا
بو قلاوزست و رہبر مر ترا	می برد تا خلد و کوثر مر ترا	بو ہی رہبر اور ہادی ہے تری	خلد تک لیجائے گی کر کے رہبری
بو دوائے چشم باشد نور ساز	شد ز بوے دیدۂ یعقوب باز	بو سے تیری آنکھ میں پر نور ہو	بو نے بینا کر دیا یعقوب کو
بوے بد مر دیدہ را تاری کند	بوے یوسف دیدہ را یاری کند	بوے بد آنکھوں کو بس اندھا کرے	بوے یوسف آنکھ کو بینا کرے
تو کہ یوسف نیستی یعقوب باش	ہمچو او با گریہ و آشوب باش	تو نہیں یوسف ہے گر یعقوب ہو	مثل اُسکے رو و پُر آشوب ہو
تو چو شیریں نیستی فرہاد باش	چوں نہ لیلی تو مجنوں گرد و باش	تو نہیں شیریں تو پھر فرہاد ہو	گر نہ لیلیٰ قیس سا آزاد ہو

تفسیر قول حکیم سنائی قدس سرہ

تفسیر قول حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ

ناز را روے ببايد ہمچو ورد	چوں نداری گرد بد خوئی مگرد	ناز کو منہ ایسا ہو جیسا کہ پھول	گر نہ ہو ایسا تو بدخوئی فضول

ع۱ اے برادر خود سے الخ ۱۱ اشعار اے برادر کہ تو خود سے ایک دم میں دور ہو اور خود دین میں آ اور غرق بحر نور ہو اے برادر ایک دم ہوشیار ہو کیونکہ دمبدم تجھے خزاں و بہار ہے یعنی جیسے کہ باغ میں خزاں و بہار ہے اسی طرح تجھ میں ہر دم غم و شادی ہے مگر تو بسبب غفلت کے نہیں جانتا ہے پس ہوش میں آ کہ یہ راز تجھ کو معلوم ہو اور باغ کو سرسبز اور تازہ دیکھ لے اور پر غنچہ و گل و سمن ہوں اور ہجوم گل سے صحرا پوشیدہ عقل کل سے یہ باتیں تو جان لے بو ہے اس گلزار کی تو پہچان لے یعنی یہ جو باتیں رسول مقبول سے تو سنتا ہے یہ حق کی باتیں ہیں اور یہ صفات کی صفات کو کہتے ہیں پس یہ بوے صفات جو تو دیکھتا ہے اسی گلزار حق کی ہے گل کی بو دیکھی تو نے کہ وہاں پر گل نہ تھا جوش مل دیکھا تو نے کہ وہاں پر مل نہ تھا یعنی جہاں بو ہو گی وہاں گل ضرور ہو گا اور جہاں جوش مل ہو گا وہاں مل ضرور ہو گا پس جہاں صفات ہو گی وہاں ذات ضرور ہو گی جبکہ رسول مقبول سے کلام خدا کا نکلے گا ضرور ذات حق اسمیں ہو گی بو ہی رہبر اور ہادی تیری ہے اور خلد تک رہبری کر کے لیجائیگی یعنی ذات حق تک صفات تجھ کو لیجائیگی تو صفات حاصل کر بو سے تیری چشم میں اذبس روشنی ہو بو نے بینا کر دیا یعقوب کو بوئے بد نے اندھا کر دیا اور بوے یوسف نے بینا کر دیا یعنی محبت دنیا تجھ کو اندھا کر دے اور محبت معشوق حقیقی تجھ کو بینا کر دے تو اگر یوسف نہیں ہے یعقوب ہو مثل اُس کے گریہ کر اور پر آشوب ہو یعنی تجھ کو اگر معشوقی حاصل نہیں ہے عاشقی کو اختیار کر گریہ و زاری مثل یعقوب کے کر تو اگر شیریں نہیں ہے فرہاد ہو اگر تو لیلے نہیں ہے قیس کے مانند آزاد ہو یعنی مقام معشوقی تجھ کو نہ ہو عاشقی اختیار کر تا کہ معشوق حقیقی تجھے حاصل ہو چنانچہ اس کے حقایق مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم و تدبر ۱۲۔

ع۲ ناز کے واسطے منہ مانند گل چاہیے اور اگر ایسا ترا رخ نہیں ہے تو بدخوئی نہ کر ۱۲۔

عیب باشد چشم نابینا و باز	زشت باشد روئے نازیبا و ناز	عیب ہے ہو چشم نابینا کھلی	بھونڈی صورت اور باتیں نازکی
بشنو این پند از حکیم غزنوی	تا بیابی در تن کہنہ نوی	سن یہ ہے پند حکیم غزنوی	تاکہ تن میں پائے تو پھر زندگی
این رباعی را شنو از جان و دل	تا بکل بیروں شوی زآب و گل	جان و دل سے اس رباعی کو سنو	آب و گل سے تاکہ بالکل تم چھٹو
پند او را از دل و جاں گوش کن	ہوش را جاں ساز و جاں را ہوش کن	جان و دل سے اس نصیحت کو سنو	جان رکھو ہوش اور ہوش کو تم جان کر
پیش یوسف نازش و خوبی مکن	جز نیاز و آہ یعقوبی مکن	روبرو یوسف کے تو نخرے نہ کر	مثل یعقوب آہ و زاری کر بسیر
معنی مردن ز طوطی بد نیاز	در نیاز و فقر خود را مردہ ساز	ہے مراد اس مرگ طوطی سے نیاز	کر نیاز اندر فنا خود کو نہ ناز
تا دم عیسی ترا زندہ کند	ہمچو خویشت خوب و فرخندہ کند	تا دم عیسی تجھے زندہ کرے	مثل اپنے خوب فرخندہ کرے
در بہاراں کے شود سرسبز سنگ	خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ	کب بہاروں میں ہوا سرسبز سنگ	خاک ہو تا گل ہوں پیدا رنگ رنگ
سالہا تو سنگ بودی دلخراش	آزمون را یک زمانے خاک باش	ایک مدت تک رہے تم سنگ ہو	خاک اک دم آزمانے کو بنو
در بیان این شنو یک داستاں	تا بدانی اعتقاد راستاں	اس بیاں میں تم سنو اک داستاں	تاکہ جانو اعتقاد راستاں

داستان پیر چنگی کہ در عہد عمرؓ از بہر خداوند تعالے در گورستان روز بے نوائی چنگ می زد

داستان پیر چنگی کی کہ عہد میں عمرؓ خطاب کے خدا کیواسطے مفلسی سے گورستان میں جا کر چنگ بجاتا تھا

ف۱ سن یہ ہے پند الخ یہ شعر سن تو یہ ہے حکیم غزنوی کی نصیحت تاکہ تو اپنے جسم میں تازگی پائے جان اور دل سے اس رباعی کو سنو تاکہ آب و گل سے تم چھٹو یعنی رباعی حکیم سنائی غزنوی کی تم سنو کہ عمل اس کے سے تمہارا دل روشن ہو اور قید تعلقات دنیوی سے نجات پاؤ چنانچہ مضمون رباعی کا یہ ہے کہ اوپر لکھا ہے ناز کے واسطے رخ خندہ گل چاہیے اور اگر تو وہ رخ نہیں رکھتا ہے تو بدخوئی نہ کر عیب ہے کہ چشم نابینا ہو اور کھلی ہو اور برائی ہے کہ بدصورت ہو اور ناز کرے یعنی ناز کے واسطے روے خوب چاہیے یعنی تجھ کو اگر لیاقت معشوقی کی ہے تو جہان کو خود پر مبتلا کر ورنہ عاشقی اختیار کر کہ مقصد کو پائے چنانچہ آگے اس کی تفسیر مولانا ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ف۲ جان و دل سے الخ یہ شعر اس نصیحت کو تم جان و دل سے سنو جان کو ہوش اور ہوش کو جان کر دیو یوسف کے روبرو تو مت ناز کر اور یعقوب کی آہ و زاری کو اختیار کر اس مرگ طوطی سے مراد نیاز ہے اور خود کو دنیا میں فنا کر ناز مت کر تا دم عیسی تجھ کو زندہ کرے اور اپنے مانند خوب خنداں کرے یعنی ناز عشق تجھ کو زندہ کرے اور سب عموم دنیا سے تجھ کو چھڑا دے بہار میں کب سنگ سرسبز ہوا تو خاک ہو یا گل تجھ سے پیدا ہوں ایک مدت تک تم سنگ ہو کر رہے ایک دم آزمانے کو خاک بنو اس بیان میں تم ایک داستان سنو کہ دوستوں کا تم اعتقاد جانو یعنی تم نیاز اختیار کرو جیسے طوطی نے نیاز اختیار کر کے قیود دنیا سے نجات پائی یعنی پہلے خاک ہونے سے اپنے کو خاک کر دیکھو کہ دانہ خاک سے پیدا ہوتا ہے سنگ سے نہیں ہوتا جیسے پیر چنگی مطرب نے مدت تک عمر گنوائی جو نیاز اور خاکساری اختیار کی مقصد پایا یعنی جب تک عشق خدا سے خود کو ذلیل و رسوا نہ کیا منزل مقصود کو نہ پہونچا واللہ اعلم ۱۲ ف۳ یہ حکایت آٹھویں پیر چنگی کی ہے بیچ خوار کرنے نفس امارہ کے عشق سے کہ روح منجلی ہو فافہم ۱۲

ایں شنیدستی کہ در عہد عمرؓ — بود چنگی مطربے با کر و فر
بلبل از آواز او بیخود شدی — یکطرب ز آواز خوبش صد شدی
مجلس و مجمع دمش آراستی — وز نوائے او قیامت خاستی
ہمچو اسرافیل کآوازش بفن — مردگاں را جاں درآرد در بدن
یا رسائل بود اسرافیل را — کز سماعش پر برستی فیل را
ساز و اسرافیل روزی نالہ را — جاں دہد پوسیدۂ صد سالہ را
اولیاء را در دروں ہم نغمہاست — طالباں را زاں حیات بے بہاست
نشنود آں نغمہا را گوش حس — کز ستمہا گوش حس باشد نجس
نشنود نغمۂ پری را آدمی — کو بود ز اسرار پریاں اعجمی
گرچہ ہم نغمۂ پری زیں عالم است — نغمۂ دل برتر از ہر دو دم است
معشر الجن سورۂ رحمٰن بخواں — تستطیعوا تنفذوا را باز داں
سورۂ رحمٰن بخواں اے مبتدی — تا شوی بر سر پریاں مہتدی
کار ایشاں ست نے از سعی پری — گرددست وشن چو جوے رہبری
نغمہاے اندرونِ اولیاء — اولاً گوید کہ اے اجزائے لا
ہیں ز لائے نفی سرہا بر زنید — ویں خیال و وہم یکسو افگنید

یہ سنا تو نے کہ با عہد عمرؓ — جسمیں چنگی ایک تھا با کر و فر
مست بلبل ہوتی آواز سے اُسکی — ایک خوشی سو ہوتی آواز سے اسکی
اُسکا دم مجلس کو رونق دیتا تھا — اسکا نغمہ اک قیامت کرتا تھا
مثل اسرافیل وہ آواز سے — ڈالتا تھا جان اندر جان کے
یا تھا ہم آواز اسرافیل کا — نکلے پر سننے سے اُسکے فیل کا
صور پھونکے گا جب اسرافیل جو — جان دیگا مردہ صد سالہ کو
اولیا کے دلمیں ہیں نغمے بھرے — طالبوں کی زندگی ہے اِن سے
نغمہ وہ سنتا نہیں ہے گوش حس — کہ ہوا باتوں سے گوش حس نجس
کیا سُنے نغمہ پری کا آدمی — کہ پری سے اسکو ہے ناواقفی
گو پری کا نغمہ اس عالم سے ہے — دل کا نغمہ بڑھ کے دونوں سے ہے
معشر الجن سورۂ رحمٰن پڑھو — تستطیعو اتنفذوا کو جان لو
سورۂ رحمٰن تو پڑھ اے مبتدی — راز پریوں پہ تجھے ہو آگہی
کام انکا بھی پری سے بڑھ کے ہے — ہو تو روشن گو تجھے رہبر ملے
نغمہ ہائے باطنی اولیا — پہلے کہتے ہیں کہ اے اجزائے لا
لانفی سے تو بھی سر کو توڑ دے — اس خیال و وہم کو تو چھوڑ دے

۱۵ یہ سنا تو نے الخ ۱۵ شعر حضرت عمرؓ کے عہد میں یہ تو نے سنا ہوگا کہ پیر چنگی ایک قوال تھا بلبل اسکی آواز سے مست ہوتی اور ایک خوشی اسکی آواز سے سو ہوتی اس کا دم رونق مجلس کو دیتا اور اس کا نغمہ ایک قیامت برپا کر دیتا یعنی آواز اسکی مردہ دل زندہ کر دیتی مثل اسرافیل کے وہ آواز سے ڈالتا تھا جان جسم میں دیا تھا ہم آواز اسرافیل تا کہ اُسکے سننے سے پر فیل کے نکلے یعنی آواز اُسکی مثل اسرافیل کی تھی یا ہم آواز اسرافیل کے تھا جیسے آواز اسرافیل سے قیامت کے دن تن مردوں کے زندہ ہونگے ایسے ہی اُسکی آواز سے دل مردہ زندہ ہوتے تھے پس اسرافیل صور پھونکے گا مردہ صد سالہ کو جان دیگا اولیا کے دلمیں نغمے بھرے ہیں اور طالبوں کو وہ زندہ کرتے ہیں وہ نغمے گوش حس سنتا نہیں ہے کیونکہ گوش حس وہ باتوں سے نجس ہوتے ہیں اسکی مثال مولانا بیان فرماتے ہیں جیسے پری کا نغمہ آدمی نہیں سنتا ہے کیونکہ پری سے اُسکو آگہی نہیں گو کہ پری کا نغمہ بھی ہے اس عالم سے دل کا نغمہ زیادہ دونوں سے ہے یعنی انسان و پری کے نغمے سے دل کا نغمہ زیادہ مخفی ہے اور پری و آدمی زنداں میں ہیں اور دونوں زندانی نادان ہیں سورۂ رحمٰن تو پڑھ کہ اس میں آیہ کریمہ یا معشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطان یعنی اے گروہ جن و انس اگر چاہتے ہو کہ نکلیں اطراف آسمان و زمین سے پس باہر جاؤ تم اور نہیں جا سکو گے مگر غلبہ کے لطف و مدد کے ہو واسطے کہ خداوند عالم نے مقید تم کو کیا ہے اے مبتدی سورۂ رحمٰن تو پڑھ تا کہ پریوں کے راز سے تجھ کو آگہی ہو کام اُن کا بھی پری سے بڑھ کر ہے اگر تجھ کو رہبر ملے تو روشن ہو یعنی اولیا کا کام پریوں سے بڑھ کر ہے کیونکہ نغمہ باطنی اولیا کے دل کو کہتے ہیں کہ اے اجزائے لا یعنی لا نفی سے کہتے ہیں کہ سر تو توڑ دے اور اس خیال و وہم کو تو چھوڑ دے یعنی اجزا جسمی جیسے نفی ہونیوالے ہیں پس تو لائے نفی سے اس کو فنا کر دے تا قید اس گنبد گرداں سے تجھ کو رہائی ہو اور معرفت حق ملے آسمان سے جا اور معرفت دریافت کر احوال پریوں سے چنانچہ معرفت اولیا کا حال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲۔

اے ہمہ پوسیدہ در کون و فساد
جان باقی تان نروئید و نہ زاد
جملہ اے بوسیدہ خاک دنیوی
جان باقی کچھ تمھاری نے اگی

گر بگویم شمۂ زاں نغمہ ہا
جانہا سر بر زنند از دخمہ ہا
گر کہوں میں نغمہ اسمیں سے ذرا
زخمہ سے سب جانیں نکلیں برملا

کہ پری و آدمی زندانی اند
ہر دو در زندانی این نادانی اند
ہیں پری و آدمی زندان میں
دونوں ہیں زندان میں نادان ہیں

گوش را نزدیک کن کاں دور نیست
لیک نقل آن بتو دستور نیست
گوش کو نزدیک کر گرچہ دور ہے
پر بیان کرنے کا نے دستور ہے

ہیں کہ اسرافیل وقت اند اولیا
مردہ را زیشاں حیاتست و نما
ہیں یہ اسرافیل وقت اب اولیا
مرنے والوں کو یہ دیتے ہیں جلا

جانہائے مردہ اندر گور تن
بر جہد آواز شاں اندر کفن
ہیں یہ مردہ جانیں اندر گور تن
نکلیں آواز انکی سن اندر کفن

کایں صدا از صداہائے جدا است
زندہ کردن کار آواز خداست
ہے یہ آواز دل سے آوازوں جدا
زندہ کرنا کار آواز خدا

مردہ باشیم و بکلی کاستیم
بانگ حق آمد ہمہ برخاستیم
مر گئے ہم اور بالکل گھٹ گئے
حق کی آواز آئی ہم سب جی گئے

بانگ حق اندر حجاب و بے حجیب
آن دہد کو داد مریم را ز جیب
پردہ اور بے پردہ آواز خدا
وہ ہی ہے جو خود سے مریم کو دیا

اے فناتان نیست کردہ زیر پوست
باز گردید از عدم ز آواز دوست
تم نہ اس صورت میں جو فانی ہوئے
لوٹ عدم سے یار کی آواز پے

مطلق آن آواز خود از شہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود
مطلق اک آواز وہ ہے شاہ سے
گرچہ ہے حلقوم عبد اللہ سے

گفتہ او را من زبان و چشم تو
من حواس و من رضا و خشم تو
بولا میں اس سے تیری چشم و زباں
ہیں ترا خشم و رضا ہوں میں بیاں

رو کہ بی یسمع و بی یبصر توئی
سر توئی چہ جائے صاحب سر توئی
جا کہ بی یسمع و بی یبصر توئی
سر توئی کیا جائے صاحب سر توئی

تفسیر من کان للہ کان اللہ لہ و بیان آں — تفسیر من کان للہ کان اللہ لہ اور بیان اسکا

چوں شدی من کان للہ از ولہ
حق ترا باشد کہ کان اللہ لہ
جو کہ ہے فرمان بر حکم خدا
حق تو ہے حق بھی پھر اسکا ہوا

گہ توئی گویم ترا گاہے منم
ہر چہ گویم آفتاب روشنم
گہ کہوں میں تجھ کو تو اور گاہ میں
کچھ کہوں خورشید اک روشن ہوں میں

لہ جملہ اے بوسیدہ الخ ۱ شعر اے جملہ بوسیدہ خاک دنیا تمھاری جان باقی کچھ نہیں اُگی یعنی تم اس جسم بوسیدہ میں رہے اور کبھی اس جسم سے باہر نہیں نکلے مگر میں ذرا اس نغموں میں سے کہوں تو جانیں سب گور سے نکل آئیں تو کان کو نزدیک کر دور کب ہے لیکن بیان کرنے کا دستور نہیں ہے واضح ہو کہ مولانا جدائی کا بیان راز کے پیرایہ میں بیان کرتے ہیں صدائے خدا اسکو کہتے ہیں کہ خداوند عالم نے روز میثاق کو الست بربکم کہا اور سب جانوں نے اسی آواز کو ایک الحان کے ساتھ سنا چنانچہ حضرت محبوب علی صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس آواز کو راگ پوربی میں سنا ہے اسی طرح پر ہر ایک جان نے سنا ہے علیٰ قدر مراتب چنانچہ وہ آواز آج تک بھری ہے چنانچہ ہر ایک کے دماغ میں آواز جاری ہے اور دل کو وہ آواز سنائی دیتی ہے الامر شد درکار ہے پس مرشد سے اس راز کو سن بیان سے میں معذور ہوں فافہم ۱۲

۲ ہیں یہ اسرافیل وقت الخ ۹ شعر اولیاء اسرافیل وقت ہیں اور زندگی مردوں کو دیتے یہ مردہ جانیں ہیں اندر گور تن کے اُن کی آواز کفن میں سنکر باہر نکلیں یہ آواز ان آوازوں سے جدا اور زندہ کرنا کام آواز خدا کا ہے ہم مرگئے اور بالکل گھٹ گئے جب کہ حق کی آواز آئی جی گئے پردہ و بے پردہ اور وہ ہی جمع ہوئے فافہم ۱۲

۳ جو کہ تو ہے الخ ۲ شعر تو اگر اللہ کا ہو تو اللہ تیرا ہو گہ کہوں میں تجھ کو تو اور گاہ میں کچھ ہی کہوں لیکن ایک خورشید روشن ہوں میں باقی اس کا حال آگے ہے فافہم ۱۲ –

هر کجا تابم ز مشکات دمے / حل شد آنجا مشکلات عالمے
هر کجا تاریکی آمد نا سزا / از فروغ ما شود شمس الضحیٰ
ظلمتے را کافتابش بر نداشت / از دم ما گردد آں ظلمت چو چاشت
آدمی را او بخویش اسما نمود / دیگراں را ز آدم اسما می گشود
آب خواه از جو بجو خواه از سبو / کیں سبو را هم مدد باشد ز جو
نور خواه از مه طلب خواهی ز خور / نور مه هم ز آفتابست اے پسر
مقتبس شو زود چوں یابی نجوم / گفت پیغمبر که اصحابی نجوم
خواه ز آدم گیر نورش خواه از و / خواه از خم گیر می خواه از کدو
کیں کدو با خم به پیوستست سخت / نے چو تو شد داں کدوے نیکبخت
گفت طوبیٰ من رآنی مصطفیٰ / والذی یبصر لمن وجهی یری
چوں چراغے نور شمعے را کشید / هر که دید آنرا یقیں آں شمع دید
همچنیں تا صد چراغ نقل شد / دیدن آخر لقائے اصل شد
خواه از نور پسیں بستاں تو آں / هیچ فرقے نیست خواه از شمع دل

جس جگہ روشن کروں تیرا چراغ [۱] / اپنی مشکل سے ہو دنیا کو فراغ
جسجگہ ہووے اندھیرا بد نما / ہو ہمارے سایہ سے شمس الضحیٰ
دور ظلمت جو نہ ہو خورشید سے / ہو وہ ظلمت نیز بس دم سے مرے
اُس نے اسما اپنے آدم سے کہے [۲] / اور آدم سے سبھوں کو کھل گئے
ڈھونڈھ پانی خم سے تو یا نہر سے / خم میں جو پانی ہے آیا نہر سے
نور مہ سے ڈھونڈھ یا خورشید سے / نور مہ خورشید کا ہے جان لے
اخذ کر لے نور جب پاوے نجوم / بولے پیغمبر کہ اصحابی نجوم
نور سے آدم سے یا اُس مرد سے لے / مے کو خم سے لے و یا شیشہ سے لے
خم سے یہ شیشہ رکھے ہے اتصال / وصل شیشہ کا نہیں تیری مثال
بولے طوبیٰ من رآنی مصطفیٰ [۳] / والذی یبصر لمن وجہی یری
جو چراغ اک شمع سے روشن ہوا / شمع اُس نے دیکھی جسکو وہ ملا
روشن اس لو سے چراغ ایسے ہوے / دیکھ آخر کا چراغ اول سا ہے
خواہ شمع آخریں سے نور لے / خواہ لے تو شمع سے کیا فرق ہے

سلہ جس جگہ روشن الخ ۳ شعر کچھ بھی کہوں لیکن میں جس جگہ میں چمکوں تیرے ہی چراغ سے وہاں مشکل حل ہو وے کہ جو اہل عالم رکھتے جس جگہ ظلمت ہووے بد نما وہ میرے پرتو سے آفتاب روشن ہووے جو ظلمت کہ خورشید سے دور نہ ہووے وہ ظلمت میرے دم سے نور ہو وے یعنی مولانا کمال عارف کا بیان فرماتے ہیں کہ جب عارف ذات حق میں فنا ہوتا ہے تو خلق اللہ کو اسطرح نفع پہونچاتا ہے چنانچہ آگے حال انبیاء و اولیا کے ایک ہونیکا فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۔ سلہ اس نے اسما الخ ۴ شعر خدائے عالم نے اپنے اسماء آدم کو بتائے اور آدم سے سب کو معلوم ہوئے اب تو خم سے ڈھونڈھ یا نہر سے خم میں جو کہ آب ہے وہ نہر سے آیا ہے نور لے تو ماہ سے یا خورشید سے مگر نور دراصل خورشید کا ہے تو نور حاصل کر اگر تو انجم پاوے کہ پیغمبر صلعم نے فرمایا ہے اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم یعنے اصحاب میرے ستارے ہیں جس نے اقتدا کی ہدایت پائی پس تو نور آدم سے حاصل کر یا اس ماہ سے لے اور پانی تو خم سے لے و یا شیشہ سے کہ خم سے یہ شیشہ رکھتا ہے اتصال اور وصل شیشہ کا تیری مثال نہیں ہے یعنی انبیا مثل نہر کے ہیں اور اولیا مثل ستاروں کے ہیں پس آب خم و نہر کا ایک ہے اور نور ماہ و ستاروں کا ایک ہے اس واسطے حضرت صلعم نے اپنے یاروں کو ستارے فرمایا ہے کہ وہ اولیا ہے غرضکہ ذات حق مثل آفتاب کے ہے اور جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مثل ماہ کے ہیں اور اولیا امت مثل ستاروں کے پس نور ان تینوں کا ایک ہے اس واسطے صوفیہ کرام فرماتے ہیں کہ جو طالب فنا فی الشیخ ہوا تو فنا فی الرسول و فنا فی اللہ ہوا پس اتصال انبیا و اولیا کا اپنے مانند نہ چاہیے جاننا یہی راز ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الحدیث من رآنی فقد رای الحق یعنی جس نے مجھکو دیکھا اُس نے حق تعالےٰ کو دیکھا اسواسطے کہ میرا نور عین خدا کا نور ہے نہ صورت ظاہری اس میں صوفیان ہیمعنی سمجھ دھوکا ہے باقی حال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ بولے الخ ۴ شعر جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوشخبری ہو جیو اُس کسی نے کہ دیکھا مجھکو برگزیدہ اور اس آدمی کو کہ جس نے دیکھا میرے منھ کو دیکھنے والیکو جو چراغ کہ ایک شمع سے روشن ہوا پس شمع اس نے دیکھی جس نے وہ چراغ دیکھا پھر روشن جس سے سو چراغ ہوے دیکھ آخر کا چراغ اول کے مانند ہے خواہ آخر کے چراغ سے نور لے خواہ شمع سے لے فرق نہیں ہے یعنی شمع حضرت رسول مقبول صلعم ہیں اور چراغ پیران طریقت و مرشدان حقیقت ہیں پس جس مرشد سے تو نور باطن حاصل کرے وہ شمع جمال حضور کا ہے چنانچہ اس نور عشق کا حال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۔

خواہ بیں از چراغ آخریں — خواہ بیں نورش ز شمع غابریں

خواہ چراغ آخریں کا نور دیکھ — خواہ شمع اولیں کا نور دیکھ

در معنی حدیث ان لربکم فی ایام دہرکم نفحات الا فتعرضوا لہا

گفت پیغمبر کہ نفحتہائے حق — اندریں ایام مے آرد سبق

گوش و ہش دارید ایں اوقات را — در ربائید اینچنیں نفحات را

نفحۂ آمد مر شما را دید و رفت — ہر کرا میخواست جاں بخشید و رفت

نفحۂ دیگر رسید آگاہ باش — تا ازیں ہم وا نمانی خواجہ تاش

جان آتش یافت زاں آتش کشے — جان مردہ یافت از وے جنبشے

جان ناری یافت از وے انطفا — مردہ پوشید از بقائے او قبا

تازگی و جنبش طوبے است ایں — ہمچو جنبش ہائے خلقاں نیست ایں

گر در افتد در زمین و آسماں — زہرہ ہاشاں آب گردد در زماں

خود ز بیم ایں دم بے منتہا — باز خواں فابین ان یحملنہا

ورنہ خود اشفقن منہا چوں بدی — گرنہ از بیمش دل کہ خوں شدی

دوش دیگر گونہ ایں میداد دست — لقمۂ چندے در آمد رہ ببست

تفسیر حدیث ان لربکم فی ایام دہرکم نفحات الا فتعرضوا لہا

بوئے پیغمبر کہ نفحتہائے حق — اندنوں میں رکھتے ہیں از بس سبق

ہوش کا تم گوش اپنے اب رکھیو — کر لو حاصل ایسے تم نفحات کو

آیا نفحہ تم کو دیکھا اور پھرا — جسکو چاہا جان بخشی اور گیا

نفحہ پہونچا دوسرا آگہ رہو — تاکہ اس سے بھی نہ تم محروم ہو

اس سے آتش کو اک آتش کش ملا — پائی اُس سے جان مردہ نے بقا

جان ناری کی ہوئی اُس سے فنا — اُس بقا سے پہنی مردہ نے قبا

سلہ تازگی اور جنبش طوبی یہ ہے — اور نہیں یہ مثل جنبش خلق سے

گر زمین و آسمان میں یہ پڑے — زہرہ پانی ہووے انکا جان لے

اس دم خالی کے ڈر سے اے دلا — پھر تو پڑھ تم فابین ان یحملنہا

ورنہ خود اشفقن منہا ہوتا کیوں — گر نہ ڈر سے کوہ کا دل ہوتا خوں

شب کو تازہ ڈھنگ سے آتا تھا وہ — چند لقمے آئے روکے راہ کو

سلہ خواہ چراغ الخ، شعر خواہ چراغ آخر کا تو نور دیکھ خواہ شمع اول کا نور دیکھ جناب رسول مقبول صلعم نے فرمایا ہے خوشبو حق کی جان ان دنوں رکھتی ہے غلبہ تم اپنے ہوش کا گوش اب رکھو اور کر تو حاصل ایسی خوشبو کو آئی خوشبو تم کو دیکھا اور پھری جس کو چاہا جان بخشی اور گئی دوسرے خوشبو پہونچی آگاہ رہو تاکہ اس سے محروم نہ رہو جان نے آتش نے آتش کش پایا ہے اور جان مردہ نے اس سے جنبش پائی ہے جان کو تازگی ہوئی اس سے فنا اور بقا سے پہنی مردہ نے قبا واضح ہو کہ نفحہ حق سے مراد یہاں عشق ہے اور آتش کش سے مراد جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم یا مرشد کامل ہے اور جان ناری سے مراد شیطان ہے یعنی اندنوں غلبہ عشق ہے اور جان نے اس سے زندگی پائی ہے اور شیطان اس آتش عشق سے مردہ ہوا ہے چنانچہ اس کا حال آگے مولانا لکھتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ تازگی الخ، شعر تازگی اور خوبی جنبش خلق کی نہیں ہے اگر یہ زمین و آسمان میں پڑے تو ان کا زہرہ آب ہو جائے اے دل اس غم جانی کے خوف سے پھر تو پڑھ یہ آیہ کریمہ انا عرضنا الامانۃ علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنہا واشفقن منہا وحملہا الانسان انہ کان ظلوما جہولا یعنی ہم نے ظاہر کیا امانت عشق کو آسمان و زمین و پہاڑوں پر پس انکار کیا اٹھانے سے اور ڈرے اور اٹھایا اس کو انسان نے تحقیق انسان ظالم اور جاہل تھا ورنہ خود اشفقن منہا یعنی کیوں ڈرتا ہے اگر خوف سے کوہ کا دل خون نہ ہوتا شب کو وہ دوسرے ڈھنگ پر آتا ہے چند لقمے طعام نے اسکی راہ روکی یعنی عشق شب کو اور ہی ڈھنگ پر آتا ہے کہ غذائے نفسانی نے اسکی راہ بند کی واضح ہو کہ اس غذا سے نفس امارہ کو غلبہ ہوتا ہے اور عشق کا نور جاتا رہتا ہے اسواسطے تقلیل غذا مبتدی کو ضروری ہے چنانچہ اس کا حال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲۔

بہر لقمہ گشت لقمانے گرو — وقت لقمان است اے لقمہ برو
از ہوائے لقمۂ ایں خار خار — از کف لقمان برون آرید خار
در کف او خار و سایش ہم نیست — لیک تا از حرص آں تمیز نیست
خار داں آنرا کہ خرما دیدۂ — زانکہ بس نان کور و بس نادیدۂ
جان لقمہ کو گلستان خداست — پاے جانش خستہ خارے چراست
اشتر آمد ایں وجود خار خوار — مصطفیٰ زادے بریں اشتر سوار
اشتر آتنگ گلے بر پشت تست — کز نسیمش در تو صد گلزار رست
میل تو سوے مغیلان ست و ریگ — تا چہ گل چینی ز خار مردہ ریگ
اے بگشتہ زیں طلب از کو بکو — چند گوئی آں گلستاں کو و کو
پیش ازاں کیں خار را بیروں کنی — چشم تاریکست جولاں چوں کنی
آدمی کو مے نگنجد در جہاں — در سر خارے ہمی گردد نہاں
مصطفیٰ آمد کہ سازد ہمدمی — کلمینی یا حمیرا کلمی

واسطے لقمے کے گل لقمان پھنسا — وقت لقمانی کا اے لقمہ تو جا
خواہش لقمہ کا جو کانٹا لگا — پاؤں سے لقمان کے اسکو کر جدا
اسکے پا میں خار کیا سایا نہیں — حرص سے تم نے یہ کچھ سمجھا نہیں
جو کہ خرما دیکھا اسکو خار جان — کیوں تو روٹی کا جو بھوکا ہے یہاں
جان جوں لقمان ہے بستان خدا — پائے جان میں اسکے کب کانٹا چبھا
یہ شتر ہے تن کہ جو کھاتا ہے خار — مصطفیٰ زادہ ہے ناقہ پر سوار
اے شتر ہے خار گل تجھ پر لدا — کہ صبا سے اسمیں گلشن ہے کھلا
۵۲ تجھ کو ہے خار مغیلاں کی ہوس — خار سے گلچیں کیا کرتا ہے بس
اس طلب میں اے پھرے تو کو بکو — کب تلک ڈھونڈے گلستاں کو ن و
اس سے پہلے کہ نکالے خار کو — چشم نابینا ہے بھاگے کیسے تو
آدمی کہ نے جہاں میں آسکے — اوٹ میں اک خار کے وہ چھپ رہے
مصطفیٰ اگر کریں بس ہمدمی — کلمینی یا حمیرا کلمی

۵۱ واسطے لقمے کے الخ، شعر لقمے کے واسطے لقمانی پھنسا یعنی جان پھنسی اور وقت لقمانی کا ہے لقمے تو تو جا خواہش لقمہ کا جو کہ خار لگا پاؤں میں لقمان جان کے تو اس کو نکال کہ اثر خار کا اس کے پاؤں میں ہے لیکن تمیز اس کے بسبب حرص کے تم کو نہیں ہے جو کہ خرما دیکھا اُس کو خار جان کیونکہ تو روٹی کا بھوکا ہے جان مانند لقمان کے ہے بوستان خدا پس جان کے پاؤں میں کس لیے خار لگا ہے یہ بدن شتر ہے جو کہ خار کھاتا ہے مصطفیٰ زادہ ناقہ پر سوار ہے جو کہ خار کھاتا ہے اے شتر تجھپر بوجھ گل کا لدا ہے کہ صبا سے اس کے گلشن اسمیں کھلا ہے یعنی یہ جسم شتر ہے اور جان اسپر سوار مثل مصطفیٰ زادہ کے جیسے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ایک روز شاکی سواری کے ہوے، تو آنحضرت صلعم نے انکو اپنی پشت پر سوار کیا اور فرمایا کہ میں تمھارا ناقہ ہوں بموجب حدیث شریف نعم الراکب ونعم الجمل یعنی بہت اچھا سوار ہے اور کیا اچھا جمل ہے پس یہ جان لقمان ہے مگر بسبب لقمہ نفسانی کے بے خبر ہے تو اے طالب اس لقمہ نفسانی سے جان کو پاک کر تا عشق اس کو خبردار کرے اور معرفت الٰہی اس کو کھلے بقول سعدی علیہ الرحمہ سہ اندرون از طعام خالی دار ؛ تا درو نور معرفت بینی ؛ چنانچہ مولانا اس عشق کا راز آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۵۲ تجھکو ہے الخ، شعر شتر تجھ کو خار مغیلاں کی ہوس ہے تو خار سے گلچینی کیا کرتا ہے اے جسم لذائذ دنیوی جان مغیلان ہے گل معنی و نعمت باطنی نہیں ہے کہ تو اُسکو گل چینی کیف معنی کے جانتا ہے اے شخص اس مطلب میں تو کو بکو پھرے اور کب تک کہے تو کہ وہ گلستان ہے یعنی کب تک اس جستجو میں رہیگا جلد مقصد حاصل کر اس سے پہلے کہ تو خار کو پا سے نکالے تیری چشم نابینا ہے تو کیسے بھاگے گا یعنی ترک دنیا کرنے سے اول کہ تو دل سے نابینا ہے کیسے جاے گا آدمی کہ جہان میں نہیں سما سکتا ہے ایک خار کی اوٹ میں چھپے یعنی جسم میں کہ مثل خار کے ہے وہ روح باوجود اس بزرگی کے چھپے نادر ہے چنانچہ مولانا اسکی مثال فرماتے ہیں کہ جیسے مصطفیٰ صلعم اگر ہمدمی کریں اور کہیں کلمینی یا حمیرا یعنی کلام کر مجھ سے اے حمیرا واضح ہو کہ حمیرا لقب ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا پس حضرت رسول مقبول صلعم کو انفصال کی حالت میں جب اتصال یار کی خواہش ہوتی تو آپ حضرت عائشہ سے فرماتے ہیں کہ کچھ باتیں کرو جبکہ بی بی صاحبہ کچھ کلام کرتی تھیں تو آپ مشاہدہ و مقام تشبیہ سے خوشحال یار ہوتے تھے اسی کو دید تشبیہ کہتے ہیں پس مولانا مثال میں بیان فرماتے ہیں کہ نور روحی باوجود کل ہونے کے جسم بشری میں کہ جز ہے بس آیا کیونکہ نور محمدی سے کل عالم پیدا ہوا ہے پس کل جز میں کیسے آیا کیونکہ دریا قطرے میں سما نہیں سکتا ہے غرض اس راز کے انکشاف کو معرفت کہتے ہیں فہم من فہم ۱۲

اے حمیرا آتش اندر نہ تو نعل	تا ز نعل تو شود ایں کوہ لعل	اے حمیرا آگ میں تو رکھدے نعل	بیقراری سے تری یہ کہ ہو لعل
ایں حمیرا لفظ تانیث است و جاں	نام تانیثش نہند ایں تازیاں	لفظ تانیث ہے حمیرا اور جان	نام تانیث اسکا رکھیں تازیاں
لیک از تانیث جاں را باک نیست	روح را با مرد و زن اشراک نیست	پر نہ ڈر ہے جان کو تانیث سے	مرد و زن سے روح بھی شرکت نہ رکھے
از مونث و ز مذکر برتر ست	این نہ آن جانست کز خشک و تر ست	برتری یہ مرد و زن سے رکھے	یہ نہ وہ جان ہو کہ خشک و تر سے ہے
ایں نہ آں جانست کافزاید بناں	تا گہے باشد چنیں گاہے چناں	یہ نہ وہ جان ہے کہ زیادہ کھائے ناں	تا کہ ہو گاہے چنیں گاہے چناں
خوش کنندہ است و خوش و عین خوشی	بیخوشی نبود خوشی اے مرتشی	کرنیوالی خوش ہے اور عین خوشی	بیخوشی کب ہو خوشی اے رشوتی
چوں تو شیریں از شکر باشی بود	کاں شکر گاہے ز تو غائب شود	جو شکر باشی سے بس شیریں تو ہو	اور کبھی غائب شکر تجھ سے ہو وے
چوں شکر گردی ز تاثیر وفا	کے بود شکر ز شیرینی جدا	ہو شکر تو جبکہ از راہ وفا	ہووے کب شکر سے شیرینی جدا
زہر محض ست آنکہ باشد بیوفا	ہب لنا یا ربنا نعم الوفا	محض ہے وہ زہر جو ہو بیوفا	بخشدے ہمکو وفا تو اے خدا
عاشق از حق چوں غذا یابد رحیق	عقل آنجا گم شود اے خوش رفیق	حق سے عاشق مے کی جو پائے غذا	عقل اُس جا گم ہو اور ہوش و ہوا
عقل جزوی عشق را منکر بود	گرچہ بنماید کہ صاحب سر بود	عقل جزوی عشق سے منکر ہوئی	گر دکھائی دے وہ بھیدوں سے بھری
زیرک و داناست اما نیست نیست	تا فرشتہ لا نشد آہرمنیست	وہ ہے دانا اور نہ فانی ہو وے	تا نہ ہو فانی فرشتہ دیو ہے
او بقول و فعل یار ما بود	چوں بحکم حال آئی لا بود	یار قول و فعل ہیں میری ہو وہ	جو بحکم حال آئے نفی ہو
لا بود چوں او نشد از ہست نیست	چونکہ طوعاً لا نشد کرہاً بسیست	ہو وہ نفی گر نہیں وہ نیست ہے	جو نہ رغبت سے تو ہووے زور سے

۱ اے حمیرا الخ ۸شعر اے حمیرا آتش میں تو نعل رکھدے کہ تا بیقراری سے تیرے کوہ لعل ہو وے یعنی نظر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں حق درجہ کمال ظاہر ہوا تھا اسواسطے جناب رسول صلعم فرماتے تھے کہ تم کلام کرو تا جلوۂ حق بدرجہ اتم متجلی ہو تا گرمی شوق سے کوہ بدن میرا لعل ہو وے اور خار کے دور ہونے سے گلستان حق کا مشاہدہ ہوا از بحر العلوم حمیرا و جان لفظ تانیث ہے اور نام تانیث اہل عرب رکھتے ہیں لیکن جان کہ تانیث خود نہیں ہے کہ جان مرد و زن ہونے سے شرکت نہیں رکھتی ہے یہ مرد و زن سے برتری رکھتی ہے یہ وہ جان نہیں کہ خشک و تر سے ہو یہ وہ جان نہیں ہے کہ نان سے زیادہ ہو تا کہ کبھی ایسے ہو وہ کبھی ویسے ہو یعنی حمیرا لفظ تانیث ہے اور جان بھی تانیث ہے اور جان سے مراد ذات ہے اور ذات حق پر مرد و عورت ہونا اطلاق نہیں کرتا پس مولانا فرماتے ہیں کہ مراد اس جان سے صورت مثالی ہے اس روح حیوانی سے مراد نہیں ہے کہ جو غذا کے بخار لطیف کو حکما روح حیوانی کہتے ہیں پس وہ جان خوش کرنے والی ہے اور عین خوشی و بے خوشی کے کب خوشی اے رشوتی یعنی خوشی نفس کی بطور اہل رشوت کے لالچ سے ہے اور خوشی جان کی عین خوشی ہے کچھ عارضی نہیں ہے از بحر العلوم جو شکر پاشی مرشد سے تو شیریں ہوا اور کبھی وہ شکر سے غائب ہو جو تونے شکر کی از راہ وفا کے پس شکر سے کب شیرینی جدا ہو وے یعنی جو شکر پاشی فیضان مرشد سے تو شیریں کیفیت ہو تو کبھی وہ فیضان تجھ سے کیفیت جدا نہ ہو وے یعنی بسبب وفا کے وہ کیفیت فیضان کی تجھ میں ہمیشہ رہے گی چنانچہ مولانا آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۲ محض ہے الخ ۲شعر جو کوئی بیوفا ہو وے وہ شکر فیضان اُس کو زہر محض ہے پس اے رب عنایت کر مجھ کو بہتر وفاداری حق سے جو عاشق مے کی غذا پائے اس جا عقل گم ہوا اور ہوا و ہوس جائے عقل جزوی منکر ہوئے عشق سے اگرچہ اسکو اہل راز دیکھتے ہیں وہ دانا ہے ولیکن فانی نہیں ہے جب تک کہ فرشتہ نہ ہو شیطان ہے وہ فعل و قول ہیں یا میری ہے جبکہ بحکم حال کا آئے وہ نفی ہوا اگر وہ تانیث نہیں ہے جو کہ رغبت سے نہ ہو تو وہ زہر ہے یعنی یہ عقل معاش عشق سے منکر ہے اگر فعل و قول ہیں یار میری ہے جبکہ حال پیدا ہوتا ہے تو نفی گم ہو جاتی ہے اگر رغبت سے کم نہ ہوگی تو وہ زور سے ہو گی چنانچہ مولانا آگے اس کی مثال دیتے ہیں فافہم ۱۲ —

جان کمال است و ندائے او کمال — مصطفیٰ گویاں ارحنا یا بلال
اے بلال افراز بانگ سلسلت — زاں دمے کاندم دمیدم در دلت
اے بلال این گلبنت اے جان سپار — خیز و بلبل وار جاں می کن نثار
زاں دمی آدم از و مدہوش شد — ہوش اہل آسماں بیہوش شد
مصطفیٰ بیخویش شد زاں خوب صوت — شد نمازش از شب تعریس فوت
سر ازاں خواب مبارک بر نداشت — تا نماز صبحدم آمد بچاشت
در شب تعریس پیش آں عروس — یافت جان پاک ایشاں دستبوس
عشق و جاں ہر دو نہانند و ستیز — گر عروسش خواندہ ام عیبے مگیر
از ملال یار خامش کردمے — گر ہمو مہلت بدادی یکدمے
لیک میگوید بگو ہیں عیب نیست — جز تقاضائے قضائے غیب نیست
عیب باشد کو نہ بیند جز کہ عیب — عیب کے بیند روان پاک غیب
عیب شد نسبت بہ مخلوق جہول — نے بہ نسبت با خداوند قبول
کفر ہم نسبت بخالق حکمت است — چوں بما نسبت کنی کفر آفت است

جانِ کمال اور بانگ اسکی ہے کمال — مصطفیٰ بولے ارحنا یا بلال
اے بلال اپنی وہ خوش تو بانگ دے — ساتھ اُس دم کے جو پھونکا منے ہے
میری گلبن پر بلال اے جان تو ہار — مثل بلبل جان اپنی کر نثار
آدم اُس دم سے ہوا مدہوش ہے — ہوش اہل چرخ کا بیہوش ہے
مصطفیٰ اُس بانگ سے بیخود ہوئے — گئی نماز انکی شب تعریس سے
سر نہ اُس خواب مبارک سے اُٹھا — تا نماز صبح ہوئی انکی قضا
اُس شب تعریس میں نزد عروس — انکی جان پاک تھی ہم دست بوس
عشق و جاں دونوں جو پوشیدہ ہیں — گر عروس اُسکو کہیں کیا عیب ہے
ہوتا میں خامش ملال یار سے — گر وہ فرصت ایکدم دیتا مجھے
پر وہ کہتا ہے کہو کیا عیب ہے — ہے نہ خواہش بجز قضائے عیب کے
عیب وہی جو کہ دیکھے عیب کو — کب پرکھے ہے عیب جان غیب کو
عیب ہوتا ہے بہ نسبت خلق کے — اور نہیں خالق کی نسبت جان لے
کفر نسبت حق کے حکمت جان لو — اور ہماری نسبت آفت جان لو

۱ جان کمال الخ ایک شعر جان جس کی کامل ہے مصطفیٰ نے فرمایا ارحنا یا بلال واضح ہو کہ جناب رسول مقبول صلعم جب کہ عقل ظاہری سے جدا ہونا چاہتے تھے تو حضرت بلال کو فرماتے تھے کہ تم بانگ نماز کہو چونکہ بلال خوش آواز نہ تھے مگر روح پاک حضور کی مست عشق ہو کر عقل بزور دور کر دیتی تھی چنانچہ صوفیہ کرام شغل اسی کو کہتے ہیں کہ از راہ دید چشم و یا صدائے گوش کے جان کو مست عشق کر کے عقل روشن کو بزور نفی کرتے ہیں چنانچہ شغل کا حال مولانا آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۲ اے بلال الخ ۲ شعر اے بلال وہ خوشگو اتو بانگ دے ساتھ اس عشق کے کہ میں نے تجھ میں جو پھونکا ہے میری گلبن وجود پر تو اے بلال جان قربان کر اور مثل بلبل کے اپنی جان نثار کر آدم علیہ السلام دم عشق سے بیہوش ہوئے اور ہوش اہل فلک کا بیہوش ہے بس مصطفیٰ صلعم اس بانگ سے بیخود رہے اور نماز اُن کی فوت شب تعریس سے ہوئی واضح ہو کہ حضرت رسول مقبول صلعم جبکہ غزوہ خیبر سے لوٹے اور تمام شب راہ چلے پچھلی شب کو جبکہ منزل پر آئے حضرت بلال سے فرمایا کہ تم نماز پڑھنا اور ہم کو بیدار کرنا بلال نے بانگ دی فجر کی خود مدہوش ہوئے اور حضرت بھی بیہوش رہے حتی کہ آفتاب طلوع ہوا جبکہ حضور نے بلال سے کہا کہ یہ کیا ہوا بلال نے عرض کی کہ جس نے آپ کو بیخود کیا اُس نے مجھ کو بھی بیخود کیا بعضے کہتے ہیں کہ حضرت سو گئے حیران کہ حضور نے مثل غافلوں کے سر نہ اُس خواب سے اُٹھایا یہاں تک کہ نماز صبح قضا ہوئی اس تعریس میں نزدیک عروس کے آپ کی جان تھی ہم دست بوس یعنی مستی خوش آوازی بانگ بلال سے جان پاک حضور کی اس شب وصال عروس یار میں مست رہی اس واسطے اس کو شب کہتے ہیں پس ثابت ہوا کہ محویت مستی عشق میں اگر نماز فوت ہو ماخوذ نہیں بموجب آیہ کریمہ لا تقربوا الصلوٰة وانتم سکارىٰ والله اعلم ۳ عشق و جان الخ ۵ شعر عشق و جان جو دونوں پوشیدہ رہے اگر اس کو عروس کہیں کیا عیب ہے یعنی مثل دلہن کے اور دولہا کے جان خلوت میں باہم اگر شب عروس اسکو کہیں کیا عیب ہے کیونکہ عیب فعل خلاف حکم حاکم کہتے ہیں اور وہاں جان کا عشق سے عین مرضی الٰہی ہے میں ملال یار سے خاموش ہوتا اگر وہ ایک دم مجھے فرصت دیتا پر وہ کہتا ہے کہ کہو کیا عیب ہے کہ یہ بے خواہش قضا سے عیب کے نہیں عیب وہ ہے جو عیب کو دیکھتا ہے اور جان عیب کو کب دیکھتا ہے عیب وہ ہوتا ہے جو بہ نسبت مخلوق کے اور بہ نسبت خالق کے نہیں ہوتا ہے جیسے کفر نسبت حق کے حکمت ہے اور بہ نسبت ہمارے آفت ہے اس جگہ مثال دوسری ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲ –

ور یکے عیبے بود با صد صفات	بر مثال چوب باشد در نبات	ہو کسی میں ایک عیب اور سو ہنر[۱]	جیسے مصری میں ہو تنکے پر شکر
در ترازو ہر دو را یکساں کشند	زانکہ آں ہر دو چو جسم و جاں خوشند	ایکساں دونوں ترازو میں تلیں	کیونکہ دونوں ایک جسم و جان ہیں
پس بزرگاں ایں نگفتند از گزاف	جسم پاکاں ہمچو جاں افتاد صاف	جان ہو تم سچ بزرگوں نے کہا	مثل جان ہے جسم پاکوں کا صفا
گفت شان و فعل شان و ذکر شاں	جملہ جان مطلق آمد بے نشاں	ذکر اُن کا فعل اُنکا اور بات	سب ہے جان مطلق اُنکی ایک ذات
جان دشمن دارشاں جسمیست صرف	چوں زیاد از نرد او اسمیست صرف	جان دشمن دار اُن کی جسم ہے	جوں زیاد تخت نرد ایک اسم ہے
آں بخاک اندر شد و کل خاک شد	ایں نمک اندر شد و کل پاک شد	وہ گئے مٹی میں مٹی خاک میں	یہ نمک میں جو گئے کل پاک ہیں
آں نمک کز وے محمد املح است	زاں حدیث با نمک او افصح است	وہ نمک جس سے محمد ہیں ملیح	یا نمک اُنکی حدیث اُس سے فصیح
ایں نمک باقی ست ز میراث او	با تو اند آں وارثان او بجو	اُن کا باقی یہ نمک میراث ہے[۲]	وارث انکا ڈھونڈھ تیرے پاس ہے
پیش تو شستہ ترا خود پیش کو	پیش ہستت جان پیش اندیش او	پیش تیرے بیٹھے نے پیش اب تجھے	پیش تیرے ہست کی جان انکی ہے
گر تو خود را پیش و پس کردی گماں	بستۂ جسمے و محرومی ز جاں	پیش و پس کا گر کیا تو نے گمان	ہے مقید تن کا اور محروم جان
زیر و بالا پیش و پس وصف تن است	بے جہت آں جان نے روشن است	وصف تن ہے زیر و بالا پیش و پس	بے جہت اُس سے جان روشن ہے بس
بر کشا از نور پاک شہ نظر	تا نہ پنداری تو چوں کوتہ نظر	کھول تو اپنی بنور شہ نظر	تا نہ جانے مثل خود کوتہ نظر
کہ ہمینی در غم و شادی و بس	اے عدم کو مر عدم را پیش و پس	ایسے ہی ہے تو غم و شادی میں بس	ہے عدم کیسا عدم کو پیش و پس
از وجود و از عدم گر بگذری	از حیات جاودانی برخوری	گر وجود اور تو عدم کو چھوڑ دے	تب حیات جاوداں سے بہرہ لے
روز باراں است می رو تا بشب	نہ ازیں باراں ازاں باران رب	دن ہی باران کا تو جا اب تا بشب	وہ نہیں باران یہ ہے باران رب

۱ ہو کسی میں الخ، شعر کسی میں ایک عیب اور سو ہنر ہوں جیسے مصری میں ایک تنکا پر شکر ہو دونوں یکساں ترازو میں تلیں کیونکہ دونوں ایک جسم و ایک جان ہیں پس جان ہو بزرگوں نے سچ کہا ہے کہ تن پاکوں کا مثل جان کے صاف ہے ذکر اُن کا اور فعل اُنکا اور بات اُنکی سب جان مطلق و ایک ذات ہے اُن ناقصوں کی جان دشمن دوست تمام جسم ہے اور مانند زیاد تخت نرد کے ایک اسم ہے یعنی ناقصوں کی جان کثیف مثل جسم کے ہے اور مانند زیاد کہ بازی تخت نرد کے ہے کہ وہ جسم نہیں رکھتے ہیں بجز اسم کے بازیاد نام دشمن حضرت کا تھا کہ صفت اُس نے دشمنی کی تھی گویا جان ناقصوں کی ایک جسم کثیف ہے باہم پے معنی ہے جو وہ ناقص خاک میں گئے کل خاک ہیں اور جو پاک نمک میں گئے کل پاک ہیں یعنی ناقص سب بمناسبت کثافت کے بعد مردن خاک ہوئے اور کامل بسبب لطافت کے بعد مردن نور پاک ہوئے گویا جسم اُنکا بسبب لطافت کے ہمراہ جان کے عالم نور کو گیا اسکو حضرت نے فرمایا ہے الحدیث المومن لا یموت یعنی مومن کو موت نہیں ہے پس مولانا عالم نور کو کان نمک سے تشبیہ دیتے ہیں کہ کان نمک میں جو شے جاتی ہے پاک ہو جاتی ہے چنانچہ اس نمک کا حال مولانا آگے فرماتے ہیں وہ نمک کہ جس سے محمد صلعم ملیح ہیں اور اُنکی حدیث اُس نمک سے فصیح ہیں جب اُن دونوں حدیثوں کے انا املح واخی یوسف اصبح یعنی میں ملیح ہوں اور بھائی یوسف صبیح ہیں اور ایضاً انا افصح العرب والعجم یعنی میں فصیح عرب و عجم کا ہوں حقائق اس نمک کے آگے بیان کرتے ہیں فافہم ۱۲

۲ ان کا باقی الخ، شعر جناب رسول مقبول صلعم کا باقی یہ نمک میراث ہے اُن کے وارث تیرے پاس ہیں ڈھونڈھ یعنی وہ نمک عشق ہے اور میراث صلعم سے باقی ہے اور وارث اُن کے اولیاء کرام دنیا میں موجود ہیں تو تلاش کر لے وہ پیش تیرے بیٹھے ہیں اور تجھے آگے سے خبر نہیں ہے اور آگے تیرے ہست کے اُنکی ہے جان اگر تو نے پیش و پس کا گمان کیا تو مقید تن کا ہے اور جان سے محروم ہے وصف ہے محروم ہے زیر و بالا پیش و پس اور ایک جان بے جہت اُس جان سے روشن ہے یعنی پیش و پس صفت جسم کی ہے اور جان بے جہت ہے پس جہت کا دیکھنے والا بیجہت کب دیکھ سکتا ہے تو نور سے اپنی نظر کو کھول تا نجانے تو مانند اپنی کوتہ نظر ایسی ہے غم و شادی میں عدم ہے اور کہاں ہے عدم کو پس و پیش اگر تو وجود و عدم کو چھوڑ دے تب حیات جاوداں سے تجھ کو ثمرہ ملے دن ہے باران کا تو چل شب تک یعنی تمام دن وہ باران نہیں ہے یہ باران خدا ہے یعنی یہ روز نور فیضان الٰہی ہے تو تمام روز اسمیں کوشش کر کہ یہ وہ بارش دنیا نہیں ہے بلکہ بارش فیضان الٰہی ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

ہست بارانہا جز این باران ال — کہ نبیند و را جز چشم جان
چشم جان را پاک کن نیکو نگر — تا از آن باران عیان بینی خضر

اس[۱] سوا باران کے اور باران تو جان — کہ نہیں واقف سوائے چشم جاں
چشم جان کر پاک دیکھ اب تو نکو — تا کہ اس باراں سے سبزہ دیکھے تو

سوال کردن عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا از پیغمبر علیہ السلام کہ باران شد امروز جامہ مبارک تر نگشت و جواب دادن آن

سوال کرنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آج بارش ہوئی آپ کا جامہ کیوں تر نہیں ہوا اور جواب دینا انکا

مصطفی روزی بگورستان برفت — با جنازہ یاری از یاران برفت
خاک را در گور او آگندہ کرد — زیر خاک آن دانہ اش را زندہ کرد
این درختان ہمچو خاکیان — دستہا بر کردہ اند از خاکدان
سوی خلقان صد اشارت میکنند — وانکہ گوش استش عبارت میکنند
تیزگوشان راز ایشان بشنوند — غافلان آواز ایشان بشنوند
با زبان سبز و با دست دراز — از ضمیر خاک می گویند راز
ہمچو بطان سر فرو بردہ باب — گشتہ طاؤسان و بودہ چون غراب
در زمستان شان اگر محبوس کرد — آنکہ زاغان را خدا طاؤس کرد
در زمستان شان اگرچہ داد مرگ — زندہ شان کرد از بہار و داد برگ

مصطفی[۲] اک روز گورستان گئے — خود وہ ہمراہ اک جنازہ یار کے
خاک سے بس گور کو اس کے بھرا — دانہ زیر خاک وہ زندہ رکھا
یہ[۳] شجر ہیں مثل گل مدفونیاں — خاکداں سے ہاتھ لائے ہیں عیاں
خلق کی جانب اشارہ کرتے ہیں — جو ہیں صاحب گوش اُنسے کہتے ہیں
تیزگوش اک راز مخفی سنتے ہیں — غافل اک آواز انکی سنتے ہیں
وہ زباں سبز دست ناز سے — بھید کہتے ہیں وہ دل کا خاک سے
مثل بط کے سر ڈوبا آب میں — مثل طاؤس اور زاغوں کے ملیں
گر خزاں میں قید ان کو کر دیا — حق نے پھر طاؤس زاغوں کو کیا
گرچہ سردی میں انھیں مردہ کیا — برگ اُن کو دیکے پھر زندہ کیا

ف ۱ اس سوا باران کے الخ ۱ شعر اس باران کے سوا اور باران تو جان لے کہ سوائے چشم جان کے نہیں دیکھتا ہے چشم جان کو پاک کر اور دیکھ اسکو غور سے تاکہ اس باران میں تو سبزہ دیکھے یعنی اس بارش فیضان الٰہی کے دیکھنے سے تجلیات تجھ کو منکشف ہو دیں چنانچہ مولانا اس باران سے قصہ حضرت عائشہ صدیقہ بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ف ۲ مصطفی ایک روز الخ ۱ شعر مصطفی صلعم ایک روز گورستان میں ہمراہ ایک جنازہ صحابی کے گئے اُسکی گور خاک سے بھری گویا زیر خاک وہ دانہ زندہ دفن کیا یعنی حیات ابدی دی پس مولانا اس دانہ کے زندہ کرنے کے حقائق درختوں کی مثال میں آگے ارشاد فرماتے ہیں فافہم ف ۳ یہ شجر الخ ۷ شعر یہ شجر مانند گل مدفونیوں کے ہیں اور خاک دان سے ہاتھ باہر نکالے ہیں اور خلق کی جانب اشارہ کرتے ہیں اور جو صاحب گوش ہوش ہیں اُن سے باتیں کرتے ہیں تیز گوش اُن کا راز سنتے ہیں اور غافل فقط آواز سنتے ہیں وہ زبان سبزہ و دست ناز سے بھید خاک کے دل کا کہتے ہیں مثل بط کے سر پانی میں ڈبویا اور مثل طاؤس کے زاغ کو ظاہر دیکھتے ہیں یعنی جڑ خاک میں ہے اور شاخیں باہر ہیں اگر خزاں میں انکو قید کیا حق نے پھر زاغ کو طاؤس کیا یعنی خزاں میں بہت جھڑ کیا اور پھر بہار میں سرسبز کیا اگرچہ سردی میں انھیں مردہ کیا پھر برگ اُس کو دے کر زندہ کیا یعنی مثل مدفونوں کے زمین سے پیدا ہوتے ہیں اور راز زمین کا کہتے ہیں عوام اُن کی آواز سنتے ہیں اور اُن کا راز نہیں جانتے ہیں اور خزاں میں وہ مردہ ہوتے ہیں اور بہار میں زندہ ہوتے ہیں گویا اسی طرح پر مردے جو کہ زمین میں دفن ہوتے ہیں اس عالم میں مثل درختوں کے پیدا ہوتے ہیں اور خزان و بہار اُن پر رہتی ہے زمین میں اُن کی جڑ ہے اور شاخ و برگ اُن کا اس عالم میں ہوتا ہے اور راز دہاں کا کہتے ہیں پس اہل عقل یعنی علمائے فلسفہ اُس عالم کے منکر ہیں اور اس عالم کو قدیم جانتے ہیں چنانچہ مولانا آگے اس کا حال لکھتے ہیں فافہم ۱۲ —

منکراں گویند خود ہست ایں قدیم
ایں چرا بندیم بر رب کریم

جملہ پندارند ایں خود دائم است
وز قدم ایں جملہ عالم قائم است

کورئے ایشاں درون دوستاں
حق بر دیانید باغ و بوستاں

ہر گلے کاندر درون بویا بود
آں گل از اسرار کل گویا بود

بوئے ایشاں رغم انف منکراں
گرد عالم می رود پردہ دراں

منکراں ہمچون جعل زاں بوئے گل
یا چو نازک مغز از بانگ دہل

خویش را مشغول می سازند غرق
چشم می دزدند از لمعان برق

چشم می دزدند آنجا چشم نے
چشم آں باشد کہ بیند مامنے

چوں ز گورستان پیمبر باز گشت
سوئے صدیقہ شد و ہمراز گشت

چشم صدیقہ چو بر رویش فتاد
پیش آمد دست بروے می نہاد

بر عمامہ و روئے او و موئے او
بر گریبان و بر و بازوئے او

گفت پیغمبر چہ می جوئی شتاب
گفت باران آمد امروز از سحاب

جامہایت می بجویم در طلب
تر نمی بینم ز باراں اے عجب

گفت چہ بر سر فگندی از ازار
گفت کردم آں ردائے تو خمار

گفت بہر آں نمود اے پاک جیب
چشم پاکت را خدا باران غیب

نیست آں باراں ازیں ابر شما
ہست ابر دیگر و دیگر سما

فلسفی[۱] کہتے ہیں وہ خود ہی قدیم
اور حوالہ کیوں کریں ہم با کریم

جانتے سب ہیں کہ یہ دایم ہی خود
اور قدم سے یہ جہان قایم ہی خود

وہ ہیں اندھے دوستوں کے درمیان
بس کھلائے حق نے باغ و بوستاں

جو کہ گل باطن میں خوشبودار ہے
راز کل کرتا وہ گل اظہار ہے

منکروں پر ڈال کر عکس اپنی بو
پھرتی ہی عالم میں ظاہر کو بکو

بوے گل سے مرتے منکر جعل سان
یا صداے دہل سے نازک کی جان

غرق مشغولی میں رکھیں آپ کو
تا ب تجلی سے کریں بند آنکھ وہ

آنکھ کرتے بند ہیں نے آنکھ وہ
آنکھ وہ ہی دیکھے جاے امن کو

جبکہ گورستان سے لوٹے نبی[۲]
جانب صدیقہ آئے اُس گھڑی

دیکھ صدیقہ نے روے پاک کو
بس ٹٹولا آپ کو حیران ہو

اور عمامہ اور منہ اور بال کو
اور لباس اور بازوے خوشحال کو

بولے پیغمبر کہ کیا ہو ڈھونڈھتی
بولیں باراں تم پہ برسا آج ہی

دیکھتی ہوں آپکے کپڑوں کو اب
تر نہیں پاتی ہوں باراں سے عجب

پوچھا چادر تم نے اوڑھی کون سی
بولیں میں نے چادر اوڑھی آپ کی

بولے برکت سے دکھایا آکے ہے
تم کو یہ باران خدا نے غیب سے

وہ نہ باران اس تمھارے ابر سے
آسمان اور ابر اسکا اور ہے

[۱] فلسفی الخ شعر فلسفی کہتے ہیں کہ خزاں بہار اس عالم کی قدیم ہے کیوں ہم خدا پر حوالہ کریں اور سب جانتے ہیں کہ قدیم ہے اور قدیم سے یہ جہان قائم ہے مولانا اس کی تردید آگے فرماتے ہیں کہ جو اندھے ہیں اور خداوند عالم نے دوستوں میں باغ بوستاں کھلایا ہے جو گل کہ باطن میں خوشبودار ہے وہ گل راز کل ظاہر کرتا ہے اور برعکس یعنی منکروں کے کہ اس گل کی بو عالم میں کو بکو پھرتی ہے اور بوے گل سے منکر مثل کرم گوبر کے مرتے ہیں یا صداے دہل سے مثل نازک دماغوں کے جان دیتے ہیں مشغولی میں خود کو غرق رکھتے ہیں اور چکاچوند بجلی سے آنکھ بند کرتے ہیں آنکھ جو بند کرتے ہیں وہ آنکھ نہیں ہے آنکھ وہ ہے جو جاے امن کو دیکھے یعنی اہل عقل وہ اندھے ہیں اور یہ راز الٰہی اُن پر منکشف نہیں ہوے خداوند عالم نے دوستوں میں اپنے ایک گلستان کھلا دیا ہے جو کہ اہل ایمان مثل گل خوشبودار کے ہیں اُس کی بو راز حق کہتی ہے اور منکر اس سے محروم ہیں فہم من فہم ۱۲ [۲] جب کہ گورستان سے الی آخرہ ہ شعر جب کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم گورستان سے واپس پھرے اور جانب عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالے عنہا کے تشریف لائے حضرت عائشہ نے روے مبارک کو دیکھا اور حیران ہو کر آپ کو ڈھونڈھا اور عمامہ اور ریش اور بالوں اور لباس کو تر نہ پایا حضرت صلعم نے فرمایا کہ تم کیا ڈھونڈھتی ہو بولیں کہ باران آپ کے اوپر برسا ہے یا رسول اللہ میں آپ کے لباس کو دیکھتی ہوں اور اُس کو تر نہیں پاتی ہوں آپ نے پوچھا کہ تمنے چادر کون سی اوڑھی ہے بولیں آپ کی میں نے چادر اوڑھی تھی فرمایا کہ خدا نے اسکی برکت سے یہ دکھایا تم کو غیب سے اور وہ باران اس تمھارے ابر سے نہیں ہے آسمان اور ابر اسکا اور ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ —

ہمچنیں باران ز ابر دیگر است	رحمت حق در زمینش مضمر است	ایسا باران اور ہی ہے ابر سے	حق کی رحمت اسمیں پنہاں آتی ہو

تفسیر بیت حکیم سنائی روح اللہ روحہ

تفسیر قول حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کی

آسمانہاست در ولایت جاں	کارفرمائے آسمان جہاں	آسمانہاست[۲] در ولایت جاں	کارفرمائے آسمان جہاں
در رہ روح پست و بالاہاست	کوہہائے بلند و دریاہاست	در رہ روح پست و بالاہاست	کوہہائے بلند و دریاہاست
بشنو از قول سنائی در رموز	معنئے تا واقف آئی بر کنوز	رمز[۳] میں قول سنائی سے سنو	ایک معنی تاکہ واقف اس سے ہو
گر تو بکشائی ز باطن دیدۂ	زود یابی سرمۂ بگزیدۂ	دیدۂ باطن کو اپنے کھولے گر	سرمۂ مقبول پائے جلد تر
پیر دانا اندریں رمزے بگفت	در حقیقت زیں صدف درے بسفت	پیر دانا نے رموز اسمیں کہا	اس صدف سے موتی رشتہ میں کیا
غیب را ابرے و آبے دیگر است	آسمان و آفتابے دیگر است	غیب کا ہے ابر و آب اک اور ہے	آسمان و آفتاب اک اور ہے
ناید آں الا کہ بر خاصاں پدید	باقیاں فی لبس من خلق جدید	ہوتا ہے وہ صرف خاصوں پر پدید	دوسرے فی لبس من خلق جدید
ہست باراں از پے پروردگی	ہست باراں از پے پژمردگی	تازگی کیواسطے باران ہے ایک	اور خزاں کے بھی لیے باران ہے ایک
نفع باران بہارے بو العجب	باغ را باران پائیزی چو تب	نفع نادر دے ہی باران بہار	باغ کو باران ہو وقتی ہے خار
آں بہاری ناز پروردش کند	ویں خزانی ناخوش و زردش کند	وہ بہار اب پرورش انکی کرے	یہ خزاں زرد اسکو اور خشکی کرے
ہمچنیں سرما و باد و آفتاب	بر تفاوت داں سر رشتہ بیاب	ایسے ہی سردی ہوا اور آفتاب	جان تو رکھیں تفاوت بیحساب
ہمچنیں در غیب انواع ست ایں	در زیان و سود و در رنج و غبیں	غیب میں بھی ایسے ہی اقسام ہیں	نفع و نقصان و غم و آلام ہیں

ف ۱ ایسا باران الخ اشعر ایسا باران یہ اور ہی ابر سے برستا ہے اور حق کی رحمت اسمیں پوشیدہ رہتی ہے یعنی یہ باران فیضان الٓہی ہے کہ خداوند عالم اپنے دوستوں پر نازل کرتا ہے اس عالم میں جس کا وہ نصرت دینے والا ہوتا ہے وہ اس باران کو دیکھتا ہے اور یہ قسم انوار سے ہے اور اصطلاح تصوف میں اسکو فیضان کہتے ہیں اور عارف کی روح کو اس سے غذا پہونچتی ہے چنانچہ ہنگام توجہ کی بھی اہل نسبت کے دل پر نازل ہوتا ہے اور لطائف خمسہ فضائے سینہ میں حرکت کرتے ہیں جبکہ اول بیدار اس سے پر ہوتا ہے اس وقت مرشد طالبوں کے دل پر وہ پھیلاتا ہے کہ تا دل مردہ ان کا زندہ ہو پس اسکو توجہ کہتے ہیں وراسی سے حال پیدا ہوتا ہو چونکہ اسکے اقسام ہیں مختصر اسکی تصریح کی گنجائش نہیں رکھتا ہے مرشد سے اسکو دریافت کریں چنانچہ مولانا اسکا حال آگے بیان فرماتے ہیں واللہ اعلم ۱۲ ف ۲ آسمانہاست الخ شعر کئی آسمان ہیں ولایت جان میں اور وہ عالم ہیں اس آسمان دنیا کے روح کو راہ سلوک میں نشیب و فراز کوہ بلند و دریا ہیں پس مولانا تشریح اس قول حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عالم کے ہونے سے بیان فرماتے ہیں کہ حکما اس عالم کے ہونے میں منکر ہیں فافہم ۱۲ ف ۳ رمز میں الخ۔ اشعر قول سنائی کے رمز میں سنو ایک معنی تاکہ واقف اس سے تم ہو اگر تو اپنے دیدۂ باطن کو کھولے سرمہ مقبولی ہونے کا جلد حاصل ہو پیر دانا نے اس میں رمز کہی ہے اور اس صدف سے گوہر کو پرو دیا ہے کہ غیب کا ابر و آب دوسرا ہے اور آسمان و آفتاب دوسرا ہے ظاہر نہیں ہوتا ہے الا خاصوں پر نہ دوسروں پر بموجب آیہ بل ھم فی لبس من خلق جدید یعنی بلکہ وہ پردہ میں نئی مخلوق کے پیدا ہونے سے واسطے تازگی کے ایک باران ہے باران بہار نفع نادر دیتا ہے باغ کو اور باران بے وقتی خار ہے باغ کو وہ بہار انکی پرورش کرے یہ خزاں خشک کرے ایسے ہی سردی و ہوا آفتاب تو جان کہ رکھتی ہے تفاوت بحساب غیب میں بھی ایسے ہی اقسام ہیں اور نفع و نقصان اور غم و آلام ہیں یعنی اس عالم میں اسی طرح رنج و راحت و نقصان ہے گویا یہ عالم اُس عالم کا نظیر ہے پس خاصان حق کو اس سے آگہی ہے چنانچہ مولانا اس کا حال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲۔

این دم ابدال باشد زاں بہار	از دل و جاں روید از وے سبزہ زار	یونہی دم ابدال رکھتے ہیں بہار	اُن سے اُگتا جان و دل میں سبزہ زار
فعل باراں بہارے با درخت	آید از انفاس شاں بانیک بخت	جیسے گلبن سے کرے ابر بہار	نیک کو دم انکا دیوے نفع کار
گر درخت خشک باشد در مکان	غیب آں ز باد جاں افزا مداں	گھر میں ہو گر اک شجر سوکھا ہوا	یہ نہ سمجھو ہے یہ نقصان ہوا
باد کار خویش کرد و بر وزید	آنکہ جانے داشت بر جانش گزید	باد کام اپنا کرے اور بس چلے	جو کہ صاحب جان ہیں جاں اُس سے لے
و آنکہ جامد بد خود واقف نشد	وائے آں جانے کہ او عارف نشد	جو کہ مردہ تھے ہٹے واقف نہیں	حیف اُس جان پر کہ وہ عارف نہیں
قول پیغمبر شنو اے جان من	دور کن از خویشتن انکار و ظن	قول پیغمبر کو سن اے میری جان	دور کر اپنے سے انکار و گماں

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اغتنموا برد الربیع فانہ یعمل بابدنکم کما یعمل باشجارکم واجتنبوا برد الخریف فانہ یعمل بابدانکم کما یعمل باشجارکم

(ترجمہ) غنیمت جانو سردی ربیع کی کہ بیشک وہ تمہارے جسموں میں ایسا عمل کرتی ہے جیسا تمہارے درختوں سے اور بچو خریف کی سردی سے کیونکہ وہ تمہارے بدن پر بھی ویسا ہی اثر کرتی ہے جو تمہارے درختوں پر کرتی ہے

گفت پیغمبر ز سرمائے بہار	تن مپوشانید یاراں زینہار	بولے پیغمبر یہ سردی بہار	مت چھپاؤ اپنے تن کو زینہار
زانکہ با جان شما آں می کند	کاں بہاراں با درختاں می کند	کیونکہ وہ جان سے تمہاری کرتی ہے	جو کہ کرتی ہے بہار اشجار سے
پس غنیمت باشد آں سرمائے او	در جہاں عارفاں وقت جو	ہے غنیمت اُسکی سردی اے جوان	عارفان وقت پر اندر جہاں

سلہ یوں ہی الخ ۲ شعر ۱ دم ابدال تمام کو بہار دیتا ہے او۔ اُن سے پیدا ہوتا ہے جان و دل میں سبزہ زار جیسے ابر بہار گلبن کے ساتھ کرتا ہے دم ابدالوں کا نیکوں کو نفع دیتا ہے اس کی مثال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ گھر میں الخ ۳ شعر جس مکان میں ایک درخت خشک ہو اس کو ہوا کا تم عیب نہ جانو کیونکہ ہوا چلنے میں اپنا کام کرے جو کہ صاحب جان ہے وہ اس سے جان لے اور جو کہ مردہ تھے وہ واقف نہ ہوئے پس حیف ہے اس جان سے کہ وہ عارف نہیں ہے یعنی ہوا اپنا اثر رکھتی ہے مگر جس درخت میں کہ قابلیت نہ ہو اس میں کیا اثر کرے اسی طرح پر پرتو عارف کا شقی و سعید پر پڑتا ہے جو کہ اصل میں سعید ہے اُس میں سعادت زیادہ کرتا ہے اور جو کہ شقی ہے اُس میں شقاوت زیادہ کرتا ہے بقول سعدی علیہ الرحمتہ سہ باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست ٭ در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس ٭ چنانچہ اُس کے حقائق مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ قول پیغمبر الخ ۲ شعر قول پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کا سُنو۔۔۔۔ اے یار دور کر خود سے انکار و گمان کو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ سردی میں بہار سے اپنے بدن کو مت چھپاؤ ہرگز کیونکہ تمہاری جان سے وہ کرتی ہے جو کہ بہار درختوں سے کرتی ہے اُس کی سردی اے جوان غنیمت ہے عارفان وقت پر جہان میں یعنی وہ سردی بہار عارفان کو نفع دیتی ہے باقی اس کا حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

در بہاراں جامہ از تن برکنید	تن برہنہ جانب گلشن روید	پس[1] بہار اندر برہنہ تن کرو	اور برہنہ ہو کے گلشن میں پھرو
لیک بگریزید از باد خزاں	کان کند کان کرد با باغ رزان	لیک بچا گو تم خزاں کی باد سے	باغ سے کرتی ہے جو تم سے کرے
راویان این را بظاہر بردہ اند	ہم بران صورت قناعت کردہ اند	راوی اسکو ظاہر اپر سے گئے	اور اسی صورت پہ قانع ہو گئے
بیخبر بودند از سر آن گروہ	کوہ را دیدہ ندیدہ کان کوہ	بے خبر اسرار سے تھا وہ گروہ	کوہ کو دیکھا نہ دیکھا کان کوہ
آن خزاں نزد خدا نفس و ہواست	عقل و جاں ہمچو بہارست و بقاست	وہ خزاں ہی پیش حق نفس و ہوا	عقل جاں ہے جوں بہار دائما
گر ترا عقلست جزوی در نہاں	کامل العقلی بجو اندر جہاں	عقل جزوی ہی اگر تجھکو نہاں	عقل کامل ڈھونڈھ تو اندر جہاں
جزو تو از کل او کلے شود	عقل کل بر نفس چوں غلی شود	اُسکے کل سے تیرا جز کل ہو گر	عقل کل ہو طوق تیرے نفس پر
پس بتاویل این بود کانفاس پاک	چوں بہارست و حیات و برگ و تاک	پس یہ پاک انفاس ہیں تاویل سے	چوں بہار و زندگی و برگ کے
از حدیث اولیا نرم و درشت	تن مپوشاں زانکہ دینت راست پشت	اولیا کی بات سخت و سست سے	مت چھپا تن تیرا پشت دین ہے
گرم گوید سرد گوید خوش بگیر	تا کہ بہ جہی از سعیر و زمہریر	گھوے سرد و گرم تو خوش ہو کے لے	تا چھٹے تو زمہریر و نار سے
گرم و سردش نو بہار زندگیست	مایہ صدق و یقین و بندگیست	گرم و سرد اُن کا بہار زندگی	دولت صدق و یقین و بندگی
زانکہ زان بستان جانہا زندہ است	زاں جواہر بحر دل آگندہ است	کیونکہ[2] اس سے باغ جاں کا زندہ ہے	اور گہرے کان دل آگندہ ہے
بر دل عاقل ہزاراں غم بود	گر ز باغ دل خلالی کم شود	دل پہ عاقل کے ہزاروں ہیں غم	باغ دل سے گر ہو اک تنکا بھی کم

پرسیدن عائشہؓ کہ یا رسول اللہ باران امروزینہ چہ بود | پوچھنا عائشہؓ کا یا رسول اللہ بھید باران امروزہ کیا تھا

پس سوالش کردہ صدیقہ ز صدق	باخشوع و با ادب از جوش عشق	پس سوال اُنسے کیا خاتون نے	با ادب با عجز جوش عشق سے
کای خلاصہ ہستی و زبدہ وجود	حکمت باران امروزہ چہ بود	اے[3] قبول ہر دو عالم بیگ سے	حکمتیں باراں میں کیا تھیں آج کے

[1] پس بہار الخ ۱ شعر پس بہار کے اندر تن برہنہ کرو اور برہنہ ہو کر گلشن میں پھرو لیکن بچا گو تم خزاں کی ہوا سے جو باغ سے وہ کرتی ہے تم سے کریگی اور راوی اُسکے معنی ظاہر اپر لیگئے اور اس صورت پر قانع ہو گئے وہ گروہ راوی بھید سے اسکے بیخبر تھا کوہ کو دیکھا اور کان کو نہ دیکھا یعنی راویوں نے بہار خزاں پہچانی مگر اُسکے بھید سے بیخبر رہے کوہ کو دیکھا اور کوہ کی کان کو نہ دیکھا کہ اسمیں کیا ہے جب پس خزاں حق کے نزدیک نفس و ہوا ہے اور بہار عقل و جان ہے اگر تم کو عقل جزوی ہے صاحب عقل کامل کو تو جہاں میں ڈھونڈھ لے یعنی جان بہار ہے اور نفس خزاں ہے اگر تجھکو معرفت نہیں ہے کسی عارف کو تلاش کرے اُسکے کل سے تیرا جز و کل ہوا اور وہ عقل کل تیرے نفس کی گردن میں طوق ہو یعنی اس عارف کی صحبت سے تجھکو عارف کہیں اور تیرے نفس کو دوا ہے پس اس تاویل سے ثابت ہوا کہ عارف بہار و خزاں کی طرح ہیں اولیا کی سخت و سست باتوں سے تو اپنے بدن کو مت چھپا کہ وہ اپنا دین ہی اگر سرد و گرم کہیں تو خوش ہو کے اسکو اختیار کر تو زمہریر و نار دوزخ سے نجات پائے کیونکہ سرد و گرم کنایہ انکا بہار زندگی دولت صدق یقین و بندگی ہے یعنی انکی سخت گیری بہار ہے کہ طاعت کو شل گل کے تر و تازہ عشق سے کرتی ہے چنانچہ آگے اسکا حال بیان ہوا فافہم ۱۲ [2] کیونکہ اس باغ الخ ۳ شعر کیونکہ اس بستان معنی سے انکی جان زندہ ہے اور اس گوہر معنی سے انکا بحر دل پر کان ہے عاقل یعنی عارف کے دل پہ ہزاروں غم ہوں اگر ایک تنکا اس باغ دل سے کم ہو یعنی اس گلزار معنی سے کہ جو عارف کے دلمیں کھلا ہے اگر ذرہ بھی کم ہو ہزاروں غم و الم پیدا ہوں بلکہ اکثر عارف ایک دوسرے کے دست و زبان سے ہلاک ہو جاتے ہیں پس حضرت صدیقہؓ نے حضورؐ سے سوال کیا ساتھ ادب و عجز کے جوش عشق سے چنانچہ اس سوال کا حال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [3] اے خلاصہ الخ ۲ شعر اے خلاصہ دونوں جہان کے آج باران میں کیا حکمتیں تھیں باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ -

ایں زباراں نہاے رحمتہاست یا	بہر تہدیدست و عدل و کبریا	حق کی اس باراں میں رحمت ہے دیا	ہے یہ بہر عدل و خوف و کبریا
ایں ازاں لطف بہاریات بود	یا زپائیزی پر آفات بود	اُن بہاروں و لطیفوں سے یہ تھا	یا خزاں کے رنج و فتنوں سے یہ تھا
گفت ایں از بہر تسکین غم ست	گر مصیبت بر نژاد آدم ست	بولے ہے تسکین غم کے واسطے	جو مصیبت ہر بنی آدم پہ ہے
گر بماں آتش بماندی آدمی	بس خرابی اوفتادی و کمی	رہتے گر اس آگ میں یہ آدمی	بس خرابی پڑتی اور ہوتی کمی
ایں جہاں ویراں شدی اندر زماں	حرصہا بیروں شدی از مرداں	یہ جہان ویران ہوتا اُس گھڑی	چھوڑتے بس حرص کو مردم سبھی
استن ایں عالم اے جاں غفلت ست	ہوشیاری ایں جہاں را آفت ست	یہ جہاں قائم فقط غفلت سے ہے	ہوشیاری یاں کی اک آفت سے ہے
ہوشیاری آفتاب و حرص یخ	ہوشیاری آب و ایں عالم وسخ	برف حرص اور ہوشیاری آفتاب	میل یہ دنیا ہے ہشیاری ہے آب
ہوشیاری زاں جہانست و چو آں	غالب آید پست گردد ایں جہاں	ہوشیاری اس جہاں سے ہے جو یاں	غالب آئے پست ہو یہ سب جہاں
زاں جہاں اندک ترشح میرسد	تا نہ خیزد در جہاں حرص و حسد	کچھ ترشح اس جہاں کی یاں پڑے	تا حسد اور حرص نے یاں اُٹھے
گر ترشح بیشتر گردد زغیب	نے ہنر ماند دریں عالم نہ عیب	گر ترشح ہو زیادہ غیب سے	نے ہنر سے یاں رہے نے عیب سے
ایں ندارد حد سوے آغاز رد	سوے قصہ مرد چنگی باز رد	یہ ہے بیحد اب تو چل آغاز کو	پیر چنگی کا تو قصہ پھر کہو

بقیہ قصہ پیر چنگی در زمان عمرؓ و مخلص آں

باقی قصہ پیر چنگی کا بیچ زمانہ عمرؓ کے اور اخلاص اسکا

مطربے کز وے جہاں شد پر طرب	رستہ ز آوازش خیالات عجب	ایسا مطرب جس سے تھی سبکو خوشی	اُس کے نغموں سے نئی دنیا بسی
ز نوایش مرغ دل پراں شدے	وز صدایش ہوش جاں حیراں شدے	مرغ دل اُڑتا نوا سے اُسکے تھا	ہوش جاں حیراں صدا سے اُسکے تھا
چوں بر آمد روزگار و پیر شد	باز جانش از عجز پشہ گیر شد	جو زمانہ گذرا اور بوڑھا ہوا	باز جاں کا اُسکے عاجز سا ہوا
باز جہ گر فیل باشد بے گماں	پشہ اش سازد ضعیف و ناتواں	باز کیا گر فیل ہووے بےگماں	مچھر اُسکو کردے عاجز ناتواں

لہ حق کی الخ یہ شعر اس باراں حق میں رحمت ہے یا خوف عدل حق سے یہ باراں ان بہاروں ولطیفوں سے تھا یا خزاں کے رنج وفتنوں سے تھا اس سے ثابت ہوا کہ جب مرشد سے طالب کے دلمیں گلزار معرفت شگفتہ ہوتا ہے تب اُسکی آبیاری کو بارش فیضان الٰہی سے ہوتی ہے حضرت نے فرمایا کہ واسطے تسکین غم کے ہے جبکہ انسان پر مصیبت ہوتی ہے اگر انسان اُس آتش غم میں رہتے پس خرابی ہوتی اور کمی پڑتی اور یہ جہان ویران اسدم ہوتا ہے اور جو اُن کو سب انسان پر چھوڑ دیتے یہ جہان پست وبرباد ہوتا پس حرص مثل برف اور ہوشیاری مثل آفتاب کے ہے اور عالم گندگی وہوشیاری آب ہے یعنے ہوشیاری ہردم ہو اور غفلت جاتی رہے تمام انتظام عالم کا درہم برہم ہوجائے پس آبادی عالم دنیا کی غافلوں سے ہے واللہ اعلم ۱۲ سلہ کچھ ترشح الخ یہ شعر ترشح باراں اس جہان سے پڑتا ہے تاکہ غبار حسد اور حرص کا یہاں پر نہ اُٹھے اگر ترشح غیب سے زیادہ ہووے نہ ہنر یہاں رہے نہ عیب رہے یعنی خداوند عالم اس باراں ہوشیاری یعنی معرفت سے کچھ کچھ اس جہان میں نازل کرتا ہے تا اہل غم کو تسکین ہو اور جہان بھی بسبب حرص نہ ہوا کہ قائم رہے اس صورت میں غفلت بھی ایک نعمت الٰہی ہے مگر اپنے موقع پر افراط وتفریط سے یہ بات بیحد ہے اب تو آغاز کو چل اور پیر چنگی کا قصہ بیان کر فافہم ۱۲ سلہ ایسا مطرب الخ یہ شعر ایسا قوال کہ جہان اُس سے خوشحال اور پیدا ہوا اُس کے نغمہ سے خیال یعنی اُسکی آواز سے ایک عالم خوش تھا اور اسکے نغمہ سننے سے خیال حق پیدا ہوتا تھا مرغ دل اُسکی نوا سے اُڑتا اور ہوش جان اسکی صدا سے حیران ہوتا اُسکو جو زمانہ گذرا بوڑھا ہوا اور اُسکا باز جان عاجز ہوا باز کیا کہ فیل ہووے تو مچھر اُسکو عاجز کردے یعنی یہ بڑھاپا وہ ہے کہ فیل بھی عاجز ہوتا ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

پشت او خم گشت ہمچوں پشت خم — ابروان بر چشم ہمچوں پاردم
گشت آواز لطیف جانفزاش — ناخوش و مکروہ و زشت و دلخراش
آں نوا کہ رشک زہرہ آمدہ — ہمچو آواز خر پیرے شدہ
خود کدامین خوش کہ آں ناخوش نشد — یا کدامین سقف کاں مفرش نشد
غیر آواز عزیزاں در صدور — کہ بود از عکس دمشان نفخ صور
اندرونے کاندرونہا مست ازوست — نیستی کاین ہستیہا ہست ازوست
کہربای فکر ہر آواز او — لذت الہام و وحی و ساز او
چونکہ مطرب پیرتر گشت و ضعیف — شد ز بیکسبی رہین یک رغیف
گفت عمر و مہلتم دادی بسے — لطفہا کردی خدایا با خسے
معصیت ورزیدہ ام ہفتاد سال — باز نگرفتی ز من روزے نوال
نیست کسب امروز مہماں توام — چنگ بہر تو زنم کاں توام
چنگ را برداشت شد اللہ جو — سوئے گورستان یثرب آہ گو
گفت خواہم از حق ابریشم بہا — کو بہ نیکوئی پذیرد قلبہا
چنگ زد بسیار و گریاں سر نہاد — چنگ بالیں کرد و بر گورے فتاد
خواب برد و مرغ جاں از حبس رست — چنگ و چنگی را رہا کرد و بجست
گشت آزاد از تن و رنج جہاں — در جہان سادہ و صحرائے جاں
جان او آنجا سرایاں ماجرا — کاندر اینجا گر بماندندی مرا

پشت خم کے شکل ہوئی ٹیڑھی کمر — شکل دیکھی اسکی ابرو آنکھ پر
اسکی تھی آواز عمدہ جانفزا — ہو گئی مکروہ و زشت و ناروا
نغمہ اُس کا رشک زہرہ جو کہ تھا — ہو گیا بوڑھے گدھے کی سی صدا
کون اچھی شے نہیں بدتر ہوئی — کون سی چھت تھی جو آخر گری
ہیں دم عشاق سینوں میں ضرور — جنکا عکس دم ہے مثل نفخ صور
ایسا اہل دل کہ یہ دل اس سے مست — تھا نہ ایسا وہ کہ ہستی اس سے ہست
فکر کو آواز اس کی کہربا — لذت الہام و وحی اس سے بجا
جو کہ مطرب عاجز اور بوڑھا ہوا — ٹکڑوں کا محتاج ہو کر رہ گیا
بولا اتنی عمر و مہلت مجھکو دی — اے خدا تو نے عنایت مجھپہ کی
معصیت ستر برس تک میں نے کی — تو نے بخشش میں نہیں کی کچھ کمی
تیرا مہماں ہوں نہیں جو کسب ہے — میں بجاتا چنگ ہوں تیرے لئے
چنگ لیکر وہ خدا کو ڈھونڈتا — روتا گورستان یثرب کو گیا
بولا خواہاں ہوں میں حق سے اب صلا — وہ بھلوں کی جا بُروں کو دے بھلا
پس بجایا چنگ رویا سر رکھا — چنگ زیر سر رکھا اور سو گیا
سویا وہ اور مرغ جاں اُس کا چھٹا — چنگ و چنگی کو کیا اُس نے رہا
رنج عالم اور تن سے وہ چھٹا — اس جہاں سے دشت جاں میں وہ گیا
جان اسکی اس جگہ کہنے لگی — رہنے دیتے گر مجھے یاں اُمی

لہ پشت خم کے الخ۔ شعر خم کی پشت کے مانند اُس کی کمر ہوئی اور ابرو اُس کی آنکھوں پر مثل دمچی اسپ کے تھے اُس کی آواز عمدہ کہ جانفزا تھی زشت و مکروہ ہو گئی نغمہ اُسکا جو رشک زہرہ تھا مثل آواز بوڑھے خر کے ہوا کون سا شخص خوش ہے کہ جو ناخوش نہیں ہوا اور کون سی چھت ہے کہ جو فرش زمین نہیں ہوئی یعنی جس کو کمال ہے دنیا میں اُس کو زوال ہے لیکن سوائے آواز دل عشاق کے جن کے اندر نفخ صور کی طرح جان پیدا کرنیکی خاصیت ہے اور صور ان کا عکس دم ہے ایسا اہل دل کہ یہ دل اس سے مست ہے اس کی آواز فکر کے لیے کہربا و لذت الہام و وحی کی یادگار ہے جب وہ مطرب عاجز و بوڑھا ہوا بسبب بیکسی کے روٹی کا محتاج ہوا دل میں کہنے لگا کہ اے خدا تو نے لطف و عنایت کی اور بہت زیادہ عمر و مہلت مجھ کو دی ستر برس میں نے گناہ کیے اور تو نے اپنی بخشش مجھ سے بند نہ کی اب جو مجھ سے کسب نہیں ہوتا ہے تیرا مہمان ہوں اور تیرے واسطے چنگ بجاتا ہوں چنگ لے کر وہ تلاش میں اللہ کی گورستان جنت البقیع کو بسبب رنج کے گیا اور کہا کہ اب میں چاہتا ہوں حق سے صلہ کو کہ وہ بھلوں کی جا پر بُروں کو دے پس چنگ بجایا اور رو دیا اور چنگ کو سر کے نیچے رکھ کر سو گیا جب کہ وہ سویا مرغ جان اُس کا چھٹا اور چنگ و چنگی کو اُس نے چھوڑا پس رنج و عالم اور تن سے وہ چھٹا اس عالم میں اور دشت جان میں وہ گیا یعنی اُس نے جو دنیا سے مایوس ہو کر رجوع خدا کی جانب کی اور بادشاہ حقیقی کو اپنا حلال مشکلات جانا پس اس ذات غفور نے اُسکے گناہوں کی طرف نہ دیکھا اور اخلاص پسند کر کے از راہ الہام راز باطن سے خبردار کیا اُس کی جان اُس عالم میں کہنے لگی کہ اگر رہنے دیتے مجھ کو ہمیشہ یہاں باقی حال اس کا آگے لکھتے ہیں فافہم ۱۲۔

خوش بدی جانم ازین باغ و بہار | مست این صحرائے غیبی لالہ زار
ہوتی خوش جان میری گلزار سے | مست ہوتی یاں کی لالہ زار سے

بے پر و بے پا سفر می کردمے | بے لب و دندان شکر میخوردمے
بے پر و بے پا سفر کرتے یہاں | بے لب و دندان شکر کھاتے یہاں

ذکر و فکرے فارغ از رنج دماغ | کردمے با ساکنان چرخ لاغ
رنج ذکر و فکر نے ہوتا یہاں | اہل گردوں سے میں کرتا خوش بیاں

چشم بستہ عالمی می دیدمے | ورد و ریحان بی کفی می چیدمی
بند آنکھوں سے میں عالم دیکھتا | پھول بے ہاتھوں کے یاں سے توڑتا

مرغ آبی غرق دریائے عسل | عین ایوبی شراب مغتسل
مرغ آبی ڈوبا بحر عسل | چشمۂ ایوبی شراب مغتسل

کہ بدو ایوب را پا تا بفرق | پاک شد از رنجہا چون نور شرق
پاک جو ایوب سرتا پا ہوا | رنج سے مانند نور خور صفا

گر بود این چرخ دہ چندین ہست | نیست تر دان آن جہاں جز تنگ و پست
گر ہو دس حصہ فلک اس حال سے | آگے اس عالم کے تب بھی تنگ ہے

مثنوی در حجم گر بودی چو چرخ | در نگنجیدی درو زین نیم برخ
مثنوی کا حجم ہو جوں چرخ کے | یاد حال اس کا نہ اس میں آ سکے

کان زمین و آسمان بس فراخ | کرد از تنگی دلم را شاخ شاخ
اس زمین و چرخ نامحدود نے | دل کو ٹکڑے کر دیا تنگی سے ہی

وین جہانے کاندرین خوابم نمود | از گشایش پر و بالم را گشود
وہ جہاں جو خواب میں مجھکو ملا | بال و پر میرا کشایش سے ہلا

این جہان و راہش ار پیدا بدی | کم کسے یک لحظہ در اینجا بدی
اس جہاں کی ہوتی پیدا راہ گر | کوئی بھی رہتا نہیں اس جائے پر

مول مولے می زد آنجا جان او | در فضائے رحمت و احسان او
بس خوشی کرتی تھی واں اسکی جاں | دشت رحمت میں و سیر لامکاں

امر می آمد کہ نے طامع مشو | چون ز پایت خار بیرون شد برو
حکم حق آیا کہ اب طامع نہ ہو | پاؤں سے جو خار نکلا رہ چلو

در خواب گفتن ہاتف عمر را کہ چندین زر از بیت المال بآن مرد دہ کہ در گورستان خفتہ است

خواب میں کہنا ہاتف کا عمر کو کہ اسقدر روپیہ بیت المال سے اس مرد کو دو کہ وہ گورستان میں سوتا ہے

سلہ ہوئی خوش الخ ۲۰ شعر یعنی خوشی ہوتی یہاں کے لالہ زار سے بغیر پر و پاؤں کے یہاں سفر کرتی اور بغیر لب و دندان کے یہاں شکر کھاتی رنج و ذکر و فکر کا یہاں نہ ہوتا اور اہل گردوں سے میں اچھی باتیں کرتی بند آنکھوں سے میں دیکھتی اور بغیر ہاتھوں کے میں یہاں سے پھول توڑتی یعنی زبان عارف کی جو بند ہیں عالم کی کرتی ہیں [illegible] جاری ہوتا ہے گویا مولانا اس عالم کی سیر کا حال اس پیرایہ میں بیان فرماتے ہیں جیسے مرغ آبی ڈوبا دریائے شہد میں چشمہ ایوب کا ہے قولہ تعالی ارکض برجلک ھذا مغتسل بارد و شراب یعنی مارا لات کہ آب غسل کا ہے اور آب سرد پینے کا ہے پاک جو ایوب نے رنج سے درگاہ باری میں بسبب طول مرض دعا کی حکم ہوا کہ ٹھوکر [illegible] سے چشمہ پیدا ہوا اور آپ اسمیں غسل کرنے سے پاک مرض سے ہوئے گویا اسی طرح پیر چنگی سویا اور اس دریائے غنی میں ڈوبا اور رنج عصیان سے پاک ہوا گر دس حصہ فلک اس حال سے ہو آگے اس عالم کے تب بھی تنگ ہے اگر مثنوی کا حجم مانند آسمان کے ہو تو بھی حال اس عالم کا آئیں نہ سما سکے اس زمین و آسمان نامحدود نے بسبب تنگی اس عالم کے دل کو ٹکڑے کر دیا یہ جہاں خواب مجھکو دکھایا بال و پر میرا کشایش سے کھولا یعنی بہت دل و جان کشادہ ہوا اگر اس جہان کی راہ پیدا ہوتی کوئی یہاں پر نہ رہتا سوا اسکی جان وہاں پر خوشی کرتی تھی اندر دشت رحمت و لامکان کے اسم حکم حق آیا کہ تو اب طامع نہو کیونکہ تیرے پاؤں سے خار نکلا راہ چل سلوک کی یعنی جبکہ اسکی جان پر یہ راز کھلا اور اس عالم میں وہ جان خوشی کرنے لگی حکم حق ہوا کہ خار غفلت کا اب تیرے پاؤں سے نکلا تو چلا راہ ہو کہ اس راہ کو حاصل کر واضح ہو کہ مولانا نے لکھا ہے کہ طلب بقا [illegible] بعد حصول کے ہے اور طالب لا [illegible] حصول ابد [illegible] شی کی [illegible] نہیں ہوتی [illegible] معلوم یا مجہول نہو [illegible] ذات [illegible] جانب کھینچنا چاہتی ہے [illegible] دل خود کو اس طرف [illegible] ظاہر کرتی ہے کہ وہ [illegible] بیان گذرا ہے

آن خیال حق بعمر خوابی گماشت ۔ تا کہ خویش از خواب نتوانست داشت
در عجب افتاد کین معهود نیست ۔ این ز غیب افتاد بے مقصود نیست
سر نہاد و خواب بردش خواب دید ۔ کامدش از حق ندا جانش شنید
آن ندائے کاصل ہر بانگ و نواست ۔ خود ندا آنست این باقی صداست
ترک و کرد و پارسی گو و عرب ۔ فہم کردست آن ندا بیگوش و لب
خود چہ جائے ترک و تاجیکست و زنگ ۔ فہم کردست آن ندا را چوب و سنگ
ہر دمی از وی ہمی آید الست ۔ جوہر و اعراض میگردند ہست
گر نمی آید بلے زیشان دمے ۔ آمدن شان از عدم باشد بلے
آنچہ گفتم من ز فہم سنگ و چوب ۔ در بیانش قصہ ہشدار خوب

اس گھڑی بھی عمر پر حق نے خواب ۔ کر سکی انسے نہ وہ روکے سے خواب
وہ تعجب میں کہ یہ عادت نہیں ۔ غیب سے یہ آئی بے علت نہیں
سر رکھا اور سوئے دیکھا خواب بھی ۔ حق سے آئی یہ ندا جان نے سنی
وہ ندا کہ جڑ ہے ہر آواز کی ۔ وہ ندا ہے اور صدا باقی اُنکی
اہل فارس اور عرب اور ترکیاں ۔ وہ ندا سنتے ہیں بیگوش زباں
کیا جگہ ترک و عرب فارس کی ہی ۔ لکڑی پتھر ہیں ندا وہ جانتے
ہر دم اس سے یونہی آتا ہے الست ۔ عرض جوہر اس سے ہیں ہوتے ہیں مست
گر بلے آتا نہ اُنسے اور یہاں ۔ پھر الست آکے تا عدم سے کیسے بلے
جو کہا میں نے ہیں اگر سنگ و چوب ۔ سن تو قصہ حال ہیں انکے خوب

نالیدن ستون حنانہ از فراق پیغمبر علیہ السلام کہ جماعت انبوہ شدند گفتند ما روی مبارک ترا چون نمی بینیم منبر ساختند و شنید رسول نالہ آن استون را بصریح کلمات و مکالمت حضرت با آن

نالہ کرنا ستون حنانہ کا فراق پیغمبر علیہ السلام میں کہ روئے مبارک تمہارا دیکھتے نہیں ہوں اور تم منبر بنا کر بیٹھے ہو ایک مخلوق گرد کے پاس جمع ہوئی اور سننا رسول خدا کا نالہ استون کا اور گفتگو حضرت کا اسکے ساتھ

ف۵ اس گھڑی اثر عشق حق نے اُس کو عمر پر خواب بھیجی اور روکنے سے خواب کے نہ سکی اور وہ تعجب میں تھے کہ یہ عادت نہیں ہے پس سر رکھا وہ سوئے اور خواب دیکھا اور حق سے یہ ندا انکی جان نے سنی وہ ندا ہے اور باقی سب صدا ہے اہل فارس و عرب اور ترک وہ ندا جانتے ہیں بغیر گوش و زبان کے فارسی و عربی و ترکی کی کیا قید ہے لکڑی و پتھر بھی وہ ندا جانتے ہیں ایسی ہی ہر دم اُس سے آتی ہے الست عرض جوہر اس سے ہوتے ہیں مست یعنی آواز حق سے کل موجودات مست ہوتی ہے کیونکہ وہ آواز الست ہی اصل ہے اور عالم پر سب اپنی عاشق ہیں اگر بلے اُن سے نہیں آتا پھر الست عدم سے کیونکر یہاں تا یعنی جیسے حق نے روز میثاق الست بربکم فرمایا اور مخلوق نے بلےٰ کہا اسی طرح آواز الست اب بھی ہر دم آتی ہے اور مخلوق سے بلی چاہتی ہے مگر کسی کو معلوم نہیں ہے جو میں نے کہا کہ سنگ و چوب اُس آواز سے آگاہ ہیں تو سن لے ایک قصہ اُن کے حال میں یعنی ندا آواز حق کو کہتے ہیں اور باقی آوازوں کو صدا کہتے ہیں اور لغت میں ندا پکارنے کی آواز کو کہتے ہیں اور صدا آواز گونج گنبد کو کہتے ہیں کہ جو آواز پھر لوٹ کر آتی ہے واضح ہو کہ آواز اول کی ندا ہی جو لوٹ کر آواز آتی ہے صدا ہے پس ندا اصل ہے اس صورت میں مخلوق کی آواز صدا اور حق کی آواز ندا ایک ہی ذات سے ہے گویا صدا جسم ہے اور ندا اسکی جان ہے جسکی جان پیدا ہوتی ہے وہ آواز میان کو جانتا ہے اور اسکی آگاہی سے شی پیدا ہوتی ہے چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے فاذکرونی اذکرکم یعنی پس ذکر کرو تم میرا ذکر کروں میں تمہارا پس ہمارا ہی ذکر ہے حق کا ذکر ہے لیکن یہ راز اہل سماع پر کشف ہوتا ہے کہ سنی انکو پیدا ہوتی ہے مگر پردہ غفلت انکے سننے کا مانع ہے اور یہ جو مولوی صاحب اس راز کو مطلق کہتے ہیں لیکن مرشد درکار ہے چنانچہ مولانا اس آواز کی حقیقت قصہ ستون حنانہ میں آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

استن حنانہ از ہجر رسول — نالہ میزد ہمچو ارباب عقول
درمیان مجلس وعظ آنچنان — کز وی آگہ گشت ہم پیر و جوان
در تحیر ماندہ اصحاب رسول — کز چہ مینالد ستون با عرض و طول
گفت پیغمبر چہ خواہی اے ستون — گفت جانم از فراقت گشت خون
مسندت من بودم از من تاختی — بر سر منبر تو مسند ساختی
از فراق تو مرا چون سوخت جان — چون ننالم بی تو اے جان جہان
پس رسولش گفت کاے نیکو درخت — اے شدہ با سر تو ہمراز بخت
گر ہمی خواہی ترا نخلے کنند — شرقی و غربی ز تو میوہ چنند
یا دران عالم حقت سروے کند — تا تر و تازہ بمانی تا ابد
گفت آن خواہم کہ شد دائم بقاش — بشنو اے غافل کم از چوبے مباش
آن ستون را دفن کرد اندر زمین — تا چو مردم حشر گردد یوم دین
تا بدانی ہر کرا یزدان بخواند — از ہمہ کار جہان بیکار ماند
ہر کرا باشد ز یزدان کار و بار — یافت بار آنجا و بیرون شد ز کار
وانکہ او را نبود از اسرار داد — کے کند تصدیق او نالہ جماد
گوید آرے نے ز دل بہر وفاق — تا نگویندش کہ ہست اہل نفاق
گر نیندی واقفان امر کن — در جہان رد گشتہ بودی این سخن

ہجر پیغمبر میں حنانہ ستون[1] — مثل انسانوں کے روتا تھا زبوں
وعظ کی مجلس میں رویا اس قدر — کہ ہر اک اس سے ہوا آگہ بشر
ہو گئے حیران اصحاب رسول — کیسے روتا ہے ستون با عرض و طول
بولے حضرت کیا تو چاہے اے ستون — بولا فرقت سے ہوئی جان میری خون
میں تری مسند تھا بھاگا مجھسے تو — کر لیا منبر کو مسند اے نکو
ہجر سے تیرے جلی ہے میری جان — کیوں نہ روؤں بے ترے جان جہان
بولے حضرت اس سے اے اچھے درخت — بھید سے تیرے ہوا ہمراز بخت
گر تو چاہے نخل پھر تجھکو کریں — تجھسے سب مخلوق میوے بس چنیں
یا تجھے حق سرو جنت کا کرے — تا تر و تازہ ہمیشہ تو رہے
بولا وہ چاہوں کہ جس سے ہو بقا — سن بے غافل کم تو لکڑی سے ہے کیا
اس ستون کو گاڑا بس زیر زمیں — حشر تا ہو مثل مردم یوم دیں
تا کہ جانو تم خدا چاہے جسے — کار عالم سے اسے یکسو کرے
جو کوئی حق سے رکھے ہے کار و بار[2] — واں رسائی پاکے یاں ہو ہیچ کار
جسنے بخشش بھید کی پائی نہیں — کب کرے لکڑی کے نالہ کو یقیں
ہاں جی کرتا ہے نہ دل میں ہے وفاق — تا نہ کہویں اسکو ہے اہل نفاق
گر نہ ہوتے رازداں امر کن — اس جہاں سے دور ہوتا یہ سخن

[1] ہجر پیغمبر میں الخ ۱۲ شعر ستون حنانہ ہجر پیغمبر میں مثل انسانوں کے روتا تھا ہنگام وعظ کے مجلس میں اسقدر رویا کہ ہر ایک شخص اُس سے آگاہ ہوا صحابہ رسول حیران ہو گئے کہ یہ ستون روتا ہے حضرت نے اُس سے فرمایا کہ اے ستون حنانہ تو کیا چاہتا ہے اُس نے کہا کہ فرقت سے آپ کی میری جان جلی ہے میں کیوں نہ روؤں کہ آپ جان جہان ہیں میں آپ کی مسند تھا آپ نے مجھے چھوڑا اور منبر کو مسند کر لیا اُس سے حضرت نے کہا کہ اے خوش درخت تیرا راز بخت کا ہمراز ہوا یعنی تیری مراد پوری ہوئی اگر تو چاہے تجھے پھر نخل کر دیں کہ مخلوق تیرہ میوہ کھائے یا تجھے حق جنت کا سرو کرے تاکہ تو ہمیشہ تر و تازہ رہے ستون نے بعد ادب عرض کی کہ میری غرض یہ ہے کہ میں وہ چاہتا ہوں کہ جس سے ہمیشہ زندہ رہوں بس یہ ہے اے غافل سن لے کہ کیا تو لکڑی سے بھی کم ہے یعنی ستون حنانہ ایک ستون تھا مسجد نبوی کا کہ حضور اس سے تکیہ کر کے خطبہ پڑھتے تھے جبکہ منبر ساتویں سال ہجری کے تیار کیا اور حضور نے خطبہ پڑھا ستون نے بسبب علیحدگی حضور کے نوحہ و گریہ شروع کیا اسواسطے کہ اس کا نام حنانہ یعنی نوحہ کرنے والا رکھا پس مولانا فرماتے ہیں کہ اے غافل ستون تو جدائی آواز رسول مقبول صلعم سے نوحہ کرے اور باوجود اشرف المخلوق کے آواز یار سے غافل رہے جائے تعجب ہے اس ستون کو زمین میں دفن کیا تا حشر اس کا مثل مردم کے ہو تاکہ تم جانو کہ خدا جسکو چاہتا ہے تعلقات دنیا سے علیحدہ کر دیتا ہے گر بندہ کو چاہیے کہ اپنی کوشش کرے کہ شعار بندگی کا یہی ہے چنانچہ اسکا حال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم

[2] جو کوئی الخ ۱۲ شعر جو کوئی حق سے کام رکھتا ہے وہاں رسائی پاتا ہے یہاں بیکار ہوتا ہے جس نے بخشش راز کی نہیں پائی وہ لکڑی کے نالہ کرنیکو کب یقین کرے ہاں جی کرتا ہے اور دلمیں محبت نہیں ہے تاکہ یہ نہ کہیں اسکو کہ اہل نفاق سے ہے اگر راز جاننے والے امر کن کے نہ ہوتے اس جہان سے یہ بات دور ہوتی ہے یعنی عارف اس صدمہ الخ کے جاننے والے اسوقت میں موجود ہیں نہیں تو یہ راز الٰہی بالکل مفقود ہوتا باقی اسکا حال آگے ہے فافہم ۱۲

صد ہزاران اہل تقلید و نشان
افکندشان نیم وہمی در گمان

سیکڑوں بس اہل تقلید و نشاں
پڑ گئے ہیں وہم سے اندر گماں

کہ بظن تقلید و استدلالشان
قائمست و جملہ پر و بالشان

بس گمان تقلید و استدلال پر
ہیں وہ قائم اور یقین سے دور تر

شبہہ می انگیزد آن شیطان دون
درفتند این جملہ کوران سرنگون

ڈالتا ہے شک میں وہ شیطان دوں
ہیں وہ فتنہ میں سب اندھے سرنگوں

پای استدلالیان چوبین بود
پای چوبین سخت بی تمکین بود

پائے چوبیں پائے استدلال ہے
پائے چوبیں پائداری کب کرے

غیر آن قطب زمانہ دیدہ ور
کز ثباتش کوہ گردد خیرہ سر

بس سوا قطب جہاں کے آج یار
کوہ جنکے عزم سے ہے بیقرار

پای نابینا عصا باشد عصا
تا نیفتد سرنگون او بر حصا

بس عصا کو پاؤں نابینا کرے
پتھروں پر تا نہ سر کے بل گرے

آن سواری کو سپہ را شد ظفر
اہل دین را کیست سلطان بصر

جو سوار اپنی سپہ کا ہو ظفر
اہل دیں کا کون ہے شاہ بصر

با عصا کوران اگر رہ دیدہ اند
در پناہ خلق روشن دیدہ اند

گر عصا سے دیکھی نابینا نے راہ
پر ہے اہل دید کی اُسکو پناہ

گر نہ بینایان بدندی و شہان
جملہ کوران خود بمردندی عیان

گر نہ اہل دید ہوتے اہل شاہ
سارے اندھے مرتے ہوتے تباہ

نی ز کوران کشت آید نی درود
نی عمارت نی تجارتہا و سود

کھیتی یہ اندھے نہ بوتے کاٹتے
نے عمارت نے تجارت جانتے

گر نکردی رحمت و افضالتان
در شکستی چوب استدلالتان

فضل و رحمت گر نہ کرتے وہ ولی
چوب استدلال اُن کی ٹوٹتی

این عصا چہ بود قیاسات و دلیل
آن عصا کہ دادشان بینا جلیل

یہ عصا کیا ہے قیاسات و دلیل
وہ عصا اُنکو ملا بینا جلیل

چون عصا شد آلت جنگ و نفیر
آن عصا را خرد بشکن ای ضریر

جو عصا آلہ ہوا ہے جنگ کا
ٹکڑے ٹکڑے کر تو اندھے وہ عصا

او عصاتان داد تا پیش آمدید
آن عصا از خشم ہم بر وی زدید

اُس نے چلنے کو عصا تم کو دیا
خشم سے تم مارو اُسکو وہ عصا

ف۱ سیکڑوں الخ یہ شعر سیکڑوں اہل عقل و مقلد بسبب وہم گمان میں پڑ گئے ہیں پس گمان تقلید استدلال پر قائم یقین سے دور ہیں انکو شک میں ڈالتا ہے شیطان اور وہ اندھے فتنہ میں سرنگوں ہیں پائے چوبین اہل استدلال کا ہے در پائداری پائے چوبین کب کھڑا ہے یعنی جو دلیل سے خدا کی معرفت کرنا چاہتے سکو پا نہیں سکتے ہیں کیونکہ یہ عقل جزدی سے صفات کو کب گھیر سکتے ہیں جان محقق از راہ عقل کل کے کہ عشق ہے دریافت کر سکتے ہیں چنانچہ حال اسکا مولانا آگے ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ف۲ بس سوا الخ یہ شعر بس قطب زمانہ کے سوائے یار کہ ثبات انکے سے کوہ بیقرار ہے اور کوئی معرفت الٰہی نہیں کر سکتا ہے پس عصا کو نابینا اپنا پاؤں کرے تاکہ پتھروں پر سر کے بل نہ گرے اپنی سپاہ کا جو سوار ظفر ہو اہل دین کا وہ کون ہے شاہ بصر ہے یعنی رسول اللہ اہل دین کے ظفر ہیں اگر چہ عصا سے نابینا نے راہ دیکھی لیکن اہل دین کی اُسکو پناہ ہے یعنی مقلد دین کی جو راہ شریعت کچھ ملی اور انبیاء علیہم السلام کی انکو پناہ ہے اگر اہل دین نہ ہوتے تو سب اندھے ہوتے و تباہ ہوتے یعنی یہ مقلد تباہ و ہلاک ہوتے اور ہرگز ان کو یہ راہ ظاہری بھی نہ ملتی چنانچہ مولانا اسکا بیان آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ف۳ کھیتی یہ اندھے الخ یہ شعر یہ اندھے کھیتی نہ بوتے اور نہ کاٹتے عمارت و تجارت کرتے وہ ولی اللہ اگر فضل و رحمت نہ کرتے چوب استدلال اُن کو توڑتی یعنی یہ استدلال کہ اندھے کی لاٹھی کی طرح واسطے ظاہر کے ہے اگر اولیاء کرام کی مدد نہ ہوتی گمراہی سے خراب و ہلاک ان کو کرتی یہ عصا کیا ہے دلیل و قیاس ہے اور وہ عصا جو اولیا کو ملا ہے بینائے جلیل ہے یعنی اہل ظواہر کی رہبری دلیل قیاس ہے اور اہل معنی کی رہبری کی بنیاد و بزرگی دل ہے کہ اہل ظواہر دلیل و قیاس سے خدا کو پاتے ہیں اور اہل معنی دید سے خدا کو پاتے ہیں کیونکہ وصول الی اللہ کے دو راستے ہیں ایک راہ شریعت دوسری راہ طریقت جو عصا کہ آلہ جنگ کا ہوا ہے اُس کو اے اندھے تو ٹکڑے ٹکڑے کر یعنی جو قیاس و دلیل کہ واسطے رہبری کے ہے اگر تو اُس سے مباحثہ و ندا اور مجادلہ کرتا ہے کہ یہ موجب گمراہی ہے اسکو ترک کر کہ راستی حاصل ہے اور اُس نے راہ چلنے کو وہ عصا تم کو دیا ہے خشم سے تم وہ عصا اسی کو مارتے ہو یعنی انبیا نے وہ حصہ قیاس و دلیل کا واسطے راہ چلنے کے تم کو دیا ہے اسی دلائل سے انکا مقابلہ کرتے ہو وہ قیاس و دلائل واسطے عمل کے ہیں نہ واسطے قیل و قال کے کہ جیسے ہفتاد و دو ملت والے جھگڑے و تکرار میں پڑ گئے باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲

حلقۂ کوراں بچہ کار اندرید / دیدباں را در میانہ آورید
دامن او گیر کو دادت عصا / در نگر کادم چہا دید از عصا
چون عصا شد مار و استن باخبر / معجزۂ موسیٰ و احمد را نگر
از عصا مارے و از استن حنین / پنج نوبت می زنند از بہر دین
گرنہ نامعقول بودے این مزہ / کے بدے حاجت بچندیں معجزہ
ہرچہ معقولست عقلت می خورد / بے بیان معجزہ بے جزر و مد
این طریق مکر نامعقول ہیں / در دلے ہر مقبلے مقبول ہیں
آنچناں کز بیم آدم دیو و دد / در جزائر ہا رمیدند از حسد
ہم ز بیم معجزات انبیا / سر کشیدہ منکران زیر گیا
تا بناموس مسلمانی زنید / در تسلّس تا ندانی کہ کیند
ہمچو قلابان بر آن نقد تباہ / نقرہ می مالند و نام پادشاہ
ظاہر الفاظشاں توحید و شرع / باطن آن ہمچو در نان تخم صرع
فلسفی را زہرہ نے تا دم زند / دم زند دین حقش برہم زند
دست و پائے او جماد و جان او / ہرچہ گوید آن دو در فرمان او
با زبان گرچہ کہ تہمت می نہند / دست و پاشاں گواہی میدہند

کس لیے اندھو نکے تم حلقہ میں ہو / درمیان میں لاؤ اہل دید کو
دامن اُسکا تھام جو رکھے عصا / دیکھ آدم کو گنہ سے کیا ہوا
سانپ عصا اور باخبر استوں ہوا / موسیٰ اور احمد کا دیکھ اب معجزہ
مار عصا سے گریہ استوں سے ہوا / دین کی نوبت بجاتے ہیں سدا
گرنہ نامعقول ہوتا یہ مزہ / مانگتے پھر کیوں وہ اُتنے معجزہ
رائے ماننے تیری جو معقول ہے / بے بیان معجزہ بے جزر کے
یہ رہِ انکار نامعقول دیکھ / دلمیں ہر مقبل کے تو مقبول دیکھ
خوف سے انساں کے جیسے دیو دد / ہیں جزیروں میں چھپے بہر حسد
انبیا کے معجزوں کے خوف سے / منکر اندر گھاس کے جاکر چھپے
تا مسلمانی کے پردہ میں چھپے / مکر سے تا تو نہ جانے کون ہے
جوں دغابازوں کے کھوٹے نقد پے / ضرب شاہی دیوے اور چاندی سلے
ظاہر التوحید و شرع کو کہیں / جوں دھتورہ باطنا روٹی میں ہے
فلسفی دم مارے کیا طاقت اُسے / مارے دم تو دین حق عاجز کرے
ہاتھ پاؤں ہیں جماد اُسکے و جاں / جو کہے دونوں بجا لائیں فرمان
گرچہ تہمت وہ زبانسے کرتے ہیں / دست و پا انکے گواہی دیتے ہیں

اظہار معجزۂ پیغمبر علیہ السلام بسخن آمدن سنگریزہ در دست ابوجہل و گواہی دادن برسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ظہور معجزۂ پیغمبر علیہ السلام کا بیچ بات کرنے سنگریزونکے جو ابوجہل کے ہاتھ میں گواہی دی پر رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

۱ کس لیے الخ یہ شعر کسلیے کہ تم اندھوں کے حلقہ میں ہو اہل دیدکو درمیان میں لاؤ یعنی اہل باطن و عارف کی طرف رجوع کرو اور اہل غفلت کے مباحثہ سے بچو دامن اسکا پکڑو کہ وہ عصا بطور ہتھیار رکھا ہے دیکھ تو آدم کو کہ وہ گناہ سے کیا ہوا یعنی عصا اژدہا و ستون سے باخبر ہوا موسیٰ و احمد کو تو دیکھ کہ معجزہ یعنی عصا و ستون کہ چوب تھی صحبت عارف سے باخبر ہوئی ایسی ہی صحبت عارف سے تو بھی معامد حق کے باخبر ہوگا اور گمراہی سے بچیگا مار عصا و ستون سے گریہ ہوا دین کی نوبت وہ سدا بجاتے ہیں چنانچہ اُسکی دلیل مولانا آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۲ گرنہ نامعقول الخ یہ شعر اگر نامعقول بدمزہ ہوتا کس لیے وہ انبیا سے معجزہ چاہتے ہیں یعنی بے تشبیہ و تنزیہ بیان کیا اور اُن کی عقل میں نہ آیا تب معجزہ طلب کیا اس واسطے اہل عقل اہل باطن سے منکر ہیں بحر العلوم جو ہے معقول تیری عقل بغیر بیان معجزہ و جذب کے یہ راہ ان کی معقول دیکھو کہ دل میں ہر مقبل کے مقبول آئے جیسے انسان کے خوف سے دیو درندہ جزیروں میں حسد سے چھپے اسی طرح انبیا کے معجزوں کے خوف سے منکر جا بجا بھاگ کر چھپے ہیں چنانچہ اُن سیاہ کاروں کا حال مولانا آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲ اور ان کی گواہی دیتے ہیں یعنی اگرچہ وہ زبان سے اپنی خوبی و بزرگی کا دعوےٰ کرتے ہیں لیکن افعال اُن کے گواہی دیتے ہیں چنانچہ اس کی مثال میں معجزہ کا بیان مولانا فرماتے ہیں فافہم ۱۲

سنگہا اندر کف بوجہل بود — گفت اے احمد بگو ایں چیست زود
گر رسولے چیست در مشتم نہاں — چوں خبر داری ز راز آسماں
گفت چوں خواہی بگویم کاں چہاست — یا بگویند آں کہ ما حقیم و راست
گفت بوجہل ایں دوم نادر تر است — گفت آرے حق ازیں قادر تر است
گفت شش پارہ حجر در مشت تست — بشنو از ہر یک تو تسبیح درست
از میان مشت او ہر پارہ سنگ — در شہادت گفتن آمد بید رنگ
لا الٰہ گفت و الا اللہ گفت — گوہر احمد رسول اللہ سفت
چوں شنید از سنگہا بوجہل ایں — زد ز خشم آں سنگہا را بر زمیں
گفت نبود مثل تو ساحر دگر — ساحراں را سر توئی و تاج سر
چوں بدید آں معجزہ بوجہل گفت — گشت در خشم و بسوے خانہ رفت
رہ گرفت و رفت از پیش رسول — او فتاد اندر چہ آں زشت سفول
معجزہ او دید و شد بدبخت و رفت — سوے کفر و زندقہ سر تیز رفت
خاک بر فرقش کہ بد کور و لعیں — چشم او ابلیس آمد خاک بیں
ایں سخن را نیست پایاں اے عمو — قصۂ آں پیر چنگی باز گو

ہاتھ میں بوجہل کے کنکر جو تھے[1] — پوچھا احمد سے کہو کیا اس میں ہے
گر نبی ہو کیا ہے میرے ہاتھ میں — راز گردوں سے ہو آگاہی تمہیں
بولے جو کچھ ہے اسکی دوں خبر — یا کہیں وہ کہ ہم ہیں راست بر
بولا بوجہل ور بھی اچھی یہ بات — بولے[آنحضرت ۱۲] قادر ہے وہ ذات پر صفات
بولے[2] چھ کنکر ہیں تیرے ہاتھ میں — سن لے اب وہ تجھسے تسبیحیں کہیں
اسکی مٹھی میں ہر ایک کنکر جو تھا — پڑھنے کلمے کو شہادت کے لگا
لا الٰہ کہکر الا اللہ کہا — گوہر احمد رسول اللہ چنا
کنکروں سے یہ سنا بوجہل نے — پھینکا غصہ سے انہیں [illegible]
بولا تجھ سا دوسرا ساحر نہیں — ساحروں کا تاج تو ہی بالیقیں
دیکھا جو بوجہل نے وہ معجزا — غصہ ہو کر جلد گھر کو چل دیا
روبرو سے آپ کے جو وہ گیا — راستی سے چاہ کج میں وہ گرا
دیکھا اُس بدبخت نے جو معجزا — کفر زندیقی کی جانب وہ گیا
خاک اسکے سر پہ تھا اندھا لعیں — آنکھ جوں ابلیس اسکی خاک بیں
بات یہ بے انتہا ہے راز گو — قصہ اب پھر پیر چنگی کا کہو

تمامی قصہ پیر چنگی و پیغام رسانیدن امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ بانچہ ہاتف آواز دادہ بود

اختتام قصہ پیر چنگی کا اور پیغام پہونچانا امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کا جو کچھ ہاتف نے آواز دی

[1] ہاتھ میں بوجہل کے الخ یہ شعر جو کہ کنکر ہاتھ میں بوجہل کے تھے احمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کہو اسمیں کیا ہے اگر تم نبی ہو تو بتاؤ کہ میرے ہاتھ میں کیا ہے آسمان کے راز سے جو کہ تم کو آگہی ہے حضرتؐ نے فرمایا کہ وہ کہدوں جو تو چاہتا ہے یا وہ کہیں کہ ہم راستی و برحق ہوں ابوجہل نے کہا دوسری بات نادر ہے حضور نے فرمایا ہاں حق قادر ہے اس بات پر چنانچہ آگے اسکا بیان ہے فافہم [2] بولے الخ ۱۲ شعر آپ نے فرمایا کہ چھ کنکر ہیں تیرے ہاتھ میں تو سن لے کہ وہ تسبیح تجھ سے کہیں گے اُس کی مٹھی میں جو کہ تھا ہر ایک وہ کلمہ شہادت پڑھنے لگا لا الٰہ کہہ کر الا اللہ کہا و گوہر محمد رسول اللہ کو پرو دیا ہر ایک سے ابوجہل نے سنا غیظ سے اُس نے خاک پر کنکروں کو پھینک دیا اور کہا کہ دوسرا تم سا ساحر نہیں تم ساحروں کے سرتاج ہو جو کہ ابوجہل نے یہ معجزہ دیکھا غصہ ہو کر جلد گھر کو چل دیا چونکہ وہ روبرو سے آپ کے گیا تھا راستی سے پھرا کجی میں وہ گرا اس بدبخت نے وہ معجزہ دیکھا جانب کفر و زندقہ کے گیا خاک اُس کے سر پر کہ وہ لعین اندھا تھا اُس کے سر پر خاک مانند ابلیس کے تھی یعنی اُس نے حضورؐ کو بشر جانا جیسے ابلیس نے آدم علیہ السلام کو خاک کا پتلا جانا تھا اور باطن میں معنی کو نہ دیکھا پس نادان کو حق سے چوب سنگ جانتے ہیں جیسے چوب ستون حنانہ کنکروں نے گریہ کیا و گواہی دی گو یا رسول مقبول صلعم کو جمادہ نبات بھی جانتے ہیں اے بدحال منکران کو نہیں جانتے ہو بات یہ بے نہایت ہے اے راز گو پھر قصہ اب پیر چنگی کا کہو واللہ اعلم ۱۲

باز گرد و حال مطرب گوش دار ۔ زانکہ عاجز گشت مطرب ز انتظار
بانگ آمد مر عمرؓ را کاے عمرؓ ۔ بندۂ ما را ز حاجت باز خر
بندۂ داریم خاص و محترم ۔ سوے گورستاں تو رنجہ کن قدم
اے عمرؓ برجہ ز بیت المال عام ۔ ہفت صد دینار در کف نہ تمام
پیش او بر کاے تو ما را اختیار ۔ ایں قدر بستاں کنوں معذور دار
اینقدر از بہر ابریشم بہا ۔ خرج کن چوں خرج شد اینجا بیا
پس عمرؓ زاں ہیبت آواز جست ۔ تا میاں را بہر ایں خدمت ببست
سوے گورستاں عمرؓ بنہاد رو ۔ در بغل ہمیاں دواں در جستجو
گرد گورستاں دواں شد او بسے ۔ غیر آں پیر او ندید آں جا کسے
گفت ایں نبود دگر بارہ دوید ۔ ماندہ گشت و غیر آں پیر او ندید
گفت حق فرمود ما را بندۂ ست ۔ صافی و شایستہ و فرخندہ ایست
پیر چنگی کے بود خاصہ خدا ۔ حبذا اے سر پنہاں حبذا
بار دیگر گرد گورستاں بگشت ۔ ہمچو آں شیر شکاری گرد دشت
چوں یقیں گشتش کہ غیر پیر نیست ۔ گفت در ظلمت دل روشن بسے ست
آمد و با صد ادب آنجا نشست ۔ بر عمرؓ عطسہ فتاد و پیر جست
مر عمرؓ را دید و ماند اندر شگفت ۔ عزم رفتن کرد و لرزیدن گرفت
گفت در باطن خدایا از تو داد ۔ محتسب بر پیرک چنگی فتاد
چون نظر اندر رخ آں پیر کرد ۔ دید آں را شرمسار و روے زرد

لو گو قصہ پیر چنگی کا سنو ۔ انتظاری سے ہوا عاجز ہے وہ
یہ ندا آئی عمرؓ کو اے عمرؓ ۔ تو روا حاجت میرے بندہ کی کر
خاص بندہ ہے وہ میرا محترم ۔ سمت گورستان کر اب کچھ تو قدم
ہے تو بیت المال سے بس اے عمرؓ ۔ سات سو دینار نقد اب جلد تر
دیجو اس سے کہہ کہ تو مختار ہے ۔ اسقدر لے اور معاف اب کر مجھے
اسقدر یہ لے کہ ہے تیرا صلا ۔ خرچ کر جب خرچ ہو پھر یاں پہ آ
ہیبت آواز سے چونکے عمرؓ ۔ باندھی اس خدمت کی خاطر بس کمر
سوے گورستاں عمرؓ اس دم گئے ۔ ڈھونڈتے کو اور بغل میں رکھ کے
سارے گورستاں میں وہ ڈھونڈے پھرے ۔ واں نہیں پایا سوا اس پیر کے
یہ نہیں ہے یوں دل اندر واں سے پھرے ۔ بس وہی بڈھا ملا پھر تھک گئے
بولے حق کہتا ہے ہے بندہ مرا ۔ پاک و صاف و لائق عزت مرا
پیر چنگی کب ہو مقبول خدا ۔ واہ والے راز پنہاں واہ وا
پھر پھرے وہ سارے گورستاں میں ۔ یوں شکاری شیر کوہستان میں
جب یقیں آیا کہ ہے بڈھا یہی ۔ بولے روشندل ہیں تاریکی میں بھی
آگے پھر با صد ادب بیٹھے وہاں ۔ پھر عمرؓ چھینکے اٹھا پیر زماں
اور عمرؓ کو دیکھ وہ حیراں ہوا ۔ ڈر سے کانپا اور چاہا بھاگنا
عرض کی دل میں خدایا تو بچا ۔ محتسب مجھ پیر چنگی پر پڑا
جو نظر اس پیر کے منھ پر پڑی ۔ دیکھا شرمندہ نہایت اس گھڑی

لے لو گو قصہ الخ یہ شعر پھر وہ قصہ پیر چنگی کا سنو کہ وہ انتظاری سے عاجز ہوا ہے حضرت عمرؓ کو یہ ندا آئی کہ اے عمر میرے بندے کی حاجت روا کر خاص میرا وہ بندہ محترم ہے تو سمت گورستان کے جا اے عمر تو بیت المال سے سات سو دینار لے اور جلدی جا کے اسکے پاس پہونچ اور کہہ کہ مختار ہے تو اسقدر زر لے اور مجھے معاف کر یہ تیرا صلہ ہے اسکو خرچ کر جب خرچ ہو جائے تو پھر میرے پاس آنا فافہم ۱۲ سے ہیبت آواز سے الخ یہ شعر حضرت عمرؓ ہیبت آواز سے چونکے اور اس خدمت کیواسطے کمر باندھی پھر طرف گورستان کے اسدم گئے اور زر بغل میں لیکر ڈھونڈتے پھرے تمام گورستان میں دیکھا سواے پیر چنگی کے اور کسی کو نہ پایا خیال کیا کہ یہ نہیں ہے اور پھر پھرے مگر بجز اس بوڑھے کے اور کو نہ دیکھا اور تھک گئے اور تصور کیا کہ حق کہتا ہے کہ وہ بندہ میرا ہے پاک و صاف و لایق یہ پیر چنگی کب خاصان خدا سے ہے واہ وا اے راز پوشیدہ واہ وا پھر گورستان میں پھرے جیسے شکاری شیر کوہستان میں پھرتا ہے جب یقین آیا کہ یہی پیر چنگی ہے فرمایا کہ روشن دل سیاہی میں چھپے ہیں یعنی دوستان حق ایسے لباس میں بھی پوشیدہ ہوتے ہیں انسان کو چاہیے کہ خاکساروں کو بچشم حقارت نہ دیکھے کہ عالموں میں خاص ہوا کرتے ہیں بقول خواجہ حافظ شعر خاکساران جہاں را بحقارت منگر تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد واللہ اعلم ۱۲ سے آگے پھر با صد ادب الخ یہ شعر آگے پاس اس کے با صد ادب بیٹھ گئے پھر چھینکے کہ پیر چنگی بیدار ہوا اور عمرؓ کو دیکھ کر حیران ہوا اور خوف سے کانپا اور بھاگنا چاہا اور دل میں عرض کی کہ اے خدا تو بچا محتسب مجھ پر آگیا جو نظر عمرؓ کی پیر چنگی کے منھ پہ پڑی اسکو شرمندہ اور زرد رو اس گھڑی دیکھا باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲

پس عمر گفتش مترس از من مرم ۔ کت بشارت ہا ز حق آوردہ ام
چند یزداں مدحت خوے تو کرد ۔ تا عمرؓ را عاشق روے تو کرد
پیش من بنشین و مہجوری مساز ۔ تا بگوشت گویم از اقبال راز
حق سلامت میکند می پرسدت ۔ چونی از رنج و غمان بیحدت
نک قراضہ چند ابریشم بہا ۔ خرج کن ایں را و باز اینجا بیا
پیر لرزاں گشت چوں ایں را شنید ۔ دست می خائید و بر خود می طپید
بانگ میزد کاے خدائے بے نظیر ۔ بسکہ از شرم آب شد بیچارہ پیر
چوں بسے بگریست و ز حد رفت درد ۔ چنگ را زد بر زمین و خرد کرد
گفت اے بودہ حجابم از الٰہ ۔ اے مرا تو راہ زن از شاہراہ
اے بخوردہ خون من ہفتاد سال ۔ اے ز تو رویم سیہ پیش کمال
اے خدائے با عطائے با وفا ۔ رحم کن بر عمر رفتہ بر جفا
داد حق عمرے کہ ہر روزے ازاں ۔ کس نداند قیمت آں در جہاں
خرج کردم عمر خود را دمبدم ۔ در دمیدم جملہ را در زیر و بم
آہ کز یاد رہ و پردہ عراق ۔ رفت از یادم دم تلخ فراق
وائے کز آواز ایں بست و چہار ۔ کارواں بگذشت و بیگہ شد نہار
وائے کز تری زیر افگند خرد ۔ خشک شد کشت دل من دل بمرد

پس عمرؓ بولے کہ مجھ سے تو نہ ڈر[۱] ۔ ہیں تو لطف حق کی دیتا ہوں خبر
اسقدر تعریف تیری حق نے کی ۔ کہ عمرؓ کی تجھ پہ جاں عاشق ہوئی
آگے میرے بیٹھ اور مت دور ہو ۔ تا کہوں مقبولیت کے راز کو
بھیجتا ہے حق سلام اور کہتا ہے ۔ حال تیرا کیا ہے بیحد رنج سے
یہ صلا ہے نقد تیرا اے جواں ۔ خرچ کر اسکو و پھر آ تو یہاں
پیر چنگی نے یہ سب جبدم سُنا ۔ ہاتھ چابا اور شرمندہ ہوا
چیختا اور کہتا اے بار خدا ۔ بوڑھا عاجز شرم سے پانی ہوا
جو بہت رویا و از حد غم ہوا ۔ چنگ کو دیا مار اور ٹکڑے کیا
بولا تو میرا حجاب حق ہوا ۔ راستہ سے مجھکو رہ گرداں کیا
خون چوسا میرا جو ہفتاد سال[۲] ۔ روسیہ ہوں تجھ سے میں پیش کمال
اے خدا اے مہربان و با وفا ۔ رحم کر عمر گذشتہ پر ذرا
حق نے دی وہ عمر ہر آں اسکا بیش ۔ بیش قیمت ہے، نہ جانے کوئی کس
صرف میں نے عمر کی ہے دمبدم ۔ بس نہ جانے میں جہاں کے زیر و بم
ہائے اس یاد عراق و راہ سے ۔ رنج فرقت کا گیا دل سے مرے
راگنی جو بیس کی آواز سے ۔ کارواں گزرا سحر بیوقت ہے
ہائے میں ٹوٹا تری سے زیر کی ۔ دل مرا اور دل کی کھیتی خشک ہوئی

۱؎ پس عمر بولے الخ ۹ شعر پس عمرؓ نے کہا کہ تو مجھ سے نہ ڈر میں بشارت حق کی تجھ کو خبر دیتا ہوں حق نے تیری اسقدر تعریف کی کہ جان عمرؓ کی تجھ پر عاشق ہوئی تو میرے پاس بیٹھ اور دور نہ ہو تاکہ تیرے مقبول ہونے کا میں راز کہوں حق تجھ کو سلام بھیجتا ہے اور کہتا ہے کہ تیرا حال اس رنج و تکلیف سے کیا ہے یہ نقد تیرا صلہ ہے اسکو تو خرچ کر اور یہاں پھر آ پیر چنگی نے جبدم یہ سُنا ہاتھ کاٹا اور شرمندہ ہو کر چیختا تھا اور کہتا تھا کہ اے بار خدا یہ بوڑھا شرم سے پانی پانی ہوا جو بہت رویا از حد غمگین ہوا چنگ کو زمین پر دے مارا اور ٹکڑے ٹکڑے ہوا اور نسبت چنگ کے کہا کہ تو میرا حجاب حق سے ہوا شاہراہ سے مجھ کو گمراہ کیا یعنی اے چنگ نفس تو نے مجھ کو لہو و لعب دنیا میں کھا اور خدا سے جدا کیا جو کہ چنگ خواہش نفس ہے اُسکو توڑنا عین نفس کا توڑنا ہے پس ترک خواہشات عین نفس کشی ہے سو اسطے لکھا ہے کہ سو برس کا گنہگار اگر تو یہ کرے تو سو برس کے عابد سے بہتر ہے کیونکہ اس نے خدا کے واسطے اپنے سو برس کے دوست کو شکست کیا ہے رحمت حق اُس پر زیادہ ہوتی ہے واللہ اعلم ۱۲ ۲؎ خون چوسا الخ ۷ شعر جو تو نے میرا خون ستر برس تک چوسا اور روسیہ میرا تجھ سے ہوا بدرجہ کمال اے خدا مہربان و باوفا رحم کر تو میری عمر گذشتہ پر حق نے وہ عمر مجھ کو دی کہ ہر دن اُسکا بیش قیمت ہے کوئی نہیں جانتا ہے میں نے اپنی عمر صرف کی ہے اور چنگ بجانے میں یعنی سماع و نغمہ دنیا میں میں نے اپنی عمر صرف کی ہے افسوس اس عراق و راہ یاد میں یار کا رنج و فراق بھول گیا افسوس میں ٹکڑے ہوا تری سے زیر کی اور دل مردہ ہوا اور کھیتی دل کی خشک ہوئی یعنی عراق و راہ زیر و بم یہ نام پردہ مزامیر کے ہیں علم موسیقی میں جو بیس اگنی ہیں آواز سے کارواں کا گذرا اور وقت اخیر ہے یعنی لہو و لعب دنیا میں عمر کو کھو یا چنانچہ مناجات اسکی مولانا آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲ -

ای خدا فریاد زین فریاد خواہ | داد خواہم نہ ز کس زین داد خواہ
داد کس ہیچ از من ندادم در جہاں | عمر شد ہفتاد سال از من جہاں
داد خود از کس نیابم جز مگر | زانکہ ہست از من بمن نزدیک تر
کیں منی از وے رسد ہر دم مرا | پس ورا بینم چو ایں شد کم مرا
ہمچو آں کان تو باشد زر شمر | سوے او داری نہ سوے خود نظر
ہمچنیں در گریہ و در نالہ او | میشمرد جرم چندیں سالہ او

اے[1] خدا فریاد ہے فریاد خواہ | نے کسی نے داد چاہی داد خواہ
نے کسی کو داد میں نے یاں دی | عمر ستر سال کی مجھ سے گئی
نے کسی سے داد میں پاؤں مگر | جو کہ ہے مجھ سے مرے نزدیک تر
دمبدم پہونچی مجھے اُس سے خودی | بس اسے دیکھوں جو یہ کم ہو مری
ہو جو کوئی سا تو تیرے زر شمر | کر نظر اُس پر نہ رکھ خود پر نظر
اس طرح روتا و کرتا نالہ وو | یاد کر برسوں کے اپنے جرم کو

گردانیدن عمر رضی اللہ عنہ نظر او را از مقام گریہ کہ ہستی ست بمقام استغراق کہ نیستی است

پھیرنا امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کا نظر اُسکی کو مقام رونے سے کہ ہستی ہے طرف مقام استغراق کے کہ نیستی ہے

پس عمرؓ گفتش کہ ایں زاری تو | ہست ہم آثار ہشیاری تو
بعد ازاں و را ازاں حالت بُرد | ز اعتذارش سوے استغراق خواند
راہ فانی گشتہ راہ دیگرست | زانکہ ہشیاری گناہ دیگرست
ہست ہشیاری زیاد ما مضی | ماضی و مستقبلت پردہ خدا
آتشے در زن بہر دو تا بکے | پر گرہ باشی ازیں ہر دو چو نے
تا گرہ با نے بود ہمراز نیست | ہمنشیں آں لب آواز نیست

پس[2] عمرؓ بولے کہ زاری تری | یہ بھی ہے آثار ہشیاری تری
پھر نکالا اُسکو اس حالات سے | ڈالا استغراق میں عذرات سے
راہ فانی کی تو ہاں کچھ اور ہی | کیونکہ ہشیاری بھی اک جرم اور ہے
یاد ماضی کی ہے ہشیاری دلا | ڈھانکے حق ماضی و مستقبل ترا
آگ اُن دونوں کو اب دے تو لگا | کب تلک جوں نے رہیگا پر گرا
نے میں جب تک گرہ ہمدم نہیں | نے ہو لب آواز کی وہ ہمنشیں

ل۱ اے خدا الخ یہ شعر اے خدا فریاد خواہ کی فریاد ہے نہ کسی سے یہ داد خواہ داد چاہتا ہے نہ کسی کو میں نے یہاں داد دی اور عمر ستر سال کی مجھ سے گئی نہ کسی سے داد میں پاؤں مگر جو کہ مجھ سے میرے نزدیک تر ہے یعنی ذات باری کہ مجھ سے نزدیک تر ہے دمبدم مجھے اس سے بیخودی پہونچی ہے اگر یہ خودی گم ہو تو میں اس سے سوا کو دیکھوں مثل اُسکے مجھکو کون زر دیوے نظر اُسپر کر خود پر نہ کر اسطرح وہ رو رو کر اور نالہ کر کے اپنے برسوں کے جرم یاد کرتا تھا واضح ہو کہ جب طالب کے دل سے ظلمت و غفلت کم ہوتی ہے تو اُسکو حسرت و افسوس اپنی عمر گذشتہ بیکار سے از بس ہوتا ہے اور مناجات و گریہ کرتا ہے یہ علامت بیداری دل و نفس لوامہ کی ہے پس طالب کو چاہیے کہ تصفیہ قلب میں اسوقت کوشش زیادہ کرے کہ نفس مطمئنہ کا مرتبہ حاصل ہو جاوے اسکی ترقی کا حال آگے مولانا فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ل۲ پس عمر الخ یہ شعر پس عمرؓ نے کہا کہ زاری بھی آثار ہشیاری تیری سے ہے پھر اُسکو اس حال سے نکالا بعوض معذور کر کے استغراق میں ڈالا یعنی دوئی سے اسکو پھرایا اور مشاہدہ حالات میں غرق کیا کیونکہ طالب بسبب تزکیہ نفس کے یاد سے عذر و معذرت ایام گذشتہ کی کر کے حرمان نصیبی سے گریہ و زاری کرتا ہے جبکہ تصفیہ قلب سے مشاہدہ تجلیات انوار ہو استغراق پیدا ہوتا ہے اور رحمانیت ظہور کرتی ہے ہیں ہوشیاری دوسرا گناہ ہے یعنی ہوشیاری اور ہے اور عنایت اور ہے حال ماضی کو یاد کرنا ہوشیاری ہے اور ماضی و مستقبل کو یاد کرنا حق کا پردہ ہے تو ان دونوں ماضی و مستقبل کو آگ لگا دے مثل نے کے کب تک یہ گرہ رہیگا جب تک نے میں گرہ ہو ہمدم نہیں ہوتی اور نہ ہمنشیں لب و آواز کے ہو یعنی نے میں جب تک گرہ ہوتی ہے قابل آواز نہیں ہوتی اسی طرح حال ماضی و مستقبل کی ہوشیاری کا حجاب ہے چنانچہ مولانا اس کا حال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

چون بطوف خود بطوفی مرتدی	چون بخانہ آمدی ہم باخودی	یہ طواف اپنا کرے مرتد ہے تو	جو کہ آئے گھر میں تو باخود ہے تو
اے خبر ہات از خبر دہ بے خبر	توبہ تو از گناہ تو بتر	تیرے مخبر سے خبر ہے بے خبر	تیری توبہ ہے گناہوں سے بتر
اے تو از حال گذشتہ توبہ جو	کے کنی توبہ ازین توبہ بگو	توکرے توبہ گذشتہ حال سے	تو پہ اس توبہ سے پھر تو کب کرے
گاہ بانگ زیر را قبلہ کنی	گاہ گریہ زار را کعبہ کنی	گہ صدائے زیر کو قبلہ کرے	گاہ گریہ زار کو کعبہ کرے
چونکہ آئینہ عمرؓ اسرار شد	جان پیر از اندرون بیدار شد	جو عمرؓ آئینہ بھیدوں کے ہوے	جان تن میں آئی تنگ پیر کے
ہمچو جان بے گریہ و بے خندہ شد	جانش رفت و جان دیگر زندہ شد	مثل جاں نے گریہ رکھے نہ ہنسی	جان گئی جان دوسری زندہ ہوئی
حیرتے آمد درونش آں زماں	کہ بروں شد از زمین و آسماں	حیرت اسکے دل میں آئی اُس گھڑی	جو زمین و چرخ سے باہر گئی
جستجوے ماورائے جست جو	من نمی دانم تو میدانی بگو	جستجو سے جستجو ہے جو سوا	میں نہ جانوں گر تو جانے کہہ بھلا
حال و قالے از ورائے حال و قال	غرق گشتہ در جمال ذوالجلال	حال و قال اک ہے سوائے حال و قال	غرق ہے اندر جمال ذوالجلال
غرقۂ نے کہ خلاصی باشد ش	یا بجز دریا کسے بشناسد ش	نے وہ غرق ہے کہ خلاصی ہو کبھی	کون دریا کے سوا جانے اُسے
عقل جزو از کل پذیرا نیستی	کہ تقاضا بر تقاضا نیستی	عقل جزوی تیری نے اُس کل سے ہے	کہ تقاضے پر تقاضے نے اُسے
چون تقاضا بر تقاضا میرسد	موج آں دریا بدینجا میرسد	جو تقاضے پر تقاضا آئے ہے	موج اُس دریا کی اسجا آئے ہے
چونکہ قصہ حال پیر اینجا رسید	پیر و حالش روے در دریا کشید	پہونچا رنگ حال پیر اسجا یہ جب	غرق جاں اسکی ہوئی دریا میں سب
پیر دامن از گفت و گو فشاند	نیم گفتہ در دہان او بماند	پیر نے راہ گفتگو کی بند کی	منھ میں اُسکے بات جو تھی رہ گئی
از پے ایں عیش و عشرت ساختن	صد ہزاراں جاں بباید باختن	دوستو اس عیش و عشرت کیلیے	بس ہزاروں جان دینا چاہیے
در شکار بیشۂ جاں باز باش	ہمچو خورشید جہاں جانباز باش	باز ہو پھر کو جان کرے شکار	مثل خورشید جہاں کر نثار

۵ یہ طواف الخ، شعر جو طواف اپنا کرے مرتد ہے تو اور جو تو گھر میں آئے باخود ہے یعنی تو اپنی خودنمائی کرے اور اس خانہ وجود کو دیکھے اس درگاہ سے مرتد ہے تیری خبر اس خبر دینے والے سے بیخبر ہے اور تیری توبہ گناہ سے بدتر ہے یعنی توبہ تو عجز سے کرتا ہے توبہ گناہ سے بدتر ہے کہ جیسے عوام منھ سے توبہ کرتے ہیں اور دل میں پشیمان نہیں ہوتے یہ توبہ گناہ سے زیادہ ہے اس توبہ سے تو پھر توبہ کرے گا یعنی توبہ تو اس ہوشیاری سے کب تک کرے گا اور خودی کو کب چھوڑے گا کیونکہ تو کبھی کعبہ کو گریہ و زاری کرتا ہے اور کبھی تو لذائذ دنیوی کی طرف رجوع کرتا ہے اور کبھی گریہ و زاری سے تائب ہوتا ہے جبکہ عمرؓ نے راز الٰہی سے واقف کیا جان تن میں پیر چنگی کی تنگ ہوئی یعنی جبکہ عمرؓ نے اسرار الٰہی اُس پر منکشف کیے تو مرغ جان پیر چنگی کا قفس تن میں تنگ ہوا اور اس گلزار معنی کو مشاہدہ کرکے پھڑکنے لگا چنانچہ اس انکشاف کا حال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم

۲۵ نے وہ غرق الخ، شعر وہ غرق نہیں ہے کہ جس کو رہائی ہے دریا کے سوا کون اُسکو جانتا ہے یعنی دریائے ذات اسکو جانتا ہے کہ وہ اسمیں غرق ہے اور کوئی نہیں جانتا ہے تیری عقل جزوی اُس کل سے نہیں ہے کہ تقاضے پر تقاضا اُسکو نہیں ہے جو تقاضے پر تقاضا اُسکو آتا ہے موج اس دریائے ذات کی یہاں آتی ہے یعنی وہ ذات اس قطرہ جان کی طرف نزول کرتی اور تو وہ جان کل سے ہے ورنہ نہیں جبکہ قصہ حال پیر چنگی کا اس جگہ پر پہونچا تو جان پیر چنگی کی غرق دریائے ذات ہوئی پیر چنگی نے گفتگو بند کی اُسکے منھ میں آدھی بات رہ گئی یعنی حیران رہ گیا دوستو اس عیش و عشرت کیواسطے ہزاروں جان دینا چاہیے تو باز ہو اور پھر جان کو شکار کر اور مثل خورشید جہاں کے جان کو نثار کر باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲

جاں فشاں افتاد خورشید بلند	میشود ہر دم تہی پر میکند	جان نثاری پر جو یہ خورشید ہے[لہ]	خالی ہر دم ہو اُسے ہر دم بھرے
جاں فشاں اے آفتابِ معنوی	مر جہانِ کہنہ را بنما نوی	جاں نثار اب کر اے شمس معنوی	عالم کہنہ کو بتلا تازگی
در وجودِ آدمی جاں و رواں	میرسد از غیب چوں آبِ رواں	[تہ]جسم انساں میں یونہی جاں آتی ہے	غیب سے مانند جاری آب کے
ہر زماں از غیب نو نو میرسد	وز جہانِ تن بروں شو میرسد	تو بنو ہر وقت آئے غیب سے	اور جہان تن سے ہر دم جائے

تفسیر طلب دعائے آں دو فرشتہ کہ ہر روز بر سر بازار منادی میکنند اللّٰہم اعط کل منفق خلفاً و اللّٰہم اعط کل ممسک تلفاً و بیان آں کہ منفق مجاہد راہ حقیقت است نہ مسرف راہ ہوا

تفسیر دعا مانگنے ان دو فرشتوں کی کہ ہر روز بر سر بازار منادی کرتے ہیں اللّٰہم اعط کل منفق خلفاً و اللّٰہم اعط کل ممسک تلفاً اور بیان اسکا کہ نفقہ دینے والا مجاہد راہ حق کا ہی مسرف راہ ہوا کا مجاہد نہیں ہے

لہ جان نثاری پر الخ یہ شعر خورشید جو جان نثاری کرتا ہے اگر خالی ہو تو وہ پُر کرتا ہے پس تو بھی اے شمس معنوی اب جان نثار کر اور عالم کہنہ کو تازگی بتلا یعنی اشیاء قابلہ کو یہ شمس فلک جان نثاری میں جو خالی نور سے ہوتا ہے تو دوبارہ پھر پُر کرتا ہے پس مولانا اپنی جان کو کہتے ہیں کہ تو بھی شمس معنوی ہے جان نثار کر کر تا یا رتیرے وجود کہنہ کو تازگی دے یا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ شمس معنوی کو بسبب جان نثاری کے پھر تازہ کردو واللہ اعلم ۱۲ تہ جسم انسان میں الخ یہ شعر کہ جسم انسان میں جان اس طرح غیب سے آتی ہے جیسے آب جاری نہر میں ہر وقت نو بنو غیب سے آتی ہے اور جان تن سے ہردم جاتی ہے واضح ہو کہ ذات مقدس مثل ایک دریا کے ہے اور مخلوق اُس دریا میں مثل موج حباب و کف کے ہے پس آب محیط اُس دریا کا ان موج حباب میں آتا جاتا ہے اور وہ اشکال موج حباب کے بظاہر نظر میں ویسی ہی مقید معلوم ہوتے ہیں اُس کو تجرد امثال کہتے ہیں اس واسطے وحدت الوجود والے عالم کو ایک وجود مانتے ہیں کہ وہ دریا ہے ذات عالم پر بے حلول و اتحاد محیط ہے بموجب آیہ کریمہ ان اللہ علی کل شیء محیط یعنی تحقیق اللہ کل شے پر محیط ہے یعنی ذات سے گھیرے ہوئے ہے اور متکلمین کہتے ہیں کہ علم سے گھیرے ہوئے ہیں پس معنی ذات علم کے ہیں ظہور اول کو علم اجمالی اور ظہور دوم کو ذات وحدت کہتے ہیں اور مقام ہویت کو کہ بے صفات ہے ذات بحت کہتے ہیں پس محیط سے مراد ذات احدیت ہے ذات بحت کہتے ہیں اور نہ ذات بحت اس صورت میں علم و ذات کے معنی ایک ہوئے لفظ تنازع لفظی ہے زیادہ کیا لکھوں کہ میدان بیان تنگ ہے دل تو چاہتا ہے کہ اور زیادہ لکھوں مگر شرع مانع ہے پس مولانا جان نثاری کے باب میں راز خوبی سخاوت کا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

گفت پیغمبر کہ دایم بہر پند	دو فرشتہ خوش منادی میکنند	بولے پیغمبر نصیحت کے لیے	دو فرشتوں سے ندا یہ آئی ہے
کاے خدایا منفقاں را سیر دار	ہر درمشان را عوض دہ صد ہزار	اے خدا آسودہ جو بخشش کرے	ہر درم کے بدلے اسکو لاکھ دے
اے خدایا ممسکاں را در جہاں	تو مدہ الا زیاں اندر زیاں	ممسکوں کو اے خداوند جہاں	کچھ نہ دے لیکن زیاں اندر زیاں
اے خدایا منفقاں را دہ خلف	اے خدایا ممسکاں را دہ تلف	اور سخی کو اے خدا اولاد دے	اے خدا ممسک کو تو برباد دے
منفق و ممسک محل ہے یہ بود	چوں محل باشد مؤثر می شود	اپنی جان بخل و سخا بہتر رکھے	جو محل ہو وہ اثر اپنا کرے
اے بسا امساک کز انفاق بہ	مال حق را جز بامر حق مدہ	بخل بہتر ہو سخاوت سے کبھی	مال حق بے حکم حق مت دے کبھی
تا عوض یابی تو مال بیکراں	تا نباشی از عداد کافراں	تا عوض تو مال پائے بیشمار	کافروں سے تا نہ ہو اسکا شمار
کاشتراں قرباں ہمی کردند تا	چیرہ گردد تیغ شاں بر مصطفےٰ	اونٹ قربانی وہ کرتے تھے کہ تا	مصطفےٰ پر تیغ غالب ہو سدا
امر حق را باز داں از واصلے	امر حق را در نیابد ہم دلے	امر حق واصل سے تو معلوم کر	امر حق جانے نہیں ہر اک بشر
چوں غلام یاغی کو عدل کرد	مال شہ بر یاغیاں او بذل کرد	عدل اک باغی غلام اب جو کرے	باغیوں کو مال شہ بخشش میں دے
طرفہ تر کانرا ہمی پنداشت عدل	کز سخاوت کردہ ام ایثار و بذل	طرفہ تر وہ عدل جانے بس اُسے	کہ سخاوت کی ہی میں نے جود سے
عدل این یاغی و دادش پیش شاہ	چہ فزاید دوری و روئے سیاہ	باغی اُس عدل و سخا سے پیش شاہ	کیا بڑھائے دوری و روئے سیاہ
ور نبی انذار اہل غفلت است	کاں ہمہ انفاقہاشاں حسرت است	غافلوں کے ڈر کو آیہ میں لکھا	کہ یہ انفاق انکا سب حسرت ہوا

قربانی کردن کافران عرب بامید قبول افتادن　　قربانی کرنا کافران عرب کا بامید قبول ہونیکے

سنہ گفت پیغمبر الخ یہ شعر جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا واسطے نصیحت کے کہ دو فرشتے یہ ندا کرتے ہیں اے خدا آسودہ کر اسکو کہ بخشش کرے اور ہر ایک درم کے عوض اسکو لاکھ درم دے ممسکوں کو اے خدا جہان میں کچھ نہ دے الا زیان اندر زیان دے اور سخی کو اے خدا تو اولاد دے اور اے خدا ممسک کو تو برباد کو دے بخل و سخاوت اپنی جگہ پر ہے دیکھو [illegible] بخل کبھی بہتر ہوتا ہے سخاوت سے مال حق کا بے حکم حق کے کبھی مت دے تا عوض کے مال تو پائے بیشمار اور نہ ہو [illegible] کافروں سے تو شمار [illegible] بخل سخاوت اپنی اپنی جگہ پر بہتر ہے واضح ہو کہ اخلاق محمودہ و اخلاق ذمیمہ سب خدا کی دی ہیں اور خدا نے [illegible] اپنی جگہ پر [illegible] ہر ایک اخلاق محمودہ او بے جا استعمال ذمیمہ ہے اس صورت میں طبیعت اخلاق محمودہ [illegible] اور [illegible] اخلاق ذمیمہ [illegible] اپنی جگہ پر [illegible] ہے چنانچہ آگے [illegible] ہے فافہم ۱۲ ۵۲ اونٹ قربانی الخ یہ شعر کفار اونٹ قربانی کرتے تھے کہ تا مصطفےٰ پر تیغ غالب [illegible] امر حق [illegible] ہر ایک بشر امر حق کو سمجھتا نہیں ہے یعنی احکام الٰہی کو کاملین سے پا [illegible] ہر ایک عمل اسپر کر کہ اس فعل سے تجھکو ثمرہ ملے [illegible] کفار [illegible] غالب ہونیکو قربانی کی کیونکہ [illegible] واسطے [illegible] رحمۃ العالمین تھے [illegible] پس جو شخص کامل کی ہدایت پر عمل کرتا ہے [illegible] ہے [illegible] باغی غلام عدل کرے اور باغیوں کو مال بخشش میں دے اور طرفہ یہ ہے کہ اُسے عدل [illegible] کرم [illegible] بادشاہ کے روبرو [illegible] عدل و سخاوت کہ فعل بہتر ہے مگر [illegible] غافلوں کے [illegible] کہ یہ انفاق انکو حسرت ہوا [illegible] ترجمہ [illegible] اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَسَیُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَیْهِمْ حَسْرَةً [illegible] یعنی وہ کافر ہوئے اور اپنا مال خرچ کرتے [illegible] قریب ہے کہ [illegible] حسرت [illegible] فرماتے ہیں فافہم ۱۲

سروران مکہ در حرب رسول　بود شان قربان بامید قبول
سرؔوران مکہ باجنگ رسول　کرتے قربانی بامید قبول

بھر ایں مومن ہمی گوید ز بیم　در نماز اہدنا الصراط المستقیم
اس لیے مومن کہے از راہ بیم　در نماز اہدنا الصراط المستقیم

آں درم دادن سخی را لائق است　جاں سپردن خود سخائے عاشق است
بس درم دینا سخی کو ہے روا　جان دینا عاشقوں کو ہے سخا

ناں دہی از بہر حق نانت دہند　جاں دہی از بہر حق جانت دہند
نان دے حق کے لیے نان دے تجھے　جان دے حق کیلیے جان دے تجھے

گر بریزد برگہائے ایں چنار　برگ بے برگیش بخشد کردگار
گر ہوں تجھ پہ یہ درختان چنار　برگ بے برگی اسے دے کردگار

گر نماند از جود در دست تو مال　کے کند فضل الٰہت پائمال
گر نہ رہ بخشش سے باقی تیرا مال　فضل حق تجکو کرے کب پائمال

ہر کہ کارد گردد انبارش تہی　لیکنش اندر مزرعہ باشد بہی
جسؔ نے بویا اور ہوا انبار کم　کھیت میں پیدا ہو غلہ کم ہو غم

وانکہ در انبار ماند و صرفہ کرد　اسپش و موش و حوادثہاش خورد
جس نے رکھا غلہ اور صرفہ کیا　کھایا چوہوں نے اسے اور گھن لگا

ایں جہاں نفی ست در اثبات جو　صورتت صفرست در معنات جو
یہ جہاں ہے نفی ڈھونڈ اثبات میں　نقطے کے مانند ڈھونڈ ذات میں

جان شور و تلخ پیش تیغ بر　جان چوں دریائے شیریں را بخر
جان شور و تلخ کو تو چھوڑ دے　جان مثل بحر شیریں کو تو لے

گر نمی تانی شدن زیں آستاں　گوش کن بارے ز من ایں داستاں
چھوڑ سکتا گر نہیں یہ آستاں　سن لے مجھ سے ایک تو یہ داستاں

قصہ خلیفہ کہ در زماں خود در کرم از حاتم طائی گذشتہ بود

قصہ خلیفہ کا کہ بیچ اپنے زمانے کے بخشش میں حاتم سے بڑھ گیا تھا

سلہ سروران مکہ الخ ۱۲ شعر سروران مکہ رسول اللہ کے لڑنے کیواسطے قربانی کرتے تھے بامید قبول یعنی کفار عرب قربانی کرتے تھے کہ تا خدا قبول کرے اور ہم سے راضی ہو کہ ہم جنگ رسول اللہ میں غالب ہوں مگر وہ فعل نیک ان کا بسبب بے محل ہونیکے انھیں کو نقصان پہونچاتا تھا اس لیے مومن از راہ خوف کے نماز میں کہتے ہیں اہدنا الصراط المستقیم یعنی ہدایت کر ہمکو اور براہ مضبوط کے پس سخی کو درم دینار دا ہر اور عاشق کو جان دینا سخاوت ہی اگر نان دے حق کیلیے تو وہ تجھ کو نان دے اور جان دے حق کیلیے تو وہ تجھ کو جان دے یعنی جو کریگا وہ پائیگا اور راہ مضبوط سے مراد علمائے ظواہر دین محمدی لیتے ہیں تو جائے اعتراض ہو کہ جب دین کامل حاصل ہوا پھر بار بار خدا سے کیوں اس راہ کی دعا مانگتے ہیں اور اگر سورۂ فاتحہ میں یہ کلمہ نہ پڑھیں نماز نہ ہو گی بعد تامل واضح ہوا کہ ہدایت راہ مضبوط سے مراد معرفت حق ہے کہ اسکی انتہا نہیں پس عاشق جان کی سخاوت کرتے ہیں اور حق تک پہونچتے ہیں کیونکہ انسان کیواسطے وسعت ہے چنانچہ سخاوت کی مثال آگے بیان کی ہے کہ اگر تجھپر یہ درخت چنار ہوں تو کردگار انکو بے برگی سے برگ دیتا ہے یعنی بے سامان ہونیسے پھر با سامان کر دیتا ہے اے سخی گو تیرا مال سخاوت سے نہ رہے مگر فضل حق تجھ کو پامال نہ کریگا کہ جیسے کفار عرب کو باوجود سخاوت قربانی کرنے کے پامال کیا کیونکہ انکی سخاوت بیجا تھی پس خدا کیواسطے سخاوت کرو کہ ثمر پاؤ چنانچہ اسکی دوسری مثال آگے ہے فافہم ۱۲ سلہ جس نے بویا الخ شعر اگر کھیتی کرے اور غلہ تباہ ہو لیکن اُسکے کھیت میں برکت سوا ہو اور اگر جس نے غلہ رکھا اور ممسکی کی حادثوں کا موش و گھن اُسمیں لگا یعنی سخاوت سے مال کم نہیں ہوتا ہی بخیلی سے کم ہوتا ہے یہ جہان نفی ہے تو جہان اثبات میں ڈھونڈ ھو تیری صورت لفظ ہے تو ذات میں ڈھونڈھ یعنی یہ جہان فنی و تیری صورت بلکہ نقطہ ہے خالی پس تو یار کو اس جہان فنا ہے یعنی ذات میں یعنی حقیقت میں تلاش کرتا اس جہان شور و تلخ کو چھوڑ دے اور جان جو مثل بحر شیریں کے ہے اس کو حاصل کر یعنی یہ جان خبیثہ نفس، و صفات تن سے شور و تلخ ہو گئی ہے فنا کرتا جان باقی کہ مثل بحر شیریں کے ہے حاصل ہو کہ عوارف و اسرار الٰہی اس سے تجھپر منکشف ہوویں اور جو آستان چھوڑ نہیں سکتا ہے تو مجھ سے ایک استان تو سن لے یعنی مولانا قلب ماہیت جان و تغیر باطن ریاضت کا اس داستان میں حال بیان فرماتے ہیں کہ مرشد از راہ کرم طالبوں کی جان بدل دیتا ہے کہ قابل انکشاف عوارف و اسرار الٰہی ہو چنانچہ قصہ خلیفہ بغداد اور درویش اعرابی کا اسی راز میں آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ قصہ نہم خلیفہ کا قلب ماہیت جان دفنا فی الرسول میں ۱۲۔

یک خلیفه بود در ایام پیش	کرده حاتم را گدای جود خویش	اک خلیفہ پہلے ایاموں میں تھا [۱]	اسکی بخشش کا تھا حاتم بھی گدا
رایت اکرام و جود افراشته	فقر و حاجت از جهان برداشته	اُس نے بخشش کا علم برپا کیا	فقر و حاجت کو جہاں سے کھو دیا
بحر و کان از بخششش صاف آمده	داد او از قاف تا قاف آمده	بحر و کان بخشش سے اسکی صاف تھا	شہرہ اُسکا قاف سے تا قاف تھا
در جهان خاک ابر و آب بود	مظهر بخشایش وهاب بود	عالم خاکی میں ابر و آب تھا	مظہر بخشایش وہاب تھا
از عطایش بحر و کان در زلزله	سوی جودش قافله در قافله	بحر و کان بخشش سے اُسکے کانپتے	سوے جود اُسکے تھے جاتے قافلے
قبلهٔ حاجات بد آوازه اش	رفته در عالم بجود آوازه اش	اُس کا در تو قبلۂ حاجات تھا	شہرہ عالم میں تھا اُسکے جود کا
هم عجم هم روم و هم ترک و عرب	مانده از جود و سخایش در عجب	کیا عجم کیا روم کیا ترک و عرب	تھے سخاوت سے اُسکی حیران سب
آب حیوان بود و دریای کرم	زنده گشته هم عرب و هم عجم	آب حیواں تھا وہ دریا کرم	زندہ اُس سے ہم عرب تھے ہم عجم
اندر ایام چنین سلطان داد	بشنو از من داستانی باگشاد	ایسے سلطان کے زمانہ میں سُنو	ایک قصہ مجھسے تم اے دوستو

قصۂ اعرابی درویش و ماجرا کردن زن با او از فقر و درویشی

قصہ درویش اعرابی و جھگڑا کرنا عورت کا ساتھ اسکے بسبب فقر درویشی کے

یک شب اعرابی زنی مر شوی را	گفت و از حد برد گفت و گوی را	ایک شب شوہر سے اعرابن لڑی [۲]	باتوں باتوں میں وہ بات اُنکی بڑھی
کین همه فقر و جفا ما میکشیم	جمله عالم در خوشی ما ناخوشیم	فقر و فاقہ کب تلک ہم یہ کریں	سب جہانیں خوش میں ہم ناخوش رہیں
نان ما بی نان خورش ما درد و رشک	کوزه ما نی آب ما از دیده اشک	روٹی بے سالن ہے ہم پر درد و رشک	جام بے پانی کا آنکھوں میں اشک
جامهٔ ما روز تاب آفتاب	شب نهالین و لحاف از ماهتاب	ہے ہمارا جامہ تاب آفتاب	رات توشک اور لحاف اک ماہتاب
قرص مه را قرص نان پنداشته	دست سوی آسمان برداشته	قرص مہ کو قرص نان ہم جانکر	ہاتھ پھیلائیں فلک کے سمت کر

[۱] اک خلیفہ الخ ۹ شعر ایک خلیفہ پہلے زمانہ میں تھا اور اسکی بخشش کا حاتم گدا تھا اُس نے بخشش کا علم برپا کیا اور حاجت و فقر کو جہان سے کھو دیا اُسکی بخشش سے بحر و کان خالی نہ تھا شہرہ اُسکا اس سرے سے اُس سرے تک تھا اس عالم خاکی میں وہ ابر و آب تھا اور جلوے ظہور میں بہا تھا بحر و کان اسکی بخشش سے کانپتے اور اسکی طرف قافلے جاتے تھے اُسکا دروازہ قبلہ حاجت مندونکا تھا اور اُسکی جود کا شہرہ عالم میں تھا کیا عرب عجم اور کیا ترک و روم اسکی سخاوت سے حیران تھے وہ دریائے آب حیوان کرم تھا شرمندہ اُس سے عرب عجم تھا ایسے بادشاہ کے زمانہ میں ایک قصہ سنو تم مجھ سے اے دوستو یعنی ایسے خلیفہ کے زمانہ میں ایسا امر واقع ہوا اس خلیفہ سے مراد خلیفہ حق یعنی حضرت مقبول صلعم سے ہے اس عالم حکایت میں مولانا فنا فی الرسول کا مقام بیان فرماتے ہیں کہ قلب کی ہیئت جانکی بغیر فنا فی الرسول کے نہیں ہوتی اور جان کو رہائی اس عالم سے بغیر اس قناعت کے دشوار ہے چنانچہ ریاضت فنا فی الرسول حاصل ہونا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [۲] ایک شب الخ ۵ شعر ایک شب زن اعرابی نے اپنے شوہر سے جھگڑا کیا اور باتوں باتوں میں وہ بات بڑھ گئی جھگڑا یہ تھا کہ فقر و فاقہ ہم کب تک کریں سب جہان میں خوش ہیں اور ہم ناخوش ہیں ہمارے پاس سالن نہیں کہ ہم روٹی کھائیں درد و اشک کے سوا ہمارے پاس جام نہیں کہ ہم پانی پئیں ہمارا جامہ تو آفتاب و شب کو توشک و لحاف ماہتاب ہے قرص ماہ کو قرص نان جانکر آسمان کی جانب ہاتھ پھیلاتے ہیں باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۱۲

ننگ درویشان ز درویشی ما	روز و شب از روزی اندیشی ما	ہیں ہمارے فقر سے فقرا کو ننگ	رات دن ہم فکر روزی سے ہیں تنگ
خویش و بیگانہ شدہ از ما رماں	بر مثال سامری از مردماں	اپنے بیگانے ہیں ہم سے بھاگتے	سامری مردم سے جوں نہاں رہ
گر بخواہیم از کسے یک مشت نسک	مرمرا گوید خمش کن مرگ وجبک	گر کسی سے مانگیں اک مٹھی مسور	کہتے ہیں چپ رہ بلا ہو ہم سے دور
مر عرب را فخر غزو است و عطا	در عرب ہا ہمچو خطا اندر خطا	ہیں عرب کو غزوہ سے فخر و عطا	ہم عرب ہیں مثل خطا اندر خطا
چہ غزا ما بے غذا خود کشتہ ایم	ما بشمشیر عدم سرگشتہ ایم	وہ غزا کیا بے غذا ہم مرتے ہیں	ہم عدم کی تیغ پر سر دھرتے ہیں
چہ خطا ما بے خطا در آتشیم	چہ نوا ما در دو غم را مفرشیم	کیا خطا ہم بے خطا ہیں آگ میں	کیا نوا ہم درد و غم سے فرش ہیں
چہ عطا ما بر گدائے می تنیم	مرمگس را در ہوا رگ می زنیم	کیا عطا ہم آپ ہی کنجوس ہیں	اور ہوا سے خود ہی مکھی چوس ہیں
گر کسے مہماں رسد گر من منم	شب بخپید دلقش از تن بر کنم	گر کوئی مہمان ہو اور میں بھی ہوں	شب کو سووے کملی اسکی چھین لوں
زین نمط زینہا چرا گفت گو	برو از حد عبارت پیش شو	اس طرح پر بحث اور جھگڑا ہوا	اور شوہر سے کلام اسکا بڑھا
کز عنا و فقر ما گشتیم خوار	سوختیم از اضطراب و اضطرار	فقر و فاقہ نے کیا ہی ہمکو خوار	بیقراری سے جلے ہم بیقرار
تا بکے ما اینچنیں خواری کشیم	غرقہ اندر بحر ژرف آتشیم	کب تلک ہم ایسی خواری کو سہیں	آگ کے دریا میں ہم ڈوبے رہیں
ناگہاں روزے در آید میہماں	شرمسار یہا بریم از وے بجاں	ناگہاں آ جائے اک دن میہماں	ہووے بس شرمندگی ہم کو بجاں
لیک مہماں گر در آید بے ثبوت	وانکہ کفش میہماں سازیم قوت	بیخبر آجائے مہماں مثل سیل	دعوت اس کی جوتیوں کے ہو طفیل

مغرور شدن مریدان محتاج و تشبیہ

مغرور ہونا مریدان محتاج کا اور تشبیہ دینا

ف۱ ہیں ہمارے فقر سے الخ یہ شعر ہمارے فقر سے فقرا کو بھی شرم آتی ہے اور رات دن ہم فکر روزی میں تنگ ہیں اپنے بیگانے ہم سے بھاگتے ہیں جیسے سامری چھپا تھا مردم سے اگر کسی سے ایک مٹھی مسور مانگتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ چپ رہ لے بلا ہم سے دور ہو واضح ہو کہ یہاں اعرابی مراد ہے عقل سے اور اعرابن مراد ہے نفس سے کہ نفس طالب بسبب مجاہدہ و ترک تعلقات عقل کے شکایت فقر و فاقہ کی کرتا ہے جو لوازمہ سلوک سے ہے چنانچہ اس کا حال آگے ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ف۲ ہے عرب کو الخ یہ شعر عرب کو فخر و عطا غزا سے ہے ہم عرب میں مثل خط کے خطا میں ہیں یعنی اہل عرب بسبب غزاؤں کے آسودہ ہیں اور ہم مثل خط کے خطا میں پڑے ہیں جیسے حرف پر خط کھینچکر خارج کر دیتے ہیں ہم عرب سے خارج ہیں وہ غزا کیا ہے ہم بے غذا مرگئے ہیں اور عدم کی تیغ پر ہم سر رکھتے ہیں خطا کیا ہے ہم درد و غم سے فرش ہوتے ہیں خطا کیا ہے ہم آپ ممسک ہیں اور خواہش میں اپنی مکھی چوس ہیں یعنی نفس کشی سے میں بغیر خطا و غذا کے مرا جاتا ہوں چنانچہ باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ف۳ گر کوئی الخ یہ شعر اگر کوئی مہمان ہو اور میں بھی ہوں شب کو وہ سوے تو میں اس کا کمبل چھین لوں یعنی اس قدر ہم کو افلاس ہے غرض کہ اس طرح بحث اور جھگڑا ہوا اور شوہر سے اس کا کلام بڑھا کہ فاقہ نے ہم کو خوار کیا بے قراری سے ہم جلے اور ہم کو قرار نہیں ہم کب تک اس خواری کو سہیں اور آگ کے دریا میں ڈوبے رہیں اگر ناگاہ ایک دن مہمان آجائے تو ہم کو شرمندگی از بس ہو اگر مہمان آئے مثل سیل کے تو دعوت اس کی جوتیوں کے طفیل سے ہو یعنی یہ سبب افلاس کے کچھ ہم سے اس کی دعوت نہ ہو سکے مولانا اس کی مثال آگے فرماتے ہیں کہ مرید پیران ریاکار کو ساتھ شیخ کامل کے تشبیہ دیتے ہیں اور اصل و نقل نہیں جانتے ہیں فافہم ۱۲ -

بمدعیان مزور درویشانرا شیخ واصل پنداشتن و نقد را از نقل ناد انستن و نہ یافتن

مدعیوں مکار کو ساتھ شیخ واصل کے اور اصل کو نقل سے نہ جاننا اور نہ پانا

بہر این گفتند دانایان بفن / میہمان محسناں باید شدن
تو مرید و میہماں آن کسے / کو ستاند حاصلت را از خسے
نیست چیرہ چوں ترا چیرہ کند / نور ندہد مر ترا تیرہ کند
چوں ورا نوری نبد اندر قراں / نور کے یابند از وے دیگراں
ہمچو اعمش کو کند دارو ے چشم / چہ کشد در چشمہا الا کہ پشم
حال ما اینست در فقر و عنا / ہیچ مہمانے مبا معذور را
قحط دہ سال ار ندیدی در صور / چشمہا بکشا و اندر ما نگر
ظاہر ما چوں درون مدعی / در دلش ظلمت زبانش شعشعی
از خدا نے بوے او را نے اثر / دعوتش افزوں ز شیث و بو البشر
دیو ننمودہ ورا ہم نقش خویش / او ہمی گوید ز ابدالیم و بیش
حرف درویشاں زدیدہ بسے / تا گماں آید کہ ہست او خود کسے

ا؎ اس لیے کہتے ہیں دانائے زماں / چاہیے محسن کا ہونا میہماں
تو مرید اور میہماں اُسکا ہوا / جو کہ ادنی سے بھی چاہے فائدہ
ہو وہ غالب تو تجھے غالب کرے / نور کیا ظلمت وہ دلکو تیرے دے
نور قرآں سے نہ حاصل ہو جسے / نور کب وہ دوسرونکو دے سکے
٢؎ جیسے چندھا آنکھ کی دارو کرے / کیا ہو آنکھو نمیں مگر پر بال اُگے
ہے ہمارا اسقدر فقر و عنا / ہو نہ مہماں کوئی بھی معذور کا
دس برس کا قحط جو دیکھا نہ ہو / اُسکو صورت میں ہماری دیکھ لو
ظاہر اپنا جوں بطون مدعی / دلمیں تاریکی زباں پر روشنی
نے خدا سے بو اسے اور نے اثر / دیوے دعوت مثل شیث و بو البشر
اُسنے شیطاں کو نہیں دیکھا کبھی / خود کو دے ابدال سے بھی برتری
پس چرایا اُسنے درویشوں کا مال / تا کہ جانیں اُسکو صاحب کمال

ا؎ اس لیے کہتے ہیں الخ یہ شعر اسلیے دانایان روزگار کہتے ہیں کہ محسن کے یہاں مہمان ہونا چاہیے اور تو مرید مہمان اس کا ہوا کہ جو ادنے سے فائدہ چاہے وہ خود غالب نہیں تجھے کب غالب کرے نور کیا بلکہ خود ظلمت تیرے دل کو دیوے جس کو نور قرآن سے حاصل نہ ہووے وہ کب دوسروں کو نور دے سکے یعنی جس کو خود نور ایمان حاصل نہ ہووے اور راز باطن سے خبر نہ رکھے وہ مریدوں کو کیا روشن دل کرے گا کیونکہ وہ خود غالب نہیں ہے بلکہ اُس کی صحبت سے دل پر سیاہی طاری ہوگی عیاذاً باللہ چنانچہ اس کی مثال آگے لکھتے ہیں فافہم ١٢ ٢؎ جیسے چندھا الخ، شعر جیسے چندھا آنکھ کی اگر دوا کرے کیا ہو آنکھ میں ولیکن پر بال اُگئے یعنی جیسے چندھا آنکھ کی دوا کرتا ہے تو آنکھ درست نہیں ہوتی ہے بلکہ اور پر بال اُگتے ہیں کہ اُس سے درد پیدا ہوتا ہے اسی طرح مرید کو پیر بے معنی سے نور دل نہیں حاصل ہوگا بلکہ اور سیاہی دل میں زیادہ ہوگی آگے قول اعرابن کا بیان کرتے ہیں جب یہ ہمارا فقر سے حال ہے تو خدا نہ کرے کہ کوئی ہم سے معذوروں کا مہمان ہو دس برس قحط کی صورت میں نہ دیکھے تو ہماری صورت دیکھ لے تو نظیر اُس کی خراب ہے کہ ہمارا ظاہر و باطن مدعی کے دل میں تاریکی اور زبان میں روشنی رکھتا ہے اور نہ خدا کی اس میں بو ہے اور نہ اثر ہے مگر دعوت مثل شیث و ابو البشر کے اُس نے شیطان بھی کبھی نہیں دیکھا ہے اور خود کو ابدالوں سے بہتر جانتا ہے اُس نے درویشوں کی باتیں سیکھی ہیں کہ تا اس کو صاحب کمال جانیں باقی حال اس کا آگے ہے فہم من فہم ١٢ـ

خوردہ گیرد در سخن بر بایزید ننگ دارد از درون او یزید
ہر کہ داند مرد را چون بایزید روز محشر حشر گردد با یزید
بینوا از نان و خوانِ آسمان پیش او بنداخت حق یک استخوان
او ندا کردہ کہ خوان بنہادہ ام نائب حقم خلیفہ زادہ ام
الصلا سادہ دلان پیچ پیچ تا خورید از خوان جودم ہیچ ہیچ
سالہا بر وعدۂ فردا کسان گرد آن در گشتہ فردا نارسان
دیر باید تا کہ سرّ آدمی آشکارا گردد از بیش و کمی
زیر دیوار بدن گنجست یا خانہ مارست و مور و اژدہا

عیب رکھے بر کلام بایزید اُسکے دل سے ہووے خرسند یزید
جو کوئی جانے اُسے جون بایزید حشر اُسکا ہووے ہمراہ یزید
آسماں سے خوان اُسکو کب ملے حق نے اک ہڈی نہیں ڈالی اُسے
کہتا ہی میں خوان حق کا رکھتا ہوں نائب حق ہوں خلیفہ زادہ ہوں
بیوقوفوں کو وہ کرتا ہے صلا آؤ کھانا کھاؤ میرے جود کا
کل کے وعدے پر وہ برسوں خلق کو بس پھراتا ہی نہ ہوتی کل ہی وہ
مدتوں میں آدمی کے بھید کی جا کے ظاہر ہوتی ہے بیشی کمی
زیر دیوار بدن ہی گنج یا ہے وہ خانہ ایک مور و مار کا

در بیان آنکہ نادر افتد کہ مریدے در مدعی مزور اعتقاد کند بصدق بمقامے رسد کہ شیخش بخواب ندیدہ باشد و آب و آتش او را گزند نرساند و شیخش را گزند رساند ولے این نادرست

بیان میں اس بات کے کہ بہت کم ہوتا ہے مرید مرشد مکار کا اپنے صدق اعتقاد سے یقین کرے ایک مقام کو پہونچتا ہے کہ شیخ نے اسکو خواب میں بھی نہ دیکھا ہو اور آگ پانی اسکو تکلیف نہ دے اور شیخ کو تکلیف دے لیکن یہ نادر ہے

چونکہ پیدا گشت کو چیزی نبود عمر طالب رفتہ آگاہی چہ سود
جب کھلا یہ بھید کہ وہ کچھ نہ تھا عمر طالب گذری آگاہی سے کیا

ف عیب۔ کہے اپنے ۹ شعر عیب گیری کرتا ہے کلام بایزید پر اور اُسکے دل سے یزید خرسند ہوتا ہے جو کوئی جانے اُسکو مانند بایزید کے اسکا حشر ہووے ہمراہ یزید کے یعنی پیران بیباک ریاکار باتیں عارفوں کی بیان کر کے خود کو دوست خدا کا ظاہر کرتے ہیں پس جو کوئی اُنکو بزرگ جانیگا اُسکا حشر یزید کے ساتھ ہوگا یعنی غضب خدا میں وہ بھی گرفتار ہووینگے اُسکو آسمان سے خوان کب ملے کہ حق نے اُس کو ایک ہڈی بھی نہ ڈالی وہ کہتا ہے کہ میں خوان حق سے پاتا ہوں اور نائب خدا کا اور خلیفہ زادہ ہوں بیوقوفوں کو وہ بلاتا ہے کہ آؤ اور کھانا کھاؤ میری بخشش کامل کے خوان سے اسی طرح کل کے وعدہ پر برسوں مخلوق کو پھراتا ہی اور کل نہیں ہوتی ہی مدتوں میں آدمی کو بھید کی کمی بیشی ظاہر ہوتی ہے وہ زیر دیوار بدن کے گنج ہے یا خانہ مور و مار ہے جب کھلا یہ بھید کہ وہ نہیں تھا کچھ اے طالب بے عمر گذری اب آگے کیا کام ہے یعنی اُنکا حال مدت میں کھلتا ہے کہ وہ گنج اس جسم میں رکھتا یا خانہ مور و مار ہے جبکہ عمر گذری اُسکا حال کھلا اب آگہی سے کیا ہوتا اور کبھی مرید اپنی خوش اعتقادی سے کمال کو پہونچتا ہے اور پیر کچھ نہیں جانتا ہے چنانچہ اس کا حال آگے لکھتے ہیں فافہم ۱۲۔

لیک نادر طالب آید کز فروغ   در حق او نافع آید آن دروغ
پر یہ نادر ہے کہ طالب کو فروغ   اس سے ہو جو کہتا مرشد کو دروغ

او بقصد نیک خود جائے رسد   گرچہ جان پنداشت آن آمد جسد
وہ ارادہ صدق سے پائے مقام   گرچہ جان جانے وہ ہے اک جسم نام

چون تحری در دل شب قبلہ را   قبلہ نے وان نماز او را روا
گر کرے شب میں تحری بس کوئی   گو نہ ہو قبلہ نماز اُس کی ہوئی

مدعی را قحط جان اندر سرست   لیک ما را قحط نان بر ظاہر است
مدعی میں قحط جان کا باطنا   پر ہے ہم میں قحط نان کا ظاہرا

ما چرا چون مدعی پنہان کنیم   بہر ناموس مزور جان کنیم
کیوں کرے جوں مدعی پنہاں اسے   جان کیوں دیں شرم سے ہم مکر کے

مرد را روی نماید حالہا   کہ ندید آن ہیچ شیخش سالہا
حال پیدا اُسکو وہ ہونے لگا   جو نہ دیکھا شیخ نے برسوں نہیں تھا

صبر فرمودن اعرابی زن خود را
صبر کیلیے کہنا اعرابی کا عورت اپنی کو

شوی گفتش چند جوئی دخل و کشت   خود چہ ماند از عمر افزون تر گذشت
بولا شو کب تک تو ڈھونڈھے نفع کو   عمر گذری ور ہی تھوڑی سی و

عاقل اندر بیش و نقصان ننگرد   زانکہ ہر دو ہمچو سیلے بگذرد
دیکھتے عاقل کمی بیشی ہیں کب   سیل کے مانند گذریں دونوں جب

خواہ صاف و خواہ سیلے تیرہ رو   چون نمی پاید دمے از وے بگو
صاف و تیرہ سیل جائینگے گذر   جو نہیں ٹھہریں شکایت تو نہ کر

اندرین عالم ہزاران جانور   می زید خوش عیش بے زیر و زبر
سیکڑوں عالم میں دیکھو جانور   ہیں خوشی سے جیتے بے کسب و ہنر

شکر می گوید خدا را فاختہ   بر درخت و برگ شب ناساختہ
شکر کرتی ہے خدا کا فاختہ   سرو برپا اور شب کا نے سامان فی

حمد می گوید خدا را عندلیب   کاعتماد رزق بر تست اے مجیب
حمد کرتی ہے خدا کا عندلیب   رزق کا تجھ پہ یقیں ہے اے مجیب

باز دست شاہ را کردہ نوید   از ہمہ مردار ببریدہ امید
باز دست شاہ پر رکھے خوشی   طعمہ مردار سے فرصت ملی

ہمچنین از پشہ گیری تا بہ فیل   شد عیال اللہ و حق نعم المعیل
ایسے ہی مچھر سے لیکر تا بہ فیل   ہیں عیال اللہ و حق نعم المعیل

۱؎ پر یہ نادر ہے الخ شعر لیکن یہ نادر ہے کہ طالب کو اس سے فروغ ہو جو کہ مرشد دروغ کہتا ہے وہ ارادہ صدق سے مقام پائے اگرچہ اسکو جان جانتا ہے اور وہ حقیقت میں ایک جسم ہے مثل اسکے فرماتے ہیں جیسے اگر کوئی شب میں تحری کرے گو قبلہ نہ ہو نماز اُس کی ہوئی تحری شرع میں اسکو کہتے ہیں کہ شب تار یکسا میں سمت قبلہ نہ معلوم ہو پس جس طرف دل کو یقین ہو کہ قبلہ ہے نماز پڑھے نماز ہو جائے گی اسی طرح طالب صادق بسبب اپنی خوش اعتقادی کے مقصد کو پہونچتا ہے گو پیر ہی ہو بقول پیر من خس است و اعتقاد من بس است مدعی میں قحط جان کا ہے باطنا اور ہم کو قحط نان کا ہے مثل مدعی کے ہم اُسے پنہاں کیوں کریں و مکر کے شرم سے ہم جان کیوں دیں یعنی یہ قول اعرابن کا ہے کہ ہم اس مدعی پاکا کے مانند کیوں اپنے افلاس کو پوشیدہ کریں پس اس مرید کو وہ حال پیدا ہونے لگا جو اس شیخ مدعی نے برسوں میں نہ دیکھا تھا واللہ اعلم ۱۲

۲؎ بولا شو الخ شعر اعرابی نے کہا کہ کب تک تو نفع ڈھونڈھے گی عمر گذری اور تھوڑی رہی ہے عاقل کب دیکھتے ہیں بیشی کمی کو مانند سیل کے دونوں گذر جاتے ہیں صاف و تیرہ گذر جائیں گے جو نہیں ٹھہریں تو شکایت مت کرو آگے اسکی مثال فرماتے ہیں سیکڑوں عالم میں جانور دیکھو کہ خوشی سے جیتے ہیں بغیر کسب و ہنر کے شکر کرتی ہے فاختہ سرو پر اور سامان شب کا کچھ نہیں رکھتی ہے حمد خدا کی بلبل کرتی ہے اور رزق کا تجھ پر اے مجیب یقین ہے باز دست بادشاہ پر خوشی رکھے طعمہ مردار سے فرصت ملے اسی طرح مچھر سے لے کر فیل تک سب ہیں عیال اللہ و حق نعم المعیل سب عیال اللہ کے ہیں اور اللہ صاحب عیال ہے چنانچہ حقائق اس کے آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ع عیال اللہ کی اور اللہ صاحب عیال ہے ۱۲۔

ایں ہمہ غمہا کہ اندر سینہ ہاست ۔ از غبار گرد باد بود ماست
ایں غمان بیخ کن چوں داس ماست ۔ اینچنیں شد واں چناں وسواس ہاست
وانکہ ہر رنجے زمردن پارہ ایست ۔ جزو مرگ از خود براں گرچارہ ایست
چوں ز جزو مرگ نتوانی گریخت ۔ وانکہ کلش بر سرت خواہند ریخت
جزو مرگ ار گشت شیریں مرترا ۔ دانکہ شیریں میکند کل را خدا
دردہا از مرگ می آید رسول ۔ از رسولش رو مگرداں ای فضول
ہر کہ شیریں می زید او تلخ مرد ۔ ہر کہ او تن را پرستد جاں نبرد
گوسفنداں را از صحرا می کشند ۔ آنکہ فربہ تر مراد را می کشند
شب گذشت و صبح آمد از قمر ۔ چند ایں افسانہ را گیری ز سر
نوجواں بودی قانع تر بُدی ۔ زر طلب گشتی خود اول زر بُدی
رز بُدی پر میوہ چوں کاسد شدی ۔ وقت میوہ پختنت فاسد شدی
میوہ ات باید کہ شیریں تر شود ۔ چوں رسن تابان و پس تر رود
جفت ماای جفت باید ہم صفت ۔ تا بر آید کارہا بر مصلحت
جفت باید بر مثال ہمدگر ۔ در دو جفت کفش و موزہ در نگر
گر یکے کفش از دو تنگ آید بپا ۔ ہر دو جفتش کار ناید مر ترا
جفت گر یک خرد و آں دیگر بزرگ ۔ جفت شیر بیشہ دیدی ہیچ گرگ

غم معیشت کا کہ جو سینہ میں ہی ۔ ہی غبار تن ہوا و خاک سے
جڑ کو کاٹے غم درانتی کی مثال ۔ یہ ہوا ہی اور وہ رنج و ملال
جان تو ہے رنج پارہ موت کا ۔ جزو مرگ اپ خود سے کر دفع و جدا
بھاگ سکتا گر نہ تو اس جزو سے ۔ جان سے کل اُس کا تیرے سر پہ ہے
موت کا جزو ہووے شیریں گر تجھے ۔ کل بھی ہووے شیریں تجھ کو جان لے
مرگ کا یہ درد آیا ہے رسول ۔ نے رسول اُسکے سے منھ پھیر ای فضول
جو جیے خوش وہ مرے تکلیف سے ۔ جو ہی تن پرور نہ جاں اُسکی بچے
بکریاں جنگل سے لائیں ذبح کو ۔ اُسمیں جو فربہ ہو وہی ذبح ہو
رات گذری اور سحر اب ہو گئی ۔ کب تلک اب یہ کہانی ہو ئیگی
تو جوان تھی اور قناعت تجھکو تھی ۔ مانگتی ہی زر کو پہلے زر تو تھی
تو تھی اک انگور میوہ کیوں گھٹی ۔ وقت میوہ پکنے کے فاسد ہوئی
میوہ شیریں تیرا ہو زیادہ بڑھے ۔ نے جوں بل رسی کے تو پیچھے ہٹے
تو ہی جوڑا اور ہو جوڑا ہم صفت ۔ تا کہ پورا کام ہو با مصلحت
چاہیے جوڑا ہو باہم ایک سا ۔ دیکھ جوڑا موزے کا اور کفش کا
پاؤں میں گر کفش آئے ایک تنگ ۔ دونوں کفشوں کو تو پھینکے بیدرنگ
جوڑا ہوتا ہی نہیں چھوٹا بڑا ۔ شیر کا کب گرگ سے جوڑا ملا

۱ ؎ غم معیشت کا الخ ۵ شعر غم معیشت کا جو سینہ میں ہی غبار تن ہوا اور خاک سے ہے غم درانتی کی مثال جڑ کو کاٹے یہ تو حال ہوا اور وہ رنج و ملال باقی ہی تو جان کو رنج پارہ موت کا ہے پس تو مرگ کے جزو کو خود سے دفع کر اگر تو اس جزو سے بھاگ نہیں سکتی ہے جان سے کل اس کا تیرے سر پہ موجود ہے اگر موت کا جزو تجھے شیریں ہووے، تو جان لے کہ کل بھی اُس کا تجھے شیریں ہووے یعنی تو دنیا میں خود کو مفلس رکھ کہ رنج دنیا تجھ پر آسان ہوگا کیونکہ جب تکلیفات رنج سے تو تنگ ہوگی جبکہ مرگ آئے گی تو تو اُسوقت مرگ کو بہتر جانے گی چنانچہ آگے اُس کا ثبوت ہے فافہم ۱۲ ۲ ؎ مرگ کا الخ ۲ شعر یہ درد مرگ کا قاصد ہے اسکے رسول سے تو مت منھ پھیر اے فضول جو از راہ خوشی کے جیے وہ تکلیف سے مرے جو ہے تن پرور اُسکی جان نہ بچے مثال بیان فرماتے ہیں کہ بکریاں جنگل سے ذبح کو لائیں اور جو اُس میں فربہ ہو وہی ذبح ہو رات گذری سحر ہوگئی یہ کب کہانی پوری ہوگی یعنی تمام عمر ہوئی اور تجھ کو بھی افلاس کا جھگڑا رہا تو جوان تھی اور تجھ کو قناعت تھی زر کو اب چاہتی ہے اور تو خود پہلے زر تھی تو ایک انگور تھی کیوں گھٹی درخت پکنے کے وقت کیوں فاسد ہوئی یعنی جو مثل رز کے جوانی کے پیری میں زبان و شکر و صبر چاہیے یہ معرض طبع تیرا میوہ شیریں ہوا یا وہ بڑھے جب کہ مثل رسی کے پیچھے ہٹے یعنی روز بروز رسی کے بل کے مانند ابر کھلتی جائے چنانچہ مثال دوسری آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۳ ؎ تو ہے جوڑا او ہو الخ ۴ شعر تو میرا جوڑا ہے اور جوڑا ہم صفت ہوتا ہے کہ پورا ہووے مصلحت سے جوڑا چاہیے کہ ایک سا باہم کفش موزے کا جوڑا دیکھ لے پاؤں میں ایک کفش اگر تنگ ہو جائے تو دونوں کفشوں کو پھینکدے جوڑا چھوٹا بڑا نہیں ہوتا ہے شیر کا گرگ سے کب جوڑا لگا ہے آگے تیسری مثال بیان فرماتے ہیں فہم من فہم ۱۲۔

راست ناید بر شتر جفت جوال | آن یکے خالی و دیگر پال مال
من دو سوے قناعت دل قوی | تو چرا سوے شناعت میروی
مرد قانع از سر اخلاص و سوز | زین نسق میگفت با زن تا بروز

کب درست آویں کجاوے اونٹ پر[1] | ایک خالی دوسرے پر ہو شتر
میں قناعت سے رکھوں دل کو قوی | اور ہوس سے تو رکھے طعنہ زنی
مرد قانع از رہ اخلاص و سوز | کہتا عورت سے تھا یہ شب تا بروز

نصیحت کردن زن مر شوے را کہ سخن افزوں از قدم و مقام خود مگو کہ لم تقولون ما لا تفعلون کہ این سخنہا اگرچہ راست ست اما این مقام ترا نیست و سخن فوق مقام زیاں آرد

نصیحت کرنا عورت کا خاوند کو کہ بات اپنے حوصلہ و مرتبہ سے زیادہ نہ کہہ لم تقولون ما لا تفعلون کہ یہ بات اگرچہ درست ہے لیکن مرتبہ تیرا نہیں ہے کسواسطے کہ بات زیادہ مرتبہ سے کہنا نقصان لاتی ہے

زن برو زد بانگ کاے ناموس کیش | من فسون تو نخواہم خورد بیش
ترہات از دعوے و دعوت مگو | رو سخن از کبر و نخوت را مگو
چند حرف طمطراق کار و بار | کار و حال خود ببین و شرم دار
نخوت و دعوی و کبر و ترہات | دور کن از دل کہ تا یابی نجات
کبر زشت و از گدایان زشت تر | روز سرد و برف و آنگہ جامہ تر

اس سے[2] عورت نے کہا اے بیحیا | دم میں کب آتی ہوں تیرے بھلا
تو فضول و دعوی بیہودہ کرے | اور باتیں کبر و نخوت کی کہے
کروفر کی باتیں تو کرتا ہے پر | حال و فعل اپنا تو دیکھ اور شرم کر
تو غرور اور کبر و نخوت اہیات | چھوڑ دے دل سے کہ تا ہووے نجات
کبر بد ہے پر گدایاں کو بتر | برف سردی ہو پھر اپر جامہ تر

[1] کب درست آویں الخ اونٹ پر کجاوے کب درست آویں اگر ایک خالی اور دوسرا پر ہو میں قناعت سے دل کو قوی رکھوں اور تو ہوس سے طعنہ زنی کرے مرد قانع از رہ اخلاص و سوز کے اس طرح عورت کو کہتا تھا تمام شب یعنی وہ اعرابی عقل اپنے نفس کو اس قدر مثالوں میں کہتا تھا کہ تو قناعت اختیار کر میرے ہم صفت ہو ورنہ میرا اور تیرا جوڑا کیونکر ہووے گا چنانچہ جواب اعرابی نفس کا مولانا آگے ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [2] اس سے الخ ۵ شعر عورت نے اس سے کہا کہ اے بیحیا بھلا میں تیرے دم میں کب آتی ہوں تو ہدایت و دعوی بیہودہ کرتا ہے اور باتیں نخوت و کبر کی کہتا ہے کروفر کی تو باتیں کرتا ہے لیکن تو حال و فعل اپنا دیکھ اور شرم کر تو غرور و کبر و نخوت اور روا ہیات دل سے چھوڑ دے کہ نجات ہووے کبر بد ہے لیکن گدایوں کو بدتر ہے برف و سردی ہو اور اس دم جامہ تر ہو یعنی افلاس اور اس پر غرور کرنا ہے کیونکہ غرور اہل دنیا کو زیبا ہے آگے مثال مولانا ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲

چند آخر دعوی باد و بروت	اے ترا خانہ چو بیت العنکبوت	کب تلک تو مونچھ دعوی سے ملے	گھر ترا مکڑی کا جالا سا تو ہی
از قناعت کے تو جان افروختی	از قناعتہا تو نام آموختی	جان قناعت سے نہ روشن تونے کی	نام سیکھا ہی قناعت کا یہی
گفت پیغمبر قناعت چیست گنج	گنج را تو وانمی دانی ز رنج	کہتے ہیں حضرت قناعت گنج ہی	نے جدا تو گنج جانے رنج سے
ایں قناعت نیست جز گنج رواں	تو مزن لاف اے غم و رنج رواں	یہ قناعت ایک ہی گنج رواں	کچھ نہ کر دعوی تو اے رنج رواں
تو مخوانم جفت کمتر زن بغل	جفت انصافم نیم جفت دغل	جفت مت کہہ مجھ کو مت بغلیں بجا	جفت سچے کی ہوں نے جفت دغا
چوں قدم باشاہ و با بگ میزنی	چوں مگس را در ہوا رگ میزنی	ہمسری مت بادشاہوں سے کرے	کیونکہ تو تو ایک مکھی چوس ہی
باسگاں بر استخواں در چالشے	چوں نئی اشکم تہی در نالشے	ایک ہڈی پر تو کتوں سے لڑے	گر نہ بھوکا ہی تو نالش کیوں کرے
سوے ما منگر بخواری سست سست	تا نگویم آنچہ در رگہاے تست	مجھ کو خواری سے تو مت دیکھ اے ذلیل	ورنہ جو تجھ میں ہی کہدوں اے علیل
عقل خود را از من افزوں دیدۂ	تو من کم عقل را چوں دیدۂ	عقل اپنی مجھ سے افضل جانے ہی	جانے مجھ کو کم سمجھ کس راہ سے
ہمچو گرگ زشت اندر ما مجہ	اے زننگ عقل تو کم عقل بہ	گرگ ساں حملہ نہ کر جان پر مرے	بیوقوف اچھے ہیں تیری عقل سے
چونکہ عقل تو عقیلہ مردم ست	آں نہ عقل ست آنکہ مار و کژدم ست	عقل ہی پابند مردم جو تری	سانپ بچھو عقل وہ تیری بنی
خصم ظلم و مکر تو اللہ باد	دست عقل تو زما کوتاہ باد	تیرے ظلم و مکر سے سمجھے خدا	عقل سے تیری مجھے رکھے جدا
ہم تو ماری ہم فسوں گر اے عجیب	مار گیر و مار اے ننگ غریب	تو ہی افسوں گر ہی تو ہی سانپ ہے	سانپ ہے اور سانپ والا آپ ہے
زاغ گر زشتی خود بشناختے	ہمچو برف از رنج و غم بگداختے	زاغ پر اپنی برائی گر کھلے	برف کے مانند غم سے وہ گھلے
مرد افسوں گر بخواند چوں عدو	او فسوں بر مار و مار افسوں برو	گر فسوں گر مثل دشمن سانپ کے	بس پڑھے افسوں تو سانپ اُس پر پڑھے
گر نبودی دام او افسون مار	کے فسوں مار را گشتے شکار	گر نہ افسوں ہوتا اُس دم دام مار	کب فسوں مار کا ہوتا شکار

لـه کب تلک الخ ۱ شعر کب تلک تو دعوے سے مونچھیں چڑھائے گا گھر تیرا مکڑی کے جالے کے مانند ہے یعنی وجود تیرا ضعیف ہے کب تلک تو غرور اور دعوے کرے گا تو نے جان قناعت سے روشن نہیں کی ہے نام قناعت سیکھا ہے فرمایا پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے قناعت گنج ہے تو گنج کو خدا کے رنج جانتا ہے یہ قناعت ایک گنج رواں ہے تو دعوے مت کر اے رنج رواں زوجہ مجھ کو مت کہہ اور بغلیں مت بجا میں زوجہ سچے کی ہوں دغاباز کی زوجہ نہیں ہوں ہمسری تو بادشاہوں سے نہ کر کیونکہ تو ایک مکھی چوس ہے یعنی تو بخیل ہے سخیوں سے ہمسری تو نہ کر ثبوت آگے موجود ہے فافہم ۱۲ سـه ایک ہڈی الخ ۲ شعر ایک ہڈی پر تو کتوں سے لڑتا ہے اگر تو بھوکا نہیں ہے تو کیوں تلاش کرتا ہے مجھ کو تو خواری سے ذلیل نہ دیکھ ورنہ جو تجھ میں ہے اے علیل کہدوں گی تو اپنی عقل مجھ سے زیادہ جانتا ہے مجھ کو کس راہ سے کم سمجھتا ہے تو مثل گرگ کے مجھ پر حملہ نہ کر بے وقوف تیری عقل سے اچھی ہوں باقی اس کا حال آگے ہے فافہم ۱۲ سـه عقل ہے پابند الخ ۲ شعر تیری عقل جو پابند مردم کی ہے وہ تیری سانپ بچھو بنے گی تیرے ظلم و مکر کو خدا سمجھے اور تیری عقل سے خدا بچائے تو ہی افسوں گر اور تو ہی سانپ والا ہے مثال فرماتے ہیں اگر اپنی برائی زاغ پر کھلے مانند برف کے وہ غم سے گھلے اگر افسوں گر مثل دشمن کے سانپ پر افسوں پڑھے اگر افسوں اُس کا دام مار کا نہ ہوتا کب مار کے افسوں کا وہ شکار ہوتا یعنی عقل بھی وہی ہے اور نفس مار ہے دونوں کی آپس میں افسوں گری ہوتی ہے چنانچہ اس کی مثال آگے بیان کرتے ہیں فافہم ۱۲ م

مرد افسوں گر ز حرص کسب کار | در نیابد آں زمان افسون مار
مار گویدش اے فسوں گر ہیں و ہیں | آں خود دیدی فسون ما ببیں
تو بنام حق فریبی مر مرا | تا کنی رسوائے شور و شر مرا
نام حقم بست نے آں رائے تو | نام حق را دام کردی وائے تو
نام حق بستاند از تو داد من | من بنام حق سپردم جان و تن
تا بزخم من رگ جانت برد | یا ترا چوں من بزندانے برد
زن ازیں گونہ خشن گفتار ہا | خواند بر شوے خود او طومار ہا

مرد افسوں گر بھروسے کسب کے | مار کے افسوں سے نہ ہرگز ڈرے
مار کہوے دیکھا افسوں اپنے سے | اے فسونگر دیکھ افسوں کو مرے
تو نے حق کے نام کا دیکر فریب | کر دیا رسوا مجھے اور میرا عیب
نام حق نے پھانسا نہ تو نے مجھے | نام حق کرتا ہے دام افسوس ہے
نام حق اب تجھ سے بدلا میرا لے | نام حق کو سونپا جان و تن یہ ہے
تا عوض میرے تجھے زخمی کرے | یا تجھے بھی مجھسا اب قیدی کرے
اس طرح عورت نے باتیں سخت کہیں | بار ہا شاوند سے اپنے کہیں

نصیحت کردن مرد زن را کہ در فقیران بخواری منگر و در کار حق بگمان کمال نگر و طعنہ مزن در فقر فقیران و شکر کن در فقر

نصیحت کرنا مرد کا عورت کو کہ فقیروں کو تو خوار مت جانیو اور حق کے امر کو کمال کے ساتھ دیکھ اور فقیروں کے فقر پر طعنہ مت مار اور فقر میں شکر خدا کر

مرد چوں ایں طعنہ ہا از زن شنفت | مستمع شد بعد ازاں تا چہ گفت
گفت اے زن تو زنی یا بوالحزن | فقر فخر آمد مرا طعنہ مزن

مرد نے یہ طعنے عورت سے سنے | سنکے اس نے کیا کہا تو جان لے
بولا شو تو زن ہے یا زخم جگر | فقر کو فخری کہا طعنہ نہ کر

لہ مرد افسونگر الخ، شعر مرد افسوں گر بھروسہ کسب کے مار کے افسوں سے ہرگز نہ ڈرے مار کہتا ہے تو نے اپنے افسوں کو دیکھا اے افسوں گر اب میرے افسوں کو دیکھ تو نے حق کے نام کا فریب دے کر مجھے اور میرے عیب کو رسوا کر دیا خدا کے نام سے مجھے پھانسا ہے تو نے افسوس ہے کہ خدا کے نام کو دام کیا ہے خدا کا نام اب تجھ سے میرا بدلہ لے جان و تن اب خدا کے نام پر سونپا ہے تاکہ میرے عوض تجھ کو زخمی کرے اور تجھ کو میرے مانند قیدی کرے اسی طرح تو نے سخت باتیں اپنے خاوند سے کہیں یعنی اسی طرح طالب صادق باعانت مرشد جب نفس کو ذکر و فکر حق سے دام میں پھانس کر ریاضت فقر و فاقہ سے عاجز کرتا ہے تو نفس طالب کی جان کو اسی طرح باتیں شکایت کی کرتا ہے ہر طرح دھوکے دیتا ہے پس طالب کو چاہیئے کہ اس کا فریب نہ کھائے اور پابند امر مرشد کا ہووے چنانچہ اُس کے جواب آگے لکھتے ہیں فافہم ۱۲ لہ مرد نے الخ ۲ شعر مرد نے عورت سے یہ طعنے سنے اور اس نے سن کے کہا تو جان لے کہ تو زن ہے یا زخم جگر ہے فقر کو فخری کہا ہے تو طعنہ مت مار یعنی تو فقر کا مجھ کو طعنہ نہ دے کہ حضرت رسول مقبول نے فقر کو پسند فرمایا ہے اور کہا ہے الحدیث الفقر فخری یعنی تحقیق فقر سے مجھ کو فخر ہے اس کی مثال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲۔

مال و زر سر را بود ہمچون کلاہ / کل بود او کز کلہ سازد پناہ
آنکہ زلف جعد و رعنا باشدش / چون کلاہش رفت خوشتر آیدش
مرد حق باشد بمانند بصر / پس برہنہ بہ کہ پوشیدہ نظر
وقت عرضہ کردن آن بردہ فروش / بر کند از بندہ جامۂ عیب پوش
ور بود عیبی برہنہ اش کے کند / بل بجامہ خدعۂ با وے کند
گوید این شرمندہ است از نیک و بد / از برہنہ کردن او از تو رمد
خواجہ در عیب است غرقہ تا بگوش / خواجہ را مال است و مالش عیب پوش
کز طمع عیبش نہ بیند طامعے / گشت دلہا را طمعہا جامعے
ور گدا گوید سخن چون زر کان / رہ نیابد کالۂ او در دکان
کار درویشی ورای فہم تست / سوی درویشان بمنگر سست سست
زانکہ درویشی ورای کارہاست / دمبدم از حق مر ایشان را عطاست
بلکہ درویشان ورای ملک و مال / روزی دارند ژرف از ذو الجلال
حق تعالیٰ عادل است و عادلان / کے کنند استمگری بر بیدلان
آن یکے را نعمت و کالا دہند / وان دگر را بر سر آتش نہند
آتشش سوزد کہ دارد این گمان / بر خدای خالق ہر دو جہان

مال و زر ہے سر کو ٹوپی کی مثال / ہے وہ گنجا جو کرے ٹوپی کو ڈھال
جس کسی کا زلف و گیسو خوب ہے / گر نہ ہو ٹوپی تو وہ محبوب ہے
مرد حق ہوتے ہیں مانند بصر / ہے عیاں اچھی و یا پنہاں نظر
بیچنے کے وقت جو بردہ فروش / دور کر دیتے ہیں کپڑے عیب پوش
عیب ہووے تو برہنہ کب کرے / مکر سے پوشیدہ کپڑوں میں رکھے
اور کہے اسکو لحاظ و شرم ہے / بھاگ جاتے تو برہنہ گر کرے
اہل دنیا عیب میں بس غرق ہیں / عیب پوشیدہ ہے انکا مال میں
عیب ظاہر اُن کا طامع پر نہیں / ہو گیا دل کو طمع پردہ یقیں
گر گدا جوں زر کھری باتیں کہے / مال وہ دوکان میں کب رونق رکھے
کب سمجھ سکتی ہے درویشی کو تو / مت حقیر اب دیکھ تو درویش کو
کیونکہ درویشی ہے کاموں سے سوا / حق کرے ہے دمبدم انپر عطا
بلکہ درویشاں سوائے ملک و مال / روزی رکھتے ہیں لطف ذو الجلال
حق ہے عادل اور عادل کب کریں / بیدلوں پر ظلم کہ مظلوم ہیں
ایک کو وہ نعمت و سامان دیں / دوسرے کو آگ کے اندر رکھیں
دوزخی ہیں وہ جو رکھیں یہ گماں / حق پہ جو ہے خالق ہر دو جہاں

قولہ مال و زر ہے الخ یعنی شعر مال و زر ہے مثل ٹوپی کے سر پر جو شخص ٹوپی کو اپنی ڈھال بنائے وہ گنجا ہے اور جس کے سر پر زلف و گیسو خوب ہیں اگر وہ سر پہ ٹوپی نہ رکھے محبوب ہے یعنی ٹوپی گنجے کے عیب کو چھپاتی ہے اسی طرح زر و مال اہل عیب کا عیب چھپاتا ہے اور جو کہ بے عیب ہے اسکو زر و مال کی حاجت نہیں جیسے زلف و گیسو کو برہنہ سر باعث خوبی کا ہوتا ہے پس جو کہ بے عیب ہے اسکو فقر و فاقہ باعث خوبی کا ہے چنانچہ اسکی مثال آگے لکھتے ہیں فافہم ۱۲ قولہ مرد حق الخ شعر مردان حق مانند بصر کے ہیں پس نظر عیاں اچھی یا پوشیدہ یعنی نظر کا عیاں ہونا بہتر ہے نہ پوشیدہ ہونا ایسے مردان خدا کا فقر سے عیاں ہونا بہتر ہے مثال تیسری فرماتے ہیں جو بردہ فروش وقت بیچنے کے کپڑے اُتار دے اور جس بردہ میں عیب ہو برہنہ کب کرے اور از راہ مکر کے کپڑوں میں عیب کو پوشیدہ رکھے اور خریدار سے کہے کہ اسکو لحاظ و شرم ہے اگر تو برہنہ کرے تو یہ بھاگ جائے پس اہل دنیا عیب میں غرق ہیں اور مال انکا عیب پوش ہے اور طامع کو ان کا عیب نہیں دکھائی دیتا کہ دل پر طمع کا پردہ پڑ گیا یقین اور گدا اگر مانند زر کے کھری باتیں کرے تو وہ مال اُس کی دوکان میں رونق نہ رکھے گا یعنی گدا اگر کھری باتیں کرے تو وہ باتیں بسبب افلاس کے اسکی رونق پذیر نہ ہوں گی اور اہل عیب کی بسبب مال کے رونق پذیر ہوگی چنانچہ اس کے حقائق آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ قولہ کب سمجھ سکتی الخ شعر تو کب سمجھ سکتی ہے درویشی کو پس مت حقیر دیکھ درویشوں کو کیونکہ درویشی اور کاموں سے سوا ہے حق اُنپر کرتا ہے دمبدم عطا بلکہ درویش سوائے ملک و مال کے روزی رکھتے ہیں خدا کی بخشش سے خدا عادل ہے اور عادل کب کرتا ہے بیدلوں پر ظلم وہ مظلوم ہیں ایک کو نعمت و سامان دیں دوسرے کو آگ میں رکھیں اُنکو آگ لگیو کہ یہ گمان رکھیں حق پر جو خالق دو جہان کا ہے یعنی خدا عادل ہے ظالم نہیں ہے جو کوئی کہتا ہے کہ خدا ایک کو نعمت دوسرے کو ذلت دیتا ہے یہ ظلم ہے پس انکی کج ذہنی ہے کیونکہ عادل اسکو کہتے ہیں جو تصرف نہ کرے اور ظالم اُسے کہتے ہیں جو غیر کے ملک میں تصرف کرے اور خدا کی دو صفت ہیں عدل و ظلم جو کہ مخلوق اُس خالق کے ملک ہے پس اُس نے جسکو لائق دیکھا نعمت دی دولت دی جیسے نعمت نافع ہے ویسے ہی دولت بھی نافع ہے پس یہ تفریق حق کی عین عدل ہے ظلم نہیں ہے فقط کوتاہ بینوں کی کجی کا باعث ہے اسواسطے بد دعا دیتے ہیں مولانا کہ ان کو آگ لگیو یعنی دوزخ کے قابل ہے آگے قصہ کو بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲۔

فقر فخری نے گزاف ست و مجاز　　صد ہزاران عز پنہان ست و ناز
از غضب من لقبہا راندۂ　　مار خوے مارگیرم خواندۂ
گر بگیرم مار دندانش کنم　　تا کہ از سرکوفتن ایمن کنم
زانکہ آن دندانش دشمن جان او ست　　من عدو را میکنم از علم دوست
از طمع ہرگز نخوانم من فسوں　　این طمع را میکنم من سرنگوں
حاش للہ طمع من از خلق نیست　　از قناعت در دل من عالمیست
از سر امرود بن بینی چنان　　زاں فرود آ تا نماند این گماں
چونکہ برگردی و سرگشتہ شوی　　خانہ را گردندہ بینی آں توئی

فقر فخری کو نہ جانو تم ہنسی[1]　　سیکڑوں ہیں عزتیں اسمیں چھپی
نام رکھے تو نے غصہ سے مرے　　مار گیر و مار خو مجھ کو کہے
مار پکڑوں تو دوں اُسکے دانت اگر　　تا کہ سرکوبی سے ایمن ہو مگر
کیونکہ دانت اُسکے ہیں دشمن جان کے　　دوست دشمن کو کروں میں علم سے
میں نہیں کرتا طمع سے یہ فسوں　　اس طمع کو کرتا میں ہوں سرنگوں
حاش للہ نے طمع یہ خلق سے　　دل میں عالم ہے قناعت سے مرے
سمجھے تو یہ پیڑ پر امرود کے　　اُتر نیچے کہ شک جاتا ہے
جو کہ تو گھومے تو سر تیرا پھرے　　گھر کو پھرتا دیکھے اور وہ تو ہی ہے

در بیان آنکہ جنبیدن ہر کسے از انجا است کہ وے ہست ہر کسے از چنبرۂ وجود خود بیند تابۂ کبود آفتاب را کبود نماید

بیان میں اسکے کہ حرکت آدمی کی وہاں سے ہی کہ جس جا وہ ہے اور ہر کوئی اپنے حوصلہ کے موافق دیکھتا ہے نیلے آئینہ میں آفتاب نیلا نظر آتا ہے

[1] فقر فخری الخ۔ شعر یہ فقر فخری ہنسی کی راہ سے نہیں ہے کیونکہ سیکڑوں عزتیں اس میں پوشیدہ ہیں تو نے غصہ سے میرے نام رکھے مار گیر و مار خو مجھ کو کہتی ہے اگر میں ریکڑوں تو اُسکے دانت توڑوں تا کہ سرکوبی سے بچے کیونکہ اسکے دانت دشمن جان اسکے ہیں علم سے میں دشمن کو دوست بناؤں یہ افسوں میں طمع سے نہیں کرتا ہوں حاش للہ یہ خلق کی طمع سے نہیں ہے دلمیں ایک عالم میری قناعت سے ہی تخل امرودی پر سے یہ ایسا دیکھتا ہے تو نیچے اُتر کہ یہ شک جاتا ہے مثال دوسری دیتے ہیں کہ جو گھومے تو تیرا سر پھرنے لگے گھر کو پھرتا دیکھے اور وہ تو ہی ہی یعنی اے زن تیرے غرور کے سبب سے میں ایسا دکھائی دیتا ہوں ورنہ میں ایسا ہوں نہیں جو تو کہتی ہے قصہ اس تخل امرود کا کلیلہ دمنہ میں یہ لکھا ہے کہ ایک عورت فاحشہ اپنے شوہر کو ایک روز سیر باغ کو لے گئی اور پہلے سے اپنے یار کو اُس باغ میں بھیجد یا جب عورت معہ شوہر کے باغ میں پہونچی اور شوہر اُسکا امرود کے درخت پر پھل توڑنے چڑھا اور عورت یار سے ہم صحبت ہوئی شوہر نے یہ ماجرا دیکھکر کہ یہ کیا حرکت ہے اور شوہر جب کہ زیر درخت آیا اسکے یار کو نہ پایا شکایت کی عورت نے انکار کیا اور کہا کہ اچھا میں اب درخت پر چڑھتی ہوں شاید اس درخت میں کچھ اثر ہے غرضکہ وہ درخت پر چڑھی اور از راہ مکر کے بہ نسبت شوہر کے کہا کہ ایسی حرکت بیجا کرتا ہے تب تو اُس کے شوہر سادہ لوح نے یقین جانا کہ بیشک اس درخت کا یہی اثر ہے عورت سے کہا کہ اس درخت سے اتر اس کا یہی خواص ہے۔ پس مولانا اس قصہ کی جانب اشارہ کرتے ہیں کہ اپنا سا جھ کو بھی جانتی ہے اور جیسے اپنا سر گھومتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ گھر گھومتا ہے چنانچہ اسکی مثال آگے ہے فافہم ۱۲۔

وتابه سرخ و چون تابها از
زنگ بیرون آید سپید شود از
همه تابهای دیگر او راست گوی تر باشد

اور آئینہ سرخ میں سرخ اور آئینہ
بے زنگ میں دیکھے تو سفید نظر
آئے سب آئینوں سے اسمیں درست دیکھتا ہی

دید احمد را ابوجهل و بگفت ... زشت نقشی کز بنی هاشم شگفت
گفت احمد مر ورا کے راستی ... راست گفتی گرچه کار افزاستی
دید صدیقش بگفت اے آفتاب ... نے ز شرقی نے ز غربی خوش تتاب
گفت احمد راست گفتی اے عزیز ... اے رہیدہ تو ز دنیائے نہ چیز
حاضراں گفتند کاے صدر الوریٰ ... راست گو گفتی دو ضد گو را چرا
گفت من آئینہ ام مصقول دست ... ترک و ہندو در من آں بیند کہ ہست
ہر کرا آئینہ باشد پیش رو ... زشت و خوب خویش را بیند درو
اے زن از طلع ہمی بینی مرا ... زیں تحرے زنانہ برتر آ
آن طمع را ماند و رحمت بود ... کو طمع آنجا کہ آں نعمت بود
امتحاں کن فقر را روزے دو تو ... تا بفقر اندر غنا بینی دو تو
صبر کن با فقر و بگذار ایں ملال ... زانکہ در فقر ست عز ذو الجلال
سر کہ مفروش ہزاراں جاں ببیں ... از قناعت غرق بحر انگبیں

بوجہل نے دیکھ احمد کو کہا[۵۱] ... نے بنی ہاشم میں تجھ سا بد ہوا
بولے احمد اُس سے کہتا سچ ہی تو ... پر سچ تو کہتا ہی وے ہی زیادہ گو
اور کہا صدیق نے اے آفتاب ... مشرق و مغرب سے نے تیری ہی تاب
بولے احمد سچ تو کہتا ہی اے یار ... تو چھٹا دنیا سے جو ہے نابکار
پوچھا[۵۲] یاروں نے کہ اے صدر الوریٰ ... دونوں ضد کو راست گو کیسے کہا
بولے میں اک آئینہ مصقول ہوں ... ترک و ہندو دونوں کا ہوں ہمنوں
آئینہ میں دیکھے اپنے منہ کو جو ... خوب و بد صورت کو دیکھے اپنی وو
دیکھتی اے زن ہی طامع جو مجھے ... عورتوں کو دور ہو تلاش سے
ہے یہ ظاہر طمع اور رحمت ہے وہ ... طمع کیسی جس جگہ نعمت یہ ہو
امتحان کر چند دن تو فقر کا ... فقر میں تا تو غنا دیکھے سوا
فقر کر تو صبر میں چھوڑ اب ملال ... فقر میں ہی کیونکہ عز ذو الجلال
مت ترش رہ ہو ہزاروں دیکھ جاں ... بحر شیریں سے قناعت میں نہاں

۵۱ بوجہل نے الخ یہ شعر بوجہل نے احمد صلعم کو دیکھ کر کہا کہ تم شاید بنی ہاشم میں نہیں ہو، احمد صلعم نے فرمایا کہ تو سچ کہتا ہے ولیکن زیادہ گو ہی اور کہا صدیق اکبر نے اسے آفتاب روشنی آپ کی سی مشرق و مغرب میں نہیں ہے احمدؐ نے فرمایا کہ اے یار تم بھی سچ کہتے ہو اور تم دنیاے نابکار سے چھٹے نتیجہ آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۵۲ پوچھا الخ یہ شعر پوچھا کہ اے صدر الوراد دونوں کو آپ نے راست گو کیسے فرمایا حضرت نے کہا کہ میں آئینہ صیقل دار ہوں ترک و ہندو اور جیسا مجھ کو دیکھتے ہیں ویسا ہی دیکھتا ہوں آئینہ میں جو اپنے منھ کو دیکھے وہ اپنی صورت خوب و بد کو دیکھے ہے اے زن جو مجھے دیکھتی ہے تو عورتوں والی تلاش ہے دور ہو تو اس طمع پر رہ کہ وہ رحمت ہو اور اس جا کہاں ہے طمع کہ جہاں نعمت ہو تو چند روز امتحان فقر کا کر تاکہ تو فقر میں اعتماد دیکھے تو صبر کر اور ملال کو چھوڑ کیونکہ فقر میں عز ذو الجلال ہے تو فقر سے ترش رو نہ ہو ہزاروں جان دیکھ کر قناعت کے بحر شیریں میں نہاں ہیں باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲۔

صد ہزاراں جان تلخی کش نگر   ہمچو گل آغشتہ اندر گل شکر
تلخ وش جان دیکھ صد ہائے بشر   مثل گل آلودہ اندر گل شکر

اے دریغا مر ترا گنجا بُدے   تا ز جانم شرح دل پیدا شدے
حیف ہوتی تجھ میں گنجائش اگر   شرح دل سے میری جاں کہتی مگر

ایں سخن شیر ست در پستان جاں   بے کشندہ خوش نمیگردد رواں
جاں کی پستان میں سخن یہ شیر ہے   کھینچنے والے بغیر اب کب کھنچے

مستمع چوں تشنہ و جویندہ شد   وعظ ار مردہ بود گویندہ شد
سننے والا تشنہ جویندہ ہو جو   وعظ گو مردہ ہو گر وعظ بھی ہو

مستمع چوں تازہ آید بے ملال   صد زباں گردد بگفتن گنگ و لال
سننے والا مستعد ہو گر بجاں   بہرے گونگے کو بھی ہووے سو زباں

چونکہ نامحرم در آید از درم   پردہ در پنہاں شوند اہل حرم
گھر میں نامحرم اگر رکھے قدم   پس چھپیں پردہ میں سب اہل حرم

ور در آید محرمے دور از گزند   بر کشانید آں ستیراں روے بند
آئے محرم گر کوئی با اعتبار   کردیں مستورات پردہ آشکار

ہر کسے را خوب و خوش و زیبا کنند   از برائے دیدۂ بینا کنند
جسکو زیبا اور معطر کہتے ہیں   دیدۂ بینا کی خاطر کرتے ہیں

کے بود آواز چنگ از زیر و بم   از برائے گوش بے حس اصم
کب بجائیں زیر و بم سے چنگ کو   واسطے بہرے کے جو بے گوش ہو

مشک را حق بیہدہ خوشدم نکرد   بہر حس کرد و پے اخشم نکرد
مشک بیکار اسقدر خوشبو نہیں   سونگھے جو اسکو ہے اخشم کو نہیں

نائے را حق بیہدہ خوشدم نکرد   بہر انس آمد پے اہرم نکرد
نے کو بیہودہ صدا حق نے نہ دی   بہر مردم دی اہرم کے نہ دی

حق زمین و آسماں ر اساختہ است   درمیاں کس نار و نور افراختہ است
یہ زمین و آسماں حق نے کیے   اسمیں نار و نور روشن کر دیے

ایں زمیں را از برائے خاکیاں   آسماں را مسکن افلاکیاں
یہ زمین ہے بود باش خاکیاں   آسماں ہے مسکن افلاکیاں

مرد سفلی دشمن بالا بود   مشتری ہر مکاں پیدا بود
مرد سفلی دشمن اک بالا کا ہے   لینے والا ہر مکاں کا ہوتا ہے

اے ستیزہ ہیچ تو بر خاستی   خویشتن را بہر گور آراستی
تو نے اے عورت کبھی بھی شوق سے   گور کی خاطر سنوارا خود کو ہے

گر جہاں را پر در مکنوں کنم   روزے تو چوں نباشد چوں کنم
گر جہاں کو موتی مونگے سے بھروں   تیری قسمت میں نہ ہو تو کیا کروں

۵۱ تلخ وش الخ ۱۲ شعر صد ہا جانیں تلخ رو دیکھ مثل گل کے آلودہ شکر ہیں افسوس ہے اگر تجھ میں گنجائش ہوتی تو شرح دل کی میری جان کہتی یعنی کہ فقر میں صد ہا جانیں مثل گل قند کے آلودہ ہیں وہ بظاہر تلخ دکھائی دیتی ہیں اگر تجھ میں مادہ ہوتا تو میں تجھ سے راز فقر کہتا چنانچہ اسکی مثال آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۵۲ سننے والا الخ شعر اگر سننے والا مستعد جاں سے ہووے تو بہرے گونگے کی بھی سو زبان ہووے مثال دوسری اگر نامحرم گھر میں قدم رکھے تو سب اہل حرم پردہ میں ہو جائیں اور اگر محرم کوئی با اعتبار گھر میں آئے تو مستورات پردہ سے ظاہر ہو جائیں مثال تیسری جسکو زیبا و معطر کرتے ہیں پس دیدہ بینا کی خاطر کرتے ہیں چنگ کو کب بجائیں زیر و بم سے واسطے بہرے کے جو بے گوش ہو بو مشک بیہودہ نہیں ہے واسطے سونگھنے والے کے نہ بھنڈ کے بھنڈ ہندی میں اس شخص کو کہتے ہیں جسکی قوت شامہ جاتی رہے اور اس کو کچھ بو نہ آئے نے کو بیہودہ حق نے صدا نہیں دی واسطے مردم کے دی ہے اہرم کے نہیں دی ہے یعنی خدا نے آواز و رنگ و بوے عالم واسطے آگاہ دلوں کے پیدا کی ہیں نہ مردودوں کے چنانچہ مولانا اسکی مثال ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۵۳ یہ زمین الخ شعر یہ زمین و آسمان حق نے پیدا کیے اور اس میں نار و نور روشن کر دیے یہ زمین بود و باش خاکیوں کی ہے اور آسمان مسکن افلاکیوں کا ہے مرد دشمن ایک بالا کا ہے اور ہر مکان کا چاہنے والا ہے یعنی جو سفل کے لائق ہے وہ علی کو دشمن جانتا ہے اور جو علی کے لائق ہے وہ سفل کو دشمن جانتا ہے پس ہر ایک اپنی اصل کو چاہتا ہے اور ضد کو دشمن جانتا ہے تو نے اے عورت نے کبھی بھی بنے کو سنوارا ہے گور کی خاطر یعنی اے نفس تو نے معاملات دنیا کیواسطے خود کو آراستہ کیا ہے کبھی اس عالم کے واسطے بھی خود کو آراستہ کیا ہے کہ گور میں آرام ہو یعنی خدا کیواسطے صبر و قناعت کی ہے جو تو مجھ سے لڑتی ہے کیونکہ اگر تو محبت دنیا میں مرا گور میں سڑے گا اگر محبت خدا میں مرا تو روح القدس ہوگا چنانچہ نتیجہ فرماتے ہیں کہ اگر جہان کو جواہرات سے بھر دوں جو تیری روزی نہ ہو تو میں کیا کروں باقی حال آگے ہے فہم من فہم ۱۲ ۔

ترک جنگ و سرزنش ای زن بگو ورنہ میگوئی بترک من بگو
مر مرا چہ جائے جنگ نیک و بد کین دلم از صلحہا ہم میرمد
بر سر این ریشہا نیشم مزن زخمہا بزن پئے خویشم مزن
گر خمش گردی وگر آں من کنم کہ ہمیں دم ترک خان ومان کنم
پا تہی گشتن بہ است از کفش تنگ رنج غربت بہ کہ اندر خانہ جنگ

اب لڑائی کو تو اے زن چھوڑ دے گر نہ چھوڑے تو تو مجھکو چھوڑ دے
مجھ میں طاقت اب لڑائی کی ہے کب صلح سے بھی دل مرا بھاگے ہے اب
نیش ان زخموں پہ میرے تو نہ مار زخم اپنی جان پر اب تو نہ مار
چپ ہو ورنہ ابھی میں وہ کروں کہ میں گھربار اپنا بالکل چھوڑ دوں
پابرہنہ خوب کہ ہو کفش تنگ رنج غربت خوب کہ ہو گھر میں جنگ

مراعات کردن زن شوے را و استغفار نمودن از گفتۂ خود

رعایت کرنا خاوند کی عورت کو اور توبہ کرنا حرکت اپنی سے

زن چو دید او را کہ تند و توسن است گشت گریاں گریہ خود دام زن است
گفت از تو کے چنیں پنداشتم از تو من امید دیگر داشتم
زن در آمد در طریق نیستی گفت من خاک شمایم نیستی
جسم و جانم ہر چہ ہستم آن تست حکم و فرمان جملگی فرمان تست
گر ز درویشی دلم از صبر جست بہر خویشم نیست ایں بہر تو ہست
تو مرا در دردہا بودی دوا من نمی خواہم کہ باشی بینوا
جان تو کز بہر خویشم نیست ایں از برائے تست ایں بانگ و حنیں
خویش من واللہ کہ بہر خویش تو ہر نفس خواہد کہ میرد پیش تو
کاش جانت کش روان من فدائے از ضمیر جان من واقف شدے

زن نے اسکو تند جو دیکھا معًا بس لگی رونے ہی رونا مکر زن
بولی میں تجھکو نہ ایسا جانتی رکھتی میں امید تجھ سے اور تھی
پیش آئی زن براہ عاجزی بولی میں ہوں خاک تیرے پاؤں کی
ملک تیری میرا جسم و جان ہے حکم فرما سب ترا فرمان ہے
صبر و درویشی کے جو شکوے کئے واسطے اپنے نہ تھے تیرے لیے
میرے درد و رنج کی تو ہے دوا کب میں چاہوں تا کہ ہو تو بینوا
جان کی تیری قسم تیرے لیے رونا بکنا ہے نہ یہ میرے لیے
میری جان واللہ ہی تیرے لیے چاہتی ہوں میں مروں آگے ترے
کاش قرباں تجھ پہ ہوتی میری جاں ہوتا میری جان کا بھید اسپر عیاں

ف اب لڑائی کو الخ ۵ شعر اے عورت اب تو لڑائی کو چھوڑ دے اور اگر اسکو نہ چھوڑے تو مجھ کو چھوڑ دے مجھ میں طاقت کب لڑائی کی تھی بلکہ صلح سے بھی میرا دل بھاگتا ہے تو نیش ان زخموں پر میرے مت مار اور زخم اپنی جان پر مت مار تو چپ رہ ورنہ میں ابھی وہ کروں کہ میں اپنا گھربار بالکل چھوڑ دوں پابرہنہ رہنا بہتر ہے کہ کفش تنگ ہو رنج سفر کا بہتر ہے کہ گھر میں جنگ ہے یعنی اے نفس تیری بدطینتی سے میں از بس مجبور ہوں اگر تو راستی نہیں اختیار کرتا ہے میں تجھ کو ترک کرتا ہوں ۱۲ ف زن نے الخ ۹ شعر عورت نے جو اُس کو تند دیکھا تو اُسی وقت رونے لگی کہ رونا مکر عورت کا ہے اور کہا ایسا تجھ کو میں نہیں جانتی تھی اور تجھ سے امید رکھتی تھی عورت براہ عاجزی پیش آئی اور کہنے لگی کہ میں تیری خاک ہوں میرا جسم و جان تیری ملک ہے اور حکم فرما سب تیرا فرمان ہے میں نے جو شکوے صبر و درویشی کے تیرے واسطے کیے تھے نہ اپنے واسطے تو میرے درد رنج کی دوا ہے میں کب چاہتی ہوں کہ تو مفلس ہو تیری جان کی قسم تیرے لیے رونا دھونا ہے کچھ میرے لیے نہیں ہے یعنی یہ جو کچھ کہ میں نے تجھ سے فقر و فاقہ کا جھگڑا کیا ہے محض تیرے واسطے کیا ہے کچھ اپنے واسطے نہیں کیا ہے گویا از راہ مکر کے اس فریب میں کیا کہ مخالف ڈر کے نہ مانا تو اب نکلے مارنا چاہا پس یہ نفس کس طرح فریب سالک کو دیتا ہے کہیں مخالف بنکے کہیں یار بنکے طالب کو ہوشیار رہنا چاہیے واللہ میری جان تیرے لیے چاہتی ہوں کہ مروں آگے تیرے کاشکہ مجھ پر غالب ہوتی تیری جان تو میری جان کا بھید اُسپر ظاہر ہوتا باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲

چون تو با من این چنیں بودے بظن — هم ز جان بیزار گشتم هم ز تن
خاک ابریسم و زر گردیم چوں — تو چنین شد با من ای جان سکون
تو کہ در جان و دلم جا می کنی — زین قدر از من تبرا می کنی
تو تبرا کن کہ ہستت دستگاہ — اے تبرائی تو جان را عذر خواہ
یاد میکن آن زمانے را کہ من — چوں صنم بودم تو بودی چون شمن
بندہ بر وفق تو دل افروختہ است — ہر چہ گوئی پختہ گویم سوختہ است
من سپاناخم تو با ہر چم پزے — گر بہ ترشی گر بہ شیر نیم پزے
کفر گفتم نک بایماں آمدم — پیش حکمت از سر جاں آمدم
خوے شاہانہ ترا نشناختم — پیش تو گستاخ خود در باختم
چوں ز عفو تو چراغے ساختم — توبہ کردم اعتراض انداختم
مے نہم پیش تو شمشیر و کفن — مے کشم پیش تو گردن را بزن
از فراق تلخ می گوئی سخن — ہر چہ خواہی کن ولیکن این مکن
در تو خواہی عذر از من ہست سر — با تو بے من او شفیعے مستمر
عذر خواہم در درونت خلق تست — ز اعتماد او دل من جرم جست
رحم کن پنہان ز خود اے خشمگیں — اے کہ خلقت بہ ز صد من انگبیں

جو تجھے مجھ پر ہوا ایسا گمان[1] — میں ہوئی بیزار اب با جسم وجان
خاک ڈالوں سیم و زر پے جو کہ تو — ایسا مجھ سے ہو خفا اے چارہ جو
جان و دل میں تو جگہ میری رکھے — اسقدر مجھ سے تو بیزاری کرے
گر تو بیزاری تجھے ہی اختیار — تیری بیزاری سے جاں ہی عذر دار
یاد کر اسوقت کو اے تندرست — میں تھی مثل بت و تو تھا بت پرست
دل مرا تیری محبت سے بھرا[2] — تو کہے پکا کہوں میں ہاں جلا
میں ہوں پالک جسطرح چاہے پکا — یا تو شیریں یا تو ترشی سے پکا
کفر کہتی تھی اب ایمان لائی ہوں — حکم کے آگے ترے سر رکھتی ہوں
خوے شاہانہ تری جانی نہیں — تجھ سے گستاخانہ باتیں بس کہیں
شمع روشن عفو سے تیری کری — توبہ کی اور اعتراضوں سے چھٹی
رکھتی ہوں تیغ و کفن آگے ترے[3] — مار گردن کو یہ آگے ہی ترے
چھوڑنیکو مجھکو کہتا ہے اگر — جو ترا جی چاہے کر پر یہ نہ کر
عذر خواہ اک تجھ میں مجھ سے زیادہ ہے — بے مرے تجھ سے سفارش وہ کرے
عذر چاہوں میں ترے اخلاق سے — اس بھروسہ پر کیا یہ جرم ہے
رحم کر خود سے تو اے غصہ بھرے — خلق بہتر تیرا سو من شہد سے

[1] جو تجھے الخ ۵ شعر تجھ کو جو ایسا گمان مجھ سے ہوا میں بیزار ہوئی اپنے جسم وجان سے خاک ڈالوں میں سیم و زر پر جو کہ تو مجھ سے ایسا خفا ہو اے چارہ جو تو جان و دل میں جگہ میری رکھے اور اسقدر مجھ سے تو بیزار نہ ہو تو بیزاری کر تجھے اختیار ہے تیری بیزاری سے میری جان عذر رکھتی ہے یاد کر اسوقت کو اے تندرست میں مثل بت کے تھی اور تو بت پرست تھا یعنی تو میرا خواہند تھا ابتدا میں کیونکہ جان غافل کو بعد پیدا ہونے کے اقتران نفس سے آگہی و علم اشیا کا ہوتا ہے تو آگہی لذائذ نفسانیہ سے ہر دم تابع نفس کے رہتی ہے تا سن بلوغ جیب کہ مادہ اسمیں عشقیت کا کہ جس کو جوانی کہتے ہیں پیدا ہوا تو احکام دین اُس پر فرض ہوے اس واسطے تاکہ اپنے مبدا کو پہچان کر رجوع کرے جس پر کرم الٰہی ہوا اور عنایت پیر و مرشد سے دل اُس کا بیدار ہو کر جو بندہ حق کا ہوا نفس امارہ کو اس سے تکلیف ہونے لگی اور مطلب اس کا فوت ہوا تو اس اعرابن کی طرح اس نے جان سے خصومت کرنا شروع کی تو اس کو مولانا بت پرستی سے تعبیر کرتے ہیں فافہم ۱۲ [2] دل مرا الخ ۵ شعر دل میرا تیری محبت سے بھر گیا تو کہے کہ پکا ہے تو میں کہوں کہ جل گیا یعنی اس سے بڑھ کر کہوں میں تو پالک کی طرح ہوں جیسے تیرا جی چاہے مجھے پکا خواہ شیریں کر یا ترش کر میں کفر کہتی تھی اب ایمان لائی ہوں تیرے حکم کے آگے سر رکھتی ہوں تیری خوے شاہانہ میں نے جانی نہیں اور تجھ سے گستاخانہ باتیں کہیں اب میں نے شمع روشن تیرے عفو سے کری توبہ کری اور اعتراض سے چھٹی یعنی جان دل تجھ سے گمراہ تھی اب تیری مطیع ہوئی اور توبہ کی اور عفو تقصیرات چاہی چنانچہ اس کا حال مولانا آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [3] رکھتی ہوں تیغ الخ ۵ شعر تیرے آگے میں تیغ و کفن رکھتی ہوں تو گردن مار یہ تیرے آگے ہے اگر تو مجھے چھوڑنے کو کہتا ہے تو تیرا جو جی چاہے وہ کر مگر یہ نہ کر عذر کرنیوالا میرا تجھ سے ایک راز مخفی ہے کہ بغیر میرے وہ تجھ سے ساعی ہو یعنی علم اخلاق کا راز جو تجھ میں ہے وہی سفارشی ہے یا درد کہ وہ باعث تسکین جان وتن ہے کیونکہ میں عذر چاہتی ہوں تیرے اخلاق سے اس کے بھروسہ پر میں نے جرم کیا ہے تو رحم کر خود سے اے غصہ بھرے کیونکہ خلق تیرا بہتر ہے سو من شہد سے باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲۔

زین نسق میگفت با لطف و گشاد در میان گریہ برو او فتاد
گریہ چوں از حد گذشت و ہای ہای زخشش مرد را دل شد ز جای
چوں قرارش ماند و صبرش بجای زانکہ بے گریہ خود او بُد دلربای
شد ازاں باراں یکے برق پدید زو شرارے در دل مرد وحید
زانکہ بندہ روئے خوبش بود مرد چوں بود چوں بندگیش آغاز کرد
آنکہ از کبرش دلت لرزاں بود چوں شوی چوں پیش تو گریاں بود
آنکہ از نازش دل و جاں خوں بود چونکہ آید در نیاز او چوں بود
آنکہ در جور و جفایش دام ہاست عذر ما چہ بود چو او در عذر خاست
آنکہ جز خونریزیش کارے نبود چوں نہد گردن نہے سود او چہ بود
آنکہ جز گردن کشی ناید ازو سر نہد پیش تو چوں باشد بگو
چوں پے تسکین آنکہش آفرید کے تواند آدم از حوا برید
رستم زال ار بود وز حمزہ بیش ہست در فرماں اسیر زال خویش
زین للناس حق آراستہ است زانچہ حق آراست چوں تانند رست
آنکہ عالم مست گفتش آمدی کلمینی یا حمیرا می زدے
آب غالب شد بر آتش از نہیب ز آتش او جوشد کہ باشد در حجیب
چوں دیگے حائل آید ہر دو را نیست کرد آں آب را کردش ہوا
ظاہرا بر زن چو آب ار غالبے باطناً مغلوب و زن را طالبے
ایں چنیں خاصیتے در آدمیست مہر حیواں را کمست آں از کمیست

ایسے کہتی تھی وگریہ کرتی تھی[1] روتے روتے منھ کے بل وہ گر پڑی
وائے ویلا اسکا جب حد سے بڑھا رحم دلمیں مرد کے بس آگیا
صبر اُس کا کیا بھلا ہوتا بجا وہ تو بے رونے کے بھی تھی دلربا
برق اس باراں سے جب ظاہر ہوئی آگ دلمیں مرد کے بس لگ گئی
مرد تو بندہ تھا اُسکے حُسن کا بندگی میں اس سے تب ہو حال کیا
دل ترا لرزاں ہو جس کے کبر سے حال کیا ہو گریہ جو تجھسے کرے
جان و دل زخمی ہو جسکے ناز سے حال کیا ہو جو نیاز آئے اُسے
جسکا جور و ظلم اپنا دام ہے عذر کیسا ہو جو عذر اپنا کرے
بے سوا خونریزی جسکا کام تھا[2] وہ رکھے گردن کو کیا کہنا بھلا
جو سوا گردن کشی کرتا نہ تھا وہ کرے تیری خوشامد کہنا کیا
جب بنایا حق نے تسکیں کیلیے کب جدا حوا سے آدم ہو سکے
گر ہو حمزہ یا ہو رستم زال کا ہے مطیع وہ اپنی عورت زال کا
زین للناس زیبا حق سے ہی حق سے جو زیبا ہو وہ کب چھٹے
جسکے عالم مست ہو گفتار سے کلمینی یا حمیرا وہ کہے
آگ پر غالب ہے پانی رعب سے آگ سے در پردہ وہ پرجوش ہے
جبکہ اُن دونوں کے حایل دیگ ہو نیست کرکے باد کردے آب کو
زن پہ غالب ہے بظاہر مثل آب باطناً مغلوب زن ہی تو خود آب
خاصیت مردم میں ایسی ہی سدا مہر کم حیواں میں وہ کم مرتبا

[1] ایسے کہتی الخ یہ شعر وہی باتیں کہتی تھی اور گریہ کرتی تھی پس روتے روتے وہ منھ کے بل گر پڑی وائے ویلا جب حد سے گذرا رحم دلمیں مرد کے بس گیا یعنی اسکے گریے نے مرد کے دلمیں اثر پیدا کیا گویا آتش غضب آب گریہ سے بجھ گئی کب قرار و صبر اسکے بجا ہوں کیونکہ بے گریہ خود اُسکی وہ دلربا تھی برق جبکہ اس باراں سے ظاہر ہوئی پس آگ مرد کے دلمیں لگ گئی مرد تو بندہ تھا اُسکے حسن کا جبکہ بندگی اس سے ہو تو کیا حال جان کا ہو تیرا دل لرزاں ہو جسکے کبر سے پس حال کیا ہو جو گریہ اپنے تجھ سے جان و دل زخمی ہوے جسکے ناز سے پھر کیا حال ہو جو نیاز آئے اُسے جسکا جور و ظلم اپنا دام ہے پھر عذر کیسا ہو جو وہ عذر اپنا کرے باقی حال مولانا آگے لکھتے ہیں [2] بے سوا الخ اشعر جسکا کام کچھ سوا خونریزی کے نہ تھا وہ گردن رکھے واسطے ذبح کے تو بھلا کیا کہنا کہ سوائے گردن کشی نہ کرتا تھا وہ خوشامد کرے واسطے تسکین کے کب آدم حوا سے جدا ہو سکے ہو جب آیہ کریمہ اور اگر حمزہ ہو یا رستم زال ہو وہ مطیع اپنی عورت پیر زال کا ہے زینت دی گئی ہے واسطے مرد کے اور وہ حق کی طرف سے زیبا ہے .... جسکی گفتگو سے عالم مست ہو وہ کہے کلمینی یا حمیرا یعنی کلام کر اے حمیرا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آب رعب سے آتش پر غالب ولیکن آب آتش سے در پردہ جوش سے ہے جبکہ ان دونوں کے درمیان دیگ حائل ہو تو آب کو نیست کر کے ہوا کر دے یعنی مرد عورت پر بظاہر غالب ہے جبکہ پردہ تعشق درمیان ہو تو صورت غالب مرد پر ہے زن پر مرد غالب تو بظاہر مثل آب کے ہے باطناً تو مغلوب زن کا ہے خاصیت مردم میں ایسی ہے جیسے سدا حیوان میں محبت کم ہے تو اُس کا مرتبہ کم ہے یعنی مرد پر بسبب عشق کے صورت غالب ہے حیوانوں میں جو محبت کم ہے تو انکا مرتبہ کم ہے چنانچہ اس کا حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

در بیان این حدیث انہن یغلبن العاقل و یغلبہن الجاہل

بیان میں اس حدیث کے انہن یغلبن العاقل و یغلبہن الجاہل

گفت پیغمبر کہ زن بر عاقلاں
غالب آید سخت بر صاحبدلاں

باز بر زن جاہلاں غالب شوند
زانکہ ایشاں تند و بس خیرہ روند

کم بود شاں رقت و لطف و وداد
زانکہ حیوانی ست غالب بر نہاد

مہر و رقت وصف انسانی بود
خشم و شہوت وصف حیوانی بود

پرتو حق ست آں معشوق نیست
خالق ست آں گوئیا مخلوق نیست

کہتے ہیں[۱] حضرت عقیلوں پر نسا
ہو ویں غالب اہل دل پر بس سوا

اور جاہل ہوتے غالب ان پہ ہیں
کیونکہ اُنسے بدمزاجی کرتے ہیں

انیں کم ہوتی ہے لطف و دوستی
کیونکہ حیوانی ہے غالب ظاہری

مہر و رقت وصف انسانی کا ہے
خشم و شہوت وصف حیوانی کا ہے

حق کا پرتو ہے نہ وہ معشوق ہے
ہے وہ خالق گویا نے مخلوق ہے

تسلیم کردن مرد خود را بامر زن و اعتراض او را اشارہ حق دانستن

قبول کرنا مرد کا عورت کے کہنے کو اور جاننا اعتراض اُسکا اشارہ حق سے

بہ نزد عقل ہر دانندہ ہست
کہ با گردندہ گردانندہ ہست

ازاں چرخہ کہ گرداند زن پیر
قیاس چرخ گرداں را ہمی گیر

بہ نزد عقل ہر دانندہ ہست
کہ با گردندہ گردانندہ ہست

ازاں چرخہ کہ گرداند زن پیر
قیاس چرخ گرداں را ہمی گیر

[۱] کہتے ہیں الخ ۵ شعر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عاقلوں پر زن غالب ہیں اور اہل دل پر بس سوا اور جاہل زن پر غالب ہوتے ہیں کیونکہ ان سے بدمزاجی کرتے ہیں ان میں الفت و دوستی کم ہوتی ہے کیونکہ ظاہر میں حیوانی غالب ہے محبت وگرہ یہ وصف انسانی کا ہے وہ حق کا پرتو ہے معشوق نہیں ہے وہ خالق ہے گویا مخلوق نہیں ہے۔ واضح ہو کہ عورت بصورت مرد ہے جیسے مرد بصورت اللہ ہے جامع جمیع اسماء و صفات پس عورت آئینہ اللہ کی ہے و صورت اللہ مرد ہے منعکس ہو کر عورت میں ظاہر ہے اور انعکاس اس کا اور یہی شان پیدا کرتا ہے عورت منفعل مرد سے ہے اور مرد وقت جماع کے کہ وصل اعظم ہے اور وقت جماع کے مرد فانی ہوا ہے عورت میں یہ تاثیر عورت کی ہے پس مشاہدہ حق کا عورت میں مشاہدہ اہم ہے اور یہی راز محبت جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ عورتوں کے تھا از بحر العلوم اس صورت میں عورت بسبب پرتو حق کے خالق ہے گویا مخلوق نہیں ہے علاوہ اسکے خواہش نفسانی سے عورت کو مرد جب از راہ تعشق کے دیکھتا ہے تو بیقرار ہو کر بوسہ لیتا ہے کہ تسکین ہو اور زیادہ بیقرار ہوتا ہے تو سینہ سے لگا لیتا ہے اور زیادہ بیقراری پر جماع کرتا ہے تب تسکین باہم پاتا ہے واضح ہو کہ ہر شئے کو بے ملے آسودگی نہیں ہوگی جو کہ خواہش نفسانی سے متعلق ہے اور نفس کو رحم عورت اور قطرۂ منی سے تعلق ہے ان دونوں کے اشتراک سے نفس و وجود مرد یا عورت کا پیدا ہوتا ہے اور جماع سے منی کا اشتراک ہوتا ہے پس مرد عورت کو باہم تسکین ہوتی ہے کہ اپنی اصل مقصد سے ملا اس لیے عشق مجازی پھر نہیں رہتا ہے واللہ اعلم ۱۲۔

مرد ازاں گفتن پشیماں شد چناں ۔ کز عوانی ساعت مردن عواں
گفت خصم جان جاں چوں آمدم ۔ بر سر جان من لگد ہا چوں زدم
چوں قضا آید نماند فہم ورائے ۔ کس نمیداند قضا را جز خدائے
چوں قضا آید فرو پوشد بصر ۔ تا نہ داند عقل ما پا را ز سر
زاں امام المتقین داد ایں خبر ۔ گفت اذا جاء القضا عمی البصر
چوں قضا بگذشت خود را میخورد ۔ پردہ بدریدہ گریباں می درد
مرد گفت ای زن پشیماں میشوم ۔ اگر بدم کافر مسلماں میشوم
من گنہگار توام رحمے بکن ۔ بر مکن یکبارگی از بیخ و بن
کافر پیر از پشیماں می شود ۔ چونکہ عذر آرد مسلماں میشود
من گنہگار توام رحمے بکن ۔ عذر من بپذیر و بشنو ایں سخن
حضرت پُر رحمت ست و پر کرم ۔ عاشق او ہم وجود و ہم عدم
کفر و ایماں عاشق آں کبریا ۔ مس و نقرہ بندۂ آں کیمیا

مرد نادم یوں ہوا وہ کرکے قال[۱] ۔ جیسے وقت مرگ ہووے کو توال
بولا جانجاں کا کیوں دشمن ہوا ۔ جان جاں کو پائمال اب کیوں کیا
جو قضا آئے سمجھ کب ہو بجا ۔ کوئی کب جانے قضا کو جز خدا
جب قضا آئے تو چھپ جائے بصر ۔ عقل کیا جانے کہ پا ہی یا ہی سر
اسلیے یہ دی پیمبر نے خبر ۔ جب قضا آتی ہی جاتی ہی بصر
جب قضا گذری تو کھاتا خود کو ہی ۔ پھاڑتا دامن گریباں آپ ہی
مرد بولا میں پشیماں ہوتا ہوں ۔ تھا میں کافر اب مسلماں ہوتا ہوں
میں ترا مجرم ہوں اب تو رحم کر ۔ مت اکھیڑ اب تو میری شاخ و بن
بوڑھا کافر گر پشیماں ہوتا ہے ۔ عذر جو لائے مسلماں ہوتا ہے
میں ترا مجرم ہوں اب تو رحم کر ۔ عذر سن اور کان رکھ اس بات پر
ہی وہ پر رحمت و بس ہی پر کرم ۔ عاشق اُسکا ہم وجود و ہم عدم
کفر و ایماں عاشق ذات خدا ۔ مس و نقرہ بندہ اور وہ کیمیا

دربیان آنکہ موسیٰ و فرعون ہر دو مسخر مشیت حق اند چنانکہ زہر و پادزہر و ظلمات و نور و خلوت فرعون با حق تعالیٰ

بیان میں اسکے کہ موسیٰ اور فرعون دونوں اسیرہ ارادۂ آلہی کے ہیں جیسے کہ زہر و زہر مہرہ و ظلمت و نورات و خلوت فرعون کی ساتھ حقتعالیٰ کے

[۱] مرد نادم الخ ۱۲ شعر مرد نادم اس طرح ہوا وہ باتیں کرکے جیسے وقت مرگ کو توال ہوتا ہے کہ جان کی جاں کا کیوں دشمن ہوا اور اپنی جان کو کیوں پائمال کیا یعنی عورت جان ہے جب کہ قضا آئی سمجھ کب بجا رہتی ہے قضا کو کب کوئی جانے قضا آئے پر بصر چھپ جاتی ہے عقل سر اور پاؤں نہیں جانتی اس لیے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ جس وقت قضا آتی ہے بصر چھپ جاتی ہے جب یہ سمجھتا ہے تو خود کو کھاتا ہے اور گریبان دامن اپنا پھاڑتا ہے یعنی انسان کیسا پریشان ہوتا ہے مرد نے کہا اے عورت میں پشیمان ہوتا ہوں میں کافر تھا اب مسلمان ہوتا ہوں میں تیرا مجرم ہوں تو اب رحم کر اب میری جڑ کو اس قدر مت اکھیڑ اگر بوڑھا کافر پشیمان ہوتا ہے اور عذر خواہ ہوتا ہے کہ مسلمان ہوتا ہوں میں تیرا مجرم ہوں اب تو رحم کر عذر میرا سن اور کان رکھ اس بات پر وہ رحمت اور پر کرم کے ہے اس کا عاشق وجود و عدم ہے کفر اور ایمان خدا کے عاشق ہیں مس و نقرہ بندہ اور وہ کیمیا ہے یعنی ذات حق کی بڑی بھلی و نیک و بد سب عاشق ہے کیونکہ وہ رب العالمین ہے چنانچہ اس کی مثال مولانا آگے ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲ –

موسیٰ و فرعون معنی را رہی / ظاہر آن رہ دارد و این بی رہی
روز موسیٰ پیش حق نالان شدہ / نیم شب فرعون ہم گریان شدہ
کاین چہ غل است ای خدا بر گردنم / ورنہ غل باشد کہ گوید من منم
زانکہ موسیٰ را تو مہ رو کردہ / ماہ جانم را سیہ رو کردہ
بہتر از ماہے نبود استارہ ام / چون خسوف آمد چہ باشد چارہ ام
گر بہم کوز رب و سلطان میزنند / مہ گرفت و خلق چنگاں میزنند
میزنند آن طاس و غوغا میکنند / ماہ را زان زخمہ رسوا میکنند
من کہ فرعونم ز خلق ای وای من / زخم طاس ربی الاعلاے من
خواجہ تاشانیم اما تیشہ ات / می شکافد شاخ را در بیشہ ات
بعض شاخے را موصل میکنی / شاخ دیگر را معطل میکنی
شاخ را بر تیشہ دستے ہست نے / ہیچ شاخ از دست تیشہ رست نے
حق آن قدرت کہ آن تیشہ تراست / از کرم کن این کژیہا را تو راست
باز با خود گفت فرعون ای عجب / من مقر یا ربنا ام جملہ شب
در نہان خاکی و موزون میشوم / چون بہ موسیٰ میرسم چون میشوم
رنگ زر قلب دہ تو میشود / پیش آتش چون سیہ رو میشود
نے کہ قلب و قالبم در حکم اوست / لحظہ مغزم میکند یک لحظہ پوست
لحظہ ماہم کند یک دم سیاہ / خود چہ باشد غیر این کار الٰہ
سبز گردم چونکہ گوید کشت شو / زرد گردم چونکہ گوید زشت شو

موسیٰ[1] اور فرعون معنی کے غلام / وہ بظاہر رہ پہ یہ بے رہ تمام
دن کو موسیٰ پیش حق نالاں ہوا / رات کو فرعون بھی گریاں ہوا
طوق کیسا میری گردن میں خدا / گر نہ طوق ہوتا میں کب کہتا انا
کس لیے موسیٰ کو مہ رو کر دیا / میری جان کو کیوں سیہ رو کر دیا
ماہ سے بہتر مرا اختر کیا / گہن میں آیا علاج اسکا کیا
سب مجھے رب و سلطاں کہتے ہیں / مہ گہن میں لوگ تھالی کوٹتے ہیں
وہ بجائیں تھالی اور غوغا کریں / ماہ کو اس زخمہ سے رسوا کریں
میں ہوں فرعون خلق سے حسرتا / زخم تھالی ربی الاعلیٰ مرا
ہم ہیں دو بندے ترے تیر و تبر / شاخ کاٹے اپنے جنگل میں مگر
بعضے شاخوں کو موصل تو کرے / بعضے شاخونکو معطل تو کرے
شاخ کو قدرت تبر پہ ہی نہیں / اور تبر سے شاخ بس چھوٹی نہیں
ہی قسم قدرت کی وہ تیرا تبر / تو کرم سے اس کجی کو راست کر
پھر کہا فرعون نے دل میں ای عجب / میں تو ہوں یا ربنا میں سارے شب
کرتا ہوں اسلام خلوت میں قبول / کیوں مقابل میں ہوں موسیٰ کے فضول
رنگ زر قلب دہ تہہ رکھتا ہی / پیش آتش کیوں سیہ رو ہوتا ہی
قلب و قالب میرا اسکے اختیار / پوست دم میں مغز دم میں کرے یار
ماہ دم میں کرے دم میں سیاہ / کون کرسکتا ہی اب یہ جز الٰہ
سبز ہو جاؤں جو کہوے کشت ہو / زرد ہو جاؤں جو کہوے زشت ہو

[1] موسیٰ اور الخ۔ اشعر موسیٰ اور فرعون معنی کے غلام ہیں وہ تو بظاہر راہ پر اور یہ بے راہ ہے موسیٰ دن کو آگے حق کے نالاں ہوے اور فرعون بھی رات کو گریاں ہوا یہ طوق کیسا میری گردن میں ہے اے خدا اگر طوق نہ ہوتا میں کب کہتا انا موسیٰ کو کس لیے مہرو کردیا اور مجھ کو کیوں سیہ رو کردیا اور میرا اختر ماہ سے بہتر کردیا وہ گہن میں آیا اور اس کا علاج کیا ہے چنانچہ آگے حقائق ہیں سب مجھ کو رب اور سلطان کہتے ہیں ماہ تو گہن میں ہے مخلوق تھالی کوٹتی ہے یعنی ماہ پر تو گہن کی آفت ہے اور تھالی بجاکر لوگ اس کو مشہور کرتے ہیں وہ تھالی بجائیں اور غوغا کریں اور ماہ کو رسوا اس زخمہ سے کریں میں فرعون یعنی سرکش خلق سے ہوں وا حسرتا اور اب ربی الاعلیٰ زخمہ تھالی میری کا ہے ہر دو بندہ تیرے ہیں لیکن تیرا تبر شاخ اپنی کو کاٹے جنگل میں بعضے شاخ کو تو پیوند دے اور بعضے شاخوں کو تو جدا کرے شاخ کو قدرت تبر پر نہیں ہے اور تبر سے شاخ نہیں بچتی ہے تبرداری قدرت کی قسم ہے کہ وہ تیرا تبر ہے تو کرم سے اس کجی کو سیدھا کردے یعنی تو راستی جو فرعون کو عنایت کر پھر فرعون نے دل میں کہا اے عجب ہیں یا ربنا میں ساری شب ہوں غیبت میں اسلام قبول کرتا ہوں پھر کیوں موسیٰ کے مقابل میں فضول ہوتا ہوں مثال بیان فرماتے ہیں کہ رنگ زر قلب دس تہہ میں ہے مگر آتش کے روبرو کیوں سیاہ رو ہوتا ہے میرا قلب و قالب اس کے اختیار میں ہے دم میں ماہ دم بھر میں روسیاہ کردے کون کرسکتا ہے سوائے اللہ کے میں سبز ہوجاؤں جو کہوے کشت ہو اور زرد ہوجاؤں جو کہوے زشت ہو باقی حال اس کا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲۔

میشِ چوگانہاے حکم کُن فکاں   می دویم اندر مکان و لامکاں
چونکہ بیرنگی اسیر رنگ شد   موسی با موسی در جنگ شد
چوں بہ بیرنگی رسی کو داشتی   موسی و فرعون دارند آشتی
گر ترا آید بریں نکتہ سوال   رنگ کے خالی بود از قیل و قال
اے عجب کیں رنگ از بیرنگ خاست   رنگ با بیرنگ چوں در جنگ خاست
اصل روغن ز آب افزوں میشود   عاقبت با آب ضد چوں میشود
چونکہ روغن را ز آب اسرشتہ اند   آب با روغن چرا ضد گشتہ اند
چوں گل از خارست و خار از گل چرا   ہر دو در جنگ اند و اندر ماجرا
یا نہ جنگ است ایں برائے حکمت است   ہمچو جنگ خر فروشاں صنعت است
یا نہ ایں است و نہ آں حیرانی ست   گنج باید گنج در ویرانی ست
انچہ تو گنجش توہم مے کنی   زاں توہم گنج را گم مے کنی
چوں عمارت داں تو وہم و رایہا   گنج نبود در عمارت جایہا
در عمارت ہستی و جنگے بود   نیست را از ہستہا ننگے بود

آگے چوگان حکم کُن کے میں پھرا   پس مکان و لامکاں کے اندروں
جبکہ بیرنگی ہوئی قیدی رنگ   موسی کی موسی سے لوگو ہے جنگ
جبکہ بیرنگی میں پہونچے جو کہ تھی   موسی و فرعون رکھیں آشتی
گر کوئی تجھ سے کرے اسپر سوال   رنگ خالی کب ہے با جنگ و مقال
جبکہ بیرنگی سے پیدا رنگ ہے   رنگ و بیرنگی میں کیونکر جنگ ہے
اصل روغن کی ہے افزوں آب سے   آب سے آخر کو وہ ضد کیوں رکھے
جو کہ روغن آب سے پیدا ہوا   آب کو روغن کا ضد کیونکر کہا
جو کہ گل سے خار گل ہے خار سے   دونوں آپسمیں لڑیں پھر کسلیے
یا لڑائی یہ ہے حکمت کے لیے   مثل جنگ زرگری صنعت سے ہے
یا یہ نہ ہے وہ حیرت ایک ہے   ڈھونڈھ گنج اور گنج ویرانہ رکھے
گنج کا جس پر توہم تو کرے   وہم سے اس گنج کو گم تو کرے
تو عمارت جان وہم و عقل کو   کب عمارت والی جا میں گنج ہو
پس عمارت میں تو ہستی جنگ ہے   نیست کو گل ہست سے بس ننگ ہے

سلہ آگے جوگان الخ سو شعر حکم کن کے چوگان کے آگے میں پھروں مکان لامکاں میں جبکہ بیرنگی مقید رنگ کی ہوتی ہے اہل موسی کی اہل موسی سے جنگ ہوئی جبکہ بیرنگی میں پہونچے جو کہ اول تھے موسی اور فرعون باہم صلح رکھیں یعنی مولانا قول فرعون کے حقایق بیان فرماتے ہیں کہ بیرنگی مقام احدیت و تعین اول کہ جسکو عالم لاہوت بے نشان کہتے ہیں اور رنگ تعینات و ظلمات جسکو عالم ناسوت و دنیا کہتے ہیں جبکہ بیرنگی مقید رنگ ہوئی یعنی روح بسیط جسد بدانوں میں مقید ہوئی تو امت موسی کی ایک امت اجانب و ایک امت باہم جنگ و پرخاش کرنے لگی اور جبکہ اس بیرنگی میں پہونچے تو موسی او فرعون باہم صلح رکھیں کیونکہ لڑائی جھگڑا بسبب اشتراک نفسوں کے ہے کیونکہ نفس متضاد عناصر سے ہے پس ارواح کہ رہت رہیں بسبب غفلت نفس کے بہکانے سے باہم جنگ پرخاش کرتی ہے اور عالم بیرنگی میں نفس نہیں ہوتا اسواسطے آشتی کے سواے کچھ نہیں کرتی چونکہ اولیاء کرام نفس سے پاک ہوتے ہیں اسواسطے باہم مصالحت رکھتے ہیں اور اگر کرتے ہیں الحب للہ و البغض للہ کرتے ہیں چنانچہ مولانا اعتراض اسکا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ گر کوئی الخ یہ شعر اگر کوئی اس بات پر سوال کرے کہ رنگ خالی کب جنگ و مقابل سے ہے جبکہ بے رنگی سے پیدا رنگ ہے تو رنگ بیرنگی میں کس واسطے جنگ ہے اس کا جواب مولانا آگے بیان فرماتے ہیں مثال میں کہ روغن کی اصل زیادہ ہوتی ہے آب سے اور آخر میں روغن آب سے ضد رکھتا ہے جو کہ روغن آب سے پیدا ہوا ہے آب کو روغن کا ضد کیوں کہا یعنی آب بمنزلہ بیرنگی کے اور آخر میں روغن بمرتبہ رنگ کے ہے اگر آب روغن میں ملے چراغ کو گل کردے اور عمل روغن کا دور کردے ایسی ہی رنگ کی بیرنگی سے مخالفت ہے یعنی موسی بجاے بیرنگی اور فرعون بجاے رنگ تھا اور جو اسلام آیا بیرنگی کو پہونچکر مقام صلح میں آیا اسی واسطے صحابہ کرام بسبب بے نفسی کے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق تھے مثال دوسری آگے ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ جو کہ الخ شعر جو کہ گل سے خار و خار سے گل ہے دونوں آپسمیں پھر کیوں لڑتے ہیں یا یہ جنگ نہیں ہے حکمت کے واسطے ہے مثل جنگ زرگری کے صنعت سے ہے یا نہ یہ ہے نہ وہ ہے حیرت ہے تو گنج ڈھونڈھو گنج ویرانہ میں ہے یعنی وہ حیرت ایک ویرانہ ہے تو اس میں گنج ڈھونڈھو رنگ و بیرنگی چھوڑ جس پر تو گنج کا توہم کرے اس گنج کو وہم سے تو گم کرے تو عمارت عقل و وہم کو جان پس کب جاے عمارت میں گنج ہے عمارت تو ہستی ہے اور جنگ ہے تو نیست کو ہستیوں سے ننگ ہے یعنی از راہ عقل کے تو یار کو ڈھونڈھو بیخودی سے تلاش کر کہ یار ملے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۔

نے کہ ہست از نیستی فریاد کرد	نیست خود آں ہست را او داد کرد	نے کہ ہستی نیستی سے ملتجی	بلکہ چھوڑے ہست کو ہی نیستی
تو مگو کہ من گریزانم ز نیست	بلکہ او ز تو گریزاں ست الیست	مت کہو میں بھاگتا ہوں نیست سے	بلکہ وہ بھاگے ہے تجھ سے دیکھ لے
ظاہرا می خواندت او سوئے خود	وز دروں می راندت با چوب رد	اپنی جانب تجھ کو کھینچے ظاہرا	دفع کرتا ہی تجھے وہ باطنا
قومے اندر آتش سوزاں چو ورد	قومے اندر گلستاں با رنج و درد	آگ میں اک قوم تو خوشحال ہی	باغ میں اک قوم تو پامال ہی
نعلہائے بازگونہ ست اے سلیم	نفرت فرعون میداں از کلیم	یہ طریقہ الٹا اب تو جان لے	نفرت فرعون بس معنی سے ہی

سبب حرمان اشقیا از دو جہاں کہ خسر الدنیا والآخرہ

سبب بد اعتقادی اشقیا کا دونوں جہان سے کہ خسر الدنیا والآخرہ

چوں حکیمک اعتقادے کردہ است	کاسماں بیضہ زمیں چوں زردہ است	فلسفی کا ہی عقیدہ اور خیال	آسماں بیضہ زمیں زردی مثال
گفت سائل چوں بماند ایں خاکداں	در میان ایں محیط آسماں	بولا سائل کیوں معلق یہ زمیں	ہی محیط آسماں میں یہ یہیں
ہمچو قندیل معلق در ہوا	نے در اسفل میرود نے بر علا	مثل قندیل معلق یا ہوا	نے ہی اسفل میں جائے یا علا
آں حکیمش گفت کز جذب سما	از جہات شش بماند اندر ہوا	وہ حکیم اب بولا با جذب سما	شش جہت سے رہتی ہی اندر ہوا
چوں ز مقناطیس قبہ ریختہ	درمیاں ماند آہنے آویختہ	جیسے مقناطیس سے گنبد بنے	درمیان آہن معلق ایک ہے
آں دگر گفت آسماں با صفا	کے کشد در خود زمین تیرہ را	دوسرا بولا سماء با صفا	کھینچے کب تیرہ زمیں کو وہ بھلا
بلکہ دفعش میکند از شش جہات	تا بماند درمیان عاصفات	شش جہت سے بلکہ وہ دفع کرے	تا ہوا میں وہ معلق بس رہے

لہ نے کہ ہستی الخ۔ شعر نہ یہ ہستی نیستی سے التجا کرتی ہے بلکہ نیستی ہستی کو چھوڑتی ہے مت کہو میں بھاگتا ہوں نیستی سے بلکہ نیستی بھاگتی ہے تجھ سے تجھ کو اپنی جانب کھینچتی ہے ظاہرا اور دفع کرتی ہے باطنا آتش میں ایک قوم خوشحال ہے اور باغ میں ایک قوم پامال ہے یہ طریقہ تو الٹا جان لے نفرت فرعون کی موسیٰ سے ہے یعنی موسیٰ علیہ السلام تو اس کو دل و جان سے چاہتے تھے کہ اسلام لاوے مگر وہ نہ چاہتا تھا کم فہم جانتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام اس کو جان سے ہدایت کرتے تھے اور دل سے نہ چاہتے تھے نعوذ باللہ یہ کام منافقوں کا ہے کہ زبان سے چاہے اور دل سے نہ چاہے اور نبی اللہ ہر ایک کو دل و جان سے ہدایت کی دعوت کرتے تھے چنانچہ اس کا حال مولانا مثال میں آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ فلسفی کا ہے الخ، شعر حکما کا یہ عقیدہ اور خیال ہے کہ آسمان مثل بیضہ کے اور زمین مثل زردی کے ہے سائل نے کہا کہ زمین معلق کیسی ہے اس محیط آسمان میں مثل قندیل کے ہوا میں نہ اسفل میں نہ اعلیٰ میں اس حکیم نے کہا کہ بسبب جذب آسمان کے شش جہت سے معلق ہوا میں رہتی ہے مثال بیان فرماتے ہیں جیسے مقناطیس سے ایک گنبد بنے اور درمیان میں اس کے ایک آہن معلق رہے اور دوسرے نے کہا کہ آسمان باصفا ہیں تیرہ کو کب بھلا کھینچے گا کہ شش جہت سے وہ دفع کرے تاکہ وہ ہوا میں معلق رہے یعنے آسمان صفا زمین تیرہ کو کب کشش کرتا ہے بلکہ دفع کرتا ہے ہر سمت سے اس واسطے زمین گنبد آسمان میں معلق ٹھہری ہے چنانچہ اس کے حقایق مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲۔

پس ز دفع خاطر اہل کمال ۔ جان فرعوناں بماند اندر ضلال
پس ز دفع این جہان و آن جہاں ۔ ماندہ اند ایں بیرہاں بے این و آں
سرکشی از بندگان ذوالجلال ۔ زانکہ دارند از وجود تو ملال
کہربا دارند چوں پیدا کنند ۔ کاہ ہستی ترا شیدا کنند
کہربائے خویش چوں پنہاں کنند ۔ زود تسلیم ترا طغیاں کنند
آنچناں کہ مرتبہ حیوانی ست ۔ کو اسیر و سبزہ انسانی ست
مرتبہ انساں بدست اولیا ۔ سغبہ چوں حیوان شناسی اے کیا
بندہ خود خواند احمد در رشاد ۔ جملہ عالم را بخواں قل یا عباد
عقل تو ہمچوں شتربان تو شتر ۔ می کشاند ہر طرف در حکم مر
عقل عقل اند اولیا و عقلہا ۔ بر مثال اشتراں تا انتہا
اندر ایشاں بنگر آخر ز اعتبار ۔ یک قلاوز ست جان صد ہزار
چہ قلاوز و چہ اشتربان بیاب ۔ دیدہ کاں دیدہ بیند آفتاب
تا کہ جہاں در شب بماندہ میخ دوز ۔ منتظر موقوف خورشیدست و روز
اینت خورشیدے نہاں در ذرۂ ۔ شیر نر در پوستین برۂ

دفع کرتے کاملوں کی جان سے ۔ جان فرعونوں کی گمراہی میں ہے
اس جہاں و راس جہاں کے دفع سے ۔ دو جہاں سے گمراہاں عاجز ہے
اولیاء اللہ سے اغماض کو ۔ جان اے تجھ سے کہ رنجیدہ ہیں وہ
کہربا گھستے ہیں جو ظاہر کریں ۔ کاہ ہستی کو تری وہ کھینچ لیں
کہربا اپنے کو جو پنہاں کریں ۔ تیری رغبت کو وہ وگرداں کریں
جس طرح سے مرتبہ حیوان کا ۔ قید اور مغلوب ہے انسان کا
مرتبہ انسان ہے تابع اولیا ۔ جیسے ہے حیوان مطیع انسان کا
اپنے بندہ کو کہا احمد نے یاد ۔ سلک عالم کو پڑھا قل یا عباد
عقل تیری جوں شتربان تو شتر ۔ حکم حق سے کھینچے وہ ہر جائے پر
عقل ہی کے اولیا ہیں عقل سب ۔ مثل شتروں کے ہیں تابع انکے اب
انکے اندر دیکھ از رہ اعتبار ۔ ایک رہبر اور ہیں جان سو ہزار
کیا وہ رہبر کیا شتربان ابتو لے ۔ ایسا دیدہ دیکھے جو خورشید ہی
یہ جہاں رہتا ہے ساکت رات کو ۔ منتظر خورشید کا رہتا ہے وہ
یہ تراہی شمس ذرہ میں نہاں ۔ پوست میں بیرہ کے ہے شیر ژیاں

سلہ دفع کرتے الخ۔ شعر کاملوں کی جان دفع کرنے سے جان فرعون کی گمراہی میں ہے اس جہان کے اور اس جہان کے دفع کرنے سے گمراہان دونوں جہان سے عاجز رہے یعنی کاملوں نے جو گمراہ ہوئے مثل موسی علیہ السلام معنی سے دفع کیا اور دونوں جہان نے اپنے میں آنے نہ دیا بلکہ دفع کیا ہے اس واسطے وہ گمراہ عاجز رہے ہیں تو اپنے اغماض کرنے کو اولیا سے جان لے کہ وہ تجھ سے رنجیدہ ہیں یعنی اولیا کی رنجیدگی کے سبب سے تو ان سے اغماض کرتا ہے اور وہ رنجیدہ نہ ہوتے معنی میں تجھ سے بسبب تیرے جرم کے تو ان سے ہرگز اغماض نہ کرتا پس تو اپنے میں اغماض پیدا ہونے سے جان لے کہ میرے قصور کے سبب سے وہ اولیا مجھ سے معنی میں رنجیدہ ہیں یہ گویا امتحان ہے کہ مولانا ابتلاتے ہیں پس تو جلد ان سے عفو تقصیر کرالے ورنہ تو آفت میں گرفتار ہوگا جیسے فرعون خسر الدنیا والآخرہ ہوا فافہم ۱۲ سلہ کہربا الخ۔ شعر وہ کہربا گھستے ہیں اگر ظاہر کریں کاہ ہستی کو تیری کھینچ لیویں کہربا اپنے کو جو پوشیدہ کریں تیری رغبت کو وہ روگرداں کریں یعنی انکے پاس کشش معنی ہے کہ تجھ کو کھینچ لیں مگر بسبب رنجیدگی کے انھوں نے اپنی کششوں کو کھینچ لیا ہے کہ نور ۱۲ روگرداں ہے مثال آگے بیان فرماتے ہیں جس طرح سے مرتبہ حیوان کا جو قید و مغلوب انسان کا ہے ایسے ہی مرتبہ انسان کا تابع اولیا کے ہے جیسے حیوان مطیع انسان کا ہے اپنا بندہ کہکر احمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے تمام عالم کو تو پڑھ لے قل یا عبادی یعنی کہو اے بندو میرے یعنی جیسے حیوان تابع انسان ہیں و انسان تابع اولیا ہیں ایسے ہی سب اولیا تابع جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں مثال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ عقل تیری الخ۔ شعر عقل تیری مثل شتربان اور تو مثل شتر کے ہے حکم حق سے وہ کھینچے ہے تجھ کو ہر جائے پر عقل کی عقل اولیا ہیں و عقل سب مثل شتروں کے ہیں انکے تابعدار انکے اندر دیکھ تو از راہ اعتبار کے ایک رہبر اور جانیں سو ہزار ہیں یعنی جیسے قطار اونٹوں کی کہ ایک اسمیں اول رہبر ہوتا ہے اور بعد سو ہزار قطار پر ہوتی ہیں اسیطرح جانیں اولیا کی پیرو ہیں کیا وہ رہبر کیا وہ شتربان اب تو حاصل کر ایسا دیدہ کہ جو خورشید دیکھے یہ جہان ساکت رہتا ہے رات کو اور منتظر خورشید کا رہتا ہے وہ خورشید ذرہ میں پوشیدہ ہے گویا پوست میں بزغالہ کے شیر ژیان ہے دوسری مثال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

آنیت دریائے پنہاں زیر کاہ | پا بریں کہہ مینہ با اشتباہ
اشتباہ ست و گمان اندر روں | رحمت حق ست بہر رہنموں
ہر پیمبر فرد آمد در جہاں | فرد بود و صد جہانش در نہاں
عالم کبریٰ بقدرت سحرہ کرد | کرد خود را در کہن نقشے نورد
ابلہانش فرد دیدند و ضعیف | کے ضعیف ست آنکہ باشہ شد حریف
ابلہاں گفتند مردے بیش نیست | وائے آں کو عاقبت اندیش نیست
عاقبت دیدن بود از کاہلی | دور بودن ہر نفس از جاہلی

یہ تر ادریا نہاں ہے زیر کاہ | کاہ پر مت پاؤں رکھ با اشتباہ
یہ گمان و اشتباہ باطن میں ہی | رحمت حق رہنمائی کے لیے
ہر پیمبر فرد آیا یاں پہ ہے | سو جہاں اس فرد میں پنہاں رکھے
عالم کبریٰ کو قدرت سے لیا | صورت کہنہ میں خود کو بس رکھا
جانتے ناداں ہیں عاجز فرد ہے | کب ضعیف ہے شاہ کا جو یار ہے
کہتے ہیں ناداں کہ وہ ہے اک بشر | دور بینی سے وہ خود ہیں بیخبر
دور بینی جان لو ہے کاہلی | دور رہنا ہر گھڑی ہے جاہلی

حقیر دیدن خصمان صالح علیہ السلام ناقہ را چوں حقتعالی خواہد لشکرے ہلاک گرداند در نظر ایشاں خصمان را حقیر نماید ویقللکم فی اعینہم لیقضی اللہ امراً کان مفعولاً

حقیر دیکھنا دشمنوں کا ناقہ صالح علیہ السلام کو کہ جب حقتعالی چاہتا کہ لشکر کو ہلاک کرے انکی نظر میں دشمنوں کو حقیر دکھلاتا ہے ویقللکم فی اعینہم لیقضی اللہ امراً کان مفعولاً

بشنو اکنوں قصۂ صالح رواں | بگذر از صورت طلب معنی آں
زانکہ صورت بیں نہ بیند عاقبت | عاقبت بینی بیابی عافیت

قصہ[۵۲] جاری ایک صالح کا سنو | چھوڑ و صورت اور طلب معنی کرو
کیونکہ صورت بیں نہ دیکھے عاقبت | عاقبت بینی سے حاصل عافیت

[۵۱] یہ ترا دریا الخ، شعر یہ دریا پوشیدہ ہے زیر کاہ کے تو کاہ پر پاؤں اشتباہ کے ساتھ نہ رکھ یہ اشتباہ و گمان باطن میں ہے اور رحمت حق نمائی کے لیے ہے یعنی اولیاء اللہ صورت انسان میں پوشیدہ ہیں تو ان صورتوں کو حقیر مت جان اشتباہ باقی ہے شاید اولیاء نہ ہو مگر اشتباہ باطن میں ہے یہ سب علم سے پوشیدہ ہیں اور اگر پوشیدہ نہ ہوتے اس صورت میں اگر دیدہ و دانستہ حقیر جانتے تو جاہل ہلاک ہوتا پس یہ اشتباہ رونق حق کیلیے ہے ہر پیغمبر جہان میں فرد آیا ہے اور سو جہان اس فرد میں پوشیدہ ہیں عالم کبریٰ کو قدرت سے لیا اور صورت کہنہ میں خود کو پنہاں رکھا بدیں وجہ جاہل نادان عاجز جانتے ہیں پس وہ کب عاجز ہے جو بادشاہ کا یار ہے نادان کہتے ہیں کہ وہ ایک بشر ہے دور بینی سے وہ خود بیخبر ہیں جنکے انکو حقیقت کی حقیقت دور بینی کاہلی ہے اور دور رہنا ہر دم جاہلی ہے یعنی حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کو بشر سمجھتے ہیں جو کہ چشم باطن نہیں رکھتے کیونکہ جو یار خدا کا ہوگا مثل اُن بشر عوام کے کب ہوگا چنانچہ اسکی مثال میں قصہ ناقہ صالح علیہ السلام کو حقیر دیکھنا دشمنوں کا مذکور ہے فافہم ۱۲ [۵۲] قصہ جاری الخ، شعر ایک قصہ مشہور صالح علیہ السلام کا سنو صورت کو چھوڑ دو اور معنی کو طلب کرو کیونکہ صورت بین نہ دیکھے عاقبت کو عاقبت بینی سے حاصل عافیت ہے یعنی صورت پرستی چھوڑ اور عاقبت بینی اختیار کرو کہ نجات ہو ورنہ صورت پرستی ہو جب آنکھیں کھلے چنانچہ قصہ ناقہ صالح کا

ناقۂ صالح بصورت بد شتر پے بریدندش ز جہل آں قوم مُر
از برائے آب چوں خصمش شدند آب کور و نان کور ایشاں بُدند
ناقة الله آب خورد از جوے میغ آب حق را داشتند از حق دریغ
ناقۂ صالح چو جسم صالحاں شد کمینے در ہلاک طالحاں
تا بر آں امت ز حکم مرگ درد ناقة الله وسقیاها چہ کرد
شحنۂ قہر خدا ز ایشاں بجست خوں بہائے اشترے شہرے درست
روح صالح بر مثال اشتریست نفس نکرہ مرد را چوں پے بریست
روح ہمچوں صالح و تن ناقہ است روح اندر وصل و تن در فاقہ است
روح صالح قابل آفات نیست زخم بر ناقہ بود بر ذات نیست
روح صالح قابل آزار نیست نور یزداں سغبۂ کفار نیست
حق ازاں پیوست با جسم نہاں تاش آزارند و بینند امتحاں
بیخبر کآزار ایں آزار اوست آب ایں خم متصل با آب جوست
زاں تعلق کرد با جسمش اِلٰہ تا کہ گردد جملہ عالم را پناہ
کس نیابد بر دل ایشاں ظفر بر صدف آید ضرر نے بر گہر
ناقۂ جسم ولی را بندہ باش تا شوی با روح صالح خواجہ تاش

ناقہ صالح کا تھا صورت میں شتر کونچیں اسکی جہل سے کاٹیں مگر
قوم پانی کے لیے دشمن ہوئی پانی روٹی کے ندیدے تھے سبھی
ناقة الله آب بارش کو پیے حق کا پانی حق کو وہ کب دیتے تھے
ناقہ صالح چو جسم صالحاں ہوگیا فانئ لشکر طالحاں
موت کی رہ سے اُس امت پر کیا ناقة الله وسقیاہا نے کیا
شحنۂ قہر خدا ان پر گیا شہر خون ناقہ میں ویراں کیا
روح صالح کو شتر تو جان ہے نفس کونچیں کاٹنے والے سا ہے
روح مثل صالح ناقہ جسم ہے روح واصل اور بدن ناقہ رکھے
روح صالح کو نہیں آفات ہے زخم ناقہ پر ہے اور نہ ذات پے
روح صالح کو یہ کب آزار ہے نور حق مغلوب نے کفار سے
اسلیے حق تن میں پیوستہ نہاں ہے کہ ایذا اسکو دیکھے امتحاں
بیخبر اس سے یہ ایذا اسکی ہے آب خم کا متصل ہے بحر سے
اسلیے تن سے ہے تعلق آلہ تاکہ ہوئے جملہ عالم کا پناہ
اُنکے دل پر کب کوئی پائے ظفر ہو صدف پر اور نہ گوہر پر ضرر
ناقہ جسم ولی کا ہو غلام روح صالح کیطرح تا ہو امام

لہ ناقہ صالح الخ شعر صالح علیہ السلام کا ناقہ صورت میں شتر تھا مگر اسکی کونچیں جہل سے کاٹیں قوم پانی کے لیے دشمن ہوئی روٹی پانی کے وہ ندیدے تھے ناقة الله آب بارش کو پیتا ہے حق کا پانی وہ حق کو نہ دیتے ناقہ صالح علیہ السلام کا مانند جسم صالحوں کے فانی ہوگیا مگر طالحوں نے موت کی راہ سے اس امت پر کیا کیا ناقة الله وسقیاہا نے یعنی ناقة الله نے اُن کو ہلاک کیا شحنہ قہر خدا کا اُن پر گیا خون ناقہ نے شہر ویران کیا فافہم ۱۲ **سہ** روح صالح الخ شعر تو روح مرد صالح کو شتر جان ہے نفس جہل سے کونچیں کاٹنے والے کے مانند ہے روح مثل صالح علیہ السلام کے اور ناقہ مثل جسم کے ہے روح واصل اور بدن ناقہ رکھے روح مرد صالح پر آفات نہیں ہے ذات پر نہیں ہے زخم ناقہ پر ہے ذات پر نہیں ہے روح مرد صالح کو یہ کب آزار ہے نور حق کفار سے مغلوب نہیں ہے اس لیے حق بدن میں پوشیدہ ملا ہوا ہے اور ایذا دے کر امتحان لیتا ہے اس بات سے بیخبر ہیں کہ ایذا اس کو ہے کیونکہ آب خم کا متصل ہے بحر سے باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲ **سہ** اس لیے تن سے الخ شعر اسلیے حق بدن سے تعلق رکھتا ہے تاکہ جملہ عالم کا پناہ ہو یعنی مرد صالح کے اندر ذات حق ہے تکلیف اسکو جو کوئی دیتا ہے بدتر اُسکے ہے مگر ذات حق اسکی حفاظت کرتی ہے اور اُسکے دشمن کو سزا کرتی ہے اسواسطے صوفیہ کرام دل آزاری کی ممانعت کرتے ہیں کہ ذات مقدس اس سے بدلہ لیتی ہے اور غافلوں نے بسبب غلبہ نفس کے تامل کیا جاتا ہے کیونکہ فعل فاعل کا شرکت نفس سے ہوا کرتا ہے اور فعل کامل محض فعل حق کا ہے کب کوئی اُنکے دل پر ظفر پائے صدف پر ضرر ہو گوہر پر نہیں ناقہ جسم ولی کا تو غلام ہو مانند روح صالح علیہ السلام کے تو امام ہو یعنی جبکہ اولیاے کرام کا خدا نگہبان ہے پس تو اُن کے جسم کا غلام و خادم ہو کہ تا بزرگی و برتری تجھ کو حاصل ہو **بقول استاد** ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد ✤ ہر کہ خود را دید او محروم شد ✤ آگے قصہ حضرت صالح علیہ السلام کا ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲۔

گفت صالح چونکہ کردید این حسد — بعد سہ روز از خدا نقمت رسد
بعد سہ روز دگر از جان ستان — آفتے آید کہ دارد سہ نشان
رنگ روے جملہ تان گردد دگر — رنگ رنگ مختلف اندر نظر
روز اول روے تان چون زعفران — در دوم رو سرخ ہمچون ارغوان
در سوم گردد ہمہ روہا سیاہ — بعد ازان اندر رسد قہر الٰہ
گر نشان خواہید از من زین وعید — کرہ ناقہ بسوے کہ دوید
گر توانیدش گرفتن چارہ ہست — ورنہ خود مرغ امید از دام جست
چون شنیدند این ز جملہ تنگ — در پے اشتر دویدندے چو سگ
کس نتانست اندران کرہ رسید — رفت در کہسارہا شد ناپدید
ہمچو روح پاک کو از ننگ تن — مے گریزد جانب رب المنن
گفت دیدید این قضا مبرم شدہ ست — صورت امید را گردن زدہ ست
کرہ ناقہ چہ باشد خاطرش — کہ بجا آرید ز احسان و برش
گر بجا آید دلش رستید ازان — ورنہ نومیدید و ساعد را گزان
چون شنیدند این وعید منکدر — چشم بنہادند آن را منتظر
روز اول روے خود دیدند زرد — میزدند از ناامیدی آہ سرد
سرخ شد روے ہمہ روز دوم — نوبت امید و توبہ گشت گم
شد سیہ روز سوم روے ہمہ — حکم صالح راست شد بے ملحمہ

بولا[۱] صالح جو حسد تم نے کیا — تیسرے دن آئیگا قہر خدا
تیسرے دن پھر یہ ہو حق سے عیاں — ایک آتش کہ رکھے وہ سہ نشاں
رنگ دیگر گوں تمھارے ہوویں تب — مختلف وہ رنگ ہوں نظروں میں سب
روز اول وہ ہو مثل زعفراں — روز دوم سرخ ہو جوں ارغواں
تیسرے دن ہووے منھ سبکا سیاہ — بعد اسکے پہونچے بس قہر الٰہ
اس وعید حق کا گر چاہو نشاں — بچہ ناقہ ہو سوے کُہ دواں
تم اگر پکڑو اُسے تو ہے دوا — ورنہ مرغ امید کا تم سے اڑا
جو سنا تو سب براہ جستجو — اونٹ کے پیچھے گئے جوں سگ کے دو
کوئی اُس بچہ تلک نہ جا سکا — بھاگا وہ اور کوہ میں غائب ہوا
مثل روح خوش کہ تن سے تنگ ہو — بھاگتی ہے جانب اللہ وہ
بولے دیکھا اب قضا مبرم ہوئی — صورت امید ہاتھوں سے گئی
بچہ[۲] ناقہ ہے کیا کیا اُن کا دل — خوش کرو احسان سے اے یا بگل
گر ہوا دل اُنکا خوش تو تم چھٹے — ورنہ کاٹو ہاتھ پھر تم یاس سے
وہ وعید حق انھوں نے جب سنا — چشم براہ منتظر ہر اک ہوا
روز اول اپنا دیکھا منھ زرد — ناامیدی سے تھے کرتے آہ سرد
دوسرے دن سرخ رو اُس کا ہوا — مرتبہ امید و توبہ کا گما
تیسرے دن تو سیہ سب کا بنا — حکم صالح بے تامل سچ ہوا

---

[۱] بولا صالح الخ، شعر صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ جو حسد کیا تم نے تیسرے دن تم پر قہر خدا آئے گا تیسرے دن یہ حق سے ظاہر ہوا ایک آتش ہے کہ وہ تین نشان رکھے تمھارے رنگ دگرگوں ہوویں اور وہ رنگ مختلف ہوں نظروں میں روز اول تمھارا منھ مثل زعفران ہو روز دوم سرخ روز تیسرے روز سب کا روسیاہ ہو بعدہ قہر خدا نازل ہو اگر تم اس وعید حق کا نام نشان چاہتے ہو کہ بچہ ناقہ کا طرف کوہ کے گیا اگر تم اس کو پکڑو تو علاج ہو ورنہ مرغ امید کا تم سے اڑا یعنی امید پھر منقطع ہے جو سنا تو سب ڈھونڈھنے کو اس اونٹ کے پیچھے مثل سگ کے دوڑے کوئی اس بچہ تک نہ جا سکا اور وہ بھاگا اور پہاڑ میں پوشیدہ و غائب ہوا آگے مثال ہے روح پاک کہ تن سے تنگ ہو کر بھاگتی ہے جانب اللہ کے صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے دیکھا کہ قضا میری مبرم ہوئی اور امید کی صورت ہاتھ سے گئی واضح ہو کہ تیر قضا جب تک نشانہ پر نہیں پہونچتا ہے علاج پذیر ہے اور وہ قضائے معلق ہے اور جب کہ نشانہ پر پہونچا قضائے مبرم ہے پھر علاج پذیر نہیں جیسے ہوا چراغ پر آئی قبل ہوا آنے کے اگر ہاتھ سے آڑ کی چراغ بچا جب کہ ہوا چراغ کو پہونچ گئی پھر ہاتھ کی آڑ اس کو کچھ نفع نہیں دیتی حقایق اس کے آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [۲] بچہ ناقہ الخ، شعر بچہ ناقہ کیا ہے اولیا کا دل ہے تم احسان سے اس کو خوش کرو اگر دل اُن کا خوش ہوا تو تم بچے ورنہ ہاتھ کاٹو ناامیدی سے اپنا جب کہ اُنھوں نے وہ وعید حق سنا تو ہر ایک منتظر چشم براہ ہوا روز اول اپنا رو زرد دیکھا ناامیدی سے آہ سرد کرتے تھے دوسرے دن سرخ رو اُن کا ہوا مرتبہ امید و توبہ کا گیا تیسرے دن رو سیاہ اُن کا ہوا حکم صالح علیہ السلام بے تامل سچ ہوا باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲

چوں ہمہ از ناامیدی سر زدند — ہمچو اشتر در دو زانو آمدند
در نبی آورد جبریل امیں — شرح ایں زانو زداں را جاثمیں
زانو آں دم زن کہ تعلیمت کنند — ور چنیں زانو زدن بیمت کنند
منتظر گشتند زخم قہر را — قہر آمد نیست کرد آں شہر را
صالح از خلوت بسوئے شہر رفت — شہر دید اندر میان دود و تفت
نالہ از اجزائے ایشاں می شنید — نوحہ پیدا نوحہ گویاں ناپدید
گریہ چوں از حد گذشت ہائے ہائے — گریہ ہائے جانفزائے دلربائے
ز استخوانہا شاں شنید او نالہا — اشک خوں از جانشاں چوں ژالہا
صالح آں بشنید گریہ ساز کرد — نوحہ بر نوحہ گراں آغاز کرد
گفت اے قوم بباطل زیستہ — وز شما من پیش حق بگریستہ
حق بگفتہ صبر کن بر جورشاں — پندشاں دہ بس نماند از دورشاں
من بگفتہ پند شد بند از جفا — شیر پند از مہر جوشد وز صفا
بسکہ گردید از جفا بر جائے من — شیر پند افسردہ در رگہائے من
حق مرا گفتہ ترا لطفے دہم — بر سر آں زخمہا مرہم نہم
صاف کردہ حق دلم را چوں سما — روفتہ از خاطرم جور و جفا

ناامیدی[1] سے وہ سب عاجز ہوئے — اونٹ کی مانند دو زانو ہوئے
لائے آیہ میں یہ جبریل امیں — شرح دو زانو کی جا پر جاثمیں
کر تو زانو طے بدم تعلیم کے — نے کہ ڈر کے وقت زانو طے کرے
منتظر[2] تھا جو ہر اک اس قہر کا — قہر آیا شہر کو ویراں کیا
بس گئے خلوت سے صالح شہر کو — غرق دیکھا اک دھوئیں میں شہر وہ
انکے اجزا اُنسے نالے سنتے تھے — گریہ تھا نے گریہ والے دکھتے تھے
حد سے گزرا ہو کہ رونا ہائے ہائے — اور رونا جانفزائے دلربائے
ہڈیوں[3] سے انکی بس نالے سنے — اشک خوں جانوں سے جوں اولے پڑے
وہ سنا صالح نے اور گریہ کیا — نوحہ کرنیوالوں پہ نوحہ کیا
بولے تم اے لوگ باطل میں جیے — پیش حق رویا تمھارے واسطے
صبر[4] کر تو ظلم پر حق نے کہا — اور نصیحت کر نہ دور انکا رہا
عرض کی کہ ظلم سے ہوئی پند بند — جوش رکھتا مہر سے ہی شیر پند
میری جا پر جو پھرے وہ از جفا — رگ میں شیر پند میری جم گیا
بولا حق لطف و کرم تجھپر کروں — زخم پر مرہم کو تیرے میں رکھوں
صاف دل حق نے کیا مثل سما — ظلم کو دل سے کیا میرے صفا

ف۱ ناامیدی الخ یعنی شعر ناامیدی سے وہ سب عاجز ہوئے اونٹ کے مانند دو زانو ہوئے لائے اس آیہ میں جبریل امین یعنی شرح دو زانو کی جگہ پر جاثمین لائے ہیں یعنی سر زانو پر رکھنا پس تو کر زانو طے وقت تعلیم کے نہ کہ ڈر کے وقت تو زانو طے کرے واضح ہو کہ تعلیم مولانا خوشی مرشد میں ارشاد فرماتے ہیں اس قصہ امت صالح علیہ السلام میں کہ مرشد جبتک خوش ہو تو مریدوں کو چاہیے کہ جلد مرشد کو راضی کریں اور جبکہ غضب الٰہی میں وہ گرفتار ہوئے اور روسیاہ ہیے پھر بچنا اُن کا محال ہے آخر کار خسر الدنیا والآخرہ ہوں عیاذاً باللہ دوسرے تعلیم فرماتے ہیں کہ حضوری مرشد میں بصورت مغموم زانو پر سر رکھکر نہ چاہیے بیٹھنا کہ یہ اہل غضب کی وضع ہے کہ حق تعالے نے مقہوروں کے لیے جاثمین فرمایا ہے بلکہ کسی وقت نہ بیٹھنا چاہیے کہ فال بد ہے چنانچہ آگے قصہ بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ف۲ منتظر تھا الخ یعنی شعر جو کہ ہر ایک منتظر تھا اس قہر کا پس قہر آیا اور شہر ویران کیا بعدہ صالح علیہ السلام خلوت سے شہر کو گئے تو دھوئیں میں غرق دیکھا شہر کو اُن کے اجزا اُن سے نالہ سنتے تھے گریہ تھا اور گریہ والے نہیں دکھتے تھے جبکہ حد سے گزرا رونا ہائے ہائے اور رونا جانفزائے دلربائے باقی قصہ آگے ہے فافہم ۱۲ ف۳ ہڈیوں سے الخ یعنی شعر انکی ہڈیوں سے نالے سنے و اشک خونی انکی جانوں سے مثل اولوں کے برسے وہ حال صالح علیہ السلام نے سنا اور گریہ کیا نوحہ کرنے والوں پر نوحہ کیا اور کہا کہ اے نوحہ گرو تم نے باطل میں عمر گذاری اور میں پیش حق تمہارے واسطے رویا باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲ ف۴ صبر کر تو الخ یعنی شعر حق نے کہا کہ تو صبر کر ظلم پر اور نصیحت کر کہ اب دور اُن کا نہیں رہا میں نے عرض کی کہ ظلم سے پند میری بند ہوئی کیونکہ جوش رکھتا ہے محبت سے شیر ماں کے پیدا ہوتا ہے اسی طرح پند بھی محبت سے پیدا ہوئی اور وہ پند اثر کرتی ہے اور جو پند حد سے گذرتا ہے وہ بے اثر ہے میری جگہ پر وہ از راہ ظلم کے پھرے ہیں رگوں میں میرے شیر پند جم گیا ہے حق نے فرمایا کہ لطف و کرم تجھ پر کروں اور زخم پر مرہم تیرے رکھوں پس حق نے صاف دل میرا کیا مثل آسمان کے اس ظلم کو دل سے میرے صاف کردیا یعنی صالح علیہ السلام یہ تقریر مقہوروں سے بیان فرماتے تھے اس کا حال آگے ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲

ع۵ سرزانو پر رکھنا ۱۲

در نصیحت من شده بار دگر — گفته امثال و سخنها چون شکر
شیر تازه از شکر انگیخته — شیر و شهدے با شکر آمیخته
در شما چون زهر گشته آن سخن — زانکه زهرستان بدید از بیخ و بن
چون شوم غمگیں کہ غم شد سرنگوں — غم شما بودید اے قوم حروں
ہیچکس بر مرگ غم نوحہ کند — ریش سر چوں شد کسے مو بر کند
رو بخود کرد و بگفت اے نوحہ گر — نوحہ ات امی نیرزند ایں نفر
کژ مخواں اے راست خوانندہ مبیں — کیف آسیٰ خلف قوم کافریں
باز اندر چشم دل و گریہ یافت — رحمتے بے علتے بروے بتافت
قطرہ می بارید و حیراں گشتہ بود — قطرۂ بے علتے از دریاے جود
عقل می گفتش کہ ایں گریہ ز چیست — بر چناں افسوسیاں شاید گریست
بر چہ می گریی بگو بر فعل شاں — بر سپاہ کینہ و بر نعل شاں
بر دل تاریک پر زنگار شاں — بر زبان زہر ہمچوں مار شاں
بر دم و دندان سگ سارانہ شاں — بر دہان و چشم کژدم خانہ شاں
بر ستیز و تسخر و افسوس شاں — شکر کن چوں کرد حق محبوس شاں
دستشاں کژ پاے شاں کژ چشم کژ — مہر شاں کژ صلح شاں کژ خشم کژ
از پے تقلید و از آیات نقل — پا نہادہ بر جمال پیر عقل
پیر خر نے جملہ گشتہ پیر خر — از زبان و چشم و گوش ہمد گر
از بہشت آورد یزداں بندگاں — تا نماید شان سقر پروردگاں

اور نصیحت میں نے کی بار دگر — اور مثالیں بس کہیں مثل شکر
شیر تازہ میں شکر کو ڈال کر — باتیں کیں جوں شہد و شیر با شکر
زہر وہ تم میں ہوا میرا سخن — کیونکہ زہرستاں تھے تم با بیخ و بن
ہوؤں کیوں غمگیں ہوا غم سرنگوں — غم مرا تو تم تھے اے قوم حروں
غم کے مرنے پر کوئی روتا ہے کب — کون اکھیڑے بال خم اچھا ہو جب
دل سے اپنے خود کہا اے نوحہ گر — قابل نوحہ ترے کب یہ بشر
کج نہ پڑھ اے است خوانندہ ہیں — کیف آسیٰ خلف قوم کافریں
چشم باطن انکی بس گریاں ہوئی — رحمت بیواسطہ باراں ہوئی
بوندیں برسیں اور حیراں وہ ہوئے — بحر بخشش قطرہ زن ہے کس لیے
عقل نے ان سے کہا یہ گریہ کیوں — اور ایسے ظالموں پر رونا کیوں
کس لیے رونا کہو فعل انکے پر — اور سپاہ جہل و کینہ انکے پر
اور دل تاریک زنگار انکے پر — اور زبان زہر جوں مار انکے پر
اور دم دنداں سگ ساں انکے پر — مثل کژدم خانہ چشماں انکے پر
جنگ اور ظلم اور تمسخر انکے پر — حق نے جو پہچانسا ہے انکو شکر کر
انکے پا کج ہاتھ کج اور چشم کج — مہر کج اور صلح کج اور خشم کج
اور روایت نقلی و تقلید سے — پا انھوں نے رکھا پیر عقل پے
پیر کو لیتے نہیں ہیں یہ پیر خر — آنکھ اور کان و زباں سے ہمد گر
لایا بس جنت سے یزداں بندگاں — تا کہ وہ دیکھیں سقر پروردگاں

۵ اور نصیحت الخ۔ اشعار اور میں نے پھر نصیحت انکو کی اور مثالیں بس کہیں مثل شکر کے شیر تازہ میں شکر ڈال کر باتیں کہیں مثل شہد و شیر با شکر کے وہ زہر تم میں ہوا میرا سخن کیونکہ تم زہرستان تھے جڑ پیر سے اب میں کیوں غمگین ہوں کہ غم سرنگوں ہوا غم میرا تم تھے اے قوم واژگوں غم کے مرنے پر کب کوئی روتا ہے کون بال اکھیڑے جو زخم اچھا ہوا ہے حضرت صالح علیہ السلام نے اپنے دل سے کہا اے نوحہ گر تیرے قابل نوحے یہ کب ہیں کج مت پڑھ اے راست پڑھنے والے دیکھ آیۂ کریمہ کیف آسیٰ علی قوم کافرین یعنی کیونکر حسرت کروں اوپر قوم کافروں کے چشم باطن انکی بس گریہ ہوئی اور رحمت بیواسطہ باران ہوئی بوندیں برسیں اور وہ حیران ہوئے کہ بحر بخشش ٹپکتا ہے کس لیے عقل نے ان سے کہا یہ گریہ کیوں اور ایسے ظالموں پر رونا کیوں تم کہو کس لیے رونا ان کے فعل پر اور ان کی سپاہ جہل پر اور سیاہ دل پر زنگار ان کے پر اور زبان جوں زہر مار ان کی پر اور دم و دندان سگ ساں ان کے پر اور خانہ چشمان مثل کژدم نہ ان کے پر جنگ و ظلم اور تمسخر ان کے پر حق نے جو پھانسا ان کو ہے شکر کر کہ وہ اپنے شامت اعمال میں گرفتار ہیں انکے پاؤں کج و ہاتھ کج و چشم کج مہر کج و صلح کج و چشم کج اور روایت نقلی و تقلیدی سے انھوں نے پا رکھا پیر عقل پر پیر کو نہیں حاصل کرتے ہیں پیر خر آنکھ و کان و زبان سے ہمد گر حق لایا جنت سے بندوں کو کہ تا وہ دیکھیں دوزخ پروردگان کو یعنی جو لوگ کہ پیر کامل کو نہیں حاصل کرتے ہیں اس کے ہر اعضا میں کجی پڑی ہے اس واسطے حق تعالےٰ نے ارواح کو جنت سے باہر کیا اور دنیا میں لایا کہ تا دوزخ پروردگان کے بیچ کہ شقی سعید میں فرق ہو چنانچہ اس فرق کا قصہ آگے لکھتے ہیں فافہم ۱۲

تفسیر آیۂ کریمہ مرج البحرین یلتقیان بینہما برزخ لایبغیان

اہل نار و نور را بیں ہمدکان   درمیان شان برزخ لایبغیان
اہل نار و اہل نور آمیختہ   درمیان شان کوہ قاف انگیختہ
اہل نار و نور باہم درمیان   درمیان شان بحر ژرفی بیکران
ہمچو در کان خاک و زر کرد اختلاط   درمیان شان صد بیابان و رباط
ہمچنانکہ عقد دُر و در وے شبہ   مختلط چون میہمان یک شبہ
صالح و طالح بصورت مشتبہ   دیدہ بکشا بو کہ گردی منتبہ
بحر را نیمیش شیریں چون شکر   طعم شیرین رنگ روشن چون قمر
نیم دیگر تلخ ہمچون زہر مار   طعم تلخ و رنگ مظلم قیر دار
ہر دو برہم میزنند از تحت و اوج   بر مثال آب دریا موج موج
صورت برہم زدن از چشم تنگ   اختلاط جانہا در صلح و جنگ

تفسیر آیۂ کریمہ مرج البحرین یلتقیان بینہما برزخ لایبغیان

ف اہل نار و نور کو دیکھ ہمدکان   ع اُنکے اندر برزخ لایبغیان
اہل نار و نور باہم ہیں ملے   کوہ قاف اک درمیاں اُنکے ہے
اہل نار و نور باہم درمیاں   درمیان اُنکے ہے بحر بیکراں
مثل خاک و زر ملے ہیں کانمیں   سیکڑوں اندر بیاباں اُنکے ہیں
مثل گوہر یوت لڑیوں میں ملے   مثل مہمان ایک شب کے وہ رہے
صالح و طالح دکھے ہمشکل ہی   کھول آنکھ اور ہو تو آگہ راز سے
ص بحر کہ ہے نصف شیریں جیسے شکر   ذوق شیرین رنگ روشن مثل قمر
نصف باقی تلخ مثل زہر مار   ذوق تلخ اور رنگ تیرہ جوں غبار
دونوں باہم موجزن ہیں یکساں   بس مثال آب دریا ہیں رواں
صورت آمیزش ہیں چشم تنگ سے   اختلاط جاں ہی صلح و جنگ سے

ف اہل نار الخ یعنی شعر اہل نار و نور کو تو ہمدکان دیکھ اور اُن کے اندر برزخ لایبغیان یعنی پردہ ہے کہ نہیں ملنے دیتا ہے آپس میں یعنی دکان وجود میں کہ جو پر گوہر ہے اس میں دو دریا نار و نور کے جاری ہیں اور اُن کے اندر ایک پردہ ہے کہ وہ باہم ملنے نہیں دیتا ہے آگے اس کا بیان ہے اہل نار و نور باہم ملے ہوئے ہیں اور ایک کوہ قاف اُن کے درمیان ہے اہل نار و نور باہم شریک ہیں اور درمیان اُن کے ایک بڑا دریا ہے اور وہ دونوں مثل خاک و زر کے کان میں ملے ہیں مثل گوہر یوت کے ایک لڑی میں ہیں وہ مثل میہمان ایک شب کے رہتے ہیں یعنی یہ دنیا ایک شب ہے اور اہل دنیا مثل میہمان ایک شب کے اُس میں رہتے ہیں کہ پھر علیحدہ علیحدہ ہو جاویں گے پس مرد صالح و طالح ہمشکل دکھائی دیتے ہیں تو آنکھیں کھول اور اس راز سے آگاہ ہو کہ یہ راز تجھپر کھلے باقی حال اس کا آگے کھلے گا فافہم ۱۲ ص بحر کہ ہے الخ یہ شعر وہ دریا کہ نصف شیریں مانند شکر کے ذوق اُس کا شیریں و رنگ مثل قمر کے اور روشن اور نصف باقی تلخ ہے زہر مار کے مانند اور ذوق اُس کا تلخ و سیاہ رنگ مثل غبار کے دونوں باہم موجزن ہیں ایک ساں اور مثل آب دریا کے رواں ہیں صورت میں کہ آمیزش ہے مثل چشم تنگ کے اور اختلاط جان کے ہے صلح و جنگ سے یعنی صورت میں بسبب تنگی چشم کے باہم آمیزش رکھتے ہیں کہ صالح و طالح پہچانے نہیں جاتے ہیں مگر جان صالح کی مختلط جنگ سے یعنی صلح و جنگ جان میں بے صورت سے باہم ملے ہوئے ہیں چنانچہ صلح و جنگ کا حال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲۔

ع یعنی پیدا کیے اللہ تعالے نے دو دریا ایک تلخ دوسرا شیریں اور درمیان دونوں کے ایک مانع ہے کہ تا ایک دوسرے پر غالب نہ ہو ۱۲۔

غ پردہ ہے کہ نہیں ملنے دیتا ہے آپس میں ۱۲۔

موجہائے صلح برہم میزنند — کینہ ہا از سینہ ہا بر می کنند
موجہائے جنگ بر شکل دگر — مہرہا را میکند زیر و زبر
مہر تلخاں را بشیریں می کشد — زانکہ اصل مہرہا باشد رشد
قہر شیریں را بتلخی می برد — تلخ با شیریں کجا اندر خورد
تلخ و شیریں زیں نظر ناید پدید — از دریچہ عاقبت دانند دید
چشم آخر بیں تواند دید راست — چشم اول بیں غرورست و خطاست
اے بسا شیریں کہ چوں شکر بود — لیک زہر اندر شکر مضمر بود
آنکہ زیرک تر بود بشناسدش — چونکہ بیدار نہ ور شان اندر کشمکش
واں دگر بشناسدش چوں بو کند — واں دگر چوں بر لب و دندان زند
واں دگر در پیش روے پے برد — واں دگر چوں دست بنہد گرد رد
پس لبش رد ش کند پیش از گلو — گرچہ نعرہ می زند شیطاں کلوا
واں دگر را در گلو پیدا گشت رد — واں دگر را در بدن سوزش کند
واں دگر را در حدث سوزش دہد — خرج آں از خجل آموزش دہد
واں دگر را بعد ایام و شہور — واں دگر را بعد مرگ اندر قبور
ور دہندش مہلت اندر قعر گور — لابد آں پیدا شود یوم النشور
ہر نبات و شکرے را در جہاں — مہلتے پیدا است از دور زماں

صلح کی موجیں چلیں پیہم سدا — کرتی ہیں سینہ سے کینہ کو جدا
جنگ کی ہے موج اور ہی شکل پر — کرتی ہیں اخلاص کو زیر و زبر
مہر کھینچے تلخ کو شیریں کی سو — کیونکہ شیریں مہر کی ہے اصل جو
قہر کھینچے شیریں جانب تلخ کے — تلخ با شیریں کہاں کھاتا شیریں
تلخ و شیریں اس نظر سے کب دکھے — چشم دل سے اپنے اسکو دیکھ لے
چشم آخر میں تو دیکھے راست کو — چشم اول بیں غرور و ظلم جو
اے بہت شیریں ہے مانند شکر — زہر اندر اس شکر کے ہے مگر
جو بڑا عاقل ہو پہچانے اسے — کشمکش میں ہو جو دیکھے دور سے
بعض پہچانے ہے اسکو سونگھ کر — بعض پہچانے ہے اسکو چاٹ کر
بعض پہچانے ہے اسکو سامنے — بعض چھو کر پھینکدیتے ہیں اسے
بعض چکھ کر پھینک دیتے ہیں اسے — گرچہ کھانیکو کہے شیطان ہے
بعض کو ظاہر گلے میں جاکے ہو — بعض کو پیدا نہیں کچھ بھی وہ
بعض کی اسہال میں سوزش کرے — جانا اسکا آگہی آجیسے نے
بعض کو برسوں میں ہو جاکر خبر — بعض کو ہو گور کے اندر خبر
گر اُسے دیجائے مہلت قبر میں — ہو ضرور آخر وہ پیدا حشر میں
شکر اور مصری کو ہے اندر جہاں — ایک مہلت بین مانند سے عیاں

۵۱ صلح کی موجیں الخ ۲ شعر صلح کی موجیں پے درپے چلتی ہیں اور کینہ کو سینہ سے جدا و دفع کرتی ہیں اور جنگ کی موجیں اور ہی شکل پر ہیں کہ اخلاص کو زیر و زبر کرتی ہیں محبت کھینچتی ہے تلخ کو شیریں کی جانب کیونکہ شیریں محبت کی اصل ہے اور اثر قہر کھینچتا ہے شیریں کو تلخ کی جانب تلخ کو شیریں کے ساتھ کھاتے ہیں تلخ و شیریں کو اس نظر سے کب دیکھتے ہیں تو اپنی چشم دل سے اُسکو دیکھ لے چشم دل ہیں تو دیکھتی ہے غرور و ظلم کو یعنی یہ دریا شیریں و تلخ چشم سر سے نہیں دکھائی دیتے ہیں تو چشم دل سے دیکھ کہ تجھ کو معلوم ہوں چشم اول بیں چشم سر ہے اور چشم آخر بیں چشم دل ہے بس چشم سر سے غرور و نخوت دکھائی دیتی ہے چنانچہ حال شناخت کا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۵۲ اے بہت شیریں الخ ۵ شعر اے بہت شیریں میں مانند شکر کے مگر زہر اندر اس شکر کے ہے جو بڑا عاقل ہووے وہ پہچانے اُسے جو دور سے دیکھے کشمکش میں ہووے بعض اُس کو پہچانیں سونگھ کر اور بعضے پہچانیں اُسے چاٹ کر بعضے اُسے سونگھتے ہیں سامنے سے بعضے اُسے چھو کر پھینک دیتے ہیں بعضے اُسے چکھ کر پھینکدیتے ہیں اگرچہ کھانے کو اُسے شیطان کہتا ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۵۳ بعض کو ظاہر الخ ۴ شعر بعض کو ظاہر گلے میں جاکر ہوتا ہے بعض کو اسہال سوزش کرتا ہے اس کا جانا آگہی آنے سے دیتا ہے بعضے کو برسوں میں جاکر خبر ہو اگر اس کو قبر میں مہلت دی جائے پس ضرور وہ حشر میں پیدا ہو یعنی بہت اعمال ہیں کہ بظاہر بہتر معلوم ہوتے ہیں مگر اُن میں ریا پوشیدہ ہے کہ اثر اس کا کسی کو کبھی اور کسی کو کبھی معلوم ہوتا ہے آگے اس کی تشریح ہے فافہم ۱۲ ۵۴ شکر اور الخ ایک شعر شکر اور مصری کو جہان میں ایک مہلت ہے زمانہ سے ظاہر ہے جیسے اول شیریں معلوم ہوتی ہے اسکی تاثیر کو ایک مہلت ہے کہ وہ اثر دکھاتی ہے اسی طرح ریاکاری ایک مہلت کے بعد اثر پیدا کریگی آگے دوسری مثال ہے فافہم ۱۲

سالہا باید کہ تا از آفتاب	لعل یابد رنگ رخشانی و تاب	جاہیئے برسوں کہ بس خورشید سے	لعل پائے روشنی اور رنگ ہے
پنج سال و ہفت باید تا درخت	یابد از میوہ سانی فرد بخت	چند سال اب چاہیئے تا کہ درخت	میوہ دینے سے وہ پاوے فرو بخت
بار ترہ در دو ماہ اندر رسد	یا زنا سالے گل احمر رسد	دو مہینے میں تو ترکاری پھلے	اور گلاب اک سال میں جا کر کھلے
بہر این فرمود حق عز و جل	سورۃ الانعام در ذکر اجل	اسلیے فرمائے حق عز و جل	سورۂ انعام میں ذکر اجل
این شنیدی مو بمویت گوش باد	آب حیوان ست خوردی نوش باد	کان رکھ تو نے سنا اسبات کو	آب حیواں کھایا تجھکو ہضم ہو
آب حیوان خوان مخوان این را سخن	جان نو بین در تن حرف کہن	آب حیواں کہہ نہ کہہ اسکو سخن	دیکھ جان اندر تن حرف کہن
نکتۂ دیگر تو بشنو اے رفیق	ہمچو جان او سخت پیدا و دقیق	ایک نکتہ اور سن لے اے رفیق	جان کے مانند باریک اور دقیق
در مقامے ہست ہم زہر و مار	از تصاریف خداے خوشگوار	ایک جا بھی تو ہوا ہے زہر مار	ایک جا حکم خدا سے خوشگوار
در مقامے زہر و در جاے دوا	در مقامے کفر و در جاے روا	ایک جا ہی زہر و اک جا ہی دوا	ایک جا ہی کفر و اک جا ہی روا
در مقامے خار و در جاے چو گل	در مقامے سرکہ در جاے چو مل	ایک جا ہی خار و اک جا مثل گل	ایک جا ہی سرکہ اک جا مثل مل
در مقامے خوف و در جاے رجا	در مقامے بخل و در جاے سخا	ایک جا ہی خوف و اک جا ہی رجا	ایک جا ہی بخل و اک جا ہی سخا
در مقامے فقر و در جاے غنا	در مقامے قہر و در جاے رضا	ایک جا ہی فقر و اک جا ہی غنا	ایک جا ہی قہر و اک جا ہی رضا
در مقامے جور و در جاے وفا	در مقامے منع و در جاے عطا	ایک جا ہی جور و اک جا ہی وفا	ایک جا ہی منع اک جا ہے عطا
در مقامے درد و در جاے صفا	در مقامے خاک و در جاے گیا	ایک جا ہی درد و اک جا ہی صفا	ایک جا ہی خاک و اک جا ہی گیا
در مقامے عیب و در جاے ہنر	در مقامے سنگ و در جاے گہر	ایک جا ہی عیب و اک جا ہی ہنر	ایک جا ہی سنگ و اک جا ہی گہر
در مقامے حنظل و در جاے شکر	در مقامے خشکی و جاے مطر	ایک جا حنظل ہی اک جا ہی شکر	ایک جا ہی خشکی اور اک جا ہی تر
در مقامے ظلم و جاے محض عدل	در مقامے جہل و جاے عین عقل	ایک جا ہی ظلم و اک جا محض عدل	ایک جا ہی جہل و اک جا عین عقل

ف ۵ جاہیے برسوں الخ شعر برسوں چاہیے کہ خورشید سے لعل روشنی و رنگ پائے چند سال چاہییں کہ تا درخت میوہ دینے سے بختاور ہوں دو مہینے میں ترکاری پھلتی ہے اور گلاب ایک سال میں پھولتا ہے اس لیے حق تعالے فرماتا ہے سورۂ انعام میں ذکر اجل کا بموجب آیۂ کریمہ هو الذی خلقکم من طین ثم قضی اجلا و اجل مسمی عنده یعنی اللہ وہ ہے کہ پیدا کیا تم کو گل سے وبعدہ ایک وقت مقرر کیا کہ موت آئے گی اسی طرح ہر چیز کے واسطے ایک مدت مقرر کی ہے کان رکھ جو تو نے سنا اس بات کو آب حیوان تو نے کھایا تم کو ہضم ہوا اس کو آب حیوان کہہ نہ کہہ سخن دیکھ جان اندر حرف کہن کے یعنی اندر جان کے یہ نصیحت جو میں نے کہی ہے یہ آب حیوان ہے کہ حیات جاودانی اس سے حاصل ہوتی ہے اس کا دوسرا راز آگے ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ف ۵ ایک نکتہ الخ شعر اے رفیق ایک نکتہ اور سن لے کہ جان کے مانند وہ باریک اور دقیق ہے ایک جا تو یہ زہر مار ہوا ہے اور ایک جگہ حکم خدا سے شیریں و خوشگوار ہوا ہے ایک جا زہر اور ایک جا دوا ہے ایک جا کفر اور ایک جا روا ہے ایک جا خار اور ایک جا مثل گل ہے ایک جا سرکہ ایک جگہ مثل شراب ہے آگے اس کا نتیجہ ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ف ۵ ایک جا ہے خوف الخ شعر ایک جا خوف اور ایک جا رجا ہے ایک جا بخل اور ایک جا سخا ہے ایک جا فقر اور ایک جا غنا ہے ایک جا قہر اور ایک جا رضائے خدا ہے ایک جا جور اور ایک جا وفا ہے ایک جا منع اور ایک جا عطا ہے ایک جا درد ایک جا صفا ہے ایک جا خاک ہے ایک جا گیاہ ہے ایکجا عیب ایک جا ہنر ہے ایک جا سنگ و ایک جا گوہر ہے ایک جا حنظل و ایکجا شکر ہے ایکجا خشکی و ایکجا تری ہے ایک جا ظلم و ایکجا عدل ہے ایکجا جہل و ایک جا عقل ہے فافہم ۱۲

گرچہ اینجا او گزند جاں بود ¹ ... چوں بدانجا در رسد درماں بود
آب در غورہ ترش باشد ولیک ... چوں بانگوری رسد شیریں و نیک
باز در خم او شود تلخ و حرام ... در مقام سرکگی نعم الادام
انچنیں باشد تفاوت در امور ... مرد کامل ایں شناسد در ظہور
گر ولی زہر خورد نوشے شود ... در خورد طالب تبہ ہوشے شود

اس جگہ گرچہ گزند جان ہے ... اُس جگہ جو پہونچا تو درمان ہے
خام انگوروں میں پانی ہے ترش ... پختہ انگور، وہیں پہونچے ہو وے خوش
جو ہو وہ خم میں تو تلخ ہو اور حرام ... سرکہ پن کے درجہ میں نعم الادام
اس طرح سے ہے تفاوت کام میں ... مرد کامل جانے یہ آنام میں
زہر کھائے گر ولی تو نوش ہو ... کھائے گر طالب تو تیرہ ہوش ہو

در بیان آنکہ آنچہ ولی کامل کند مریداں را نشاید گستاخی کردن وہماں فعل کردن کہ حلوا طبیب را زیاں ندارد و مریض را زیاں دارد و سرما و برف انگور رسیدہ را زیاں نہ دارد اما غورہ را زیاں دارد کہ در راہ است و نارسیدہ لیغفر لک اللہ ²

بیان اس بات میں کہ جو کچھ ولی کامل کرے مرید کو نہ چاہیے اعتراض کرنا اور وہی کام کرنا چاہیے جیسے کہ حلوا طبیب کو نقصان نہیں کرتا ہے بیمار کو نقصان کرتا ہے اور سردی و برف انگور پختہ کو خلل نہیں کرتی ہے خام کو خراب کرتی ہے کہ وہ راہ میں ہے اور انجام کو نہیں پہونچا ہے لیغفر لک اللہ

۱ اس جگہ الخ ۵ شعر اس جگہ پر اگرچہ گزند جان ہے اُس جگہ جو پہونچا تو درمان ہے انگور خام میں آب ترش ہے جبکہ انگور پختہ میں پہونچے تو شیریں و خوشگوار ہے جب وہ خم میں ہے تو تلخ و حرام جبکہ سرکہ کے درجہ میں پہونچے تو بہتر و خوشگوار ہے بموجب حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نعم الادام الخل یعنے بہتر سالن سرکہ ہے اس طرح تفاوت کام میں ہے مرد کامل یہ عالم میں جانتا ہے اگر ولی زہر کھائے نوش ہو و اگر طالب کھائے ہوش تیرہ ہو یعنی یہ دریا سے معنی کہ عالم میں جاری ہے ایک جا نفع دیتا ہے اور ایک جا ضرر پس طالب کو چاہیے کہ فعل مرشد کا دیکھا دیکھی بغیر اجازت نہ کرے اس کو دریا کہتے ہیں کہ وہ لیاقت مرشد کی تو رکھتا نہیں ہے اور وہ فعل اختیار کرتا ہے پس وہ اُس کے حق میں زہر ہو جاتا ہے کیونکہ شیخ جو کام کرتا ہے وہ بے حکم خدا نہیں کرتا ہے اور اس کام کی حکمت وہ جانتا ہے چنانچہ آگے مثال میں مولانا ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۲ لیغفر لک الخ مولانا بیان میں اس کے کہ جو پیر کامل کرے مرید کو وہ فعل نہ کرنا چاہیے اس آیہ کریمہ کو ارشاد فرماتے ہیں لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر صدق اللہ یعنی بخشے اللہ تعالے واسطے محمد صلعم کے جو اول گناہ تمھارے سے ہے اور وہ جو کہ آخر ہے آگے قصہ سلیمان علیہ السلام کا بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

ما تقدم من ذنبک وما تاخر صدق اللّٰہ

ما تقدم من ذنبک وما تاخر صدق اللّٰہ

رب هب لی از سلیماں آمدہ است | کہ مدہ غیر مرا ایں ملک و دست
تو مکن بر غیر من ایں لطف و جود | ایں حسد را ماند اما ایں نبود
نکتہ لا ینبغی می خواں بجاں | سر من بعدی ز بخل او مداں
بلکہ اندر ملک دید او صد خطر | مو بمو ملک جہاں بد بیم سر
بیم سر با بیم سر با بیم دیں | امتحانے نیست ما را مثل ایں
پس سلیماں ہمتے باید کہ او | بگذرد زیں صد ہزاراں رنگ و بو
با چناں قوت کہ او را بود ہم | موج آں ملکش فرو ہم بست دم
خواں تو القینا علی کرسیه | چوں باندازِ تخت و ملک خود تہی
چوں برو بنشست زیں اندوہ گرد | بر ہمہ شاہانِ عالم رحم کرد
شد شفیع و گفت ایں ملک و لوا | با کمالے دہ کہ دادی مر مرا
ہر کرا بدہی و بخشی از کرم | او سلیماں ست و آنکس ہم منم
او نباشد بعدی باشد معی | خود معی چہ بود منم بے مدعی

رب هب لی[له] کو سلیماں نے کہا | کہ نہ دے یہ ملک تو میرے سوا
غیر پر میرے نہ کر لطف و مدد | ہے حسد کی مثل لیکن نے حسد
نکتہ لا ینبغی کو پڑھ بجان | سر من بعدی کو بخل تب نہ جان
بلکہ دیکھیں ملک میں سو آفتیں | بالکل اس ملکِ جہاں میں دہشتیں
خوف تن اور خوف جاں اور خوف دیں | امتحاں نے اسکا مجھ جیسا نہیں
چاہیے ہمت سلیماں کی کہ وہ | چھوڑ دے دنیا کی بو و رنگ کو
باوجود ایسی تھی قوت اُن کو بھی | ملک نے اُن کو دکھائی عاجزی
پڑھ کے تو القینا علی کرسیه | تخت و ملک اپنے سے دیکھے عاجزی
جبکہ یہ تکلیف اور صدمے ہوئے | کرتے شاہانِ جہاں پر رحم تھے
بس[له] سفارش سے کہا یہ ملک و مال | مثل میرے دے مگر با ایں کمال
جسکو دیوے تو کرم سے ملک و زر | وہ سلیماں جو وہ ہوں میں ہی مگر
وہ نہیں ہے بعد ہے ہمرہی | ہمرہی کیا ہوں میں بے مدعی

[له] رب هب لی الخ ۹ شعر رب هب لی سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ یہ ملک میرے سوا تو نہ دے میرے سوا دوسرے پہ تو لطف و کرم نہ کر یہ حسد کی مثل ہے مگر حسد نہیں ہے نکتہ لا ینبغی کو جان سے پڑھ من بعدی کے بھید کو تو بخل نہ جان یعنی سلیمان علیہ السلام نے حق تعالے سے یہ دعا مانگی رب هب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی یعنی اے رب بخش مجھ کو ملک کہ بغیر میرے کسی کو سزاوار نہ ہو وے اگرچہ یہ دعا حسد کی مثال ہے ولیکن حسد نہیں ہے بلکہ سو آفتیں ملک میں دیکھیں اور بالکل اس ملک جہان میں دہشتیں اور خوف تن و خوف جان و خوف دین مثل اس کے امتحان دینے والا مجھ سا نہیں ہے مولانا حقایق بیان فرماتے ہیں کہ ہمت سلیمان علیہ السلام کی چاہیے کہ وہ چھوڑ دیوے دنیا بو و رنگ کو باوجود ایسی قوت کے انکو بھی ملک نے ان کو دکھائی عاجزی تو پڑھ القینا علی کرسیه یعنی اور ڈالا ہم نے اوپر تخت ان کے وہ تخت و ملک اپنے سے عاجزی دیکھے جبکہ یہ تکلیف اور صدمے ان کو ہوے بادشاہان جہان پر وہ رحم کرتے تھے واضح ہو کہ تفسیر اس آیہ میں صاحب صحیح بخاری روایت کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بنگام صحبت زنان فرمایا تھا کہ امید ہے پسر سر مرتبہ پیدا ہو و انشاء اللہ نہ کہا پس ایک پسر مردہ ہوا تب سلیمان علیہ السلام نے رجوع طرف حق کے کی اور توبہ کی پس مولانا فرماتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام کو باوجود قوت کے اس بادشاہت جہاں سے یہ تکلیف ہوئی اسواسطے یہ دعا مانگتے تھے کہ ملک میرے سوا مت دے گویا بادشاہان جہان پر رحم فرماتے تھے چنانچہ آگے حال اس کا بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [له] بس سفارش سے الخ ۳ شعر بس سفارش سے کہا کہ ملک و مال مثل میرے دے مگر اس کمال کے ساتھ اور جسکو تو کرم سے دیوے یہ ملک و زر وہ سلیمان ہے اور وہ میں ہی ہوں بشر وہ میرے بعد نہیں ہے میرا ہمراہی ہے اور ہمراہی کیا وہ میں ہی ہوں بے مدعی باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲ ۔

شرح این فرض ست گفتن لیک من	باز می گردم بقصہ مرد و زن	شرح اسکی فرض ہے کرنا مگر	آتا ہوں پھر مرد و زن کے قصہ

اخلاص ماجرائے عرب و جفت او در فقر و شکایت

ماجرائے مرد و زن را مخلصی	باز می جوید درون مخلصی
ماجرائے مرد و زن افتاد نقل	این مثال نفس خود میدان و عقل
این زن و مردے کہ نفس ست و خرد	نیک بایست ست بہر نیک و بد
وین دو بایستہ درین خاکے سرا	روز و شب در جنگ و اندر ماجرا
زن ہمی جوید حوائج خانقاہ	یعنی آب و و نان و خوان و جاہ
نفس ہمچون زن پئے چارہ گری	گاہ خاکی گاہ جوید سروری
عقل خود زین فکرہا آگاہ نیست	در دماغش جز غم اللہ نیست
گرچہ سر قصہ این دانہ ست و دام	صورت قصہ شنو اکنوں تمام

اخلاص ماجرائے اعرابی و عورت اسکی کا فقر و شکایت میں

مرد و زن کا ماجرا اب فیصلہ	چاہے پھر اندر خلوص و ولولہ
مرد و زن کا ماجرا گو نقل ہی	جان تو جوں نفس کے اور عقل کے
یہ زن و مرد ایک نفس و عقل ہی	بس پھنسے ہیں نیک و بد کیواسطے
خاکداں میں یہ دو پابند ہیں	روز و شب ہو ئیں فساد و جنگ میں
زن کو حاجت گھر کے ہی ساماں کی	یعنی کرو فر و آب و نان کی
نفس مثل زن کرے چارہ گری	گاہ خاکی گاہ ڈھونڈھے سروری
عقل ان فکروں سے کب آگاہ ہی	اسکے سر میں غم نہ جز اللہ ہی
گرچہ سر قصہ ہی دانہ و دام	صورت قصہ سنو اب تم تمام

ما شرح اسکی الخ اشعر شرح اسکی مجھے کرنا فرض ہے مگر میں آتا ہوں طرف قصہ مرد و زن کے یعنی سلیمان علیہ السلام سفارش ہیں فرماتے ہیں کہ تو جیکو لے خدا الملک مال دیدہ میں بہی ہوں صوفیہ کرام فرماتے ہیں کہ ہر ایک بشر پر ہر نبی کا قدم معنی میں ہوتا ہے کسو اسطے کہ ہنگام پیدا ہونے ارواح کے نور محمدی سے انبیا کی روحیں پیدا ہوئیں اور ان سے اولیا کی روح پیدا ہوئی اور اولیا سے عوام کی تو گویا اہل ملک کی روح تعلق سلیمان علیہ السلام سے رکھتی ہے اور اگر حقیقت کو دیکھیں تو اصلیت میں سب ایک ہیں ولی کا فرق نہیں ہے اور اگر جانو نہیں عینیت کہیں تو محال ہے کیونکہ جا میں سب کی متعدد ہیں پس جان اہل ملک کی جان سلیمان علیہ السلام کی نہیں ہو سکتی ہے نہ کہ جسم از بحر العلوم پس مولانا فرماتے ہیں کہ طالب کو بے اجازت مرشد کے کوئی کام نہ کرنا چاہیے کیونکہ جب حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم و سلیمان علیہ السلام نے کہ نبی اللہ ہیں بھولے سے جو بحکم خدا کام کیا تو آخر کو استغفار چاہا پس کیا جائے اوروں کی اس صورت میں بجائے اجازت نبی یا ولی کے فکر ریاکاری کا گو وہ کام کرنا بہتر ہو چنانچہ مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سے مرد و زن کا الخ شعر ماجرا مرد و زن کا فیصلہ چاہتا ہے اندر خلوص و ولولہ کے مرد و زن کا ماجرا اگرچہ نقل ہے لیکن مثل نفس و عقل کے تو جان یعنی مرد و زن کا ظاہر اقصہ ہے لیکن مراد مرد سے عقل و زن سے نفس ہے - یا یہ جھگڑا نفس و عقل کا ہے یہ زن و مرد ایک نفس و عقل ہے وہ جسم میں پھنسے ہیں نیک و بد کس واسطے بس یہ خاکدان میں دو پابند ہیں کہ رات دن فساد و جنگ میں رہتے ہیں عورتوں کو گھر کے سامان کی حاجت ہے یعنی کرو فر آب و نان کی نفس عورت کے مانند چارہ گری کرے کبھی عاجزی کو اور کبھی سروری ڈھونڈھے عقل ان تفکرات سے کب آگاہ ہے اس کے سر میں بجز غم اللہ کے نہیں ہے اگرچہ راز قصہ کا دانہ و دام ہے ولیکن تم صورت قصہ کی تمام سنو یعنی دانہ عقل و دام نفس ہے تم صورت قصہ کی مرد و زن ہے سنو اور اس کے معنی کو معلوم کرو چنانچہ اس معنی و صورت کو آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ —

گر بیان معنوی کامل شدے ۔ خلق عالم عاطل و باطل شدے
معنوی کا ہوتا اگر کامل بیاں[1] ۔ باطل و بیکار ہوتی خلق یاں

گر محبت فکرت و معنیستی ۔ صورت صوم و نمازت نیستی
گر محبت ہوتی معنی فکر و راز ۔ نیست ہوتی صورت روزہ نماز

ہدیہ ہائے دوستاں با یکدگر ۔ نیست اندر دوستی الا صور
تحفہ باہم دوست جو ہیں بھیجتے ۔ دوستی و نے ہے صورت اسکی ہے

تا گواہی دادہ باشد ہدیہا ۔ بر محبتہائے مضمر در خفا
تا گواہی دیوے تحفہ ظاہرا ۔ اُس محبت پر کہ جو ہے باطنا

زانکہ احسانہائے ظاہر شاہدند ۔ بر محبتہائے سر اے ارجمند
ظاہری احسان جیسے ہیں گواہ ۔ حب قلبی پر اے یار باصفا

شاہدت گہ راست باشد گہ دروغ ۔ مست گاہے از مے و گاہے ز دوغ
گاہ سچا ہو گواہ جھوٹا کبھی[2] ۔ گاہ مستی مے کرے گاہے دہی

دوغ خوردہ مستئ پیدا کند ۔ ہائے ہوئے و سرگرانیہا کند
جو دہی کھائے تو یہ مستی کرے ۔ ہائے ہو اور کاہلی مستی کرے

آں مرائی در صلوٰۃ و در صیام ۔ می نماید جد و جہدے بس تمام
وہ ریاکار نماز و صوم میں[3] ۔ کرے ہے کوشش و سعی از بسکہ ہیں

تا گماں آید کہ او مست ولاست ۔ چوں حقیقت بنگری غرق ریاست
تا گماں ہووے کہ ہے وہ اولیا ۔ جب حقیقت دیکھے ہے غرق ریا

حاصل افعال برونی رہبرست ۔ تا نشان باشد بر آنچہ مضمرست
الغرض رہبر ہے فعل ظاہری ۔ تا نشاں دیوے جو رکھے باطنی

رہبر گہ حق بود گاہے غلط ۔ گہ گزیدہ باشد و گاہے سقط
گاہ رہبر حق پہ گہ غلطی پہ ہو ۔ گہ قبول و گاہ مردودی پہ ہو

یا رب آں تمییز دہ ما را بخواست ۔ تا شناسم آں نشان کژ ز راست
مجکو یارب دے کرم سے وہ شناخت ۔ تا کہ پہچانوں نشان چپ و راست

حس را تمییز دانی چوں شود ۔ آنکہ حس ینظر بنور اللہ بود
کیسے حس کو آگہی تمیز ہو ۔ جبکہ حس کو دیکھ نور اللہ ہو

ور اثر نبود سبب ہم مظہرست ۔ ہمچو خویشی کز محبت مخبرست
ہے سبب مظہر نہ ہووے گر اثر[4] ۔ جیسے خویشی دے محبت کی خبر

[1] معنوی الخ یہ شعر معنوی کا بیان اگر کامل ہوتا تو خلق بیکار اور باطل یہاں ہوتی اگر محبت ہوتی معنی فکر و راز سے تو نیست ہوتی صورت روزہ نماز کی مفقود ہوتی اور عبادت ظاہری باطل ہوتی یعنی اگر عقل سے کہ معنی ہے کام محبت کا ہوتا تو نفس بیکار رہتا بس نفس صورت ہے اور اس صورت سے معنی حاصل ہوتا ہے چنانچہ آگے مثال ہے کہ دوست تحفہ باہم بھیجتے ہیں دوستی وہ نہیں ہے مگر صورت دوستی کی وہ ہے تاکہ تحفہ ظاہرا گواہی دیوے اُس محبت سے کہ جو باطن میں ہے جیسے کہ ظاہری احسان گواہ ہیں محبت قلبی پر باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۱۲ [2] گاہ سچا ہو الخ یہ شعر کبھی سچا ہو گواہ اور کبھی جھوٹا اور کبھی مستی شراب کرے اور کبھی دہی جو دہی کھائے تو یہ مستی کرے چنانچہ اس کا نتیجہ آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [3] وہ ریاکار الخ یہ شعر وہ ریاکار نماز و روزہ میں کوشش و سعی از بس کرتے ہیں تاکہ گمان ہووے کہ وہ اولیا ہے جبکہ حقیقت دیکھے وہ غرق ریا میں ہے الغرض فعل ظاہری رہبر ہے تاکہ نشان دیوے کہ جو باطن میں ہے کبھی رہبر حق پر ہو کبھی غلطی پر ہو کبھی قبول کبھی مردود ہووے اے رب مجھ کو کرم سے وہ شناخت دے تاکہ پہچانوں نشان کج و راست کا آگہی اور تمیز حس کو کیسے تمیز ہو جو آپ ہے جبکہ حس نظر نور اللہ ہو یعنی دیکھنے والی ساتھ نور اللہ کے ہو کہ صادق و ریاکار اس سے معلوم ہوں چنانچہ آگے اس کا حال مولانا بیان فرماتے ہیں فافہم [4] ہے سبب مظہر الخ ایک شعر اگر اثر نہ ہووے تو سبب مظہر ہے جیسے خویشی و قرابت دیتی ہے محبت کی خبر واضح ہو کہ دلالت محبت بندہ کے ساتھ حق تعالیٰ کی دو قسم پر ہے ایک تو دلالت اثر کی موثر پر ہے جیسے نماز و روزہ و سبب طاعت کے دلال محبت باطنی بندہ کے ساتھ حق تعالیٰ کے دوسری دلالت سبب کی سبب پر جیسے مخلوق راخالقے ہے دلال اوپر محبت کے ایک دوسرے سے مثل بھائی و بیٹے کے ایسے مخلوق ساتھ خالق کے دلیل محبت یہ ہے پس مولانا فرماتے ہیں کہ اثر نماز و روزہ کا نہ ہووے تو سبب عبدیت کا محبت کی خبر دیتا ہے یعنی حق تعالیٰ سے جسکو محبت ہوگی وہ ہر فعل میں بندگی ظاہر کرے گا نہ سرکشی باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

آنکه نبود نور حقش شد امام
چون که نور الله در آید در مشام
تا محبت در درون شعله زند
حاجتش نبود پے اعلام جهر
هست تفصیلات تا گردد تمام
گرچه شد معنی درین صورت پدید
در دلالت همچو آب اند و درخت
دانه بین کز آب و خاک آفتاب
در ماهیت بگر دانی نظر
ترک ماهیات و خاصیات گو
مرد گفت اکنون گذشتم از خلاف
هر چه گوئی مر ترا فرماں برم

مر اثرها یا سببها را غلام
مر اثر را هیچکس نبود غلام
رفت گردد در اثر فارغ کند
چون محبت نور خود زد بر سپهر
تا بجوئی و بیابی والسلام
صورت از معنی قریب ست و بعید
چون بماهیت روی دورند سخت
چون درختے گشت عالم در شباب
دور دور اند اینهمه از یک دگر
شرح کن احوال آن دو رزق جو
حکم داری تیغ برکش از غلاف
در بد و نیک آید آنرا ننگرم

نور الله ۱ کا ہو اجسکا امام
جبکہ نور اللہ سے بر آئے کام
جب محبت دل میں ہووے شعلہ زن
حاجت اسکو پھر نہیں اظہار عشق
شرح ان باتوں کی نے ہووے تمام
۲ گرچہ ظاہر معنی یہ صورت سکھے
ہیں مثالوں میں وہ جوں آب و درخت
دیکھ دانہ خاک و آب و مہر سے
گر حقیقت پر کرے اس کی نظر
چھوڑ ماہیت و خاصیت کدھر
مرد بولا میں مطیع تیرا ہوں اب
جو کہے تو میں بجا لاؤں اُسے

نے اثر کا اور سبب کا ہو غلام
اس اثر کا کوئی کب ہووے غلام
پس اثر سے ہووے فارغ وہ معاً
آسماں پر چمکے جب انوار عشق
پر تو اسکی جستجو کر والسلام
معنی سے صورت قریب و دور ہے
جو حقیقت پائے تو ہیں دور سخت
اک درخت عالم میں پیدا اس سے ہے
ہیں جدا او دور یہ سب ہمدگر
شرح ان دو رزق جو کی اب تو کر
مار گردن میری تو مختار سب
گر برا ہے اور بھلا آئے مجھے

دل نہادن عرب بر التماس دلبر خویش و مبالغہ نمودن کہ مرا درین تسلیم حیلہ

اطاعت کرنا اعرابی کا موافق عورت اپنی کے اور اقرار کرنا کہ مجھکو اس اطاعت میں کچھ حیلہ

۱ نور اللہ کا الخ۔ شعر جس کا رہبر نور اللہ کا ہو وہ اثر و سبب کا پابند نہ ہوگا یعنی وہ نماز و روزہ کا پابند نہ رہیگا کیونکہ جب نور اللہ سے کام نکلے تو اُس اثر کا وہ کب پابند رہے جب محبت دل میں شعلہ زن ہووے تو وہ اس اثر سے فارغ ہووے حاجت پھر اس کو اظہار عشق کی نہیں جبکہ آسمان پر چمکے نور عشق کا چمکے شرح ان باتوں کی تمام نہ ہووے لیکن تو جستجو کر اس کی یعنی خدا باتوں سے نہیں ملتا تو عمل کر کہ مقصد حاصل ہو چنانچہ آگے مثال بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۲ گرچہ ظاہر معنی الخ۔ شعر اگرچہ صورت معنی کو ظاہر رکھتی ہے و لیکن معنی سے صورت بھی ہے مثال فرماتے ہیں مثال ہیں وہ مانند آب و درخت کے ہیں جب حقیقت پائیں تو بہت دور ہیں دانے کو دیکھیں کہ خاک پانی آفتاب سے ایک درخت عالم میں اس سے پیدا ہوا ہے اگر تو اس کی حقیقت پر نظر کرے تو یہ سب اس سے دور ہیں یعنی صورت درخت کی تیری نظر سے ایکدم محو ہو جاوے گی اسی طرح جب تیری نظر ذات حق پر پہونچے گی یہ نماز و روزہ اطاعت ظاہری تیری نظر سے محو و دور ہو جاوے گی چھوڑ ماہیت و خاصیت کدھر تو شرح اُن دو رزق جو کی کر مرد نے کہا کہ اب میں تیرا مطیع ہوں میری گردن مار مختار ہے جو تو کہے میں بجا لاؤں گو برا بھلا مجھکو پہونچے یعنی عقل اس درجہ نفس کی مطیع ہوگی کیونکہ نفس اب یہاں مطمئنہ ہوگیا وہی نفس ہے کہ حالت اول میں گمراہ کرتا تھا عقل کو کہ تصفیہ پذیر ہو کر درجہ مطمئنگی پر پہونچا تو ہدایت و راستی پاتا ہے فافہم ۱۲۔

وامتحانے نیست

در وجود تو شوم من منعدم
چوں محبم حب یعمی ویصم

گفت زن آہنگ برم می کنی
یا بحیلت کشف سرم می کنی

گفت واللہ اعلم السر والخفی
کافرید از خاک آدم را صفی

در سہ گز قالب کہ دادش وانمود
آنچہ در ارواح و در الواح بود

یاد دادش لوح محفوظ وجود
تا بدانست آنچہ در الواح بود

تا ابد ہرچہ کہ ازپیش دو بیش
درس کرد از علم الاسماء خویش

تا ملک بیخود شد از تدریس او
قدس دیگر یافت از تقدیس او

آں کشادشاں کہ آدم وانمود
در کشاد آسمانہاشاں نبود

در فراخی عرصۂ آں پاک جاں
تنگ آمد عرصۂ ہفت آسماں

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است
من نگنجم ہیچ در بالا و پست

در زمین و آسمان و عرش نیز
من نگنجم ایں یقیں داں اے عزیز

در دل مومن بگنجم اے عجب
گر مرا جوئی دراں دلہا طلب

گفت فادخل فی عبادی تلتقی
جنۃ من رؤیتی یا متقی

وامتحان نہیں ہے

[۱] تجھ میں بن کے تا ہوں میں اب منعدم
تو محب ہے حب یعمی ویصم

بولی زن تو قصد نیکی کا کرے
یا تو حیلہ سے مرے بھید کو لے

بولا ہے مجکو قسم اللہ کی
جس نے آدم کو کیا پیدا صفی

تین گز قالب میں وہ ظاہر کیا
جو کہ لوحوں اور ارواحوں میں تھا

لوح محفوظ بدن کو یاد دی
تا حقیقت جانے جو لوحوں میں تھی

آگے پیچھے جو کہ تھا وہ تا ابد
پڑھ لیا بس علم الاسماء سے خود

تا پڑھانے سے ملک بیخود ہوئے
پائی پاکی اور پاکی اُنکی سے

ایسی وسعت اُنکو بس آدم نے دی
آسماں میں اُنکی وہ وسعت نہ تھی

جاں آدم کی فضا کے درمیان
تنگ آیا عرصۂ ہفت آسماں

بولے پیغمبر کہ حق نے ہے کہا
میں سما سکتا نہیں عالم میں آ

عرش اور گردوں میں اور اندر زمیں
ایک عالم میں سما سکتا نہیں

دل میں مومن کے سماتا ہوں میں اب
گر مجھے ڈھونڈھے تو گر داں طلب

[۲] بولا فادخل فی عبادی تلتقی
جنۃ من رؤیتی یا متقی

[۱] تجھ میں الخ یہ شعر اب تجھ میں فنا ہوتا ہوں تو محب ہے حب یعمی ویصم یعنی محبت اندھا و بہرا کر دیتی ہے عورت نے کہا کہ قصد نیکی کا کرتا ہے یا تو حیلہ سے میرا بھید لیتا ہے مرد نے کہا کہ مجھ کو قسم اللہ کی ہے کہ جو پوشیدہ بھیدوں کو جانتا ہے اور جس نے آدم کو صفی پیدا کیا اور تین گز قالب میں وہ ظاہر کیا ہے جو کہ لوحوں اور ارواحوں میں تھا لوح محفوظ بدن کو یاد دی تا حقیقت جانے جو کہ لوحوں میں تھی یعنے عقل نے آگاہ کیا تاکہ لوح محفوظ کی دل سے حقیقت لوحوں کی جانے آگے پیچھے جو کہ تھا ابد تک پڑھ لیا علم الاسماء سے تا ملک پڑھانے سے آدم کے بیخود ہوئے اور پاکی سوا پائی پاکی اُن کی سے ایسی وسعت ملائک کو آدم نے دی کہ اُنکے آسمان میں وہ وسعت نہ تھی آدم کی جان میدان میں تنگ آئی میدان ساتوں آسمان کا جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے کہا ہے کہ میں نہیں سما سکتا ہوں عالم میں مگر دلمیں مومن کے سما سکتا ہوں اگر مجھ کو ڈھونڈھے وہاں طلب کر یعنی دل مومن کا اس قدر کشادہ ہے کہ زمین و آسمان و عرش و کرسی اسمیں ایک ذرہ ہے پس خدا کہیں نہیں سماتا ہے الا دل میں مومن کے اسواسطے مومن کے دل کو عرش اللہ کہا ہے واضح ہو کہ مومن کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ ہر جسم موجودات مظہر الٰہی ہے اور کسی اسم میں ظاہر ہے چونکہ ہر جسم مظہر اسماء صفات ہیں اور مومن مظہر اسماء و ذات ہے اور رب اسکا اسم اللہ ہے اسواسطے ذات اللہ مظہر مومن میں سماتی ہے اور مظہر اسماء صفات میں صفات اللہ کی ہے نہ ذات اسواسطے مومن کے دلکو عرش اللہ کہا ہے پس اولیاء مومن ہیں اور باقی مسلمان اسواسطے خدا مومن کے دلمیں ملتا ہے اور دوسرے دلوں میں نہیں ملتا ہے از بحر العلوم واللہ اعلم

[۲] بولا فادخل الخ اشعر کہا کہ داخل ہو بندوں میرے میں ملاقات کر مجھ سے جنت رویت میری سے اے متقی اشارہ طرف اس آیہ کریمہ کے ہے یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی یعنی اے نفس مطمئنہ رجوع کر طرف رب اپنے کے اس حالت میں کہ تو راضی ہے رب سے اور رب راضی ہے تجھ سے پس داخل ہو گروہ کاملین میرے میں اور داخل ہو جنت میری میں گویا نفس مطمئنہ کیطرف حق فرماتا ہے کہ رویت حق تجھکو حاصل ہوگی اگر راضی ہے حق تجھ سے باقی حال آگے ہے واللہ اعلم

عرش باآں نور باپہنائے خویش چوں بدید اورا برفت از جائے خویش
خود بزرگی عرش باشد بس پدید لیک صورت کیست چوں معنی رسید
ہر ملک میگفت مارا پیش ازیں اُلفتے میبود بارو ے زمیں
تخم خدمت در زمیں می کاشتیم زاں تعلق ما عجب می داشتیم
کیں تعلق چیست با ایں خاکماں چوں سرشت ما بدست از آسماں
الفت ایں انوار با ظلمات چیست چوں تواند نور با ظلمات زیست
آدما ایں الفت از بوئے تو بود زانکہ جسمت را زمیں بُد تار و پود
جسم خاکت را ازینجا بافتند نور پاکت را ازینجا تافتند
لیک جان ما ز روحت یافتست پیش پیش از خاک آں بر تافتست
در زمیں بودیم و غافل از زمیں غافل از گنجے کہ بد دروے دفیں
چوں سفر فرمود مارا زاں مقام تلخ شد مارا ازاں تحویل کام
تا محبتہا ہمی گفتیم ما کہ بجائے ما کہ آید اے خدا
نور ایں تسبیح و ایں تہلیل را می فروشی بہر قال و قیل را
حکم حق گسترد بہر ما بساط کہ بگوئید از طریق انبساط
ہرچہ آید بر زباں تاں بے حذر ہمچو طفلان یگانہ با پدر
ما ہمی دانیم خود راز شما لیک میخواہیم آواز شما

باوجود عرش وسعت نور کے بس ہوا بیہوش جو دیکھا اُسے
خود بزرگی عرش کی بس بڑھ گئی جبکہ معنی پہونچا صورت کیا رہی
ہر ملک کہتے ہیں پہلے سے تھی الفت اُس روئے زمیں سے اے نبی
تخم خدمت ہم زمیں میں بوتے تھے اس تعلق سے عجب ہم رکھتے تھے
یہ تعلق کیوں ہے ہمکو خاک سے کہ ہماری ہے سرشت افلاک سے
نور کو الفت یہ کیوں ظلمت سے ہے کس لیے یہ نور ظلمت سے جیے
الفت اے آدم یہ تیری بو سے تھی کہ زمیں تن کے لیے تیری تنی
یاں سے پایا جسم خاکی کو ترے تیرا نور پاک چمکا اس جگھے
روح سے تیری ہماری جان نے وہ پایا پہلے خاک سے چمکا تھا جو
ہم زمیں پہ تھے وہ غافل از زمیں کہ خزانہ اُسکے اندر ہے دفیں
اُس جگہ سے جب سفر ہم نے کیا رنج اُس تحویل سے ہم کو ہوا
ہم یہی تکرار کرتے تھے سدا کون آئیگا ہماری جا خدا
نور اس تسبیح اس تہلیل کو کسلیے تو بیچے قال و قیل کو
حکم فرمایا ہمیں اللہ نے کہ خوشی سے تم کہو جو دل میں ہے
منہ میں جو آئے کہو و مست رہو باپ سے بیٹا کرے جوں گفتگو
جانتا ہوں میں تمہارے بھید کو پر سنوں میں بھی تمہارے منہ سے گو

ف۱ باوجود عرش الخ ۵ شعر باوجود وسعت و نور کے عرش بیہوش ہوا جو دیکھا آدم علیہ السلام کو گو بزرگی آدم علیہ السلام کی بڑھی ہے جبکہ نوبت معنی کی پہونچی تو صورت کیا رہی یعنی عرش و معنی اُسکا ذات مقدس ہے جبکہ معنی پر پہونچے تو صورت کو کب دیکھے ہر ایک ملک نے کہا کہ ہمیں کو پہلے سے تھی الفت اس روے زمین سے ہم تخم خدمت کا زمین میں بوتے تھے اور اس تعلق سے ہم کو عجب تھا کہ یہ تعلق کیوں ہم کو خاک سے ہے کہ ہماری سرشت تو افلاک سے ہے اور نور کو یہ الفت ظلمت سے کیوں ہے اور کس لیے یہ نور ظلمت سے چھپا ہے چنانچہ آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ف۲ الفت اے آدم الخ ۵ شعر اے آدم علیہ السلام الفت تمھاری اے آدم تمھارے نور سے تھی کہ زمین تمھارے جسم کے لیے بنائی گئی ہے اس جگہ سے تمھارے جسم خاکی کو پایا تمھارا نور پاک جو اس جگہ چمکا تمھاری روح سے ہماری جان نے وہ پایا کہ جو پہلے خاک سے چمکا تھا ہم زمین پہ تھے اور غافل تھے زمین سے کہ خزانہ اُس کے اندر دفن ہے جب کہ ہم نے اس جا سے سفر کیا رنج اس تحویل سے ہم کو ہوا یعنی اُس پردے زمین کے چھوٹ جانے سے ہم کو از بس رنج ہوا اور نور آدم علیہ السلام سے مراد یہاں نور محمدی صلے اللہ علیہ وسلم ہے کہ تھا پس آدم علیہ السلام کے پیرایہ میں حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مولانا حال بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ف۳ ہم یہی الخ ۵ شعر ہم تکرار یہی کرتے تھے ہمیشہ کہ کون آوے گا ہماری جا پر اے نور اس تسبیح وتہلیل کو بیچے کس لیے قیل و قال سے ہم کو اللہ نے فرمایا ہے کہ تم خوشی سے کہو جو تمھارے منھ میں آئے اور مست ڈرو ہم سے جیسے باپ سے بیٹا گفتگو کرتا ہے میں تمھارے بھید کو جانتا ہوں لیکن میں سنوں تمھارے منھ سے باقی حال اس کے آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ —

گرچہ ایں دعوے سبے نالائق ست — رحمت من بر غضب ہم سابق ست
از پئے اظہار ایں سبق ای ملک — در تو بنہم داعیۂ اشکال و شک
تا بگوئی و نگیرم بر تو من — منکر حلمم نیارد دم زدن
صد پدر صد مادر اندر حلم ما — ہر نفس زاید در افتد در فنا
حلم ایشاں کف بحر حلم ماست — کف رود آید ولے دریا بجاست
خود چہ گویم پیش آں دُر ایں صدف — نیست الا کف کف کف کف
حق آں کف حق آں دریاے صاف — کامتحانے نیست ایں گفت و لاف
از سر مہر و صفا است و خضوع — حق آنکس کہ بدو آرم رجوع
گر بہ پیشت امتحان است ایں ہوس — امتحاں را امتحاں کن یک نفس
سر مپوشاں تا پدید آید سرم — امر کن تو ہرچہ بر وے قادرم
دل مپوشاں تا پدید آید دلم — تا قبول آرم ہر آنچہ قابلم
چہ کنم در دست من چہ چارہ است — در نگر تا جان من چہ کارہ است

گرچہ نالائق ہیں یہ دعوے سبھی ۱ — ہے غضب غالب پہ رحمت مری
باعث اظہار سبقت ای ملک — میں نے رکھا تم میں ہے دعوٰی شک
تا کہو تم اور میں پکڑوں نہیں — حلم کا منکر یہ کہتا ہے کہیں
سیکڑوں ماں باپ میرے حلم میں — پیدا ہر دم ہوتے ہیں و مرتے ہیں
میری بحر حلم کے حلم انکے کف — رہتے دریا اور ذاتی ہوئے کف
کیا کہوں اس دُر کے آگے یہ صدف — کچھ نہیں پر کف کف کف کف
مجکو ۲ اس دریا و اس کف کی قسم — میں نہ بولوں جھوٹ نے دوں تجکو دم
ہے یہ از راہ محبت اور صفا — ہے قسم اسکی جو ہے میرا خدا
گر تو جانے اس ہوس کو امتحاں — امتحاں کا امتحاں کر اس زماں
مت ۳ چھپا سر تا ہو سر میرا عیاں — حکم کر ہوں جسپہ میں قادر یہاں
مت چھپا دل تا مرا دل ہو عیاں — جسکے لائق ہوں وہ لاؤں میں بجاں
کیا کروں کیا ہاتھ میں ہے میرے علاج — میری جاں کس کام کے لائق ہے آج

تعیین کردن طریق طلب روزی شوے خود را و قبول او

مقرر کرنا عورت کا طریقہ تحصیل معاش کو اور قبول کرنا اُسے خاوند کا

۱ گرچہ نالائق الخ شعر اگرچہ یہ سب دعوے نالائق ہیں لیکن میری رحمت غالب ہے غضب پر بسبب اظہار سبقت کے اے فرشتو میں نے تم میں دعوی و شک کو رکھا ہے تاکہ تم کہو میں تمہیں نہ پکڑوں حلم کا منکر یہ کہیں کہتا ہے سیکڑوں ماں باپ میرے حلم میں بہتیرے پیدا ہوتے ہیں و مرتے ہیں میری بحر علم کا ان کا علم کف ہے دریا رہے اور کف فانی ہووے کیا کہوں اس گوہر کے آگے یہ صدف کچھ نہیں ہے لیکن کف کف ہے یعنی اے عورت میں کیا کہوں کہ وہ دولت حق گوہر ہے اور میں صدف ہوں پس اس گوہر کے آگے میں صدف کچھ حقیقت نہیں رکھتا ہوں اور اگر ہوں تو کف کا کف اور کف کا کف ہوں آگے قول اعرابی کا بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

۲ مجکو الخ شعر مجھ کو اس دریا اور اس کف کی قسم ہے میں جھوٹ نہیں بولتا ہوں اور نہ تجھ کو دم دیتا ہوں یہ از راہ محبت و صفا کے ہے اُس کی قسم ہے کہ جو میرا خدا ہے اگر تو اس ہوس کو امتحان جانتی ہے تو اسی وقت اس امتحان کا امتحان کرلے باقی آگے بیان ہے فافہم ۱۲

۳ مت چھپا الخ شعر تو بھید مت چھپا تا بھید عیاں ہو اور وہ حکم کر جس پہ میں قادر ہوں یہاں مت چھپا دل تا میرا دل عیاں ہو اور جس کے لایق ہوں وہ بجالاؤں جان سے میں کیا کروں اور میرے ہاتھ میں کیا علاج ہے اور میری جان آج کس کام کے لائق ہے آگے جواب عورت کا ہے فافہم ۱۲

گفت زن یک آفتابے تافت ہست	عالمے زو روشنائی یافت ہست	بولی عورت چمکا اک خورشید ہے	اور عالم روشنی اُس سے رکھے
نائب رحمان خلیفہ کردگار	شہر بغداد است از وے چوں بہار	نائب حق اور خلیفہ کردگار	شہر بغداد اُن سے ہی مثل بہار
گر بہ پیوندی بداں شہ شہ شوی	سوئے ہر ادبار تا کے میروی	گر ملے اُس شاہ سے تو ہووے شاہ	کب تلک ادبار کی جائیگا راہ
دوستی مقبلاں چوں کیمیاست	چوں نظرشان کیمیائے خود کجاست	مقبلوں کی دوستی ہے کیمیا	کب نظر کی مثل اُن کی کیمیا
چشم احمد بر ابوبکرے زدہ	او زیک تصدیق صدیق آمدہ	ڈالی احمد نے نظر بوبکر پے	صدق سے صدیق بس ہو گئے
گفت من شہ را پذیرا چوں شوم	بے بہانہ سوئے او من چوں روم	بولا میں مقبول شہ کیونکر بنوں	بے بہانہ کیسے اس جانب چلوں
نسبتے باید مرا یا حیلتے	ہیچ پیشہ راست شد بے آلتے	کوئی نسبت یا کہ حیلہ چاہیے	پیشہ بے آلہ کے کیونکر ہو سکے
ہمچو مجنونے کہ بشنید از یکے	کہ مرض آمد بہ لیلے اندکے	جیسے مجنوں نے کسی سے یہ سُنا	کہ مرض میں ہوئی ہے لیلی مبتلا
گفت آوہ بے بہانہ چوں روم	ور بمانم از عیادت چوں شوم	بولا جاؤں بے بہانہ کیسے آہ	گر عیادت نہ کروں ہوؤں تباہ
لیتنی کنت طبیباً حاذقاً	کنت امشی نحو لیلی شائقاً	لیتنی کنت طبیباً حاذقاً	کنت امشی نحو لیلی شائقاً
قل تعالوا گفت حق ما را بداں	تا بود شرم اشکنی ما را نشاں	قل تعالوا ہم سے اللہ نے کہا	وہ نشاں ہو ٹوٹنے کے شرم کی
شہپراں را گر نظر آلت بدے	روز شاں جولان خوش حالت بدے	شہپروں کو ہوتا گر آلہ نظر	دن کو وہ خوش ہوکے پھرتے سر بسر
گفت چوں شاہ کرم میداں رود	عین ہر بے آلتی آلت شود	بولے گر شاہ کرم سے تو ملے	عین ہر بے آلتی آلہ بنے
زانکہ آلت دعوے ست و ہستی ست	کار در بے آلتی و پستی ست	کیونکہ آلہ دعوی و ہستی ہی بس	کام ہو بے آلہ و پستی ہی بس

ف۱ بولی عورت الخ یہ شعر عورت نے کہا کہ اک چمکا خورشید ہے اور عالم اُس سے روشن ہے وہ نائب حق و خلیفہ خدا ہے اور شہر بغداد اُن سے مثل بہار کے ہے اگر تو اس بادشاہ سے ملے تو بادشاہ ہووے کب تک ادبار کا راستہ چلے گا مقبلوں کی دوستی کیمیا ہے اور نظر کے مثل کیمیا کب ہے یعنی خلیفہ سے مراد جناب رسول مقبول صلعم ہے اور بغداد در اصل باغ داد یعنی جائے انصاف ہے پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری چاہیے جس کو حضوری آپ کی ملی وہ بادشاہ ہوا اور نظر مبارک کیمیا ہے پس جس پر نظر مبارک پڑی وہ کندن ہو پس مولانا واسطے اظہار کنایہ خلیفہ بغداد کی مثال حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دیتے ہیں فافہم ۱۲ ف۲ ڈالی احمدؐ نے الخ یہ شعر جیسے احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نظر ابوبکر صدیق پر ڈالی پس وہ صدق سے صدیق ہو گئے مرد نے کہا کہ میں کیونکر شاہ کا مقبول ہوؤں اور بے بہانہ کے کیسے میں اس جانب جاؤں کوئی نسبت یا حیلہ چاہیے پیشہ بغیر آلہ کے کیونکر ہو سکے مثال دیتا ہے جیسے مجنون نے کسی سے سنا کہ لیلی مرض میں مبتلا ہوئی ہے کہا کہ میں بے بہانہ کیونکر جاؤں اور اگر عیادت نہ کروں تو تباہ حال ہوؤں اے کاش میں طبیب حاذق ہوتا تو میں جاتا طرف لیلی کے شوق سے آگے اسکا بیان ہے فافہم ۱۲ ف۳ قل تعالوا الخ یہ شعر کہو آؤ تم اللہ نے ہم سے کہا شرم ٹوٹنے کا وہ نشان ہو یعنی حق بہ نسبت جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرماتا ہے قل تعالوا اتل ما حرم علیکم یعنی کہو اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے بندوں کو آؤ طرف میرے تا پڑھوں میں جو کہ حرام کیا اللہ نے تم پر پس خدا تو بلاتا ہے ہم کو تا ہماری اُس سے ہماری شرم ٹوٹے دوسری مثال فرماتے ہیں شہپروں کو اگر نظر آلہ ہوتی تو دن کو وہ خوش ہو کر پھرتے یعنی کوئی میرے پاس آلہ نہیں جو میں اس خلیفہ سے ملتا جواب عورت نے دیا کہ اگر تو بادشاہ کرم سے ملے تو ہر ایک بے آلتی عین آلہ بن جائے کیونکہ آلہ دعوے ہستی ہے اور بغیر آلہ پستی ہوتا ہے یعنی وہ شاہ کرم ہے اور کریم کو وسیلہ کی حاجت نہیں ہے تو خود کو پہونچا وہ تجھ پہ کرم کرے گا۔ آگے جواب مرد کا ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲

گفت کے بے آلتے سودا کنم	تا نہ من بے آلتی پیدا کنم	بولا بے آلہ سے کب سودا کروں	تا نہ میں بے آلتی پیدا کروں
پس گواہی بایدم بر مفلسی	تا شہم رحمے کند بر مفلسی	مفلسی پر چاہیے میری گواہ	تا کرے بس مفلسی میں رحم شاہ
کو گواہی غیر گفت و گو و رنگ	وانما تا رحم آرد شاہ شنگ	تو گواہی گفتگو کے ماسوا	تا کرے شہ رحم وہ مجکو بتا
کیں گواہی کز گفت و رنگ بد	نزد آں قاضی القضات جرح شد	یہ گواہی گفتگو کی جو کہ ہے	جرح کر کے قاضی اسکو رد کرے
پس گواہی ز اندروں می بایدم	کے گواہی زبر دن می بایدم	چاہیے مجکو گواہی باطنی	نے گواہی چاہیے اب ظاہری
صدق می باید گواہ حال او	تا بتابد نور او بے قال او	چاہیے اسکو گواہ صدق حال	تاکہ اسکا نور چمکے بے مقال

ہدیہ بردن آں اعرابی سبوئے آب باراں از میان بادیہ سوئے بغداد نزد خلیفہ و پنداشت کہ آنجا قحط آب ست

تحفہ لیجانا مرد اعرابی کا گھڑا بھر کے پانی بارش کا جنگل سے طرف بغداد کے خلیفہ کے پاس اس امید پر کہ اس جگہ پانی کا قحط ہے

گفت زن صدق آں بود کز بود خویش	پاک برخیزی تو یا مجہود خویش	بولی وہ ہی صدق کہ ہستی کو تو	ترک کر دے اور اپنی جہد کو
آب باران ست ما را در سبو	ملکت و سرمایہ و اسباب تو	آب بارش ہی سبو میں جو مرے	ملک اور اسباب شادی کا وہ ہے
ایں سبوے آب را بردار و رو	ہدیہ ساز و پیش شاہنشاہ شو	اُس سبوے آب کو تو لے کے جا	تحفہ کر تو اسکو شاہنشاہ کا
گو کہ ما را غیر ایں اسباب نیست	در مفازہ ہیچ بہ زیں آب نیست	اس سوا نے اپنے پاس اسباب ہے	بہتر اس جنگل میں نے اس آب سے
گو خزانہ اش پر زر و فاخر ست	ایں چنیں آبش نباشد نادر ست	گو خزانہ اسکا پُر ہو مال سے	ایسا پانی پر وہاں نایاب ہے

سلہ بولا الخ، شعر مرد نے کہا کہ میں بغیر آلہ کے کب سودا کر سکوں جبتک کہ میں بے آلتی کو پیدا نہ کردوں کیونکہ میری مفلسی پر گواہ چاہیے تاکہ شاہ مفلسی میں مجھپر رحم کرے تو گواہی گفتگو کے سوا مجھکو بتا کہ تا شاہ مجھپر رحم کرے اور گواہی گفتگو کی ہے جو کہ ہے قاضی جرح کر کے رد کر دیگا مجھکو گواہی باطنی چاہیے نہ کہ گواہی ظاہری اسکو چاہیے گواہ صدق حال کا تاکہ اسکا نور بغیر گفتگو کے چمکے یعنی نور حق علامات صدق حال سے دل میں چمکتا ہے نہ قیل و قال سے پس عقل نفس مطمئنہ سے طریقہ وصول الی اللہ کا پوچھتی ہے کہ میں سلوک کیونکر کردوں اور کس راہ سے ساتھ یار کے ملوں کیونکہ یار حال کے پیدا ہونے سے ملتا ہے نہ قال کے چنانچہ نفس آگے طریقہ وصول کا بتاتا ہے فافہم ۱۲ سلہ بولی وہ ہے الخ، شعر عورت نے کہا صدق وہ ہے کہ تو اپنی ہستی و جبر کو ترک کر دے یعنی نفس کہتا ہے کہ تو اپنی خودی کو میٹ دے اور اپنی راہ کی سعی و کوشش کو چھوڑ دے جب تو طالب صادق ہوا اور آب بارش جو میرے سبو میں ہے وہ ملک و اسباب شادی کا ہے اس سبوے آب کو تو لیکر جا اور اس شہنشاہ کو تحفہ دے اسکے سوا ہمارے پاس نہیں ہے اور اس جنگل میں بہتر اس آب سے نہیں ہے گو خزانہ اس خلیفہ کا مال سے پر ہے لیکن ایسا آب وہاں نایاب ہے مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

چیست این کوزه تن محصور ما ۔ اندر آن آب حواس شور ما
اے خداوند این خم و کوزہ مرا ۔ در پذیر از فضل اللّٰه اشتری
کوزۂ با پنج لولہ پنج حس ۔ پاک دار این آب را از ہر نجس
تا شود این کوزه منفذ سوے بحر ۔ تا بگیرد کوزۂ ما خوے بحر
تا چو ہدیہ پیش سلطانش بری ۔ پاک بیند باشدش شہ مشتری
بے نہایت گردد آبش بعد ازاں ۔ پُر شود از کوزۂ من صد جہاں
لولہا بر بند و پُر دارش ز خم ۔ گفت غضوا عن ہوا ابصارکم
ریشش و پُر باد کیں ہدیہ کراست ۔ لائق چوں او شہے اینست راست
آں نمیداند کہ آنجا بر گذر ۔ ہست جاری دجلۂ ہمچوں شکر
در میان شہر چوں دریا رواں ۔ پُر ز کشتیہا و شست ماہیاں
رو ببیں سلطان و کار و بار بیں ۔ حس تجری تحتہا الانہار بیں
اینچنیں حسہا و ادراکات ما ۔ قطرۂ باشد دراں بحر صفا
باز جوے و باز بین و باز یاب ۔ از کہ از من عندہ ام الکتاب

کیا ہے مشکیزہ مقید تن مرا ۔ شور پانی ان حواسوں کا بھرا
میرے اس کوزہ و مٹکے کو خدا ۔ فضل سے اپنے لے اللہ اشتریٰ
پانچ ٹونٹی کا ہے کوزہ پانچ حس ۔ پاک رکھ اس آب کو مت کر نجس
ہووے اس کوزہ سے رستے بحر ہو ۔ تاکہ کوزہ لیوے خوے بحر کو
تحفہ جب لیجائے پاس اُس شاہ کے ۔ پاک دیکھے شاہ اسکو مول لے
بے نہایت ہووے پانی بعد ازاں ۔ ہووے پُر کوزہ سے اپنے سو جہاں
بند کر ٹونٹی و بھر اُسکو بہ خم ۔ بولے غضوا عن ہوا ابصارکم
ہے وہ مغرور ایسا تحفہ کسکو ہے ۔ جانے لائق مثل ایسے شاہ کے
یہ نہیں جانا کہ ہے اُس جاے پر ۔ جاری یک دجلہ ہے مانند شکر
شہر کے اندر ہے جو دریا رواں ۔ کشتیاں اُسمیں و شست ماہیاں
جا تو اُس سلطاں کا کاروبار دیکھ ۔ حس تجری تحتہا الانہار دیکھ
اس طرح ادراک اپنے اور حس ۔ قطرے اُس دریاے صافی میں دیں بس
پھر تو ڈھونڈھ اور دیکھ اور ہو فیضیاب ۔ کس سے جو ہے عندہ ام الکتاب

در نمد دوختن زن سبوے آب را و مُہر بروے نہادن از اعتقاد

نمدے میں سینا عورت کا مٹکے آب کو اور مُہر کرنا اُس پر اعتقاد سے

لہ کیا ہے مٹکا الخ۔ شعر سبو کیا ہے تن مقید میرا اور اُس میں آب شور حواسوں کا بھرا ہے میرے اس کوزہ کو اللہ نے خریدا ہے سبو کوزہ تن پانچ ٹونٹی و پانچ حس کا ہے تو پاک رکھ اُس آب کو نجس نہ کر مُہری اس کوزہ سے طرف بحر کے ہو تاکہ کوزہ خو بحر کی پکڑے جبکہ تحفہ اس شاہ کے پاس لیجائے شاہ اُسکو پاک دیکھے اور خرید کرے وبعدہ آب بے نہایت ہووے اور سو جہان اپنے کوزہ سے پُر ہووے تو ٹونٹی بند کر و اسکو خم سے بھر رکھنا ہے کہ چھپاؤ تم اُس سے بینائی کو وہ مغرور ہے کہ ایسا تحفہ کس کے پاس ہے اور جانتا ہے لائق مثل ایسے شاہ کے یعنی وہ شخص مغرور ہے کہ جیسے جانتا ہے کہ ایسا تحفہ کسی کے پاس نہیں ہے نتیجہ اس کا آگے ہے فافہم ۱۲ عہ یہ نہیں جانا الخ شعر یہ نہیں جانا کہ وہاں پر سر راہ ایک دجلہ ہے مانند شکر کے اور شہر کے اندر وہ مانند دریا کے رواں ہے اور کشتیاں و شستیں اس میں ماہیوں کی ہیں اب تو اور اُس سلطان کا کاروبار دیکھ حس جاری ہیں نیچے اُسکے مانند نہروں کے یعنی جیسے جنت میں نہریں جاری ہیں ایسے ہی اُس سلطان کے یہاں حسین ہیں مانند شست ماہیوں کے اسی طرح ادراک و حسین ہماری اُس دریاے صافی میں قطرہ ہیں پھر تو ڈھونڈھ اور دیکھ و فیضیاب ہو کس سے جو کہ ہے عندہ ام الکتاب یعنی تیرے وجود کی کوزہ میں آب روح بھرا ہے مگر حواسوں کی راہ سے اُس میں آب شور جب دنیا کا آتا ہے اس واسطے وہ سب آب روح نجس ہو گیا ہے پس تو حواسوں کو بند کر اور ایک مُہری اُسمیں دریاے مرشد سے کھول کہ تا آب صاف اُس کوزہ تن میں پُر ہو تو وہ تحفہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری میں لیجا کہ مقبول ہو چنانچہ آگے اسکا حال بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ عہ اللہ نے خریدا ہے ۱۲

مرد گفت آرے سبو را سر ببند | ہیں کہ ایں ہدیہ است ما را سود مند
در نمد در دوز تو ایں کوزہ را | تا کشاید شہ بہدیہ روزہ را
کایں چنیں اندر ہمہ آفاق نیست | جز رحیق و مایۂ اذواق نیست
زانکہ ایشاں ز آبہاے تلخ و شور | دائمہ پُر علت اند و نیم کور
مرغ کاب شور باشد مسکنش | او چہ داند جاے آب روشنش
ایکہ اندر چشمۂ شورست جات | تو چہ دانی شط جیحون و فرات
اے تو نارستہ ازیں فانی رباط | تو چہ دانی صحو و سکر و انبساط
ور بدانی نقلت از آب و جدست | پیش تو ایں نامہا چوں ابجدست
ابجد و ہوز چہ فاش ست و پدید | بر ہمہ طفلان و معنی بس بعید
پس سبو برداشت آں مرد عرب | در سفر شد میکشیدش روز و شب
بر سبو لرزاں بُد از آفات دہر | ہم کشیدش از بیاباں تا بشہر
زن مصلّیٰ باز کردہ از نیاز | رب سلّم ورد کردہ در نماز
کہ نگہدار آب ما را از خساں | یا رب ایں گوہر بداں دریا رساں
گرچہ شویم آگہ است و پُر فن است | لیک گوہر را ہزاراں دشمن است
خود چہ باشد گوہر آب کوثر است | قطرۂ زاں آب کاصل گوہر است
از دعاہاے زن و زاری او | وز غم مرد و گرانباری او
سالم از دزداں و از آسیب سنگ | بُرد تا دار الخلافت بیدرنگ

مرد بولا سچ[1] سبو کا باندھ سر | نفع تحفہ سے ہمیں تا ہو بسر
تو سبو کو سی کے اب نمدے میں دے | تاکہ روزہ کھولے شاہ اس تحفہ سے
ایسا پانی سارے عالم میں نہیں | غیر آب پاک اور ماء معین
کیونکہ وہ سب آب تلخ اور شور سے | ہیں مریض اور چشم ناقص نور سے
مرغ رہنے والا آب شور کا | آب شیریں کا وہ کیا جانے مزا
تو کہ چشمہ شور کے رہتا ہو ملت | جانے تو کیا نہر جیحون و فرات
تو نہ اس دنیاے فانی سے چھٹا | جانے تو کیا سکر اور صحو و فنا
گر تو جانے نقل آب و جد سے ہی | آگے تیرے مثل نام ابجد کے ہی
ابجد و ہوز کو لڑکے پڑھتے ہیں | لیکن اُسکے دور وہ معنی سے ہیں
مرد اعرابی[2] نے وہ مٹکا لیا | اور سفر میں رات دن لیں وہ چلا
ڈرتا مٹکے سے نہ ہو آفات دہر | لیگیا جنگل سے اُسکو تا بشہر
زن مصلّے کو بچھا کر با نیاز | رب سلّم[3] پڑھتی تھی اندر نماز
یا رب اس پانی کو دشمن سے بچا | اور اس گوہر کو دریا سے ملا
گرچہ شوہر ہے مرا بس ہوشیار | پر ہیں اس گوہر کے دشمن بیشمار
کیا ہی گوہر آب کوثر کا وہ ہی | اصل گوہر قطرہ ہے اُس آب سے
زن کی زاری اور دعا کے کرنے سے | بوجھ بھاری مرد کے لیجانے سے
بس وہ سالم در دو صدمہ سنگ سے | لیگیا دار الخلافت تک اُسے

ف[1] مرد بولا الخ ۹ شعر مرد نے کہا یہ بات سچ ہے تو سبو کا سر باندھ تا نفع تحفہ سے ہم کو سر بسر ہو تو آب سبو نمدے میں سیکر دے کہ شاہ اس تحفہ سے روزہ کھولے ایسا آب سارے عالم میں نہیں ہے سواے آب پاک ماء معین کے کیونکہ وہ سب آب تلخ و شور سے بیمار ہیں اور نور چشم نقصان پذیر ہے یعنی وہ قول مولانا کا ہے کہ عرب کے ملک میں آب شور ہے اور اعرابی بجز آب شور کے نہیں پاتے ہیں اس واسطے آب شیریں کو نہیں جانتے ہیں آگے اسکی مثال بیان فرماتے ہیں مرغ آب شور کا رہنے والا آب شیریں کا مزہ کیا جانے جیحون و فرات کو تو اس دنیاے فانی سے نہ چھٹا تو کیا جانے سکر و صحو و فنا کو اور اگر تو جانتا ہے تو تقلید باپ دادے کی ہے اور تیرے آگے مثل نام ابجد کے ہے لڑکے ابجد ہوز پڑھتے ہیں لیکن اس کے معنی سے دور ہیں یعنی لذائذ دنیا میں کہ آب شور ہے گرفتار ہے تو سکر و صحو و فنا کو کیا جانے کہ وہ آب شیریں ہے اور اگر جانتا ہے تو باپ دادا کی تقلید سے نام سکر و صحو کا مثل نام ابجد کے لیتا ہے اور مثل لڑکوں کے ابجد ہوز پڑھتا ہے مگر معنی اس کا تو نہیں جانتا ہے پس مرشد سے تو اس کی لغت معنی کو حاصل کر کہ اس لذائذ دنیوی سے وہ بہتر ہے آگے قصہ اعرابی کا ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲، ف[2] مرد اعرابی نے الخ ۸ شعر مرد اعرابی نے وہ مٹکا پُر آب لیا اور سفر میں وہ رات دن چلا اور مٹکے سے وہ ڈرتا تھا سبب آفات زمانہ کے اور لے گیا اس کو جنگل سے شہر تک اور زن مصلی بچھا کر با نیاز رب سلم یعنی اے رب سلامت رکھ پڑھتی تھی اندر نماز کے اور کہتی تھی اے رب اس آب کو دشمن سے بچا اور اس گوہر کو دریا سے ملا اگرچہ میرا شوہر ہوشیار ہے مگر اس گوہر کے دشمن بیشمار ہیں گوہر کیا ہے وہ کوثر کا آب ہے اور اصلی گوہر اس آب کا ایک قطرہ ہے زن کی زاری و دعا کرنے سے اور مرد کے بوجھ بھاری لیجانے سے وہ سلامت صدمۂ سنگ سے تا دار الخلافت لے گیا باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۱۲ ف[3] اے رب سلامت رکھ ۱۲۔

دید درگاہے پُر از انعامہا — اہل حاجت گستریدہ دامہا
دمبدم ہر سوے صاحب حاجتے — یافتہ ز اندر عطا و خلعتے
بہر گبر و مومن و زیبا و زشت — ہمچو خورشید و مطر بل چوں بہشت
دید قومے در نظر آراستہ — قوم دیگر منتظر برخاستہ
خاص و عامہ از سلیمان تا بمور — زندہ گشتہ چوں جہاں از نفخ صور
اہل صورت در جواہر ساختہ — اہل معنی بحر نادر یافتہ

دیکھی درگہ اُسکی پُر انعام ہے — اہل حاجت نے بچھایا دام ہے
ہر طرف سے اہل حاجت دمبدم — پاتے اندر سے ہیں خلعت اور درم
نیک و بد گبر و مسلماں کے لیے — چوں بہشت و بارش و خورشید ہے
قوم دیکھی ایک منظور نظر — قوم دیکھی دوسری بس منتظر
مور سے لے تا سلیماں خاص و عام — زندہ نفخ صور سے مثل انام
اُس سے گوہر اہل صورت نے لیے — بحر نادر اہل معنی کو ملے

در بیان آنکہ چنانکہ گدا عاشق کریم ست کریم ہم عاشق گدا است اگر گدا را صبر بیش بود کریم بر در او آید و اگر کریم را صبر بود گدا بر در او آید صبر کمال گدا و نقصان کریم ست

بیان میں اسکے کہ گدا عاشق کریم کا ہے اور کریم عاشق گدا کا اگر گدا کو صبر زیادہ ہے کریم اُسکے دروازہ پر آئیگا اور اگر کریم کو صبر ہے گدا اُسکے دروازے پہ جائیگا لیکن گدا کا صبر کمال ہے اور کریم کا نقصان

آنکہ بے ہمت چو با ہمت شدہ — وانکہ با ہمت چو با نعمت شدہ
بانگ می آید کہ اے طالب بیا — جود محتاج گدایاں چوں گدا
جود محتاج ست و خواہد طالبے — ہمچنانکہ توبہ خواہد تائبے

جو کہ بے ہمت تھا با ہمت ہوا — جو کہ با ہمت تھا با نعمت ہوا
آتی ہے آواز کہ طالب تو آ — جود محتاج گدا ہے جوں گدا
جود ہے محتاج طالب چاہتی ہے — جس طرح سے توبہ تائب چاہتی ہے

۱ دیکھی درگہ الخ ۶ شعر دیکھی درگاہ اُس نے کہ پر انعام ہے اور اہل حاجت نے دام بچھایا ہے اور ہر شے اہل حاجت دمبدم اندر سے پاتے ہیں خلعت و درم نیک و بد گبر و مسلمان کیواسطے مثل بہشت و بارش و خورشید کے بخشش کرتا ہے ایک قوم دیکھی منظور نظر اور دوسری قوم دیکھی منتظر ہوا اور مور سے لیکر تا سلیمان خاص و عام زندہ ہیں مثل مخلوق کے نفخ صور سے اہل صورت نے اس سے گوہر لیے اور اہل معنی کو بحر نادر ملے یعنی اعرابی عقل نے خلیفہ حق کے یہاں جاکر یہ بخشش و کرم کا زور و شور دیکھا کہ اہل صورت کو گوہر و اہل معنی کو بحر عنایت ہوتے ہیں چنانچہ آگے بخشش و کرم کا حال مولانا بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۲ جو کہ بے ہمت الخ ۳ شعر کرم سے اُس خلیفہ کے جو کہ ہمت والا نہ تھا وہ باہمت ہوا اور جو کہ باہمت تھا وہ بانعمت ہوا اور آواز آتی ہے کہ اے طالب تو آ جود محتاج گداؤں کی ہے اور طالب کو چاہتی ہے جس طرح توبہ تائب کو چاہتی ہے باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲

جود میجوید گدایان و ضعاف — ہمچو خوبان کآئنہ جوید صاف
روی خوبان ز آئنہ پیدا شود — روی احسان از گدا پیدا شود
چون گدا آئینہ جود ست ہان — دم بود بر روی آئینہ زیان
پس ازیں فرمود حق در والضحیٰ — بانگ کم زن ای محمد بر گدا
آن یکی جودش گدا آرد پدید — وین دگر بخشد گدایان را مزید
پس گدایان آئنہ جود حق اند — وانکہ با حق اند جود مطلق اند
وانکہ جز این دوست او خود مردہ ایست — او برین در نیست نقش پردہ ایست
لیک درویشے کہ او تشنہ خداست — ہست دائم از خدایش کار راست

لہ جود ڈھونڈھتے ہیں ضعیف و نان خواہ — مثل خوبوں کے کہ ڈھونڈھتیں آئینا
آئینہ سے ز روئے زیبا خوب ہو — اور گدا سے زیب ہو احسان کو
جو گدا ہے آئنہ اک جود کا — دم سے آئینہ مکدر ہو رسوا
والضحیٰ میں اسلیے حق نے کہا — مت گدا کو جھڑکو تم ای مصطفیٰ
ایک جود اُسکی گدا کو لاتی ہے — دوسری زیادہ گدا کو دیتی ہے
جود حق کے آئنہ ہیں وہ گدا — جود مطلق ہیں جو با حق ہیں سدا
ہے وہ مردہ جو سوا ان دو کے ہے — نقش پردہ ہے نہ وہ اس در پہ ہے
جو کوئی درویش ہے تشنہ خدا — حق سے کام اُسکا ہمیشہ ہے روا

فرق میان آنکہ درویش ست بخدا و تشنۂ خداست و آنکہ درویش است از خدا و تشنہ است بغیر

فرق میان اُسکے جو درویش کہ با خدا ہی اور تشنہ خدا کا ہی اور جو درویش کہ خدا سے ہی و تشنہ غیر کا ہے

لیک درویشے کہ تشنہ غیر شد — او حقیر و ابلہ و بے خیر شد
نقش درویش است او نے اہل جان — نقش سگ را تو مینداز استخوان
فقر لقمہ دارد او نے فقر حق — پیش نقش مردہ را کم نہ طبق
ماہی خاکی بود درویش نان — شکل ماہی نیست از دریا روان

لہ پر جو ہی درویش تشنہ غیر کا — بیوقوف ہی اور طالب غیر کا
نقش ہی درویش کا نے اہل جاں — نقش سگ کو تو نہ ڈال استخواں
نے فقیر حق ہی روٹی کا فقیر — نقش مردہ کے نہ آگے رکھ پنیر
خاک کی ماہی فقیر نان ہے — شکل ماہی لیک بھاگے بحر سے

لہ جود ڈھونڈھتے الخ یہ شعر جود ڈھونڈھتی ہے ضعیفوں و محتاج نان کو مثل خوبوں کے کہ ڈھونڈھیں آئینہ کو آئینہ سے روے خوب زیبا ہوا اور گدا سے احسان کو زیب ہو جو کہ گدا ایک آئینہ ہے جود کا دم سے آئینہ مکدر رسوا ہوتا ہے یعنی گدا دم دیلے سے مثل آئینہ کے مکدر رہتا ہے اس لیے حق نے سورہ والضحیٰ میں کہا ہے کہ مت گدا کو تم جھڑکو اے مصطفیٰ صلعم ایک جود اُسکی گدا کو بلاتی ہے اور ایک جود گدا کو زیادہ دیتی ہے پس حق کے یہ گدا آئینہ ہیں اور جو باحق ہیں وہ جود مطلق ہیں یعنی ایک طالب خدا ہیں اور دوسرے باقی ہیں کہ اوروں کو نعمت دیتے ہیں اور وہ مردہ ہیں جو سوا ان دو کے ہے اور اُس در پر نہیں ہے ایک نقش پردہ ہے یعنی جیسے نقش پردہ کا بیجان ہوتا ہے اسی طرح وہ شخص در پر نہیں ہے جو کوئی درویش ہے کہ تشنہ خدا ہی ہمیشہ کام اُس کا حق سے روا ہوتا ہے یعنی سخاوت سب سے بہتر ہے اور جو خدا پر بھروسہ رکھتا ہے خدا اُس کا وکیل وکفیل ہے بموجب آیہ کریمہ کے کہ وکفیٰ باللہ وکیلاً یعنی وکالت اللہ کی کفایت کرتی ہے آگے مولانا تفریق درویش کی بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ لہ پر جو ہے درویش الخ یعنی لیکن جو درویش تشنہ غیر کا ہے وہ بیوقوف ہے و طالب غیر کا ہے نہیں وہ نقش درویش کا ہے اہل جان نہیں ہے تو تصویر سگ کو ہڈی نہ ڈال وہ فقیر حق نہیں ہے تو نقش مردہ کے آگے روٹی مت رکھ فقیر روٹی کا خاک کی مچھلی ہے شکل مچھلی ہے لیکن بحر سے بھاگتا ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

نقش ماہی کے بود درویش آب — آن زبے آبے نمیگردد خراب
مرغ خانہ ست او نہ سیمرغ ہوا — لوت نوشد او نہ نوشد از خدا
عاشق حق ست او بہر نوال — نیست جانش عاشق حسن و جمال
گر توہم میکند او عشق ذات — ذات نبود وہم اسماء و صفات
وہم مخلوق ست و مولود آمدہ ست — حق نہ زائیدہ ست او لم یولد ست
عاشق تصویر و وہم خویشتن — کے بود از عاشقان ذو المنن
عاشق آں وہم گر صادق بود — آں مجازش تا حقیقت میرود
شرح میخواہد بیان این سخن — لیک می ترسم ز افہام کہن
فہمہاے کہنہ کوتہ نظر — صد خیال بد در آرد در فکر
بر سماع راست ہر کس چیر نیست — لقمۂ ہر مرغکے انجیر نیست
خاصہ مرغ مردۂ پوسیدۂ — پر خیال اعمی بے دیدۂ
نقش ماہی را چہ دریا و چہ خاک — رنگ زنگی را چہ صابون و چہ زاک
نقش اگر غمگین نگارے بر ورق — او ندارد از غم و شادی سبق
صورتش غمگین و او فارغ از آں — صورتش خندان و او زان بے نشان
ایں غم و شادی کہ اندر دل خفیست — پیش آں شادی و غم جز نقش نیست

نقش ماہی ہے وہ کب درویش آب — آب و بے پانی کے ہوتا ہی خراب
مرغ خانہ ہے نہ سیمرغ ہوا — طعمہ کھاتا ہے نہ وہ طعمہ خدا
حق کا وہ عاشق ہوا ہی بہر مال — اُسکی نے جان عاشق حسن و جمال
گرچہ جانے وہم سے ہی عشق ذات — ذات کب ہے وہ ہی اسماء و صفات
وہم ہی مخلوق اور مولود سب — لم یلد حق اور لم یولد ہی اب
عاشق تصویر و وہم اپنا جو ہو — ذات حق کا کب بھلا عاشق ہی وہ
گر صداقت وہم کا عاشق رہے — وہ مجاز اسکا حقیقت سے ملے
یہ سخن شرح و بیاں بس چاہتا ہی — پر میں ڈرتا ہوں پرانے راز سے
بس پرانا فہم اور کوتہ نظر — سو خیال بد کا کرتا ہے فکر
نے سماع پر ہر کوئی غلبہ رکھے — کب غذا ہر مرغ کا انجیر ہی
۵۲ خاص مرغ اک مردہ بوسیدہ ہی تو — اور خیال کور پر ہے راہ جو
نقش ماہی خاک و دریاے غنی — ایک ہے زنگی کو صابون پھٹکری
۵۳ کھینچے گر غمگیں کی تصویر تو — غم و شادی کو نہ جانے وہ کبھو
شکل غمگیں اسکی وہ اس سے جدا — شکل خنداں اُسکی وہ اس سے ہا
یہ غم و شادی کہ ہیں دلمیں چھپے — آگے اُسکے شادی و غم نقش ہی

۵۱ نقش ماہی الخ۔ اشعر نقش مچھلی کب درویش آب کا ہو اور بے آب کے کب خراب ہوتا ہے وہ مرغ خانہ ہے سیمرغ ہوا نہیں ہے طعمہ کھاتا ہے وہ طعمہ خدا کا اور خدا کا وہ عاشق ہوا ہے مال کیواسطے اور اس کی جان عاشق حسن و جمال کی نہیں ہے اگرچہ وہ وہم سے جانتا ہے عشق ذات کا مگر وہ ذات کب ہے اسماء صفات سے اور وہم مخلوق ہے اور مولود ہے اور حق نہ کسی سے پیدا ہے اور نہ اُس سے کوئی پیدا ہے اور جو تصویر وہم اپنے کا عاشق ہے یعنی جو از راہ وہم کے خود کو عاشق ذات کا جانتا ہے وہ صفات و اسماء کا ہے کہ وہم مخلوق ہیں پس مخلوق خالق کو کب پا سکتی ہے اگر وہم کا عاشق صداقت رکھے تو وہ مجاز اُسکا حقیقت کو ملا دیگا یہ سخن و شرح بیان چاہتا ہے لیکن میں ڈرتا ہوں پرانے راز سے فہم پرانا اور بس کوتہ نظر ہے اور سو خیال بد کا فکر کرتا ہے نے سماع پر ہر کوئی غلبہ رکھتا ہے اور کب غذا انجیر ہر مرغ کا لیعنی ہر شخص کو کب ذات حق تک رسائی ہے اسماء صفات کے عشق رہجاتا ہوں اور جو عشق مجازی میں صادق ہے تو حقیقت صادق ہے جو حقیقت کو پہونچ جاتا ہے بموجب قول کے المجاز قنطرۃ الحقیقۃ یعنی مجاز سیڑھی حقیقت کی ہے چنانچہ مولانا آگے مثال اس کی بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۵۲ خاص مرغ الخ ۲ شعر خاص ایک مرغ مردہ و بوسیدہ تو ہے اور اندھے خیال پر چلتا ہے تو نقش ماہی کا دریا و خاک سے غنی ہے اور زنگی کو صابون و پھٹکری یکساں یعنی غافل کو عشق ذات میں اور اسماء صفات میں کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا ہے آگے دوسری مثال ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۵۳ کھینچے گر غمگین الخ ۲ شعر اگر غمگین کی تو تصویر دوسری کھینچے تو وہ غم و شادی کو کبھی نہ جانے اس کی شکل غمگین اور وہ اُس سے جدا اور اُس شکل خنداں اور وہ اُس سے رہا یعنی تصویر شکل غمگین رکھتی ہے مگر غم کو نہیں مانتی اور تصویر شکل خنداں رکھتی ہے اور خندگی کو نہیں جانتی یہ غم و شادی کہ دل میں چھپے ہیں آگے اُن کی شادی و غم نقش ہے باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲۔

صورتِ خنداں نفس از بہر تست — تا ازاں صورت شود معنی درست
صورتِ غمگیں نقش از بہر ماست — تا کہ ما را یاد آید راہ راست
نقشہائے کاندریں حمامہاست — از برونِ جامہ کن چوں جامہاست
تا بروں جامہ ہا بینی و بس — جامہ بیروں کن درآ اے ہمنفس
زانکہ با جامہ دراں سو راہ نیست — تن زجاں جامہ ز تن آگاہ نیست
باز می گردم سوئے قصہ عرب — از بیان سرور از بوالعجب

صورتِ خنداں ہے بس تیرے لیے — تا درستی تیرے معنی کی کرے
صورتِ غمگیں ہمارے واسطے — راستی کی یاد ہم کو تاکہ دے
نقش کہ اندر ہیں اس حمام کے — مثلِ جامہ جامہ کن باہر سے ہی
جب تلک باہر ہی جامہ دیکھے بس — دور کر جامہ درآ اے ہم نفس
کیونکہ اس جامہ سے واں رہ نہیں — تن سے جامہ جان سے تن آگہ نہیں
جانب قصہ عرب آتا ہوں میں — اور بیاں اُس راز کا کرتا ہوں میں

پیش آمدن نقیبان و دربانان خلیفہ از بہر اکرام اعرابی و پذیرفتن ہدیہ او را

آگے آنا دربانوں خلیفہ کا واسطے تعظیم اعرابی کے اور لیجانا اُسکے تحفہ کو

آں اعرابی از بیابانِ بعید — بر درِ دارالخلافت چوں رسید
پس نقیباں پیشِ اعرابی شدند — پس گلاب لطف بر رویش زدند
حاجت او فہم شاں شد بے مقال — کار ایشاں بُد عطا پیش از سوال
پس بدو گفتند یا وجہ العرب — از کجائی چونے از راہِ تعب

جب بیاباں کو عرب نے طے کیا — اور در دار الخلافت پر گیا
بس عرب کے آگے دربانوں نے جا — بس گلاب لطف چھڑکا منہ پہ آ
جانا حاجت کو انھوں نے بے مقال — کام بخشش کا تھا اُنکا بے سوال
بولے اے وجہ العرب ہم سے کہو — تم کہاں سے آئے ہو اور کون ہو

صورت خنداں الخ شعر صورت خنداں تیرے لیے ہے تاثیر معنی کی درستی کرے اور صورت غمگین ہمارے واسطے ہے تاکہ راستی کی یاد ہم کو دے یعنی اسی طرح شادی و غم کے دل میں ہے اور وہ نہیں جانتا ہے اور یہ شادی و غم ہوشیار دل کو نفع پہونچاتا ہے کیونکہ وہ راز سے اُس کے باخبر ہیں مثال تیسری آگے مولانا بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ نقش کہ اندر ہیں الخ شعر نقش کہ اندر حمام کے ہیں باہر سے جامہ کن ہے مانند جامہ کن اول درجہ حمام کو کہتے ہیں کہ جہاں اہل غسل کپڑے اُتارتے ہیں گو یا وہ درجہ جامہ کن حمام کے داخل بھی و باہر بھی ہے جیسے لباس بدن پر کہ داخل بدن پر بھی ہے اور خارج بھی اسی طرح درجہ جامہ کن حمام کا جب تک تو باہر ہے جامہ دیکھتا ہے پس جامہ اُتار و اندر حمام کے آ کیونکہ اس جامہ سے وہاں پر راہ نہیں ہے یعنی اس وجود بشری کے ساتھ حقیقت میں رسائی نہیں ہے کیونکہ حقیقت بجاے حمام کے ہے اور جسم بجاے لباس کے پس حمام میں لباس اُتار کر جاتے ہیں اسی طرح تو بھی خواہش ادراک تن کو چھوڑ اور بغیر اُن کے حقیقت کو جا کہ تا رسائی ہو اور جب تک کہ ان حواسات ظاہری سے تو تعلق رکھتا ہے حقیقت سے محروم ہے اب جانب قصہ اعرابی کے میں آتا ہوں اور اُس راز کو بیان کرتا ہوں فافہم ۱۲ جب بیابان کو الخ شعر جب کہ بیابان کو اعرابی نے طے کیا اور در دار الخلافت پر گیا اُس اعرابی کے آگے دربانوں نے جا کر گلاب لطف کا چہرے پر اُس کے چھڑکا اور اُس کی حاجت کو بغیر کہے جانا کیونکہ اُن کا کام بخشش کرنے کا تھا بغیر سوال کے دربانوں نے کہا کہ ہم سے کہو اے وجہ العرب تم کہاں سے آئے ہو اور کون ہو۔ آگے جواب اعرابی کا ہے فافہم ۱۲۔

گفت وہم گرمرا وجہ دہید — ہمچو جو ہم چوں پس پشتم نہید
بولا وجہ ہوں جو وجہ مجکو دو — ہو وجہ ہوں تو مجھے پیچھے رکھو

یکہ در و تاں نشان مہتری ست — فرتاں خوشتر ز زر جعفری ست
اے تمھاری شکل میں ہے سروری — فر تمہارا رکھے زر سے برتری

ایکہ یک دیدار تاں دیدارہاست — اے نثار دیدتاں دینارہاست
ای تمھارا جلوہ اک دیدار ہے — اور قرباں تم پہ سو دینار ہے

ای ہمہ ینظر بنور اللہ شدہ — از بر حق بہر بخشش آمدہ
اے ہو تم ینظر بنور اللہ سب — آئے بخشش کے لیے حق سے ہو تم

تا زنید آں کیمیا ہاے نظر — بر سر مسہاے اشخاص بشر
تاکہ ڈالو وہ نظر کی کیمیا — مس وجودوں پہ بشر کی دائما

من غریبم از بیاباں آمدم — بر امید لطف سلطاں آمدم
میں غریب آیا بیاباں سے یہاں — لطف مجھپر تاکرے شاہ جہاں

بوے لطافتش بیابانہا گرفت — ذرہ ہاے ریگ ہم جانہا گرفت
بوے لطف اسکی بیاباں میں گئی — ریگ کے ذروں نے اس سے جان لی

تا بدینجا بہر دینار آمدم — چوں رسیدم مست دیدار آمدم
میں درم کے واسطے آیا یہاں — جبکہ پہونچا دید کی ہے مست جاں

بہر تاں شخصے سوے نانوا دوید — داد جاں چوں حسن نانوا را بدید
نانوا کے پاس نان لینے گیا — نانوا کا حسن دیکھ عاشق ہوا

بہر فرجہ شد یکے تا گلستاں — فرجہ او شد جمال باغباں
سیر اک کرنے گلستاں کو گیا — سیر حسن باغباں کرنے لگا

ہمچو اعرابی کہ آب از چہ کشید — آب حیواں از رخ یوسف چشید
جیسے اعرابی لب چہ پر گیا — آب حیواں حسن یوسف سے پیا

رفت موسیٰ کاتشے آرد بدست — آتشے دید او کہ از آتش برست
جیسے موسیٰ لینے آتش کو گیا — دیکھی آتش اور آتش سے چھٹا

جست عیسیٰ تا رہد از دشمناں — بردش آں جستن بچارم آسماں
بھاگا عیسیٰ تانہ پائیں دشمناں — بھاگنے سے پہونچا وہ تا آسماں

دام آدم خوشۂ گندم شدہ — تا وجودش خوشۂ مردم شدہ
دانہ گندم ہوا آدم کا دام — خوشۂ مردم ہوا آدم تمام

باز آمد سوے دام از بہر خور — ساعد شہ یابد و اقبال و فر
دام میں جو باز طعمہ سے پھنسا — بیٹھا دست شاہ پر بعد از جفا

طفل شد مکتب پے کسب و ہنر — بر امید مرغ با لطف پدر
سیکھتے ہیں لڑکے مکتب میں ہنر — باپ کے اقرار دینے مرغ پر

پس ز مکتب آں یکے صدرے شدہ — ماہیانہ دادہ و بدرے شدہ
پڑھ کے مکتب سے تو وہ عامل ہوا — ماہیانہ دے کے مہ کامل ہوا

ف۱ بولا وجہ الخ، اشعر اعرابی نے کہا کہ میں بزرگ ہوؤں جبکہ تم بزرگی مجھ کو دو اور بغیر بندگی کے تم مجھے پیچھے رکھو اے لوگوں تمھاری شکل میں سروری ہے اور تمھارا کرو فر رکھتا ہے زر سے برتری اے تمھارا جلوہ ایک دیدار ہے اور تم پر قربان سو دینار ہیں اے تم سب ہو ینظر بنور اللہ یعنی دیکھنے والے ساتھ نور اللہ کے اور حق سے بخشش کیواسطے آئے ہو تاکہ تم وہ نظر کی کیمیا ڈالو مس وجودوں پر بشر کے میں غریب آیا یہاں بیابان سے تا مجھ پر لطف کرے وہ شاہ جہاں بوے لطف اسکی بیابان میں گئی ریگ کے ذروں نے اس سے جان پائی یعنی بیابان دنیا میں بوے لطف خلیفہ گئی اور موجودات جہاں اس سے زندہ ہوئی واضح ہو کہ اعرابی عقل رہبری نفس مطمئنہ سے سبوے جان کو لیکر عالم باطن میں در دولت جناب رسول مقبول صلعم پر پہونچا اور وہ حال یہ گفتگو کرتا ہی میں درم کے واسطے یہاں آیا جبکہ پہونچا جان مست دیدار کی ہوئی مثال فرماتے ہیں جیسے نانبائی کے پاس کوئی نان لینے گیا اور نانوائی کا حسن دیکھکر عاشق ہوگیا ایک سیر گلستان کو گیا اور سیر حسن باغبان کی کرنے لگا جیسے اعرابی آب لینے چاہ پر گیا اور حسن یوسفیہ کا آب حیوان پیا جیسے موسیٰ علیہ السلام آتش لینے کو گئے آتش دیکھی اور آتش سے چھٹے یا عیسیٰ علیہ السلام بھاگے کہ تا دشمن نہ پائیں اور بھاگنے سے آسمان تک پہونچے یا دانہ گندم آدم علیہ السلام کا دام ہے اور آدم علیہ السلام بالکل خوشہ مردم ہوئے یعنی آدم علیہ السلام نے وہ گندم کھایا کہ یہ سب مردم اس دانہ سے پیدا ہوئے مثل خوشہ کے گویا وہ گندم بالکل عشق کا اسرار تھا یا دام میں جو باز بطمع طعمہ پھنسا اور دست شاہ پر بعد جفا کے بیٹھا یا لڑکے مکتب میں سیکھتے ہنر باپ کے مرغ دینے کے اقرار پر مکتب سے پڑھ کر تو وہ عامل ہوا ماہیانہ استاد کو دے کر مہ کامل ہوا یعنی لڑکے نے مکتب میں ہنر سیکھا باپ کے اقرار پر ایک مرغ کے اور انجام میں ہزار روپیہ کی عامل پر نوکر ہوئے چنانچہ آگے اور مثالیں ہیں فافہم ۱۲

آمده عباس حرب از بهر کین بهر قمع احمد و استیز دین
گشت دین را تا قیامت پشت و داو در خلافت او و فرزندان او
آمده عمر بحرب مصطفیٰ تیغ در کف بسته بس شبا قها
گشت اندر شرع امیر المؤمنین پیشوا و مقتدای اہل دین
آں علف کش سوئے بیر آنہا شده بیخبر بر گنج ناگہ پا زده
تشنه آمد سوئے جوئے آب خور دید اندر جوئے خود عکس قمر
من بدیں در طالب چیز آمدم صدر گشتم چوں بدہلیز آمدم
آب آوردم بہ تحفه بہر ناں بوئے نانم برد تا صدر جہاں
نان برون راند آدم علیہ السلام از بہشت نان مرا اندر بہشتے در سرشت
رستم از آب و ز نان ہمچوں ملک بیغرض گردم دریں دور فلک
بیغرض نبود بگردش در جہاں غیر جسم و غیر جان عاشقاں

آئے تھے عباس لڑنے کے لئے تا محمد کا کریں تخریب دیں
تا قیامت ہو گئی دین کی پناہ وہ و فرزند آئے اُنکے دیں کے شاہ
مصطفیٰ کے قتل کو آئے عمر رضہ تیغ لیکر ہاتھ میں باندھے کمر
ہو گئے دین کے امیر المؤمنین پیشوا اور مقتدائے اہل دیں
گھانس والا ایک جنگل کو گیا ناگہاں اُس کو خزینہ مل گیا
آب کو تشنہ گیا اک نہر پہ دیکھا اُسنے نہر میں عکس قمر
آیا اس در پر میں طالب چیز کا یہ جبیں چوکھٹ صدر میں اک بن گیا
آب تحفہ کو میں لایا بہر ناں خواہش نان لائی تا صدر جہاں
لائی ہے آدم کو جنت سے یہ ناں لیگئی جنت میں مجکو ہے یہ ناں
جوں فرشتہ آب و ناں سے میں چھٹا بے غرض دور فلک میں میں ہوا
بے غرض ہے کون عالم میں بھلا عاشقوں کے جسم و جاں کے بس سوا

در بیان آنکه عاشق دنیا بر مثال عاشق دیوار یست که بر و فتاب تافته

بیانمیں اسکے کہ عاشق دنیا مثل اس عاشق دیوار کے ہے کہ دیوار تابش

۵۱ آئے تھے عباس الخ شعر حضرت عباس رضی اللہ عنہ لڑنے کو آئے تھے کہ تا دین احمد کو خراب کریں پس قیامت تک وہ دین کے پشت پناہ ہو گئے اور وہ اور اُن کے فرزند دین کے بادشاہ ہوے مصطفیٰ کے قتل کو آئے عمر رضہ اور ہاتھ میں تیغ لیکر کمر باندھے وہ دین کے امیر المؤمنین ہو گئے اور پیشوا مقتدا اہل دین کے ہوے ایک گھاس والا جنگل کو گیا ناگاہ اُسکو خزانہ مل گیا ایک تشنہ آب لینے نہر پر گیا اُس نے نہر میں عکس قمر کو دیکھا یعنی میں اس در دولت پر بامید حصول دنیا آیا تھا اور مجھ کو دین نصیب ہو گیا یعنی خداوند عالم جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے بموجب آیہ کریمہ یفعل اللہ ما یشاء و یحکم ما یرید یعنی فعل کرتا ہے اللہ جو چاہتا ہے وحکم کرتا ہے جو ارادہ کرتا ہے چنانچہ آگے رجوع بقصہ ہے فافہم ۱۲ ۵۲ آیا اس در پر الخ شعر میں ایک چیز کا طالب ہو کر اس در پر آیا چوکھٹ چومی اور صدر بن گیا آپ براہ تحفہ نان کے واسطے لایا اور خواہش نان صدر جہاں تک مجھے لائی آدم علیہ السلام کو یہ نان جنت سے لائی اور مجھ کو یہ نان جنت میں لے گئی اور فرشتہ کے مانند میں آب و نان سے چھٹا اور دور فلک میں بے غرض میں ہوا عالم میں کون بھلا بے غرض ہے عاشقوں کی جسم و جان کے سوا یہ کل کے عاشق نہیں ہیں جزو کے ہیں اور کل سے بے مشتاق جزو کے محروم ہیں جو کہ ایک جزو عاشق جزو کا ہے تو اُس کا معشوق جلد اپنی کل میں ملے وہ احمق سے غیر کا بندہ ہوا کف غرق ہوا اور وہ عاجز رہا یعنی یہ بوالہوس و عاشقان مجازی جزو کے عاشق ہیں و عاشق حقیقی نہیں ہیں جب کہ جزو معشوق اُس کا اپنے کل میں ملا اور فنا ہوا یہ محروم رہے پس عاشق کل کا ہونا چاہیے کہ کل ہمیشہ قائم ہے اُس کا عشق بھی قائم ہے چنانچہ عشق مجازی کا حال مولانا آگے ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲ —

وجہد گر تا فہم کند کہ این تاب از دیوار
نیست از آفتاب است از آسمان چہارم
لاجرم کلی دل ان دیوار نہاد چون تو آفتاب
با آفتاب پیوست او محروم ماند و حیل بینہم و
بین ما یشتہون

آفتاب سے چمکتی ہے وہ شخص نہیں جانتا ہے
کہ یہ تابش آفتاب چوتھے آسمان کی ہے دیوار
کی جبکہ آفتاب چھپا اور تابش اسکی جاتی رہی
تو یہ محروم رہا وحیل بینہم و
بین ما یشتہون

عاشقان کل نہ این عشاق جزو
چونکہ جزوے عاشق جزوے شود
زود معشوقش بکل خود رود
غرقہ شد کف ضعیفی در زو او
نیست حاکم تا کند ایثار او
فاسرق الذی بین شد منتقل
بندہ شے خواجہ شد او ماند زار
ہمچو آن ابلہ کہ تاب آفتاب
عاشق دیوار شد کاین ما ضیاست
چون باصل خویش پیوست آن ضیا
او بماندہ دور از مطلوب خویش

ماند از کل آنکہ شد مشتاق جزو
زود معشوقش بکل خود رود
غرقہ شد کف ضعیفی در زو او
کار خواجہ خود کند یا کار او
فاسرق الذی بین شد منتقل
بوے گل شد سوے گل او ماند خار
دیدہ بر دیوار و حیران شد شتاب
بیخبر کاین عکس خورشید سماست
دید دیوار سیہ ماندہ بجا
سعی ضائع رنج باطل پاے ریش

کل کے نے عاشق ہیں عشاق جزو
جو کہ عاشق جزو کا اک جزو ہی
احمقی سے غیر کا بندہ ہوا
وہ[1] نہ حاکم ہے کہ تا بخشش رکھے
گر زنا کرتا ہی تو حرہ سے کہہ
بندہ خواجہ سے ملا عاشق ہی خوار
مثل احمق کے کہ تاب آفتاب
تاب پر دیوار کے عاشق ہوا
اصل سے جو نور اپنی مل گیا
دور وہ مطلوب سے اپنے رہا

کل سے ہیں محروم یہ مشتاق جزو
جلد معشوق اسکا کل میں جا ملے
ہو گیا کف غرق وہ عاجز وہ بنا
کام خواجہ کا و یا اپنا کرے
اور جو زنا کرتا ہے حرہ ا نعل وہ کہہ
بوے گل گل سے ملی وہ مثل خار
دیکھ دیوار دن پہ حیراں ہوشتاب
یہ نہ جانا عکس ہی خورشید کا
دیکھا دیواروں کو تیرہ بدنما
ضائع کوشش رنج باطل ہو گیا

[1] وہ نہ حاکم ہے الخ یعنی شعر وہ معشوق حاکم نہیں ہے تاکہ بخشش رکھے اور کام خواجہ کا و یا اپنا کرے اور اگر زنا کو کرتا ہے تو حرہ سے کر اور اگر حرہ آتا ہے تو نعل دگو ہر حرہ اکیونکہ جب لونڈی خواجہ سے ملے تو عاشق خار ہے یعنی جزو مقید اور کل مطلق ہے پس تو عشق کرتا ہے تو مطلق سے کر کہ رنج فراق میں تو گرفتار نہ ہو مثال فرماتے ہیں مثل احمق کے کہ تاب آفتاب کی دیوار پر دیکھے اور حیران ہووے دیوار کی تاب پر وہ عاشق اور نہ جانا کہ یہ عکس ہے خورشید کا جب کہ نور اپنی اصل سے مل گیا تو دیوار کو سیاہ و بدنما دیکھا وہ دور اپنے مطلوب سے رہا کوشش ضائع ہوئی اور رنج باطل ہوا یعنی امرد و نسواں پر جو یہ حسن ظاہر معلوم ہوتا ہے یہ تاب شمس معنی کا ہے جبکہ وہ عکس آفتاب معنی کا گم ہو جاتا ہے تو وہی صورت خوب زشت دکھائی دیتی ہے پس اہل نظر کو چاہیے کہ پرتو حسن صورت سے آفتاب معنی کو چاہے جب کہ نظر کل پر پہونچے پھر جزو سے اس کو کب تسکین ہو اور جو اس جزو پر رہا آخر کار ہمیشہ حرمان نصیبی میں پڑا عیاذا باللہ مثال دوسری آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲۔

عہ یعنی حیلہ کیا گیا درمیان ان کافروں و درمیان اُن خواہشوں کے کہ کرتے تھے ایمان سے ۱۲۔

ہمچو صیادے کہ گیرد سایۂ　　سایہ کے گردد ورا سرمایۂ
سایۂ مرغے گرفتہ مرد سخت　　مرغ حیراں گشتہ بر شاخ درخت
کیں مدمغ برکہ می خندد عجب　　اینت باطل اینست پوشیدہ سبب
ور تو گوئی جزو پیوستہ کل ست　　خار می خور خار مقرون گل ست
جز و دیگر و نیست پیوستہ بہ کل　　ورنہ خود باطل بُدی بعث رسل
چوں رسولاں از پے پیوستن اند　　پس چہ پیوندند شاں چوں یک تن اند
ایں سخن پایاں ندارد اے غلام　　زانکہ جزوے سخت دارد ایں کلام

جیسے اک صیاد پکڑے سائے کو　　سایہ سے کب اسکو حاصل سود ہو
مرد پکڑے سخت سایہ مرغ کو　　مرغ حیراں شاخ پر پس اُس سے ہو
کس پہ اے احمق تو خوش ہوتا ہے آہ　　ہے ترا باطل و پوشیدہ سبب
گر تو کہوے جزو واصل کل سے ہے　　خار کھا تو خار پاس اب گل کے ہے
نے ملا ہی جزو اک وجہ سے بہ کل　　ورنہ باطل ہوتا اظہار رسل
جو رسول آئے ملانے کے لیے　　کیا ملائیں جو یہ سب اک تن ہوئے
یہ سخن بے انتہا ہے اے غلام　　کہ کشش رکھتا ہی سخت اب یہ کلام

سپردن عرب ہدیۂ خود را الغلامان خلیفہ وشرح آں

سپرد کرنا اعرابی کا تحفہ اپنے کو ساتھ غلامان خلیفہ کے اور شرح اُس کی

شرح کن حال عرب اے بانظام　　روز بیگہ شد حکایت کن تمام
بانقیباں حال خود را آں عرب　　چوں بگفت و دید ہنگام طلب
آں سبوئے آب اندر پیش داشت　　تخم خدمت اندراں حضرت بکاشت
گفت ایں ہدیہ بہ سلطاں برید　　سائل شہ را ز حاجت وا خرید
آب شیریں و سبوئے تیز بو　　زاب باراں کہ جمع آمد بگو

حال اعرابی میں اب کر تو کلام [٢]　　وقت جاتا ہی حکایت کر تمام
حال اعرابی نے درباں سے کہا　　اور طلب کا دیکھا ہنگامہ بپا
آگے اُس پانی کے مٹکے کو رکھا　　اور کیا خدمت کو درگہ میں ادا
بولا سلطاں کو یہ تحفہ جا کے دو　　شاہ سے حاجت میری حاصل کرو
آب شیریں اور سبو خوش رنگ ہے　　آب باراں ہی گڑھوں میں جو رہے

ف١ جیسے ایک صیاد الخ، شعر جیسے ایک صیاد سایہ کو پکڑے پس سایہ سے کب فائدہ حاصل ہو مرد سایۂ مرغ کو سخت پکڑے اور مرغ شاخ پر اس سے حیران ہو کس پر اے احمق تو خوش ہوتا ہے یہ تیرا سبب باطل و پوشیدہ ہے اگر تو یہ دلیل کہے کہ جزو کل سے واصل ہے جواب یہ ہے کہ تو خار کھا کیونکہ خار بھی گل سے ملا ہوا ہے ورنہ بیکار ہے اظہار رسولوں کا جو رسول ملانے کے لیے آئے ہیں جب یہ سب ایک تن ہوئے تو کیا وہ ملائیں یعنی سب جزو ایک صورت پر کل سے نہیں ملے ہوئے ہیں کہ ہر کوئی جزو سے کل کو پائے پھر نبی اللہ ہر قسم کی ہدایت کیوں کرتے ہیں اور وصول الی آخرہ طریقہ مختلفہ سے کا ہے کو ہوتا پس مرشد کی رائے پر چلنا بہتر ہے نہ اپنی رائے پر بقول خواجۂ حافظ ؎ بہ مے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید + کہ سالک بیخبر نبود ز راہ و رسم منزلہا + یہ بات بے انتہا ہے فافہم ١٢ ف٢ حال اعرابی میں الخ ۵ شعر حال اعرابی میں جو کلام کر وقت جاتا ہے حکایت تمام کر اعرابی نے حال دربانوں سے کہا اور طلب کا دیکھا ہنگامہ برپا اس پانی کے مٹکے کو آگے رکھا اور خدمت کو درگاہ میں ادا کیا اور کہا تحفہ سلطان کو جا کر دو اور شاہ سے میری حاجت کو کہو یہ آب شیریں اور سبو خوش رنگ ہے اور آب بارش کا ہے کہ جو گڑھوں میں رہ جاتا ہے یعنی آب بارش فیضان الٰہی ہے کہ جو دل قابل میں بھرا رہ جاتا ہے اور طہارت دل مکدر طالب کی اسی آب سے ہوتی ہے چنانچہ آگے اس کا بیان ہے فافہم ١٢۔

خنده می آمد نقیبان را از آں | لیک مے رفتند آنرا ہمچو جاں | سُنکے یہ زبان اُس سے ہنس پڑے | پر قبول اُسکو کیا جو جان کے

زانکه لطفِ شاہ خوب با خبر | کرده بود اندر ہمه ارکان اثر | کیونکہ لطفِ شاہ ذی اخلاق کا | اُنکے اعضا میں اثر کل رکھتا تھا

خوے شاہاں در رعیت جا کند | چرخِ اخضر خاک را خضرا کند | خوے شہ کرتی رعیت میں اثر | چرخِ اخضر سے زمیں ہی سبز تر

شه چو حوضے دان حشم چوں لولها | آب از لوله رود در گولها | شاہ مثل حوض ٹونٹی اہلکار | پانی ٹونٹی سے بھرے کوزوں میں بار

چونکه آب جمله از حوضیست پاک | ہر یکے آبے دہد خوش ذوقناک | جبکہ پانی حوض میں سب پاک ہے | با مزا ہر راہ سے وہ آب دے

ور دراں حوض آب شور است و پلید | ہر یکے لوله ہماں آرد پدید | گر نجس ہی آب حوض اور شور ہے | آب وہ ہر ایک ٹونٹی سے بہے

زانکه پیوست است ہر لوله بحوض | خوض کن در معنی این حرف خوض | کیونکہ ہر ٹونٹی ملی ہی حوض سے | غور کر معنی میں جاے غور ہے

لطفِ شاہنشاه جانِ بے وطن | چوں اثر کرده است اندر کل تن | لطفِ شاہنشاہ جاں بے باطنا | خاک تن میں کیوں اثر پیدا کیا

لطفِ عقلِ خوش نہاد خوش نسب | چوں ہمه تن را در آرد در ادب | لطفِ عقل خوش بنا و نیک خو | کیوں ادب میں لایا سارے جسم کو

عشقِ سنگ بیقرار بے سکوں | چوں در آرد کل تن را در جنوں | عشقِ شوخ بیقرار و بے سکوں | خاک تن کو لایا کیوں اندر جنوں

لطفِ آب بحر کو چوں کوثر است | سنگ ریزه اش جمله دُر و گوہر است | لطفِ آب بحر جو کوثر سا ہے | ریگ رکھے وہ دُر و مرجان سے

ہر ہنر کاستاد زاں معروف شد | جانِ شاگردش بداں موصوف شد | جس ہنر میں اوستا معروف ہو | اُسمیں شاگردونکی جاں موصوف ہو

پیش اُستادِ اصولی ہم اصول | خواند آں شاگرد چست با وصول | آگے اُستادِ اصولی کے اصول | پڑھتے ہیں شاگرد کرتے ہیں وصول

پیش اُستادِ فقیه آں فقه خواں | فقه خواند نے اصول و نے بیاں | آگے اُستادِ فقیہ کے فقہ خواں | فقہ پڑھتے نے اصول و نے بیاں

پیش اُستادے که او نحوی بود | جانِ شاگردش ازاں نحوی شود | آگے اُستا کے کہ جو نحوی ہے وہ | جان شاگردونکی نحو اُس سے ہو

باز استادے که آں محو ره است | جانِ شاگردش ازاں محو شه است | پھر وہ اُستا کہ وہ محو راہ ہے | جان شاگرد اُس سے محو شاہ ہے

زیں ہمه انواع دانش روز مرگ | دانش فقر است زاد راه و برگ | ہر قسم کی عقل یہ تا مرگ ہے | عقل فقر اک رہ کی ساز و برگ ہے

سلہ سن کے الخ، شعر در بان یہ سنکے اُس کے ہنس پڑے لیکن قبول اس کو کیا مانند جان کے یعنی وہ آب اُس کا جان تھا کہ سبوے وجود میں بھر اتھا اور خرقہ تندے کا وہ پہنے ہوئے تھا کیونکہ لطف بادشاہ ذی اخلاق کا اُن دربانوں کے اعضا میں اثر رکھتا تھا آگے مثال فرماتے ہیں بادشاہ کی عادت رعیت میں اثر کرتی ہے آسمان سبز سے زمین سبز تر ہے شاہ مثل حوض کے ہے اور اہلکار مثل ٹونٹی کے ہے اور پانی ٹونٹی سے کوزہ میں ٹھہرتا ہے جبکہ پانی حوض میں سب پاک ہے تو آب بامزہ ہر ایک ٹونٹی سے وہ دے اور اگر آب حوض میں شور و نجس تو وہی آب ہر ایک ٹونٹی سے بہے گا کیونکہ ہر ایک ٹونٹی حوض سے ملی ہے غور کر معنی میں تو کہ جاے غور ہے پس جس کسی کے کہ کلام و نظروں میں اثر ہے جان تو کہ اُسکی جان پاک و لطیف ہے چنانچہ اسکا بیان آگے ہے فافہم سلہ لطف شاہنشاہ الخ، شعر لطف بادشاہ جان نے باطنا کیوں خاک تن میں اثر پیدا کیا ہے اور لطف عقل خوش نہاد و نیک خو کیوں تمام جسم کو ادب میں لایا ہے اور عشق شوخ بیقرار و بے سکوں خاک تن کو جنوں میں کیوں لایا لطف آب بحر جان جو مانند کوثر کے ہے وہ ریگ رکھتا ہے دُر و مرجان سے اُستاد جس ہنر میں معروف ہو اُسمیں شاگردوں کی جان موصوف ہو باقی بیان آگے ہے فافہم ۱۲ سلہ آگے اُستاد الخ، شعر آگے اُستاد اصولی کے علم اصول شاگرد پڑھتے ہیں اور وصول کرتے ہیں آگے اُستاد فقیہ کے فقہ پڑھتے ہیں نہ علم اصول و بیان آگے اُستاد نحوی کے جان شاگردوں کی نحوی ہوتی ہے پھر وہ اُستاد کہ محو راہ ہے جان شاگرد کی اُس سے محو شاہ ہے یعنی مرشد ہر قسم کی یہ عقل مرگ تک ہے مگر عقل فقر کی توشہ راہ آخرت ہے یعنی جیسی حوض وجود میں جیسا آب جان ہے ویسا ہی دوسرے کو نفع پہونچیگا پس جس مرشد میں محویت ہے مرید کو محویت حاصل ہوگی چنانچہ علم ظاہر و علم باطن کی آگے بحث مولانا بیان فرماتے ہیں انتہیٰ فافہم ۱۲

ماجرای مرد نحوی در کشتی با کشتیباں و جواب دادن او

آں یکے نحوی بکشتی در نشست
رو بکشتیباں نمود آں خود پرست

گفت ہیچ از نحو خواندی گفت لا
گفت نیم عمر تو شد بر فنا

دل شکستہ گشت کشتیباں ز تاب
لیک آں دم گشت خاموش از جواب

باد کشتی را بگردابے فگند
گفت کشتیباں بداں نحوی بلند

ہیچ دانی آشنا کردن بگو
گفت نے اے خوش جواب خوب رو

گفت کُل عمرت اے نحوی فناست
زانکہ کشتی غرق در گردابہاست

محو می باید نہ نحو اینجا بداں
گر تو محوی بے خطر در آب راں

آب دریا مُردہ را بر سر نہد
ور بود زندہ ز دریا کے رہد

چوں بمردی تو ز اوصاف بشر
بحر اسرارت نہد بر فرق سر

اے کہ خلقاں را تو خر می خواندۂ
ایں زماں چوں خر بریں یخ ماندۂ

گر تو علامہ زمانی در جہاں
نک فنای ایں جہاں بیں ایں زماں

مرد نحوی را ازاں در دوختیم
تا شما را نحو محو آموختیم

فقہ فقہ و نحو نحو و صرف صرف
در کم آمد یابی اے یار شگرف

جھگڑا اکڑ نام دنحوی کا کشتی میں کشتیبان سے اور جواب دینا اُسکا

ایک نحوی[ف۵۱] بیٹھا کشتی میں جو آ
اور کشتیباں سے یہ کہنے لگا

نحو کچھ تو نے پڑھی ہے بولا نے
بولا عمر آدھی گئی اب تجھسے ہی

کھا کے کشتیباں ازبس پیچ و تاب
چپ رہا اور نے دیا اُس دم جواب

کشتی اک گرداب میں جا کر پھنسی
بولا کشتیباں نحوی سے اجی

پیرنا کچھ جانتا ہے تو کہو
بولا نے اے خوش جواب خوب رو

بولا تیری عمر نحوی کُل گئی
کیونکہ کشتی غرق گرداب ہوئی

محو اس جا چاہیے نے نحو جاں
محو گر ہی آب پر ہو تو رواں

آب دریا سر پہ مردہ کو رکھے
گر ہو زندہ کب وہ دریا سے بچے

گر تو اوصاف بشری سے مرے
بھید کا دریا تجھے سر پہ رکھے

اے جو[ف۵۲] تو مخلوق حق کو خر کہے
اب تو اس کیچڑ میں مثل خر پھنسے

گر تو علامہ زمانہ کا ہے یاں
اس جہاں کی تو فنا دیکھ اس زماں

مرد نحوی کا بیاں ہوا اسلیے
محو کی تا نحو سکھلاؤں تجھے

فقہ فقہ و نحو نحو و صرف صرف
گم ہوا تو محو ہو یار شگرف

ف۵۱ ایک نحوی الخ ۹ شعر ایک نحوی جو کشتی میں آکر بیٹھا کشتیبان سے کہنے لگا کہ تو نے کچھ نحو پڑھی ہے کہا کہ نہیں بس کہا کہ تیری آدھی عمر برباد گئی کشتیبان پیچ و تاب کھا کر چپ ہو رہا اور کچھ اُس کو جواب نہ دیا جبکہ کشتی گرداب میں پھنسی تو کشتیبان نے کہا تو پیرنا جانتا ہے نحوی بولا نہیں کشتیبان نے کہا کہ تیری کل عمر گئی کیونکہ کشتی غرق گرداب ہوئی اس جا محو چاہیے نہ نحو اگر محو ہے آب پر تو رواں ہو آب دریا کا سر پر مردہ کو رکھے اگر زندہ ہو کب وہ دریا سے بچے اگر اب تو اس اوصاف بشری سے مرے تو دریائے راز تجھ کو سر پر رکھے یعنی علم ظاہر سے علم باطن بہتر ہے پس اس زندگی ظاہری سے تو خود کو مار کہ زندگی جاودانی تجھ کو ملے جیسے کہ مردہ کو آب دریا سر پر رکھتا ہے اسی طرح تجھ کو بظاہر وہم یہ باطن دریا سر پر رکھے گا اور وہ مرنا محویت ہے ساتھ حق کے اور جب کہ محویت ہوتی ہے تو یہ حال اس دریا میں کہ جس کا یہ قطرہ ہے مل جاتی ہے چنانچہ اسکا حال ہم نے پیچھے لکھا ہے فافہم ۱۲ ف۵۲ اے جو تو الخ ۴ شعر اے جو تو مخلوق کو خر کہتا ہے تو خود اُس کیچڑ میں مثل خر کے پھنستا ہے اگر تو یہاں علامہ زمانہ کا ہے تو اس وقت اُس جہاں کی فنا دیکھ مرد نحوی کا بیان اس لیے ہے کہ تا تجھے محو کی نحو سکھلائے فقہ فقہ و نحو نحو و صرف صرف گم ہو تو محویت حاصل کر یعنی فقہ کو فقہ دے و نحو کو راستہ بتا و صرف کو خرچ کر اور محویت تو حاصل کر کہ علم ظاہر سے باطن کا علم بہتر ہے آگے رجوع بقصہ ہے فہم من فہم ۱۲ ۔

آں سبوئے آب دانشہائے ماست	واں خلیفہ دجلۂ علم خداست	دانش اپنی ہے وہ مٹکا آب کا ف۱	ہے خلیفہ دجلہ اک علم خدا
ما سبوہا پُر بدجلہ مے بریم	گر نہ خر دانیم ما خود را خریم	پر سبو لیجائیں دجلہ پر اگر	خر نہ جانے آپکو ہم خود ہیں خر
آں عرب را بارے بداں معذور بود	کو ز دجلہ غافل و بس دور بود	وہ عرب اس بات سے معذور تھا	کیونکہ دجلہ سے وہ غافل دور تھا
گر ز دجلہ باخبر بودے چو ما	او نبردے آں سبو را جا بجا	ہوتا اگر دجلہ ہم سا باخبر	کسلیے مٹکے کو لے جاتا ادھر
بلکہ از دجلہ اگر واقف بُدے	آں سبو را بر سر سنگے زدے	بلکہ واقف ہوتا دجلہ سے اگر	مارتا مٹکے کو اپنے سنگ پر
آں سبوئے تنگ پُر ناموس ننگ	شد حجاب بحر زن او را بسنگ	اُس ترے مٹکے میں پُر ہے نام ننگ	ہے حجاب بحر مار اُسکو بسنگ

قبول کردن خلیفہ ہدیہ او عطا فرمودن باکمال بے نیازی ازاں ہدیہ

قبول کرنا خلیفہ کا اُسکے تحفہ کو اور بخشش کرنا بسبب کمال بے نیازی کے اُس تحفہ سے

چون خلیفہ دید و احوالش شنید	آں سبو را پُر ز زر کرد و مزید	ف۲ جو خلیفہ نے سُنا اُسکا یہ حال	کر دیا زر سے سبو کو مالا مال
داد بخششہا و خلعتہائے خاص	آں عرب را کرد از فاقہ خلاص	اُسنے بخشش کی اور خلعت دیا	مرد کو فاقہ سے فارغ کر دیا
پس نقیبے را بفرمود آں قباد	آں جہاں بخشش و آں بحر داد	پس کہا درباں سے اُس شاہ نے	اُس جہاں بخش اور والا جاہ نے
کیں سبو پُر زر بدستش وادہید	چونکہ واگردد سوئے دجلش برید	زر سے مٹکا اُسکو اب تم بھر کے دو	جائے تو دجلہ کی جانب لیچلو
از رہ خشک آمدست واں سفر	از رہ دجلش بود نزدیک تر	تاکہ راہ خشک سے کر کے سفر	راہ دجلہ اُسکو ہو نزدیک تر
چون بکشتی درنشیند بحر راہ	خود فراموشش شود ایں جایگاہ	بیٹھے گر کشتی میں رنج راہ کو	بھول جائے اور وہ خورسند ہو

ف۱ دانش اپنی ہے الخ یہ شعر مٹکا آب کا اپنی دانش ہے اور خلیفہ دجلہ علم خدا ہے اگر دجلہ پر مٹکا بھر پانی لے جائیں اور اپنے کو گدھا نہ جانیں تو ہم گدھے ہیں یعنی علم خدا کے مقابل میں اپنی عقل ناقص کا اظہار گدھاپن ہے اور وہ عرب اس بات سے معذور تھا کیونکہ دجلہ سے اُسکو خبر نہ تھی اگر وہ دجلہ سے ہم سا خبردار ہوتا تو مٹکا بھر پانی کیوں اُدھر لیجاتا بلکہ دجلہ سے اگر واقف ہوتا تو مٹکا پتھر سے پھوڑتا اس تیرے مٹکے میں نام و ننگ دنیا کا بھرا ہے اور راس بحر کا حجاب ہے تو اُسکو پتھر سے پھوڑ یعنی اس نام و ننگ دنیا کو تو چھوڑ اور دریا میں خود کو محو کر کہ نجات ملے آگے مقبولیت کا حال مولانا بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ف۲ جو خلیفہ الخ یہ شعر جبکہ خلیفہ نے یہ حال سُنا اُسکے سبو کو زر سے مالا مال کر دیا اور بخشش کی و خلعت دیا عرب کو فاقہ سے فارغ کیا اور درباں سے کہا اُس شاہ جان بخش و والا جاہ نے کہ تم زر سے اسکا مٹکا بھر دو اور جائے تو دجلہ کی سمت لیجاؤ خشکی کی راہ سفر کر کے آیا ہے راہ دجلہ اسکو نزدیک ہو اگر کشتی میں بیٹھے تو رنج راہ کو بھول جائے اور خوش ہو یعنی سیر سلوک دو قسم پر ہے ایک سیر بری اور دوسرے سیر بحری سیر عالم خلق کو بری اور سیر عالم امر کو بحری کہتے ہیں اگرچہ سیر عالم خلق کی کسب ریاضت سے ہے اور اہل ارشاد اس سیر میں شریک بسبب کسب کے ہیں مگر سیر عالم امر جبروتی و لاہوتی ہے بے مقبولی و اجازت حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نہیں ہوتی ہے اور اسی سیر بحری کا نام فقر ہے پس مولانا فرماتے ہیں کہ خلیفہ حق نے جبکہ اس طالب کا سبو تن دولت منی سے مالا مال کیا تب حکم دیا کہ سیر بحری کرا دو گویا اس مقام پر دولت آیات کامل حاصل ہوتی ہے اور اسکو تخلیہ کہتے ہیں چنانچہ آگے اسکا حال بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

ہمچناں کردند و اندرش سبو — پُر زر و بردند تا دجلہ دو تو
چوں بکشتی در نشست و دجلہ دید — سجدہ می کرد از حیا و می خمید
کاے عجب لطف آں شہ وہاب را — ویں عجب تر کو ستد آں آب را
چوں پذیرفت از من آں دریاے جود — آنچناں جنس و غل را زود زود
کل عالم را سبو داں اے پسر — کاں بود از لطف و خوبی تا بسر
قطرۂ از دجلۂ خوبی اوست — کہ نمی گنجد ز پُری زیر پوست
گنج مخفی بُد ز پُری چاک کرد — خاک را تاباں تر از افلاک کرد
گنج پنہاں بُد ز پُری جوش کرد — خاک را سلطان اطلس پوش کرد
گر بدیدی قطرۂ از دجلۂ خدا — آں سبو را او فنا کردی فنا
آنکہ دیدندش ہمیشہ بیخودند — بیخودانہ بر سبو سنگے زدند
اے ز غیرت بر سبو سنگے زدہ — واں سبو ز اشکست کامل تر شدہ
خم شکستہ آب ازاں نا ریختہ — صد درستی زیں شکست انگیختہ
جزو جزو خم برقص ست و بحال — عقل جزوی را نمودہ ایں محال
نے سبو پیدا دریں حالت نہ آب — خوش ببیں و اللہ اعلم بالصواب
چوں در معنی زنی بازت کنند — پر فکرت زن کہ شہبازت کنند
پر فکرت شد گل آلود و گراں — زانکہ گل خواری ترا گل شد چو ناں
ناں گل ست و گوشت کمتر خور ازیں — تا نمانی ہمچو گل اندر زمیں

ویسے ہی کرکے[۱۵] اُسے مٹکا دیا — زر سے بھر دجلہ تلک وہ لے گیا
بیٹھا کشتی میں وہ دجلہ دیکھ کر — سجدہ کرتا تھا بہت شرمندہ ہو
کہ عجب لطف ہے شہ وہاب کا — مٹکا اک پانی کا اُس سے لے لیا
کیسے اُس بحر کرم نے لے لیا — ایسی کھوٹی جنس کو مجھسے دلا
ایک مٹکا سارے عالم کو تو جان — کہ وہ پر ہے لطف و خوبی سے یہاں
دجلۂ خوبی کا قطرہ اُس سے ہے — نے سمائے پُر سے اندر پوست کے
گنج مخفی تھا پُری سے پھاڑ کے — خاک روشن تر کرے افلاک سے
گنج مخفی تھا پُری سے کر کے جوش — خاک کو سلطان کیا اک سبز پوش
حق کے دجلہ سے جو قطرہ دیکھتا — کرتا اُس مٹکے کو وہ بیشک فنا
جسنے[۱۶] دیکھا اُسکو ہے بیخود سدا — بیخودانہ وہ سبو کر دے فنا
توڑا غیرت سے سبو کو تو نے جو — بس سبو کامل ہوا ٹوٹے سے وہ
ٹوٹے مٹکا اُس سے نے پانی گرے — سو بھلائی اُس بُرائی سے اُٹھے
رکھتا ہے جز جز سبو کا وجد حال — عقل جزوی کو دکھائے یہ محال
نے سبو اس حال میں پیدا نہ آب — خوب دیکھ واللہ اعلم بالصواب
تو در معنی بجائے ہووے باز — فکر سے اوڑتا بنائے شاہباز
فکر کا پر تیرا گل سے ہے بھرا — مثل روٹی گل تو کھاتا ہے سدا
گوشت روٹی گل ہے کم کھا اے میاں — تا نہ رہوے مثل گل اندر زمیں

[۱۵] ویسے ہی کرکے الخ وشعر اُسکو مٹکا ویسے ہی زر سے بھر کے دیا اور دجلہ تک لے گیا جبکہ وہ کشتی میں بیٹھا اور دجلہ کو گیا بہت شرمندہ ہوکر سجدہ کرتا تھا کہ عجب لطف ہے اُس شاہ وہاب کا کہ اُسنے ایک مٹکے پانی کو لیلیا کس طرح اس بحر کرم نے لیلیا ایسی کھوٹی جنس کو مجھ سے یعنی وہ شاہ کریم اس قدر آب شیریں دجلہ رکھتا ہے اور مجھ سے ایک مٹکا آب شیریں کا قبول کرلیا محض اُسکا کرم ہے ورنہ اُسکے نزدیک اس تحفہ کی کیا اصل ہے چنانچہ مولانا اسکے حقائق آگے بیان فرماتے ہیں تو سارے عالم کو ایک مٹکا جان کہ وہ لطف وخوبی سے یہاں پر ہے دجلہ خوبی حق کا ایک قطرہ بسبب پُری کے پوست کے اندر سما نہیں سکتا ہے پس وہ گنج مخفی تھا کہ بسبب پُری کے پھاڑ کر خاک کو افلاک سے روشن تر کردیا ایک گنج مخفی تھا بسبب پُری کے جوش کر کے خاک کو ایک سلطان سبز پوش کردیا اگر ایک قطرہ حق کے دجلہ سے وہ دیکھتا بیشک اُس مٹکے کو فنا کرتا یعنی جیسے کہ زمین کے مٹکے میں گنج مخفی بھرا تھا اور آخر کار یہ راز جہاں اس سے ظاہر ہوا اسیطرح اگر دجلۂ ذات کا ایک قطرہ دیکھتا مٹکے وجود کو پھوڑتا چنانچہ آگے اسکا بیان ہے فافہم [۱۶] جس نے دیکھا الخ شعر جسنے اُسکو دیکھا وہ بیخود ہے سدا اور بیخودوں کے مانند وہ سبو کردے فنا اے عارف تونے جو غیرت سے سبو کو توڑا بس وہ سبو ٹوٹنے سے کامل ہوا اور وہ ٹوٹے سبو اور پانی اُس سے نہ گرے اور اُس بُرائی میں سو بھلائی پیدا ہوں جزو جزو سبو کا وجد و حال رکھتا ہے اور عقل جزوی کو یہ امر محال معلوم ہوتا ہے اس حال میں نہ سبو پیدا ہے اور نہ آب تو خوب دیکھ واللہ اعلم بالصواب یعنی بحالت شکستگی دل کیفیت عارف کے دل شکستہ کی ہوتی ہے جبکہ نور عرفان اُسکے دل میں پُر ہوتا اور سیر عالم امر کی اُسکو جاری ہوتی ہے اگر تو دروازہ معنی کا بجائے کشادہ ہووے اور فکر سے تو اُڑتا دیکھو شاہباز بنائے تیری فکر کا پر گل سے آلودہ ہے کیونکہ مثل روٹی کے گل کھاتا ہے یہ گوشت روٹی گل ہے تو اُسکو کم کھا تاکہ تو زمین میں مٹی کی طرح نہ رہوے یعنی اگر تو غذائے گل کی کھائیگا جسم تیرا مثل گل کے بعد مردن میت میں رہیگا اور اگر تو غذا نور کی کھائیگا جسم تیرا ہمراہ جان کے روح القدس ہوگا باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

خاک میخوردیم عمرے در غذا	خاک آخر خورد مارا بعد مرا	ایک مدت خاک کی کھائی غذا	خاک نے آخر ہمیں بس کھا لیا
این شراب و این کباب و این شکر	خاک رنگین ست و نقشش ای پسر	یہ شراب اور یہ کباب اور یہ شکر	خاک رنگیں نقش ہے وہ اے پسر
چوں گرسنہ میشوی سگ میشوی	تند و بدپیوند و بدرگ میشوی	جب تو بھوکا ہوتا ہے سگ ہوتا ہے	بیحیا بدخلق و بدرگ ہوتا ہے
چوں شدی تو سیر مردارے شوی	بیخود و بیحس چو دیوارے شوی	پیٹ جو بھر جائے تو مُردار ہو	بیخود و بیحس تو جوں دیوار ہو
پس دمے مردار و دیگر دم سگے	چوں کنی در راہ شیراں خوش تگی	دم میں سگ اور دم میں تو مُردار ہے	راہ شیروں کی تو کیونکر چل سکے
آلت اشکار خود جز سگ مداں	کمترک انداز سگ را استخواں	سگ کو تو آلۂ شکار اپنے کا جان	ڈال کم سگ کے تو آگے استخواں
زانکہ سگ چوں سیر شد سرکش شود	کے سوئے صید و شکار خوش رود	ہووے سگ سرکش جو پیٹ اُسکا بھرے	دوڑ کمتر وہ شکاروں میں کرے
آں عرب را بینوائی می کشید	تا بداں درگاہ و آں دولت رسید	اُس عرب کو بینوائی لے گئی	تا کہ اُس درگاہ سے دولت ملی
در حکایت گفتہ ایم احسان شاہ	در حق آں بینوائی بے پناہ	اس حکایت میں کہا احسان شاہ	حق میں اُس مفلس کے جو تھا بے پناہ
ہرچہ گوید مرد عاشق بوئے عشق	از دہانش میجہد در کوئے عشق	جو کہ کہوے مرد عاشق بوئے عشق	منہ سے اسکے نکلے اندر کوئے عشق
گر بگوید فقہ فقر آید ہمہ	بوئے فقر آید ازاں خوش دمدمہ	فقر کُل آئے جو کہوے فقہ سے	فقر کی بو آئے اُس خوش دمدمہ سے
ور بگوید کفر آید بوئے دیں	آید از گفت شکش بوئے یقیں	کفر اگر کہوے تو آئے بوئے دیں	آئے شک کی بات سے بوئے یقیں
ور بگوید کژ نماید راستی	اے کژے کہ راست را آراستی	گر کہے کج راستی ہووے عیاں	ایسا کج کہ راست اُس سے با نشاں
کف کژ کز بحر صافی خاستہ است	اصل صاف آں فرع را آراستہ است	کف کج کہ اُٹھا بحر صاف سے	شاخ کردی صاف اصل صاف نے
آں کفش را صافی و محقوق داں	ہمچو دشنام لب معشوق داں	پاک صاف اُس کف کو تو بس جان لے	جیسے گالی خوش لب معشوق سے
گشت این دشنام نامطلوب او	خوش ز بہر عارض محبوب او	بے طلب یہ گالی اُسنے پائی ہے	خوش ہے اُسکو بہر رُوئے یار سے

لہ ایک مدت الخ ۱۰ اشعار ایک مدت خاک کی غذا کھائی آخر خاک نے ہم کو کھا لیا یہ شراب اور یہ کباب اور یہ شکر ایک نقش ہے خاک رنگین کا جبکہ تو بھوکا ہوتا ہے سگ ہوتا ہے بیحیا اور بدخلق اور بدرگ ہوتا ہے یعنی بھوک جھلاہٹ میں تو ہر ایک کو مثل سگ کے کاٹنے کو دوڑتا ہے اور جبکہ پیٹ بھر جاتا ہے تو مردار ہوتا ہے اور بیخود و بیحس مثل دیوار کے ہوتا ہے یعنی تو غافل ہو کر مثل مردار کے رات بھر پڑا رہتا ہے مانند دیوار کے دونوں صورت میں تو غافل یار سے رہتا ہے اور مثل سگ کے امورات دنیا طلبی میں بھونکتا پھرتا ہے اور خود کو شیر حق کا جانتا ہے تو ایک دم میں سگ اور ایک دم میں مردار ہے تو راہ شیروں کی کیونکر چل سکے یعنی تو خواہشات دنیا میں سگ و مردار ہے شیران حق کی نقل تو کیوں کرتا ہے سگ آلہ شکار کا جان اور اُس کے آگے کم ڈال استخوان کیونکہ سگ سرکش ہوتا ہے اگر پیٹ اُس کا بھرے اور شکار پکڑنے میں کم دوڑے یعنی روح اس سگ نفس کو لے کر صحرائے دنیا میں واسطے شکار کرنے معرفت کے آئی ہے اگر سگ نفس خواہشات دنیا سے سیر ہوا شکار معرفت میں کم کوشش کرے گا اور اگر بھوکا رہے گا تو شکار پکڑنے میں کوتاہی نہ کرے گا عرب کو بینوائی لے گئی یہاں اُس درگاہ سے اُس کو دولت ملی اس حکایت میں احسان بادشاہ کا حق میں اُس مفلس تباہ حال کو ہے یعنی اس حکایت میں جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے احسان کا حال بیان کیا کہ طالب پر اس طرح حضور نے احسان کر کے خشکی سے راہ تری کو پہونچاتے ہیں جو کہ مرد عاشق کہے بوئے عشق اُس کے منہ سے نکلے اندر کوئے عشق اگر وہ فقہ سے کہے فقر تو بوئے فقر اُسکو خوش کر کے آئے وہ کفر سے کہے تو بوئے دین آئے شک سے کہے تو بوئے یقین آئے عاشق کج کہے راستی عیاں ہو اس کجی سے راستی کا نشان ملے کف کج بحر صاف سے اُٹھے اصل صاف نے شاخ کو صاف کیا اس کف کو تو پاک صاف جان لے جیسے گالی معشوق کے لب سے خوش معلوم ہوتی ہے کیونکہ یہ گالی اُسنے بے طلب پائی ہے بسبب بہر روئے یار کے اُسکو خوش آئی ہے یعنی مرشد سے کہ اصل میں معشوق ہے جو کلام کہ بہ نسبت طالب کے سخت یا کج کہے اُسکو خوش و راست جاننا چاہیے کیونکہ وہ کف دریائے صاف سے پیدا ہوا گو کہ بظاہر کج و سخت معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں وہ صفائی و راستی رکھتا ہے اور طالب تو اسکا بندہ ہے کہ نفع و ضرر تو اس سے پیدا پائے چنانچہ آگے اسکی مثال بیان فرماتے ہیں انتہیٰ

از شکر گر شکل نانے می پزی — طعم قند آید نہ نان چوں می خوری
گر بت زریں بیابد مومنے — کے ہلد او را پے سجدہ کنے
بلکہ گیرد اندر آتش افگند — صورت عاریتش را بر کند
تا نماند بر ذہب نقش وثن — چونکہ صورت مانع ست و راہزن
ذات زرش داد ربانیت ست — نقش بت بر نقد زر عاریت ست
بہر کیکے تو گلیمے را مسوز — وز صداع ہر مگس مگذار روز
بت پرستی گر بمانی در صور — صورتش بگذار و در معنی نگر
مرد حجی ہمرہ حاجی طلب — خواہ ہندو خواہ ترک و یا عرب
منگر اندر نقش و اندر رنگ او — بنگر اندر عزم و در آہنگ او
گر سیاہ ست ہم آہنگ تو است — تو سفیدش خواں کہ ہمرنگ تو است
ایں حکایت گفتہ شد زیر و زبر — ہمچو فکر عاشقاں بے پا و سر
سر ندارد کز ازل بود ست پیش — پا ندارد با ابد بود ست خویش
بلکہ چوں آب ست ہر قطرہ ازاں — ہم سرست و پا و ہم بے ہر دو آں
حاش للہ ایں حکایت نیست ہیں — نقد حال ما و تست ایں خوش ببیں
پیش ہر صوفی کہ او با فر بود — ہرچہ آں ماضی ست لا یذکر بود
چوں بود فکرش ہمہ مشغول حال — تاید اندر ذہن او فکر مآل

گر شکر سے شکل روٹی کی پکائے[۵۱] — قند کھائے نے مزہ روٹی کا پائے
پائے صورت زر کی اک مومن اگر — واسطے سجدے کے کب چھوڑے مگر
بلکہ آتش میں گلائے وہ اُسے — عارضی صورت کو اُسکی میٹ دے
شکل بت کی تا نہ اُس زر پہ رہے — کیونکہ صورت رہزن ایمان ہے
ذات اُس زر کی عطائے حق سے ہے — شکل بت کی عاریت اُس زر پہ ہے
واسطے پسو کے مت کملی جلا — مکھیوں کے رنج سے مت دن گنا
بت پرست ہے تو جو صورت میں رہے — چھوڑ صورت دیکھ معنی غور سے
حج[۵۲] کی خواہش ہے تو حاجی کر طلب — خواہ ہندو خواہ ترک اور یا عرب
تو نہ اُسکے رنگ اور صورت کو دیکھ — بل ارادہ عزم کو اُسکے تو دیکھ
ہے سیہ پر تیرا ہم آہنگ ہے — کہہ سفید اسکو ترا ہمرنگ ہے
اس حکایت کو کہا زیر و زبر — جیسے فکر عاشقاں بے پا و سر
سر نہ رکھے کہ ازل سے پیش ہے — پا نہ رکھے کہ ابد کا خویش ہے
بل ہے مثل آب ہر قطرہ یقیں — ہم سر و پا رکھے ہم دونوں نہیں
حاش للہ یہ حکایت ہے نہ قال — ہے ہمارا اور تمہارا نقد حال
آگے صوفی کے ہے صاحب مقام — جو کہ ماضی ہے وہ لا یذکر تمام
جبکہ اُسکی فکر ہو مشغول حال — ذہن میں کب لائے وہ فکر مآل

۵۱ گر شکر سے الخ، شعر اگر تو شکر سے بشکل روٹی پکائے تو قند کھائے اور مزہ روٹی کا نہ پائے یعنی گو شکر شکل روٹی کی رکھے مگر بوجہ شیرنیت کے مزہ روٹی نہ دے مثال دوسری اگر مومن ایک مورت زر کی پائے واسطے سجدہ کے اُس کو کب چھوڑے بلکہ اُس کو آتش میں گلائے اور صورت عارضی کو اُس کی مٹائے تاکہ اس زر پر شکل بت کی نہ رہے کیونکہ وہ رہزن ایمان ہے ذات اُس زر کی بخشش حق سے ہے مگر شکل بت کی اُس زر پر عاریت ہے پسو کے واسطے تو کملی نہ جلا اور مکھیوں کے رنج سے تو دن مت کھو اگر تو صورت میں ہے تو بت پرست ہے تو صورت کو چھوڑ اور معنی میں غور کر یعنی روح بے صورت مثل زر کے عطائے حق ہے اور شکل بت کی نفس اُس پر قائم ہے اگر تو مومن ہے تو اس شکل بت کو توڑ اور معنی زر کو دیکھ اور پسو نفس کے واسطے اپنی جان کو نار دوزخ میں نہ جلا چنانچہ اس کی مثال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۵۲ حج کی خواہش الخ، شعر اگر حج کی خواہش ہے تو حاجی کے ہمراہ ہو خواہ وہ ہندو یا ترک یا عرب ہو تو اسکی رنگ و صورت کو نہ دیکھ بلکہ ارادہ و عزم کو اُسکے دیکھ وہ سیاہ ہے ولیکن تیرا ہم ارادہ ہے تو اُسکو سفید کہہ کہ وہ تیرے ہمرنگ ہے یعنی گو بظاہر وہ سیاہ رو ہے مگر معنی میں بسبب تیرے ہم ارادہ ہونے کے روشن ہے پس نظر معنی میں رکھ اور صورت پرستی کو چھوڑ دے اس حکایت کو میں نے گڈ بڈ کیا جیسے فکر عاشقوں کی بے سر و پا ہوتی ہے یعنی اس حکایت میں عشق کا بیان ہے چونکہ عشق کی ابتدا و انتہا نہیں ہے اسواسطے اس حکایت کو بھی گڈ بڈ کیا ہے کیونکہ عشق سر نہ رکھے کہ ازل سے پہلے ہے اور پا بھی نہ رکھے کہ ابد کا شریک ہے مانند آب کے ہے اور ہر ایک قطرہ اُسکا بے سر و پا نہ رکھے اور ہم دونوں نہیں رکھتے حاش للہ یہ حکایت نہ قال ہے ہمارا و تمھارا نقد حال ہے آگے صوفی کے کہ صاحب مقام ہے کہ ماضی ہے وہ لا یذکر تمام ہے یعنی صوفی نقد حال ہوتا ہے اور حال گذشتہ کو لابد جانتا ہے یعنی گذشتہ کا کچھ ذکر نہیں کرتا ہے جبکہ اُس کی فکر مشغول حال ہو کہ ذہن میں وہ کب لائے فکر مآل کو باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲۔

هم عرب ما هم سبو ما هم ملک ‏ جمله ما یؤفک عنه من افک
عقل را شو دان و زن را نفس و طبع ‏ این دو ظلمانی و منکر عقل و شمع
بشنو اکنون اصل انکار از چه خاست ‏ زانکه کل را گونه گونه جزوهاست
جزو کل نے جزوہا نسبت بہ کل ‏ نے چو بوئے گل کہ باشد جزو گل
لطف سبزہ جزو لطف گل بود ‏ بانگ قمری جزو آں بلبل بود
گر شوم مشغول اشکال و جواب ‏ تشنگاں را کے توانم داد آب
در تو اشکال کلی و حرج ‏ صبر کن الصبر مفتاح الفرج
احتما کن احتما ز اندیشہ ہا ‏ زانکہ شیر اند دریں بیشہ ہا
احتماہا بہ ز داہا بہر راست ‏ زانکہ خاریدن فزونی گر ست
احتما اصل دوا آمد یقین ‏ احتما کن قوت جانت ببین
قابل ایں گفتہا شو گوش دار ‏ تا کہ از زر سازمت من گوشوار
گوشوارہ چہ کہ کان زر شوی ‏ تا بماہ و تا ثریا بر شوی
اول اے بشنو کہ خلق مختلف ‏ مختلف جانند از یا تا الف
در حروف مختلف شور و شکیست ‏ گرچہ از یک رو زسر تا پا یکیست
از یکے رو ضد و یک رو متحد ‏ از یکے رو ہزل و از یک روئے جد

ہم عرب ہیں ہم سبو ہیں ہم ملک ‏ ہم ہیں جملہ یؤفک عنہ من افک
عقل ہے خاوند زن ہے نفس طبع ‏ یہ دو ظلمانی و منکر عقل و شمع
اب سنو انکار اٹھا کس لیے ‏ کیونکہ کل کا ہر طرح پر جزو ہے
جزو کل نے جزو رکھے نسبت بہ کل ‏ نے جوں بوے گل کہ ہووے جزو گل
لطف سبزہ جزو لطف گل کا ہے ‏ بانگ قمری جزو اس بلبل کا ہے
گر کروں مشکل بیاں اور دوں جواب ‏ تشنگوں کو دے سکونگا کب میں آب
گر تو مشکل جانے کل ہیں اور حرج ‏ صبر کر الصبر مفتاح الفرج
کر تو اب پرہیز ان انکار سے ‏ کیونکہ ویرانے میں ہوتا شیر ہے
سروری پرہیز دارو پر رکھے ‏ کیونکہ کھجلانے سے کھجلی ور بڑھے
اصل دارو کی ہوئی پرہیز ہے ‏ پس تو کر پرہیز تا قوت ملے
کان رکھو قابل ہو تو اس بات کے ‏ گوشوارہ تا رہے تا ڈالوں ترے
گوشوارہ کیا ہے زر کی کان ہو ‏ تا ثریا ماہ کی تو جان ہو
پہلے تو سن لے کہ خلق مختلف ‏ مختلف جان ہیں وہ یا تا الف
یہ حروف مختلف پر شک رکھیں ‏ گرچہ اک رو سے وہ بالکل ایک ہیں
ایک رو سے ضد و اک رو سے ہیں ایک ‏ ایک رو سے بد ہیں اک رو سے ہیں نیک

سہ ہم عرب ہیں الخ۔ شعر ہم ہی عرب ہیں و ہم ہی سبو و ہم ہی ملک ہیں جملہ ہم ہیں بموجب آیہ یؤفک عنہ من افک گمراہ ہے وہ قرآن سے جو کہ گمراہ ازل ہے عقل خاوند ہے اور زن نفس طبع ہے یہ دونوں ظلمانی منکر عقل شمع ہیں اب سنو کہ اصل میں انکار اٹھا کس واسطے کل کا ہر طور پر جزو ہے جزو کل نہیں جزو ساتھ کل کے نسبت رکھے نہ جیسے بوے گل کہ جزو گل کی ہووے یعنی صفات و ذات ایسا جزو کل نہیں ہے کہ جیسے بوے گل جزو گل ہے بلکہ یہ جزو ساتھ کل کے نسبت رکھتا ہے جیسے لطف سبزہ جزو لطف گل کا ہے یا بانگ تیری جزو بانگ بلبل کی ہے یعنی مساوات یہ جزو و کل باہم رکھتا ہے اگر میں مشکل بیان کروں و جواب دوں تو تشنگوں کو تسکین کب دے سکوں اگر تو کل میں مشکل جانے اور حرج تو صبر کر کہ صبر کنجی کشادگی کی ہے پرہیز کر اب تو ان افکار سے کیونکہ ویرانے میں شیر ہا کرتا ہے یعنی ذات میں تو فکر نہ کر بموجب قول لاتفکروا فی ذات اللہ وتفکروا فی صفات اللہ یعنی ذات اللہ میں تم فکر نہ کرو اور صفات اللہ میں فکر کرو دوا پر پرہیز سروری رکھتا ہے کیونکہ کھجلانے سے کھجلی اور زیادہ ہوتی ہے اور اگر اصل دوا کی پرہیز ہے پس تو پرہیز کر تا قوت جان کو ملے یعنی ذات میں فکر کرنے سے تو پرہیز کر اور بعدہ خود راز ذات کا تجھ پر کھل جاوے گا تو کان رکھ اور قابل اس بات کے ہو تو گوشوارہ تم سے تیرے کان میں ڈالوں یعنی تو پرہیز کر کے خود کو بات کے قابل کرتا ہیں وہ راز بجائے گوشوارے کے تیرے کان میں ڈالوں گوشوارہ کیا تو کان زر ہو کہ ثریا و ماہ کی تو جان بنے افلاک تیرے نور قدم ہوں چنانچہ مولانا اس راز معنی کو مثال میں آگے بیان فرماتے ہیں تو پہلے اس بات کو سن لے کہ خلق مختلف مختلف جان سے یا سے الف تک یعنی کل مخلوق جانوں میں مختلف ہے مثل حروف ابجد کے لیکن یہ حروف مختلف شک و شبہہ رکھتے ہیں اگرچہ ایک رو سے ایک ہیں ایک رو سے ضد اور ایک رو سے بد اور ایک رو سے نیک ہیں یعنی حروف ابجد سیاہی کی رو سے ایک ہیں اور شکلوں کی رو سے مختلف و ضد ہیں اسی طرح جانیں بھی آپس میں مختلف و موافق ہیں باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲۔

پس قیامت روز عرض اکبر است — عرض او خواهد که با زیب و فر است
هر که چون هندوی بد سودائی است — روز عرضش نوبت رسوائی است
چون ندارد روی همچون آفتاب — او نخواهد جز و شب همچون نقاب
برگ یک گل چون ندارد خار او — شد بهاران دشمن اسرار او
وانکه سرتاپا گل است و سوسن است — پس بهار او را دو چشم روشن است
خار بی معنی خزان خواهد خزان — تا نزد پهلوی خود با گلستان
تا بپوشد حسن آن و ننگ این — تا نبینی ننگ آن و زنگ این
پس خزان او را بهار است و حیات — یک نماید سنگ و یاقوت و زکات
باغبان هم داند آنرا در خزان — لیک دید یک به از دید جهان
خود جهان آن یک کس است و آن به است — هر ستاره بر فلک جزو مه است
خود جهان آن یک کس است و باقیان — جمله اتباع و طفیل اند ای فلان
او جهان کامل است و مفرد است — نسخهٔ کل وجود او را بدست
پس همی گوید هزار نقش و نگار — مژده مژده نک همی آید بهار
تا بود تابان شکوفه چون زره — تا کنند آن میوه ها پیدا گره
چون شکوفه ریخت میوه سر کند — چون که تن بشکست جان سر بر کند
میوه معنی و شکوفه صورتش — آن شکوفه مژده میوه نعمتش
چون شکوفه ریخت میوه شد پدید — چونکه آن کم شد شد این اندر مزید

۱؎ عرض اکبر کا قیامت روز ہے — عرض وہ چاہے کہ زیب و فر رکھے
مثل ہندو جو برا سودائی ہے — عرض کے دن اسکی بس رسوائی ہے
جو نہ رخ رکھے مثال آفتاب — پردۂ شب چاہیے وہ مثل نقاب
برگ جس گل کا نہ رکھتا خار ہے — نو بہار اسکی عدو اسرار ہے
جو کہ سرتاپا ہے گل اور لالہ زار — چشم روشن اسکی دونوں ہیں بہار
خار بے معنی تو چاہتا ہے خزاں — تاکرے وہ ہمسری باگلستاں
ننگ اسکا حسن اسکا تا چھپے — تا نہ ننگ اسکا نہ ننگ اسکا دکھے
ہے خزاں اسکی بہار و زندگی — سنگ و یاقوت اک دکھائے روشنی
باغباں جانے خزاں میں انکو ہی — دید اک بہتر جہاں کی دید سے
خود جہاں وہ ایک کس ہے خوب ہے — ہیں ستارے چرخ پر جزو ماہ کے
خود جہاں وہ ایک کس ہے باقی سب — تابعین اور ہیں طفیلی باادب
وہ ہی اک کامل جہاں یکتائی ہے — کل وجود ونکا یہ نسخہ اسکا ہے
پس یہی کہتا ہے ہر نقش و نگار — مژدہ مژدہ ہو کہ آتی ہے بہار
تاکہ ہو پیدا شگوفہ چوں زرہ — تاکرے میوے کی پیدا وہ گرہ
جب شگوفہ ٹوٹا میوہ ہو عیاں — جبکہ تن ٹوٹا تو ظاہر ہووے جاں
میوہ معنی و شگوفہ صورت ایک — وہ شگوفہ مژدہ میوہ نعمت ایک
جب شگوفہ ٹوٹے و میوہ دکھے — جبکہ وہ کم ہو تو یہ زیادہ بڑھے

۱؎ عرض اکبر کا الخ۔ اشعر قیامت کا روز عرض اکبر کا ہے پس عرض وہ چاہتا ہے جو زیب و فر رکھتا ہے یعنی قیامت کا ظہور حال کا دن ہے کہ ہر ایک کا حال اس دن ظاہر ہو جائے گا مثل ہندو کے جو کہ بد سودائی ہے عرض کے دن اس کی رسوائی ہے اور جو کوئی رخ مثل آفتاب کے نہ رکھے وہ پردۂ شب کو کہ مثل نقاب کے چاہتا ہے یعنی دنیا شب ہے اشقیا اس میں خوش ہیں روز محشر ان کی رسوائی ہے مثال دوسری گل خود رو کہ خزاں نہیں رکھتا ہے موسم بہار میں وہ خراب و برباد ہوتا ہے جو کہ سرتاپا گل و لالہ زار ہے اس کی دونوں چشم روشن بہار ہیں یعنی شقی روز محشر کو خوار اور سعید مثل گل کے تر و تازہ ہوں گے خار یعنی تو خزاں چاہتا ہے تا ہمسری گلستاں سے کرے یعنی خزاں میں درخت خار و درخت گل بے برگ و بار دونوں ہمشکل ہوتے ہیں ننگ اس کا اور حسن اسکا تا نہ دکھے یعنی خزاں تا خار کا ننگ اور حسن گل کا چھپے اور دونوں برابر ہوں خزاں اس کی بہار و زندگی ہے سنگ اور یاقوت ایک روشنی دکھائی ہے باغبان خزاں میں ان کو پہچانتا ہے ایک دید بہتر ہے جہان کی دید سے یعنی اگرچہ خزاں میں خار و گل برابر ہیں مگر باغبان ان کو پہچانتا ہے کہ یہ درخت گل کا ہے اور یہ خار کا ہے اسی طرح دنیا میں کہ بجائے خزاں ہے شقی و سعید برابر ہیں مگر جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم انکو پہچانتے ہیں یا مرشد کامل خود جہاں یعنی جہان وہ خوب ہے سوائے ماہ کے آسمان پر سب ستارے ہیں جہان میں وہ ایک کس ہے اور باقی سب تابعین اور طفیلی اسکے ہیں خود جہان یکتائی ہے وہ ایک کامل ہے کل وجود ونکا یہ نسخہ اسکا ہے یعنی کل وجود عالم کے آپ نسخہ ہیں جیسے کہ نسخہ کے اجزا بہت ہوتے ہیں اسی طرح یہ وجود عالم آپ کے وجود کے اجزا ہیں پس کل کا نسخہ آپ کا وجود پاک ہوا پس یہی ہر نقش و نگار کہتا ہے کہ مژدہ مژدہ ہو کہ بہار آتی ہے تا پیدا شگوفہ ہووے مثل زرہ کے تاکہ وہ میوہ کی گرہ پیدا کرے جب شگوفہ ٹوٹا تو میوہ عیاں ہوا جبکہ تن ٹوٹا جان ظاہر ہوئی میوہ معنی و شگوفہ صورت ہے وہ شگوفہ مژدہ ہے اور میوہ نعمت ہے جبکہ شگوفہ ٹوٹے تو میوہ دکھے جبکہ وہ کم ہو تو یہ زیادہ بڑھے

صفحہ جب تک صورت نہ بگڑے گی جان نہ بڑھے گی چنانچہ اسکی مثال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

تا از نان نشکست قوت کے دہد	تا نشکستہ خوشہ کے مے دہد	تا نہیں روٹی پھٹے قوت نہ دے	تا نہ ٹوٹے خوشہ کب بادہ بنے
تا ہلیلہ نہ شکند در ادویہ	کے شود خود صحت افزا ادویہ	تا ہلیلہ ادویہ میں نے کٹے	بھیپھڑے میں جا کے صحت کب وہ دے

در صفت پیر و مطاوعت کردن با او — وصف پیر میں اور تابعداری کرنا ساتھ اسکے

ای ضیاء الحق حسام الدین بگیر	یک دو کاغذ برفزا در وصف پیر	[2] ای ضیاء الحق حسام الدین تو اے	اک دو کاغذ وصف شیخ اور پیر کے
گرچہ جسمت نازک ست و بس نزار	بر نمی آید جہاں را بے تو کار	جسم تیرا گرچہ نازک زار ہے	بے ترے کار جہاں دشوار ہے
گرچہ جسم نازکت را زور نیست	لیک بے خورشید مارا نور نیست	گرچہ نازک تن ترا کم زور ہے	پر نہ بے خورشید ہمکو نور ہے
گرچہ مصباح و زجاجہ گشتۂ	لیک سرخیل دل و سر رشتۂ	گرچہ مصباح و زجاجہ تو ہوا	پر امر سرخیل و سر رشتہ بنا
چوں سر رشتہ بدست و کام تست	دُرہای عقد دل ز انعام تست	ہاتھ میں سر رشتہ تیرے جو کہ ہے	دل کے گوہر ہیں ترے انعام سے
بر نویس احوال پیر راہ داں	پیر را بگزیں و عین راہ داں	پیر رہبر کے تو لکھ احوال کو	پیر کو پا عین وہ رہ جان تو
پیر تابستان و خلقاں تیر ماہ	خلق مانند شب اند و پیر ماہ	ہے بہار اک پیر و مخلوق اک خزاں	خلق جوں شب پیر ہے مہ جہاں
کردہ ام بخت جوان را نام پیر	کو ز حق پیر ست نہ از ایام پیر	بس کہا بخت جواں کا نام پیر	ہے وہ حق سے پیر نے ایام پیر
او چناں پیر ست کش آغاز نیست	با چناں دُرِّ یتیم انباز نیست	پیر ایسا کہ رکھے آغاز نے	وہ رکھے دُرِّ یتیم انباز نے
خود قوی تر می شود خمر کہن	خاصہ آں خمرے کہ باشد من لدن	بس قوی ہوتا ہے خود بادہ کہن	خاص کر بادہ کہ ہووے من لدن

۱؎ تا نہیں روٹی الخ یعنی جب تک روٹی پھٹتی نہیں ہے قوت نہیں دیتی جب تک خوشۂ انگور ٹوٹتا نہیں شراب نہیں بنتی ہے جب تک ہلیلہ ادویہ میں کٹتا نہیں ہے بھیپھڑے میں جا کے صحت نہیں دیتا یعنی جب تک یہ صورت فنا نہیں ہوتی ہے اسکو ترقی نہیں ہوتی ہے پس فنا ہے یعنی اسی طرح سالک کو ترقی دیتی ہے یعنی جان طالب کی اول فنا فی الشیخ ہو کر قابل سلوک ہوتی ہے فافہم ۱۲ ۲؎ اے ضیاء الحق الخ۔ اشعار اے ضیاء الحق حسام الدین تو وصف میں پیر کے ایک دو کاغذ اور زیادہ لے واضح ہو کہ مولانا اپنے معنی سے خطاب کرتے ہیں جو کہ معنی حقیقت محمدی ہے پس ضیاء الحق حسام الدین لقب حضرت رسول مقبول کا رکھتا ہے اسواسطے مولانا اس خطاب کے ساتھ اپنے معنی سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اے معنی تو وصف پیر کا لکھ اگرچہ جسم تیرا نازک زار ہے مگر بے تیرے کام جہاں کا دشوار ہے اگر نازک تن تیرا کم زور ہے ولیکن بے خورشید کے نہ ہم کو نور ہے اگرچہ تو چراغ و قندیل ہوا لیکن سردار دل و سر رشتہ کا بنا ہے یعنی جو معنی حقیقت محمدی مثل چراغ کے اور جان مانند قندیل کے ہے اسواسطے سرداروں کا اور سر رشتہ جہان کا تو ہے یعنی دل و رشتہ جہان سب تجھ سے تعلق رکھتے ہیں جو کہ سر رشتہ ہاتھ میں ہے دل کے گوہر تیرے انعام سے ہیں یعنی جو کہ جان تیرے اختیار میں ہے اسواسطے نور دل تیری بخشش سے ہے پس تو پیر رہبر کے احوال کو لکھ اور پیر کو حاصل کر اور عین راہ اس کو جان کیونکہ پیر ایک بہار ہے اور مخلوق مثل شب کے اور پیر مانند ماہ کے ہے یعنی پیر سے مخلوق کو رونق ہے پس میں نے بخت جوان کا نام پیر رکھا وہ پیر حق سے ہے ایام کے سبب سے پیر نہیں ہے یعنی وہ جوان بخت ہے بوڑھا نہیں ہے وہ پیر بخدا ہے کہ مخلوق اس کی پیروی کرتی ہے وہ پیر ایسا ہے کہ آغاز نہیں رکھتا ہے اور درِ یتیم شریک نہیں رکھتا ہے یعنی پیر اشارہ طرف جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے ہے پس تیز ہوتا ہے بادہ کہن خاص کر وہ بادہ کہ ہووے من لدن یعنی اللہ کے نزدیک سے ہو چنانچہ پیر کا حال آگے بیان کرتے ہیں فافہم ۱۲ ۔

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر | ہست بس پر آفت و خوف و خطر || پیٹر کر بے پیر یہ راہ سفر | بس ہے پر آفت و پر خوف و خطر

آں رہے کہ بارہا تو رفتۂ | بے قلاوز اندراں آشفتۂ || راہ وہ ایسی کہ تو اکثر چلا | لیک بے رہبر کے آفت میں پڑا

پس رہے را کہ نرفتستی تو ہیچ | ہیں مرو تنہا ز رہبر سر مپیچ || بس وہ رہ کہ نے کبھی تو وہ چلا | تنہا بے رہبر کے تو ہرگز نہ جا

ہر کہ او بے مرشدے در راہ شد | او ز غولاں گمرہ و در چاہ شد || جو کہ بے مرشد گیا اس راہ میں | غول گمرہ سے گرا وہ چاہ میں

گر نباشد سایۂ پیر اے فضول | پس ترا سرگشتہ دارد بانگ غول || گر نہ سایہ پیر کا ہو اے فضول | تجکو گمرہ کر دے بس آواز غول

غولت از رہ افگند اندر گزند | از تو داہی تر دریں رہ بس بدند || غول تجکو ڈالدے اندر بلا | تجھ سے دانا تر تھے اسمیں مبتلا

از نبی بشنو ضلال رہرواں | کہ چساں کرد آں بلیس بد رواں || سالکوں کو گمرہی قرآں میں ہی | دیکھ شیطاں نے کری کس طرح سے

صد ہزاراں سالہ راہ از راہ دور | بردشاں و کردشاں ادبار و عور || سیکڑوں برسوں کی رہ پر لیگیا | انکو اور ادبار سے عریاں کیا

استخوانہا شاں ببیں و موے شاں | عبرتے گیر و مراں خر سوے شاں || انکی ہڈی بال پر تو کر نظر | اور رواں خر انکی جانب تو نہ کر

گردن خر گیر و سوے راہ کش | سوے رہبانان و رہ دانان خوش || خر کی گردن کھینچ تو اب راہ پر | سالکوں کی سمت چل تو اے پسر

ہیں مہل خر را و دست از وے مدار | زانکہ عشق اوست سوے سبزہ زار || خر کو مت چھوڑ اور نہ کر مطلق عناں | کیونکہ عشق سبزہ وہ رکھے نہاں

گر یکے دم تو بغفلت وا ہلیش | او رود فرسنگہا سوے حشیش || گر کرے غفلت تو اسکو چھوڑ دے | سوے سبزہ کو سو وہ بھاگا کئی کوس

دشمن راہ است خر مست علف | اے بسا خربندہ را کردہ تلف || مست سبزہ خر ہے دشمن راہ کا | اپنے خربندوں کو بس ضائع کیا

گر ندانی رہ ہر آنچہ خر بخواست | عکس آں کن کہ ہست آں راہ راست || گر نہ جانے راہ تو جو چاہے خر | عکس اُسکے کر یہی سیدھی رہ ہے پسر

شاوروہن پس آنگہ خالفوا | ان من لم یعصہن تالف || شاوروہن پس اُسے دم خالفوا | ان من لم یعصہن تالف

۵۱ پیر کر بے پیر الخ یعنی شعر تو پیر حاصل کر کہ بغیر پیر کے یہ راہ سفر از بس پر آفت و پر خوف و خطر ہے آگے مثال بیان فرماتے ہیں وہ راہ ایسی کہ تو اکثر اُسکو چلا ہے لیکن بغیر رہبر کے تو آفت میں پڑا ہے پس وہ راہ کہ تو اُسکو کبھی نہیں چلا ہرگز تو تنہا بغیر رہبر کے نہ جا جو کوئی کہ بے مرشد اس راہ میں گیا غول کی گمراہی سے وہ چاہ میں گرا یعنی راہ سلوک جو کوئی بے مرشد کے چلا نفس و شیطان کے وسوسے سے چاہ ذلت میں گیا چنانچہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الحدیث من لم یکن لہ شیخ فشیخہ الشیطان یعنی واسطے اُس کسی کے کہ نہیں ہے شیخ بس شیخ اُس کا ابلیس ہے چنانچہ مولانا اس کا حال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۵۲ گر نہ سایہ الخ یعنی شعر اے فضول اگر سایہ پیر کا نہ ہو تجھ کو آواز غول گمراہ کر دے واضح ہو کہ صوفیائے کرام سے یہاں پیر و ظل پیر ہیئت مرشد کو کہتے ہیں کہ مرشد اپنی قوت مدرکہ سے آئینہ دل طالب صادق پر اپنی ہیئت کو قائم کر دیتا ہے کہ نفس امارہ طالب کا اُس پر تو سے مغلوب اور نور باطن اس سے مکشوف ہوتا ہے اور طالب اسی راہ سے سیر سلوک کرتا ہے پس مولانا اس سایہ پیر کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ اگر سایہ پیر کا نہ ہو تو غول نفس امارہ تجھکو گمراہ کر دے اور غول تجھکو اندر چاہ کے ڈالدے کیونکہ تجھ سے زیادہ دانا اسمیں مبتلا ہیں سالکوں کی گمراہی قرآن میں تو دیکھ کہ شیطان نے کس طور سے کی ہے وہ صدہا برس کی راہ پر اُن کو لیگیا اور ادبار سے انکو عریاں کیا بال اور ہڈی اُن کی دیکھ کر عبرت پکڑ اور اُن کے جانب تو خر کو روانہ کر یعنی بہت سے لوگوں کو دیکھا کہ شیطان و نفس نے آکر کیسا خراب و برباد کیا تو اپنے خر نفس کو اُنکی راہ پر نہ لیجا چنانچہ خر نفس کا حال آگے بیان کرتے ہیں فافہم ۱۲ ۵۳ خر کی گردن الخ یعنی شعر خر کی گردن اب تو راہ پر کھینچ اور سالکوں کی طرف چل تو اے پسر خر کو مت چھوڑ اور مطلق عناں نہ کر کیونکہ وہ پوشیدہ عشق سبزہ کا رکھتا ہے اگر تو غفلت کریگا اور اُسکو چھوڑ دیگا تو سبزہ کیطرف وہ بھاگ کر جائیگا یعنی تیری غفلت کے سبب سے نفس راہ سلوک کی چھوڑ کر خواہشات دنیا کی طرف جائیگا کیونکہ خر مست سبزہ دشمن راہ کا ہے اور اُس نے بہت سے خربندوں کو تباہ کیا ہے اور اگر تو راہ نہیں جانتا ہے تو جو چاہے اُسکے برعکس کر وہی راہ سیدھی ہے یعنی اگر تو راہ سلوک کی نہیں جانتا ہے تو جو نفس کہے تو اُسکے برعکس چل وہی راہ سلوک ہے کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے ترجمہ مشورہ کرو تم عورتوں سے پس اُسدم برخلاف اُنکے کرو تحقیق جس کسی نے کہ خلاف اُنکے کیا وہ تباہ ہو نیوالا ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

با ہوا و آرزو کم باش دوست	چوں یضلک عن سبیل اللہ اوست
ایں ہوا را نشکند اندر جہاں	ہیچ چیزے ہمچو سایہ ہمرہاں
دوستی[1] کم کر ہوا و حرص سے	جو یضلک عن سبیل اللہ ہے
اس ہوا کو توڑ سکتا کون ہے	یاں پہ مثل سایہ جو ہمرہ رہے

وصیت کردن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
مر امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ را
کہ چوں کسے بنوع طاعتے
تقرب بحق جوید تو تقرب جوی
بہ صحبت عاقل و بندهٔ خاص
تا از ایشاں ہمہ پیشقدم باشی
قال النبی علیہ السلام اذا تقرب الناس
الی خالقھم بانواع البر فتقرب الی اللہ بالعقل
والسر تسبقھم بالدرجات والزلفی عند الناس
فی الدنیا و عند اللہ فی الآخرة

وصیت کرنا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم
کا خاص امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ
کو کہ ہر کوئی ایک طرح پر طاعت سے
تقرب حق کا ڈھونڈھتا ہے مگر تو تقرب حق کا
صحبت عاقل و بندۂ خاص سے ڈھونڈھ
تاکہ طاعت کرنے والوں سے مقدم ہووے تو
قال النبی علیہ السلام اذا تقرب الناس
الی خالقھم بانواع البر فتقرب الی اللہ بالعقل
والسر تسبقھم بالدرجات والزلفی عند الناس
فی الدنیا و عند اللہ فی الآخرة

[1] دوستی کم کر الخ شعر دوستی کم کر ہوا و حرص سے کہ وہ گمراہ کرے گی تجھ کو راہ اللہ سے اس ہوا کو کون توڑ سکتا ہے یہاں پر جو کہ مثل سایہ کے ہمراہ رہے یعنی خداوند عالم فرماتا ہے کہ ہوائے نفسانی تجھ کو گمراہ کریگی اللہ سے اس سے تو دوستی نہ کر پس اس ہوائے نفسانی کو کہ مثل سایہ کے ہمراہ ہے کون توڑ سکتا ہے بجز سایہ پیر کے کیونکہ سایہ خورشید سایہ تیرہ کو زائل کرتا ہے اسواسطے سایہ پیر کہ مثل خورشید کے ہے سایہ نفس کو دفع کرتا ہے پس تو سایہ پیر اختیار کر چنانچہ مولانا اس مثال میں وصیت حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرماتے ہیں فافہم ع یعنی جس وقت مقرب ہوتے ہیں آدمی طرف خالق اپنے کے ساتھ طرح طرح کی نیکیوں کے تو تقرب ڈھونڈھ اللہ کی طرف ساتھ انواع عقل و انواع بھید کے تاکہ غالب ہووے تو درجوں میں دنیا و

گفت پیغمبر علی را کای علی
شیر حقی پهلوانی پر دلی

لیک بر شیری مکن هم اعتمید
اندر آ در سایهٔ نخل امید

هر کسے گر طاعتے پیش آورند
بهر قرب حضرت بیچون و چند

تو تقرب جو بعقل و سر خویش
نے چو ایشاں بر کمال و بر خویش

اندر آ در سایهٔ آں عاقلے
کش نه تاند برد از ره ناقلے

پس تقرب جو بدو سوے اله
سر مپیچ از طاعت او هیچگاه

زانکه او هر خار را گلشن کند
دیدهٔ هر کور را روشن کند

ظل او اندر زمیں چوں کوه قاف
روح او سیمرغ بس عالی طواف

دستگیر و بندهٔ خاص اله
طالباں را می برد تا پیشگاه

گر بگویم تا قیامت نعت او
هیچ آں را مقطع و غایت مجو

آفتاب روح رانے آں فلک
کز نورش زنده اند انس و ملک

در بشر روپوش گشتست آفتاب
فهم کن و الله اعلم بالصواب

اے علی از جمله طاعات راه
برگزین تو سایهٔ خاص اله

هر کسے در طاعتے بگریخته
خویشتن را مخلصی انگیخته

تو برو در سایهٔ عاقل گریز
تا رهی زاں دشمن پنهاں ستیز

از همه طاعات اینت لائق ست
سبق یابی بر هر آں کو سابق ست

بولے پیغمبر علی کو اے علی
شیر حق تو پہلواں تو اور ولی

تو بھروسہ اپنی شیری پر نہ لا
نخل امیدوں کے سایہ میں تو جا

ہر کوئی طاعت اگر کرتا رہے
قرب درگاہ خدا کے واسطے

تو تقرب عقل و بھید اپنے سے چاہ
نے کمال و فضل سے مثل انکے چاہ

سایے میں آ ایسے عاقل کے جسے
تا کوئی ناقل نہیں بہکا سکے

پس تقرب حق کا تو ڈھونڈھ اسکے ساتھ
اسکے بے طاعت نہ کر تو ایک بات

کیونکہ وہ ہر خار کو گلشن کرے
چشم نابینا کو وہ روشن کرے

اسکا سایہ خاک پر جوں کوہ قاف
اسکی جان سیمرغ دار عالی طواف

خاص بندہ حق کا ہے اور دستگیر
طالبونکو حق تلک ہے پہنچائے پیر

تا قیامت گر کہوں نعت اسکی میں
انتہا اسکی نہ کچھ انجام میں

شمس روح ہے وہ نہیں ملک و فلک
زندہ اسکے نور سے انس و ملک

جو بشر میں ہو وہ نہاں اک آفتاب
تو سمجھ واللہ اعلم بالصواب

اے علی تو جملہ طاعت سے سدا
کر تو حاصل سایۂ خاص خدا

ہر کوئی بس طاعتوں میں ہے پڑا
مخلصوں سے آپکو ہے جانتا

سایۂ عاقل میں اب تو بھاگ جا
تا بچے پوشیدہ دشمن سے سدا

جملہ طاعت سے تجھے لائق ہے یہ
سابقوں پے ہوئے تا سبقت تجھے

ف بولے پیغمبر الخ۔ اشعر جناب رسول مقبول صلعم نے حضرت علی رضہ سے فرمایا کہ اے علی تو شیر اور پہلوان اور ولی حق ہے لیکن اپنی شیری پر بھروسہ نہ کر نخل امیدونکی سایہ میں جا یعنی دوستان حق کے سایہ میں اگرچہ ہر ایک طاعت کرتا ہے قربت حق کیواسطے تو تقرب عقل و اسرار اپنے سے چاہ مثل انکے نہ کمال و فضل سے چاہ یعنی جیسے اہل طاعت ظاہری قربت حق کو اپنے فضل و کمال ظاہری سے چاہتے ہیں تو تقرب اپنے عقل کل و اسرار من لدن سے چاہ اور زیر سایہ ایسے عاقل کے آ تا جسے کوئی ناقل بہکا نہ سکے یعنی مرید ایسے موحد کا ہو تا اسکو کوئی دھوکہ نہ دے سکے پس تو تقرب حق کا اسکے ساتھ ڈھونڈھ اور اسکے بغیر اطاعت کے ایک بات نہ کر یعنی ایسے مرشد میں فنا ہو کر تقرب حق کا ڈھونڈھ اور بے حکم اسکے کوئی کام نہ کر کیونکہ وہ مرشد ہر خار کو گلشن کرے اور چشم نابینا کو روشن کرے اسکا سایہ خاک پر مانند کوہ قاف کے ہے اور اسکی جان مانند سیمرغ کے ہے اور وہ خاص بندہ حق کا ہے اور دستگیر اور طالبوں کو حق تک پہونچانے میں ہے اگر اسکی نعت میں قیامت تک کرد ل انتہا میں اسکا انجام نہیں ہے وہ شمس ارواح کا ہے فلک کی ملک نہیں ہے اور اسکے نور سے زندہ انسان و جنات ہیں وہ ایک آفتاب ہے بشر میں نہاں تو سمجھ لے واللہ اعلم بالصواب یعنی حضور نے صفت پیر میں اپنا حال بیان فرمایا ہے جیسا میں ہوں پس تو اے علی میرا مطیع رہو اور میرے کہنے پر عمل کر اے علی تو جملہ طاعتوں میں سے سایہ ولی اللہ کو حاصل کر ہر ایک شخص طاعتوں میں پڑا ہے اور خود کو مخلصوں میں سے جانتا ہے تو سایۂ عاقل میں بھاگ جا تا پوشیدہ رہے دشمن نفس سے تو بچے اور جملہ طاعت سے تجھ کو یہ لائق ہے کہ سابقوں پر تجھ کو سبقت ہو یعنی اے علی رضہ تو سب طاعتوں ظاہری سے پیر حاصل کر اور اس کا مطیع رہ اور طاعت ظاہری کا پابند نہ ہو کہ طاعت ظاہری سے ہر ایک خود کو خدا رسیدہ جانتا ہے اور یہ اس کا گمان ہے تو جلد طاعت ظاہری سے تقرب چاہ ہاں تا لائق اس بات کے ہو کر ہمسری میں ان لوگوں کے پیچھے طاعت کے سبب سے فوق ہو پس ثابت ہوا کہ طاعت واسطے مدارج فوقیت ہمسروں کے جزاء اعمال اخروی میں ہے نہ وصول الی اللہ کے واسطے پس طالب کو چاہیے کہ طاعت ظاہری کو کمائی آخرت کی جانے اور وصول الی اللہ کو طاعت پر منحصر نہ رکھے ہاں مرشد کے حکم کا پابند رہے تا راز الٰہی حاصل ہو چنانچہ اس کی مثال آگے بیان فرماتے ہیں فہم من فہم ۱۲۔

چون گرفتی پیر ہین تسلیم شو	ہمچو موسیٰ زیر حکم خضر رو	تونے پکڑا پیر گر تابع رہو	مثل موسیٰ زیر حکم خضر ہو
صبر کن بر کار خضر اے بے نفاق	تا نگوید خضر رو ہذا فراق	صبر کار خضر پر کر بے نفاق	تا نہ کہوے خضر جا ہذا فراق
گرچہ کشتی بشکند تو دم مزن	گرچہ طفلے را کشد تو مو مکن	گرچہ کشتی توڑے تو مت مار دم	گرچہ لڑکا مارے وہ مت کھا تو غم
دست او را حق چو دست خویش خواند	تا ید اللہ فوق ایدیہم براند	ہاتھ اُسکا حق نے ہاتھ اپنا کہا	تا ید اللہ فوق ایدیہم پڑھا
دست حق میراندش زندش کند	زندہ چہ بود جان پایندش کند	دست حق مارے اُسے زندہ کرے	زندہ کیا بل جاں سے پائندہ کرے
یار باید راہ را تنہا مرو	از سر خود اندریں صحرا مرو	یار رہ میں چاہیے تنہا نہ جا	تو خودی سے اس سوئے صحرا نہ جا
ہر کہ تنہا نادر ایں رہ را برید	ہم بعون ہمت مرداں رسید	جو کہ تنہا نادر اس رہ کو چلا	اہل ہمت کی مدد سے ہو رسا
دست پیر از غائباں کوتاہ نیست	دست او جز قبضۂ اللہ نیست	غائبوں پہ ہاتھ پہونچے پیر کا	قبضۂ حق میں ہی ہاتھ اُسکا سدا
غائباں را چوں چنیں خلعت دہند	حاضراں از غائباں لاشک بہ اند	غائبوں کو ایسا خلعت جبکہ دیں	کیوں نہ حاضر غائبوں پر وہ رہیں
غائباں را چوں نوالہ می دہند	پیش مہماں تا چہ نعمتہا نہند	غائبوں کو جبکہ کھانا دیتے ہیں	پیش مہماں کیوں نہ نعمت وہ رکھیں
کو کسے کو پیش شہ بندد کمر	تا کسے کہ ہست بیروں سوئے در	ایک ہے تو آگے کھڑا باندھے کمر	دوسرا اک شخص ہی بیرون در
فرق بسیار است تا ید در حساب	آن نہ اہل کشف و ایں نہ اہل حجاب	فرق انمیں بس ہے بیحد بیحساب	وہ ہی اہل کشف یہ اہل حجاب
جہد کن تا رہ بیابی در دروں	ورنہ مانی حلقہ وار از اندروں	کر تو کوشش راہ اندر پائے تو	ورنہ مثل حلقہ باہر رہیگا تو
چوں گزیدی پیر نازک دل مباش	سست و ریزیدہ چو آب و گل مباش	پیر گر پائے تو نازک دل نہ ہو	سست ہمت آب و گل سا مت رہو
ور بہر زخمے تو پر کینہ شوی	پس کجا بے صیقل آئینہ شوی	گر تو ہر صدمہ سے پُر کینہ رہے	کیسے بے صیقل کے آئینہ بنے

۵۱ تونے پکڑا پیر الخ۔ اشعر تونے پیر پایا اُس کا تابع رہ اور مثل موسیٰ کے زیر حکم خضر کے ہو اور خضر علیہ السلام کے افعال میں تو صبر کرتا خضر علیہ السلام تجھ کو نہ کہوے کہ جا اب تجھ سے جدائی ہوئی یعنی پیر خضر راہ ہے جبکہ موسیٰ کو کہ نبی اللہ تھے اور طاعت کرتے تھے راز الٰہی میں وہ خضر علیہ السلام سے عاجز ہوئے پس تو اے طالب کیوں طاعت الٰہی کے بھروسہ پر پیر حاصل نہیں کرتا ہے کہ وصول الی اللہ بے ارشاد مرشد محال ہے اگرچہ وہ کشتی توڑے تو دم نہ مار اگرچہ وہ لڑکا مارے تو غم نہ کھا کیونکہ ہاتھ اُس کا حق نے اپنا ہاتھ کہا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ یعنی یہ آیت بیعت رضوان میں کہ مقام حدیبیہ پر واقع ہوئی تھی نازل ہوئی ہے ترجمہ یہ ہے یعنی جو کوئی بیعت کرتا ہے تیری بیعت نہیں کرتا ہے مگر اللہ کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ اوپر ہے اُن کے ہاتھ پر جو کہ اس وقت ہاتھ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا بیعت کرنے والوں پر فوق تھا پس ہاتھ رسول کا ہاتھ خدا کا ہوا اسی طرح دست پیر دست خدا ہے از بحر العلوم پس دست حق اُس کو مارے اور زندہ کرے زندہ کیا بلکہ جان سے پائدار کرے یعنی پیر کا مارنا و جلانا گویا حق کا مارنا و جلانا ہے اسواسطے پیر کی اطاعت ضروری ہے راہ میں یار چاہیے تو تنہا اور از راہ خودی کے جانب اس صحرا کے نہ جا جو کوئی تنہا نادر اس راہ کو چلا اہل ہمت کی مددگاری سے وہاں پہونچے غائبوں پر پیر کا ہاتھ پہونچے کیونکہ ہاتھ اُسکا قبضۂ حق میں ہے جبکہ وہ غائبوں کو ایسا خلعت دیں کیونکر نہ حاضر غائبوں پر غالب رہیں یعنی حاضروں کو وہ بہشت عنایت کریں تے غائبوں کو جبکہ وہ کھانا دیتے ہیں کیوں نہ آگے مہمان کے وہ نعمت رکھیں چنانچہ اس کی مثال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۵۲ ایک تو آگے الخ ۵ شعر ایک شخص تو آگے کمر باندھے کھڑا ہے اور دوسرا باہر دروازے کے ہے فرق ان دونوں میں بیحد و بے حساب ہے وہ اہل کشف ہے اور یہ اہل حجاب ہے پس تو کوشش کر کہ اندر راہ پائے ورنہ تو مثل حلقۂ در کے باہر رہے یعنی تو کوشش کر کے پیر کو حاصل کر ورنہ رسائی تجھکو اس درگاہ میں نہ ہوگی تو طاعت کے بھروسہ پر مست رہ اور اگر تو پیر پائے تو نازک دل نہ ہو اور مثل آب و گل کے سست ہمت نہ ہو اگر تو صدمہ سے پر کینہ رہے گا کس طرح بغیر صیقل کے آئینہ بنے گا یعنی آئینہ پر جب تک تکلیف صدمہ صیقل کا نہوگا وہ کیونکر تجلی یار کا ہوگا اگر اسیطرح تجھکو اے طالب صدمہ و رنج پیر سے حالت ریاضت و مجاہدہ میں پہونچے تو اس سے پر کینہ نہ ہو اور اگر صدمہ ریاضت کا تو متحمل نہوگا تصفیہ و تخلیہ باطن سے محروم رہیگا چنانچہ اسکی مثال میں آگے مولانا حکایت قزوینی کی بیان فرماتے ہیں فافہم

قصہ کبودی زدن قزوینی بر شانہ صورت شیر میکند و پشیمان شدن او بسبب زخم سوزن

این حکایت بشنو از صاحب بیان | در طریق و عادت قزوینیان
بر تن و دست و کتفها بیدرنگ | میزنند از صورت شیر و پلنگ
بر چنان صورت پیل بیگزند | از سر سوزن کبودیها زنند
سوی دلاکے بشد قزوینیے | که کبودم زن بکن شیرینیے
گفت چه صورت زنم اے پہلوان | گفت بر زن صورت شیر ژیان
طالعم شیرست و نقش شیر زن | جهد کن رنگ کبودی شیر زن
گفت بر چه موضع صورت زنم | گفت بر شانه گهم زن این رقم
تا شوم پشتم قوی در رزم و بزم | با چنین شیر ژیان با عزم و جزم
چونکه او سوزن فرو بردن گرفت | درد او در شانه گه مسکن گرفت
پہلوان در ناله آمد کاے سنی | مر مرا کشتی چه صورت میزنی
گفت آخر شیر فرمودی مرا | گفت از چه عضو کردی ابتدا
گفت از دمگاه آغازیده ام | گفت دم بگذار اے دو دیده ام
از دم و دمگاه شیرم دم گرفت | دمگه او دمگهم محکم گرفت

حکایت شیر نیلا گودوانا قزوینی کا شانہ پر اور پشیمان ہونا اسکا بسبب زخم سوزن کے

اس[له] حکایت کا سنو مجھ سے بیاں | تھا طریق و عادت قزوینیاں
جسم و شانہ پر وہ اپنے بیدرنگ | تھے بناتے صورت شیر و پلنگ
ایسی صورت پر پیارے دیکھتے | سوئی سے گدوا بھراتے نیل تھے
اک قزوینی پاس کاریگر کے جا | بولا نیلا شیر مجھ پر دے بنا
بولا کیا صورت بناؤں پہلواں | بولا کر دے صورت شیر ژیاں
طالع میرا شیر نقش شیر کر | رنگ نیلا گود کر تو اسمیں بھر
بولا کس جا پر بناؤں شیر کو | بولا شانہ پر بنا دے میرے تو
تا قوی پشت ہوؤں اندر رزم و بزم | ساتھ ایسے شیر کے ہو عزم و جزم
سوئیوں سے گودنے جب وہ لگا | درد شانہ سے وہ بس مضطر ہوا
پہلوان چلایا اور کہنے لگا | مار ڈالا مجکو یہ صورت ہے کیا
بولا تو نے شیر کا مجھ سے کہا | بولا کس اعضا سے کی ہے ابتدا
بولا کی دُم کی طرف سے ابتدا | بولا دُم کو چھوڑ دے اے باوفا
دُم سے پکڑا دم کو میرے شیر نے | اسکی دُم سے دم مرا بس تنگ ہے

له اس حکایت الخ ۱۳ شعر اس حکایت کا بیان کہ طریق و عادت قزوینیوں کی تھی جسم و شانہ پر بلا تامل وہ اپنے بنواتے تھے صورت شیر و پلنگ کی جیسی صورت وہ پسند دیکھتے سوئی سے گدوا کر نیل بھرواتے ایک قزوینی پاس کاریگر کے گیا اور کہا کہ ایک نیلا شیر مجھ پر بنا دے واضح ہو کہ قزوین نام شہر کا ہے اس شہر کے رہنے والے اکثر جسم پر نیلے نقش واسطے خوبصورتی کے سوئی سے گودوا کر بنواتے تھے اور چونکہ پہلوان ہوتے ہیں وہ اکثر نقش شیر و پلنگ کے اپنے دست و شانہ پر اس کام کے کرنیوالوں سے بنوایا کرتے ہیں پس اُن لوگوں کو قزوینی اور نقش بنانے والوں کو دلاک یعنی کاریگر کہتے ہیں کاریگر نے کہا کہ اے پہلوان کونسی صورت بناؤں کہا کہ صورت شیر کی بنا دے کیونکہ طالع میرا شیر کا ہے نقش شیر کا سوئی گود کر بنا اور نیل اسمیں بھر دے کہا کہ کس جا شیر کو بناؤں قزوینی نے کہا کہ شانہ پر میرے بنا دے تاکہ میں قوی پشت ہوں اندر محفل و جنگ کے اور ایسے شیر کے ساتھ عزم میرا مضبوط ہو جبکہ وہ سوئی سے گودنے لگا پس وہ درد شانہ سے مضطر ہو کر چلایا اور کہنے لگا کہ مجھ کو مار ڈالا یہ کیا صورت ہے کاریگر نے کہا کہ تو نے شیر کی صورت کا بنانا مجھ سے کہا تھا بولا کون سے اعضا سے شروع کیا ہے کاریگر نے کہا کہ دم کی طرف سے شروع کیا ہے کہا کہ دم کو چھوڑ دے اے باوفا دم سے پکڑا شیر نے میری دم کو اور اُس کی دم سے میرا دم تنگ ہے یعنی یہ ایسا شیر ہے کہ ابھی دُم بنانا شروع ہوئی ہے کہ میرے دم کو اُس نے تنگ کیا آگے دیکھیے کیا ہوتا ہے چنانچہ حال اس کا آگے مولانا ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲

شیر بی دم باش گو ای پہلوان / کہ دلم سستی گرفت از زخم گاز
جانب دیگر گرفت آن شخص زخم / بی محابا بی مواسات و رحم
بانگ زد او کاین چہ اندام است این / گفت این گوش است ای مرد نکو
گفت تا گوشش نباشد ای ہمام / گوش را بگذار و کوتہ کن کلام
جانب دیگر خلش آغاز کرد / باز قزوینی فغان ساز کرد
کاین سوم جانب چہ اندام است نیز / گفت این است اشکم شیر ای عزیز
گفت گو اشکم نباشد شیر را / خود چہ اشکم باید این ادبیر را
درد افزون گشت کم زن زخمہا / اشکمی چہ شیر را بہر خدا
خیرہ شد دلاک و بس حیران بماند / تا بدیر انگشت در دندان بماند
بر زمین زد سوزن آن دم اوستاد / گفت در عالم کسی را این فتاد
شیر بی دم و سر و اشکم کہ دید / اینچنین شیری خدا ہم نافرید
چون نداری طاقت سوزن زدن / از چنین شیر ژیان پس دم مزن
ای برادر صبر کن بر درد نیش / تا رہی از نیش نفس گبر خویش
کان گروہی کہ رہیدند از وجود / چرخ و مہر و ماہشان آرد سجود
ہر کہ مرد اندر تن او نفس گبر / مر ورا فرمان برد خورشید و ابر
چون دلش آموخت شمع افروختن / آفتاب او را نیارد سوختن
گفت حق در آفتاب منتجم / کہ تزاور کذا عن کہفہم

شیر بے دم گو کہ ہو تو ہونے دے / دل مرا اس گودنے سے سست ہے
دوسری جانب لگا وہ گودنے / بے تامل بے ڈر و بے رحم سے
پھر لگا کہنے یہ کون اندام ہے / بولا کان اُسکا بناتا ہوں میں
بولا کان اُسکا نہ ہووے گر تمام / کان کو تو چھوڑ اور تہ کر کلام
تیسری جانب شروع اُسنے کیا / پھر قزوینی چیخ کر کہنے لگا
تیسری جا کون سا اندام ہے / بولا شکم شیر اے خود کام ہے
بولا گر ہووے نہ شکم اس شیر کا / شکم اسکو چاہیے کب کیا بھلا
درد از بس ہوتا ہے کم کر وہ گو / شکم ہے کس کام کا اس شیر کو
دنگ کاریگر وہ بس حیران رہا / دیر تک انگشت با دندان رہا
پھینک کر سوئی زمیں پر کاریگر / بولا عالم میں نہیں ایسا بشر
شیر بے دم پیٹ و سر دیکھا نہیں / حق نے شیر ایسا کیا پیدا نہیں
جو نہیں گدنے کی طاقت تو رکھے / ایسے شیر نر کا مت دعوے کرے
صبر کر اے بھائی درد نیش پر / تا نہ پائے نفس اپنے سے ضرر
جو گروہ کہ چھوٹا اپنے جسم سے / مہر و مہ اور چرخ اُسے سجدہ کرے
جسکے تن میں نفس کافر مر گیا / ابر و خورشید اُسکے فرماں میں رہا
صبر پر دل جسکا عادی ہو گیا / آفتاب اُسکو جلائے کب بھلا
بولا حق نسبت بہ شمس منتجم / کہ تزاور کذا عن کہفہم

۵۱ شیر بے دم الخ یہ شعر بے دُم کا شیر گو ہو تو ہونے دے دل اس گودنے سے از بس سست ہے دوسری جانب وہ گودنے لگا بے تامل بیدردی بے رحمی سے پھر قزوینی کہنے لگا کہ یہ کیا اندام ہے بولا کہ کان اُس کا اب میں بناتا ہوں قزوینی نے کہا کہ کان اُس کا اگر تمام نہ ہو تو کان چھوڑ و کوتاہ کلام کر جبکہ تیسری جانب اُس نے شروع کیا تو قزوینی چیخکر بولا کہ تیسری جا کون سا اندام ہے بولا کہ شکم شیر کا ہے اے ناکام قزوینی نے کہا کہ گو شکم اس شیر کا نہ ہو کیونکہ شکم اسکو اب کیا چاہتا ہے درد از بس ہوتا ہے تو کم کر شکم کس کام کا ہے اس شیر کو وہ کاریگر بس دنگ و حیران ہوا اور دیر تک انگشت بدنداں رہا چنانچہ باقی قصہ آگے ہے فافہم ۱۲۔ ۵۲ پھینک کر کہا الخ یہ شعر کاریگر نے سوئی پھینک کر کہا کہ کوئی عالم میں ایسا بشر نہیں ہے شیر بے دُم و پیٹ کا دیکھا نہیں ہے ایسا شیر خدا نے پیدا کیا نہیں جو کہ تو گودنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے تو ایسے شیر نر کا تو دعویٰ مت کر صبر کر اے برادر درد نیش سے تاکہ ضرر اپنے نفس سے نہ پائے تو یہ معنی ہوئے کہ اے برادر تو مثل قزوینی کے تو دعویٰ شیر بننے کا کرتا ہے اور صدمہ سخت گیری مرشد سے بھاگ کر شیر بے سر و دُم و شکم کا بنوتا ہے تو ایسا شیر خدا نے پیدا نہیں کیا ہے پس تو درد نیش زنی و سخت گیری مرشد پر صبر کر تاکہ نفس کافر سے تجھ کو ضرر نہ پہونچے باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲۔ ۵۳ جو گروہ الخ یہ شعر جو گروہ کہ اپنے جسم سے چھوٹا مہر و ماہ و چرخ اسے سجدہ کرے اور جس کے تن میں نفس کافر مر گیا ابر و خورشید اُس کا تابع ہوا اور جس کا دل صبر کرنے پر عادی ہو گیا آفتاب اُسے کب جلا سکے جیسے حق نے بہ نسبت شمس کے فرمایا ہے آیہ کریمہ تری الشمس اذا طلعت تزاور عن کہفہم ذات الیمین الخ یعنی تو نے آفتاب کو دیکھا جبکہ طلوع کرتا ہے رغبت کرتا ہے سیدھی طرف غار اُس کے سے یعنی یہ آیت اصحاب کہف کی شان میں ہے کہ آفتاب جب طلوع ہوتا ہے تو منہ غار سے سیدھی طرف چلا جاتا ہے اور جب ڈوبتا ہے تو بائیں طرف چلا جاتا ہے تاکہ دھوپ اُنکو تکلیف نہ دے پس اسی طرح اہل صبر کو آفتاب ضرر نہیں پہونچاتا ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

خفتگانی کز خدا بُد کارشان ۔ میل کردے آفتاب از غارشان
خار جملہ لطف چون گل می شود ۔ پیش جزوے کو بر کل می شود
چیست تعظیم خدا افراشتن ۔ خویشتن را خوار و خاکی داشتن
چیست توحید خدا آموختن ۔ خویشتن را پیش واحد سوختن
گر ہمی خواہی کہ بفروزی چو روز ۔ ہستی ہمچون شب خود را بسوز
ہستیت در ہست آن ہستی نواز ۔ ہمچو مس در کیمیا اندر گداز
در من و ما سخت کردستی دو دست ۔ ہست این جملہ خرابی از دو ہست

ایسے خفتہ کہ خدا سے کام تھا ۔ شمس اُنکے غار سے ہٹ کر گیا
لطف سے کل خار مثل گل بنے ۔ آگے اس جز کے کہ جو کل سے ملے
کیا ہی تعظیم خدا کرنا ادا ۔ خود کو خوار اور خاک رکھنا دائما
کیا ہی توحید خدا کو سیکھنا ۔ پیش واحد آپ کو کرنا فنا
گر تو چاہے مثل دن روشن ہو تو ۔ مثل شب کے کر فنا تو آپ کو
اپنی ہستی اُسکی ہستی میں سدا ۔ مثل تانبا کیمیا میں دے گلا
تو من و تو میں بہت مضبوط ہے ۔ یہ خرابی آئی ہے اُس دوئی سے

رفتن گرگ و روباہ در خدمت شیر بہر شکار ۔ جانا گرگ و روباہ کا ہمراہ شیر کے واسطے شکار کے

شیر و گرگ و روبہی بہر شکار ۔ رفتہ بودند از طلب در کوہسار
کان سہ با ہم اندران صحرای زفت ۔ صید ہا گیرند بسیار و شگرف
تا بپشت ہمدگر از صید ہا ۔ سخت بر بندند باز و قید ہا
گرچہ زایشان شیر نر را ننگ بود ۔ لیک کرد اکرام و ہمراہی نمود
اینچنین شہ را ز لشکر زحمت است ۔ لیک ہمرہ شد جماعت رحمت است
اینچنین مہ را ز اختر ننگہاست ۔ او میان اختران بہر سخاست

شیر و گرگ اور لومڑی کرنے شکار ۔ تھکے گئے خواہش سے سوئے کوہسار
تینوں وہ مل کر کے جنگل کو گئے ۔ اور شکار از بس انھوں نے جا کیے
اسقدر باہم شکار اُن کو ملا ۔ کہ شکاروں سے احاطہ اک کیا
گرچہ اُن سے شیر نر کو ننگ تھا ۔ لیک بخشش کی وہ ہمراہی ہوا
زحمت ایسے شاہ کو لشکر سے ہے ۔ جو جماعت ہووے رحمت بہر ہے
ایسے مہ کو اختروں سے ننگ ہے ۔ پر ہے اختر میں سخاوت کے لیے

۵۱ ایسے خفتہ الخ یعنی شعر ایسے خفتہ کہ جنکو خدا سے کام تھا شمس اُنکے غار سے ہٹ کر گیا کل خار لطف سے مثل گل بنے اس جز کے آگے کہ جو کل سے ملا یعنی جو بندہ کہ ذات میں فنا ہو کل کی کلید اُسکو راحت ہو خدا کی تعظیم ادا کرنا کیا ہی خود کو خاک کے خوار رکھنا ہمیشہ کیا ہے توحید خدا کی سیکھنا آگے واحد کے خود کو فنا کرنا ہے واضح ہو کہ توحید صفت واحد کو کہتے ہیں اور حقیقی مختلف آپسمیں ہوا کرتی ہیں الا موصوف سے صفت جدا نہیں ہوتی ہے جیسے جہاں بو ہے وہاں گل ہے اور جہاں جوش ہے وہاں مل ہے گویا ایک موصوف واحد جملہ صفتوں میں اپنی موجود ہے جبکہ ہر صفت میں نظر موصوف پر پہونچی اور صفت محو ہوئی تو اُسوقت وہ ناظر سب صفتوں میں واحد دیکھے گا اور واحد جانے گا پس اُس واحد دیکھنے اور جاننے کو توحید کہتے ہیں جسپر یہ توحید منکشف ہو وہ پیش واحد خود کو فنا جانے گا اور اُس دم قول و فعل سے اُس کے اثر پیدا ہوگا اُس کو توحید عالی کہتے ہیں اور بغیر اس حال طاری ہونے کے توحید خیالی ہے اس کا وہ قول و فعل بے اثر ہوگا اس کو توحید خیالی کہتے ہیں پس تمام عالم اسماء و صفات و مظہر ذات واحد ہے جس کی نظر ذات واحد پر پہونچے اُسے توحید عالی کہہ کے اور وہ خود کو فنا جانے پس توحید ایک کو ہزار اور ہزار کو ایک کرنے کو کہتے ہیں فہم من فہم ۱۲ ۵۲ گر تو چاہے الخ شعر اگر تو چاہتا ہے کہ مثل روز کے تو روشن رہے تو مثل شب کے خود کو فنا کر اور اپنی ہستی کو اُس کی ہستی میں تانبے کی مثل کیمیا میں گلا دے یعنی قلب ماہیت کر تو من و تو میں تو بہت مضبوط ہے دوئی سے یہ خرابی آئی ہے شیر اور گرگ اور لومڑی شکار کرنے اپنی خواہش سے گئے طرف کوہسار کے چنانچہ شیر و گرگ و روباہ کا قصہ مثالاً مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۵۳ تینوں وہ مل کر کے الخ شعر وہ تینوں مل کر جنگل کو گئے اور اُنھوں نے شکار از بس کیے اس قدر شکار باہم اُن کو ملا کہ اُس سے ایک احاطہ کیا اگرچہ شیر نر کو ان سے ننگ تھا لیکن بخشش کی وہ ہمراہ ہوا ایسے شاہ کو لشکر سے زحمت ہے جو جماعت ہو رحمت ہے تو اُسکے واسطے ہمراہ ہوے ایسے ماہ کو اختروں سے ننگ ہے مگر اختروں میں سخاوت کے لیے ہے باقی حال اس کا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

امر شاورہم پیمبر را رسید / گرچہ رائے نیست رائش را ندید
در ترازو جو رفیق زر شدست / نے ازانکہ جو چو زر جوہر شدست
روح قالب را کنوں ہمرہ شدست / مدتے سگ حارس درگہ شدست
چونکہ رفتند آں جماعت سوے کوہ / در رکاب شیر با فر و شکوہ
گاو کوہی بز و خرگوش زفت / یافتند و کار ایشاں پیش رفت
ہر کہ باشد در پے شیر حراب / کم نیاید روز و شب او را کباب
چوں ز کہ در بیشہ آوردند شاں / کشتہ و مجروح اندر خون کشاں
گرگ و روبہ را طمع بود اندراں / کہ بود قسمت بعدل خسرواں
عکس طمع ہر دوشاں بر شیر زد / شیر دانست آں طمعہا را سند
ہر کہ باشد شیر اسرار و امیر / او بداند ہر چہ اندیشد ضمیر
ہیں نگہدار اے دل اندیشہ خو / دل ز اندیشۂ بدی در پیش او
داند و خر را ہمی راند خموش / در رخت خندد برائے روے پوش
شیر چوں دانست آں وسواس شاں / وا نگفت و داشت آں دم پاس شاں
لیک با خود گفت بنمایم سزا / مر شما را اے خسیساں گدا
مر شما را بس نیامد رائے من / ظن تاں اینست در عطاے من
اے وجود و رائے تاں از رائے من / از عطاہاے جہاں آراے من
نقش با نقاش چہ سگالد دگر / چوں سگالش اوش بخشید و خبر

حکم شاورہم پیمبر کو ملا [1] / گرچہ ہر اک اُن سے لیتا رائے تھا
جو ترازو میں رفیق زر ہوا / نے مثال زر کے جو جوہر ہوا
روح اب قالب کے جو ہمرہ ہوئی / ایک مدت سگ نے دربانی کری
وہ جماعت جو گئی بہر شکار / شیر کے ہمراہ سوئے کوہسار
گاو کوہی بز و خرگوش کو / مار کر خوشدل ہوئے از بسکہ وہ
جو کوئی ہمرہ ہو جنگی شیر کے / رات دن کب کے کباب ہونگے رہے
کوہ سے جنگل میں لائے وہ انھیں / کشتہ و خستہ جو تھے پر خون میں
گرگ و روبہ اُسمیں طمع رکھتے تھے / کہ برابر عدل سے حصہ ملے
عکس دونوں کی طمع کا شیر پر / جو پڑا جانا طمع کو سربسر
جو کوئی اسرار کا ہو شیر و میر / دل کا اندیشہ وہ جانے اے ضمیر
دلمیں اندیشہ نہ کر ہشیار ہو / آگے اُسکے کچھ نہ اندیشہ کرو
جانے وہ بہلانے کو خاموش ہے / تجھ سے ہنستا واسطے روپوش کے
شیر نے وسواس اُن کا جان کر / نے مروت سے کیا وہ منتشر
پر کہا دلمیں کہ دیتا ہوں سزا / تم کو اے بد طینت و بد باطنا
رائے میری نہ پسند آئی تمھیں / یہ گماں تم کو ہے میری جود میں
ہے تمھاری رائے میری رائے سے / اور میری جود جہاں آرائے سے
کیا کرے نقاش پر نقش اب خیال / کہ خیال اُسکے نے بخشا اسکو حال

[1] حکم شاورہم الخ ۔ اشعر حکم حق حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو شاورہم کا پہونچا یعنی مشورہ کرو تم اگرچہ ہر ایک اُن سے رائے لیتا تھا کہ جو تو ترازو میں ہمراہ زر کے ہوا لگر مثل زر کے جوہر نہ ہوا اگرچہ روح قالب کے ہمراہ ہوئی ہے مگر ایک مدت سگ نے دربانی کی یعنی جناب رسول مقبول صلعم کو حکم ہمراہی انسانوں کا ہوا جیسے جو زر کے ہمراہ ملتا ہے ایسے ہی انسان حضرت رسول مقبول صلعم کے ہمراہ جوہر کامل نہیں ہو سکتے ہیں اور یہاں شیر سے مراد مرشد اور گرگ و روباہ سے سالک ہیں کہ شکار معرفت کو کوہسار دنیا میں آئے ہیں جو اہل توحید ہے وہ مرشد کے ہمراہ ہے اور جو دوئی میں پڑا ہے وہ تباہ ہوا وہ جماعت جو گئی شکار کے لیے شیر کے ہمراہ جانب کوہسار کے گاو کوہی اور بز اور خرگوش مار کر از بس خوشدل وہ ہوئے جو کوئی ہمراہ شیر جنگی کے ہو وہ رات دن کب کبابوں کے رہے وہ کوہ سے جنگل میں انکو لائے گرگ روبہ اس خیال میں تھے کہ اس میں ہم کو برابر حصہ ملے گا یعنی گاو شیر کو اور بز گرگ کو اور خرگوش روباہ کو حصہ برابر ملے گا دونوں کی طمع کا عکس جو شیر پر پڑا تو شیر نے اس طمع کو سربسر جانا آگے حقائق بیان فرماتے ہیں جو کوئی اسرار کا شیر و میر ہو دل کا اندیشہ و ضمیر وہ جانتا ہے تو دلمیں اندیشہ نہ کر ہشیار رہ اور آگے اسکے کچھ اندیشہ نہ کر یعنی وہ مرشد آگاہ دل ہے جو تو اندیشہ کرتا ہے اُسکو اس اندیشہ تیرے کا علم ہوگا کہ وہ تجھکو کچھ نہیں کہتا ہے پیشتر ہوا کہ وہ وسوسہ تیرے قلب میں ہے ۔ اہو تا ہے آئینہ ضمیر مرشد پر پڑتا ہے تو اُسکا پڑتا ہے مگر مرشد اپنی دریا دلی سے اس راز کو پوشیدہ رکھتا ہے کیونکہ وہ دیکھتا ہے وہ ضمیر جانتا ہے لیکن بہلانے کو خاموش ہے اور تجھ سے ہنستا ہے واسطے روپوشی راز کے شیر نے اُنکے دلکا وسواس جانکر مروت سے وہ ظاہر نہ کیا لیکن دل میں کہا کہ دیتا ہوں سزا تمکو اے بد طینت بد باطنو میری رائے تمکو پسند نہیں آئی یہ گمان تمکو میری بخشش میں ہے تمھاری رائے میری رائے سے ہے اور میری بخشش جہان آرائے سے ہے مثال دیتے ہیں کہ نقاش سے نقش کیا خیال کرے کہ اُسکے خیال نے اُسکو حال بخشا ہے یعنی نقش نقاش کی کیا خیال کر سکتا ہے کیونکہ وہ نقش اُس نقاش سے پیدا کیا ہے پس مخلوق کب خالق کی حقیقت کو دریافت کر سکتی ہے چنانچہ اسکا حال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

این چنین ظن خسیسانہ بمن / مر شما را بود ننگانہ زمن
ظانین باللہ ظن السوء را / گر نہ برّم سر بود عین خطا
وا رہانم چرخ را از ننگ تان / تا بماند در جہان این داستان
شیر با این فکر میزد خندہ فاش / از تبسمہای شیر ایمن مباش
مال دنیا شد تبسمہای حق / کردہ ما را مست و ہم مغرور دق
فقر و رنجوری بہشت است ای سند / کان تبسم دام خود را پر کند

اس طرح مجھ پہ حقیرانہ گماں / خاص تم کو تھا اے ننگان زماں
ظانین باللہ ظن السوء کا / گر نہ کاٹوں سر تو ہو یہ عین خطا
ننگ تیری سے چھڑا دوں آسماں / یادگار عالم میں ہو یہ داستاں
شیر ہنستا تھا یہ کر کے فکر جو / شیر کے ہنسنے سے مت ایمن ہو
مال دنیا کا تو ہنسنا حق کا ہے / کر دیا مغرور ہم کو مال نے
فقر و رنجوری بہشت و خلد ہے / کہ ہنسی کا دام اپنا رد کرے

امتحان کردن شیر گرگ را و گفتن که پیش آ قسمت کن صیدها را
امتحان کرنا شیر کا گرگ کو اور کہنا کہ ان شکاروں کو بانٹ دے

گفت شیر ای گرگ این را بخش کن / معدلت را نو کن ای گرگ کہن
نائب من باش در قسمت گری / تا پدید آید کہ تو چہ گوہری
گفت ای شہ گاو وحشی بخش تست / آن بزرگ و تو بزرگ و زفت و چست
بز مرا کہ بز میانہ است و وسط / روبہا خرگوش بستاں بے غلط
شیر گفت ای گرگ چون گفتی بگو / چونکہ من باشم تو گوئی ما و تو
گرگ خود چہ سگ بود کو خویش دید / پیش من چون تو شیر بے مثل و ند ید
گفت پیش آ ای خرے کو خود خرید / پیشش آمد پنجہ زد او را درید
چون ندیدش مغز و تدبیر رشید / در سیاست پوستش از سر کشید
گفت چون دیدنت منے خود نبرد / اینچنین جاں را بباید زار مرد

بولا شیر اے گرگ تو تقسیم کر / کر جواں تو عدل اے پیرانہ سر
تو ہو اس تقسیم میں نائب مرا / تا لیاقت دیکھوں تیری ظاہرا
بولا اے شہ گاؤ حصہ ہے ترا / وہ بزرگ اور تو بزرگ ہم میں سوا
بز مجھے دے کیونکہ وہ اوسط میں ہے / اور روبہ بے غلط خرگوش لے
بولا شیر اے گرگ کہہ پھر تو یہ کہو / کیونکہ میں ہوں اور کہے تو میں و تو
گرگ کیا اک سگ ہے دیکھے آپ کو / آگے مجھ سے شیر بے ہمتا کے وہ
بولا اے خر آگے آ جب وہ گیا / مار کر تھپیڑا کیا اُس کو فنا
جو نہ دیکھا اُسکو پر مغز و یقیں / کھینچی اُسکے پوست کو از راہ کیں
دیکھکر مجھکو نہ جو خود سے گیا / ایسی جان کو چاہیے کرنا فنا

[۱] اس طرح الخ۔ شعر اس طرح مجھ سے حقیرانہ گمان خاص تم کو تھا اے ننگان زمانہ کے تو جمد گمان کرنے والے کا کہ گمان بد کرتے ہیں ساتھ اللہ کے اگر سر نہ کاٹوں تو عین خطا ہو اور تیری ننگ سے آسمان کو چھڑاؤں کہ تا یادگار عالم میں یہ داستان ہو شیر یہ فکر کر کے جو ہنستا تھا تو شیر کے ہنسنے سے مت ایمن رہو مال دنیا کا گویا حق کا ہنسنا ہے مال نے مغرور ہم کو کر دیا فقر و رنجوری بہشت و خلد ہے کہ دام ہنسی کا وہ اپنا رد کرے یعنی مال دنیا حق کا تبسم ہے اور رنج دنیا اُس کی جنت ہے پس حق جس پر مہربان ہوتا ہے اُس پر فقر و رنج بھیجتا ہے اور جس سے ناخوش ہوتا ہے اُس پر دنیا زیادہ کرتا ہے اور بلا میں پھانستا ہے چنانچہ اس کا حال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [۲] بولا شیر الخ ۹ شعر شیر نے کہا کہ اے گرگ تو تقسیم کر اور عدل جوان کر اے پیرانہ سر تو اس تقسیم میں نائب میرا ہو تا میں لیاقت دیکھوں تیری ظاہرا گرگ نے کہا کہ اے شہ گاؤ حصہ تیرا ہے وہ بزرگ اور تو بزرگ ہم میں سوا ہے بز مجھ کو دے کیونکہ وہ اوسط ہے اور روباہ بے تامل خرگوش لے شیر نے کہا کہ اے گرگ کیا کہتا ہے کیونکہ میں ہوں اور تو کہتا ہے میں و تو گرگ کیا ہے ایک سگ ہے کہ آپ کو دیکھے آگے مجھ سے شیر بے مانند کے شیر نے کہا کہ اے خر آگے آ جب وہ آگے گیا تھپیڑ مار کر اُسے فنا کیا جو کہ اُس کو پر مغز و یقین نہ دیکھا اُس کے پوست کو کھینچا از راہ کینہ کے اور کہا مجھ کو دیکھ کر تو خود سے نہ گیا ایسی جان کو فنا کرنا چاہیے یعنی میری ہستی کے روبرو اپنی ہستی و آپ کو جاننا اور خود کو فنا نہ کیا پس ایسی جان بے مغز کو فنا کرنا چاہیے چنانچہ باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

چون نبودی فانی اندر پیش من — فرض آمد مر ترا گردن زدن
گرچہ غالب وارم اندر بذل فضل — گاہ گاہے ہم کنم از عدل فضل
کل شئی ہالک جز وجہ او — چون نہ در وجہ او ہستی مجو
ہر کہ اندر وجہ ما باشد فنا — کل شئی ہالک نبود جزا
زانکہ در الا ہست و از لا گذشت — ہر کہ در الاست و فانی نگشت
ہر کہ در او من و ما مے زند — رد باب ست او بر لا مے تند

میرے[1] آگے جو نہ تو فانی ہوا — فرض آیا تیری گردن مارنا
گرچہ غالب کھولں در بذل فضل — گاہے گاہے کرتا ہوں عدل فضل
کل شئی ہالک وجہ سوا — جو نہیں تو وجہ میں ہستی نہ چاہ
جو کہ میری وجہ میں ہووے فنا — کل شئی ہالک کب ہو جزا
جو کہ الا میں ہو وہ لا سے چھٹا — جو ہو الا میں وہ فانی کب ہوا
اسکے دروازے پر جو میں تو کرے — وہ ہی مردود در وہ لا میں رہے

قصہ آنکس کہ در یارے بکوفت گفت کیست گفت منم گفت چون توئی در نکشایم کہ کسے زیاران آشنا سیم کہ من باشد

قصہ اس یار کا کہ دروازہ یار کا بجایا کہا کون ہے کہا میں ہوں کہا جو تو در نہ تیرے واسطے نہیں کھولتا کہ میں ویسے یار کو نہیں جانتا کہ جو میں کہے

آن یکے آمد در یارے بزد — گفت یارش کیستی اے معتمد
گفت من گفتش برو ہنگام نیست — بر چنین خوانی مقام خام نیست
خام را جز آتش ہجر و فراق — کے پزد کہ وارہاند از نفاق
چون توئی تو ہنوز از تو نہ رفت — سوختن باید ترا در نار تفت
رفت آن مسکین و سالے در سفر — در فراق دوست سوزید از شرر

ایک[2] نے آ در بجایا یار کا — یار بولا کون ہے تو بتا
بولا میں وہ بولا جا تو وقت نے — نے جگہ ہر خام کی اس خوان پہ
خام کو جز آتش فرقت پکائے — کون سی شے اور نفاقوں سے چھڑائے
جو توئی تیری نہ دفع تجھ سے ہے — آگ میں تجھکو جلانا چاہیے
وہ گیا مسکین سفر میں سال بھر — نار فرقت میں جلا مثل شرر

[1] میرے آگے الخ ۔ شعر جو کہ میرے آگے تو فانی نہ ہوا مجھ کو فرض آیا تیری گردن مارنا اگرچہ غالب کھتا ہوں نہ بذل کے فضل مگر گاہے عدل سے بھی فضل کرتا ہوں کل شے ہلاک ہے مگر وجہ کے سوا جو تو وجہ نہیں ہے ہستی نہ چاہ جو کوئی میری وجہ میں ہووے فانی کل شی ہالک کب اسکی جزا ہو یعنی سوا وجہ کے سب ہلاک ہووے جو تو مجھ میں فنا نہیں ہے تو کب باقی رہے جو کوئی اثبات میں ہے وہ فانی کب ہوا اسکے دروازہ پر جو میں تو کرے وہ مردود رہے یعنی پیش حق جو کوئی اپنی ہستی کو سمجھے وہ مردود ہے اور لائق نفی کے ہے کیونکہ کل ہستی اسکی ہے چنانچہ اسکی مثال میں قصہ دو یاروں کا مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [2] ایکنے الخ ۔ شعر ایکنے آکر یار کا در بجایا یار نے کہا کہ کون ہے تو بتا بولا میں وہ بولا کہ وقت نہیں ہے تو جا اس خوان پر خام کی جگہ نہیں ۔ ہے خام کو سوا آتش فراق کے کون پکائے اور نفاق سے چھڑائے جو تیری توئی تجھ سے دفع نہیں ہے تو آتش میں جلانا چاہیے وہ گیا مسکین سفر میں ایک سال تک آتش فرقت میں جلا مثل شرر کے یعنی بسبب خامی کے کہ اس نے خود کو میں جانا اسواسطے یار نے دروازہ نہ کھولا جبکہ پھر آیا چنانچہ اس کا حال آگے ہے فافہم ۱۲ عہ کل شے ہے ہلاک مگر وجہ اسکا ۱۲ عہ کل شے ہلاک ہے ۱۲

پخته گشت آن سوخته پس بازگشت	بازگرد خانهٔ انباز گشت	سوختہ وہ جبکہ پختہ ہو گیا	یار کے گھر کی وہ جانب پھر پھرا
حلقه زد بر در بصد ترس و ادب	تا نه بجهد بی ادب لفظی ز لب	اور پھر کنڈی بجائی با ادب	بے ادب نہ حرف آئے تا بلب
بانگ زد یارش که بر در کیست آن	گفت بر در هم توئی ای دلستان	یار نے اسکو پکارا کون ہے	بولا در پہ تو ہی ہے در کھولدے
گفت اکنون چون منی ای من درآ	نیست گنجائی دو من را یک سرا	بولا تو میں ہوں تو ای میں اندر آ	ایک گھر میں کب ہیں دو میں سما
چون یکی باشد همه نبود دوئی	هم منی برخیزد آنجا هم توئی	جبکہ ہو ویں ایک سب کیسے دوئی	میں یہ اٹھ جائے وہاں اور بھی توئی
نیست سوزن را سر رشته دوتا	چونکه یکتائی درین سوزن درآ	رشتہ دو سر کا سوئی میں آئے کب	ایک ہوں دونوں سوئی میں آئے تب
رشته را با سوزن آمد ارتباط	نیست در خور با جمل سم الخیاط	رشتہ سوزن سے رکھے ہے ارتباط	کب ہے لائق با جمل سم الخیاط
کی شود باریک هستی جمل	جز بمقراض ریاضات و عمل	ہووے کب باریک ہستی اونٹ کی	لیک مقراض ریاضت سے اخی
دست حق باید مر آنرا ای فلان	کو بود بر هر محال کن فکان	اسکو دست حق ہے لازم ای فلاں	ہر محال اسکے کا تا ہو کن فکاں
هر محال از دست او ممکن شود	هر حرون از بیم او ساکن شود	ہر محال اس ہاتھ سے ممکن بنے	اور ہر سرکش ہو ساکن خوف سے
اکمه و ابرص چه باشد مرده نیز	زنده گردد از فسون آن عزیز	اکمہ و ابرص ہیں کیا بل مردہ بھی	دم سے اسکے ہووے زندہ ای اخی
وان عدم کز مرده مرده تر بود	در کف ایجاد او مضطر بود	وہ عدم کہ مردہ مردہ ہو بتر	ہاتھ میں اسکے ہو مضطر ای بشر
کل یوم هو فی شان را بخوان	مر ورا بیکار و بی فعلی مدان	کل یوم ہو فی شان کو پڑھو	اور بیکار اسکو اب تم مت کہو
کمترین کارش بهر روز آن بود	کو سه لشکر را روانه می کند	کم سے کم ہر روز کام اسکا یہ ہے	کہ روانہ تین لشکر کو کرے
لشکری ز اصلاب سوی امهات	بهر آن تا در رحم روید نبات	ایک لشکر پشت سے سوئے رحم	پرورش تا کہ اسے دیوے رحم
لشکری ز ارحام سوی خاکدان	تا ز نر و ماده پر گردد جهان	ایک لشکر پیٹ سے سوئے زمیں	تا جہاں میں ہوویں نر مادہ مکیں
لشکری از خاکدان سوی اجل	تا ببیند هر کسی حسن عمل	ایک لشکر خاک سے سوئے اجل	تا کہ دیکھے ہر کوئی حسن عمل

ف سوختہ الخ ۱۳ شعر وہ سوختہ جبکہ پختہ ہو گیا یار کے گھر کی جانب پھرا اور دروازے پر کنڈی کھٹکھٹائی با ادب تا بے ادب حرف نہ آئے لب تک یار اسکو پکارا کہ کون ہے بولا در پر تو ہی ہے دروازہ کھولدے بولا میں ہوں تو اے میں اندر آ ایک گھر میں کب دو میں سماتے ہیں یعنی ایک خانہ دل میں دو میں یعنی نفس و جان کب سماتے ہیں تو جبکہ سب ایک ہو دیں کب ہووے دوئی اور وہاں اٹھ جائے یہ من اور تو دوسرکا رشتہ سوئی میں کب آئے دونوں سرے ایک ہوں جب سوئی میں آئے رشتہ سوزن سے رکھتا ہے ارتباط کب لائق ہے کہ اونٹ نکلے ناکے سوئی سے اونٹ کی ہستی کب باریک ہووے لیکن مقراض ریاضت سے یعنی مثل رشتہ کے جب تک دوئی ہے سوئی میں نہ جائے جب اکائی صورت پکڑے تب سوئی میں جائے جیسے اونٹ ناکے میں سوئی کے نہ جائے جب تک مقراض ریاضت سے باریک نہ ہو یعنی شتر نفس جب تک مثل رشتہ کے مقراض ریاضت سے باریک نہ ہو سوراخ دل کی راہ اس عالم میں نہ جاسکے اور سیر سلوک نہ حاصل ہو اس کو دست حق چاہیے اے فلاں تاکہ ہو اس کے ہر محال کا کن فکاں تا ہر محال اس دست سے ممکن ہو اور ہر سرکش اس کے خوف سے ساکن رہے اکمہ و ابرص یعنی اندھا مادر زاد و برص والا کیا بلکہ مردہ بھی اس کے دم سے ہووے زندہ وہ عدم کہ مردہ سے مردہ تر ہو ہاتھ میں اسکے مضطر ہو کل یوم ہو فی شان کو پڑھو اور بیکار اس کو مت کہو یعنی دست خدا جس کا مددگار ہو اس کا ہر محال ممکن ہو اور عدم کہ مردہ بلکہ مردہ سے زیادہ ہے مگر اسکے ہاتھ میں بیقرار ہے کیونکہ ہر وقت اسکی نئی شان ہے چنانچہ اسکے فعل کا حال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فاقہم ۱۲ ف کم سے کم الخ ۴ شعر اسکا ہر روز کم سے کم کام ہو کہ تین لشکر کو روانہ کرتا ہے ایک لشکر پشت پدر سے رحم مادر تک اسکو رحم پرورش کرے ایک لشکر پیٹ سے جانب زمیں تاکہ جہان میں نر و مادہ رہیں اور ایک لشکر

ص خاک سے جانب اجل کے ۱۲ کہ ہر ایک دیکھے حسن عمل باقی حال آگے ہے فی نہر ۱۲ ه اونٹ نکلے ناکہ سوئی سے ۱۲ عه اندھا مادر زاد و برص والا ۱۲

باز بیشک پیش از آنہا میرسد | انچہ از حق سوے جانہا میرسد
انچہ از جانہا بدلہا میرسد | وانچہ از دلہا بگلہا میرسد
اینت لشکرہاے حق بیحد و مر | از پے ایں گفت ذکری للبشر
ایں سخن پایاں ندارد ہیں بتاز | سوے آں دو یار پاک پاکباز

پھر وہ بیشک پہلے اُس سے آئی ہی | جان کی سو جو خدا سے آئی ہی
جو کہ جانوں سے دلونکو آئے ہی | اور دلوں سے جو تنونکو آئے ہی
یہ ہیں لشکر حق کے بیحد اے پسر | اسلیے فرمایا ذکری للبشر
یہ سخن بے انتہا ہے لوٹ تو | جانب اُس دو یار کے جو ہیں نکو

خوندن آں یار یار خود را پس از تربیت یافتن

بلانا اُس یار کا یار اپنے کو بعد تربیت پانیکے

گفت یارش کاندر آ اے جملہ من | نے مخالف چوں گل و خار چمن
رشتہ یکتا شد غلط کم شد کنوں | گر دو تا بینی حروف کاف و نوں
کاف و نوں ہمچوں کمند آمد جذوب | تا کشاند مر عدم را در خطوب
پس دو تا باید کمند اندر صور | گرچہ یکتا باشد آں دو در اثر
گر دو پا گر چار پا رہ را برد | ہمچو مقراض دو پا یکپا شود
آں دو انبازاں گازر را ببیں | ہست در ظاہر خلافے آں و ایں
آں یکے کرباس در جو می زند | واں دگر انباز خشکش میکند
باز او آں خشک را تر می کند | گوئیا ز استیزہ ضد بر می تند

بولا یار اندر تو آ اے جملہ میں | نے مخالف جیسے گُل اور خار ہیں
ایک بل رشتہ ہوا اے ذو فنوں | گر دو بل دیکھے ہی حرف کاف و نوں
جوں کمند جذب کاف اور نون ہوا | تا عدم کو کھینچے با حکم خدا
چاہیے اب دو بل کمند اب ظاہرا | گرچہ اک بل ہی اثر میں باطنا
گر دو پا یا چار پا رہ طے کرے | مثل قینچی کے دو پا اک پا بنے
دو شریک اُن دھوبیوں کو دیکھ تو | کہ بظاہر مختلف اسکا ہے وہ
ایک تو کپڑے کو دھوئے آب میں | دوسرا کپڑا اُسکھائے تاب میں
پھر وہ سوکھے کو بھگوئے آب سے | گویا ضد سے کام میں ہر اک لڑے

۵۱ پھر وہ بیشک الخ یہ شعر پھر بلا شک اُن سے پہلے آئے ہیں جانب جاں کے جو کہ خدا کی جانب سے آئے ہیں جو کہ جان سے دلوں کو آئے اور دلوں سے جو تنوں کو آئے ہے یہ لشکر خدا کے لیے بیحد ہیں اس لیے فرمایا حق نے آیۃ وما یعلم جنود ربک الا ہو وما ہی الا ذکری للبشر یعنی نہیں جانتا ہے تو لشکروں رب تیرے کو مگر اللہ اور نہیں ہے یہ آیت مگر واسطے نصیحت لبشر کے واضح ہو کہ خداوند عالم کا ادنیٰ یہ کام ہے کہ تین قافلے انسانوں کے ایک صلب پدر سے اور دوسرا شکم مادر سے اور تیسرا اس جہان سے اُس جہان میں روانہ کرتا ہے مگر اول ان تینوں لشکر کے حق سے سوے جان اور جان سے سوے دل اور دل سے سوے بدن جو شئے کہ آتی ہے وہ حُب شہوت ہے کہ روانگی ان تینوں لشکر کی اُس پر منحصر ہے اور راز اس کا حق جانتا ہے از بحر العلوم یہ بات بے انتہا ہے اب لوٹ تو جانب اُس دو یار کے واللہ اعلم ۱۲ ۵۲ بولا یار الخ یہ شعر یار نے کہا کہ تو اندر آ اے جملہ میں اور نہیں ہے تو مخالف جیسے گل و خار گلشن کے مثال آگے بیان فرماتے ہیں اے ذو فنون ایک بل رشتہ ہوا ہے اگرچہ دو بل رکھتا ہے حرف کاف و نون جوں کمند جذب ہوا تاکہ عدم کو کھینچے حکم خدا سے ظاہرا کمند میں دو بل ہیں اگرچہ باطنا ایک بل اثر کرتا ہے یعنی وہ تو ظاہر ہیں مگر رشتہ کے معنی میں ایک بل ہے یعنی عینیت رکھتے ہیں جیسے حرف کن کہ کاف و نون یعنا ہر دو حرف ہیں مگر باطن میں ایک اثر رکھتے ہیں چنانچہ مثال دوسری مولانا بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۵۳ گر دو پا الخ یہ شعر اگر دو پاؤں والا راہ چلے مثل قینچی کے دونوں پاؤں بنے مثال تیسری بیان فرماتے ہیں ان دو دھوبیوں کو تو شریک جان بظاہر مختلف ہیں کہ ایک کپڑا دھوتا ہے آب میں اور دوسرا کپڑا اسکھاتا ہے تاب میں پھر وہ سوکھے کو بھگوتا ہے گویا ضد سے ہر ایک کام میں لڑتا ہے چنانچہ باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲ ---

لیک آں دو ضد استیزہ نما	یک دل و یک کار باشند از فتی	لیک آں دونوں ضد وہ اور دشمن نما	ایک دل ایک کام ہیں باہم سدا
ہر نبی و ہر ولی را مسلکیست	لیک تا حق می برد جملہ یکیست	ہر نبی و ہر ولی اک رہ رکھے	حق تلک پہونچانے میں سب ایک ہیں

رو درکشیدن از ملامت مستمعان

بند ہو جانا باتوں کا سننے والوں کی ملامت سے

چونکہ جملہ مستمع را خواب برد	سنگہائے آسیا را آب برد	سننے والے جملہ جبکہ سو گئے	آسیا کے سنگ پانی میں بہے
رفتن این آب فوق آسیاست	رفتنش در آسیا بہر شماست	بہتا فوق آسیا یہ آب ہی	بہتا زیر آسیا تیرے لیے
چوں شما را حاجت طاحوں نماند	آب را در جوئے اصلی باز راند	جو نہ حاجت آسیا کی تجھکو ہی	آب اپنے نہر اصلی میں بہے
ناطقہ سوئے دہاں تعلیم راست	ورنہ خود آں آب را جوئے جداست	ناطقہ سوئے دہن بہر ہدا	ورنہ نہر اس آب کی ہی ہے جدا
میرود بے بانگ و بے تکرارہا	تحتہا الانہار تا گلزارہا	جاتی بے تکرار ہی اور بے صدا	تحتہا الانہار تا گلزارہا
اے خدا جاں را تو بنما آں مقام	کاندرو بے حرف می روید کلام	اے خدا جان کو دکھادے وہ مقام	بے صدا بے حرف ہے جسمیں کلام
تا کہ سازد جان پاک از سر قدم	سوئے عرصہ دور پہنائے عدم	پاک جان تاکہ کرے سر سے قدم	جانب صحرائے بے پایاں عدم
عرصۂ بس با گشاد و با فضا	ویں خیال و ہست زو یابد نوا	بس ہے وہ صحرا کشادہ پر فضا	یہ خیال و ہست نے اس سے نوا
تنگ تر آمد خیالات از عدم	زاں سبب باشد خیال اسباب غم	یہ خیال اک تنگ ہے پیش قدم	اس سبب سے ہی خیال اسباب غم
باز ہستی تنگ تر بود از خیال	زاں شود درو ے قمر ہمچوں ہلال	پھر یہ ہستی تنگ تر ہی یا خیال	اسلیے ہوتا قمر ہے جوں ہلال

۵۱ لیک دونوں ضد الخ ۔ شعر لیکن وہ دونوں ضد اور دشمن نما باہم ایک دل وایک کام ہیں ہر نبی و ہر ولی ایک راہ رکھتے ہیں حق تلک پہونچانے میں وہ سب ایک راہ ہیں یعنی جیسے دونوں پاؤں قینچی کے کام میں ایک ہیں اور دونوں دھوبی کپڑے دھونے میں گو بظاہر فعل مختلف کرتے ہیں مگر ایک دل و ایک ہیں اسی طرح اولیا و انبیا راہ ایک رکھتے ہیں مگر حق تک پہونچنے میں وہ ایک ہیں اسی کو توحید کہتے ہیں کہ بظاہر مختلف اور بباطن ایک ہو چنانچہ اسکے حقائق مولانا آگے مثالوں میں بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۵۲ سننے والے الخ شعر جبکہ جملہ سننے والے سو گئے تو سنگ آسیا کے پانی میں بہے یہ آب کہ فوق آسیا بہتا ہے اور زیر آسیا تیرے لیے بہتا ہے جو تجھکو حاجت آسیا کی نہیں ہے تو آب اپنی نہر اصلی میں ہے ناطقہ سوئے دہن واسطے ہدایت کے ہے ورنہ نہر اس آب کی جدا ہے بے صدا و بے تکرار جاتی ہیں نیچے اسکے نہریں گلزار تک یعنی جیسے جنت میں نیچے نہریں جاری ہیں اسی طرح آب ناطقہ بھی جاری ہے جو کہ وہی تجلی ہے واسطے ہدایت کے وہ آب ناطقہ وقت حاجت کے دہن کی جانب آتا ہے اور جبکہ سامع سو جاتا ہے اور تجلی دہن کی واسطے ہدایت کے نہیں چلتی ہے تو آب ناطقہ اپنی نہر میں چلا جاتا ہے گویا وہ آب ناطقہ واسطے ہدایت کے ہنگام توجہ سامعین کے تجلی دہن کی حرکت کو جانب دہن کے آتا ہے پس مولانا آگے مناجات بیان فرماتے ہیں کہ اے خدا جان کو وہ مقام دکھادے کہ بے صدا و بیحرف جسمیں کلام ہے یعنی مقام بیزبانی کا مجھپر کھولدے کیونکہ اولیائے کرام بظاہر خاموش و بباطن آپس میں براہ بے زبانی باتیں کرتے ہیں اسواسطے مولانا اس مقام کی حق سے دعا مانگتے ہیں تاکہ جان پاک سر سے قدم کرے جانب صحرائے عدم بے پایان کے بس وہ صحرا کشادہ پر فضا ہے کہ یہ خیال و ہست اس سے آواز نوا ہیں یہ خیال تنگ ہے آگے عدم کے اس سبب سے خیال اسباب غم ہے اور ہستی تنگ تر ہے خیال سے بھی اس لیے قمر ہوتا ہے مانند ہلال کے باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲ ۔

باز ہستی جہان حس و رنگ — تنگ تر آمد کہ زندانیست تنگ
علت تنگی ست ترکیب و عدد — جانب ترکیب حسہا می کشد
زاں سوے حس عالم توحید داں — گر یکے خواہی بداں جانب براں
امر کن یک فعل بود و نون و کاف — در سخن افتاد و معنی بود صاف
ایں سخن پایاں ندارد باز گرد — تا چہ شد احوال گرگ اندر نبرد

پھر یہ ہستی جہاں حس و رنگ — تنگ تر ہی بلکہ اک زنداں ہی تنگ
باعث تنگی ہی یہ ترکیب تن — کھینچے حس ہی سوے ترکیب بدن
حس کے اس سو عالم توحید جان — گر اکائی چاہیے اس سو ہو داں
امر کن اک فعل تھا اور نون و کاف — بولنے میں آیا معنی میں تھا صاف
یہ سخن بے انتہا ہی بس پھرو — کیا ہوا در پیش گرگ پیر کو

ادب کردن شیر گرگ را بجہت بے ادبی او — ادب دینا شیر کا گرگ کو بسبب بے ادبی اسکی کے

گرگ را برکند سر آں سرفراز — تا نماند دوسری و امتیاز
فانتقمنا منہم ست اے گرگ پیر — چوں نبودی مردہ در پیش امیر
بعد ازاں رو شیر با روباہ کرد — گفت ایں را بخش کن از بہر خورد
سجدہ کرد و گفت ایں گاو سمیں — چاشت خوردت باشد اے شاہ امیں
ویں بز از بہر میانہ روز را — یخنی باشد شہ فیروز را
واں دگر خرگوش بہر شام ہم — شبچرہ اے شاہ با لطف و کرم
گفت اے روبہ تو عدل افروختی — ہمچنیں قسمت ز کہ آموختی
از کجا آموختی ایں اے بزرگ — گفت اے شاہ جہاں از حال گرگ
گفت چوں در عشق ما گشتی گرو — ہر سہ را بستاں و برگیر و برو

توڑا سر کو گرگ کے اس شیر نے — تا تمیز اور دوئی نہ باقی رہے
فانتقمنا منہم اے گرگ کہن — نے مرا جو پیش شاہ ذو المنن
پھر کہا روباہ سے اس شیر نے — اسکو کر تقسیم کھانے کے لیے
سجدہ کرکے عرض کی اس گاؤ کو — صبح کا تم ناشتا اپنا کرو
اور بز کا دوپہر کے وقت میں — آب یخنی آپ نوش جاں کریں
اور اس خرگوش کو بس بعد شام — نوش تم فرماؤ با ذوق تمام
بولا روبہ عدل جو تونے کیا — کس سے یہ تقسیم سیکھی اب بتا
کس سے یہ تقسیم سیکھی تونے ہے — بولی اے شہ گرگ کے احوال سے
بولا میرے عشق میں ہوئی تو فنا — یہ شکار اب تینوں تو لے اور جا

۵۱ پھر یہ ہستی الخ۔ شعر پھر یہ ہستی جہاں حس و رنگ تنگ ہے بلکہ ایک زندان ہے اور باعث تنگی ہے یہ ترکیب بدن کی حس کھینچتی ہے جانب ترکیب بدن کے حس کے اُس طرف عالم توحید کو جان اگر اکائی چاہتا ہے اس طرف رواں ہو یعنی وہ مقام بے حرف و کلام عالم توحید ہے اگر تو ایک ہونا چاہتا ہے اس طرف جا کیونکہ امر کن ایک فعل تھا اور نون و کاف بولنے میں آیا اور معنی میں صاف تھا یعنی یہ امر کن ایک فعل حق تھا صاف اُس عالم توحید میں اور کاف و نون دو حرف اندر لباس عالم کے ہوئے ہوئے پس عینیت حق کی اس عالم میں مانند حروف کن کے ہے کہ بظاہر دو حرف اور بباطن ایک امر حق صاف ہے اسی طرح کل اشیا مظہر عالم بظاہر دو و بباطن دین ہیں یہ سخن بے انتہا ہے پس پھر دو کہ کیا ہوا در پیش اس گرگ پیر کو چنانچہ آگے مولانا باقی حقہ شیر و گرگ و روباہ کا بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۵۲ توڑا سر کو الخ۔ شعر اُس شیر نے سر گرگ کا توڑا کہ تمیز اور دوئی باقی نہ رہے میں بدلا لیا ہم نے اُن سے اے گرگ کہن، جو نہیں مرا تو آگے شاہ ذو المنن کے یعنی تو نے خود کو مرشد میں فنا نہ کیا اس واسطے تجھ سے بدلا لیا پھر روباہ سے اُس شیر نے کہا اس کو کھانے کے لیے تقسیم کر روباہ نے سجدہ کرکے عرض کی کہ اس گاؤ کو تم صبح کو ناشتہ کرو اور بز کا دوپہر کے وقت آب یخنی نوش جان کرو اور اس خرگوش کو بعد شام تم نوش فرماؤ با ذوق تمام شیر نے کہا کہ اے روباہ جو تو نے عدل کیا کس سے یہ تقسیم سیکھی کہا کہ اے شیر گرگ کے احوال سے شیر نے کہا کہ تو عشق میں فنا ہوئی یہ شکار تینوں تو لیجا اور باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۵۳ پس، بدلا لیا ہم نے اُن سے ۱۲۔

روبہا چوں جملگی مارا شدی ۔ چونت آزاریم چوں تو ما شدی
ما ترا و جملہ اشکاراں ترا ۔ پائے بر گردون ہفتم نہ بر آ
چوں گرفتی عبرت از گرگ دنی ۔ پس تو روبہ نیستی شیر منی
عاقل آں باشد کہ گیرد عبرت از ۔ مرگ یاران و بلائے محترز
روبہ آں دم بر زبان صد شکر راند ۔ کہ مرا شیر از پس آں گرگ خواند
گر مرا اول بفرمودی کہ تو ۔ بخش کن ایں را کہ جان بردی ازو

جو ہوئی[1] روباہ تو بالکل مری ۔ کیسے دوں آزار جو تو میں ہوئی
میں ترا اور سب شکار اب ہیں ترے ۔ پاؤں رکھ تو ساتویں افلاک پے
رکھتی ہے عبرت جو تو اس گرگ سے ۔ تو نہ روبہ بلکہ میری شیر ہے
ہو وہ عاقل جو کوئی عبرت کو لے ۔ مرگ یاراں سے وہ آفت سے بچے
شکر حق اسوقت روبہ نے کیا ۔ بعد گرگ اس شیر نے مجھ سے کہا
گر مجھے اول یہ کہتا شیر تو ۔ کر دے یہ تقسیم لیتا جان تو

در بیت مقصود حکایت فضیلت آخر زمانیاں ۔ مقصودیت حکایت فضیلت ہے آخر زمانہ کے لوگونکی

پس سپاس او را کہ ما را در جہاں ۔ کرد پیدا از پس پیشینگاں
تا شنیدیم آں سیاستہائے حق ۔ بر قرون ماضیہ اندر سبق
تا کہ ما از حال آں گرگان پیش ۔ ہمچو روبہ پاس خود داریم بیش
امت مرحومہ زیں رو خواند ماں ۔ آں رسول حق و صادق در بیاں
استخوان و پشم آں گرگان عیاں ۔ بنگرید و پند گیرید اے مہاں
عاقل از سر بنہد ایں ہستی و باد ۔ چوں شنید انجام فرعونان و عاد
ورنہ بنہد دیگراں از حال او ۔ عبرتے گیرند از اضلال او

شکر حق[2] کو کہ جہاں میں ظاہرا ۔ پیچھے اگلوں کے ہمیں پیدا کیا
جیسے حق کی یہ سیاست ہے سنی ۔ اہل ماضی پہ ہمیں سبقت ملی
تا ہم اگلے بھیڑیوں کی حال سے ۔ پاس اپنا رکھیں جوں روباہ کے
امت مرحومہ اس باعث کہا ۔ اس رسول پاک نے صلی علا
بال ہڈی بھیڑیوں کی ہے عیاں ۔ دیکھ کر عبرت کرو اہل جہاں
عاقلوں نے ترک کی حرص و ہوا ۔ جو سنا انجام فرعون عاد کا
ورنہ حال انکے سے رکھیں دوسرے ۔ اور عبرت لیں بغاوت انکی سے

[1] جو ہوئی الخ ۔ شعر اے روباہ تو بالکل میری ہوئی کیسے آزار دوں جو تو میں ہوئی یعنی میرا ہوا اور شکار تیرا ہے تو ساتویں افلاک پر پاؤں رکھ یعنی جب تو مجھ میں فنا ہوئی اور جو ئی جاتی ہے تو یہ سب شکار تیرے ہیں یعنی اب میں اور تو ایک ہیں تو کل میرا تیرا مال ہے اور سب افلاک تیرے زیر پا ہیں کیونکہ ذات سب میں ہے جب تو ذات میں ملا تو سب میں رہا ہوا جو تو عبرت رکھتی ہے اس گرگ سے تو روبہ نہیں ہے بلکہ میری شیر ہے وہ عاقل ہے کہ جو عبرت پذیر مرگ یاراں سے ہے اور آفت سے بچتا ہے اسوقت روباہ نے شکر حق کا کیا کہ بعد گرگ کے شیر نے مجھ سے کہا اگر شیر اول مجھ سے کہتا تو تقسیم کر دے تو میری جان لیتا یعنی میں مرگ یار گرگ سے عبرت پذیر ہوئی ورنہ وہ حال میرا ہوتا جو مثل مشہور ہے کہ اگلا گرے پچھلا ہشیار پس یہی حال اس امت کے لوگوں کا ہے اس واسطے یہ امت مرحومہ ہوئی چنانچہ اس کا حال آگے ہے فافہم ۱۲ [2] شکر حق الخ ۔ شعر خدا کا شکر کہ اس جہان میں ظاہرا ہمیں پیچھے اگلوں کے پیدا کیا جس سے حق کی ہم نے یہ سیاست سنی اہل ماضیہ پر ہم کو سبقت ملی تا کہ اگلے گرگوں کے احوال سے خیال اپنا رکھیں مانند روباہ کے امت رحم کی گئی اس باعث سے کہا اس رسول پاک نے درود اللہ کا ان پر ہو جیسے بال و ہڈی ان بھیڑیوں کی عیاں ہے کہ اہل جہان دیکھ کر عبرت پکڑیں عاقلوں نے حرص و ہوا ترک کی جب کہ سنا انجام فرعون و عاد کا ورنہ ان کے حال سے اور دوسرے رکھیں عبرت اور عبرت لیں ان کی بغاوت سے یعنی اس اہل امت نے جو حال سیاست حق کا نسبت قوم فرعون و عاد کے سنا ان سرکشیوں سے باز رہے اور امت مرحومہ کہلائے ہمیں امت مرحومہ کو آخرت میں عذاب نہیں اور جو کچھ کہ عذاب ہے ان کو دنیا میں فتنوں اور زلزلوں اور قتل سے ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہے امتی ہذہ مرحومۃ لیس علیہا عذاب فی الآخرۃ عذابہا فی الدنیا الفتن و الزلازل و القتل چنانچہ مولانا اگلی امتوں کی بغاوت کا حال کہ اپنے نبیوں سے کیا ہے بیان فرماتے ہیں کہ اولیا و نبیا نسبت حق سے رکھتے ہیں چہ جائیکہ حضرت رسول مقبول کہ حضرت نوح علیہ السلام کے پردہ میں آپ کا حال بیان فرماتے ہیں جائے غور ہے فہم من فہم ۱۲۔

تہدید کردن نوح علیہ السلام قوم را کہ با من مپیچید کہ من روپوشم خدا را پس با خدا می پیچید نہ با من

ہدایت کرنا نوح علیہ السلام کا قوم کو کہ تم مجھ سے مت لڑو کہ میں روپوش خدا ہوں پس خدا کے ساتھ لڑتے ہو تم نہ میرے ساتھ

گفت نوح ای سرکشان من من نیم — من بجان مردم بجانان میزیم
چون ز جان مردم بجانان زندہ ام — نیست مرگم تا ابد پایندہ ام
چون بمردم از حواسات بشر — حق مرا شد سمع و ادراک و بصر
چونکہ من من نیستم این دم زہوست — پیش این دم ہر کہ دم زد کافر اوست
ہست اندر نقش این روباہ شیر — سوی این روبہ نشاید شد دلیر
گر ز روی صورتش می نگروی — غرش شیران ازو می بشنوی
گر نبودی نوح را از حق یدی — پس جہانی را چرا برہم زدی
صد ہزاران شیر بد اندر تنی — ہر دو عالم را ہمی دید او تنی
او برون رفتہ بد از ما و منی — او چو آتش بود و عالم خرمنی
چونکہ خرمن پاس عشر او نداشت — او چنان شعلہ بر آن خرمن گماشت

ہوئے نوح اے سرکشو میں میں نہیں — میں جیوں جاناں سے جاں مجھ میں نہیں
جان سے مردہ زندہ جاناں سے ہوں میں — نے مروں اور زندگی دائم رکھوں
جو حواسات بشر سے میں مرا — سمع و ادراک و بصر حق ہو گیا
جو نہیں ہیں میں یہ دم ہو سے ہے — مارے دم اُس دم سے جو کافر ہے
روبہ اس صورت کے اندر شیر ہے — مت دلیری کر تو اس روباہ سے
اسکی صورت کا نہ گر راغب ہے تو — شیر کی غرش سنے گا اس سے تو
گر نہ ہوتی حق سے قدرت نوح کو — پس جہاں کو کیسے برہم کرتا وہ
سیکڑوں تھے شیر اندر جسم کے — دونوں عالم کو تھے ذرہ دیکھتے
وہ خودی سے اپنی بالکل تھے چھٹے — خرمن اک عالم تھا اور وہ نار تھے
پاس عشر اسکا نہ خرمن نے کیا — اُسنے شعلہ سے دیا خرمن جلا

لہ ہوئے نوح الخ۔ اشعر حضرت نوح علیہ السلام نے کہا کہ اے سرکشو میں میں نہیں ہوں جاناں سے جیتا ہوں و ہ جان مجھ میں نہیں ہے میں جان سے مردہ اور جاناں سے زندہ ہوں اور ہمیشہ زندگی رکھوںگا اور نہ مروں جب کہ میں حواسات بشری سے مرا سمع و بصر و ادراک میرا حق ہوا جب کہ میں نہیں ہوں یہ دم ہو سے ہے اس دم سے جو دم مارے کافر ہے یعنی جو ذات حق میں فنا ہوا اُسکے اوصاف سنو یعنی سمع و بصر و کلام و علم و ارادہ و قدرت و حیا سب حق سے ہیں اس سے مقابلہ کرنا عین حق سے مقابلہ کرنا ہے وہ صورت بشر ہے دیکھنے میں معنی میں حق ہے از شرح بحر العلوم روباہ اس صورت کے اندر شیر ہے تو دلیری مت کر اس روباہ سے اگر تو اس کی صورت کا راغب نہیں ہے شیر کی غرش تو اس سے نہ سنے یعنی نوح علیہ السلام کی صورت مثل روباہ کے ضعیف ہے مگر اس کے اندر علاوہ شیر ذات حق کا ہے اگر تو اس صورت کے ساتھ رغبت نہ کرے گا اور عقیدہ نہ رکھے گا تو غرش راز الٰہی تو اُس سے کیونکر سنے گا اگر نوح علیہ السلام کو قدرت حق سے نہ ہوتی تو کس طرح وہ جہان کو برہم کرتے سیکڑوں شیر اندر جسم کے تھے اور دونوں عالم کے وہ ذرہ دیکھتے تھے وہ خودی سے اپنی بالکل چھٹے تھے عالم ایک خرمن تھا اور وہ آتش تھے خرمن کے پاس کسی کا نہ کیا اُسنے شعلہ سے خرمن کو جلا دیا یعنی خرمن مخلوق نے جو انکا لحاظ مراتب عشر کا نہ جانا اسواسطے انھوں نے آتش طوفان سے خرمن جلا دیا آگے اسکا حال ہے ۲

ہر کرا در پیش این شیر نہان	بی ادب چون گرگ بگشاید دہان	جو کہ ایسے شیر کے آگے عیاں	بے ادب چوں گرگ کے کھولے زباں
ہمچو گرگ آن شیر بر درانَدَش	فانتقمنا منہم بر خواندش	گرگ کے مانند پھاڑے شیر اسے	فانتقمنا منہم اسپر وہ پڑھے
زخم یابد ہمچو گرگ از دست شیر	پیش شہ ابلہ بود کو شد دلیر	زخم دیوے اسکو مثل گرگ شیر	پیش شیر ابلہ ہے جو ہووے دلیر
کاشکی آن زخم بر جسم آمدی	تا بُدی کایمان و دل سالم بُدی	کاشکے وہ زخم آتا جسم پر	رہتا دل ایمان سے سالم مگر
قوتم بشکست چون اینجا رسید	چون توانم کرد این سر را پدید	پہونچا اس جا پر مری قوت گئی	بھید یہ کیونکر کروں ظاہر اخی
لیک ہم رمزی بگویم با شما	بو کہ دریابید و گردید آشنا	پر میں تم سے کہتا ہوں اک رمز کو	ہے امید آگاہ و ماہر اس سے ہو
ہمچو آن روباہ کم اشکم کنید	پیش او روباہ بازی کم کنید	مثل روبہ شکم اپنا کم کرو	آگے اسکے روبہ بازی چھوڑ دو
جملہ ما و من بہ پیش او نہید	ملک ملک اوست ملک او را دہید	میں و تو سب آگے اسکے تم رکھو	ملک اسکی ملک ہے ملک اسکو دو
چون فقیر آیید اندر راہ راست	شیر و صید شیر خود آن شماست	چوں فقیر آؤ سیدھی راہ میں	شیر و صید اسکے تمھاری ملک ہیں
زانکہ او پاکست و سبحان وصف اوست	بی نیازست او ز مغز و نغز و پوست	کیونکہ وہ ہے پاک سبحان وصف ہے	بے نیاز اب وہ ہے مغز و پوست سے
ہر شکار و ہر کراماتی کہ ہست	از برای بندگان آن شہ است	ہر شکار اور ہر کرامت جو کہ ہے	واسطے بندوں کے ہے اس شاہ کے
گفت الیس اللہ بکاف عبدہ	تا نگردد بندہ ہر سو حیلہ جو	بولا الیس اللہ بکاف عبدہ	تا نہ ہووے بندہ ہر سو حیلہ جو
نیست شہ را طمع بہر خلق ساخت	اینہمہ دولت خنک آن کو شناخت	ہے نہ خواہش شاہ کو مخلوق کی	نیک دولت ہے یہ جس نے جان لی
آنکہ دولت آفرید و دو سرا	ملک و دولتہا چہ کار آید ورا	جسنے دولت دو جہاں پیدا کیا	ملک و دولت کی اسے پروا ہے کیا
پیش سبحان بس نگہدارید دل	تا نگردید از گمان بد خجل	آگے پیروں کے نگہ رکھو دلکو تو	بدگماں سے تا نہ شرمندہ ہو تو
کو ببیند سر و فکر و جستجو	ہمچو اندر شیر خالص تار مو	کہ وہ دیکھے بھید و فکر و جستجو	جیسے ظاہر دودھ میں ہو تار مو

ف جو کہ ایسے [illegible] شعر جو کوئی ایسے شیر کے آگے ظاہر امانند گرگ کے زبان بے ادبی سے کھولے تو شیر اُسکو مانند گرگ کے پھاڑے اور فانتقمنا منہم کو یعنی بدلا لیا ہم نے اُس سے اسپر پڑھے اور شیر زخم دیوے اُسکو مثل گرگ کے کیونکہ جو دلیری کرے آگے شیر کے وہ احمق ہے کاشکہ جسم پر مثل وہ زخم آتا تو رہتا دل ایمان سے سالم میں اُس جا پر جو پہونچا میری قوت گئی کہ یہ بھید میں کیونکر ظاہر کروں لیکن میں تجھ سے ایک رمز کہتا ہوں امید ہے کہ تو آگاہ اور ماہر اس سے ہو مثال روبہ کے تم اپنا شکم کم کرو اور اُس کے آگے روباہ بازی چھوڑ دو میں و تو اُس کے آگے تم سب چھوڑ دو ملک اس کی ملک ہے اس کو دو یعنی تم اپنی خودی کو اُس کے آگے مٹا دو اور مثل روباہ کے حرص و ہوا چھوڑ دو اور حیلہ بازی نہ کرو اور ملک اس کو دو اور خود کو نیست و نابود جانو امید ہے کہ اُس وقت تم اُس کے مقبول ہو مثل فقیروں کے اب تم آؤ سیدھی راہ میں شیر و شکار اُس کے تمھارے ملک ہیں کیونکہ وہ پاک ہے اور سبحان اُس کا وصف ہے اور مغز و پوست سے وہ بے نیاز ہے ہر شکار و ہر کرامت جو کہ ہے اُس شاہ کے بندوں کے واسطے ہے اُس نے فرمایا ہے آیہ کریمہ الیس اللہ بکاف عبدہ یعنی آیا نہیں ہے اللہ کافی واسطے اُس کے بندوں کے تا بندہ نہ ہووے ہر طرف حیلہ جو شاہ کو خواہش نہیں مخلوق کی یہ نیک دولت ہے جس نے کہ جان لی جس نے دولت و جہان کو پیدا کیا اُسکو ملک و دولت کی کیا پروا ہے یعنی تم اُسکی طرف فقیروں کے مانند رجوع کرو کہ ملک و مال سب تمھارا ہے اور اللہ تم کو کفایت کرتا ہے اور اسکو کچھ ملک و مال کی حاجت نہیں ہے آگے پیروں کے دلکو نگاہ رکھو تا گمان بد سے شرمندہ نہ ہو یعنی پیش پیر اپنے دلکو خطرات نفس و شیطان سے نگہ رکھو کہ وہ آگاہ ہے مباد اُنکو مکروہات میں نہ ڈالدے کہ وہ مکر و بھید

ع دیکھتا ہے مثل بے ضرر اس طرح جس طرح ۱۲ ابو علی شاہ قلندر ۱۲ اعظم ہے خدا فرماتا ہے اللہ کافی اور واسطے بندہ اپنے کے ۱۲

آنکہ او بے نقش و سادہ سینہ شد — نقشہاے غیب را آئینہ شد
جسکا قلب بے نقش و صفا سینہ ہوا — نقش غیبی کا وہ آئینہ ہوا

سر ما را بے گماں موقن شود — زانکہ مومن آئینہ مومن شود
بھید میرا بیگماں تو جان لے — کیونکہ مومن آئینہ مومن کا ہے

مومن او مومنے تو بے گماں — درمیاں ہر دو فرق بیکراں
تو بھی مومن وہ بھی مومن بیگماں — فرق اُن دونوں میں ہے از بس عیاں

چوں زند او زر ما را بر محک — پس یقیں را باز داند او ز شک
میرا زر وہ جو کسوٹی پر کسے — فرق بالکل شک و یقیں میں جا ملے

چوں شود جانش محک نقدہا — پس بہ بیند نقد را و قلب را
جب کسوٹی اسکی جاں ہو نقد کی — ہو کھرے کھوٹے سے اسکو آگہی

نشاندن بادشاہاں صوفیاں را پیش روے خود تا چشم شاں روشن شود

بٹھانا بادشاہوں کا صوفیوں کو اپنے روبرو کہ تا آنکھیں اُن کی روشن ہوں

بادشاہاں را چنیں عادت بود — ایں شنیدہ باشی ار یاد بود
اس طرح شاہوں کی عادت ہوتی ہے — یہ سنا ہو یاد گر ہووے تجھے

دست چپ شاں پہلواناں ایستند — زانکہ دل پہلوے چپ باشد بہ بند
اُلٹی جانب پہلواں ہوتے کھڑے — کیونکہ دل پہلوے چپ میں بستا ہے

مشرف و اہل قلم بر دست راست — زانکہ علم و خط و ثبت آں دست راست
سیدھی جانب مشرف و اہل قلم — کیونکہ سیدھے ہاتھ سے لکھیں رقم

صوفیاں را پیش رو موضع دہند — کائینہ جانند و ز آئینہ بہ اند
صوفیوں کو سامنے دیتے ہیں جا — صاف دل ہیں آئینہ سے ہے سوا

حاجیاں ایں صوفیاں اند ای پسر — سادہ و آزادہ و افگندہ سر
پردہ دار اسکے ہیں صوفی اے پسر — صاف و آزاد اور عاجز بے شر

سینہ ہا صیقل زدہ در ذکر و فکر — تا پذیرد آئینہ دل نقش بکر
آئینہ صیقل کرتے ذکر و فکر سے — نقش تا آئینہ دل پر جمے

ہر کہ او از صلب فطرت خوب زاد — آئینہ در پیش او باید نہاد
خوبرو پیدا جو فطرت اپنی سے ہو — آئینہ پس روبرو اسکے رکھو

عاشق آئینہ باشد روے خوب — صیقل جاں آمد و تقوی القلوب
عاشق آئینہ کا ہوئے روے خوب — جان کو صیقل ہو با تقوی القلوب

ہر کہ دارد روے خوبے با نظام — طالب آئینہ باشد والسلام
جو کہ صورت خوب رکھتا ہے تمام — طالب آئینہ کا وہ ہے والسلام

۱ جسکا الخ شعر جسکا سینہ بے نقش و صاف ہوا وہ نقش غیبی کا آئینہ دار ہوا میرا بھید تو بیگمان جان لے کیونکہ مومن آئینہ مومن کا ہے بموجب حدیث شریف کے المومن مرآۃ المومن و المومن اخو المومن یعنی مومن آئینہ مومن کا ہے اور وہ مومن اللہ ہے تو بھی مومن اور وہ بھی مومن بیگمان فرق ان دونوں میں از بس عیاں ہے میرے زر کو وہ کسوٹی پر کسے فرق بالکل شک اور یقین میں جا ملے جبکہ اسکی جاں کسوٹی نقد کی ہو کھرے و کھوٹے سے اسکو آگہی ہو یعنی آ گئے اُسکے صاف دل خطرات سے ہوا اُسکا دل آئینہ نقش غیبی کا ہوا اور یہ تو الٰہی آئینہ ہو باقی حال آگئے ہے فافہم ۵ اس طرح الخ شعر بادشاہوں کی اس طرح پر عادت ہوتی ہے اگر یہ تو نے سنا ہو اور یاد بھی ہو اُلٹی جانب پہلوان کھڑے ہوتے ہیں کیونکہ دل پہلوے چپ میں ہوتا ہے اور سیدھی جانب مشرف و اہل قلم کیونکہ سیدھے ہاتھ سے رقم لکھتے ہیں اور صوفیوں کو سامنے جگہ دیتے ہیں کیونکہ آئینہ جان بلکہ آئینہ سے سوا ہیں صوفی پردہ داران کے ہیں وہ صاف و آزاد و عاجز بے شر ہیں اور سینہ صیقل ذکر و فکر سے کرتے ہیں تاکہ آئینہ دل پر نقش بنے خوب رو جو پیدا فطرت اپنی سے ہو آئینہ اُس کے روبرو رکھو آئینہ کا عاشق ہووے روے خوب اور جان کو صیقل ہو باتقوی دل سے جو کوئی روے خوب رکھتا ہے تمام وہ طالب آئینہ کا ہے والسلام یعنی جس کا دل ذکر و فکر سے خوبروئی رکھتا ہو وہ حضوری مرشد چاہتا ہے کہ آئینہ میں اپنی خوبروئی کو دیکھے اور خود اسپر فریفتہ ہو واضح ہو کہ ہر ایک خوبرو دیکھتا ہے مگر بے مقابل آئینہ کے خود کو پہچان نہیں سکتا ہے جبکہ آئینہ مرشد کے بہیئت مرشد ہی جس دل صافی سے مقابل ہو وہ خود کو آئینہ میں دیکھکر پہچانے و خود سے واقف ہو اسکو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ یعنی جس نے پہچانا نفس ذات اپنی کو اس نے پہچانا رب اپنے کو اسیواسطے صوفیاے کرام فرماتے ہیں کہ جسنے خدا کو پایا اپنے میں پایا خارج میں نہ پایا چنانچہ مولانا فیضیابی مرید کے مقابل پیر سے آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

مثنوی اکنون یک مثال معنوی	تا تو دیگر قول صورت مثنوی	سن لے اب اک مثال معنوی	تا سنے تو پھر یہ قول ظاہری

آمدن آشنائے از سفر بدیدن حضرت یوسف علیہ السلام

آنا ایک آشنا کا سفر سے واسطے دیکھنے حضرت یوسف علیہ السلام کے

آمد از آفاق یارے مہرباں	یوسف صدیق را شد میہماں	دور سے آیا جو یار مہرباں	یوسف صدیق کا وہ میہماں
کآشنا بودند وقت کودکی	بر وسادہ آشنائی متکی	تھا لڑکپن کا وہ اُن کے آشنا	مسند یاری پہ تھا جلوہ نما
یاد دادش جور اخوان و حسد	گفت آن زنجیر بود و ما اسد	یاد جور اخوان سے جو آگہ کیا	بولے وہ زنجیر تھی میں شیر تھا
عار نبود شیر را از سلسلہ	نیست ما را از قضائے حق گلہ	شیر کو کب شرم ہو زنجیر سے	نے گلہ مجکو قضائے حق سے ہے
شیر را بر گردن ار زنجیر بود	بر ہمہ زنجیر سازاں میر بود	شیر کی گردن پہ گو زنجیر ہے	غلبہ وہ زنجیر سازوں پر رکھے
گفت چون بودی تو در زندان و چاہ	گفت ہمچوں در محاق و کاست ماہ	بولا زندان و چاہ میں کیونکر رہے	بولے جیسے گھٹتا ہر دم چاند ہے
در محاق ار ماہ نو گردد دوتا	نے در آخر بدر گردد بر سما	گرچہ گھٹکر ماہ ہوتا ہے ہلال	لیکن آخر ہوتا ہے بدر کمال
گرچہ دردانہ بہاون کوفتند	نور چشم و دل شد و دفع گزند	اگرچہ دُردانہ کھرل میں پس گئے	پر وہ نور آنکھوں کو قوت دلکو دے
گندمے را زیر خاک انداختند	پس ز خاکش خوشہ ہا بر ساختند	خاک میں گندم کو اول بوتے ہیں	خاک سے خوشے کو آخر چنتے ہیں
بار دیگر کوفتندش ز آسیا	قیمتش افزود و ناں شد جانفزا	پھر دوبارہ وہ جو چکی میں پسے	بیش قیمت جانفزا روٹی بنے
باز ناں را زیر دنداں کوفتند	گشت عقل و جان و فہم سودمند	پھر وہ روٹی کھاتے ہیں جو چبا	عقل و جاں اور فہم روٹی ہوتی ہے
باز آں جاں چونکہ محو عشق گشت	یعجب الزراع آمد بعد کشت	پھر وہ جاں ہوتی جو محو عشق ہے	یعجب الزراع بونے بعد ہے
باز آں جاں چوں بحق او محو شد	باز ماند از سکر و سوئے صحو شد	پھر وہ جاں ساتھ حق کے محو ہو	سکر سے وہ پھر کے آئے صحو کو

سنائی سن لے اب تو الحمد اشعار اب تو سن لے ایک مثال معنوی تاکہ پھر تو نہ سنے قول ظاہری ایک یار دور سے آیا یوسف صدیق علیہ السلام کا مہمان ہوا کہ وہ لڑکپن میں اُن کا آشنا تھا اور مسند یاری پر جلوہ نما تھا یاد ظلم اخوان سے جو آگاہ کیا فرمایا کہ وہ زنجیر تھی اور میں شیر تھا شیر کو زنجیر سے کب شرم ہے اور نہ گلہ مجھ کو قضائے الٰہی سے ہے گو زنجیر شیر کی گردن پر ہے مگر وہ زنجیر سازوں یعنی برادروں پر غلبہ رکھتا ہے یار نے کہا کہ زندان و چاہ میں کیونکر رہے فرمایا کہ جیسے ماہ ہر دم گھٹتا ہے اگرچہ ماہ گھٹ کر ہلال ہوتا ہے و لیکن آخر بدر کامل ہوتا ہے اگر دُردانہ کھرل میں پستا ہے و لیکن وہ نور چشم اور قوت دل کو دیتا ہے اول خاک میں گندم کو بوتے ہیں آخر کو خاک سے خوشے چنتے ہیں کہ پھر دوبارہ چکی میں پستا ہے اور بیش قیمت و جانفزا روٹی بنتا ہے پھر وہ روٹی چبا کر کھاتے ہیں تو عقل و جان وہ روٹی ہوتی ہے پھر وہ جان جو عشق سے محو ہوئی عجب کھیتی بونے کے بعد ہے پھر وہ جان جو حق کے ساتھ محو ہو اور سکر سے پھر کر آئے صحو کو باقی اس کا حال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲—

عالمے را زاں صلاح آمد ثمر — قوم دیگر را فلاح منتظر
ایک عالم کو ثمر دے وہ صلاح — دوسری اک قوم کو دیوے فلاح

این سخن پایاں ندارد باز گرد — تا کہ با یوسف چہ گفت آں نیکمرد
یہ سخن بے انتہا ہے چھوڑ دے — کیا کہا یوسف نے اُسکے یار سے

طلب کردن یوسف علیہ السلام ارمغاں از مہمان بعد از مقالات

طلب کرنا یوسف علیہ السلام کا تحفہ اس مہمان سے بعد باتیں کرنے کے

بعد قصہ گفتنش گفت اے فلاں — ہیں چہ آوردی تو ما را ارمغاں
گفتگو کے بعد یہ کہنے لگے — تحفہ کیا لایا ہے تو میرے لیے

بر در یاراں تہی دست آمدن — ہست بے گندم سوئے طاحون شدن
دست خالی آنا در پہ یار کے — جانا چکی پاس بے گندم کے ہے

حق تعالیٰ خلق را گوید بحشر — ارمغاں کو از برائے روز نشر
یعنی جیسے حق کہے گا خلق سے — لائے کیا تحفہ ہو تم میرے لیے

جئتمونا و فرادیٰ بے نوا — ہم بداں ساں کہ خلقنا کم کذا
جئتمونا و فرادیٰ بے نوا — جس طرح سے کہ خلقناکم کیا

ہیں چہ آوردید دست آویز را — ارمغاں روز رستاخیز را
لائے کیا تم کوئی دست آویز کو — تا کہ تحفہ دن قیامت کا وہ ہو

یا امید باز گشتن تاں نبود — وعدۂ امروز باطل تاں نمود
یا نہ تھی امیدیاں آنے کی کیا — وعدہ باطل تم نے جانا آج کا

منکری مہمانیش را از خری — پس ز مطبخ خاک و خاکستر خوری
اُسکی مہمانی کا منکر ہے جو تو — کھا زمیں کے خوان سے تو خاک کو

ورنہ منکر چنیں دست تہی — بر در آں دوست چوں پا می نہی
گر نہ منکر ہے تو خالی ہاتھ تو — یار کے در پہ نہ رکھ پاؤں کو

اندکے صرفہ بکن از خواب و خور — ارمغاں بہر ملاقاتش ببر
کھانے سونے کو تو کمتی کر ذرا — تحفہ ملنے کو تو اُسکے لیکے جا

شو قلیل النوم مما یہجعون — باش در اسحار ہم یستغفرون
ہو قلیل النوم مما یہجعون — اور بالاسحار ہم یستغفرون

اندکے جنبش بکن ہمچوں جنیں — تا ببخشندت حواس نور بیں
تھوڑی جنبش کر جوں بچہ پیٹ کے — تا حواس نور بیں وہ تجکو دے

ف ۱ ایک عالم الخ ۱۲ شعر ایک عالم کو وہ ثمر صلاحیت کا دے اور دوسری قوم کو فلاحیت دے یعنی طالب حضوری مرشد میں مثل گندم کے ہر فنائیت کے بعد ترقی کر کے مقام سکر محو و صحو کو پہونچتا ہے واضح ہو کہ راہ سلوک میں طالب پر چار حال طاری ہوتے ہیں اوّل وجد دوسرا جذب تیسرا سکر چوتھا استغراق وجد اسکو کہتے ہیں کہ جسم بیخود اور جان ہوشیار ہو اگر کوئی صدمہ اس حالت میں جسم پر پہونچے اُس کا علم نہ ہو اور درد محسوس نہ ہو اور جذب اس حال کو کہتے ہیں کہ بسبب کشش کے جان بیخود اور جسم ہوشیار ہو کہ حسب عادت وہ کھاتا پیتا وغیرہ حرکت کرے مگر تمیز نہ ہو مثل کچی نیند والے کے اس واسطے یہ حال مدت تک رہتا ہے مگر اس میں ہلاکت متصور ہے اور سکر اس حال کو کہتے ہیں کہ جسم و جان دونوں ہوشیار ہوں مگر بسبب غلیان کے دعیان مطلوب کا غالب ہو لیکن وہ دو قسم پر ہے سکر محو و سکر صحو سکر محو اسکو کہتے ہیں کہ مطلق خود سے خبر نہ ہو اور سکر صحو اس کو کہتے ہیں کہ نشہ میں علم سب کا ہو مگر ایک جانب کو اُسکی دھن لگی ہو یہ مقام اکثر سالکوں پر بہت روز طاری رہتا ہے اور محویت جب زیادہ ہو جاتی ہے اس کو استغراق کہتے ہیں کہ کل افعال اور اقوال کو سالک بھول جاتا ہے یعنی اس حال استغراق میں جسم و جان دونوں بیخود ہوتے ہیں پس ہنگام صحو کے ایک عالم اس سالک سے صلاحیت و فلاحیت پاتا ہے یہ سخن بے انتہا ہے کیا کہا یوسف علیہ السلام نے اس یار سے فافہم ۱۲ ف ۲ گفتگو الخ ۱۲ شعر بعد گفتگو کے یہ کہنے لگے کہ کیا تحفہ تو لایا ہے میرے لیے در پہ یار کے دست خالی آنا گویا بے گندم پاس چکی کے جانا ہے مولانا اسکے حقائق بیان فرماتے ہیں کہ بروز حشر یہ خلق سے حق کہیگا کہ کیا لائے ہو تم تحفہ میرے واسطے ترجمہ آیۃ آئے تم ہمارے پاس خالی ہاتھ ویسے اسطرح سے کہ ہم نے تم کو پیدا کیا تھا کیا تم کوئی دستاویز لائے ہو تا کہ وہ تحفہ دن قیامت کا ہو یا امید یہاں آنیکی نہ تھی جو وعدہ آج کا باطل جانا تم نے اسکی مہمانی کا جو تو منکر ہے تو خاک کھا زمین کے خوان سے اور اگر تو منکر نہیں تو خالی ہاتھ یار کے در پہ پاؤں نہ رکھ کھانے و سونے کو تو ذرا کمتی کر اور اُسکے لئے کو تو تحفہ لیکر جا ترجمہ آیۃ ہو تھوڑا سونیوالا اُس سے عبادت کر اور سحر کو استغفار پڑھ جیتے والا ہو مثل بچہ شکم تھوڑی جنبش کر تا وہ حواس نور بیں تجھکو دے یعنی کم کھانے و کم سونیکی عادت کر تھوڑی ریاضت اسکے واسطے اختیار کر کہ تا وہ تجھکو دستہ دلی کرے کہ ایکے وصال کو یہ تحفہ کفایت کرتا ہے چنانچہ آگے اُس جہان کی سیر کا حال مولانا بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

از جہانے چوں رحم بیروں روی	از زمیں در عرصۂ واسع شوی	اس جہاں سے جوں رحم باہر تو ہو	اور زمیں سے لے بڑے میدان کو
آنکہ ارض اللہ واسع گفتہ اند	عرصۂ داں کانبیا در رفتہ اند	اسکو ارض اللہ واسع کہتے ہیں	انبیا پہونچے ہیں اس میدان میں
دل نگردد تنگ زاں عرصہ فراخ	نخل تر آنجا نگردد خشک شاخ	تنگ نے دل ہو وہ ہے میدان فراخ	نخل ترکی ہو نہ اسجا خشک شاخ
حاملے تو مر حواست را کنوں	کند و ماندہ میشوی و سرنگوں	تو حواسوں کا جو حامل اپنے ہے	اسلیے تھکتا ہے اور ماندہ ہے
چونکہ محمولی نہ حامل وقت خواب	ماندگی رفت و شدی بے پیچ و تاب	ہو تو محمول و نہ حامل وقت خواب	ماندگی ہو دور اور سب پیچ و تاب
چاشنیے داں تو حال خواب را	پیش محمولی حال اولیا	بس نمود ہی یہ حال اس خواب کا	آگے محمولی حال اولیا
اولیا اصحاب کہف اند ای عنود	در قیام و در تقلب ہم رقود	جوں اصحاب کہف ہیں اولیا	ہم قیام و ہم رقود اندر سدا
میکشد شاں بے تکلف در فعال	بیخبر ذات الیمین ذات الشمال	بے تکلف انکو پلٹے ذوالجلال	بیخبر ذات الیمین ذات الشمال
چیست آں ذات الیمین فعل حسن	چیست آں ذات الشمال اشغال تن	کیا ہے وہ ذات الیمین فعل حسن	کیا ہے وہ ذات الشمال اشغال تن
گر تو بینی شاں بشواری روں	نیست شاں خوفے ولا ہم یحزنوں	دیکھے تو مشکل سے انکو اندروں	نے انھیں ہے خوف لا ہم یحزنوں
میرود ایں ہر دو از مردم پدید	بیخبر زیں ہر دو ایشاں در مزید	دونوں یہ مردم سے ظاہر ہوتے ہیں	بیخبر وہ زیادہ ان دونوں سے ہیں
میرود ایں ہر دو کار از انبیا	بیخبر زیں ہر دو ایشاں چوں صدا	کرتے ہیں یہ کام دونوں انبیا	بیخبر دونوں سے وہ ہیں جوں صدا
گر صدایت بشنواند خیر و شر	ذات کہ باشد زہر دو بیخبر	گر تو سنوائے صدائے خیر و شر	کو وہ دونوں سے ہی لیکن بیخبر

گفتن مہمان یوسف علیہ السلام کہ بہر تو آئینہ آوردہ ام ارمغاں

مہمان کنعان کا یوسف علیہ السلام کو کہ آئینہ تمھارے واسطے تحفہ لایا ہوں

۵۱ اس جہان سے الخ ۱۲ شعر اس جہان سے تو باہر ہو اور زمین سے لے تو بڑے میدان کو یعنی جیسے بچہ شکم سے حرکت کرتا ہے اور رحم تنگ سے نکلکر بڑے میدان یعنی اس جہان میں آیا ہے اسی طرح تو از راہ ریاضت کے اس جہان سے نکل اور اس زمین سے بڑے میدان کو لے کیونکہ اسکو ارض اللہ واسع یعنی زمین اللہ کی فراخ کہتے ہیں اور انبیا اس میدان میں پہونچے ہیں وہ میدان فراخ ہے دل تنگ ہو تو حواسوں کا جو اپنے اٹھانے والا ہے اس لیے تو تھکتا ہے اور ماندہ رہتا ہے جب کہ تو اٹھانے والا ہے وقت خواب کے تو ماندگی و پیچ و تاب سب دور ہو پس یہ حال خواب کا نمونہ ہے آگے اٹھائے گئے حال اولیا کے یعنی حال خواب نمونہ ہے حال اولیا کا جس طرح عوام کو خواب میں راحت ہے اولیا کو اسی طرح حال کے طاری ہونے میں راحت ہے کیونکہ بیداری میں عوام حواسوں کو اٹھاتے ہیں اسواسطے وہ تھکتے ہیں اور خواب میں حواس انکو اٹھاتے ہیں اس لیے راحت پاتے ہیں چنانچہ ان کی مثال مولانا آگے ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۵۲ جوں اصحاب کہف الخ شعر یہ اولیا اصحاب کہف کے مانند ہیں ہم قیام و ہم رقود میں یعنی ہم کھڑے و ہم اٹھے ہیں بے تکلف ان کو حق پلٹتا ہے اور وہ بیخبر ہیں ذات الیمین ذات الشمال یعنی کروٹ سیدھی و کروٹ الٹی سے وہ کیا ہے ذات الیمین فعل حسن کیا ہے ذات الشمال شغال تن اگر تو مشکل سے دیکھے ان کو باطن میں آوان اِن اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ہم یحزنون یعنی تحقیق اولیاء اللہ کو نہ خوف ہے نہ غم یہ دونوں حرکت مردم سے ظاہر ہوتی ہیں اور وہ زیادہ بیخبر ہیں ان دونوں سے انبیا سے یہ دونوں کام ہوتے ہیں اور وہ بے خبر ہیں دونوں سے مانند صدا کے اگر تو صدائے خیر و شر کو سنوائے لیکن کو وہ دونوں سے بے خبر ہے چنانچہ اس کا حال مولانا آگے ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲ عہ زمین اللہ کی فراخ ہے ۱۲۔

تا چو در آں بنگری مرا یاد آوری — کہ جب تم اُسے دیکھو تو مجھے یاد کرو

گفت یوسف ہیں بیاور ارمغاں / او ز شرم ایں تقاضا زد فغاں
گفت من چند ارمغاں جستم ترا / ارمغانے در نظر نامد مرا
حبہ را جانب کاں چوں برم / قطرۂ را سوئے عماں چوں برم
زیرہ را من سوئے کرماں آورم / گر بہ پیش تو دل و جاں آورم
نیست تخمے کاندریں انبار نیست / غیر حسن تو کہ او را یار نیست
لائق آں دیدم کہ من آئینۂ / پیش تو آرم چو نور سینۂ
تا بہ بینی روئے خوب خود دراں / اے تو چوں خورشید شمع آسماں
آئینہ آوردمت اے روشنی / تا چو بینی روئے خود یادم کنی
آئینہ بیروں کشید او از بغل / خوب را آئینہ باشد مشتغل
آئینہ ہستی چہ باشد نیستی / نیستی بگزیں گر ابلہ نیستی
ہستی اندر نیستی بتواں نمود / مالداراں بر فقیر آرند جود
آئینہ صافی ناں خود گرسنہ است / سوختہ ہم آئینہ آتش زنہ است
نیستی و نقص ہر جائے کہ خاست / آئینہ خوبی جملہ ہستہا ست
بہر آں کہ نیستی پالودگیست / وانچہ ایں ہستی ہمہ آلودگیست
چونکہ جامہ چست دوزیدہ بود / مظہر فرہنگ درزی کے شود

[1] جو کہا یوسف نے اب تحفہ تو لا / اس تقاضے سے وہ شرمندہ ہوا
بولا تحفہ ڈھونڈھا بس تیرے لیے / تیرے لائق نے ملا تحفہ مجھے
کیسے دانہ لاؤں میں کان کیطرف / کیسے قطرہ لاؤں عماں کیطرف
گویا زیرہ سوئے کرماں لاؤں میں / آگے تیرے گر دل و جاں لاؤں میں
کون سا دانہ کہ خرمن میں نہیں / پر نہ تیرے حسن کا ہمسر کہیں
آئینہ دیکھا کہ لائق اُسکے ہے / مثل نور سینہ لایا ہوں اُسے
دیکھیے تا اسمیں تو روے خوب کو / شمع گردوں مثل خور کے جو ہی تو
آئینہ لایا ہوں میں تیرے لیے / منہ جو دیکھے یاد مجکو تا کرے
اک بغل میں سے نکالا آئینہ / کہ ہے سامان خوبرو کا آئینہ
[2] آئینہ ہستی کا کیا ہے نیستی / نیستی لے گر نہ رکھے احمقی
ہستی اندر نیستی کے دیکھ سکے / بخشش اہل مال فقرا پر کرے
نان کا ہے بھوکا صافی آئینہ / آئینہ چقماق کا ہے سوختہ
[3] نیستی و نقص آئے جس جگھے / خوبی ہستی کا آئینہ بنے
اسلیے کہ نیستی تو پاک ہے / اور یہ ہستی کدورت ناک ہے
جو کہ جامہ بس سلا اور چست ہے / عقل درزی کا وہ کب مظہر بنے

[1] جو کہا یوسف نے الخ ۹ شعر جو یوسف علیہ السلام نے کہا کہ تحفہ لاؤ وہ اس تقاضے سے شرمندہ ہوا کہا کہ میں نے تیرے لیے تحفہ ڈھونڈھا نہ ملا میں کیسے ایک حبہ لاؤں جانب کان کے اور کیسے قطرہ لاؤں طرف عمان کے کرمان کی طرف زیرہ لانا ہے اگر دل و جان تیرے آگے لاؤں کون سا دانہ تیرے خرمن میں نہیں ہے لیکن تیرے حسن کا ہمسر نہیں ہے یعنی تیرے خزانہ میں سب چیز ہے تیرے آگے دل و جاں لے کر جانا ایسا ہے جیسے زیرہ کرمان میں اور قطرہ دریا میں لے جانا ہے کہ اُس کی وہاں کیا قدر و منزلت ہے چونکہ حسن تیرا مانند نہیں رکھتا ہے آئینہ دیکھا کہ اُس کے لائق ہے مثل نور سینہ کے اُسے لایا ہوں تاکہ تو اُس میں دیکھے اپنے روے خوب کو کہ مثل خورشید کے جو تو شمع آسمان ہے میں آئینہ لایا ہوں تیرے لیے جو تو منھ دیکھے مجھے یاد کرے کہ ظہور تیرا مجھ سے بہت ہے جیسے قندیل سے شمع کو رونق ہے اسی طرح پیر کو صداقت سے رونق ہے بس ایک آئینہ بغل سے نکالا کیونکہ آئینہ خوبروئی کا سامان ہے چنانچہ اس کے حقائق آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [2] آئینہ ہستی کا الخ ۳ شعر ہستی آئینہ کیا ہے نیستی ہے اگر تو احمق نہیں ہے نیستی حاصل کر سکتا ہے اور نیستی کے اندر ہستی نظر آتی ہے اور بخشش اہل مال کی فقیر پر ہستی سے معلوم ہوتی ہے جیسے بھوکا روٹی کا آئینہ ہے اور سوختہ چقماق کا آئینہ ہے اس کے بگڑنے سے بود مکان کی ظاہر ہوگی چنانچہ مثالیں مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [3] نیستی و نقص الخ ۳ شعر نقص و نیستی جس جگہ آئے آئینہ ہستی کی خوبی کا بنے اسواسطے کہ نیستی پاک ہے اور یہ ہستی کدورت ناک ہے یعنی لطیف میں کثیف معلوم ہوتا ہے جیسا کہ جامہ چست سلا ہے وہ کب مظہر عقل درزی کا بنے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

تا تراشیده همی یابد جذوع — تا درودگر اصل سازد یا فروع
چوب گر نجار کو سادی ملے — تا بنائے اصل سے یا شاخ سے

خواجهٔ اشکسته بند آنجا رود — که در آنجا پائے اشکسته بود
بسکہ جراح اُس جگہ پہ جائے ہے — کہ جہاں پر پا شکستہ پائے ہے

کے شود چون نیست رنجور و نزار — آن جمال صنعت طب آشکار
جس جگہ کوئی نہیں بیمار ہو — صنعت طب اُس جگہ بیکار رہو

خواریٔ دونی مسہا بر ملا — گر نباشد کے نماید کیمیا
جو نہ مس کی ہو خرابی بر ملا — کب دکھائے اُسمیں صنعت کیمیا

نقصہا آئینهٔ وصف کمال — وان حقارت آئینهٔ عز و جلال
نقص ہی آئینہ وصف کمال — ہی حقارت آئینہ عز وجلال

زانکه ضد را ضد کند پیدا یقین — زانکه با سرکه پدیدست انگبین
کیونکہ ضد کو اُسکی ضد پیدا کرے — جیسے سرکہ شہد کو ظاہر کرے

هر که نقص خویش را دید و شناخت — اندر استکمال خود دو اسپه تاخت
جسنے نقصانوں کو اپنے پالیا — وہ کمال اپنے کا بس طالب ہوا

زان نمی پرد بسوے ذوالجلال — کو گمانے می برد خود را کمال
اسلیے نے جائے سوے ذوالجلال — ہی گماں اُسکو کہ حاصل ہی کمال

علت بدتر ز پندار کمال — نیست اندر جان تو ای مغرور ضال
کچھ مرض بدتر ز پندار کمال — نیں ہے تیری جان میں اے بدخصال

از دل و از دیده‌ات بس خون رود — تا ز تو این معجبی بیرون شود
دیدهٔ و دل سے تری خوں ہو وال — تب یہ نخوت تجھسے ہو محو و نہاں

علت ابلیس انا خیر بدست — وین مرض در نفس هر مخلوق هست
علت ابلیس انا خیر سے ہی — یہ مرض ہر نفس میں ہی خلق کے

گرچه خود را بس شکسته بیند او — آب صافی دان و سرگین زیر جو
گرچہ دیکھے ہی شکستہ آپ کو — آب صافی اور گوبر زیر جو

چون بشوراند ترا در امتحان — آب سرگین رنگ گردد در زمان
جو ہلائے امتحاناً تو اُسے — پانی وہ ہمرنگ گوبر کے بنے

در تگ جو هست سرگین ای فتی — گرچه جو صافی نماید مر ترا
ندی کی تہ میں ہی گوبر بس دلا — ظاہر اندی ہی صاف اے باصفا

هست پیر راه دان پر فطن — باغهای نفس کل را جوی کن
پیر جانیں راہ و رکھے دانشیں — کھودے نہریں نفس کل کے باغ میں

جوی خود را کے تواند پاک کرد — نافع از علم خدا شد علم مرد
نہر کو کب پاک اپنی کر سکے — نافع علم مرد علم حق سے ہے

آب جو سرگین نتاند پاک کرد — جهل نفسش را نروبد علم مرد
آب جو گوبر نہ پاک اب کر سکے — دافع جہل نفس علم مرد نے

ف۱ چوب الخ: شعر اگر چوب سادہ نجار کو ملے تا وہ بنائے اصل و شاخ سے یعنی کاریگر جبتک چیز میں نقص نہیں کرتا نے در سادی چیز میں تصرف کرتا ہے کہ حذق و صنعت کاریگری اُس سے ظہور کرے یعنی جراح جگہ پر جاتا ہے جہاں پا شکستہ ہوتا ہے ۱۲ جس جگہ کوئی بیمار نہو تو صنعت طبیب کی اُس جگہ بیکار رہے جو نہ مس کی خرابی بر ملا ہو تو صنعت کیمیا کی کب کھلائی دے یعنی نقصان آئینہ وصف کمال کا ہے اور حقارت آئینہ عز و جلال کا ہے کیونکہ ضد کو ضد پیدا کرتی ہے جیسے شہد کو سرکہ ظاہر کرتا ہے یعنی بھلائی برائی کا اور برائی بھلائی کا آئینہ ہے کیونکہ ضد سے ضد ظاہر ہوتی ہے جسنے اپنے نقصان کو پالیا وہ اپنے کمال کا طالب ہوا اسلیے جانب حق کے نہیں جاتے ہیں کہ انکو گمان کمال کا حاصل ہے یہ پندار کمال کا مرض تیرہ جانیں بر تر ہے دیدهٔ دل سے تیرے خون وال ہو تب یہ نخوت تجھے دور ہو یعنی جبتک تو اپنی آگہی عیوب سے گریہ و زاری نہ کریگا اس مرض پندار کمال سے صحت نہ پائیگا چنانچہ مثال اسکی آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ف۲ علت ابلیس الخ شعر علت ابلیس کی ہے انا خیر سے یعنی میں بہتر ہوں پس یہ مرض خلق کے ہر نفس میں ہے اگرچہ شکستہ دیکھتا ہے آپ کو مگر ہو پر آب صاف اور گوبر زیر جو ہے اگر تو امتحاناً اُسے ہلائے تو وہ آب ہمرنگ گوبر کے ہو جائے اے دل ندی کی تہ میں گوبر ہیں اگرچہ آب نہر کا صاف کھلائی دیتا ہے یعنی مثل ابلیس کے ہر ایک خود کو بہتر جانتا ہے اور باطن میں کثافت رکھتا ہے جیسے آب نہر ظاہر میں صاف اور تہ میں گوبر رکھے پس فی الحقیقت آراستہ ظاہر مثل باطن کے مکدر ہوتا ہے چنانچہ پیران ریاکار کا حال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ف۳ پیر جانیں الخ شعر پیر راہ جانے اور رکھے دانشیں اور کھودے نفس کل کے باغ میں نہریں نہر کو کب اپنی پاک کر سکے علم مرد نافع علم حق سے ہے آب جو پاک گوبر کو نہ کر سکے جہل نفس کا دافع علم مرد نہیں ہے اگرچہ پیر بسبب عقل اور راہ دانی کے آراستگی نفس کی کرے مگر اپنے علم سے جہل نفس کی کب دور کر سکے بجز علم حق کے چنانچہ اس کی دوسری مثال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

گر تراشد تیغ دستہ خویش را	رو بجراحے سپار ایں ریش را	کب[۵] بنائے تیغ اپنے دستہ کو	سونپ دے جراح کو یہ زخم تو
بر سر ہر ریش جمع آمد مگس	تا نہ بیند قبح ریش خویش کس	مکھیاں آئی ہیں جمع زخم پے	تا نہ نقصان زخم کا تجھپر کھلے
آں مگس اندیشہا و آں مال تو	ریش تو آں ظلمت احوال تو	مکھیاں اندیشے امیدیں تری	زخم احوالوں کی ظلمت ہی تری
ور نہد مرہم براں ریش تو پیر	آں زماں ساکن شود درد و نفیر	پیر تیرے زخم پر مرہم رکھے	درد اُس دم تیرا گھل جاتا رہے
تاکہ پندارد کہ صحت یافت ست	پرتو مرہم در آنجا تافت ست	تا نہ جانے تو کہ صحت پائی ہے	پرتو مرہم کا ہی چمکا اُس جگہے
ہیں ز مرہم سرمکش اے پشت ریش	واں ز پرتو داں مداں از اصل خویش	ایسے مرہم سے نہ ہو تو سرکشاں	جان پرتو سے نہ اصل اپنی سے جان

مرتد شدن کاتب وحی بسبب آنکہ پرتو وحی برو زد آں آیہ را پیش از پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم خواند وگفت من نیز محل وحی ام

مرتد ہونا کاتب وحی کا اس سبب سے کہ وحی کا پرتو جو اُسپر پڑا تو اُس آیت کو آپ پہلے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے پڑھی اور کہا کہ میں بھی جا ورود وحی ہوں

پیش از عثمانؓ یکے نساخ بود	کو بنسخ وحی جدی می نمود	آگے[۶] عثمانؓ سے تھا کاتب وحی کا	وحی کے لکھنے میں کرتا سعی تھا
چوں نبیؐ از وحی فرمودے سبق	او ہماں را وا نوشتے در ورق	جو نبیؐ فرماتے وحی سے اُسکو تھے	پہلے سے وہ ورق پر لکھتا اُسے
پرتو آں وحی برو ے تافتے	او درون خویش حکمت یافتے	وحی کا پرتو جو اُسپر پڑتا تھا	اپنے باطن میں وہ حکمت پاتا تھا
عین آں حکمت بفرمودے رسولؐ	زیں قدر گمراہ شد آں بوالفضول	وہی فرماتے تھے پیغمبر رسولؐ	اسلیے گمرہ ہوا وہ بوالفضول
کانچہ میگوید رسولؐ مستنیر	مر مرا ہست آں حقیقت در ضمیر	جو کہ فرماتے رسول اللہ ہیں	ہی حقیقت وہ ہی میری جان میں
پرتو اندیشہ اش زد بر رسول	قہر حق آورد برجانش نزول	پرتو فکر اُسکا حضرت پر پڑا	اُسکی جاں پر قہر حق نازل ہوا

[۵] کب بنائے الخ ۔ شعر تیغ کب بنائے اپنے دستہ کو جراح کو سونپ دے یعنی زخم ظلمت نفس کو تو کسی مرشد کامل کے سپرد کردے کہ وہ تزکیہ و تصفیہ کر دے کیونکہ مکھیاں جمع ہوئی ہیں زخم پر تا نقصان زخم تجھپر نہ کھلے یعنی اندیشۂ خواہشات تجھ میں جمع ہوئے ہیں کہ نقصان ظلمت تجھ پر نہ کھلنے پائے مکھیاں تیرے زخم پر جمع ہیں کہ اُسکا حال تجھ پہ نہ کھلے پیر تیرے زخم پر مرہم رکھے اُسدم تیرا درد گھل جاتا رہے تا تو جانے کہ صحت پائی ہے اُس جگہ پر تو مرہم کا چمکا ہے اُس جگہ مرہم سے تو متمرد نہ پھیر پرتو سے جان اور اصل اپنی سے نہ جان یعنی پیر تدبیر سے کہ مرہم جو وہ رکھے زخم ظلمت نفس کا صحت پانے والا تو مت جان کہ میں نے اپنے آپ سے صحت پائی ہے پس تو پیر کامل حاصل کر کہ اُسکے پرتو سے تو مکر نفس سے بچے اور اپنی خودی کو کام میں نہ لا کہ ضلالت و گمراہی میں پڑا رہے جیسے بوسلیم کاتب وحی چنانچہ اسکا حال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [۶] آگے عثمانؓ الخ ۔ شعر حضرت عثمانؓ سے آگے ایک کاتب وحی تھا اور وحی کے لکھنے میں وہ سعی کرتا تھا جو نبیؐ اُس کو وحی سے فرماتے تھے پہلے سے وہ ورق پر اُسے لکھتا تھا جو وحی کا پرتو اُسپر پڑتا تھا وہ اپنے باطن میں حکمت پاتا تھا پھر وہی حکمت حضرت رسول مقبول فرماتے تھے اسلیے وہ بوالفضول گمراہ ہوا کہ جو حضرت رسول اللہ فرماتے ہیں وہی حقیقت ہے میری جان میں اسکے فکر کا پرتو جو حضرت پر پڑا قہر الہی اُسکی جان پر نازل ہوا

پرتو آن ناگہانش بر دل بتافت	در درون خویشتن حرفی نیافت	اُس کا پرتو ناگہاں دل پر پڑا	دلمیں اُسکے حرف نے باقی رہا
ہم ز نسناخی برآمد ہم ز دیں	شد عدوے مصطفےٰ از روے کیں	نکلا لکھنے وحی سے ہم دیں سے	ہو گیا دشمن نبیؐ کا کین سے
مصطفےٰ فرمود کاے گبر عنود	چون سیہ گشتی اگر نور از تو بود	مصطفےٰ بولے کہ ای کافر بھلا	نور تجھ سے تھا تو کیوں تیرہ ہوا
گر تو ینبوع الہی بودۂ	اینچنیں آب سیہ نگشودۂ	گر ترا دل چشمۂ اللہ تھا	اُس سیہ پانی کو کیوں آنے دیا
اندرون می سوختش ہم زین سبب	او نیارد توبہ کردن اے عجب	دلمیں اس باعث سے بس جلتا تھا وہ	ہی عجب کہ توبہ نے کرتا تھا وہ
تا کہ ناموسش بہ پیش این و آں	نشکند بربست از توبہ دہاں	تا نہ غیرت ٹوٹے سب کے سامنے	اُسکا منہ توبہ سے باندھا اسلیے
آہ می کرد و نبودش آہ سود	چون درآمد تیغ سر را در ربود	آہ کرتا کچھ نہ اُسکو سود تھا	تیغ غیبی آئی سر اُس کا کٹا
کردہ حق ناموس را صد من حدید	اے بسا بستہ بہ بند ناپدید	حق نے سو من لوہا غیرت پر رکھا	بند غیبی میں بہت ہیں مبتلا
کبر و کفر آن سان ببست آن راہ را	کو نیارد کرد ظاہر آہ را	کفر نے راہ اسطرح سے بند کی	کہ وہ ہرگز کر نہ سکتا دم زنی
گفت اغلالاً فہم بہ مقمحون	نیست آن اغلال بر ما از بروں	بولا اغلالاً فہم بہ مقمحون	نے ہمارے طوق وہ اندر بروں
خلفہم سداً فاغشینا ہم	می نہ بیند بند را پیش و پس او	خلفہم سداً فاغشینا ہم	بند پیش و پس نہیں دیکھیں ہیں وہ
رنگ صحرا دارد آن سدے کہ خاست	او نمیداند کہ آن سد قضاست	مثل صحرا کے وہ سد ہر بافضا	پر نہ جانے وہ کہ ہے سد قضا
شاہد تو سد روے شاہد ست	مرشد تو سد گفت مرشد ست	تیرا شاہد سد روے شاہداں	تیرا مرشد سد قول مرشداں
اے بسا کفار را سوداے دیں	بندشان ناموس و کبر آن و ایں	خواہش دین سبب ہوئی کفار کو	پر مقید بند غیرت کے ہیں وہ
بند پنہاں لیک از آہن بتر	بند آہن را کند پارہ تبر	بند مخفی لیک آہن سے بتر	بند آہن کو تو کاٹے ہے تبر
بند آہن را توان کردن جدا	بند غیبی را نداند کس دوا	بند آہن کو تو کرتے ہیں جدا	کون جانے بند غیبی کی دوا

لـه اس کا پرتو الخ ۱۶ اشعر اُس قہر کا پرتو جو ناگہاں دل پر پڑا اُس کے دل میں نہ کوئی حرف باقی رہا وہ لکھنے وحی و دین سے نکلا اور کینہ سے دشمن نبیؐ کا ہوا مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اے کافر اگر تجھ سے نور تھا تو کیوں تیرہ دل ہوا اگر تیرا دل چشمہ اللہ کا تھا اُس سیاہ پانی کو کیوں آنے دیا اس باعث سے وہ دل میں جلتا تھا یہ تعجب ہے کہ توبہ نہیں کرتا تھا تا غیرت نہ ٹوٹے سب کے روبرو اس لیے اُس کا منہ توبہ سے بند کیا یعنی اس تیرہ دلی کے سبب سے وہ دل میں جلتا تھا اور توبہ نہ کرتا تھا بسبب غیرت کے گویا غیرت کو توبہ کا حجاب کیا تھا کیونکہ اُسے توبہ کرنا منظور نہ تھا وہ آہ کرتا تھا اور کچھ اُس کو نفع نہ ہوتا تھا تیغ غیب کی آئی اور سر اُس کا کٹا آگے اس کے حقائق بیان فرماتے ہیں حق نے سو من لوہے کی زنجیر رکھی ہے کہ اس قید غیبی میں بہت مبتلا ہوں اس طرح سے کفر نے راہ بند کی ہے کہ وہ ہرگز دم زنی نہیں کرسکتا ہے حق نے فرمایا ترجمہ طوق سے وہ گردن اوپر اُٹھائے ہیں اور ہمارا طوق باہر سے نہیں ہے ترجمہ پیچھے اُس کے پردے بس ڈالے ہم نے کہ قید میں پیش و پس کی طرف نہیں دیکھتے ہیں مثل صحرا کے وہ چوڑی ہے لیکن وہ نہیں جانتے ہیں کہ یہ سد قضا ہے یعنی حق نے واسطے کفاروں کے یہ سد راہیں مقرر کی ہیں تیرا معشوق سد روے معشوقاں ہے اور تیرا مرشد سد قول مرشداں ہے یعنی معشوق خواہش تیری حجاب ہے معشوقان باطن کی اور تیرا مرشد نفس حجاب ہے تلقین مرشدوں کا خواہش حصول دین کی کفار کو بھی لیکن وہ قید غیرت کے سبب سے مقید رہے لیکن قید مخفی آہن سے بدتر ہے اور قید آہن کو تبر کاٹتا ہے قید آہن کو دور کرسکتے ہیں مگر قید غیبی کے دور کرنیکی کون دوا جانتا ہے آگے مثال اس کی بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ عہ طوق سے وہ گردن اوپر اُٹھائے ہیں ۱۲ عہ پیچھے انکے پڑے بس ڈالے ہم نے ۱۲

مرد را زنبور گر نیشے زند / طبع او آں لحظہ بر دفعے تند
زخم نیش اما چو از ہستی تست / غم قوی گردد نگردد درد سست
شرح ایں از سینہ بیروں میجہد / لیک می ترسم کہ نومیدی دہد
نے مشو نومید خود را شاد کن / پیش آں فریاد رس فریاد کن
کاے محب عفو از ما عفو کن / اے طبیب رنج ناسور کہن
عکس حکمت آں شقی را یاوہ کرد / خود مبیں تا بر نیارد از تو گرد
اے برادر بر تو حکمت جاریہ ست / آں ز ابدال ست بر تو عاریہ ست
گرچہ در خود خانہ نورے یافتست / آں ز ہمسایہ منور یافتست
شکر کن غرہ مشو بینی مکن / گوش دار و ہیچ خود بینی مکن
صد دریغ و درد کاں عاریتے / معجباں را دور کرد از امتے
من غلام آنکہ اندر ہر رباط / خویش را واصل نہ بیند بر سماط
بس رباطے کہ بباید ترک کرد / تا بمسکن در رسد یک روز مرد
گرچہ آہن سرخ شد او سرخ نیست / پرتوے عاریتے آتش زنیست
گر شود پر نور روزن یا سرا / تو مداں روشن مگر خورشید را

نیش گر زنبور مارے مرد پے / طبع اُسدم بس اُسے دفع کرے
گر ہو زخم نیش ہستی سے ترے / غم قوی ہو کم نہ ہو کچھ درد سے
شرح اُسکی دل سے باہر آئی ہی / پر میں ڈرتا ہوں کہ نومیدی سے
تو نہ ہو مایوس دل کو شاد کر / وہ تو ہے فریاد رس فریاد کر
اے محب عفو تو میرے عفو کر / اے طبیب رنج ناسور جگر
عکس حکمت نے اسے باغی کیا / تو نہ ہو خود بیں نہ تجھ کو دے تا فنا
اے برادر تجھ پہ حکمت جاریہ / ملک ابدالوں کی تجھ پر عاریہ
تیرے گھر میں جو چمکتا نور ہی / وہ تو ہمسایہ کے گھر کا نور ہی
شکر کر غیرت سے مت کاٹ اپنی ناک / کان رکھ اور خود نمائی کر نہ چاک
ہائے افسوس عاریت نے بالضرور / اہل نخوت کو کیا امت سے دور
میں غلام اُسکا ہوں ہر منزل میں جو / آپ کو واصل بحق جانے نہ وہ
چاہیے منزل کو جلدی طے کرے / منزل مقصود تا اُسکو ملے
گرچہ سرخ آہن ہوا وہ سرخ نے / عارضی آتش کا پرتو اُس پہ ہے
گھر و روزن تجھکو گر روشن ملے / وہ نہیں روشن مگر خورشید ہے

لہ نیش گر زنبور الخ ۱۴ شعر اگر زنبور نیش مارے مرد کو تو طبیعت اُس دم اُسے دفع کرے اگر زخم نیش ہستی سے تیرے ہو غم قوی ہو اور کچھ درد کم نہ ہو یعنی آفات ظاہری کا تدارک ہو سکتا ہے مگر آفتوں باطنی کا کچھ تدارک نہیں ہو سکتا ہے بجز فضل و کرم حق کے اس کی شرح دل سے باہر آئی ہے لیکن میں ڈرتا ہوں کہ نا امیدی نہ طور پکڑے تو نا امید نہ ہو اور خود کو شاد رکھ کیونکہ وہ فریاد رس ہے تو فریاد کر یعنی یہ شرح خرابی باطن کی جو دل سے ظاہر ہوئی ہے میں ڈرتا ہوں کہ تجھ کو اسے سامع نا امیدی نہ ہو مگر تو خوش ہو کہ حق فریاد رس ہے تو فریاد کر وہ علائی مشکلات ہے اور یہ کہہ کہ اے محب عفو تو میری عفو کر اے طبیب رنج ناسور جگر میرے عکس حکم نے بو مسلم کو باغی کیا تو خود بیں نہ ہو کہ نا فنا و برباد ہو وے اے برادر تجھ پر حکمت جاریہ ملک ابدالوں سے ہے اور تجھ پر عاریت ہے آگے مثال بیان فرماتے ہیں کہ تیرے گھر میں جو نور چمکتا ہے وہ ہمسایہ کے گھر کا نور ہے شکر کر اور غیرت سے مت اپنی ناک کاٹ کان رکھ اس بات پر اور تو خود نمائی کو چھوڑ دے افسوس ہے کہ عاریت نے ضرور اہل نخوت کو امت سے دور کیا اور میں غلام اُسکا ہوں کہ جو ہر منزل میں خود کو واصل حق نہ جانے چاہیے کہ منزل کو جلد طے کرے کہ تا منزل مقصود اُس کو ملے مثال بیان فرماتے ہیں اگرچہ گھر و روزن تجھکو روشن دکھائی دے وہ روشن نہیں ہے خورشید ہے یعنی سالک کو چاہیے کہ سیر منازل سلوک میں خود کو واصل حق نہ جانے اور ہر منزل پر نہ ٹھہرے اور جلد طے منازل کرے کیونکہ یہ حصول مقامات عارضی ہیں جب تک کہ فنا بعد الفنا حاصل ہو جیسے آہن آتش میں گرم اور سرخ ہوا وہ گرمی اُس کی عارضی ہے کیونکہ آتش کی علیحدگی سے تھوڑی دیر کے بعد وہ گرمی اُس سے نفی ہو جاتی ہے اسی طرح یہ فنائیت مقامات کی بے حصول فنا و بقا کی یہ اندک مشغولیت تعلقات دنیوی و غفلت خواہشات نفسانی سے دور و زائل ہو و رجعت میں پڑے اور سالک خام کو خود اپنے گمان میں ویسے ہی سالک راہ جانتا ہے یہ اس کی غلط فہمی ہے پس سالک کو چاہیے کہ ہمیشہ اپنے خیال کا از راہ امتحانوں کے جویاں رہے اور مرشد کی خدمت میں حاضر ہو تو مرشد سے اپنے حال کو بیان کر کے دریافت کرتا رہے اور نہ نفس کے دھوکے سے پندار کمال میں پڑ جائے اور خسر الدنیا والآخرہ ہو وے عیاذاً باللہ چنانچہ اس کی مثال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

اگر در و دیوار گوید روشنم — پرتو غیرے ندارم این منم
پس بگوید آفتاب اے نارشید — چونکہ من غائب شوم آید پدید
سبزہا گویند ما سبز از خودیم — شاد و خندانیم و بس زیبا خدیم
فصل تابستان بگوید اے امم — خویش را بینید چون من بگذرم
تن ہمی نازد بخوبی و جمال — روح پنہان کردہ فر و پر و بال
گویدش اے مزبلہ تو کیستی — یک دو روز از پرتو من زیستی
غنج و نازت می نگنجد در جہاں — باش تا کہ من شوم از تو نہاں
گرم دارانت ترا گورے کنند — کش کشانت در تگ گورے فگنند
تاکہ چوں در گور یارانت کنند — طعمۂ موران و مارانت کنند
بینی از گند تو گیرد آں کسے — کہ بہ پیش تو ہمی مردی بسے
پرتو روح است نطق و چشم و گوش — پرتو آتش بود در آب جوش
آنچناں کہ پرتو جاں بر تن است — پرتو ابدال بر جان من است
جان جانان چوں واکشد پا از جہاں — جان چناں گردد کہ بیجاں تن ازاں
سر ازاں رو می نہم من بر زمیں — تا گواہ من بود در یوم دیں
یوم دیں کہ زلزلت زلزالہا — ایں زمیں باشد گواہ حالہا
کو تحدث جہرۃ اخبارہا — در سخن آید زمین و خارہا

گر کہے دیوار و در روشن میں ہوں — غیر کا پرتو نہیں اپنا رکھوں
بس کہے یہ آفتاب اے ناسزا — میں چھپونگا جب تجھے کھل جائیگا
کہتے سبزے ہیں ہم آپ ہی سبز ہیں — شاد و خنداں ہیں وہ زیبائش رکھیں
کہتی ہے فصل بہار اے پرجنوں — دیکھنا خود کو جو میں باقی رہوں
ناز تن کرتا ہے خوبی اپنی پر — روح نے اپنے چھپائے بال و پر
اسکو کہوے اے خبیث اب تو ہے کیا — ایک دو دن میرے پرتو سے جیا
نے سمائے تیرا ناز اندر جہاں — ٹھہر تو ہوتی ہوں میں تجھ سے نہاں
دوست جملہ کھود دیں تیری گڑھ کو — گور میں ڈالیں تجھے لیجا کے وہ
گور میں لیجائیں تاکہ تیرے یار — اور کریں تجکو غذائے مور و مار
تیری بدبو سے وہ پکڑے ناک کو — جان دیتا تھا جو آگے تیرے وہ
روح کا پرتو ہی نطق و چشم و گوش — آگ کا پرتو ہی اندر آب جوش
جیسے پرتو جان کا ہے جسم پے — پرتو ابدال ہے جان پر مرے
جان جاں جب جو پاؤں کھینچے جان سے — ایسی جان ہو جیسے بیجان تن رہے
سجدہ کرتا ہوں زمیں پر اسلیے — تا گواہی حشر کو میری وہ دے
حشر کو کہ زلزلت زلزالہا — یہ زمیں بس ہو گواہ حالہا
کہ تحدث جہرۃ اخبارہا — بس کرے باتیں زمین و خارہا

لہ گر کہے الخ۔ شعر اگر دیوار و در کہے میں روشن ہوں غیر کا پرتو نہیں ہے میں اپنا رکھتا ہوں پس آفتاب یہ کہے کہ اے ناسزا میں چھپونگا جب تجھے کھل جائیگا اور سبزے کہتے ہیں کہ ہم آپ ہی سبز ہیں شاد و خنداں ہیں اور زیبائش رکھتے ہیں اور فصل بہار کہتی ہے کہ اے پرجنوں تو خود کو دیکھنا جو میں جاتی ہوں اور تن ناز کرتا ہے اپنی خوبی پر اور روح نے اپنے چھپائے بال و پر اور کہا اسکو کہ اے خبیث تو کیا ہے ایک دو دن میرے پرتو سے جیا تیرا ناز اندر جہان کے نہیں سماتا ہے تو ٹھہر میں تجھ سے نہاں ہوتی ہوں سب دوست تیرے گور کھودیں اور وہ تجھ کو لے جاکر گور میں ڈالیں یعنی تعلقات دنیوی سب عارضی ہیں اور انکی دوستی پائیدار نہیں ہے اس پر ناز نہ کرنا چاہیے بقول عارف کہ دنیا میں تین دوست ہیں ایک تا مرگ دوسرا تا گور تیسرا تا جنت مال دنیا کے مرتے ہی اس سے الگ ہیں دوسرے یار اقارب کہ بعد دفن آشنا نہیں تیسرے اعمال کہ تا حشر انکی گردن پر سوار ہیں تاکہ میرے یار گور میں لیجائیں اور تجھ کو غذا مور و مار کی کریں تیری بدبو سے ناک پکڑیں جو کہ جان دیتے تھے تیرے پہلے حقائق بیان فرماتے ہیں کہ نطق و چشم و گوش روح کا پرتو ہے جیسے پرتو آتش کا ہے اندر آب جوش کے ایسے ہی پرتو ابدال کا جان پر ہے یعنی مرشد کا چونکہ جان جاں سے جب پاؤں کھینچے ایسی جان ہو جیسے تن بیجاں ہوتا ہے یعنی جسم کی زندگی جان سے ہے اور جان کی زندگی جان جاں یعنی مرشد سے اگرچہ مرشد اپنا پرتو اٹھائے تو جان مثل تن کے مردہ رہے پس اسی کو مردہ دل کہتے ہیں اگلا شعر متعلق ہے اوپر کے شعر کا عکس حکمت نے اسے باقی کیا تو نہ ہو خود میں کہ اہانت ہو یہ نتیجہ بیان فرماتے ہیں کہ میں زمین پر اس لیے سجدہ کرتا ہوں تا گواہی وہ میری حشر کو دے حشر کو کہ زلزلت الارض زلزالہا یعنی جس وقت کہ ہلائی جائیگی زمین زلزلوں سے یہ زمین پس گواہ ہوگی حالوں سے تو جبکہ پیدا کرے گی زمین ظاہر خبروں کو یس زمین اخبار فاش کریگی یعنی جو پوشیدہ باطن ہوا اس واسطے میں زمین پر سجدہ کرتا ہوں کہ تا زمین بروز حشر میرے عجز کی گواہی دیوے چنانچہ آیت مذکورہ سے گواہی دینا زمین کا اعمال پر ثابت ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

فلسفی گوید ز معقولات دون   عقل از دہلیز می ماند برون
فلسفی کہتا ہے معقولات سے   عقل خود دہلیز سے باہر رہے

فلسفی منکر شود در فکر و ظن   گو برو سر را بداں دیوار زن
فلسفی ہوتا ہے منکر فکر سے   کہدو جا سر مارے وہ دیوار سے

نطق آب و نطق خاک و نطق گل   ہست محسوس حواس اہل دل
نطق آب و نطق آتش نطق گل   ہیں وہ محسوس حواس اہل دل

فلسفی کو منکر حنانہ است   از حواس انبیا بیگانہ است
فلسفی جو منکر حنانہ ہے   انبیا کے حس سے وہ بیگانہ ہے

گوید او کہ پرتو سودائے خلق   بس خیالات آورد در رائے خلق
کہتا ہے کہ یہ تو سودائے خلق   لاتا ہے انکار اندر رائے خلق

بلکہ عکس آں فساد و کفر او   ایں خیال منکری را زد بر او
بلکہ وہ ہے عکس انکے کفر کا   یہ خیال منکری ان کو دیا

فلسفی مرد یو را منکر شود   در ہماں دم سخرۂ دیوے بود
فلسفی منکر جو ہے شیطان سے   اس گھڑی شیطان چڑھا ہی پیچھے

گر ندیدی دیو را خود را ببیں   بے جنوں نبود کبودی بر جبیں
گر نہ شیطاں دیکھا خود کو دیکھ لے   بے جنون پیشانی کب نیلی ملے

ہر کرا در دل شک و پیچانی ست   در جہاں او فلسفی پنہانی ست
جو کہ دل میں شک و بے جانی رکھے   وہ جہاں میں فلسفی پوشیدہ ہے

می نماید اعتقاد او گاہ گاہ   آں رگ فلسف کند رویش سیاہ
گو کبھی گاہے اعتقاد آئے اسے   رو سیہ اس کو رگ فلسف سے ملے

الحذر اے مومناں کو در شماست   در شما بس عالمے بے منتہاست
الاماں اے مومنو وہ تم میں ہے   اک جہاں بے انتہا جو تم میں ہے

جملہ ہفتاد و دو ملت در تو ہست   وہ کہ آں روزے بر آرند از تو دست
ہیں بہتر فرقے تیرے درمیاں   حیف کہ اک دن ہو تجھ سے وہ عیاں

ہر کہ او را برگ ایں ایماں بود   ہمچو برگ از بیم او لرزاں بود
جسمیں اس ایمان کا کچھ ساماں ہے   برگ کے مانند وہ لرزاں ہے

بر بلیس و دیو زاں خندیدۂ   کہ تو خود را نیک مردم دیدۂ
اسلیے ہنستا ہی تو شیطان پر   کہ تو جانے آپ کو عمدہ بشر

چوں کند جاں ز گونہ پوستیں   چند واویلا بر آید ز اہل دیں
جان تیری جبکہ الٹے پوستیں   بس کریں واویلا ز حد اہل دیں

بر دکان ہر زر نما خنداں شدہ است   زانکہ سنگ امتحاں پنہاں شدہ است
کھوٹے زر والی دکان پر ہیں خوشی   کیونکہ پوشیدہ کسوٹی ہوگئی

ف۱ فلسفی کہتا ہے الخ۔ شعر فلسفی معقولات سے کہتا ہے کہ عقل خود دہلیز سے باہر رہے یعنی عقل جزوی دہلیز مکان معنی تک جا نہیں سکتی ہے فلسفی سر مارے جاکر دیوار سے کیونکہ نطق آب و نطق آتش و نطق خاک محسوس ہے حواس اہل دل کا یعنی اہل دل گویائی عناصر و اجرام کی سنتے ہیں فلسفی کہ منکر گریہ ستون حنانہ ہے گویا انبیا علیہم السّلام کی حس سے بیگانہ ہے اور کہتا ہے کہ یہ تو سودائے خلق فکر دوں کو رائے خلق میں لاتا ہے یعنی اولیا کے خیالات کو جنوں جانتے ہیں کہ انکشاف باطن و کشف اسرار اُن کا خیالات جنون ہے چنانچہ مولانا اس کا آگے جواب دیتے ہیں فافہم ۱۲ ف۲ بلکہ وہ الخ۔ شعر بلکہ وہ عکس اُن کے کفر کا ہے کہ یہ خیال منکری کا اُن کو دیا دلیل اُس کی ارشاد فرماتے ہیں کہ جو فلسفی منکر شیطان سے ہے اس وقت شیطان حاوی اس پر ہے اگر شیطان نہیں دیکھا ہے تو خود کو دیکھے بغیر جنون کے کب پیشانی نیلی دکھائی دے جو کہ دل میں شک اور بیجانی رکھے وہ جہاں میں پوشیدہ فلسفی ہے یعنی جو کوئی کہ بہ نسبت اولیا و صوفیوں کے شک و مردہ دلی رکھتا ہے گویا وہ پوشیدہ فلسفی ہے کیونکہ فعل اولیا کے باہر قیاس سے ہیں اگرچہ کبھی کبھی اُس کو اعتقاد آتا ہے مگر رگ سلفت اس کو رو سیاہ کرتی ہے چنانچہ گمراہی کا حال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲
ف۳ الاماں الخ۔ شعر الاماں اے مومنو وہ رگ فلسفت تم میں ہے ایک جہان بے انتہا جو تم میں ہے جملہ بہتر فرقے تیرے درمیان میں ہیں افسوس کہ ایک دن تجھ سے وہ عیاں ہو۔ جسمیں اُس ایمان کا کچھ ساماں ہے وہ برگ کے مانند لرزاں ہے اسلیے تو شیطان پر ہنستا ہے کہ تو آپ کو عمدہ بشر جانتا ہے جبکہ جان تیری وہ پوستین الٹے بس اہل دین از حد واویلا کریں کھوٹے زر والے دوکان پر خوش ہیں کیونکہ کسوٹی پوشیدہ ہوگئی ہے یعنی پیران ریاکار کہ خود کو دوستان حق و مرد کامل جانتے ہیں خوش ہیں کیونکہ ممتحن کوئی نہیں ہے جو اُنکا دل چاہتا ہے خود کو ظاہر کرتے ہیں عیاذاً باللہ فافہم ۱۲۔

پردہ اے ستار از ما وا مگیر ۔ باش اندر امتحاں ما را مجیر
قلب پہلو میزند با زر بشب ۔ انتظار روز میدارد ذہب
با زباں حال زر گوید کہ باش ۔ اے مزور تا برآید روز فاش
صد ہزاراں سال ابلیس لعیں ۔ بود ز ابدال و امیر المومنیں
پنجہ زد با آدم از نازے کہ داشت ۔ گشت رسوا ہمچو سرگیں وقت چاشت
پنجہ با مرداں مزن اے بوالہوس ۔ برتر از سلطاں چہ میرانی فرس

فاش[۱] مت کر پردہ اے ستار آہ ۔ امتحاں میں ہو مرا پشت و پناہ
زر کھرا کھوٹا برابر رات کو ۔ پر کھرا زر چاہتا ہے روز کو
زر زبان حال سے کہوے کہ ٹھیر ۔ اے فریبی ہووے دن کو تیری سیر
بس ہزاروں سال ابلیس لعیں ۔ تھا وہ ابدال و امیر المومنیں
ہاتھ آدم پر جو ڈالا ناز کا ۔ مثل چرکیں دھوپ سے رسوا ہوا
پنجہ مردوں سے نہ کر اے بوالہوس ۔ مت بڑھا تو شاہ سے گھوڑے کو بس

دعا کردن بلعم باعور کہ موسیٰ علیہ السلام و قومش ازیں شہر کہ حصار دادہ اند بے مراد بازگردند و مستجاب شدن دعایش

دعا کرنا بلعم باعور کا کہ موسیٰ علیہ السلام اور قوم اُنکی اس شہر سے کہ گھیر ڈالا ہی بے مراد اُلٹے جاویں اور قبول ہو جانا دعا کا

بلعم باعور را خلق جہاں ۔ سغبہ شد مانند عیسیٰ زماں
سجدہ نا وردند کس را دون او ۔ صحت رنجور بود افسون او
پنجہ زد با موسیٰ از کبر و کمال ۔ آنچناں شد کہ شنیدستی تو حال
صد ہزار ابلیس و بلعم در جہاں ۔ ہمچنیں بودست پیدا و نہاں
ایں دو را مشہور گردانید اگہ ۔ تا کہ باشند ایں دو بر باقی گواہ

بلعم[۲] باعور کی خلق جہاں ۔ حکم میں تھی جیسے عیسیٰ زماں
اس سوا سجدہ نہ کرتے اور کو ۔ صحت بیمار تھا دم اُس کا جو
مارے نخوت کے وہ موسیٰ سے لڑا ۔ جو سنا ہی حال وہ اُس کا ہوا
صد ہا بلعم اور ابلیس اندر جہاں ۔ ایسے ہی ظاہر ہوئے ہیں اور نہاں
حق نے ان دونوں کو رسوا کیا ۔ تا کہ دونوں باقیوں پر ہوں گواہ

[۱] فاش مت کر الخ ۶ شعر اے ستار تو پردہ فاش مت کر اور امتحان میں میرا پشت و پناہ ہو زر کھوٹا کھرا رات کو برابر ہے لیکن زر کھرا چاہتا ہے کہ دن ہو زر زبان حال سے کہتا ہے کہ ٹھہر اے فریبی کہ دن کو تیری سیر ہووے مثال بیان فرماتے ہیں کہ ہزاروں برس ابلیس لعین ابدال و امیر المومنین تھا جو آدم پر ہاتھ ناز سے ڈالا مثال چرکین کہ دھوپ سے رسوا ہوا یعنی آدم پرتو خورشید حق تھے اور ابلیس لعین چرکین پس مقابل تاب خورشید کے وہ چرکین متعفن ہوا اسی طرح پیران ریاکار مقابل کاملین کے مطعون و رسوا ہوتے ہیں پس تو پنجہ مردوں سے نہ کر اے بوالہوس اور گھوڑے کو شہ سے مت بڑھا یعنی مقابل دوستان حق کے تو نہ آ کہ مثل بلعم باعور کے مقابل موسیٰ علیہ السلام سے آفت میں پڑے چنانچہ اسکا حال آگے مولانا بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [۲] بلعم باعور الخ ۵ شعر ایک خلق جہان بلعم باعور کی مثل عیسیٰ علیہ السلام کے مطیع تھی اور کو سجدہ اُس کے سوا نہیں کرتی اور اُس کا دم صحت بیمار کا تھا وہ مارے نخوت کے موسیٰ علیہ السلام سے لڑا جو کہ سنا ہے وہی حال اُسکا ہے یعنی بلعم باعور بنی اسرائیل و یا کنعانیوں میں سے تھا اور بسبب اسم اعظم جاننے کے ایک جہان اُس کا مطیع تھا اور وہ یہ ہے کہ جو اسم اعظم کے ساتھ دعا مانگے مستجاب ہو پس قوم کے کہنے سے مقابل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دعا مانگی اور بد دعا سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مرحوم ہوا پس مولانا آگے اُس کے حقایق بیان فرماتے ہیں کہ صد ہا بلعم و ابلیس جہان میں ایسے ہی ظاہر ہوئے و نہاں ہیں حق نے اُن دونوں کو رسوا کیا تا کہ باقیوں پر وہ گواہ ہو ویں آگے اس کی مثال بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

رهزنان را در بیابان چون کشند	یکدو تن را که ز ایشان کشتند	رہزنوں کو مارتے جنگل میں ہیں[1]	قتل اک دو کو کریں ہیں شہر میں
تا ببیند اہل دہ گیرند پند	رویت ایشان بود شان همچو بند	شہر والے تاکہ ان کو دیکھ کر	پکڑیں عبرت اور ہوویں پر خطر
این دو دزد آویخت بر دار بلند	ورنه اندر شهر بس دزدان بدند	دار پر دو چور یہ لٹکائے ہیں	ورنہ از بس چور تھے اس شہر میں
این دو را بر چم بسوی شهر برد	کشتگان قهر را نتوان شمرد	شہر میں جھنڈے پہ وہ دونوں چڑھے	کشتگان قہر کو کب گن سکے
نازنینی تو و لے در حد خویش	الله الله پا منه ز اندازه بیش	نازنیں تو ہے پر اپنی حد میں ہی	الله الله مت بڑھے مقدار سے
گر زنی بر نازنین تر از خودت	در تگ هفتم زمین زیر آردت	نازنیں تیری کرے گر ہمسری	ساتویں طبقے میں ہووے جا تری
قصهٔ عاد و ثمود از بهر چیست	تا بدانی کانبیا را نازکیست	قصہ عاد و ثمود کس لیے	نازکی تا انبیا کی جان لے
این نشان خسف و قذف و صاعقه	شد بیان عز نفس ناطقه	یہ نشان خسف و قذف و صاعقہ	ہی بیان عز نفس ناطقہ
جمله حیوان را پی انسان بکش	جمله انسان را بکش از بهر هش	مار حیوانوں کو انسان کے لیے[2]	مار انسان ہوش جان کیواسطے
هش چه باشد عقل کل ای هوشمند	عقل جزوی هش بود اما نژند	ہوش کیا ہی عقل کل شی اے لطیف	عقل جزوی ہوش ہے لیکن ضعیف
جمله حیوانات وحشی ز آدمی	باشد از حیوان انسی در کمی	سارے حیوانات وحشی اک قلم	جانور انسی انسان سے ہیں کم
خون آنها خلق را باشد سبیل	زانکه وحشی اند از عقل جلیل	مارنا انکا روا ہے خلق کو	کیونکہ عقل کل سے بس وحشی ہیں وہ
خون ایشان خلق را باشد روا	زانکه انسان را نیند ایشان سزا	مارنا مخلوق کو ان کا روا	کیونکہ نے انسان کے لائق وہ ہیں
عزت وحشی بدان ساقط شد است	کامر انسان را مخالف آمد است	وحشی بے عزت ہوئے ہو واسطے	ہیں مخالف حکم سے انسان کے
پس چه عزت باشدت ای نادره	چون شدی تو حمر مستنفره	پس تری عزت ہو کیا ای نادرہ	جو ہوا تو حمر مستنفرہ
خر نشاید کشت از بهر صلاح	چون شود وحشی شود خونش مباح	خر ہی لائق مارنے کے کب بھلا	جو ہو وحشی مارنا اس کا بھلا
گرچه خر را دانش زاجر نبود	هیچ معذورش نمیدارد ودود	گرچہ خر کو عقل تعلیمی نہ تھی	کچھ نہ معذور اسکو حق رکھے کبھی

[1] رہزنوں کو الخ ۸ شعر جنگل میں رہزنوں کو مارتے ہیں اور ایک دو کو شہر میں قتل کرتے ہیں تاکہ شہر والے اُن کو دیکھ کر عبرت پکڑیں دو ڈریں گویا دار پر یہ دونوں چور لٹکائے ہیں ورنہ چور از بس تھے شہر میں یعنی بلعم و ابلیس کو کہ نفس و شیطان ہے شہر میں واسطے عبرت کے مطعون کیا ہے وہ دونوں شہر میں جھنڈے پہ چڑھے تہر کے کشتوں کو کب گن سکیں تو نازنین ہے ولیکن اپنی ضد میں ہے الله الله تو اپنی مقدار سے مت بڑھ اگر تو نازنین سوائے کے ہمسری کرے ساتویں طبق زمین میں تیری جا ہو وے قصہ عاد و ثمود کس واسطے ہے تاکہ ناز انبیا علیہم السلام کے تو جانے یعنی اگر تو معنی ہے تو اپنے سے سوا یا معنی کے مقابل ہیں مت آ اور مقدار آپنی سے مت بڑھے ورنہ اسفل السافلین کو تو پہونچے جیسے قوم عاد و ثمود کی مقابلہ انبیا ء جہنم واصل ہوئی یہ نشان خسف و قدرت صاعقہ یعنی دھنسنا زمین میں و سکساری و برق زنی ہے اور بیان عزت نفس ناطقہ انبیا علیہم السلام ہے یعنی ان کے مقابل کفار آئے دوراں قرون سے تباہ ہوئے چنانچہ مولانا اسکے حقائق آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [2] مار حیوانوں کو الخ ۹ شعر سب حیوانوں کو مار انسان کے لیے اور مار انسان کو جہاد سے ہوش جان کے واسطے ہوش جان کیا ہے عقل کل ہے اور عقل جزوی ہوش ہے لیکن ضعیف ہے تمام حیوانات وحشی یک قلم حیوان انسی انسان سے کم ہیں یعنی پالو جانور سے انکا مارنا خلق کو روا ہے کیونکہ عقل کل سے وہ وحشی ہیں یعنی جناب رسول الله صلی الله علیہ وسلم سے متنفر ہیں ان کا مارنا مخلوق کو روا ہے کیونکہ وہ انسان کے لائق ذرہ نہیں ہیں وحشی بیعزت ہوئے ہو واسطے کہ مخالف ہیں حکم انسان سے پس تیری عزت کیا ہو اے نادر جو ہوا تو تو جمہ شیر غران سے نفرت کرنے والا خر کب لائق مارنے کے ہے جو وحشی ہو اُس کا مارنا روا ہے اگرچہ خر کو عقل تعلیمی نہ تھی مگر کچھ حق اُسکو معذور نہ رکھے کبھی باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

پس بجز وحشی شد از آں دم آدمی — کے شود معذور رائے یار سمی
جو ہو وحشی عقل کل سے آدمی[1] — کب ہو وہ معذور رائے یار دلی

لاجرم کفار را خون شد مباح — ہمچو وحشی پیش قصاب و رماح
اسلیے کفار کا خوں ہے روا — خون وحشی طیر کا جوں ہے روا

جفت و فرزندان شاں جملہ سبیل — زانکہ بے عقل اند و مطرود و ذلیل
اُنکے زن فرزند جملہ ہیں سبیل — کیونکہ ہیں بے عقل و گمراہ و ذلیل

باز عقلے کو رمد از عقل عقل — گرد و از عقلی بحیوانات نقل
پھر جو بھاگے عقل کل سے ایسی عقل — ہووے عقلی سے وہ حیوانوں میں نقل

اعتماد کردن ہاروت و ماروت بر عصمت خویش و زہر فتن

اعتماد کرنا ہاروت و ماروت کا عصمت اپنی پر ہر فتنہ میں

ہمچو ہاروت و چو ماروت شہیر — از بطر خوردند زہر آلودہ تیر
جس طرح ہاروت اور ماروت نے[2] — تیر زہر آلودہ کھایا کبر سے

اعتمادے بود شاں بر قدس خویش — چیست بر شیر اعتماد گاؤ میش
اعتماد اُن کا تھا پاکی اپنی پے — شیر پر کیا اعتماد گاؤ ہے

گرچہ او با شیر صد چارہ کند — شاخ شاخش شیر نر پارہ کند
گر کرے وہ سو علاج ایک شیر سے[3] — ٹکڑے ٹکڑے شیر نر اسکو کرے

گر شود پر شاخ ہمچوں خارپشت — شیر خواہد گاؤ را ناچار کشت
گر ہوں اسپہ کانٹے جیسے ساہی کے — شیر مارے اسکو اور ٹکڑے کرے

باد صرصر کو درختاں می کند — با گیاہ پست احساں می کند
آندھی نخلوں کو اُکھیڑے اصل سے — اور عاجز گھانس پر احسان کرے

بر ضعیفی گیاہ ایں باد تند — رحم کرد اے دل تو از قوت بلند
لطف عاجز گھانس پر آندھی کرے — شیخی اے دل مت کر اپنے زور پے

تیشہ را از انبہے شاخ درخت — کے ہراس آید ببر د لخت لخت
کب بسولہ شاخ کے انبوہ سے — بیس ڈرے بل ٹکڑے ٹکڑے وہ کرے

لیک بر برگے نکوبد خویش را — جز کہ بر ریشہ نکوبد نیش را
لیک پتوں پر نہ مارے آپ کو — اور سوا جڑ کے نہ مارے نیش دو

[1] جو ہو وحشی الخ یہ شعر جو آدمی کہ وحشی عقل کل سے ہو کب وہ معذور رہا ہے یا میرے اس لیے کفار کا خون روا ہے جیسے خون وحشی کا تیر کو روا ہے اس کے زن و فرزند جملہ مباح ہیں کیونکہ بے عقل و گمراہ و ذلیل ہیں عقل کل سے ایسی عقل بھاگے وہ عقلی سے حیوانی ہیں نقل ہو یعنی وہ کفار جو وحشی ہیں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واسطے انپر جہاد کیا ہے اور اُن کے زن و فرزند مباح ہیں کیونکہ وہ مثل جانوروں وحشی کے ہیں پس وہ معاف نہ کیے جاویں گے مثل ہاروت و ماروت کے اُنسے مواخذہ کیا جاویگا چنانچہ اُنکا حال مثال میں مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [2] جس طرح الخ یہ شعر جیسے کہ ہاروت و ماروت نے تیر زہر آلودہ از راہ غرور کے کھایا انکا اعتماد اپنی پاکی پر تھا شیر پر کیا اعتماد ہے گاؤ کا یعنی ہاروت و ماروت دو فرشتے تھے اور عجب عبادت اپنی سے انسان پر غرور کیا اللہ تعالی نے اُن کو نفس و شہوت دیکر بصورت انسان شہر بابل میں بھیجا اور شہر کابل میں بھیجا اور سحر ان کو بتلا دیا وہ زہرہ پر آکر خواہشات نفسانیہ سے مبتلا ہوئے اور قصور میں آکر عذاب دنیا اختیار کیا کہ ذلت دنیا بہتر ہے رسوائی آخرت سے چنانچہ اکثر خلق اُن سے سحر سیکھتی ہے اور یہ تمام سحر عالم میں اُن سے جاری ہوا ہے از بحر العلوم پس ان دونوں فرشتوں کو اپنی پاکی پر اعتماد تھا پس شیر نفس پر کیا اعتماد گاؤ تن کا چنانچہ اس کے حقائق مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [3] گر کرے الخ یہ شعر اگر سو علاج وہ شیر سے کرے لیکن شیر اُسکے ٹکڑے ٹکڑے کر ہی دیگا اگر اُس پر کانٹے مثل جانور ساہی کے ہوں شیر اُس کے ٹکڑے کرے مثال دوسری آندھی درختوں کو جڑ سے بسبب سرکشی کے اُکھیڑے اور کاہ عاجز پر احسان کرے آندھی کاہ عاجز پر رحم کر تو اے دل شیخی نہ کر اپنے زور پر شاخ کے انبوہ سے کب بسولا ڈرے بلکہ ٹکڑے ٹکڑے کرے لیکن پتوں پر نہ مارے اپکو اور سوائے جڑ کے نہ کاٹے وہ باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

شعلہ را از انبہی ہیزم چہ غم / کے رمد قصاب از انبوہی غنم
پیش معنی چیست صورت این زبوں / چرخ را معنیش میدارد نگوں
تو قیاس از چرخ دولابے بگیر / گردشش از کیست از عقل مشیر
گردش این قالب ہمچوں سپر / ہست از روح مستر اے پسر
گردش این باد از معنی اوست / ہمچو چرخے کو اسیر آب جوست
جزر و مد و دخل و خرج این نفس / از کہ باشد جز ز جان اے پر ہوس
گاہ جیمش میکند گہ حاء و دال / گاہ صلحش میکند گاہے جدال
گہ بیمینش می برد گاہے بیسار / گہ گلستاں میکند گاہیش خار
ہمچنیں این آب ایزدان پاک / کرد بر فرعون خون سہمناک
ہمچنیں این باد را یزدان ما / کردہ بد بر عاد ہمچوں اژدہا
باز ہم این باد را بر مومناں / کردہ بر صلح و مراعات داماں
گفت المعنی ہو اللہ شیخ دیں / بحر معنیہاست رب العالمیں
جملہ اطباق زمین و آسماں / ہمچو خاشاکے دراں بحر رواں
جملہ ہا و رقص خاشاک اندر آب / ہم ز آب آمد بوقت اضطراب
چونکہ ساکن خواہدش کرد از مرا / سوے ساحل افگند خاشاک را
چوں کشد از ساحلش در موج گاہ / آں کند با او کہ آتش با گیاہ
این حدیث آخر ندارد باز راں / جانب ہاروت ماروت اے جواں

جملۂ ہیزم سے نہ شعلہ کو ضرر / بھیڑ ونسے کب ہووے قصابونکو ڈر
پیش معنی کیا ہی صورت ہی زبوں / چرخ ہی معنی سے اپنی سرنگوں
چرخ سے دولاب کو تو جان لے / عقل روشن اسکو گردش میں رکھے
گردش اس قالب سپر کے مثل کی / روح پوشیدہ سے ہی پس اے اخی
اپنے معنی سے ہوا گردش کرے / جیسے پنچکی پھرے ہی آب سے
دم کا جزر و مد و دخل و خرج بس / کس سے ہووے جان سے ہو اے بوالہوس
گاہ جیم اسکو کرے گہ حے و دال / گاہ رکھے صلح گہ جنگ و جدال
گہ ادھر گاہے ادھر اسکو کرے / گہ گلستاں گاہ خار اسکو رکھے
اس طرح اس آب کو اللہ نے / کر دیا فرعون پے خون ناب ہے
اس ہوا کو ایسے ہی اللہ نے / کر دیا جوں مار قوم عاد پے
پھر ہوا کو مومنوں پر کر دیا / بس عنایت سے امان و جانفزا
بولے المعنی ہو اللہ شیخ دیں / بحر معنی ہی وہ رب العالمیں
جملہ طبقات زمین و آسماں / مثل تنکوں کے ہیں دریا پر رواں
جنبشیں اور رقص خاشاک اندر آب / آب سے ہوتی ہیں وقت اضطراب
چاہیے بے جنبش اسے کرنا جو وہ / بس کنارے پھر رکھے خاشاک کو
موج میں لائے کنارے سے جو وہ / وہ کرے جو آگ سے ہو گھانس کو
یہ سخن بے انتہا ہی کر بیاں / حال ہاروت اور ماروت اے جواں

سلہ جملہ ہیزم الخ ۱۳ شعر تمام ہیزم سے شعلہ کو ضرر نہیں اور گلہ بزوں سے قصاب کو خوف نہیں پس آگے معنی کے صورت زبون ہے چرخ اپنے معنی سے سرنگوں ہے چرخ کو مثل دولاب کے جان لے کہ عقل روشن اسکو گردش میں رکھتی ہے یعنی صورت ظاہری اپنے معنی سے گردش و جنبش کرتی ہے پس معنی اس صورت کی روح ہے اس قالب مثل سپر کے گردش روح پوشیدہ سے ہے اپنی معنی سے ہوا گردش کرتی ہے جیسے پنچکی آب سے پھرتی ہے دم کا آنا جانا و دخل و خروج سب جان سے ہوتا ہے کبھی جان اُس کو مثل جیم کے کوزہ پشت کرے کبھی (ح) دال یعنی خوبصورت کرے اور کبھی صلح وکبھی جدل رکھے اُدھر اُس کو پلٹے کبھی گلستان وکبھی خار اُسکو رکھے ایسے ہی اللہ نے آب کو اُس فرعون پر خون کر دیا ایسے اللہ نے ہوا کو کر دیا مثل مار قوم عاد پر پھر مومنوں پر ہوا کو کر دیا عنایت سے امان و جانفزا اسواسطے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے المعنی ہو اللہ یعنی ضرور کر معنی وہ اللہ ہے دریاے معنی میں وہ رب العالمین ہے جو طبقے زمین و آسمان کے مثل خاشاک اُس دریا پر رواں ہیں یعنی معنی کو کہ جسکو روح کہتے ہیں از روے حدیث کے ثابت ہوا کہ وہ اللہ ہے چنانچہ اس کی مثال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

سلہ جنبشیں الخ ۴ شعر جنبش اور رقص خاشاک کو پانی میں آب سے ہے بوقت اضطراب و بیقراری کے وہ جو چاہے اُسے بے جنبش کرنا پس کنارہ پر اس خاشاک کو رکھے یعنی جسم مثل خاشاک کے اُس ذات حق میں جنبش کرتے ہیں جب وہ چاہتا ہے درگور کر دیتا ہے جبکہ وہ موج میں لائے کنارہ سے وہ اُسکا حال ہو جو آتش گھاس کا حال کرتی ہے یعنی روز حشر جو دکو جنبش موج میں لائے اور دوزخ میں خاکستر کرے یہ بات بے انتہا ہے تو بیان کر حال ہاروت و ماروت کا ۱۲ ـ

بقیہ قصہ ہاروت و ماروت و نکال عقوبت ایشاں اہم در دنیا

چون گناہ و فسق خلقان جہاں / میشدی روشن بایشاں آن زماں
دست خایدن گرفتند آن حشم / لیک عیب خود ندیدندے بہ چشم
خویش را آئینہ دید آن زشت مرد / رو بگردانید از آن و خشم کرد
خویش بین چون از کسے جرمے بدید / آتشے در وے ز دوزخ شد پدید
حمیت دین خواند او آن کبر را / ننگرد در خویش نفس گبر را
حمیت دین را نشانے دیگرست / کہ ازاں آتش جہانے اخضرست
گفت حق شان گر شما روشن گرید / در سیہ کاران مغفل منگرید
شکر گوئید اے سپاہ و چاکراں / رستہ اید از شہوت و از چاکراں
گر ازاں معنی نہم من بر شما / مر شما را بیش نپذیرد سما
عصمتے کہ مر شما را در تن ست / آن ز عکس عصمت و حفظ من ست
این ز من بینید نز خود ہین و ہین / تا نچربد بر شما دیو لعین
آن چنانکہ کاتب وحی رسول / دید در خود حکمت و نور وصول
خویش را ہم لحن مرغان خدا / می شمرد آن بد صفیر چون صدا
لحن مرغاں را اگر واصف شوی / بر ضمیر مرغ کے واقف شوی
گر بیاموزی صفیر بلبلے / تو چہ دانی کو چہ گوید با گلے
ور بدانی باشد آن ہم از گماں / چون ز لب جنباں گمانہائے کراں

باقی قصہ ہاروت و ماروت کا اور اہم تکلیف پانا انکا دنیا میں

جو گناہ و فسق مخلوقات کا تھا[1] / اس زمانے میں عیاں سب انپہ تھا
چابتے تھے ہاتھ وہ اس خشم میں / پر نہیں ملتا تھا عیب اپنا انھیں
خود کو دیکھے آئینہ میں زشت رو / پھیرے غصہ ہو کے وہ رخسار کو
دیکھے خود میں جو کسی کے جرم کو / نار دوزخ تن میں پیدا اسکے ہو
جانے نخوت کو حمیت دین کی / نفس کافر کو نہ دیکھے با خودی
حمیت دین کا طریقہ ہے جدا / کہ جہاں اس آگ سے ہے پر فضا
حق نے[2] فرمایا کہ تم روشن ہو گر / ان سیہ کاروں پہ مت ڈالو نظر
تم کرو شکر اے سپاہ چاکراں / دی نہیں شہوت تمھیں اور چاکراں
رکھتا میں اس امر کو تم پر اگر / کب تمھارا چرخ پر ہوتا گذر
ہے تمھارے تن میں جو عصمت بھری / میری عصمت کا ہے عکس و برتری
مجھ سے جانو تم یہ اور خود سے نہیں / تا نہ غالب تم پہ ہو دیو لعین
جس طرح وہ کاتب وحی رسول / دیکھتا خود میں تھا وہ نور وصول
خود کو[3] ہم آواز مرغان خدا / جانتا اور خود تھا وہ مثل صدا
نقل گر آواز مرغاں کی کرے / پر نہ انکے بھید سے واقف ہوئے
بلبلوں کی گرچہ تو سیکھے صدا / پر تو کیا جانے کہ کیا گل سے کہا
گر تو جانے وہ بھی ہے تیرا گماں / جیسے لب ہلنے سے بہرے کا گماں

ف۱ جو گناہ الخ ۶ شعر جب دم گناہ و فسق مخلوق کا انکو ظاہر ہوتا تھا وہ ہاتھ چابتے تھے اس غصہ سے لیکن اپنا عیب انھیں نہیں دکھائی دیتا تھا مثال فرماتے ہیں جیسے زشت رو خود کو آئینہ میں دیکھے اور غصہ ہو کر منھ پھیرے خود بین جو کسی سے جرم دیکھے آتش دوزخ کی اسکے جسم میں پیدا ہو جاوے اور وہ نخوت کو حمیت دین جانے اور نفس کافر کو وہ خود کی نہ دیکھے پس حمیت دین کا دوسرا ڈھنگ ہے کہ جہان اس آتش سے پر فضا ہے آگے رجوع بقصہ ہے فافہم ۱۲ ف۲ حق نے فرمایا الخ ۸ شعر حق نے فرمایا اگر تم روشن ہو ان سیہ کاروں پر نظر نہ ڈالو تم شکر کرو اے سپاہ و چاکران تم کو نہیں دیا شہوت و فرج اگر اس امر کو میں تم پر رکھتا کب تمھارا آسمان پر آنا ہوتا جو تمھارے تن میں عصمت بھری ہے میری عصمت و برتری کا عکس ہے یہ تم عصمت مجھ سے جانو اور خود سے نہیں تا تم پر دیو لعین غالب نہ ہو جیسے وہ کاتب وحی جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا خود میں دیکھتا تھا نور وصول کو آگے مولانا مثال ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ف۳ خود کو ہم الخ ۴ شعر مرغان خدا کے ہم آواز خود کو جانتا اور خود مثل صدا کے تھا یعنی صدائے گنبد جیسے آواز دوسرے کی ہوتی ہے ایسی ہی اس کی آواز پر تو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اگرچہ نقل آواز مرغوں کی کرے مگر انکے بھید کو نہ جانے اگرچہ تو بلبلوں کی صدا سیکھے لیکن تو کیا جانے کہ وہ گل سے کیا کہتی ہے اور اگر تو جانے وہ بھی تیرا گمان ہے جیسے لب کے ہلنے سے بہرے کا گمان ہے یعنی پیران پاکار انکی باتیں سیکھ کر بیان کرتے ہیں مگر انکا راز نہیں جانتے ہیں اور از راہ گمان کے اپنے ذہن میں ایک معنی مقرر کر لیتے ہیں جیسے مرد بہرا حرکت لبوں سے ایک بات کا گمان اپنے قیاس میں کر لیتا ہے خواہ وہ گمان سیدھا پڑے یا الٹا چنانچہ مولانا اسکا حال مثال میں بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

بعیادت رفتن کر بخانہ ہمسایہ بیمار و رنجیدن بیمار

آں کرے را گفت افزون مایۂ / کہ ترا رنجور شد ہمسایۂ
گفت با خود کر کہ با گوش گراں / من چہ دریابم ز گفتِ آنجواں
خاصہ رنجور و ضعیف آواز شد / لیک باید رفت آنجا نیست بد
چوں ببینم کاں لبش جنباں شود / من قیاسے گیرم آنرا از خرد
چوں بگویم چونی اے محنت کشم / او بخواہد گفت نیکم یا خوشم
من بگویم شکر چہ خوردی ابا / او بگوید شربتے یا آشِ با
من بگویم صح نوشت باد آں / از طبیباں پیش تو گوید فلاں
من بگویم بس مبارک پاست او / چونکہ او آید شود کارت نکو
پاے اورا آزمودہ ہستیم ما / ہر کجا شد میشود حاجت روا
ایں جوابات قیاسی راست کرد / عکس آں واقع شد اے آزادمرد
گویا رنجور را خاطر ز کر / اندکے رنجیدہ بود اے پر ہنر
کر درآمد پیش رنجور و نشست / بر سر او خوش ہمی مالید دست
گفت چونی گفت مُردم گفت شکر / شد ازاں رنجور پر آزار و نکر
کایں چہ شکرست ایں عدو ما بدست / کر قیاسے کرد و آں کج آمدست

واسطے عیادت کے جانا بہرے کا ہمسایہ بیمار کے یہاں اور رنجیدہ ہونا بیمار کا

اُسکی عورت[1] نے یہ بہرے سے کہا / کہ ترا بیمار ہمسایہ ہوا
سوچا یہ بہرا کہ بہرا میں تو ہوں / کس طرح سے باتیں میں اُسکی سنوں
خاصکر ہوئے ضعیف آواز جو / لیک جانا چاہیے اُس جا پہ تو
جبکہ میں دیکھوں اُسکے لب ملتے ہوئے / بس قیاس اُسکا کروں میں عقل سے
جو کہوں میں تیرا اب کیا حال ہے / وہ کہیگا اچھا یا خوشحال ہے
میں کہونگا شکر کیا کھایا کہو / اُسپہ شربت کہے یا آش جو
میں کہوں تجھکو صحت اور امان / کون اطبا سے کہیگا وہ فلاں
میں کہونگا وہ مبارک ہے قدم / جو کہ وہ آئے مرض تیرا ہو کم
آزمایا اُسکا میں نے ہر قدم / آیا وہ جس جا گیا واں سے الم
یہ جوابات قیاسی سوچ کر / جو گیا واقع ہوا برعکس تر
گویا اُس بہرے سے دل بیمار کا / کچھ شکر رنجی وہ باہم رکھتا تھا
پاس اُس بیمار کے بہرا گیا / دست شفقت اُسکے سر پر لاتا تھا
بولا کیسا بولا مرگیا اب بولا شکر / بس ہوا بیمار بے طاقت و صبر
شکر یہ کیسا یہ ہے دشمن مرا / کج قیاس آیا جو بہرے نے کیا

[1] اُسکی عورت نے الخ ۱۴ شعر ایک بہرے کو اُسکی عورت نے کہا کہ تیرا ہمسایہ بیمار ہوا ہے بہرا یہ سوچا کہ میں بہرا ہوں کیونکر اُسکی باتیں میں سنونگا خاصکر وہ ضعیف آواز ہو لیکن جانا چاہیے اس جگہ پر جبکہ میں دیکھوں لب اُسکے ہلتے ہوئے اُسکو قیاس عقل سے میں کروں جو میں کہوں تیرا کیا حال ہے وہ کہیگا اچھا یا خوش حال ہے میں کہونگا تو نے کیا کھایا ہے بیان کرو وہ کہیگا شربت یا آش جو میں کہونگا تجکو صحت و آرام ہو کون اطبا سے معالج ہے وہ کہیگا فلاں میں کہونگا وہ مبارک قدم ہے جبکہ وہ آیا مرض تیرا کم ہوا میں نے آزمایا ہے اُسکا قدم جس جگہ آیا وہاں سے الم گیا واضح ہو کہ مولانا یہ قصہ پیران ریاکار کے قیاس ناقص میں از راہ مثال کے لائے ہیں مگر نفس قصہ میں ریاکاروں کی نماز روزہ کا حال بیان فرمائے ہیں کہ مثل بہروں کے نمازی پیش حق کے ایک قیاس کرکے پڑھتے ہیں اور اپنے گمان میں اُسکی مقبولی کا خیال کرکے اُسپر ناز کرتے ہیں حالانکہ نماز اُن کی بے حضور قلبی کے باعث نقصان ہوتی ہے یہ جوابات قیاسی وہ سوچ کر گیا اور برعکس معاملہ واقع ہوا گویا اس بہرے سے دل بیمار کا شکر رنجی اول سے باہم رکھتا تھا جب اُس بیمار کے پاس بہرا گیا اور دست شفقت اُسکے سر پر لاکر طریقہ عیادت سے ہے بولا بہرا کیسا ہے بولا مرتا ہوں بولا شکر ہے پس بیمار اور بے طاقت و بیقرار ہوا کہ یہ کیا شکر ہے یہ تو میرا دشمن ہے جو کہ بہرے نے قیاس کیا وہ ٹھہرا باقی گفتگو آگے ہے فافہم

بعد ازاں گفتش چہ خوردی گفت زہر
بعد ازاں گفت از طبیباں کیست او
گفت عزرائیل می آید برو
این ماں از زہ داوآیم برت
کر بروں آمد بگفت او شادماں
خود گمانش از کری معکوس بود
گفت رنجور ایں عدوی جان ماست
خاطر رنجور جویاں صد سقط
چوں کسے کہ خوردہ باشد آش بد
کظم غیظ ایست آنرا قے مکن
چوں بنودش صبر می پیچید او
تا بریزم بر وے آنچہ گفتہ بود
چوں عیادت بہر دل آرامی ست
تا نہ بیند دشمن خود را انزار
بس کساں کایشاں عبادتہا کنند
خود حقیقت معصیت باشد خفی

گفت نوشت باد افزوں گشت قہر
کو ہمی آید بچارہ پیش تو
گفت پایش بس مبارک شاد شو
گفتم اورا تاکہ گردد غم خورت
شکر کہ کردم مراعات ایں ماں
ایں زیاں محض را پنداشت سود
ماند نسیم کو کان جفاست
تا کہ بیغامش کند از ہر نمط
می بجوشد اندر دلش تا قے کند
تا بیابی در جزا شیریں سخن
کایں سگ زن روسپے تا چیز کو
کاں زماں شیر ضمیرم خفتہ بود
ایں عیادت نیست دشمن کامی ست
تا بگیرد خاطر زشتش قرار
دل برضوان و ثواب آں زنند
بس کدر کانرا تو پنداری صفی

بولا کیا کھایا ہی تونے بولا زہر
بعدہٗ بولا طبیب اب کون سا
بولا عزرائیل آتا ہے تو جا
اسکو کہکر اب میں آیا ہوں یہاں
بہرا جب آیا تو خوش ہوکر کہا
بہرے پن سے وہ گمان برعکس تھا
بولا مانذہ یہ ہے دشمن جاں کا
دل میں تھے بیمار کے سو ولولے
بدمزہ کھانا غذا ہے جو کوئی
کھانا غصہ ہے یہ اسکو قے نہ کر
جو نہ تھا صبر اسکو کھاتا پیچ وہ
تاکہوں اسکو کہ جو اس نے کہا
ہے عیادت دل کی بس آرام کو
جب تلک دیکھوں نہ دشمن کو میں خوار
سیکڑوں انسان عبادت کرتے ہیں
درحقیقت یہ گنہ ہیں بس خفی

بولا بہتر ہی تو زیادہ آیا قہر
تیرے پاس آتا ہے کرنے کو دوا
بولا خوش ہو ہے مبارک اسکا پا
تاکہ غم کھائے ترا اندر جہاں
کہ رعایت میں نے کی اسدم سوا
اس ضرر کو فائدہ تھا جانتا
میں نہ سمجھا تھا کہ ہے کان جفا
تاکہ بدلا اُس سے لوں ہر طور سے
دل کرے مالش کہ تلتے ہو سبھی
تاکہ شیریں پائے تو اُس کا ثمر
کہ وہ کتا لونڈی بچہ آئے تو
شیر میرے دل کا اُسدم سوتا تھا
نے عیادت یہ کہ دشمن کام ہو
تب تلک دل کو مرے کب ہو قرار
خلد و رضواں پر نظر وہ رکھتے ہیں
تو یہ باطن کو جانے منجلی

۱؎ بولا کیا کھایا الخ ۳۰ شعر بہرا بولا کیا کھایا ہے تونے بولا زہر کھایا ہے بولا خوش ہو جیو اور بعدہ بولا اب کون سا طبیب تیرے پاس آکر دوا دیتا ہے بولا عزرائیل آتا ہے اب تو جا بولا تو خوش ہو کہ وہ مبارک قدم ہے آگے قول بہرے کا ہے فافہم ۱۲ ۲؎ اسکو کہکر الخ ۹ شعر اب میں کہکر اُس کو آیا ہوں یہاں تا وہ تیرا غم کھائے جہان میں جبکہ بہرا آیا تو خوش ہو کر بولا کہ رعایت میں نے اس دم بہت کی وہ بہرے پن سے گمان برعکس رکھتا تھا جو اس ضرر کو فائدہ جانتا بیمار نے کہا کہ یہ دشمن جان کا ہے میں نے نہ جانا کہ یہ کان جفا ہے یعنی بہرے نے اپنے قیاس میں یہ گفتگو بہتر کی اور بیمار کے نزدیک از حد بدتر گل دینا نے اپنا دشمن جانی جانا بس اسی طرح قیاس اہل نماز ریاکار کا ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

۳؎ دل میں الخ، شعر دل میں بیمار کے سو ولولے تھے تاکہ اُس سے ہر طور سے بدلا لوں مثال بیان فرماتے ہیں کہ جیسے کوئی بدمزہ غذا کھائے دل مالش کرے کہ تلتے ہو وے کظمین الغیظ یعنی کھانا غصہ کا یہ ہے اُس کو قے نہ کرتا کہ اُس کا ثمر تو شیریں پائے بموجب آیۂ کریمہ والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین یعنی وہ لوگ جو کھانے والے غصہ کے ہیں اور بخشنے والے آدمیوں کے ہیں اللہ دوست رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو جو کہ اس کو صبر نہ تھا وہ پیچ کھاتا کہ وہ کتا لونڈی بچہ آئے تو تاکہ اسکو کہوں کہ جو اس نے کہا ہے شیر میرے دل کا اُسدم سوتا تھا عیادت ہے دل کے آرام کو نہ یہ عیادت کہ دشمن کام ہو جب تک میں دشمن کو خار نہ دیکھوں جب تک میرے دل کو قرار نہ ہو چنانچہ اس کے حقائق مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۴؎ سیکڑوں انسان الخ ۲ شعر بہت مردم ہیں کہ عبادت کرتے ہیں اور خلد و رضوان پر نظر رکھتے ہیں درحقیقت یہ گناہ خفی ہے اور تو سیاہ باطن کو روشن جانتا ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

ہمچو آں کر کو ہمی پنداشت ہست	کہ نکوئی کرد و آں خود بد بدست	جیسے[۱] وہ بہرا کہ وہ یہ جانتا	کہ کرے نیکی وہ بد تھا اور برا
او نشستہ خوش کہ خدمت کردہ ام	حق ہمسایہ بجا آوردہ ام	خوش وہ بیٹھا تھا کہ خدمت کی ادا	حق ہمسایہ ادا میں نے کیا
بہر خود او آتشے افروختست	در دل رنجور و خود را سوختست	پر لگائی آگ تھی اپنے لیے	دل میں بیمار کے تا خود جلے
فاتقوا النار التی اوقدتموا	انکم فی المعصیۃ ازددتموا	بھاگو تم اس آگ سے بھڑکائی جو	کیونکہ معصیت نے یا وہ اس سے ہو
گفت پیغمبر بیک صاحب ریا	صل انک لم تصل یا فتیٰ	بولے[۲] ایک صاحب ریا سے مصطفےٰ	پڑھ نماز اب کہ نہ کی تو نے ادا
از برائے چارۂ ایں خوف ہا	آمد اندر ہر نمازے اہدنا	خوف کے بس دفع کرنے کے لیے	اہدنا آیا نمازوں میں جو ہے
کیں نمازم را میامیز اے خدا	با نماز ضالین و اہل ریا	ان نمازوں کو مری بار خدا	مت نمازوں سے ریائی تو ملا
از قیاسے کہ بکرد آں کر گزیں	صحبت دہ سالہ باطل شد بدیں	ان قیاسوں سے کہ بہرے نے کیا	صحبت دس سال کو باطل کیا
خاصہ اے خواجہ قیاس حس دوں	اندر آں وحی کہ شد از حد بروں	خاصہ اے خواجہ قیاس حس کرے	اندر اس وحی کے کہ نے حدت کے
خواجہ پندارد کہ طاعت میکند	بیخبر کز معصیت جاں میکند	خواجہ یہ جانے کہ طاعت کرتا ہے	معصیت سے بیخبر جان کھوتا ہے
ایں قیاس خویش را او ترک کن	کز قیاس تو شود ریشت کہن	ان قیاسوں کو تو چھوڑ اے نیک ظن	زخم تیرا اس سے ہوتا ہے کہن
گوش حس تو بحرف ار در خورست	دانکہ گوش عیب گیر تو کرست	گوش حس تیرا جو سنتا حرف ہے	گوش باطن کو تو بہرا جان لے

در بیان آنکہ اول کسیکہ در مقابل نص صریح قیاس آورد ابلیس علیہ اللعنۃ بود

اس بیان میں کہ اول وہ کوئی کہ مقابل میں نص صریح قیاس لایا ابلیس علیہ اللعنۃ تھا

لہ جیسے وہ بہرا الخ یہ شعر جیسے وہ بہرا جانتا تھا کہ میں نے نیکی کی اور وہ برائی تھی اور خوش وہ بیٹھا تھا کہ میں نے خدمت ادا کی اور حق ہمسایہ ادا کیا لیکن اپنے لیے آگ لگائی تھی دل میں اس بیمار کے تا خود جلے تو جیسے بس ڈرو تم آگ سے کہ جو روشن کی تم نے تحقیق تم نے معصیت میں زیادتی کی یعنی اکثر مردم عبادت اور نماز ادا کرتے ہیں جنت کے لیے اور وہ درحقیقت گناہ ہے پوشیدہ جیسے اس بہرے نے بظاہر نیکی جانی اور وہ بدی تھی پس حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم ڈرو اس آگ سے کہ جو تم نے بھڑکائی ہے گناہوں سے چنانچہ اس کا حال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ؂۲ بولے ایک الخ یہ شعر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک اہل ریا سے صل انک لم تصل پڑھ تو نماز اسلیے کہ نماز تو نے نہیں پڑھی اے شخص پس خوف کے رفع کرنے کے لیے اہدنا یعنی ہدایت کر دے تم جو نماز میں آیا ہے تو ان نمازوں کو میری اے خدا نمازوں ریا سے مت ملا اُن قیاسوں سے کہ بہرے نے کیا دس برس کی صحبت کو باطل رکھا یعنی بہرے نے قیاس ناقص سے دس برس کی صحبت ہمسایہ کو کھو دیا خاصکر اے خواجہ حس قیاس کرے اس وحی میں کہ وہ بے حد ہے خواجہ یہ جانے کہ طاعت کرتا ہے معصیت سے وہ بےخبر ہے اور جان کھوتا ہے اے نیک ظن تو ان قیاسوں کو چھوڑ دے کہ قیاس سے تیرا زخم پرانا ہوتا ہے گوش حس جو تیرا حرف سنتا ہے گوش باطن کو تو بہرا جان لے یعنی جو تو پابند حروف و صورت ظاہری کا ہے تو باطن سے تو محروم ہے پس ان قیاسات کو تو چھوڑ دے اور راہ باطنی حاصل کر ورنہ مثل ابلیس کے تو قیاس کے سبب سے گمراہی میں پڑے گا چنانچہ اس کا حال مولانا مثالاً آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲۔

اول آنکس کاین قیاسکہا نمود / پیش انوار خدا ابلیس بود
گفت نار از خاک بیشک بہتر است / من ز نار و او ز خاک اکدر است
پس قیاس فرع بر اصلش کنیم / او ز ظلمت ما ز نور روشنیم
گفت حق نے بلکہ لا انساب شد / زہد و تقوی فضل را محراب شد
این نہ میراث جہان فانی ست / کہ بانسابش بیابی جانی ست
بلکہ این میراثہاے انبیاست / وارث این جانہاے اتقیاست
پور آن بوجہل شد مومن عیان / پور آن نوح نبی از گمرہان
زادۂ خاکی منور شد چو ماہ / زادۂ آتش توئی اے روسیاہ
این قیاسات و تحری روز ابر / یا بہ شب مر قبلہ را کردست حبر
لیک با خورشید و کعبہ پیش رو / این قیاس و این تحری را مجو
کعبہ نادیدہ مکن رو زمتاب / از قیاس اللہ اعلم بالصواب
چون صفیرے بشنوی از مرغ حق / ظاہرش را یاد گیری چون سبق
وانگہے از خود قیاساتے کنی / مر خیال محض را ذاتے کنی
اصطلاحاتیست مر ابدال را / کہ نباشد زان خبر عقال را
منطق الطیرے بصوت آموختی / صد قیاس و صد ہوس افروختی
ہمچو آن رنجور دلہا از تو خست / تو بہ پندار اصابت گشتہ مست

جس کسی نے کہ قیاس اول کیا / نور حق کے روبرو ابلیس تھا
بولا بیشک نار اعلی خاک سے / میں ہوں ناری وہ ہے پیدا خاک سے
میں قیاس شاخ رکھوں اصل پے / وہ ہے ظلمت سے میں روشن نور سے
حق نے فرمایا کہ لا انساب ہے / زہد و تقوی فضل کی محراب ہے
یہ نہیں میراث اس عالم کی ہے / کہ نسب سے پائی بلکہ جان سے
انبیا کی بلکہ یہ میراث ہے / متقی اس جان کے وارث بنے
بیٹا اس بوجہل کا مومن ہوا / اور بیٹا نوح کا کافر بنا
خاک کا پتلا ہو روشن مثل ماہ / نار سے پیدا ہے تو اے روسیاہ
یہ تحری کے قیاس ہیں ابر میں / یا تلاش قبلہ راتوں کو کریں
بلکہ ہو خورشید و کعبہ روبرو / یہ قیاس اسدم نہ کر اور جستجو
جان مت کعبہ کو تو اندر حجاب / با قیاس اللہ اعلم بالصواب
مرغ حق سے جو صدا کو تو سنے / جو سبق ظاہر تو یاد اسکو کرے
پس قیاس اسوقت از خود کو کرے / اور خیال محض کو ذاتی کہے
اصطلاحیں خاص ہیں ابدال کی / کہ عقیلوں کو نہ اس سے آگہی
سیکھیں باتیں مرغ کی آواز سے / سو قیاس اور سو خیال اسمیں کرے
جسطرح بیمار وہ ناخوش ہوا / تو گمان نیک سے بشاش ہوا

سلہ جس کسی نے الخ ا شعر جس کسی کہ اول قیاس کیا تھا مقابل نور حق یعنی کلام حق کے ابلیس تھا ابلیس نے کہا کہ بیشک نار اعلی ہے خاک سے میں نار سے اور وہ خاک مکدر سے میں قیاس شاخ کا رکھتا ہوں اصل پر کہ وہ ظلمت سے پیدا ہے اور ذات خاص میں نور روشن ہی یعنی جسم آدم کی اصل خاک ہے اور وہ تیرہ ہی اور آتش نور دار ہے پس جیسے خاک تیرہ ہے ویسی جسم آدم تیرہ ہے وہ نور دار کے کب برابر ہو گویا ابلیس نے جسم آدم کو اصل یعنی خاک پر قیاس کر کے خود سے کمتر جانا اس کا قیاس غلط تھا کہ نص صریح حق فرماتا ہی حق نے فرمایا فلا انساب یعنی نہیں نسب پوچھا جائیگا اور زہد و تقوی فضل کی محراب ہے یعنی زہد و تقوی فضل خدا کا حاصل ہے اور حسب و نسب نہیں یہ میراث اس عالم کی نہیں ہے کہ نسب سے پائے بلکہ جان سے پائے بلکہ انبیا کی یہ میراث ہی اور متقی اس کو جان سے پاتے ہیں یعنی فضل خدا میراث انبیا علیہم السلام ہی کہ متقیوں کو از راہ جان کے حاصل ہوتا ہی جیسے کہ بیٹا ابوجہل کا مومن ہوا اور بیٹا نوح علیہ السلام کا کافر ہوا خاک کا پتلا مثل ماہ کے روشن ہوا اور تو اے روسیاہ تحری کے قیاس ابر میں ہی یا راتوں کو تلاش قبلہ کی کرتا ہے جبکہ خورشید قبلہ روبرو ہو یہ قیاس و جستجو اسدم نہ کر کعبہ کو مت جان اندر حجاب کے قیاس سے واللہ اعلم بالصواب یعنی تحری سیاہی میں ہوتی ہے روز روشن میں نہیں ہوتی ہی پس جسم انسان ایک ذرہ روشن ہی تو ریاضت کر کے ظاہر ذات حق کو دیکھ لے تو عبادت قیاس پر مثل ابلیس کے کیوں کرتا ہے چنانچہ اس قیاس کا حال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم سلہ مرغ حق سے الخ ۵ شعر مرغ حق سے جو تو صدا کو سنے اور مثل سبق کے تو اس کو یاد کرے یعنی اس وقت تو اس کو خوب یاد کرے اور اسوقت تو قیاس خود سے کرے اور محض خیال کو ذات حق جانے یعنی تو اولیا کی باتیں سیکھ کر خیال محض کو وصول ذات مطلق کا قیاس کرتا ہے اصطلاحیں خاص ابدالوں کی ہیں کہ عقلمندوں کو اس سے آگہی نہیں ہے آواز مرغ کی باتیں سیکھیں اور اس میں سو خیال اور سو قیاس کریں جیسے وہ بیمار تو ناخوش ہوا اور بہرا گمان نیک سے خوش تھا یعنی اولیا کی اصطلاحیں عقلمند دنیا کے نہیں جانتے ہیں اور انکی باتیں سیکھ کر کرتے ہیں اور مثل اس بہرے کے خود قیاس نیک رکھتے ہیں اور خود کو از راہ قیاس کے کامل جانتے ہیں یہ ان کی نادانی ہے چنانچہ اس کی مثال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲۔

کاتب آن وحی زاں آواز مرغ / بردہ ظنے کہ منم انباز مرغ
مرغ پرے زد مر اورا کور کرد / نک فرو بردش بقعر مرگ و درد
ہیں بظنے یا بعکسے ہم شما / در میفتید از مقامات سما
گرچہ ہاروتید و ماروتید فردل / از ہمہ بر بام نحن الصافون
بر بدیہائے بداں رحمت کنید / بر منی و خویش بینی کم تنید
ہیں مبادا غیرت آید از کمیں / سرنگوں افتید در قعر زمیں
ہر دو گفتند اے خدا فرماں تراست / بے اماں تو اماں خود کجاست
ایں ہمی گفتند و دل شاں می طپید / بد کجا آید ز ما نعم العبید
خار خارے دو فرشتہ می نہشت / تاکہ تخم خویش بینی را نہ کشت
پس ہمی گفتند کاے ارکانیاں / بیخبر از پاکی روحانیاں
ما بریں گردوں تتقہا می تنیم / بر زمیں آئیم و شادرواں زنیم
ہر دو شاں گفتند ما را باک نیست / کہ سرشت ما ز آب و خاک نیست
عدل ورزیم و عبادت آوریم / تا نہ ہر شب سوے گردوں بر پریم
تا شویم اعجوبۂ دور زماں / تا نہیم اندر زمیں امن و اماں
ایں قیاس حال گردوں بر زمیں / راست ناید فرق دارد در کمیں

کاتبِ وحی کو صدائے مرغ سے / تھا گماں ہوں میں شریک اس مرغ کے
مرغ نے پر مار اسے اندھا کیا / اور درد و مرگ کی تہ میں رکھا
تم گمان سے اور بس گمراہی سے / مت مقاموں سے گرو افلاک کے
ہو جو تم ہاروت و ماروت اور فردوں / چرخ پر ہو سب سے نحن الصافون
تم بدوں کے فعل پر رحمت کرو / اور خودبینی پے اپنی مت تنو
نازل اب غیرت مبادا تم پے ہو / سرنگوں چاہ زمیں میں تم پڑو
دونوں بولے ہم ترے محکوم ہیں / بے اماں تیری اماں کب ہو ہمیں
اسطرح کہتے مگر تھے بیقرار / کب برائی ہم سے ہو پروردگار
دو فرشتوں سے نہ یہ خدشہ گیا / تخم خودبینی کا نے جب تک اُگا
بس یہی کہتے تھے اے ارکانیو / بے خبر پاکی سے روحانی کے ہو
آسماں پر ہم تو خیمہ رکھتے ہیں / اور زمیں پر آئیں تو خرگہ کریں
دونوں بولے ہم کو خوف آتا نہیں / خاک پانی سے جو ہم پیدا نہیں
عدل رکھیں اور عبادت ہم کریں / اور ہر شب آسماں پر ہم اُڑیں
ہم ہوں تا اک نادر اہل زماں / اور زمیں پر رکھیں ہم امن و اماں
یہ قیاس اب آسماں کے حال کا / کب درست آئے زمیں پر ہے جدا

دربیان آنکہ حال خود و مستی خود پنہان باید داشت

بیان اس میں کہ حال اپنا اور مستی اپنی پوشیدہ چاہیے رکھنا

سلہ کاتب وحی الخ ۵ اشعر صدا اے مرغ خدا سے کاتب وحی کو گمان تھا کہ میں شریک اس مرغ کا ہوں مرغ نے پر مار کر اُسے اندھا کیا اور چاہ مرگ اور درد کی تہ میں اُسے غرق کیا پس تم اے ہاروت و ماروت گمان گمراہی سے مت مقامات فلک سے گرو اگرچہ تم ہاروت و ماروت بلکہ زیادہ ہو اور چرخ پر تم سب سے نحن الصافون یعنی صف باندھے ہوئے ہو تم بدوں کے فعل پر رحم کرو اور اپنی خودبینی پر مت غرور کرو تا مبادا غیرت الٰہی تم پہ نازل ہو اور سرنگوں چاہ زمین میں تم پڑو دونوں نے عرض کی کہ ہم تیرے محکوم ہیں بغیر تیری امان کے ہم کو کب امان ہو اسی طرح کہتے تھے لیکن بیقرار تھے کہ ہم سے برائی اے پروردگار کب ہو ان دونوں فرشتوں سے یہ خدشہ نہ گیا کہ جب تک تخم خودبینی کا نہ اُگا اور یہ کہتے ہیں کہ اے ارکانیوں تم روحانیوں سے بے خبر ہو یعنی اے فرشتو تم انسانوں سے بے خبر آسمان پر ہم تو خیمہ رکھیں اور زمین پر آئیں تو بھی پائی میں رہیں دونوں نے کہا کہ ہم کو خوف نہیں ہے کہ ہم آب و گل سے پیدا نہیں ہیں ہم عدل رکھیں اور عبادت کریں اور ہر شب آسمان پر اُڑیں تا ہم ایک نادر زمانہ ہوں اور زمین پر امن امان رکھیں یہ قیاس آسمان کے حال کا کب زمین پر درست آئے کہ جدا ہے یعنی ہاروت و ماروت زمین پر آئے تو قیاس اس اظہار حال سے برعکس اُسکے واقع ہوا پس سالک کو چاہیے اپنا اظہار حال نہ کرے اور خود کو شہرت مشہور میں نہ ڈالے کہ اُسکے وبال میں گرفتار ہووے پس بہر کیف راز اپنا پوشیدہ رکھنا چاہیے چنانچہ اُس کا حال مولانا آگے ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲ء

بشنو الفاظ حکیم پردهٔ — سر همآنجا نه که باده خوردهٔ
چونکه از میخانه مستے ضال شد — تسخر و بازیچهٔ اطفال شد
می فتد او سو بسو در هر رہے — در گو مے خندش هر ابلهے
او چنین و کودکان اندر پیش — بے خبر از مستی و ذوق میش
خلق اطفالند جز مست خدا — نیست بالغ جز رهیده از هوا
گفت دنیا لهو و لعب ست و شما — کودکید و راست فرماید خدا
از لعب بیروں نرفتی کودکی — بے ذکات روح کے باشی ذکی
چوں جماع طفل دان این شهوتے — که همی رانند اینجا اے فتے
ایں جماع طفل چه بود بازی — با جماع رستمی و غازی
جنگ خلقاں همچو جنگ کودکاں — جمله بے معنی و بے مغز و مهاں
جمله با شمشیر چوبیں جنگشاں — جمله در لا ینبغی آهنگ شاں
جمله شاں گشته سواره بر نئے — کیں براق ماست یا دلدل پے
حاملند و خود ز جهل افراشته — راکب و محمول ره پنداشته
باش تا روزے که محمولان حق — اسپ تازاں بگذرند از نه طبق
یعرج الروح الیه والملک — من عروج الروح یهتز الفلک
همچو طفلان جمله تاں دامن سوار — گوشهٔ دامن گرفته اسپ وار

یہ سنو قول حکیم خوش حجاب — سر رکھو اُس جا جہاں پی ہو شراب
مست میخانے سے جو گمرہ ہوا — مسخرا اور کھیل لڑکوں کا بنا
راستوں میں ہر طرف گرتا پھرے — اور ہر اک ناداں بس اُس پر ہنسے
اُسکے پیچھے لڑکے اور وہ مست تر — اُسکی مستی اور مے سے بے خبر
طفل ہی مخلوق جز مست خدا — وہ ہے بالغ جو نہ رکھتا ہے ہوا
بولا حق کہ دنیا لہو و لعب ہے — اور تم اطفال ہو اُسکے لیے
جو نہ چھوڑا کھیل لڑکے ہو ابھی — بے صفائی روح کب ہووے زکی
چوں جماع لڑکوں کی اس شہوت کو جان — کہ کیا کرتے ہیں وہ اندر جہان
یہ جماع لڑکوں کا کیا اک کھیل ہی — رستموں کی بس جماع کے سامنے
جنگ مخلوقات جوں لڑکوں کی جنگ — سب ہے بے معنی ہیں اور بے نام ننگ
تیغ چوبیں سے وہ سب کرتے ہیں جنگ — انکے لا یعنی ہیں جملہ رنگ و ڈھنگ
سب ہیں وہ لاٹھی کے گھوڑے پر سوار — یہ براق اب ہی ہمارا با وقار
آپ ہیں اُسکو اُٹھائے جہل سے — اور سوار اُس پر ہیں خود کو جانتے
ٹھہر اک دن حق کا یہ محمول ہی — گھوڑا دوڑاتا وہ گذرے چرخ سے
یعرج الروح الیه والملک — من عروج الروح یهتز الفلک
مثل لڑکوں کے ہو تم دامن سوار — گوشۂ دامن ہو پکڑے اسپ وار

سه ۱ یہ سنو الخ ۱۲ شعر تم سنو قول حکیم خوش حجاب کا اور سر رکھو اُس جا جہاں شراب پی ہے یعنی حکیم مراد حکیم سنائی علیہ الرحمۃ اور خوش حجاب مراد پردہ اسرار سے اور قول حکیم سنائی سے یہ شعر ہے سه بردار از مقام ہستی پے + سر ہمانجا بنہ کہ خوردی مے + یعنی جو شراب عشق کہ مرشد سے تو نے پائی اُسی طرف متوجہ ہو اور رجوع کر مست میخانہ مرشد سے گمراہ ہوا وہ مسخرا اور کھیل لڑکوں کا بنا راہوں میں وہ ہر طرف گرتا پھرے اور ہر ایک ناداں اُس پر ہنسے وہ مست اور لڑکے اُس کے پیچھے اور وہ ذوق مستی اپنی سے بیخبر یعنی جو مست اپنے مرشد سے باغی ہوا وہ پریشان حال و آوارہ جہان ہوا چنانچہ آگے اسکے حقائق مولانا بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سه ۲ طفل ہے الخ ۱۲ شعر مخلوق طفل ہے سوائے مستان خدا کے اور وہ بالغ ہے کہ جو وہ حرص و ہوا نہیں رکھتا ہے حق نے فرمایا ہے الدنیا لہو و لعب یعنی دنیا کھیل ہے اور تم لڑکے ہو اُس کے لیے جو کھیل نہ چھوڑا وہ بھی لڑکا ہے اور بے صفائی کے روح کب زکی ہو مانند جماع لڑکوں کے اس خواہشات کو جان کہ وہ کیا کرتے ہیں جہان میں یہ لڑکوں کا جماع ایک کھیل ہے روبرو جماع رستموں کے جنگ مخلوق کی مانند جنگ لڑکوں کے اور سب بے معنی و بے نام و ننگ ہیں لکڑی کے تیغ سے وہ سب جنگ کرتے ہیں اور اُن کے جملہ رنگ و ڈھنگ لایعنی ہیں یعنی اہل دنیا مثل لڑکوں کے لہو و لعب میں گرفتار ہیں چنانچہ اُن کے لہو و لعب کا حال آگے مولانا بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سه ۳ سب ہیں الخ ۱۲ شعر سب ہیں لاٹھی کے گھوڑے پر سوار کہتے ہیں کہ ہمارا براق باوقار ہے اور خود تو اُس کو جہل سے اٹھائے ہوئے ہیں اور خود کو اُس پر سوار جانتے ہیں اور خلق اس طرح لہو و لعب دنیا میں اُن سے مصروف ہے تو ٹھہر کہ جس کو حق نے اُٹھایا ہے وہ گھوڑا دوڑاتا گیا چرخ سے عروج کریں گی روحیں اور فرشتے جانب حق کے اور بلند ہونے روح سے فلک لرزاں ہو مثل لڑکوں کے سب دامن پر سوار ہیں اور گوشہ دامن مثل اسپ کے پکڑے ہیں باقی اس کا حال آگے ہے فافہم ۱۲ سه ۴ عروج کرینگی روحیں و فرشتے طرف

از حق ان الظن لا یغنی رسید — مرکب ظن بر فلکہا کے دوید
اغلب الظنین فی ترجیح ذا — لاتمار الشمس فی توضیحھا
آفتاب حق چو گردد مستوی — در قیامت بر رشید و بر غوی
آنگہے بینید مرکبہائے خویش — مرکبے سازیدہ اند از پائے خویش
وہم و حس و فکر و ادراکات ما — ہمچو نے داں مرکب کودک ہلا
علمہائے اہل دل حمال شاں — علمہائے اہل تن احمال شاں
علم چوں بر دل زند یارے شود — علم چوں بر تن زند بارے شود
گفت ایزد یحمل اسفارہ — بار باشد علم کاں نبود ز ہو
علم کاں نبود ز ہو بے واسطہ — آں نپاید ہمچو رنگ ماشطہ
لیک چوں ایں بار را نیکو کشی — بار برگیرند و بخشندت خوشی
ہیں بکش بہر خدا ایں بار علم — تا بہ بینی در درون انبار علم
تا کہ بر رہوار علم آئی سوار — آنگہاں افتد ترا از دوش بار
از ہواہا کے رہی بے جام ہو — اے ز ہو قانع شدہ با نام ہو
از صفت و ز نام چہ زاید خیال — واں خیالش ہست دلال وصال
دیدۂ دلال بے مدلول ہیچ — تا نباشد جادہ نبود غول ہیچ

حق سے ان الظن لا یغنی ملا — کب گمان کا گھوڑا گردوں پر چلا
اغلب الظنین فی ترجیح ذا — لاتمار الشمس فی توضیحھا
شمس حق کا جب برابر ہوئیگا — نیک و بد پر دن قیامت کے دلا
اُس گھڑی دیکھو گے اپنے گھوڑیکو — پاؤں کو اپنے کیا گھوڑا ہے جو
وہم و فکر و حس ہمارا جان ہے — مثل لاٹھی گھوڑا جو بچوں کا ہے
اہل دل ہیں علم پر اپنے سوار — اہل تن پر علم ان کا ہے سوار
علم جو دل پر پڑے تو یار ہو — علم جو تن پر پڑے تو بار ہو
قول حق کا یحمل اسفارہٗ — بار ہووے جو نہ ہووے علم ہو
علم جو بے واسطے سے ہو نہ ہو — رنگ مشاطہ سا ہو قائم نہ وہ
نیک جو اس بار کو ہووے اخی — وہ اٹھائے بار اور ہووے خوشی
واسطے حق کے اٹھایا بار علم — تا کہ دیکھے دل میں خود انوار علم
علم کے گھوڑے پہ تا ہووے سوار — اُس گھڑی اُترے ترے کندھے سے بار
تجھسے خواہش جائے کب بے جام ہو — ہو سے تا قانع ہوا با نام ہو
نام و صفتوں سے ہو کیا پیدا خیال — بس خیال اس کا ہو دلال وصال
آنکھ دلالوں کی بے مدلول ہیچ — جب تلک رستہ نہ ہووے غول ہیچ

لہ حق سے الخ ۵ اشعر حق سے ان الظن لا یغنی لا یعنی تحقیق گمان نہیں غنی کرتاہے حق سے کسی شے کے ساتھ کب گھوڑا گمان کا گردوں پر دوڑا توجیہ غالب ہوتا ہے گمان اُسکی ترجیح میں اور لڑائی مت کر روشنی میں شمس کے شمس حق کا جب برابر ہوگا نیک اور بد پر روز قیامت کے اُس گھڑی اپنے گھوڑے کو دیکھو گے جو کہ اپنے پاؤں کو گھوڑا کیا ہے وہم و حس و فکر ہمارا جان ہے مثل لاٹھی کے کہ بچے گھوڑا کرتے ہیں یعنی خلق جو لہو و لعب میں تن کے گھوڑے سے بڑھ رہی ہے بروز حشر کہ آفتاب روشن ہوگا اور سیاہی شب دنیا کی دور ہوگی اُس وقت بھلائی اور برائی ہر ایک کی کھل جائے گی اہل دل اپنے علم پر سوار ہیں اور اہل تن پر ان کا علم سوار ہے جو دل پر پہونچے یار ہو اور علم جو تن پر پہونچے تو بار ہو حق نے جو فرمایا ہے یحمل اسفارا یعنی مثل خروں کے ہیں کہ بوجھ اُٹھاتے ہیں وہ علم بار ہووے کہ جو علم ہو سے نہ ہووے جو علم ہو سے بے واسطہ نہ ہو مثل رنگ مشاطہ کے قائم نہ رہے یعنی جو کہ علم رکھتے ہیں وہ گویا گدھوں پر بوجھا لدا ہے وہ مثل زیبائش عارضی مشاطہ کے جاتا رہے گا اور جو علم کہ بے واسطے ہو سے رکھتا ہے یعنی علم لدنی اس سے نفع پہونچے گا جو کوئی اس بار کو لیوے تو حق اس کو اُٹھائے اور خوشی دیوے خدا کے واسطے یہ بار علم اُٹھاتا ہے کہ دل میں دیکھے انوار علم کے جب کہ تو علم کے گھوڑے پر سوار ہو اس دم یہ بار تیرے کندھے سے اُترے تجھ سے خواہش کب جائے بغیر جام ہو کے اور تو ہو سے قانع ہوا ہے نام ہو پر نام و صفت سے کیا پیدا ہو خیال جو کہ خیال اُس کا دلال وصال ہے دیکھا ہے کبھی دلالوں کو کہ بغیر مدلول کے جب تک راستہ نہ ہوگا ہیچ ہے یعنی تو نے ہو کو چھوڑا اور نام ہو پر قانع ہوا اور نام سے ایک خیال پیدا ہوتا ہے اور خیال دلال وصال ہے اور دلال بغیر مدلول کے نہیں ہوتا ہے چنانچہ اس کا حال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ لہ تحقیق گمان نہیں غنی کرتا ہے حق سے ساتھ کسی شے کے ۱۲

ہیچ نامے بے حقیقت دیدۂ ۔ یا ز کاف و لام گل گل چیدۂ
اسم خواندی رو مسمی را بجو ۔ مہ ببالا داں نہ اندر آب جو
گر ز نام و حرف خواہی بگذری ۔ پاک کن خود را ز خود ہاں یکسری
ہمچو آہن ز آہنے بیرنگ شو ۔ در ریاضت آئینہ بیزنگ شو
خویش را صافی کن از اوصاف خود ۔ تا ببینی ذات پاک صاف خود
بینی اندر دل علوم انبیا ۔ بے کتاب و بے معید و اوستا
گفت پیغمبر کہ ہست از امتم ۔ کہ بود ہم گوہر و ہم ہمتم
مر مرا زاں نور بیند جانشاں ۔ کہ من ایشاں را ہمی بینم ازاں
بے صحیحین و احادیث و روات ۔ بلکہ اندر مشرب آب حیات
سر امسینا لکردیا بداں ۔ راز اصبحنا عرابیا را بخواں
سر امسینا و اصبحنا ترا ۔ می رساند جانب راہ خدا
ور مثالے خواہی از علم نہاں ۔ قصہ گو از رومیان و چینیاں

بے حقیقت دیکھا تو نے نام ہے ۔ گل چنا ہی گل کے کاف و لام سے
اسم جانا یا مسمی کے تئیں ۔ آسماں پر مہ ہی پانی میں نہیں
گر گذرنا چاہے حرف و نام سے ۔ پاک کر خود کو خودی کے کام سے
آہنی سے آہن بے رنگ ہو ۔ کسب سے تو آئینہ بے زنگ ہو
اپنے اوصافوں سے اب تو صاف ہو ۔ تاکہ دیکھے صاف اپنی ذات کو
دیکھے تو دل میں علوم انبیا ۔ بے کتاب و ربے حصول و ستا
بولے پیغمبر ہے امت سے مرے ۔ کہ ہو ہم گوہر و ہم ہمت رکھے
مجھ کو دیکھے انکی جاں اُس نور سے ۔ دیکھتا میں انکو ہوں جس نور سے
بے صحیحین و حدیثات و رواۃ ۔ بل ہی اندر مشرب آب حیات
بھید امسینا لکردیا کو جان ۔ بھید اصبحنا عرابیا کو مان
بھید امسینا و اصبحنا تجھے ۔ جانب راہ خدا پہونچاتا ہے
علم باطن کی تو گر چاہے مثال ۔ رومیوں اور چینیوں کا کہہ تو حال

قصہ ہمسری کردن رومیان و چینیاں در صنعت نقاشی

قصہ ہمسری کرنا رومیوں اور چینیوں کا نقاشی میں

ل بے حقیقت الخ ۱۲ اشعر بغیر حقیقت کے تو نے نام دیکھا ہے اور گل کے کاف و لام سے گل چنا ہے پس تو اسم کو جان اور اُس کے معنی کو حاصل کر کیونکہ آسمان پر ماہ ہے پانی میں نہیں ہے اگر تو حرف و نام گزرنا چاہے تو خود کو پاک کر خودی کے کام سے آہنی سے مثل آہن بے رنگ ہو اور کسب سے تو آئینہ بے زنگ بن اپنے وصفوں سے تو صاف ہو تاکہ دیکھے صاف اپنی ذات کو اور تو دل میں دیکھے علوم انبیا کو بے کتاب و بے بتانے اُستاد کے یعنی تو مسمی کی طرف رجوع کر اور اپنے دل کو مانند آئینے کے ریاضت سے صاف کر تب علوم انبیا کہ علوم لدنی ہیں بغیر کتاب و بے استاد کے تجھ پر کھلیں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہیں میری امت سے کہ ہم گوہر و ہم ہمت ہو میرا اُن کی جان مجھ کو دیکھے اُس نور سے کہ جس نور سے میں نے اُن کو دیکھا ہے جو نور بغیر صحیحین اور روایات اور حدیثوں کے ہے بلکہ مثل شراب آب حیات کے ہے وہ نور یعنی وہ نور باطن کہ علم لدنی ہے حدیث و روایت میں نہیں ہے بلکہ پاک مشرب آب حیات میں ہے یعنی وہ نور باطن اہل طریقت میں ہے کہ سینہ بسینہ پیران طریقت میں چلا آتا ہے تو وہاں حاصل کر مثال بیان فرماتے ہیں تو بھید جان امسینا لکردیا یعنی شام کو میں کردی تھا اور بھید جان اصبحنا عرابیا کو یعنی شام کو کردی تھا صبح کو عربی تھا کہ ایک شخص ابو توقا نام عرب میں چرواہا تھا اُسکو ایک کاغذ ملا اُس میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا تھا جب کہ اُس نے کسی سے پڑھوایا تو اُس کو معلوم ہوا کہ اس میں بسم اللہ لکھی تھی پس اُس کاغذ کو ایک جائے پاک میں رکھا اور شب بھر اُس کے روبرو بادب کھڑا رہا صبح کو اُس پر جذب الٰہی سے علم لدنی منکشف ہوا اُس حالت میں اُس نے بزبان عربی کہا الحمد للہ الذی امسینا لکردیا اصبحنا عرابیا یعنی شام کو میں کردی اور صبح کو عربی تھا یعنی شب بھر کے فکر و تصور میں فنا فی الرسول ہونے سے اُس کو کمال حاصل ہوا پس یہ عمدہ طریقہ اہل باطن کا ہے اگر تو علم باطن کی مثال چاہتا ہے تو رومیوں اور چینیوں کا حال بیان کر یعنی مولانا علم لدنی کے حاصل ہونے کا طریقہ اس حکایت میں بیان فرماتے ہیں کہ بعد تصفیہ و تجلیۂ دل و جان کے علم باطن مقام عشق میں سالک کے دل پر اس طرح منکشف ہوتا ہے چنانچہ اس کا حال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فہم من فہم ۱۲ عفی عنہ قصہ ہم ہمسری کرنا رومیوں کا اور چینیوں کا ۱۲ عفی عنہ

چینیاں گفتند ما نقاش تر / رومیاں گفتند ما را کر و فر

گفت سلطاں امتحاں خواہم دریں / کز شمایاں کیست در دعوی گزیں

چینیاں گفتند ما خدمت کنیم / رومیاں گفتند در حکمت تنیم

اہل چین و روم در بحث آمدند / رومیاں در علم واقف تر بدند

چینیاں گفتند یک خانہ بما / خاص بسپارید و یک آں شما

بود دو خانہ مقابل در بدر / زاں یکے چینی ستد رومی دگر

چینیاں صد رنگ از شہ خواستند / پس خزانہ باز کرد آں ارجمند

ہر صباحے از خزینہ رنگہا / چینیاں را راتبہ بود و عطا

رومیاں گفتند نے نقش و نہ رنگ / در خور آید کار را جز دفع زنگ

در فرو بستند و صیقل میزدند / ہمچو گردوں سادہ و صافی شدند

از دو صد رنگی بہ بیرنگی رہیست / رنگ چوں ابرست و بیرنگی مہیست

ہرچہ اندر ابر ضو بینی و تاب / آں ز اختر داں و ماہ و آفتاب

چینیاں چوں از عمل فارغ شدند / از پے شادی دہلہا میزدند

شہ در آمد دید آنجا نقشہا / می ربود آں عقل را و فہم را

بعد ازاں آمد بسوے رومیاں / پردہ را بالا کشیدند از میاں

عکس آں تصویر و آں کردارہا / زد بریں صافی شدہ دیوارہا

ہرچہ آنجا بود ایں جا بہ نمود / دیدہ را از دیدہ خانہ می ربود

بولے چینی[1] ہم ہیں نقاشی میں در / بولے رومی ہم کو ہیں کر و فر

بولا سلطاں امتحاں اب چاہیے / تاکہ جانو تم میں کامل کون ہے

چینی کہتے تھے کہ ہم خدمت کریں / رومی کہتے تھے کہ ہم حکمت کریں

اہل چین و روم کرتے بحث تھے / رومی واقف تر تھے اندر علم کے

بولے چینی ایک ہم کو دو مکاں / اور دو اک خاص کر اُن کو مکاں

تھے مقابل میں مکان دو برملا / ایک چینی اور اک رومی کا تھا

چینیوں[2] نے رنگ سو شہ سے لیے / پس خزانہ اپنا کھولا شاہ نے

ہر سحر لیتے خزانہ سے تھے رنگ / چینیوں کا تھا یہ راتب بیدرنگ

رومی کہتے تھے کہ نے نقش و نہ رنگ / کام کے لائق نہیں جز دفع زنگ

بند کر دروازہ صیقل اُسکی کی / مثل گردوں کے جلا بس اُسکو دی

بس ہے نیرنگی سے بیرنگی کو راہ / رنگ مثل ابر بے رنگی ہے ماہ

ابر میں جو روشنی اور تاب ہے / ہے ستاروں سے مہر و ماہ سے

جبکہ[3] چینی کام سے فارغ ہوے / بس خوشی سے ڈھول تھے وہ کوٹتے

شہ نے اُس جا آکے دیکھا نقش کو / عقل و ہوش اُسکے گئے حیران ہو

رومیوں کی سمت بعد اُسکے گیا / درمیاں سے پردہ بالا کیا

عکس اُن تصویر اور کل نقش کا / جبکہ اُس دیوار صافی پہ پڑا

جو کہ واں تھا اس جگہ اچھا رہا / دیدہ خانہ دید سے کھینچنے لگا

[1] بولے چینی الخ ۲ شعر چینیوں نے کہا کہ ہم نقاشی میں غالب ہیں اور رومیوں نے کہا کہ ہم اس میں برتر ہیں سلطان نے کہا کہ امتحان چاہیے تا جانوں تم میں کون کامل ہے چینی کہتے تھے کہ ہم خدمت کریں گے اہل چین اور روم آپس میں بحث کرتے تھے مگر رومی واقف زیادہ تھے اس علم میں چینیوں نے کہا کہ ایک مکان ہم کو دو اور دوسرا مکان رومیوں کو دو وہیں مقابل میں دو مکان تھے ایک چینیوں نے لیا اور دوسرا رومیوں نے باقی قصہ آگے ہے فافہم ۱۲ [2] چینیوں نے الخ ۲ شعر چینیوں نے سو رنگ شاہ سے لیے پس شاہ نے خزانہ اپنا کھول دیا وہ ہر صبح خزانہ سے رنگ لیتے تھے گویا چینیوں کا وظیفہ تھا اور رومی کہتے تھے کہ نقش و رنگ کا کیا کام سوائے چھیلنے زنگ کے اُنھوں نے دروازہ بند کیا اور اُس کی صیقل کی اور مثل گردوں کے اُس کو جلا دی اب حقائق بیان فرماتے ہیں کہ نیرنگی سے بے رنگی کو راہ ہے رنگ مثل ابر و بے رنگی مانند ماہ کے ہے یعنی وجود بشری مثل ابر ہے اور اس میں روشنی مہر و ماہ جان سے ہے آگے بیان قصہ ہے فافہم ۱۲ [3] جبکہ چینی الخ ۵ شعر جب کہ چینی اپنے کام سے فارغ ہوے بس خوشی سے ڈھول کوٹنے لگے شاہ نے آکر وہاں نقش کو دیکھا عقل و ہوش گئے اور حیران ہوا بعد اس کے رومیوں کی سمت گیا اور درمیان سے پردہ اُٹھایا عکس اُن تصویروں اور کل نقش کا جب کہ اُس دیوار صاف پر پڑا جو کہ وہاں تھا اُس جگہ سے بہتر دکھائی دینے لگا و خانہ دید سے کھینچنے لگا اب مولانا آگے اس کے حقایق بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ —

رومیان آن صوفیانند ای پسر — نے زتکرار و کتاب و نے هنر
لیک صیقل کردہ‌اند آن سینہ‌ها — پاک از آز و حرص و بخل و کینہ‌ها
آن صفائی آئینہ وصف دل است — صورت بے منتہا را قابل است
صورت بے صورت بحد غیب — ز آئینہ دل تافت بر موسیٰ ز جیب
گرچہ آن صورت نگنجد در فلک — نے بعرش و فرش و دریا و سمک
زانکہ محدود است و معدود است آن — آئینہ دل را نباشد حد بدان
عقل اینجا ساکت آمد یا مضل — زانکہ دل با اوست یا خود اوست دل
عکس ہر نقشے نتابد تا ابد — جز ز دل ہم با عدد ہم بے عدد
تا ابد نو نو صورہا کاید برو — می نماید بے حجابے اندر او
اہل صیقل رستہ‌اند از بو و رنگ — ہر دمے بینند خوبی بے درنگ
نقش و قشر علم را بگذاشتند — رایت عین الیقین افراشتند
رفت فکر و روشنائی یافتند — بر و بحر آشنائی یافتند
مرگ کین جملہ ازو در وحشت‌اند — میکنند آن قوم بروے ریشخند

پس ۵۱ وہ رومی ہیں یہ صوفی اے پسر — نے کتب پڑھنے سے نے بہر ہنر
پر کیا سینہ کو صیقل اور صفا — پاک بخل و حرص و کینہ سے کیا
۵۲ وصف دل ہے وہ صفائی آئینہ — صورت بے حد کا ہے وہ قابلہ
صورت اک بےصورتی عیب کی — آئینہ دل سے جو موسیٰ کو ملی
گرچہ یہ صورت فلک میں نے سمائے — نے یہ عرش و فرش نے دریا میں آئے
کیونکہ وہ محدود اور معدود ہے — آئینہ دل کا نہیں کچھ حد رکھے
عقل یاں خاموش یا گمراہ ہو — کیونکہ دل ساتھ اسکے یا خود دل وہ ہے
عکس نقشوں کا نہ چمکے تا ابد — دل سوا کہ ہو عدد یا بے عدد
صورت نو دائم اسمیں پڑتی ہے — بے حجاب اندر وہ اسکے ہوتی ہے
۵۳ اہل صیقل چھوٹے بو و رنگ سے — دیکھتے ہر دم ہیں خوبی جو کہ ہے
چھوڑا نقش علم کو اور پوست کو — پا لیا عین الیقین کا مغز جو
فکر چھوڑی روشنائی تو لیا — بحر و بر کی آشنائی کو لیا
مرگ کہ سب اس سے اندیس ڈرتے ہیں — اور صوفی اسکے اوپر ہنستے ہیں

سلہ۵۱ پس وہ رومی الخ ۔ شعر پس وہ رومی یہ صوفی صاف دل ہیں نہ کتاب پڑھنے سے اور نہ از راہ ہنر کے ہیں لیکن سینہ کو صیقل و صفا کیا اور بخل و حرص و کینہ سے پاک کیا یعنی اہل نقش اصحاب ظاہر ہیں کہ مثل چینیوں کے علم کسبی حاصل کر کے عبادت فضول اور وضاحت ظاہری سے خود کو آراستہ و پیراستہ کیا ہے اور صوفی صافی مثل رومی کے ریاضت و مجاہدہ سے سینہ بے کینہ کو اخلاق ذمیمہ سے صاف کر کے متجلّی کرتے ہیں کہ عکس علم غیبی کا پڑے چنانچہ اس کا حال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

۵۲ وصف الخ ۔ شعر وصف دل وہ آئینہ کی صفائی ہے اور نہ وہ صورت بیحد کو قبول کرنے والا ہے غیب کی بے صورتی کی ایک صورت دل کے آئینہ سے جو موسیٰ علیہ السلام کو ملی اگرچہ یہ صورت فلک میں نہیں سماتی ہے اور نہ فرش نہ عرش اور نہ دریا میں آتی ہے کیونکہ عرش و فرش محدود و معدود ہے اور آئینہ دل کا عکس نہیں رکھتا ہے عقل یہاں پر خاموش یا گمراہ ہو کیونکہ دل اس کے ساتھ ہے یا خود وہ دل ہے عکس نقش کا نہ چمکے بجز دل کے ابد تک کہ ہم عدد یا بے عدد صورت اس میں پڑتی ہے اور بے حجاب اس میں دکھائی دیتی ہے یعنی آئینہ دل میں وہ صورت بے صورتی کی کہ لا انتہا دکھائی دیتی ہے کیونکہ عرش اور فرش محدود ہے پس لا محدود کیسے حدود میں سمائے بموجب حدیث شریف نہیں سماتا ہوں میں زمین و آسمان میں و لیکن سماتا ہوں میں بندۂ مومن کے قلب میں پس وہ صورت بے صورتی حق ہے کہ بجز آئینہ دل مومن کے کہیں نہیں دکھائی دیتی ہے چنانچہ اس کا حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۵۳ اہل صیقل الخ ۔ شعر اہل صیقل بو و رنگ سے چھوٹے اور ہر دم خوبی دیکھتے ہیں نقش و پوست علم کو چھوڑا اور عین الیقین کے مغز کو پا لیا یعنی جب کہ دل سالک کا صیقل ریاضت سے متجلّی ہوتا ہے تو عین الیقین حاصل ہو پس علم کے نقش و پوست کو چھوڑ دیتا ہے فکر چھوڑی روشنائی کو لیا یعنی ہنگام گشت باطن کے سیر بری و بحری سالک کرتا ہے مرگ کہ سب لوگ اس سے ڈرتے اور روتے ہیں صوفی اس پر ہنستے ہیں کیونکہ وہ مرگ کو وصال یار جانتے ہیں اور غافل مرگ کو فراق یار دنیا جانتے ہیں اس واسطے ڈرتے اور رہ جاتے ہیں باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲ ۔

کس نیاید بر دل ایشان ظفر	چون صدف گشتند ایشان پُر گہر	اُن ۵۱ کے دل پر کب کوئی پائے ظفر	وہ ہوئے مثل صدف کے پُر گہر
گرچہ نحو و فقہ را بگذاشتند	لیک محو فقر را برداشتند	گرچہ چھوڑا فقہ کو اور نحو کو	پر لیا ہے فقر کو اور محو کو
تا نقوش ہشت جنت تافتست	لوح دلشان را پذیرا یافتست	ہشت جنت جب فلک پر چمکے ہیں	اُنکے لوح دل کے اندر چمکے ہیں
برترند از عرش و کرسی و خلا	ساکنان مقعد صدق خدا	عرش کرسی و خلا سے ہیں سوا	رہنے والے مقعد صدق خدا
صد نشان دارند و محو مطلقند	چہ نشان بل عین دیدار حقند	سو نشان رکھتے و محو یار ہیں	کیا نشان بلکہ وہ خود دیدار ہیں

پرسیدن پیغمبر علیہ السلام مر زید را کہ امروز چونی و چگونہ برخاستی از خواب و جواب او کہ اصبحت مومنا حقا

دریافت کرنا پیغمبر علیہ السلام کا زید سے کہ آج تو کیسا ہے اور کیونکر تو خواب سے اٹھا اور جواب دینا اسکا کہ اصبحت مومنا حقا

گفت پیغمبر صباحے زید را	کیف اصبحت ای رفیق باصفا	زید کو ۵۲ پس صبح احمد نے کہا	کیف اصبحت اے رفیق باصفا
گفت عبداً مومناً باز اوش گفت	کو نشان از باغ ایمان گر شگفت	بولا عبداً مومناً پھر یہ کہا	باغ ایماں کے نشاں کہ جو کھلا
گفت تشنہ بودہ ام من روزہا	شب نخفتستم ز عشق و سوزہا	بولا تشنہ چند دن سے میں تھا جو	سوز عشقی سے نہ سویا رات کو
تا ز روز و شب جدا گشتم چنان	کز سپر بگذرد نوک سناں	رات دن سے میں جدا ایسا ہوا	کہ سناں گذرے سپر سے بر ملا

۵۱ اُن کے دل پر الخ یہ شعر اُن صوفیوں کے دل پر کب کوئی ظفر پائے کیونکہ وہ مثل صدف کے پرگوہر ہوتے ہیں اگرچہ اُنھوں نے فقہ و نحو کو چھوڑا ہے لیکن فقر و محو کو اختیار کیا ہے یعنی اُنھوں نے علم ظاہری اگرچہ چھوڑ دیا ہے مگر فقر و محویت کہ نتیجہ عرفان و ثمرہ عرفان ثمرہ جمیع علوم ہے حاصل کر لیا ہے اور مقام اُن کا اعلیٰ ہے جیسے نقش ہفت جنت پیدا ہیں اُن کے لوح دل میں چمکتے ہیں یعنی جیسے نقوش چینیوں کے دیوار رومیوں کے جلا میں چمکتے ہیں وہ عرش و کرسی وغیرہ سے آگے بڑھ کے رہنے والے ہیں فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر یعنی نشیمنگاہ راستی میں کہ نزدیک حق قادر کے ہے سو نشان رکھتے ہیں و محو یار ہیں کیا نشان بلکہ وہ عین دیدار ہیں یعنی صوفی عرش و کرسی سے بڑھ کر قرب الٰہی میں رہتے ہیں واضح ہو کہ دائرہ کونی کہ عرش سے اوپر ہے بعد دائرہ فلک کو خلا کہتے ہیں پس وہ خدا ذات محیط سے ہے اور سیر سالک کی دائرہ کونی سے بڑھ کر دائرہ ولایت صغریٰ و دائرہ ولایت کبریٰ تک ہے پس مولانا انتہائے سیر کا حال بیان فرماتے ہیں کہ وہ صوفی سو نشان رکھتے ہیں مگر محو یار ہیں اور بسبب محویت کے و علیت کے عین دیدار ہیں یعنی جس نے اُن کو دیکھا عین ذات تقدس کو دیکھا چنانچہ اس مقام کا حال مولانا مثال زید کے آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۵۲ زید کو الخ یہ شعر حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے صبح کو زید سے کہا کہ کس حال سے تو نے صبح کی اے رفیق باصفا زید نے کہا بندہ مومن بنکر فرمایا باغ ایمان جو کھلا ہے اس کا نشان بتا زید نے کہا میں جو چند دن سے تشنہ تھا تو سوز عشق سے رات کو نہ سویا رات دن سے میں ایسا جدا ہوا جیسے سپر سے سناں گذر جاتا ہے یعنی عالم باطن مجھ کو کشود ہوا باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲

کہ ازاں سو جملہ ملت ہا یکیست — صد ہزاراں سال و یک ساعت یکیست
ہست ازل را و ابد را اتحاد — عقل را رہ نیست سو افتقاد
گفت ازیں رہ کو رہ آوردی بیار — درخور فہم و عقول ایں دیار
گفت خلقاں چوں ببینند آسماں — من ببینم عرش را با عرشیاں
ہشت جنت ہفت دوزخ پیش من — ہست پیدا ہمچو بت پیش شمن
یک بیک وا می شناسم خلق را — ہمچو گندم من ز جو در آسیا
کہ بہشتی کہ و بیگانہ کیست — پیش من پیدا چو مار و ماہیست
ایں زماں پیدا شدہ بریں گروہ — یوم تبیض و تسود وجوہ
پیش ازیں ہر چند جان عیب بود — در رحم بود و ز خلقاں غیب بود
الشقی من شقی فی بطن ام — من سمات اللہ یعرف حالہم
تن چو مادر طفل جاں را حاملہ — مرگ درد زادن ست و زلزلہ
جملہ جانہائے گذشتہ منتظر — تا چگونہ زاید ایں جان بطر
زنگیاں گویند خود از ماست او — رومیاں گویند بس زیباست او
چوں برآید در جہان جان وجود — پس نماند اختلاف بیض و سود
گر بود زنگی برندش زنگیاں — روم را رومی برد ہم از رمیاں

کہ[۵۱] وہاں پہ سارے مذہب ایک ہیں — ایک ساعت سو برس سب ایک ہیں
ہے ازل و ہے ابد دونوں بہم — عقل کو کب ہے رسائی سعی کم
بولا واں سے تحفہ کیا لایا ہے دے — جو موافق عقل اس عالم کے ہے
بولا جیسے خلق دیکھے آسمان — دیکھتا ہوں عرش میں او عرشیاں
میرے[۵۲] آگے جنت و دوزخ ہیں سب — برہمن کے آگے جوں بت ویں جب
خلق کو پہچانتا ہوں ظاہرا — جیسے جو گندم ہوں چکی سے جدا
جنتی اور دوزخی اب کون ہیں — مجھ پہ ظاہر مار اور مچھلی سے ہیں
مجکو اب ظاہر کہ یہ رکھے گروہ — یوم تبیض و تسود وجوہ
پہلے ہر چند اس سے جان پر عیب تھی — تھی رحم میں خلق سے وہ عیب تھی
الشقی من شقی فی بطن ام — من سمات اللہ یعرف حالہم
تن ہے جوں ماں طفل جاں سے حاملہ — موت اسکی دردزہ اور زلزلہ
منتظر جان گذشتہ ہو رہیں — کسطرح پیدا ہوں یہ جان حزیں
کہوئیں[۵۳] زنگی ہم سے گویا ہے وہ — کہوئیں رومی ہم میں سے زیبا ہے وہ
جو جہاں میں پیدا ہو جان وجود — کالے گورے کا تفاوت ہو نمود
زنگی ہو لیجائیں اسکو زنگیاں — رومی ہو لیجائیں اسکو رومیاں

---

۵۱ کہ وہاں پے الخ یہ کہ وہاں پر کل مذہب ایک ہیں ایک ساعت اور سو برس ایک ہیں ازل و ابد دونوں باہم ایک ہیں عقل کو کب رسائی اس عالم میں ہے فرمایا وہاں سے کیا تحفہ لایا جو موافق اس عالم کے ہے عرض کی جیسے مخلوق آسمان دیکھتی ہے ویسے مجھ کو عرش و عرشیاں دکھائی دیتے ہیں واضح ہو کہ مولانا سیر باطن کا حال اس پیرایہ میں بیان فرماتے ہیں کہ جب مقام عشق تخلیہ تجلیہ دل و جان سالک کو ہوتا ہے تو یہ سیر ہوتی اور اس کو کشود ہوتا ہے چنانچہ اس کشود کا حال مولانا آگے ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲
۵۲ میرے آگے الخ ۸ شعر میرے آگے سب جنت و دوزخ ہیں جیسے برہمن کے آگے بت ہوتے ہیں ظاہرا میں خلق کو پہچانتا ہوں جیسے گندم و جو چکی میں جدا جدا ہوتے ہیں اور جانتا ہوں کہ جنتی و دوزخی کون کون ہیں میرے روبرو سانپ و مچھلی کے مانند معلوم ہوتے ہیں مجھ کو یہ بات ظاہر ہے کہ یہ گروہ رکھتا ہے **ترجمہ** دن قیامت کے سفید و سیاہ منھ ہوں گے اس سے پہلے ہر چیز جان پر غیب تھی اور رحم میں تھی لیکن خلق سے وہ غیب میں تھی **ترجمہ** ضرور کہ شقی شقیوں سے شکم مادر میں اللہ کی طرف سے پہچانتا ہوں حال ان کا تن مثل مادر کے طفل جان سے حاملہ ہے اور موت اس کی دردزہ اور زلزلہ ہے جانیں گذشتہ منتظر ہیں کہ کس طرح پیدا ہوتی ہیں یعنی مولانا مرنے جان کو اس عالم سے پیدا ہونا فرماتے ہیں فافہم ۱۲
۵۳ کہوئیں زنگی الخ ۳ شعر زنگی کہوئیں ہم میں سے گویا وہ ہیں اور رومی کہوئیں ہم زیبا ہیں یعنی وہ جانیں گذشتہ کہ شقی و سعید اس عالم میں ہیں او روحوں والے ان کی زنگی و رومی تعبیر کیا اس جہان کے مرنے والے کو اپنی اپنی طرف بلاتی ہیں جو اس جہان میں پیدا ہو جہان وجود اور کالے گورے کا فرق ظاہر نہ ہو اگر زنگی ہو تو اسے زنگی لے جائیں اور اگر رومی ہو تو اسے رومی لیجائیں یعنی وہاں مرنے والے الخ باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

تا بزاد او مشکلات عالم است　　آنکہ نازادہ شناسد او کم ست
او مگر ینظر بنور اللہ بود　　کاندرون پوست او را رہ بود
اصل آب نطفہ اسپید ست و خوش　　لیک عکس جاں رومی و حبش
میدہد رنگ احسن التقویم را　　تا باسفل می برد آں نیم را
یوم تبیض و تسود وجوہ　　ترک و ہندو شہرہ گردد زاں گروہ
فاش گردد کہ تو کاہی یا کہ کوہ　　ہندوئی یا ترک پیش ہر گروہ
در رحم پیدا نہ گردد ہند و ترک　　چونکہ زاید بیندش زار و سترگ
ایں سخن پایاں ندارد باز راں　　تا نمایم از قطار کارواں

مشکل عالم ہے جبتک نے جنا　　بے جنے جانے وہ نادر ہی ولا
وہ مگر دیکھے بنور اللہ بنے　　پوست کے اندر اسے جو راہ ہے
اصل نطفہ کی سفید اور ہے خوش　　پر یہ عکس جان ہے رومی و حبش
رنگ دیتا ہے احسن التقویم کو　　نصف کو لیجاتا ہے اسفل کو وہ
یوم تبیض و تسود وجوہ ہے　　ترک و ہندو سے ہو ظاہر گروہ
کوہ ہے یا کاہ ظاہر ہووے تو　　اس گروہ سے ترک ہے ہندو ہے تو
ترک و ہندو نے رحم میں ہوتا ہے　　جب ہو پیدا نیک و بد اسکا ملے
ہے بہت یہ قصہ کیا ہوگا بیان　　پھر دکھاؤں میں قطار کارواں

جواب گفتن پیغمبر رسول خدا کہ احوال خلق بر من پوشیدہ نیست و ہمہ را می شناسم

جواب دینا پیغمبر کا رسول خدا کا کو کہ احوال خلق کا مجھ پر پوشیدہ نہیں اور سب کو میں پہچانتا ہوں

جملہ را چوں روز رستاخیز من　　فاش می بینم عیاں از مرد و زن
ہیں بگویم یا فرو بندم نفس　　لب گزیدش مصطفے یعنی کہ بس
یا رسول اللہ بگویم سر حشر　　در جہاں پیدا کنم امروز نشر
ہل مرا تا پردہ ہا را بر درم　　تا چو خورشیدے بتابد گوہرم
تا کسوف آید ز من خورشید را　　تا نمایم نخل را و بید را

سب کو میں مانند روز حشر کے　　دیکھتا ظاہر ہوں زن اور مرد سے
میں کہوں یا بند کر لوں اب نفس　　ہونٹ چابا مصطفے نے یعنی بس
یا رسول اللہ کہدوں از حشر　　اور کروں پیدا جہاں میں روز نشر
پھاڑوں پردے پہ چھوڑو یا مصطفی　　چمکے مثل شمس تا گوہر مرا
مجھ سے تا خورشید کو بس گہن ہو　　تا دکھاؤں اب میں نخل و بید کو

لہ مشکل عالم ہے الخ۔ شعر اگر شقی ہو لیجائیں اس عالم میں کہ مشکل ہے جب تک وہاں پیدا نہ ہوا ہے پیدا ہووے کو جانے وہ شخص نادر ہے یعنی پہلے مرگ سے جان کو جو شقی و سعید جانے وہ شخص نادر ہے ہاں مگر وہ نور خدا کے ساتھ نظر کرنیوالا ہے کہ اُسے پوست کے اندر جو راہ ہے اصل آب نطفہ کی سفید اور خوش ہے لیکن رومی و حبشی عکس جان ہے وہ رنگ دے احسن التقویم کو یعنی بہتر خلق کو اور نصف کو لیجاتا ہے اسفل السافلین کو یعنی آب نطفہ اصل میں سفید ہے اور سیاہی و سفیدی عکس جہان ہے اور حق رنگ دیتا ہے نطفہ کو اور نصف جنت اور نصف دوزخ کو لیجاتا ہے ترجمہ دن قیامت کے سفید اور سیاہ منہ ہونگے ترک و ہندو سے گروہ ظاہر ہوگا کوہ ہے یا کاہ ہے تو ظاہر ہوگا اس گروہ سے تو ترک ہو یا ہندو ہو ترک و ہندو رحم میں نہیں ہوتا ہے جبکہ پیدا ہو تو نیک و بد اسکا دیکھے یعنی سفیدی و سیاہی رنگ کی رحم میں نہیں ہوتی ہے بعد پیدا ہو نیکے معلوم ہوتی ہے اسی طرح شقاوت و سعادت زندگی دنیا میں نہیں معلوم ہوتی ہے مرنے کے بعد کھلتی ہے پس میں زندگی میں اُس شقاوت و سعادت جان کو جانتا ہوں یہ بات بعید ہے اب یہاں سے لوٹتا ہوں تا دکھاؤں قطار کارواں کو باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۵ سب کو الخ۔ شعر میں سب کو مانند روز حشر کے ظاہر دیکھتا ہوں زن و مرد سے میں بیان کروں یا نفس بند کر لوں جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہونٹ چابے یعنی بس کر یا رسول اللہ کہدوں راز حشر کو اور جہاں میں پیدا کروں روز نشر کو یا رسول اللہ آپ مجھے چھوڑ دیں تا کہ مثل شمس کے میرا جوہر چمکے تا کہ مجھ سے خورشید کو گہن ہو کہ دکھاؤں میں نخل و بید کو باقی قصہ آگے ہے فافہم ۱۲

عـه ساقہ نودن کلمے ... ۱۲ عـه دانت ... جب ...

وانمایم روز رستاخیز را	نقد را و نقد قلب آمیز را	میں[۱] دکھادوں دن قیامت ظاہرا	اور کھرے اور کھوٹے زر کو برملا
دستہا بریده اصحاب شمال	وانمایم رنگ کفر و رنگ آل	کٹتے تھے ہاتھ اصحاب شمال	کر دکھادوں رنگ کفر و رنگ آل
واکشایم ہفت سوراخ نفاق	در ضیاے ماه بے خسف محاق	کھولدوں میں ہفت سوراخ نفاق	نور میں جو ہے بے گہن و محاق
وانمایم من پلاس اشقیا	بشنوانم طبل و کوس انبیا	کھولدوں اب میں نفاق اشقیا	اور سنادوں میں صداے انبیا
دوزخ و جنات برزخ درمیاں	پیش چشم کافراں آرم عیاں	دوزخ و جنت کے برزخ درمیاں	کافروں کو میں دکھادوں اب عیاں
وانمایم حوض کوثر راجوش	کاب بر روشاں زند بانگش بگوش	حوض کوثر کھولوں جو پرجوش ہے	منھ پہ پانی بانگ کا تو نہیں پڑے
وانکہ تشنہ گرد کوثر می دوند	یک بیک را نام گویم کہ کیاند	جو پیاسے گرد کوثر آتے ہیں	کون ہیں وہ کہ دکھادوں انکو میں
می بساید دوششاں بر دوش من	نعره ہاشاں میرسد در گوش من	وہ برابر ہو کے میرے چلتے ہیں	کان میرے انکے نعرے سنتے ہیں
اہل جنت پیش چشم ز اختیار	درکشیده یکدگر را در کنار	میرے[۲] آگے جنتی با اختیار	کھینچے ہیں اک دوسرے کو در کنار
دست یکدیگر زیارت میکنند	وز لباں ہم بوسہ غارت میکنند	ہاتھ پر اک دوسرے کے ہو کے یار	بوسہ دیکر لوٹتے ہیں یار بار
کر شد این گوشم ز بانگ آه آه	از حنین و نعره واحسرتاه	کان یہ بہرے ہوئے ازبس مرے	دوزخی کے نعرہ و فریاد سے
این اشارتہاست گویم از نغول	لیک میترسم ز آزار رسول	یہ اشارے انتہا کے کہتا ہوں	پر نبی کی ناخوشی سے ڈرتا ہوں
ہمچنین میگفت سرمست و خراب	داد پیغمبر گریبانش بتاب	اسطرح کہتا تھا وہ بدمست ہو	کھینچا حضرت نے گریباں اسکے کو
گفت ہم درکش کہ اسپت گرم شد	عکس حق لاتستحی زد شرم شد	بولے[۳] چپ گرم اسپ تیرا اب ہوا	عکس حق لاتستحی ڈالا ڈرا
آئینہ تو جست بیروں از غلاف	آئینہ و میزاں کجا گوید خلاف	آئینہ تیرا ہوا ہے بے غلاف	آئینہ و میزان کیا کہوے خلاف
آئینہ و میزاں کجا بندد نفس	بہر آزار و حیاے ہیچ کس	آئینہ و میزان کہاں خاموش ہے	شرم و کلفت ہر کسی کیواسطے

[۱] میں دکھادوں الخ۔ شعر میں ظاہر دن قیامت کا دکھادوں اور کھوٹے کھرے زر کو بتادوں اصحاب شمال ہاتھ کاٹتے تھے کہ رنگ کفر و رنگ آل یعنی رنگ سیاہ و سرخ دکھادوں فائدہ اصحاب شمال انکو کہتے ہیں کہ بروز حشر نامۂ اعمال انکے الٹے ہاتھ میں دیے جائیں گے مراد منافقین سے ہے میں ہفت سوراخ نفاق کھولدوں نور میں جو کہ بے گہن کے ہے یعنی بتادوں اخلاق ذمیمہ کہ حسد بخل ریا حرص و شہوت وغیرہ ہیں نور باطن میں نہ وہ گہن اور گھٹا رہتا ہے اب میں کھولدوں نفاق اشقیا اور سنادوں صداے انبیا دوزخ و جنت کے درمیان جو برزخ ہے دکھادوں کافروں کو وہ عیاں حوض کوثر کھولوں جو پرجوش ہے تا آب منھ پر اور آواز کان میں پڑے اور جو کہ پیاسے گرد کوثر کے پھرتے ہیں وہ کون ہیں تا کہ انکو دکھادوں جو مجھ سے ہمدوش ہیں اور میرے کان انکے نعرے سنتے ہیں باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ [۲] میرے آگے الخ ۵ شعر میرے سامنے جنتی اپنے اختیار سے آپس میں ملتے ہیں یا دوست و ہمکنار اور یار ہو کر ایک دوسرے کے ہاتھ پر لبوں سے بوسہ دیتے ہیں، بار بار اہل جنت آپسمیں ملتے ہیں اور ایک دوسرے سے باہم مصافحہ و معانقہ کرتے ہیں ازبس میرے کان بہرے ہوگئے نعرہ و فریاد دوزخیوں سے یہ اشارے میں انتہا کے کہتا ہوں ولیکن جناب رسول اللہ کے ناخوش ہونے سے ڈرتا ہوں اسطرح وہ بدمست ہو کر کہتا تھا حضرت صلعم نے اسکا گریبان پکڑ کے کھینچا یعنی اس راز کہنے سے اسکو خاموش کردیا کہ انشاء اللہ راز درست ہے اسی طور سے مرشد مرید کو بہنگام کشودگی افشاے راز سے منع کرتا ہے یہ اخفاے راز کی تعلیم ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ [۳] بولے چپ الخ ۲ شعر حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چپ تیرا اسپ گرم ہوا اور عکس حق لاتستحی یعنی نہیں حیا آتی ہے حق کو ڈالا پر خوف یعنی بظاہر حضرت نے اسکو روکا اور بباطن نہیں حیا آتی حق کو اُس کا پرتو اُس کے دل پر ڈالا کہ وہ پر خوف ہوا آئینہ تیرا بے غلاف ہوا ہے اور آئینہ و میزان کہاں خلاف [۴] اور آئینہ و میزان کہاں خاموش رہے شرم و تکلیف کے لیے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ [۵] نہیں حیا آتی ہے حق کو ۱۲

آئینه و میزان محکهاے سنی　　گر دو صد سالش تو خدمتها کنی
کز براے من بپوشاں راستی　　بل فزوں بنما و منما کاستی
اوت گوید ریش و سبلت بر مخند　　آئینه و میزاں و آنگه ریو و بند
چوں خدا مارا براے آں فراخت　　کہ بما تواں حقیقت را شناخت
ایں نباشد ما چه ارزیم اے جواں　　کے شویم آئین روے نیکواں
لیک در کش در بغل آئینه را　　گر تجلی کرد سینا سینه را
گفت آخر هیچ گنجد در بغل　　آفتاب حق و خورشید ازل
هم دغل را هم بغل را بر درد　　نے جنوں ماند بپیشش نے خرد
گفت یک اصبع چو بر چشمے نهی　　بینی از خورشید عالم را تهی
یک سر انگشت پرده ماه شد　　ویں نشان ساتری اللہ شد
تا بپوشاند جہاں را نقطهٔ　　مهر گردد منخسف از سقطهٔ
لب ببند و غور دریائے نگر　　بحر حق را کرده محکوم بشر
همچو چشمه زنجبیل و سلسبیل　　هست در حکم بهشتی جلیل
چار جوے جنت اندر حکم ماست　　این نه زور ما ز فرمان خداست
هر کجا خواهیم داریمش رواں　　همچو سحر اندر مراد ساحراں

آئینه ۵ و میزان کسوٹی بلکہ ہے　　سو برس خدمت تو گر اسکی کرے
واسطے میرے چھپا تو راستی　　بل بتا افزونی مت بتلا کمی
وہ کہے تجکو کہ داڑھی پر نہ ہنس　　آئینہ و میزاں سے کب ہو مکر بس
اسلیے حق نے ہمیں پیدا کیا　　کہ حقیقت ہم سے پہچانے سب
یہ نہ ہو ہم میں تو ہم کس کام کے　　روبرو کب ہوویں خاص و عام کے
لیک ۵ے رکھ اندر بغل آئینہ کو　　روشنی سے کر دے سینا سینہ کو
کب سماتا ہے کہا اندر بغل　　آفتاب حق و خورشید ازل
ہم دغل اور ہم بغل کو پھاڑ دے　　نے جنوں نے عقل وہ باقی رکھے
بولے ایک انگلی جو رکھے آنکھ پے　　خالی عالم دیکھے تو خورشید سے
ایک انگلی جب حجاب مہ ہوئی　　ایسی ہی حق کی ہوئی پوشیدگی
تاکہ اک نقطہ چھپائے سب جہاں　　گہن میں ہو شمس لغزش سے نہاں
غور دریا پر نظر کر اے فتا　　حق نے دریا تابع انساں کیا
جیسے چشمہ زنجبیل و سلسبیل　　حکم میں رکھیں بہشتی جلیل
نہر جنت چاروں اپنے حکم میں　　یہ نہ زور اپنے سے حکم حق سے ہے
جسجگہ چاہیں انھیں جاری کریں　　جادوگر جادو پہ جوں قدرت رکھیں

۵ آئینه و میزان الخ ۵ شعر بلکہ آئینہ و میزان کسوٹی ہے اگر سو برس تو اسکی خدمت کرے کہ میرے واسطے تو راستی کو چھپا بلکہ اپنی افزونی بتا اور کمی مت بتا یعنی حضرت رسول مقبول صلعم نے فرمایا کہ اس راز راستی کو تو پوشیدہ کر بلکہ اپنی بہتری و برتری کو بتلا اور کمی کو مت بتلا پس آئینہ و میزان باطنی کا قول آگے ہے آئینہ کہے کہ تو اپنی داڑھی پر نہ ہنس آئینہ و میزان سے کب مکر ہووے پس یعنی آئینہ و میزان تو مکر نہیں کرتا ہے اور جو تو آئینہ پر ہنستا ہے تو اپنے اوپر ہنستا ہے کیونکہ جو آئینہ میں ہے وہی دکھائی دیتا ہے پس حق نے ہم کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ حقیقت ہم سے تو پہچانے سو اگر یہ صفت ہم میں نہ ہو ہم کس کام کے ہیں اور ہم خاص و عام کے روبرو کب ہوویں گے آگے مقولہ جناب رسول مقبول صلعم کا ہے فافہم ۱۲ ۵ے لیک رکھ الخ ۸ شعر لیکن بغل میں تو آئینہ کو رکھو اور تجلی سے کر طور سینا اپنے سینے کو یعنی یہ آئینہ راز باطنی کا اپنے سینے میں پوشیدہ رکھو اور تجلیات سے سینہ کو طور کر لیکن بیان نہ کر آگے جواب زید کا ہے کہا کب سماتا ہے اندر بغل کے آفتاب حق اور خورشید ازل ہم دغل اور ہم بغل کو پھاڑ دے نہ وہ جنون باقی رکھے نہ عقل۔ بولے اگر ایک انگلی آنکھ پر رکھے تو تو عالم کو خورشید سے خالی دیکھے جب ایک انگلی ماہ کا حجاب ہو گئی ایسے ہی حق کی پوشیدگی ہوئی ہیں اسی طرح قیاس کر تاکہ اک نقطہ چھپائے سب جہان کو جیسے گہن میں لغزش سے شمس نہاں ہو دریا کا غور کرنا چپ کر دینا کیونکہ حق نے دریا کو انسان کا تابع کیا ہے واضح ہو کہ مولانا سیر تشبیہ اور تنزیہ کو بیان فرماتے ہیں کہ جب سالک نقطہ تشبیہ پر آتا ہے تو کل راز باطن کھلتا ہے اور اس نقطہ سے کل جہاں چھپتا ہے پس تو اس نقطہ کو چھپا تا خاموشی ہو دریائے تنزیہ جہاں جا پہنچتا ہے تو اس وقت خاموش ہو جاتا ہے مگر جہاں چاہتا ہے وہاں تشبیہ اور تنزیہ کو جاری کر لیتا ہے پس تو طرف تشبیہ تنزیہ کے جا تا اس راز سے باز آئے آگے مثال بیان فرماتے ہیں کہ جیسے چشمۂ زنجبیل و سلسبیل کو حکم میں رکھتے ہیں اہل جنت کی چاروں نہریں جنت کی ہمارے حکم کے زور سے نہیں ہیں حکم حق سے ہیں جس جگہ چاہیں انھیں جاری کریں جیسے جادوگر جادو پر قدرت رکھیں باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲۔

همچو این دو چشمه چشم روان | هست بر حکم دل و فرمان جان
جیسے دونوں چشم کے چشمے رواں | مانتے ہیں جان و دل کا حکم ہاں

گر بخواهد رفت سوے زهر مار | ور بخواهد رفت سوے اعتبار
چاہے گر جائے بسوے زہر مار | چاہے گر جائے بسوے اعتبار

گر بخواهد سوے محسوسات شد | ور بخواهد سوے ملبوسات شد
چاہے گر جائے طرف محسوس کے | چاہے گر جائے طرف ملبوس کے

گر بخواهد سوے کلیات راند | ور بخواهد حبس جزئیات ماند
چاہے گر جائے وہ کلیات کو | چاہے گر جائے وہ جزئیات کو

همچنین این پنج حس چون نایزه | بر مراد امر دل شد جایزه
ایسے ہی یہ پانچوں حس مثل نلکو | حکم دل پر کرتے ہیں ہر کام کو

هر طرف که دل اشارت کردشان | میرود هر پنج حس دامن کشان
جس طرف کرتا اشارہ دل انھیں | اسکے پانچوں حس پھریں فرماں میں

دست و پا در امر دل شد مبتلا | همچو اندر دست موسیٰ آن عصا
دست و پا ہیں حکم دل میں مبتلا | ہاتھ میں موسیٰ کے جیسے وہ عصا

دل بخواهد پا در آید زو برقص | یا گریزد سوے افزونی و نقص
چاہے دل تو پاؤں کرتا رقص ہے | یا پھرے خوبی کے سو نقصان سے

دل بخواهد دست آید در حساب | با اصابع تا نویسد او کتاب
چاہے دل تو ہاتھ کرتا ہے حساب | انگلیوں سے تا کہ وہ لکھے کتاب

دست در دست نهانی مانده است | او درون تن برون بنشانده است
دست اک دست نہانی میں چھپا | وہ ہی اندر جسم گو باہر دکھا

گر بخواهد بر عدو مارے شود | ور بخواهد بر ولی یارے شود
چاہے گر دشمن پہ وہ اک مار ہو | چاہے گر وہ ساتھ دل کے یار ہو

گر بخواهد کفچهٔ در خوردنی | ور بخواهد همچو گرز ده منی
چاہے گر کھانے کا وہ چمچا بنے | چاہے گر وہ گرز دس من کا بنے

دل چه میگوید بدیشان اے عجب | طرفه وصلت طرفه پنهانی سبب
جانے کیا کہتا ہے دل اُن سے عجب | طرفہ وصل و طرفہ پوشیدہ سبب

دل مگر مهر سلیمان یافت ست | که مهار پنج حس برتافت ست
پائی ہے مہر سلیماں دل نے کیا | پانچ حس کی باگ ہے جو پھیرتا

پنج حسے از برون ماسور او | پنج حسے از درون مامور او
پانچ حس باہر کے اس کی قید میں | پانچ حس اندر کے اسکی بھید میں

ده حس است و هفت اندام دگر | آنچه اندر گفت ناید میشمر
حس ہیں دس اور سات اندام و دیں | گن لے جو آتے نہیں گویائی میں

چون سلیمانی دلا در مهتری | بر پری و دیو زن انگشتری
جوں سلیماں تو رکھے ہے مہتری | رکھ پری و دیو پر انگشتری

گر درین ملکت بری باشی ز ریو | خاتم از دست تو نستاند سه دیو
مکر سے اس ملک میں بچتے رہو | کہ انگوٹھی تجھ سے نہ چھینے سہ دیو

ل جیسے دو نوں الخ ۱۸ شعر جیسے دونوں چشمے چشم کے رواں دل کے محکوم اور تابعدار جان کے ہیں اگر چاہے طرف زہر مار کے جائے اگر چاہے طرف اعتبار کے جائے اگر چاہے طرف محسوس کے جائے اور اگر چاہے تو طرف ملبوس کے جائے ایسے ہی یہ پانچوں حس مانند نلکو کے حکم دل پر ہر کام کرتے ہیں جس طرف دل انھیں اشارہ کرتا ہے پانچوں اس کے حکم میں پھرتے ہیں دست و پا دل کے حکم میں مبتلا ہیں جیسے ہاتھ میں موسیٰ کے عصا ہے دل چاہے تو پاؤں رقص کرے یا نقصان سے طرف خوبی کے پھر جائے دل چاہے تو ہاتھ حساب کرتا ہے انگلیوں سے کتاب لکھتا ہے ایک ہاتھ پوشیدہ ہاتھ میں چھپا ہے وہ اندر ہی اور جسم گو باہر دکھلاتا ہے اگر وہ چاہے دشمن پر مار ہو اگر وہ چاہے دل کے ساتھ یار ہو اگر وہ چاہے کھانے کا چمچا بنے اگر وہ چاہے دس من کا گرز بنے دل جانے کیا کہتا ہے ایسے طرفہ وصل و طرفہ سبب پوشیدہ ہے دل نے کیا مہر سلیمانی پائی ہے جو پانچ حس کی باگ پھیرتا ہے پانچ حس ظاہری اسکی قید میں ہیں اور پانچ اندر کی اسکے حکم میں ہیں حس دس ہیں اور سات اندام اور ہیں تو گن لے کہ جو کہنے میں نہیں آتے ہیں یعنی پانچ حس ظاہر کی باصرہ و سامعہ و ذائقہ و شامہ و لامسہ اور پانچ حس باطن کی حس مشترک و خیال و وہم و متخیلہ و حافظہ اور سات اندام ظاہر کے سر و سینہ و پشت و دو دست و پا و فرج و شکم اور سات اندام باطن کے دل و جگر و دماغ و گردہ و پھیپھڑے و تلی و پتا سب انکے اختیار میں ہیں آگے مثال بیان فرماتے ہیں یا فہم مانند سلیمان علیہ السلام کے تو مہتری رکھتا ہے کہ انگشتری پری اور دیو پر اس ملک میں تو مکر سے بچتا رہ کہ تجھ سے انگشتری نہ چھینے سہ دیو سہ دیو نام اس دیو کا ہے کہ جو انگشتری سلیمان علیہ السلام کی چرا کر مالک تخت سلیمان علیہ السلام ہوا تھا باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

بعد ازاں عالم بگیرد اسم تو / دو جہاں محکوم تو چوں جسم تو
ور ز دستت دیو خاتم را ببرد / بادشاہی فوت شد بختت بمرد
بعد ازاں یا حسرتا شد للعباد / بر شما محتوم تا یوم التناد
ور تو دیو خویشتن را منکرے / از ترازو و آئینہ جان کے برے

بعدہ[۱] عالم میں تیرا نام ہو / مثل تن مالک دو عالم کا ہو
گر انگوٹھی دیو لیجائے تری / پھوٹے قسمت جائے تیری سروری
بعدہ یا حسرتا ہو للعباد / تجھ پہ ہو محتوم تا یوم التناد
گر تو اپنے دیو کا منکر بنے / آئینہ و میزان سے کب جان بچے

متہم کردن غلامان و خواجہ تاشان لقمان را کہ میوہ ہائے خوب خوردہ

تہمت کرنا ایک مالک کے غلاموں کا لقمان پر کہ میوہ اس نے خوب کھایا

بود لقمان پیش خواجہ خویشتن / درمیان بندگانش خوار تن
میفرستاد او غلاماں را بباغ / تا کہ میوہ آیدش بہر فراغ
بود لقمان در غلاماں چوں طفیل / پر معانی تیرہ صورت ہمچو لیل
آں غلاماں میوہ ہائے جمع را / خوش بخوردند از نہیب طمع را
خواجہ را گفتند لقماں خورد آں / خواجہ بر لقمان ترش گشت و گراں
چوں تفحص کرد لقماں آں سبب / در عتاب خواجہ اش بکشاد لب
گفت لقماں سیدا پیش خدا / بندۂ خائن نباشد مرتضےٰ
امتحاں را کار فرما اے کیا / آب را آتش بدہ بہر نما
امتحاں کن جملہ مارا اے کریم / سیر ما در دہ تو از آب حمیم

پاس[۲] اک خواجہ کے تھا لقمان غلام / سب غلاموں سے تھا بد صورت تمام
بھیجتا تھا وہ غلاموں کو بباغ / تا کہ میوہ لائیں وہ بہر فراغ
ان میں لقمان اک طفیلی تھا غلام / اہل معنی در سیہ رو مثل شام
جمع میوہ کو غلاموں نے وہاں / پیٹ بھر کے طمع سے کھایا تمام
اور خواجہ سے کہا اُن سب نے آ / کھایا لقمان نے خفا اُس پر ہوا
جب ہوا معلوم یہ لقمان کو / اس سبب خواجہ خفا ہے مجھ سے تو
اُس سے لقمان نے کہا پیش خدا / بندۂ خائن کو کب ہے رجا
گر تو ہم سب کا اے خواجہ امتحاں / اور پلا پانی ہمیں تا ہو عیاں
یعنی سب کا امتحاں کر اب ذرا / پیٹ بھر کے گرم پانی تو پلا

۱ بعدہ عالم میں الخ یہ شعر بعدہ تیرا نام عالم میں ہو مثل جسم مالک دونوں عالم کا ہو اگر تیرا دیو نفس انگوٹھی ایمان کو لے جائے قسمت پھر پھوٹے اور سرداری جائے یا حسرتا للعباد یعنی افسوس ہو واسطے بندے کے اور تجھ پر مہر ہو قیامت تک اگر تو اپنے دیو نفس کا منکر ہووے تو آئینہ و میزان سے تیری کب جان بچے یعنی اگر تو کہے کہ دیو نفس کہاں ہے تو آئینہ و میزان سے یعنی امتحان انبیا و اولیا سے تو کب بچ سکتا ہے پس تو اپنے نفس سے ہوشیار رہ کہ وہ مثل لقمان کے تجھ کو بلا میں نہ ڈالے چنانچہ اس کی مثال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۲ پاس اک الخ ۹ شعر ایک خواجہ کے پاس لقمان غلام تھا اور سب غلاموں سے بدصورت تمام تھا وہ بھیجتا تھا سب غلاموں کو تاکہ وہ میوہ لائیں واسطے فارغ البالی کے ان میں لقمان ایک طفیلی غلام تھا اہل معنی اور سیہ رو مثل شام کے اس میوۂ جمع کو غلاموں نے وہاں طمع سے پیٹ بھر کے کھایا پوشیدہ اور خواجہ سے اُن سب نے آکر کہا کہ لقمان نے کھایا اُس پر وہ خفا ہوا جب لقمان کو یہ معلوم ہوا کہ اس سبب سے مجھ سے خفا ہے اس سے لقمان نے کہا کہ پیش خدا بندۂ خائن کو کب امید ہوگی ہم سب کا اے خواجہ تو امتحان کر اور ہم کو گرم پانی پلا تا ظاہر ہو یعنی سب کا ذرا امتحان کر اور ہم کو گرم پانی پیٹ بھر کے پلا باقی قصہ آگے ہے فافہم ۱۲ ع ۵ افسوس ہو واسطے بندے کے ۱۲

بعد ازاں ما را بصحرائے براں / تو سوار و ما پیادہ می دواں
بعدہٗ دوڑا ہمیں جنگل میں جا / تو سوار اور ہم کو دوڑا پیادہ پا

آنگہاں بنگر تو بدکردار را / صنعہائے کاشف اسرار را
دیکھ تو اُسوقت بدکردار کو / اور صنع کاشف اسرار کو

گشت ساقی خواجہ از آب حمیم / مر غلاماں او خوردند آں زبیم
گرم پانی جوکہ خواجہ نے دیا / سب غلاموں کو تو ڈر سے بس پیا

بعد ازاں میراندشاں در دشتہا / می دویدندے میاں کشتہا
بعدہٗ دوڑایا جنگل میں اُنھیں / دوڑتے تھے بلکہ وہ سب کھیت میں

قے در افتادند ایشاں از عنا / آب می آورد زایشاں میوہ ہا
قے اُنھیں ہونے لگی جب ظاہرا / آب نے میوہ نکالا برملا

چونکہ لقماں را در آمد قے ز ناف / می بر آمد از درونش آب صاف
جبکہ لقماں کو ہوئی قے ظاہرا / صاف پانی اُسکے باطن سے گرا

حکمت لقماں چو داند ایں نمود / پس چہ باشد حکمت رب الوجود
حکمت لقمان نے یہ ظاہر کیا / حکمت حق کا ہی کیا کہنا بھلا

یوم تبلی السرائر کلہا / بان منکم کامن لایشتہٰی
یوم ان تبلی السرائر کلہا / بان منکم کامن لایشتہٰی

چوں سقوا ماءً حمیماً قطعت / جملۃ الاستار مما افظعت
چوں سقوا ماءً حمیماً قطعت / جملۃ الاستار مما افضحت

نار از آں آمد عذاب کافراں / کہ حجر را نار باشد امتحاں
نار ہے اس باعث عذاب کافراں / سنگ کی جو نار ہوئی ہے امتحاں

ایں دل چوں سنگ ما را چند چند / پند گفتیم و نمی پذیرفت پند
سنگدل کو میں نے ازبس پند کی / پر نہ ہرگز میری اس نے پند لی

ریش بد را داروئے بد یافت رگ / مر سر خر را سزد دندان سگ
زخم بد کی دارو ہے بد ہی الگ / گوش خر کو چاہیے دندان سگ

الخبیثات للخبیثون حکمت است / زشت را ہم زشت جفت و بابت است
للخبیثات الخبیثون میں ہے اُن / شکل بد کا شکل بد سے ہوئے ساز

پس تو ہر جفتے کہ می خواہی بگیر / محو او باش و صفات او پذیر
جس سے جوڑا ہونا چاہیے اسکو لے / محو اس کا ہو صفات اُسکی تو لے

نور خواہی مستعد نور شو / دور خواہی خویش بیں و دور شو
نور ہونا چاہیے حاصل نور کر / دور ہونا چاہیے خود کو دور کر

ور رہی خواہی ازیں سجن خرب / سر مکش از دوست و اسجد واقترب
گر رہائی چاہیے یا جن خرب / یار سے مت پھیر منہ سجدہ و اقترب

لہ بعدہٗ دوڑا الخ شعر اور بعدہٗ ہم کو جنگل میں دوڑا تو سوار اور ہم کو پیادہ پا اُس وقت تو دیکھ بدکردار کو اور صنعت کاشف اسرار کو باقی قصہ آگے ہے فافہم ۱۲ سلہ گرم پانی الخ شعر جبکہ گرم پانی دیا غلاموں کو سب نے ڈر سے پیا بعدہٗ اُن کو جنگل میں دوڑایا بلکہ وہ سب دوڑتے تھے کھیت میں جب اُن کو قے ہونے لگی ظاہر امیوہ پانی کے ساتھ نکلا برملا جبکہ لقمان کو قے ہوئی صاف پانی اُسکے شکم سے گرا لقمان کی حکمت نے تو یہ ظاہر کیا حکمت حق کا کیا کہنا بھلا یعنی حکمت لقمان سے تو وقت امتحان کے وہ بھید کھلے ہوسے بروز قیامت حکمت حق تعالیٰ سے کیوں امر کہ وہ منکروں کا ظاہر نہ ہوگا موجب آیہ شریف ترجمہ جس روز کہ ظاہر کیے جائینگے خفیات وہ خفیات تم سے ظاہر ہوں گے کہ تم ظاہر ہونا نہیں چاہتے تھے جو پانی گرم دوزخیوں کو پلایا جائے گا قطع ہوں گے سب پردے ان چیزوں کے فضیحت کریں گے اُن کو آگے اس کے حقائق مولانا بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ نار اس الخ شعر اس باعث سے نار عذاب کافروں کی ہے کہ سنگ کی نار ہوئی ہے امتحان میں نے ازبس سنگ دل کو پند کی لیکن ہرگز اُس نے میری پند نہ لی بزبان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ قول حق تعالیٰ کا ہے آگے اس کی مثال ہے زخم بد کی دارو بھی بد ہے گوش خر کو دندان سگ چاہیے ترجمہ خبیث عورتیں واسطے خبیث مردوں کے چاہییں اس میں راز ہے شکل بد سے موافق ہوتا ہے جس سے جوڑا ہونا چاہیے تو اس کو لے اور محو اس کا ہو اور صفات اس کی لے اگر نور ہونا چاہیے تو حاصل نور کر اگر دور ہونا چاہیے تو دور رہ اگر رہائی چاہیے دوزخ سے یار سے مت پھیر اور سجدہ کر و قریب تر ہو تو باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲ عہ جس دن کہ ظاہر کیے جائیں گے پوشیدہ کل ۱۲ عہ وہ فیض یاب ظاہر ہونگے تم سے کہ ظاہر نہیں چاہتے تھے

سہ جو پانی گرم دوزخیوں کو پلایا جائے گا قطع ہونگی ۱۲ للعہ سب پردے ان چیزوں کے کہ فضیحت کریں اُن کو ۱۲ سہ خبیث عورتیں واسطے خبیث مردوں کے ۱۲

سرکشان را ایں سراسر عذاب — سر بنہ واللہ اعلم بالصواب
ایں سخن پایاں ندارد خیز زید — بر براق ناطقہ بربند قید

سرکشوں کو دیکھ پاتے ہیں عذاب — سر کو رکھ واللہ اعلم بالصواب
یہ سخن بے انتہا ہے اُٹھ تو زید — اور براق گفتگو کو کر تو قید

حکایت زید با پیغمبر علیہ السلام و جواب دادن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

حکایت کرنا زید کا پیغمبر علیہ السلام سے اور جواب دینا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا

ناطقہ چون فاضح آمد عیب را — می دراند پردہ ہائے غیب را
غیب مطلوب حق آمد چندگاہ — این دہل زدن ایران بربند راہ
تنگ کن ران رکش عنان مستور بہ — ہر کس از پندار خود مسرور بہ
حق ہمیخواہد کہ نومیدان او — زیں عبادت ہم نگردانند رو
ہم مشرف در عبادتہاے او — مشتقل گشتہ بطاعتہاے او
ہم بامیدی مشرف میشوند — چند روزے در رکابش میدوند
خواہد آں رحمت بتابد بر ہمہ — بر بد و نیک از عموم مرحمہ
حق ہمی خواہد کہ ہر میر و اسیر — با رجا و خوف باشند و حذیر
ایں رجا و خوف در پردہ بود — تا پس ایں پردہ پرورده بود
چوں دریدی پردہ کو خوف و رجا — غیب را شد کرّ و فرے برملا

فاش گویائی کرے ہے عیب کو — پھاڑتی ہے پردہ ہائے غیب کو
غیب تو ہے مطلوب حق مدت سے ہی — راہ اس غماز کی تو روک دے
روک تو گھوڑے کو اخفا خوب ہے — زعم سے ہر ایک خوش اسلوب ہے
چاہتا ہے حق کہ ناامید بھی — اس عبادت سے نہ پھیریں وہ کبھی
ہوں مشرف ان عبادتوں میں بھی وہ — اور شاغل ہوں اطاعت میں بھی وہ
بھی مشرف ہوتے ہیں امید سے — چند روز اسکے ہیں ہمراہ دوڑتے
چاہتا ہے کہ ہو رحمت جملہ کو — بلکہ نیک و بد پہ رحم عام ہو
چاہتا حق ہے کہ ہر شاہ و گدا — پر حذر ہوں اور با خوف و رجا
یہ رجا و خوف در پردہ ہوا — پیچھے اس پردہ کے پرورده ہوا
جب پھٹا پردہ کہاں خوف و رجا — غیب کا بس دبدبہ ظاہر ہوا

حکایت

حکایت

۱؎ سرکشوں کو الخ ۲ شعر سرکشوں کو دیکھ پاتے ہیں عذاب اور رکھ سر واللہ اعلم بالصواب یہ بات بے انتہا ہے تو اٹھو زید اور براق گفتگو کو قید کر یعنی اگر تو بہتر ہونا چاہتا ہے مرشد اختیار کر انجام خیر ہو آگے قصہ زید کا ہے فافہم ۱۲ ۲؎ فاش گویائی الخ ۱۰ شعر گویائی عیب کو فاش کرتی ہے اور غیب کے پردوں کو پھاڑتی ہے غیب مطلوب حق کا مدت سے ہے تو راہ اس غماز نطق کی روک دے تو روک باگ گھوڑے کی اخفا خوب ہے اور گمان میں ہر ایک خوش چلن ہے حق چاہتا ہے کہ ناامید بھی اس عبادت سے منھ نہ پھیریں وہ اُن عبادت میں بھی مشرف ہوں اور ان اطاعت میں شاغل ہوں اور بھی مشرف ہوتے ہیں اُمید سے اور چند روز اُس کے ہمراہ دوڑتے ہیں حق چاہتا ہے کہ رحمت سب کو ہو بلکہ نیک بد پر رحمت عام ہو حق چاہتا ہے کہ ہر شاہ و گدا پر خوف و رجا ہو یہ رجا و خوف در پردہ ہوتا پیچھے اس پردے کے پرورده ہوا جب وہ پردہ پھٹا کہاں خوف و رجا اور غیب کا بس دبدبہ ظاہر ہوا یعنی پردہ خوف و رجا کا واسطے پرورش کے ہے اور جبکہ پردہ دور ہوا تو پھر خوف و رجا کہاں رہا اور یہ دبدبہ غیب کا ظاہر ہوا یعنی وہ کسی سے نہ ڈرے گا اور سب اُس سے ڈریں گے چنانچہ اس کی مثال میں قصہ سلیمان علیہ السلام کا مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

بر لب جو برد ظنے یک فتے — کہ سلیمان ست ماہی گیر ایں
گر ویست ایں از چہ فردست و خفی — ور نہ سیمائے سلیمانیش چیست
اندریں اندیشہ میبود او دو دل — تا سلیماں گشت شاہ مستقل
دیو رفت از ملک و تخت او گریخت — تیغ بختش خون آں شیطاں بریخت
کرد در انگشت خود انگشتری — رفت اندیشہ و گمانش کہتری
وہم آں گاہ ہست کو پوشیدہ است — ایں گمان خود از پے نادیدہ است
ایں خیال غائب اندر سینہ رفت — چونکہ شد حاضر خیال او برفت
گر سحاب نور بے بارید نیست — ہم زمین تار بے بالید نیست
گرچہ ہست اظہار کردن ہم کمال — می رہاند جانہا را از خیال
لیک یک در صد بود ایمان بغیب — نیک دان و بگذر از تزویر و ریب
یؤمنون بالغیب میباید مرا — زاں ببستم روزن فانی سرا
چوں شگافم آسماں را در ظہور — چوں بگویم ہل تری فیہا فطور
تا دریں ظلمت تحری می کنند — ہر کسے رو جانبے می آورند
مدتے معکوس باشد کارہا — شحنہ را دزد آورد بر دارہا
تا کہ بس سلطان و عالی ہمتے — بندۂ بندہ خود آید مدتے

اک جوان کو آیا دریا پر گماں — کہ سلیماں ہے یہ ماہی گیر یاں
گر وہی ہے فرد اور مخفی ہے کیوں — ورنہ پیشانی سلیماں کی ہے کیوں
بس اسی اندیشہ میں تھا وہ دو دل — تا سلیمانؑ شاہ ہوا پھر مستقل
دیو بھاگا اُنکے ملک و تخت سے — مارا اُسکو ان کے تیغ بخت نے
پہنی جو انگشت میں انگشتری — بس گیا اسکا گمان کہتری
وہم ہے اُس دم کہ پوشیدہ ہے وہ — یہ گماں ہے اُسکو نا دیدہ ہے جو
بس خیال غائب اندر دل کے تھا — جو ہوا حاضر خیال اُس کا گیا
نور کا گر ابر برسے ہے نہیں — بھی نہیں بڑھتی ہے یہ تیرہ زمیں
گرچہ ہے اظہار کرنے میں کمال — اور جانوں سے چھڑاتا ہے خیال
لیک سو میں ایک ہے ایمان بغیب — نیک جان اور چھوڑ تو مکر و فریب
یؤمنون بالغیب ہمکو چاہیے — بند اس گھر کا کیا در اس لیے
جو میں پھاڑوں آسماں یوم النشور — کیوں کہوں پھر ہل تری فیہا فطور
تا کہ ظلمت میں تحری کرتے ہیں — اور ہر اک جانب کو مردم پھرتے ہیں
ایک مدت کام ہو برعکس حال — چور کی جا دار پر ہو کوتوال
تا کہ سلطان در عالی ہمتاں — اپنے بندے کے ہوں بندہ اک زماں

لہ اک جوان کو الخ ۵ شعر ایک جوان کو دریا پر گمان آیا کہ ماہی گیر سلیمان علیہ السلام ہے یہاں اگر وہی ہے تو تنہا و پوشیدہ کیوں ہے ورنہ پیشانی سلیمان کی کیوں ہے پس اسی اندیشے میں دو دل تھا یہانتک کہ سلیمان بادشاہ مستقل ہوا دیو اُن کے ملک و تخت سے بھاگا اُنکی تیغ بخت نے اُسکو مارا جبکہ انگشت میں انگشتری پہنی وہ گمان اُس شخص کا دور ہوگیا آگے مولانا اسکے حقایق بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۔ عہ وہم ہے اُس دم الخ ۷ شعر اُس دم تک وہم ہے کہ وہ پوشیدہ ہے اور یہ گمان اُسکو جب تک ہے کہ نہیں دیکھا ہے دل میں خیال غائب تھا جبکہ حاضر ہوا وہ خیال اُسکا گیا یعنی خیال غائب کا ہوا کرتا ہے جبکہ وہ حاضر ہوتا ہے تو خیال دور ہوجاتا ہے اگر نور کا ابر برسا زمین تیرہ بھی بڑھتی نہیں ہے یعنی اگر نور شہود یقین حاصل نہ ہووے بحر العلوم آگے حقایق بیان فرماتے ہیں اگرچہ ظاہر کرنے میں کمال ہے اور جانوں کو چھڑاتا ہے خیال سے لیکن ایک ایمان بغیب کے برابر ہوتا ہے اس بات کو خوب جان اور مکر و فریب چھوڑ دے یعنی اگرچہ اظہار راز میں کمال ہے اور ہدایت لوگوں کو ہوتی ہے مگر ایک ایمان بالغیب برابر سو شہود کے ہے کیونکہ کمال ایمان بغیب ہے نہ ایمان بعد شہود کے ہم کو یؤمنون بالغیب چاہیے اسلیے اس گھر کا دروازہ بند کیا ہے یعنی ایمان لاؤ تم غیب پر پہاڑوں آسمان کو قیامت کے دن پھر کیوں کہوں ہل تری فیہا من فطور یعنی آیا دیکھتا ہے تو اس میں نقصان یعنی حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایمان غیب میں لاؤ تم اور قیامت کے دن جب پردہ اُٹھے گا تو ایمان دیکھ کر لانا قبول نہ ہوگا پس یہ دنیا غیب ہے اس جائے غیب میں حق پر ایمان لانا مقبول ہے اور اس عالم میں کہ جائے حضور ہے ایمان درست نہیں کیونکہ دیکھ کر ایمان ہر ایک لائیگا چنانچہ اس کا حال مثال میں مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۔ عہ تا کہ ظلمت میں الخ ۴ شعر تا کہ ظلمت میں تحری کرتے ہیں اور ہر ایک طرف کو مردم سوئے قبلہ پھرتے ہیں ایک مدت کام برعکس ہو چور کی جگہ کوتوال دار پر ہو یعنی جان بجائے نفس امارہ کے رنج میں رہے تا کہ بادشاہ عالی ہمت ایک زمانہ تک اپنے بندے کے بندی میں ہوویں یعنی بادشاہ عقلمند اہل دنیا کے اپنے بندہ نفس کے مطیع رہیں باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲ ۔ ھ ایمان لاؤ تم غیب پر ۱۲ عہ آیا دیکھتا ہے تو اسمیں نقصان ۱۲ ۔

بندگی در غیب آید خوب و کش | حفظ غیب آمد در استعباد خوش
گو که مدح شاه گوید پیش او | تا که در غیبت بود او شرم رو
قلعه داری کز کنار مملکت | دور از سلطان و سایهٔ سلطنت
پاس دارد قلعه را از دشمنان | قلعه نفروشد بمال بیکران
غائب از شه در کنار ثغرها | همچو حاضر او نگه دارد وفا
نزد شه بهتر بود از دیگران | که بخدمت حاضرند و جانفشان
پس بغیبت نیم ذره حفظ کار | به که اندر حاضری زان صد هزار
طاعت و ایمان کنون محمود شد | بعد مرگ اندر عیان مردود شد
چونکه غیب و غائب و روپوش به | پس دهان بربند و لب خاموش به
ای برادر دست وادار از سخن | خود خدا پیدا کند علم لدن
پس بود خورشید را رویش گواه | ای شی اعظم الشاهد اله
نی بگویم چون قرین شد در بیان | هم خدا و هم ملک هم عالمان
یشهد الله والملک واهل العلوم | انه لا رب الا من یدوم
چون گواهی داد حق که بود ملک | تا شود اندر گواهی مشترک
زانکه شعشاع و حضور آفتاب | بر نتابد چشم و دلهای خراب

بندگی ہوتی ہے بہتر غیب میں[۱] | حفظ غیب اچھا ہے دوری میں ہیں
کون کرتا مدح شہ کے سامنے | تا کہ غیبت میں ہو شرم از بس اسے
قلعہ دار[۲] اک سرزمیں ملک پے | دور ہووے سلطنت اور شاہ سے
نگہ رکھے دشمنوں سے قلعہ کو | مال بیحد سے نہ بیچے قلعہ وہ
غیبت شہ میں وہ سرحد پر سدا | مثل حاضر کے کرے ہر دم وفا
شاہ بہتر جانتے اسکو اوروں سے | خدمت شہ میں کہ جو حاضر رہے
غیب میں بس نیم ذرہ حفظ کار | بہتر اس سے کہ حضوری میں ہزار
طاعت و ایمان اب محمود ہے | بعد مرنے کے کرے مردود ہے
جو کہ[۳] غیب اور غائب اب بہتر ہوا | کر زباں بند اور لب اے دلربا
اے[۴] برادر چھوڑ دے اب تو سخن | خود خدا پیدا کرے علم لدن
بس ہے منہ خورشید کا اپنا گواہ | اے شئی[عہ] اعظم الشاہد آلہ
نے[۵] کہوں میں کیوں شریک اندر بیاں | ہم خدا و ہم ملک ہم عالماں
یشہد[عہ] اللہ و الملک و اہل العلوم | انہ[عہ] لا رب الا من یدوم
جب گواہی حق نے دی پھر کیا ملک | تا گواہی میں وہ ہو ویں مشترک
اسلیے[۶] کہ روشنی آفتاب | بس نہ دیکھے آنکھ دلہائے خراب

سلہ بندگی ہوتی الخ ۲ شعر کیونکہ بندگی غیب میں بہتر ہوتی ہے اور حفاظت غیب کی اچھی ہے دوری میں کون تعریف کرتا ہے بادشاہ کے روبرو تاکہ غیب میں بہت شرم ہے چنانچہ اس کی مثال مولانا آگے ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ قلعہ دار الخ ۶ شعر جیسے ایک قلعہ دار سرزمین ملک میں شاہت اور بادشاہ سے دور رہو اور دشمنوں سے نگاہ رکھے قلعہ کو اور مال بیحد کے عوض قلعہ کو نہ دے اور بادشاہ کی غیبت میں وہ ہمیشہ سرحد پر مثال حاضروں کے ہر دم وفاداری کرے شاہ اُس کو بہتر جانے اوروں سے جو کہ خدمت شاہ میں حاضر ہیں غیب میں حفظ کا نیم ذرہ بہتر ہے اس سے کہ حضوری میں سو ہزار ہو ایمان اور طاعت اب محمود ہے اور بعد مرنے کے مردود ہے آگے قول جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے فہم من فہم ۱۲ سلہ جو کہ غیب الخ ۱ شعر جو کہ غیب و غائب اب بہتر معلوم ہوا لب اور زبان کو اپنی بند کر یعنی حضور فرماتے ہیں کہ اے زید ان مثالوں سے جبکہ غیب و غائب بہتر ہوا تو اپنی زبان کو راز گوئی سے بند کر چنانچہ حقایق زبان بند کرنے کے مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ اے برادر الخ ۲ شعر اے برادر چھوڑ اظہار راز الٰہی کو کہ خود خدا پیدا کرے گا علم لدنی کو کہ منھ خورشید کا خود اپنا گواہ ہے ترجمہ کون سی شے بڑی ہے گواہی اللہ سے آگے سوال مقدر مولانا بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ نے کہوں میں الخ ۲ شعر میں نہیں کہتا ہوں کہ کیوں بیان میں شریک ہیں ہم خدا و ملک و ہم علما ترجمہ گواہی دیتا ہے اللہ اور فرشتے اور علما کہ نہیں ہے پروردگار مگر وہ کہ باقی و دائم ہے جب گواہی حق نے دی پھر کس واسطے فرشتے گواہی میں شریک ہوتے ہیں آگے اس کا جواب ہے فافہم ۱۲ سلہ اس لیے کہ الخ ۱ شعر یہ شرکت اس لیے ہے کہ روشنی آفتاب کی نہیں دیکھی ہے چشم اور دل خراب آگے مثال اس کی ہے فافہم ۱۲ عہ کون سی شے بڑی ہے گواہی اللہ سے ۱۲ عہ گواہی دیتا ہے اللہ اور فرشتہ اور علما ۱۲ عہ کہ نہیں ہے پروردگار مگر وہ کہ

چوں خفاشے کو تف خورشید را
برتتابد بگسلد امید را

پس ملایک را چو ماہاں باز داں
جلوہ گر خورشید را بر آسماں

کایں ضیا ما ز آفتابے یافتیم
چوں خلیفہ بر ضعیفاں تافتیم

چوں مہ نو یا سہ روزہ یا کہ بدر
مرتبہ ہر یک بود در نور و قدر

ز اجنحہ نور ثلاث او رباع
بر مراتب ہر ملک را آں شعاع

ہمچو پرہاے عقول انسیاں
کہ بسے فرقستشاں اندر میاں

پس قرین ہر بشر در نیک و بد
آں ملک باشد کہ مانندش بود

چشم اعمش نور خور چوں بر نتافت
اختر او را شمع شد تا رہ بیافت

کیونکہ[۱] چمگاڈر چمک خورشید کو
جو نہ دیکھے چھوڑ دے اُمید کو

مثل ماہوں کے فرشتے جان لے
آسماں پر جلوہ گر خورشید سے

ہم نے لی یہ روشنی خورشید سے
جوں خلیفہ چمکیں ہم مخلوق پے

بدر[۲] کے مانند ہو یا ماہ نو
مرتبہ ہر اک بقدر نور ہو

نور سے اجنحہ ثلاث او رباع
ہر ملک را مرتبہ با نور شعاع

عقل انسانوں کی مثل پر کے ہی
فرق ان کے درمیاں از بس دکھے

ہر بشر کے پاس ہیں ہر حال میں
وہ فرشتے جو کہ مانند اُسکے ہیں

آنکھ چُندھی جو نہ خور کو پا سکے
اختر اُسکی شمع ہے تا رہ ملے

گفتن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مر زید را کہ ایں سر را فاش مگو نگہدار

فرمانا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا زید کو کہ اس سے زیادہ بھید مت ظاہر کر

گفت پیغمبرؐ کہ اصحابی نجوم
رہرواں را شمع و شیطاں را رجوم

ہر کسے را گر بُدے آں چشم و زور
کو گرفتے ز آفتاب چرخ نور

کے ستارہ حاجتستے اے ذلیل
کہ بود بر نور خورشید او دلیل

ہیچ ماہ و اخترے حاجت نبود
کہ بود بر آفتاب حق شہود

بولے[۳] پیغمبرؐ کہ اصحابیؓ نجوم
سالکوں کو شمع شیطاں کو رجوم

ہر کسی کو ہوتا گر وہ چشم و زور
آفتاب چرخ سے لیتا وہ نور

ہوتی کب اختر کی حاجت اے ذلیل
کہ وہ ہو خورشید کے اوپر دلیل

ماہ اختر کی نہ حاجت اُسکو ہو
کہ شہود و آفتاب حق جو ہو

[۱] کیونکہ چمگادڑ الخ ۳ شعر کیونکہ چمگادڑ جو خورشید کو نہ دیکھے تو امید کو چھوڑ دے تو مثل ماہوں کے فرشتوں کو جان لے کہ آسمان پر جلوہ گر ہیں خورشید سے قول ماہوں کا آگے ہے ہم نے یہ روشنی خورشید سے لی ہے مثل خلیفہ کے ہم مخلوق پر چمکیں آگے مولانا حقایق اس کے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [۲] بدر کے مانند الخ ۵ شعر مثال بدر کے یا ماہ نو کے ہو مرتبہ ہر ایک کا اس کے نور کی مقدار ہو ترجمہ نور سے صاحب بازو نور کے تین تین و چار چار ہیں پس عقل انسانوں کی مثل پر کے ہے اور ان کے درمیان فرق از بس دکھائی دیتا ہے ہر ایک بشر کے پاس ہر حال میں دو فرشتے ہیں جو اُن کے مانند ہیں یعنی جیسی روح ویسے فرشتے نقل مشہور ہے جو آنکھ چندھی خورشید کو نہ پا سکے اُسکے ستارے شمع ہیں کہ راہ پائی یعنی گواہی اللہ میں فرشتے و علماء اسواسطے شریک ہیں کہ جو چشم کہ خورشید حق کو نہ دیکھ سکے اولیاء اللہ کہ مثل ستاروں کے ہیں اُن کو راہ بتائیں جیسے شپرہ نور آفتاب سے محروم ہے تو انوار ستاروں سے راہ پاتے ہیں آگے تعلیم حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اسی خموشی میں فافہم ۱۲ [۳] بولے پیغمبر الخ ۴ شعر حضرتؐ نے فرمایا کہ اصحابی نجوم یعنی اصحابؓ میرے ستارے ہیں سالکوں کو شمع اور شیطان کو رجوم یعنی تیر شہاب ثاقب ہیں اگر ہر کسی کو وہ چشم اور زور ہوتا کہ آفتاب چرخ سے نور لیتا کب حاجت ہوتی ہے اختر و ماہ کی نہ حاجت ہو کہ جس کو آفتاب حق کا شہود ہو باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

ع ۵ صاحب بازو نور کے تین تین چار چار ۱۲ عمدہ کی سی رنج پرنج ساسا پر ۱۲

ماه میگوید بابر و خاک و فی | من بشر بودم ولے یوحی الی
چون شما تاریک بودم در نهاد | وحی خورشیدم چنین نورے بداد
ظلمتے دارم بہ نسبت با شموس | نور دارم بہر ظلمات نفوس
زاں ضعیفم تا تو تابے آوری | کہ نہ مرد آفتاب انوری
ہمچو شہد و سرکہ درہم تافتم | تا سوے رنج جگر رہ یافتم
چوں ز علت وا رہیدی اے رہی | سرکہ را بگذار و می خور انگبیں
تخت دل معمور شد پاک از ہوا | بروے الرحمن علی العرش استوا
حکم بر دل بعد ازیں بے واسطہ | حق کند چون یافت دل ایں رابطہ
ایں سخن پایاں ندارد زید کو | تا دہم پندش کہ رسوائی مجو
نیست حکمت گفتن ایں اسرار را | چوں قیامت میرسد اظہار را

ماہ کہتا ہی یہ ابر و خاک سے | میں بشر اک تھا ولے یوحی الی[عـه]
میں تمہارے مثل تھا تاریک تن | مہر کی وحی نے دیا نور بدن
ظلمت اک رکھوں میں نسبت شمس کے | نور رکھوں بہر ظلمت نفس کے
تاب لائے تو ضعیف ہوں اسلیے | کہ نہ نور شمس کے لائق تو ہے
مثل[عـه] شہد و سرکہ باہم میں ملا | تا سوے رنج جگر ہوؤں رسا
جبکہ علت سے تو فارغ ہوگیا | چھوڑ تو سرکہ کو اور بس شہد کھا
تخت دل معمور در اُس سے ہوا | اسپہ الرحمن علی العرش استوا
حکم دل پر بعدہ بے واسطہ | حق کرے جو پائے یہ دل رابطہ
یہ سخن بیحد ہی زید اب ہے کہاں | پند دوں تا ہو نہ رسوائے جہاں
ہے نہ حکمت کہنا اس اسرار کو | کیونکہ آتا حشر ہے اظہار کو

رجوع بحکایت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رجوع طرف حکایت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

زید را اکنوں نیابی کو گریخت | جست از صف نعال و نعل ریخت
تو کہ باشی زید ہم خود را نیافت | ہمچو اختر کہ برو خورشید تافت
نے ازو نقشے بیابی نے نشاں | نے کہے یابی نہ راہ کہکشاں

زید[عـه] بھاگا اب تو کب پائے اُسے | وصف بشری کی چھٹا وہ قید سے
تو ہی کیا خود کو نہ پایا زید نے | جیسے اختر چھپ گیا خورشید سے
کچھ نہ پائے اسکا تو نقش و نشاں | نے تو پائے گہ نہ راہِ کہکشاں

عـه۱ ماہ کہتا ہی الخ یہ شعر ماہ ابر اور خاک سے کہتا ہے کہ میں ایک بشر تھا لیکن یوحی الی یعنی وحی آتی ہے میری طرف میں تمہارے مثل تھا تاریک تن آفتاب کی وحی نے دیا مجھ کو نور بدن نسبت شمس کے میں ظلمت رکھتا ہوں اور واسطے نفس کے نور رکھتا ہوں میں ضعیف ہوں اسلیے کہ تا تو تاب لائے کیونکہ نور شمس کے لائق نہیں ہے یعنی جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے اصحابوں کو ستارہ فرمایا ہے تو ذات حق تعالیٰ آفتاب اور حضور ماہتاب اور اولیا ستارے ہیں اگرچہ ماہتاب بظاہر ہمرنگ ستاروں کے ہے لیکن یعنی نور آفتاب کا رکھتا ہے روشنی ماہ سے راہ پاتا ہے اور جو تاب ماہ کی نہیں لاتا ہے وہ روشنی ستاروں سے راہ پاتا ہے اس لیے حق تعالیٰ نے حضور کو بصورت بشر پیدا کیا ہے کہ ہر ایک اپنی جنس جان کر راہ پائے چنانچہ اس کا حال مثال میں آگے مولانا بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ عـه۲ مثل شہد الخ یہ شعر میں مثل شہد اور سرکہ کے باہم ملا ہوں تاکہ بیماری جگر میں پہونچوں جبکہ بیماری سے تو فارغ ہوا سرکہ کو چھوڑ اور شہد کو کھا یعنی میں بشریت و الٰہیت سے ملا ہوں واسطے مریضان تیرہ دل کے جبکہ تو مجھ سے ہدایت یاب ہوا میری بشریت کو نہ دیکھ اور الٰہیت سے میری نفع پا تخت دل آلایش اور حرص و ہوا سے اس لیے دور ہوا اسپر الرحمن علی العرش استوی ہے یعنی ضرور کہ رحمٰن اوپر عرش کے برابر ہے یعنی دل عرش ہی کہ نزول حق تعالیٰ اُسپر فرماتا ہے بعدہ دل پر بیواسطہ حق حکم کرے جو دل کو یہ رابطہ پائے ایسے ایسے دل پر احکام الٰہی جاری ہونگے بات یہ بیحد ہے زید اب کہاں ہی نصیحت کروں تا رسوائے عالم نہ ہو کہ حکمت نہیں ہے اس بھید کو کہنا کیونکہ حشر آتا ہے واسطے اظہار اسکا روز یعنی اے زید تو اظہار الٰہی ظاہر نہ کر کہ بروز حشر خود منکروں پر کھل جائیگا چنانچہ اسکا حال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ عـه۳ زید بھاگا الخ یہ شعر زید بھاگا اب تو اُسے کب پائے وہ صفت بشری کی قید سے چھوٹا تو کیا ہے خود کو زید نے نہ پایا جیسے اختر خورشید سے چھپ گیا کچھ اسکا نقش و نشان تو نہ پائے ورنہ تو کو وہ پائے اور نہ راہ کہکشاں پائے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

عـه وحی الٰہی جو طرف ... سے ۱۲ عـه صفحہ ... ۱۲

شد حواس و نطق بے پایان ما	محو نور دانش سلطان ما	پس ۵۱ ہمارا نطق حس بے انتہا	محو نور عقل اُس شہ کا ہوا
حسہا و عقلہا شان در درون	موج در موج لدینا محضرون	انکی حسیں اور عقلیں اندروں	موج در موج لدینا محضرون
شب چو آمد باز وقت بار شد	انجم پنہاں شدہ در کار شد	رات آئی کام کا وقت آگیا	انجم پنہاں نے کام اپنا کیا
خلق عالم جملگی بیہش شوند	پردہ ہا بر رو کشند و بغنوند	خلق عالم سارا اب بیہوش ہو	منہ پہ چادر ڈال کے سو جائیں وہ
صبح چوں دم زد علم افراشت خور	ہر تنے از خوابگہ برجستہ سر	ہو گئی جب صبح نکلا آفتاب	ہو گئے بیدار تن اور رفع خواب
بیہشاں را او دہد حق ہوشہا	حلقہ حلقہ حلقہ ہا در گوشہا	ہوشیار اللہ بیہش کو کرے	حلقہ حلقہ کانوں میں پڑے
پاے کوباں دست افشاں در ثنا	ناز نازاں ربنا احییتنا	ناچتے کودیں اور کریں حمد و ثنا	کہویں عارف ربنا احییتنا
آں جلود و آں عظام ریختہ	فارساں گشتہ غبار انگیختہ	وہ جلود و استخواں بکھرے جو تھے	خاک اُڑانیوالے گھوڑے ہو گئے
حملہ آرند از عدم سوے وجود	در قیامت ہم شکور و ہم کنود	سوے تن آئیں عدم سے وہ سبھی	روز محشر کو سعید اور ہم شقی
سر چہ می پیچی چہ نادیدہ	در عدم ز اول نہ سر پیچیدہ	کس لیے سر پھیرے نادیدہ بنے	نے عدم میں پھیرا سر اول سے ہی
در عدم افشردہ بودی پاے خویش	کہ مرا کہ بر کند از جاے خویش	رحم مادر میں سمیٹے پاؤں تھے	کہ نکالے مجکو کون اس جائے سے
می نہ بینی صنع ربانیت را	چوں کشید آں موے پیشانیت را	تو نہ دیکھے صنعت اللہ نے	بال سر کے کس طرح کھینچے ترے
تا کشیدت اندریں انواع حال	کہ نبودت در گمان و در خیال	تجکو کھینچا ہر طرح کی حال میں	کہ نہ تھا تیرے گمان و خیال میں
آں عدم او را ہمارہ بندہ است	کارکن دیوا سلیماں زندہ است	ویسے ہی ۵۳ بندہ عدم ہے اُسکا یہ	ہے سلیماں زندہ دیوا کام کر
دیو میسازد جفان کالجواب	زہرہ نے تا دفع گوید یا جواب	دیو کرتے تھے جفان کالجواب	اور نہ تھی بس طاقت دفع و جواب

۵۱ پس ہمارا الخ شعر پس ہمارا حس و نطق بے انتہا نور عقل شاہ میں محو ہوا اُنکی حسیں اور عقلیں اندرون موج در موج لدینا محضرون یعنی ہمارے پاس حاضر ہیں یعنی حسیں اور عقلیں عارفوں کی خدا کے دست قدرت میں حاضر ہیں شب ہوئی کام کا وقت آگیا ستاروں پوشیدہ نے اپنا کام کیا یعنی شب دنیا آئی اور عارفین نے کام اپنا شروع کیا خلق جہاں کی تمام بیہوش ہوئی اور منہ پر چادر ڈال کر سو گئی جبکہ صبح ہوئی آفتاب نکلا بیدار تن ہوئے اور خواب گئی حق بیہوش کو پھر ہوشیار کرے حلقہ حلقہ کانوں میں پڑے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۵۲ ناچیں کودیں الخ شعر ناچیں کودیں اور حمد و ثنا کریں اور عارف کہیں ربنا احییتنا یعنی اے رب ہمارے تونے زندہ کیا ہم کو وہ وجود اور استخواں جو بکھرے تھے خاک اُڑانے والے ہو گئے یعنی عارفوں کو بعد مردن یہ سیر و گشت حاصل ہوا اور تن کی جانب وہ سبھی آئیں روز محشر کو ہم سعید ہم شقی کے لیے تو سر پھیرے اور نادیدہ بنے عدم میں اول سے تونے نہیں سر پھیرا ہے رحم مادر میں سمیٹے پاؤں تھے کہ مجھ کو کون نکالتا ہے اس جا سے تو نہیں دیکھتا ہے کہ صنعت اللہ نے تیرے سر کے بال کس طرح کھینچے تجھ کو کھینچا ہر طرح کے حال میں کہ تیرے گمان و خیال میں نہ تھا یعنی حق تعالے ایسا قادر ہے کہ اس طرح عدم سے لاتا ہے اور پھر لے جاتا ہے چنانچہ اس کا حال مثال میں مولانا آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۵۳ ویسے ہی بندہ الخ شعر ویسے ہی بندہ عدم بھی اُس کا ہے سلیمان زندہ ہے اے دیو کام کر دیو کرتے تھے جفان کالجواب یعنی پیالے مانند حوضوں کے اور طاقت دفع اور جواب کی نہ تھی یعنی اے منکر اسی طرح عدم بھی بندہ اُس کا ہے پس خدا موجود ہے اے دیو منکر تو کام کرے جا جیسے دیو سلیمان علیہ السلام کا کام کرتے تھے یعنی تالاب کھودتے تھے نگیں بناتے تھے یعنی تصویر گڑھتے تھے اس آیت مذکورہ سے واضح ہوا کہ دیو تصویریں انبیاء علیہم السلام کی حالت عبادت کی بناتے تھے کہ تا مردم اُن تصویروں کو دیکھ کر عبادت کریں پس اُس وقت میں تصویریں بنانا جائز اور درست تھیں بحر العلوم ۱۲ ۵ع ہمالے خدمت میں حاضر ہوں ۱۲ ۵ع اے رب ہمارے زندہ کیا تونے ہم کو ۱۲ ۵ع پیالے مانند حوضوں کے ۱۲

خویش را بین چون همی لرزی زبیم — مر عدم را نیز لرزان بین مقیم
ورتو دست اندر مناصب میزنی — هم ز ترس ست آنکه جانے میکنی
هرچه جز عشق خدائے احسن ست — گر شکر خواریست آن جان کندن ست
چیست جان کندن سوئے مرگ آمدن — دست در آب حیاتے نازدن
خلق را دو دیده در خاک ممات — صد گمان دارند در آب حیات
جهد کن تا صد گمان گردد نود — شب برو ور تو بخسپی شب رود
در شب تاریک جو آن روز را — پیش کن آن عقل ظلمت سوز را
در شب بد رنگ بس نیکی بود — آب حیوان جفت تاریکی بود
سر ز خفتن کے توان برداشتن — با چنین صد تخم غفلت کاشتن
خواب مرده لقمه مرده یار شد — خواجه خفت و دزد شب در کار شد
تو نمیدانی که خصمانت کے اند — ناریان خصم وجود خاکی اند
نار خصم آب و فرزندان اوست — همچنانکه آب خصم جان اوست
آب آتش را کشد زیرا که او — خصم فرزندان آب ست و عدو
بعد ازان این نار نار شهوت است — کاندرو اصل گناه و زلت است
نار بیرونی بآبے بفسرد — نار شهوت تا بدوزخ می برد

دیکھ[۱] خود کو کس طرح ڈرتا ہے تو — ایسے ہی ڈرتا عدم ہے آپ کو
اور اگر منصب کو تو اب لیتا ہے تو — خوف سے بھی جانکنی کرتا ہے تو
جو سوائے عشق حق بہتر دکھے — گر شکر کھائے تو جاں کندن کے
جاں کنی کیا جانا سوئے مرگ کے — آب حیواں کو نہ لینا ہاتھ سے
خلق[۲] تکتی ہے سوئے خاک ممات — سو گماں رکھتی ہے آب حیات
کر تو کوشش سو گماں کم ہوں ترے — شب کو تو چل گر تو سویا شب کٹے
تیرہ شب میں ڈھونڈھ تو اس نور کو — پیشوا کر عقل ظلمت سوز کو
اس شب بدرنگ میں نیکی ملے — آب حیواں خفتہ تاریکی میں ہے
کب اٹھا سکتا ہے سر کو خواب سے — باوجود اسکے جو غفلت رکھے
خواب مردہ لقمہ مردہ سے ملا — خواجہ سویا دزد شب نے سب لیا
تو نہ جانے کون ہیں دشمن ترے — خاکیوں کے ناری دشمن جسم کے
نار دشمن آب و فرزند اسکے کی — جیسے آب اس سے رکھے ہے دشمنی
آب آتش کو بجھائے کیونکہ وہ — آب کے فرزند کی دشمن ہے جو
بعدہ یہ نار شہوت کی ہے نار — کہ گنہ کی اصل اسمیں آشکار
نار باہر کی بجھے پانی سے ہے — نار شہوت سے وہ دوزخ میں پڑے

ف۱ دیکھ خود کو الخ یہ شعر تو خود کو دیکھ کہ کس طرح ڈرتا ہے ایسے ہی عدم آپ کو ڈرتا ہے مثال آگے بیان فرماتے ہیں اور اگر منصب کو تو اب لیتا ہے تو خوف سے بھی جانکنی کرتا ہے جو سوائے عشق حق کے بہتر معلوم ہوتا ہے وہ شکر کھانے جان کندنی کرتا ہے جان کندنی کیا ہے جانا طرف مرگ کے اور آب حیوان کو نہ لینا ہاتھ سے یعنی سوائے عشق حق کے لینا اور عشق حاصل نہ کرنا گویا جان کندنی ہے باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲

ف۲ خلق تکتی ہے الخ ۱۱ شعر خلق تکتی ہے طرف خاک ممات کے اور سو گمان اس پر رکھتی ہے آب حیات کا یعنی مخلوق لذائذ غذائے نفسانیہ کو چاہتی ہے اور اس پر گمان رکھتی ہے لذائذ روحانیہ کا یعنی عشق حقیقی کی تو کوشش کر کہ سو گمان تیرے کم ہوں شب کو چل اگر تو سوئے شب کٹے یعنی شب دنیا میں تو جہد کر اگر غافل رہا دنیا ہاتھ سے جائے تیرہ شب میں تو ڈھونڈھ اس نور کو اور پیشوا کر عقل ظلمت سوز کو یعنی دنیا میں دین کو حاصل کر تا کہ روشنی عقل کامل سے یہ ظلمت دنیا کی دور ہو اس شب بدرنگ میں تا نیکی تجھے حاصل ہو کیونکہ آب حیوان تاریکی میں پوشیدہ ہے یعنی روشنی تاریکی میں ہوتی ہے پس روشنی باطن کو اس شب رنگ دنیا میں حاصل کر کب تو حجاب دنیا سے سر کو اٹھا سکتا ہے باوجودیکہ سو غفلت کو تو رکھتا ہے خواب مردہ تھی اور لقمہ مردہ سے ملا خواجہ سویا اور دزد شب سامان لے گیا یعنی ایک تو غافل تھا اور لذائذ دنیا میں پڑا اس کی مثال ایسی ہے کہ خواجہ سویا چور سامان لے گیا یعنی شیطان فوراً ایمان غفلت میں لے گیا تو نہیں جانتا ہے کہ تیرے دشمن کون ہیں خاکیوں کے ناری دشمن جسم کے ہیں نار دشمن آب اور اس کے فرزندوں کی ہے جیسے آب دشمن نار کا ہے آب آتش کو بجھائے کیونکہ آب کے فرزند کی وہ دشمن ہے یعنی دیو نفس دشمن جان کا ہے بعدہ یہ نار شہوت کی نار ہے کہ اصل گناہ اس میں آشکار ہے یعنی یہ نار خواہش نفسانیہ ہے نار باہر کی آب سے بجھتی ہے نار شہوت دوزخ میں لے جاتی ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

نار شہوت می نیارامد بآب | زانکہ دارد طبع دوزخ در عذاب
نار شہوت کو بجھاتا کب ہے آب | کیونکہ رکھے ہے طبع دوزخ عذاب

نار شہوت را[۱] چہ چارہ نور دیں | نورکم اطفاء نار الکافرین
نار شہوت کی دوا ہے نور دیں | نورکم اطفاء نار الکافرین

چہ کشد این نار را نور خدا | نور ابراہیم را ساز اوستا
کون مارے نار کو نور خدا | نور ابراہیم کو مرشد بنا

تا ز نار نفس چون نمرود تو | وارہد این جسم ہمچون عود تو
تاکہ نار نفس جیسے نمرود سے | چھوٹے تیرا جسم مثل عود کے

نار پاکان را ندارد خود زیان | کے ز خاشاکے شود دریا نہان
نار پاکوں کو نہ کچھ تکلیف دے | کب خس خاشاک سے دریا چھپے

ہر کہ تریاک خدا را بخورد | گر خورد زہرے نگویش کہ بمرد
جو کہ تریاق خدا کو کھائے ہے | زہر گر کھائے نہ وہ ہرگز مرے

خود کند رنجور را رنجور تر | وانکہ معمور ست ازو معمور تر
پر کرے بیمار کو بیمار تر | اور رکھے آباد کو آباد تر

گر طبیبت گوید اے رنجور زار | از عسل پرہیز کن ہین ہوشدار
گر طبیب[۲] تجکو کہوے اے مریض | شہد سے پرہیز کر اے حضیض

گر جوابش گوئی از جہل اے سقیم | کہ چرا تو میخوری بے ترس و بیم
گر جواب اُسکے میں کہوے جہل سے | کسلیے کھاتا ہے تو بے خوف کے

گویدت در دل حکیم نکتہ دان | کج قیاسے کردہ چون ابلہان
دلمیں کہوے تجکو وہ اپنے حکیم | راہ کج رکھتا ہے یہ مرد الیم

در تو علت می فروزد ہمچو نار | ہین مکن با نار ہیزم را تو یار
تجھ میں بڑھتا ہی مرض مانند نار | مت کرے تو نار کا ہیزم کو یار

زین دو آتش خانۂ ت ویران شود | قالب زندہ ز و بے جان شود
تیرا گھر دو آگ سے ویران ہو | قالب زندہ ترا بے جان ہو

ور من از ناریست ہست آن ہمچو نور | نار صحت در تن افزاید سرور
نار ہی مجھ میں اگر ہے مثل نور | نار صحت جسم میں رکھے سرور

نار صحت چون فزاید در وجود | بے زیان تن بود صد گونہ سود
نار صحت تن میں جو زیادہ رہے | نے ضرر ہو تن کو بل سو فائدے

شہوت ناری براندن کم نشد | آن بماندن کم شود بے ہیچ جد
شہوت ناری نہ کم حرکت سے ہو | پر ہو کم رکنے سے بے نقصان وہ

تا کہ ہیزم می نہی بر آتشے | کے بمیرد آتش از ہیزم کشے
جب[۳] تلک ہیزم رکھے تو آگ پے | آگ لکڑی ڈالنے سے کب بجھے

---

۱ نار شہوت الخ۔ شعر یار شہوت کو آب کب بجھاتا ہے کیونکہ طبع دوزخ عذاب سے رکھتی ہے نار شہوت کی دوا تو نور دین ہے بموجب قول کے ترجمہ نور تمھارا بجھاتا ہے کافروں کی نار کو یعنی نار شہوت نفسانیہ بجز نور خدا کے کہ نقل ہے یہ نہیں بجھتی ہی بموجب قول مذکور کے نور خدا نار کو مارے تو نور ابراہیم کو مرشد بنا تاکہ نفس جوں نمرود سے تیرا جسم چھوٹے مثل چوب عود کے اور پاکوں کو نار کچھ تکلیف نہ دے جیسے خس و خاشاک سے کب دریا چھپتا ہے جو کوئی تریاق خدا کو کھاتا ہے اگر وہ زہر کھائے نہ ہرگز مرے لیکن بیمار کو اور بیماری زیادہ کرے اور آباد کو زیادہ آباد کرے مثال اس کی مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۲ گر طبیب الخ شعر اے مریض اگر تجکو یہ طبیب کہے کہ تو شہد سے پرہیز کر اگر اُس کے جواب میں تو جہل سے کہے کہ بغیر خوف کے تو کس لیے کھاتا ہے تجھ کو وہ حکیم اپنے دل میں کہے کہ یہ مریض راہ کج رکھتا ہے تجھ میں مرض مانند نار کے بڑھتا ہے تو ہیزم کو یار نار کا مت کرے کہ تیرا گھر ان سے ویران ہوا اور قالب زندہ بے جان یعنی آتش مرض و حرارت شہد سے تیرا خانۂ تن مردہ ہوا اگر مجھ میں نار ہے تو مانند نور کے ہے کیونکہ نار صحت جسم میں زیادہ ہے تو جسم کو ضرر نہ ہووے بلکہ سو فائدے ہوویں شہوت ناری حرکت کرنے سے کم نہ ہو رکنے سے وہ کم ہو بے نقصان کے یعنی نفس کاملوں کو زیادہ نفع دیتا ہے مثل حرارت صحت کے اور غافلوں کو مثل حرارت موذی کے نقصان دیتا ہے باقی حال اس کا آگے مولانا بیان فرماتے ہیں فافہم ۳ جب تلک ہیزم الخ شعر جب تک تو ہیزم رکھے آتش پر تو آتش ہیزم ڈالنے سے کب بجھے باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲ ۵ نور تمھارا بجھاتا ہے نار کافروں کو ۱۲۔

چونکہ ہیزم باز گیری نار مرد	زانکہ تقوی آب سوئے نار برد	۵۱ کھینچے جب ہیزم کو تو آتش بجھے	کیونکہ تقوی آب آتش پر رکھے
کے سیہ گردد ز آتش روے خوب	کو نہد گلگونہ از تقوی القلوب	کب سیہ ہو آگ سے بس روے خوب	جو رکھے گلگونہ با تقوی القلوب

آتش افتادن در شہر در ایام عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آگ لگنا شہر میں بعہد عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آتشے افتاد در عہد عمرؓ	ہمچو چوب خشک میخورد او حجر	۵۲ عہد میں آتش لگی فاروقؓ کے	مثل ہیزم خشک کے پتھر جلے
در فتاد اندر بنا و خانہا	تا زد اندر پر مرغ و لانہا	جلتے تھے دیوار اور در و مکاں	جلتے تھے پر مرغ کے اور آشیاں
نیم شہر از شعلہا آتش گرفت	آب میترسید ازاں و می شگفت	شہر آدھا آگ سے بس جل گیا	پانی اس سے ڈرتا تھا اور بھاگتا
مشکہاے آب و سرکہ می زدند	بر سر آتش کسان ہوشمند	مشک سے پانی اور سرکہ ڈالتے	آگ پر جو لوگ دانشمند تھے
آتش از استیزہ افزودی لہب	میرسید او را مدد از صنع رب	آگ بڑھتی سعی سے تھی شعلہ زن	ملتی تھی اسکو مدد با ذو المنن
خلق آمد جانب عمرؓ شتاب	کاتش ما خود نمی میرد ز آب	خلق پاس آئی عمرؓ کے دوڑ کے	کہ نہیں بجھتی یہ آتش آب سے
گفت آں آتش ز آیات خداست	شعلہ از آتش بخل شماست	بولے یہ ہی آگ اسرار خدا	شعلۂ آتش تمہارے بخل کا
آب بگذارید و نان قسمت کنید	بخل بگذارید اگر آن منید	پانی چھوڑو اور کرو خیرات تم	بخل چھوڑو تو میری بات تم
خلق گفتندش کہ در بکشودہ ایم	ما سخی و اہل فتوت بودہ ایم	خلق بولی کرتے ہیں خیرات ہم	ہم سخاوت کرتے ہیں نے بیش و کم
گفت ناں بر رسم و عادت دادہ اید	از برائے حق در نکشادہ اید	۵۳ بولے تم خیرات رسمی کرتے ہو	نے خدا کیواسطے تم دیتے ہو
بہر فخر و بہر بوش و بہر ناز	نہ از برائے ترس و تقوی و نیاز	فخر جاہ و ناز کے تم واسطے	نے نیاز و خوف و تقوی کیلیے

۵۱ کھینچے جب الخ ۲ شعر جبکہ تو ہیزم کھینچے آتش بجھے کیونکہ تقوی آب آتش پر رکھتا ہے روے خوب کب آتش سے سیاہ ہو جو رکھے گلگونہ تقوی القلوب یعنی بچاؤ کرو دلونکو خواہشات سے یعنی آتش نفس کی ہیزم خواہشوں سے زیادہ ہوتی ہے جبکہ تو خواہشوں کو ترک کرے آتش نفس مردہ ہے کیونکہ تقوی آتش نفس کو مردہ کرتا ہے اور رخوے خوب اہل تقوی کا آتش نفس سے نہیں سیاہ ہوتا ہے کیونکہ آتش تقوی سے دفع ہوتی ہے چنانچہ مولانا مثال میں آگے ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۵۲ عہد میں الخ ۹ شعر عہد میں عمر فاروقؓ کے آتش لگی اور سنگ مثل چوب خشک کے جلتے تھے اور جلتے تھے در و دیوار اور مکان اور جلتے تھے پر مرغوں کے اور آشیانے شہر آدھا آگ سے جل گیا اور آب اس سے ڈرتا اور بھاگتا تھا مشکوں سے پانی اور سرکہ ڈالتے تھے آتش پر جو لوگ کہ دانشمند تھے آتش سعی کرنے سے اور شعلہ زن ہوتی تھی کہ اسکو مدد ملتی تھی حق سے مخلوق عمرؓ کی خدمت میں آئی دوڑکر کہ یہ آتش آب سے نہیں بجھتی ہے فرمایا کہ یہ آتش اسرار خدا ہے اور تمہاری آتش بخل کا شعلہ ہے تم پانی چھوڑ دو اور خیرات کرو اور بخل چھوڑو میری بات کو مانو خلق نے کہا کہ ہم خیرات کرتے ہیں اور سخاوت کرتے ہیں نے بیش و کم یعنی شہر وجود میں جب آتش امراض نجار کی لگتی ہے اور در و دیوار استخوان تن کے اس سے جلتے ہیں آب و دوا سے اور مشتعل ہوتی ہے کیونکہ وہ آتش شامت اعمال بخل سے شہروں میں لگی ہے پس صدقہ اور خیرات سے بجھتی ہے پس مولانا آتش بخل کا حال اس قصہ میں بیان فرماتے ہیں چنانچہ نتیجہ اسکا آگے ہے فافہم ۱۲ ۵۳ بولے تم خیرات الخ ۲ شعر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم خیرات رسمی کرتے ہو خدا کے واسطے تم نہیں دیتے ہو تم فخر و جاہ اور ناز کیواسطے دیتے ہو نہ کہ نیاز و خوف اور تقوی کے واسطے آگے مولانا اس کے حقائق بیان فرماتے ہیں فہم من فہم ۱۲

مال تخم ست و بہر شورہ منہ ۔ تیغ را در دست ہر رہزن مدہ
اہل دیں را باز داں از اہل کیں ۔ ہمنشیں حق بجو با او نشیں
ہر کسے بر قوم خود ایثار کرد ۔ کابلہ پندارد کہ او خود کار کرد

مال دانہ ہے نہ ہر شورہ میں بو ۔ ہاتھ میں تلوار رہزن کے نہ دو
اہل کیں سے ڈھونڈھ اہل دیں کو ۔ دوست حق کو ڈھونڈھ اسکا دوست ہو
ہر کوئی بخشش کرے ہے قوم پے ۔ جانے ابلہ ہے کہ بہتر کام ہے

خیو انداختن خصم بروے امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ و انداختن آنحضرت شمشیر را از دست

تھوک ڈالنا دشمن کا اوپر روے پاک علی کرم اللہ وجہہ کے اور انکا تیغ پھینکنا ہاتھ سے

از علی آموز اخلاص عمل ۔ شیر حق را داں منزہ از دغل
در غزا بر پہلوانے دست یافت ۔ زود شمشیرے بر آورد و شتافت
او خیو انداخت بر روے علی ۔ افتخار ہر نبی و ہر ولی
او خیو انداخت بر روے کہ ماہ ۔ سجدہ آرد پیش او در سجدہ گاہ
در زماں انداخت شمشیر آں علی ۔ کرد او اندر غزایش کاہلی
گشت حیراں آں مبارز زیں عمل ۔ از نمودن عفو و رحم بے محل
گفت بر من تیغ تیز افراشتی ۔ از چہ افگندی مرا بگذاشتی
آں چہ دیدی بہتر از پیکار من ۔ تا شدی تو سست در اشکار من
آنچہ دیدی تا چنیں خشمت نشست ۔ تا چنیں برقے نمود و باز جست

سیکھ علی سے تو اخلاص عمل ۔ شیر حق رکھتا نہیں بخل و دغل
پہلوان پر غزوے میں غالب ہوے ۔ اور نکالی تیغ اسکو مارنے
پہلوان نے تھوکا بس سوے علی ۔ افتخار ہر نبی و ہر ولی
اسکے منہ پر تھوکا جسکو مہر و ماہ ۔ سجدہ کرتے تھے سدا شام و پگاہ
پھینکدی اس دم علی نے تیغ کو ۔ اور رہے اندر غزا کے سست ہو
ہو گیا حیراں بس وہ پہلواں ۔ رحم و عفو بے محل انکے سے واں
بولا مجھ پر تیغ تم نے کھینچ کر ۔ کسلیے پھینکی و چھوڑا میرا سر
دیکھا بہتر مارنے سے کیا مرے ۔ جو ہوے تم سست میرے قتل سے
دیکھا کیا غصہ تمہارا جو گیا ۔ چمکی بجلی اسقدر ہوئی پھر فنا

۱؎ مال دانہ ہے الخ ۔ شعر مال تخم ہے ہر زمین شور میں نہ بو اور ہاتھ میں تلوار رہزن کے نہ دو اہل کینہ سے اہل دین کو ڈھونڈھ دوست حق کو ڈھونڈھ اور اسکا دوست ہو ہر ایک بخشش کرتا ہے اپنی قوم پر احمق جانتا ہے کہ یہ بہتر کام ہے یعنی حضرت عمر رضی نے فرمایا کہ خیرات کھانیکو کرتے ہیں یہ مقبول نہیں ہے اور اس سے دفع بلا نہیں ہوتی ہے جو خاص خدا کیواسطے خیرات کرو کہ رد بلا ہو پس عاقل بخشش کرتے ہیں خواہشات نفسانی سے اور جانتے ہیں کہ ہم کام نیک کرتے ہیں جو کہ وہ فعل خدا کیواسطے نہیں ہے تو اسکا اثر مترتب ہو سکا نہیں ہوتا ہے پس جو کام ہو کرے خدا کے واسطے کرے اور خواہش نفسانی سے نہ کرے چنانچہ اسکی مثال ہے قصہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۲؎ سیکھ علی سے الخ ۔ شعر علی کرم اللہ وجہہ سے تو سیکھ اخلاص عمل کیونکہ شیر حق نہیں رکھتا ہے بخل و دغل ایک پہلوان پر غزوے میں آپ غالب ہوے اور تلوار نکالی اسکے مارنیکو پہلوان نے تھوکا علی کی جانب کو جو افتخار ہر نبی و ہر ولی ہیں اسکے منہ پر تھوکا جسکو مہر و ماہ سجدہ کرتے ہیں صبح و شام واضح ہو کہ موجودہ نسخوں میں ہر جگہ افتخار ہر نبی و ہر ولی لکھا ہوا ہے مگر مولانا بحر العلوم نے اس مصرع پر لکھا ہے کہ ۔ آں خیو انداخت بر روے علی ۔ نسخ مختلف واقع است ۔ در نسخہ قدیمہ ایں مصرع بعد ایں مصرع ہست کرد او اندر غزایش کاہلی ۔ و در نسخہاے جدیدہ بایں وش ہست افتخار ہر نبی و ہر ولی ۔ لہذا شیخ افضل در بودن ایں مصراع از مولوی شک کردہ ۔ سبب اسکے بعد تاویل کی ہے مگر میں نے ایک بہت قدیم نسخے میں دیکھا کہ بجاے نبی کے صفی ہے اور اس صورت میں پھر کسی تاویل وغیرہ کی ضرورت نہیں رہتی اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے ۱۲ عبد الباری آسی ۳؎ پھینکدی الخ ۔ شعر اس دم حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تلوار پھینکدی اور اس غزا میں سست ہو گئے وہ پہلوان حیران ہو گیا رحم و عفو بے محل انکے سے پہلوان نے کہا کہ تیغ مجھ پر کسلیے کھینچکر پھینکدی اور سر کو میرے چھوڑ دیا کیا بہتر دیکھا میرے مارنے سے جو تم سست ہو گئے میرے قتل سے کیا تم نے دیکھا کہ غصہ تمہارا جاتا رہا اسقدر بجلی چمکی اور پھر فنا ہو گئی باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

آن چه دیدی که مرا زان عکس دید — در دل و جان شعلها آمد پدید
دیکھا[1] کیا کہ تیری عکس دید سے — دل و جان میں میرے جو شعلے اُٹھے

آن چه دیدی بهتر از کونین مکان — که به از جان بود و بخشیدیم جان
تم نے بہتر دیکھا کیا کونین سے — جان سے بہتر تھا کہ جان بخشی مجھے

در شجاعت شیر ربانیستی — در مروت خود که داند کیستی
تم شجاعت میں ہو بس شیر خدا — کون جانے ہو مروت میں ہو کیا

در مروت ابر موسائی به تیه — کآمد از وے خوان و نان بے شبیه
ابر موسیٰ ہو مروت میں کہ جو — تیہ میں دیتا تھا روٹی سب کو وہ

ابرها گندم دهد کان را بجهد — پخته و شیرین کند مردم چو شهد
ابر گندم دے ہے پھر اسکو بجہد — پختہ و شیریں کریں سب مثل شہد

ابر موسیٰ پر رحمت بر گشاد — پخته و شیرین بے زحمت بداد
ابر موسیٰ از رہ رحمت اُڑا — پختہ و شیریں و بے زحمت دیا

از برائے پخته خواران کرم — رحمتش افراخت در عالم علم
مفت خوراں کرم کے واسطے — رحمت اُسکی نے علم برپا کیے

تا چهل سال آن وظیفه و آن عطا — کم نشد یک روز زان اهل رجا
دو برس چالیس تک جود و عطا — کم ہوئی اہل جا پر نے ذرا

تا هم ایشان از خسیسی خاستند — گندنا و تره و خس خواستند
تاکہ وہ خست سے آمادہ ہوئے — گندنا بھاجی لگے وہ چاہنے

جملگی گفتند با موسیٰ ز آز — بقل و قثا و عدس سیر و پیاز
سب نے موسیٰ سے کہا بالحرص و آز — بقل و قثا و عدس لہسن پیاز

زان گدا روئی و حرص آن شان — منقطع شد من و سلویٰ ز آسمان
پس گدائی حرص انکی سے سدا — چرخ سے موقوف من سلویٰ ہوا

امت احمد که هستند از کرام — هست باقی تا قیامت آن طعام
امت[2] احمد کہ ہیں اہل کرام — تا قیامت انکا ہے باقی طعام

چون ابیت عند ربی فاش شد — یطعم و یسقی کنایت ز آش شد
جو ابیت عند ربی کھل گیا — یطعم و یسقی کنایہ اس سے تھا

هیچ بے تاویل این را در پذیر — تا در آید در گلو چون شهد و شیر
اس کو بے تاویل کرے تو قبول — مثل شیر اور شہد تجکو ہو حصول

زانکه تاویل ست وا داد عطا — چونکه بیند آن حقیقت را خطا
کیونکہ ہے تاویل سے رد عطا — جو کہ دیکھے اس حقیقت کو خطا

آن خطا دیدن ز ضعف عقل است — عقل کل مغز ست و عقل جزو پوست
وہ خطا دکھتی ہے ضعف عقل سے — عقل کل کا مغز ہے جزوی کو پوست

خویش را تاویل کن نے اخبار را — مغز را بد گوے نے گلزار را
خود کو کر تاویل نے اخبار کو — مغز کو بد جان نے گلزار کو

سلہ دیکھا کیا الخ ۱۲ شعر کیا تم نے دیکھا کہ عکس دید تمہارے سے میرے دل و جان میں شعلے اُٹھے کیا بہتر تم نے دیکھا کونین سے اور جان سے بہتر تھا کہ جان مجھے بخشی تم شجاعت میں شیر خدا ہو کون جانے کہ مروت میں کیا ہو تم مروت میں ابر موسیٰ ہو کہ جو تیہ میں سب کو روٹی دیتا تھا یعنی موسیٰ علیہ السلام جو تیہ میں قوم کے ساتھ پھنس گئے بحکم خدا ایک ابر انپر سایہ کرتا تھا اور من سلویٰ انکو دیتا تھا پس مولانا ابر کیطرف اشارہ فرماتے ہیں کہ ابر مردم کو گندم دیتا ہے جہد سے تا پختہ و شیریں سب کریں مثل شہد کے ابر موسیٰ ازراہ رحمت اُترا پختہ و شیریں اور بے زحمت انکو کھانا دیا اور واسطے مفت خوروں کرم کے اسکی رحمت نے علم برپا کیے چالیس برس تک وہ جود و عطا اہل جا پر ذرا کم نہ ہوئی یہانتک کہ خست پر آمادہ ہوئے اور گندنا و بھاجی ترکاری چاہنے لگے سب نے ازراہ حرص کے موسیٰ علیہ السلام سے کہا بموجب آیہ کریمہ من بقلها وقثائها وفومها وعدسها وبصلها یعنی بھاجی اور ککڑی اور گندم اور لہسن اور پیاز وغیرہ انکی حرص و گدائی سے من سلویٰ چرخ سے آنا موقوف ہوا یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ مثل ایسے ابر موسیٰ علیہ السلام کے تھے کہ غذائے باطنی آسمان سے سب کو پہونچاتے تھے چنانچہ آگے امت محمدی کا بیان ہے فافہم سلہ امت احمد الخ ۱۲ شعر امت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ اہل کرم ہیں قیامت انکی غذا باقی ہے بموجب حدیث شریف کے یہ ظاہر ہو گیا یطعم و یسقی یعنی میں نے رات گذاری نزدیک رب اپنے کے کھلاتا و پلاتا ہے مجھکو پس یہ کنایہ اس غذا سے ہے یعنی وہ غذا باطنی ہے کہ بطفیل حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اس امت مرحومہ کو حق سے بوسیلہ علی کرم اللہ وجہہ ملتی ہے اور تا قیامت جاری رہیگی تو اس کو بغیر تاویل کے قبول کرے کہ مثل شیر و شہد تجکو حصول ہو کیونکہ تاویل سے عطا رد ہوتی ہے جو کہ اس نے اس حقیقت کو خطا دیکھا ہے اور وہ خطا ضعف عقل سے دکھائی دیتی ہے عقل کل مغز ہے اور عقل جزوی پوست ہے تو خود کو بدل نہ حدیث کو اپنے مغز کو بدجان نہ گلزار کو یعنی درحقیقت وہ غذا اہل امت کو ملتی ہے تو بھی عقل ناقص اپنی سے اس میں تاویلیں نہ کر آگے رجوع بقصہ ہے فافہم ۱۲ سلہ شب گذاری میں نے نزدیک رب اپنے کے ۱۲

اے علی کہ جملہ عقل و دیدۂ — شمۂ واگو ازاں چہ دیدۂ
تیغ علمت جاں مارا چاک کرد — آب علمت خاک مارا پاک کرد
بازگو دانم کہ ایں اسرار ہوست — زانکہ بے شمشیر کشتن کار اوست
صانع بے آلہ و بے جارحہ — واہب ایں ہدیہ ہائے رابحہ
صد ہزاراں می چشاند روح را — کہ خبر نبود دل مجروح را
صد ہزاراں روح بخشد ہوش را — کہ خبر نبود دو چشم و گوش را
بازگو اے باز عرش خوش شکار — تا چہ دیدی ایں زماں از کردگار
چشم تو ادراک غیب آموختہ — چشمہائے حاضراں بر دوختہ
آں یکے ماہی ہمی بیند عیاں — واں یکے تاریک می بیند جہاں
واں یکے سہ ماہ می بیند بہم — ایں سہ کس بنشستہ یک موضع نعم
چشم ہر سہ باز و گوش ہر سہ تیز — در تو آویزان و از من در گریز
سحر عین است ایں عجب لطف خفی — بر تو نقش گرگ و بر من یوسفی
عالم ار ہجدہ ہزار ست و فزوں — ہر نظر را نیست ایں ہجدہ زبوں
راز بکشا اے علی مرتضےٰ — اے پس سوء القضا حسن القضا
یا تو واگو انچہ عقلت یافت ست — یا بگویم انچہ بر من تافت ست
از تو بر من تافت چوں داری نہاں — می فشانی نور چوں مہ بے زباں

اے علی بالکل تو عقل و دید ہے — کچھ تو کہہ جو کچھ ہوا ظاہر تجھے
تیری تیغ علم نے کی جان چاک — علم نے تیری کیا تن میرا پاک
پھر کہو تا سر ہو مجھ پر کھلے — مارنا بے تیغ اُس کا کام ہے
صانع بے آلہ و بے دست و پا — بے عوض دیتا ہے یہ تحفے سدا
سیکڑوں تحفے چکھائے روح کو — نے خبر اُس سے دل مجروح کو
روح دیتا ہے ہزاروں ہوش کو — نے خبر اُس سے و چشم و گوش کو
پھر کہہ اے باز شکاری عرش کے — تو نے کیا دیکھا ہی اُس دم یار سے
سیکھا تیری آنکھ نے ادراکِ غیب — چشم حاضر کی سلیں از راہ غیب
ایک دیکھے ماہ کو یاں پر عیاں — دوسرا تاریک دیکھے ہے جہاں
تیسرا بس تین مہ دیکھے بہم — تینوں یہ بیٹھے ہیں اک جا نزدِ عم
چشم تینوں کی کھلی اور تیز ہے — تجھ سے باہم مجھ سے وہ دوری رکھے
غیب کا جادو ہے یہ لطفِ خفی — تجھ پہ نقش گرگ مجھ پہ یوسفی
ہیجدہ عالم ہے یہ بلکہ فزوں — ہر نظر میں ہیجدہ نے ہے زبوں
کھول یہ بھید اے علی مرتضےٰ — اے پس سوء القضا حسن القضا
یا تو کہہ جو دیکھا تیری عقل نے — یا کہوں میں جو کہ چمکا مجھ سے ہے
تجھ سے مجھ پر چمکا مت رکھ تو نہاں — جیسے ڈالے نور ماہ بے زباں

ف ۱ اے علی الخ ۱ شعر اے علی تو بالکل عقل و دید ہے کچھ تو کہہ کہ جو تجھ کو ظاہر ہوا ہے تیری تیغ علم نے میری جان چاک کی اور تیرے علم نے میرا تن پاک کیا پھر کہو کہ بھید ہو کا مجھ پر کھلے مارنا بغیر تیغ کے اسکا کام ہے یعنی حق تعالےٰ کہ صانع بے آلہ اور بے دست و پا ہے اور بغیر عوض کے ہمیشہ تحفے دیتا ہے سیکڑوں تحفے روح کو چکھاتا ہے دل مجروح کو اس کی کچھ خبر نہیں اور ہزاروں روح ہوش کو دیتا ہے کہ چشم و گوش کو اس سے خبر نہیں پھر کہو اے باز شکاری عرش کے تو نے اس دم یار سے کیا دیکھا تیری آنکھ نے ادراک غیب کو سیکھا اور چشم حاضر کی سلیں ہیں از راہ غیب کے یعنی اے علی تیری چشم وا ہیں دوسروں کی بند ہیں کہ راز غیب نہیں دیکھ سکتی ہیں ایک دیکھے ماہ کو عیاں دوسرا دیکھے جہان کو تاریک تیسرا دیکھے تین ماہ باہم کہ یہ تینوں اپنے چچا کے پاس ایک جا بیٹھے ہیں چشم تینوں کی تیز و کھلی ہیں وہ تجھ سے ملے ہیں اور مجھ سے دور ہیں یعنی وہ پہلوان علی کرم اللہ وجہہ سے یہ کہتا ہے کہ دنیا میں تین شخص ہیں ایک تو وہ ذات حق کو مشاہدہ کرتا ہے دوسرا محجوب ہے تیسرا تین ماہ یعنی ذات و صفات اور افعال حق کو مشاہدہ کرتا ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ ایک دیکھنے والا ماہ کا مسلمان اور وہ دوسرا تیرہ جہان کا دیکھنے والا منکر ربانیت اور تیسرا تین ماہ دیکھنے والا انصاری کہ تین خدا کو مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تینوں پاس چچا کے بیٹھے ہیں یعنی ہر ایک کی دید مختلف ہے کہ کسی کو کچھ اور کسی کو کچھ دکھائی دیتا ہے اور سب کی نظر ایک سی نہیں ہے جو تم کو دکھائی دیتا ہے وہ مجھ سے دور ہے آگے جواب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہے فافہم ۱۲ ف ۲ غیب کا الخ ۵ شعر لطف حق ایک عمل پوشیدہ ہے کہ مخلصوں پر فضل اور کافروں پر قہر ہے آگے قول پہلوان کا ہے یہ اٹھارہ ہزار عالم بلکہ زیادہ ہر ایک کی نظر میں زبوں نہیں ہے اس بھید کو کھول اے مرتضیٰ اے بعد سوء القضا حسن القضا بعد بُرے حکم کے نیک حکم یا تو کہہ جو تیری عقل نے دیکھا ہے یا میں کہوں کہ جو مجھ پر چمکا ہے تو پوشیدہ نہ رکھ جیسے نور ڈالے بے زبان تو ڈالتا ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

لیک اگر در گفت آید قرص ماہ / شب رواں از زود تر آرد براہ
از غلط ایمن شوند و از ذہول / بانگ مہ غالب شود بر بانگ غول
ماہ بے گفتن چو باشد رہنما / چوں بگوید شد ضیا اندر ضیا
چوں تو بابے آں مدینہ علم را / چوں شعاعے آفتاب حلم را
باز باش اے باب بر جویائے باب / تا رسد از تو قشور اندر لباب
باز باش اے باب رحمت تا ابد / بارگاہ ما لہ کفواً احد
ہر ہوا و ذرۂ خود منظرے ست / ناگشادہ کے شود کانجا درے ست
تا نہ بگشاید درے را دیدباں / در دروں ہرگز نہ جنبد ایں گماں
چوں گشادہ شد درے حیراں شود / مرغ امید و طمع پراں شود
غافلے ناگہ بویراں گنج یافت / سوئے ہر ویرانہ زاں پس می شتافت
تا ز درویشے نیابی تو گہر / کے گہر جوئی ز درویشے دگر
سالہا گر ظن دود با پائے خویش / نگذرد ز اشکاف بینیہائے خویش
تا نہ بینی نایدت از غیب بو / غیر بینی ہیچ مے بینی بگو

لیک گر کہنے لگے یہ قرص ماہ / جلد تر شب رو کو بتلاوے وہ راہ
بھولنے سے راہ کے بے غم رہے / بانگ مہ غالب ہو بانگ غول پے
بے کہے جو ماہ ہووے رہنما / گر کہے تو ہو ضیا اندر ضیا
تہے دروازہ مدینۂ علم کا / تو ہے پرتو آفتاب حلم کا
در تو کھل جوئندۂ ابواب پے / تجھ سے پہونچے پوست اندر مغز کے
اے در رحمت کھلا رہ تا ابد / بارگاہ ما لہ کفواً احد
ہر ہوا و ذرہ منظر ہے عیاں / دل کا اندھا دیکھے کب وہی ہاں
تا نہیں دروازہ کھولے دیدباں / اندر اسکے کب سما ہووے گماں
جبکہ دروازہ کھلے حیران ہو / مرغ امید و طمع پران ہو
گنج ویرانے میں عاقل کو ملے / سوے ہر ویرانہ اس باعث پھرے
تو نہ جبتک پائے عارف سے گہر / دوسرے عارف سے کب ڈھونڈھے گہر
اپنے پائے گر گماں برسوں پھرے / پرہ بینی سے نہ آگے وہ بڑھے
غیب سے بینی تلک نہ آئے بو / دیکھتا ہی کچھ سوا بینی کے تو

سوال کردن آں کافر از آنحضرت کہ بر چون من ظفر یافتی چرا از قتل من اعراض فرمودی و مرا نکشتی

سوال کرنا کافر کا حضرت علیؓ سے کہ تم نے مجھ پر فتح پائی تو کیوں نہیں مجھکو مارا

ف۱ لیک گر الخ ۹ شعر لیکن یہ قرص ماہ اگر بولنے لگے تو جلدی شب رو کو راہ بتلائے اور راہ بھولنے سے بے غم رہے کیونکہ بانگ ماہ کی غالب ہے بانگ غول پے بے کہے جو ماہ رہنما ہووے اگر کہے تو ضیا اندر ضیا دروازہ ہے مدینہ علم کا اور تو پرتو ہے آفتاب حلم کا یعنی پر تو مرشد سے مرید کو اتقان کلی ہوتا ہی کیونکہ کشف قلوب میں کبھی دھوکا بھی ہوجاتا ہے بسبب کثرت نفس کے اسواسطے بیان مرشد بہتر ہے کشف قلوب سے اے دروازہ کھل تو جوئندہ دروازہ پر تا تجھ سے پوست پہونچے اندر مغز کے اے در رحمت تو کھلا رہ ہمیشہ طرف درگاہ اسکی کے کہ نہ دروازہ ایک ہے ہر ہوا اور ذرہ ایک ہے ہر ہوا و ذرہ ایک دریچہ ہے عیاں دل کا اندھا کب دیکھے کہ وہاں در ہے جب تک نگہبان دروازہ کا نہ کھولے اندر اسکے کب گمان جا سکے یعنی ہر ایک فارہ وہوا ایک دروازہ ہے طرف ذات حق کے ہے مگر تیرہ دل کو وہ دکھائی نہیں دیتا جبتک مرشد اُسے نہ کھولے اور نہ گمان اُسمیں جا سکتا ہے جبکہ دروازہ کھلے حیران ہو مرغ امید و طمع اُڑ جائے یعنی عاشق کھلنے دروازہ سے حیران ہو اور امید و طمع دور رہو کہ بعد حصول مقصود کے امید طمع نہیں رہتی آگے اسکی مثال بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ف۲ گنج ویرانے الخ ۲ شعر گنج ویرانہ میں عاقل کو ملے ویرانے میں اس سبب سے پھرے تو جب تک گوہر عارف سے نہ پائے دوسرے عارف سے کب گوہر ڈھونڈھے یعنی جس کو مرشد سے راز کھلا ہے وہ ہر ایک سے راز جوئی کرتا ہے آگے اسکے حقائق بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ف۳ اپنے پاسے الخ ۲ شعر اگر گمان برسوں اپنے پاس سے پھرے پرہ بینی سے آگے نہ بڑھے اگر غیب سے بو نہ آئے تو تو دیکھتا ہے سوا بینی کے کچھ بینی غیب سے بو پاتی ہے اور اگر اپنے گمان سے بے ہدایت مرشد پرہ بینی دیکھتا ہے تو بجز بینی کے اور کچھ نہیں دکھائی دیتا ہے یعنی انوار غیبی اس پر کشوف نہیں ہوتے ہیں پس مقام دیدن غیب شد کھلا اے اور خود کوشش کتا ہو نہیں دیکھ کر نہ کرے کہ غیب میں ہرگز رسائی نہیں ہوگی چنانچہ مولانا آگے انکشاف غیب کا حال ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲

پس بگفت آں نو مسلمان ولی — از سر مستی و لذت با علیؓ
کہ بفرما یا امیر المومنیں — تا بجنبد جاں بتن ہمچوں جنیں
ہفت اختر ہر جنیں را مدتے — میکنند از جاں بنوبت خدمتے
چونکہ وقت آید کہ جاں گیرد جنیں — آفتابش آں زماں گردد معین
چوں جنیں را نوبت تدبیر او — از ستارہ سوئے خورشید آید او
آں جنیں در جنبش آید ز آفتاب — کافتابش جاں ہمی بخشد شتاب
از دگر انجم بجز نقشے نیافت — ایں جنیں تا آفتابش بر نتافت
از کدامیں رہ تعلق یافت او — در رحم با آفتاب خوب رو
از رہ پنہاں کہ دور از حس ماست — آفتاب چرخ را بس راہہاست
آں رہے کہ زر بیابد قوت ازو — واں رہے کہ سنگ شد یاقوت ازو
آں رہے کہ سرخ سازد لعل را — واں رہے کہ برق بخشد نعل را
آں رہے کہ پختہ سازد میوہ را — واں رہے کہ دل دہد کالیوہ را
بازگو اے باز پر افروختہ — با شہ و با ساعدش آموختہ
بازگو اے باز عنقا گیر شاہ — اے سپاہ اشکن بخود نہ با سپاہ
امت وحدے یکے و صد ہزار — بازگو اے بندہ بازت را شکار
در محل قہر ایں رحمت ز چیست — اژدہا را دست دادن کار کیست

پھر یہ[1] اس نو مسلم دل نے کہا — از رہ مستی علیؓ سے بر ملا
کہ تو فرما اے امیر المومنیں — جان تن میں تا پھرے مثل جنیں
سات سیارے جنیں کے مدتیں — جان سے کرتے ہیں نوبت خدمتیں
وقت جب آئے جنیں میں جان پڑے — آفتاب اس دم مدد اسکی کرے
جب جنیں پورا اثر سے انکے ہو — اختروں سے سوئے خورشید آئے وہ
یہ جنیں خورشید سے جنبش کرے — کہ اسے خورشید جلدی جان دے
اختروں سے نے بجز نقش اک ملا — اس پہ تا خورشید نے تاباں ہوا
کون سی راہ سے تعلق پائے ہی — وہ رحم میں جلوہ خورشید سے
راہ وہ پنہاں کہ حس سے دور ہی — آفتاب چرخ وہ راہیں رکھے
راہ وہ کہ قوت انگور اس سے لے — راہ وہ کہ سنگ لعل اس سے بنے
راہ وہ کہ سرخ کر دے لعل کو — راہ وہ کہ برق بخشے نعل کو
راہ وہ کہ پختہ میوہ کو کرے — راہ وہ کہ احمقوں کو دل وہ دے
پھر کہو[2] اے باز روشن پر و بال — شاہ کے ہاتھوں پہ سیکھا تو نے حال
پھر کہو اے باز عنقا گیر شاہ — تو سپاہ افگن ہے نے خود با سپاہ
ایک امت تو برابر سو ہزار — پھر تو کہہ یہ بندہ تیرا ہی شکار
قہر کی جا رحم کرتا کس لیے — اژدہا کو امن دیتا کس لیے

[1] پھر یہ الخ ۱۲ شعر پھر اس نو مسلم دل نے کہا از راہ مستی کے علی کرم اللہ وجہہ سے یعنی اس پہلوان کا دل پرتو علی سے مسلمان ہوگیا تھا مگر راز کشود باطن پوچھتا ہے کہ یا امیر المومنین تو فرما تا کہ جان جسم میں مثل جنین کے پھرے یعنی زندہ دلی مجھ کو حاصل ہو پس مولانا آگے مثال جنین میں زندہ دلی کو بیان فرماتے ہیں کہ جیسے سبع سیارہ مدتوں نوبت بہ نوبت خدمت جنین کی کرتے ہیں جبکہ وقت آئے جنین میں جان پڑے اور اس وقت آفتاب اسکی مدد کرے جبکہ جنین اثر سیاروں سے پورا بنتا ہے اختروں سے طرف خورشید کے آتا ہے یہ جنین خورشید سے جنبش کرتا ہے کہ تا خورشید سے جلدی جان دے سیاروں سے بجز نقش کے کیا ملتا ہے جب تلک خورشید اسپر نہیں چمکتا ہے یعنی نقش وجود جنین کا اثر سیاروں سے ترتیب پاتا ہے ورجان اثر خورشید سے پانچویں مہینے جنین میں آتی ہے اسی طرح پر نو مرشد سے تزکیہ نفس و تصفیہ دل ہوتا ہے اور پرتو سے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے تجلیہ روح ہوتا ہے پس جنین کون سی راہ سے تعلق پائے رحم مادر میں جلوۂ خورشید سے وہ راہ پوشیدہ کہ جس سے دور ہے وہ راہیں آفتاب چرخ رکھتا ہے راہ وہ کہ انگور اس سے غذا پاتا ہے راہ وہ کہ سنگ اس سے لعل بنتا ہے راہ وہ کہ سرخ کر دے لعل کو وہ چمک پورے لعل کو راہ وہ کہ پختہ میوہ کو کرے راہ وہ کہ احمقوں کو دل وہ دے یعنی آفتاب چرخ یہ راہیں پوشیدہ رکھتا ہے کہ حس مردم اسکو نہیں معلوم کر سکتی ہے پس آفتاب ذات کی راہیں کب کوئی معلوم کر سکتا ہے پس اے علی وہ راہ پنہاں آفتاب حق کی مجھ کو بتا کہ جس سے دل تن میں زندہ ہوتا ہے آگے رجوع بقصہ ہے فافہم ۱۲

[2] پھر کہو الخ ۱۲ شعر پھر فرما اے باز روشن پر و بال کہ حال تو نے شاہ کے ہاتھ پر کیسے سیکھا ہے پھر فرما اے باز عنقا گیر شاہ کے کہ تو سپاہ افگن ہے اور خود سپاہ نہیں رکھتا ہے تو ایک امت ہے برابر سو ہزار کے پھر فرما کہ یہ بندہ تیرا شکار قہر کی جگہ رحم کس لیے کرتا ہے اژدہے کو امن کس لیے دیتا ہے آگے جواب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہے فافہم ۱۲

جواب دادن علی رضی اللہ عنہ کہ سبب شمشیر افگندن از دست چہ بود در آں حال

جواب دینا امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کا کہ سبب تلوار کا ہاتھ سے پھینکنے کا یہ تھا

گفت من تیغ از پے حق میزنم / بندہ حقم نہ مامور تنم
شیر حقم نیستم شیر ہوا / فعل من بر دین من باشد گوا
من چو تیغم واں زنندہ آفتاب / ما رمیت اذ رمیت در حراب
رخت خود را من زرہ برداشتم / غیر حق را من عدم انگاشتم
من چو تیغم پر گہرہاے وصال / زندہ گردانم نہ کشتہ در قتال
سایہ ام من کدخدایم آفتاب / حاجبم من نیستم او را حجاب
خوں نپوشد گوہر تیغ مرا / باد از جا کے برد میغ مرا
کہ نیم کوہم ز صبر و حلم و داد / کوہ را کے در رباید تند باد
آنکہ از بادے رود از جا خسیست / زانکہ باد ناموافق خود بسیست
باد خشم و باد شہوت باد آز / برد او را کہ نبود اہل نیاز
باد کبر و باد عجب و باد خلم / برد او را کہ نبود از اہل علم
کوہم و ہستی من بنیاد اوست / ور شوم چوں کاہ بادم باد اوست
جز بباد او نجنبد میل من / نیست جز عشق احد سرخیل من

بولے[۱] بہر حق میں کرتا ہوں غزا / بندۂ حق ہوں نہ بندہ نفس کا
شیر حق ہوں میں نہیں شیر ہوا / فعل میرا میرے دین پر ہے گوا
فاعل اُسکا آفتاب اور تیغ میں / ما رمیت اذ رمیت جنگ میں
ہستی اپنی کو نہ اُس رہ میں رکھا / غیر حق کو میں عدم ہوں جانتا
تیغ سا ہوں وصل کا جوہر رکھوں / زندہ کرتا ہوں نہ کرتا قتل ہوں
میں ہوں سایہ کدخدا خورشید ہے / پردہ دار اُسکا ہوں کچھ دُ سکا نے
تیغ[۲] کا جوہر مرا خوں کب چھپائے / ابر میرا کب ہوا حرکت میں لائے
کہ نہیں کوہ ہوں میں صبر و حلم سے / کوہ کو آندھی نہیں لیجا سکے
جو کہ اُڑ جائے ہوا سے خس ہے وہ / کیونکہ باد ناموافق بس ہے جو
حرص و غصہ اور شہوت کی ہوا / لیگئی اُسکو نہ تھا جو با صفا
کبر و نخوت اور تکبر کی ہوا / لیگئی اُسکو کہ جو عالم نہ تھا
میں ہوں کوہ ہستی مری اُسکی بنا / گر ہوں کہ میری ہوا اُسکی ہوا
جز ہوا اُسکی نہ رغبت ہے مجھے / میرا رہبر جز نہ عشق اللہ کے

عہ۱ بولے الخ یہ شعر فرمایا کہ میں واسطے حق کے غزا کرتا ہوں خدا کا بندہ ہوں نفس کا بندہ نہیں ہوں میں شیر حق ہوں شیر ہوا نہیں ہوں میرا فعل میرے دین پر گواہ ہے فاعل اسکا آفتاب اور میں تیغ ہوں آیۂ کریمہ **ما رمیت اذ رمیت** جنگ میں یعنی میں نے نہیں مارا جس وقت کہ مارا میں نے اپنی ہستی کو اس راہ میں کہ نہ رکھا اور غیر حق کو عدم جانا یعنی سوا اللہ کو نیست و نابود جانا مثل تیغ ہوں اور وصل کا جوہر رکھتا ہوں زندہ کرتا ہوں اور قتل نہیں کرتا ہوں میں سایہ ہوں اور مالک خورشید ہیں اسکا پردہ دار ہوں پردہ نہیں ہوں باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲ عہ۲ تیغ کا جوہر الخ یہ شعر خون میرے جوہر تیغ کو کب چھپائے اور میرے ابر کو ہوا کب حرکت میں لاتی ہے یعنی جیسے خون سے جوہر تیغ پوشیدہ نہیں ہوتا ہے اسی طرح جوہر جان میرا خون تن سے نہیں چھپتا ہے اور ہوائے نفسانی ابر جان میری کو راہ راست سے کب گمراہ کرتی ہے کاہ نہیں کوہ ہوں صبر و حلم میں کوہ کو آندھی نہیں لیجا سکتی ہے جو ہوا سے اڑجائے وہ خس ہے کیونکہ ہوا ناموافق بہت سی ہے حرص و غصہ و شہوت کی ہوا اسکو اڑائے گئی کہ جو صفائی نہیں رکھتا تھا اور کبر و نخوت اور تکبر کی ہوا اسکو لے گئی جو کہ عالم نہ تھا میں کوہ ہوں اور میری ہستی اسکی بنا ہے اور اگر کاہ ہوں کہ ہوا لیجائے میری ہوا بھی اسکی ہوا ہے سوا ہوا کے مجھ کو رغبت نہیں ہے یعنی میں ذات حق میں فنا ہوں حرص و ہوا مجھ کو نہیں ہے باقی اسکا حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

خشم بر شاہان شہ و ما را غلام ‫/‬ خشم را من بستہ ام زیر لگام
خشم شاہوں پہ ہے یہ میرا غلام ‫/‬ میں نے باندھا خشم کو زیر لگام

تیغ حلمم گردن خشمم زدست ‫/‬ خشم حق بر من چو رحمت آمدست
مارا غصہ میری تیغ حلم نے ‫/‬ خشم حق جوں رحم آیا مجھ میں ہے

غرق نورم گرچہ شد سقفم خراب ‫/‬ روضہ گشتم گرچہ ہستم بوتراب
غرق نور اب ہوں میں گرچہ چھت خراب ‫/‬ میں ہوا گلشن ہوں گرچہ بوتراب

چون در آمد علتے اندر غزا ‫/‬ تیغ را دیدم نہان کردن سزا
علت آئی جب غزا کے درمیاں ‫/‬ چاہیے تلوار کو کرنا نہاں

تاکہ احب لله آید نام من ‫/‬ تاکہ ابغض لله آید کام من
تاکہ حب لله میرا نام ہو ‫/‬ تاکہ بغض لله میرا کام ہو

تاکہ اعطاء لله آید جود من ‫/‬ تاکہ امسک لله آید بود من
تاکہ اعطاء لله ہو میرا کرم ‫/‬ تاکہ امساک لله ہو میرا اندم

بخل من لله عطا لله و بس ‫/‬ جملہ لله ام نیم من آن کس
بخل لله عطا الله بس ‫/‬ میں ہوں سب لله نہ ہوں ملک کس

وانچہ لله میکنم تقلید نیست ‫/‬ نیست تخییل و گمان جز دید نیست
کرتا ہوں لله نہیں تقلید ہے ‫/‬ نے خیال و وہم بلکہ دید ہے

ز اجتہاد و از تحری رستہ ام ‫/‬ آستین بر دامن حق بستہ ام
اجتہاد اور تحری سے چھٹا ‫/‬ آستیں کو دامن حق پر رکھا

گر ہمی پرم ہمی بینم مطار ‫/‬ ور ہمی گردم ہمی بینم مدار
گو اڑوں تو دیکھ لوں اڑنے کی جا ‫/‬ گر میں دوڑوں دیکھ لوں رہنے کی جا

ور کشم بارے بدانم تا کجا ‫/‬ ماہم و خورشید پیشم پیشوا
گر اٹھاؤں بار جانوں اسکی جا ‫/‬ ماہ ہوں خورشید دیکھوں پیشوا

پیش ازین با خلق گفتن روی نیست ‫/‬ بحر را گنجاے اندر جوے نیست
اس سے کہنے کا سوا یارا نہیں ‫/‬ نہر میں گنجایش دریا نہیں

پست میگویم باندازہ عقول ‫/‬ عیب نبود این بود کار رسول
شمہ کہتا ہوں باندازہ عقول ‫/‬ یہ نہیں ہے عیب ہے کار رسول

از غرض حرم گواہی حر شنو ‫/‬ کہ گواہی بندگان نرزد دو جو
حر غرض سے ہوں گواہی حر سنو ‫/‬ کہ گواہی بندگاں قابل نہ ہو

در شریعت مر گواہی بندہ را ‫/‬ نیست قدرے وقت دعوے قضا
اور شریعت میں گواہی بندہ کا ‫/‬ نے درست ہے وقت دعوی قضا

گر ہزاران بندہ باشند ت گواہ ‫/‬ شرع نپذیرد گواہی شان بکاہ
سیکڑوں بندے گواہ تیرے ہوں گر ‫/‬ نے گواہی انکی شرع لے مگر

۱ه خشم شاہوں الخ ۔ شعر شاہوں پر خشم شاہ اور میرا غلام ہے میں نے خشم کو باندھا ہے زیر لگام میری تیغ حلم نے غصہ کو مارا ہے اور خشم حق مجھ میں مثل رحمت کے آیا ہے میں غرق نور رہوں اگرچہ چھت جسم میرے کی خراب ہے میں گلشن ہوا ہوں اگرچہ بوتراب ہوں جبکہ علت درمیان غزا کے آئے تلوار کو پوشیدہ کرنا چاہیے تاکہ احب لله یعنی دوستی واسطے الله کے میرا نام ہو تاکہ ابغض لله یعنی دشمنی واسطے الله کے میرا کام ہو تاکہ امسک لله یعنی بخل واسطے الله کے میرا وجود ہو بخل میرا واسطے الله کے اور بخشش واسطے الله کے ہیں میں سب ہوں واسطے الله کے اور ملک کسی کا نہیں ہوں میں واسطے الله کے سب کام کرتا ہوں تقلید نہیں ہے اور نہ خیال و وہم بلکہ دید ہے یعنی کام میں کرتا ہوں واسطے الله کے اور وہم خیال نہیں کرتا ہوں بلکہ دیکھ کر کرتا ہوں باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۱۲ ۲ه اجتہاد الخ ۔ شعر میں اجتہاد و تحری سے چھٹا اور آستین کو دامن حق پر رکھا یعنی دلمیں حق بدست ہے مگر اور اجتہاد و تحری سے کہ حالت غائب میں ہوتا ہے چھٹا اگر میں اڑوں تو اڑنے کی جا دیکھ لوں اگر میں دوڑوں رہنے کی جا دیکھ لوں اگر بار اٹھاؤں اسکی جا جانوں ماہ ہوں خورشید پیشوا دیکھوں اسکے سوا کہنے کی طاقت نہیں نہر میں دریا کی گنجایش نہیں ہے یہ تھوڑا سا کہتا ہوں عقل کے اندازہ سے یہ عیب نہیں ہے کہ رسول کا کام ہے یعنی مختصر بیان کرنا عیب میں داخل نہیں ہے کہ کام رسول کا ہے تا خلق الله منکر راہ راستی پر آئے باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۳ه حر غرض سے الخ ۔ شعر میں غرض سے حر ہوں گواہی حر کی سنو کہ گواہی بندوں کی قابل نہیں اور شریعت میں گواہی بندوں کی نہیں درست ہے وقت دعوے قضا کے یعنی شریعت میں گواہی غلام کی نسبت مولی کے درست نہیں الا حر یعنی آزاد غلام کی پس عارف غلام آزاد ہے کہ قید تعلقات سے بسبب قناعت کے آزاد ہوا ہے اس واسطے حضرت علی کرم الله وجہہ فرماتے ہیں کہ میں آزاد غرض سے ہوں میری گواہی سنو اگر سیکڑوں بندے تیرے گواہ ہوں اُن کی شریعت میں گواہی نہ لیں باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲ عه دوستی واسطے الله کے ۱۲ عه دشمنی واسطے الله کے ۱۲۔

بندۂ شہوت بتر نزدیک حق — از غلام و بندگان مسترق
کایں بیک لفظے شود آزاد و حر — وین زید شیریں و میرد سخت مر
بندۂ شہوت ندارد خود خلاص — جز بفضل ایزد و انعام خاص
در چہے افتادگان اغور نیست — واں گناہ او ست جبر و جور نیست
در چہے انداخت او خود را کہ من — درخور قعرش نمی بینم رسن
چوں گناہ او ست اے جان چہ کنم — لیک درا از قعر چہ بیروں کنم
بس کنم گر ایں سخن افزوں شود — خود جگر چہ بود کہ خارا خوں شود
ایں جگر ہا خوں شد از سختی ا — غفلت و مشغولی و بدبختی ست
خوں شود روزیکہ خونش سود نیست — خوں شو ایں وقتیکہ خوں مردود نیست
چوں گواہی بندگان مقبول نیست — عدل او باشد کہ بند غول نیست
گفت انا ارسلناک شاہد و نذیر — زانکہ شد ز کون او و حر ابن حر
چونکہ حرم خشم کے بندد مرا — نیست آنجا جز صفات حق مرا
اندر آ کازاد کردت لطف حق — زانکہ رحمت داشت بر خشمش سبق
اندر آ کنوں کہ رستی از خطر — سنگ بودی کیمیا کردت گہر
رستۂ از کفر و خارستان او — چوں گلے بشگفتہ در بستان ہو
تو منی و من تو با تو من خوشم — تو علی بودی علی را چوں کشم

بندۂ شہوت بتر پیش خدا[۱] — بندۂ مملوک سے اے باصفا
لفظ اک کہنے سے یہ آزاد ہو — بس جیے خوش وہ مرے سختی سے وہ
بندۂ شہوت ہووے خود خلاص — بس سوا فضل حق و انعام خاص
چاہ کے ڈوبنے کی نے ہے انتہا — وہ گنہ انکا ہی نے جور و جفا
چاہ میں خود کو گرائے وہ کہ جو — چاہ کے لائق رسن پائے نہ وہ
جو گنہ اسکا ہی ہے اے جاں کیا کروں — قعر چہ سے اسکو کیسے لا سکوں
بس کروں گر یہ سخن ہووے فزوں — دل تو کیا بس سنگ خارا ہووے خوں
یہ جگر یہ خون ہوا سختی سے ہے — غفلت و مشغول بدبختی سے ہے
خون ہے اس دن کہ نہ خوں سے سود ہے — خوں اب ہے کہ نہ خوں مردود ہے
جو گواہی بندگان مقبول نے — عدل وہ ہووے کہ بندہ غول نے
بولا[۲] ارسلناک[عه] شاہد و نذر — کہ ہوا دنیا میں وہ حر ابن حر
جو کہ میں حر ہوں نہیں غصہ مجھے — جز صفات حق نہیں اس جا مجھے
اندر آ کہ حق نے حر تجھکو کیا — کیونکہ رحمت ہے غضب پہ سبق ہوا
اندر آ کہ چھوٹا تو خطرات سے — سنگ تھا گوہر کیا اکسیر نے
کفر و خارستان سے اب تو چھوٹا — باغ ہو میں مثل گل کے تو کھلا
تو ہی میں ہے تو میں تجھ سے خوش ہوا — تو علی تھا کیوں علی کو مارتا

له بندۂ شہوت الخ۔ اشعر بندۂ شہوت کا بدتر ہے آگے خدا کے مملوک سے ایک لفظ کہنے سے بندہ مملوک آزاد ہوا اور بندۂ شہوت خوش جیے اور سختی سے مرے کیونکہ بندۂ شہوت آزاد نہ ہووے سوائے فضل حق و انعام خاص کے چاہ کے ڈوبنے کی انتہا نہیں کہ وہ گناہ انکا جور و جفا نہیں ہے چاہ میں خود کو وہ گرائے کہ جو چاہ کے لائق رسی نہ پائے یعنی حرص ہو لے دنیا میں وہ پڑتا ہے کہ دین اسکو نہیں ہے پس اس چاہ دنیا کی رسی ال دنیا ہے کہ حرص ہو اسے بچاتا ہے جو گناہ اسکے ہیں اے جان میں کیا کروں اور اسکو قعر چاہ سے کیسے لاؤں اگر یہ سخن فزوں ہووے تو بس کروں دل تو کیا بلکہ سنگ خارا خون ہووے یہ جگر یہ خون ہوا سختی سے و غفلت و مشغول بدبختی سے تو اس خون سے سود نہیں ہے اب خون ہو کہ خون مردود نہیں ہے یعنی روز حشر کے کوشش کرنے سے کیا فائدہ آج کوشش کر کہ یہ رد نہیں ہے جو گواہی بندوں کی مقبول نہیں ہے وہ عدل کرنیوالا ہے کہ بندہ گمراہ نہیں ہے یعنی جو بندہ گمراہ نہیں ہے وہ صاحب عدل ہے چنانچہ اسکی مثال آگے ہے فافہم ۱۲ له بولا الخ شعر حق نے فرمایا انا ارسلناک شاہدا و مبشرا و نذیرا یعنی بھیجا ہم نے تمکو اے محمد صلعم گواہ بشارت دینے والا اور ڈرانے والا کہ ہووے وہ دنیا میں حر ابن حر یعنی حق نے حضرت رسول مقبول صلعم کو گواہ فرماتا ہے پس اس گواہی سے حضور حر ابن حر ہیں کیونکہ از راہ حدیث آبا و اجداد حضور کا حر و طاہر ہونا ثابت ہے پس جو کہ طاہر ہے وہ تعلقات سے پاک ہے چونکہ بعضے آبا و اجداد حضور طاہر و پاک نہ تھے پس یہاں طہارت قلبی سے مراد ہے کہ از روئے قلب کے وہ سب طاہر تھے پس حضور کا حر ابن حر ہونا ثابت ہوا القول بحر العلوم جو کہ میں حر ہوں مجھے غصہ نہیں ہے تو اندر آ کہ حق نے تجھے حر کیا کیونکہ رحمت حق غضب پر غالب ہے یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس پہلوان سے فرماتے ہیں کہ اب تو عارف ہوا ظاہر سے طرف بطون کے اندر آ کہ تو چھوٹا خطرات سے سنگ تھا خدا نے تجھے گوہر کیا تو کفر و خارستان تھا تجھے گوہر کیا تو کفر و خارستان سے اب چھوٹا اور گلشن میں تو مثل گل کے کھلا تو میں اور میں تو ہوں میں تجھ سے خوش ہوا تو علی تھا میں علی کو کیوں مارتا یعنی میں اور تو ایک ہو گئے تھے اسواسطے میں نے تجھ کو نہیں مارا باقی بیان اسکا آگے ہے فافہم ۱۲ عه بھیجا ہم نے تجھکو اے محمد گواہ اور ڈرانیوالا ۱۲ ـ

معصیت کردے بہ از ہر طاعتے / آسماں پیمودہ در ساعتے
بس خجستہ معصیت کاں مرد کرد / نے ز خارے بر دمد اوراق ورد
نے عمر را قصد آزار رسول / میکشیدش تا بدرگاہ قبول
نے بسحر ساحراں فرعون شاں / میکشید و گشت دولت عون شاں
گر نبودے سحر شاں و آں جحود / کے کشیدے شاں بفرعون عنود
کے بدیدندے عصا و معجزات / معصیت طاعت شد اے قوم عصات
ناامیدی را خدا گردن زدست / چوں گنہ مانند طاعت آمدست
چوں مبدل میکند او سیئات / عین طاعت میکند رغم وشات
زیں شود مرجوم شیطان رجیم / وز حسد بشگافدش گردد دو نیم
او بکوشد تا گنا ہے آورد / زاں گنہ ما را بچاہے آورد
چوں ببیند کاں گنہ شد طاعتے / گردد او را نامبارک ساعتے
اندر آ من در گشادم مر ترا / تف زدی و تحفہ دادم مر ترا
مر جفاگر را چنینہا مید ہم / پیش پاے چپ چساں سر می نہم
پس وفاگر را چناں بخشم بداں / گنجہا و ملک ہاے جاوداں
جاودانہ بادشاہی بخششش / آنچہ اندر وہم ناید بد ہمش
من چناں مردم کہ بر خونی خویش / نوش لطف من نشد در قہر نیش

معصیت[1] بہتر کہے طاعت سے ہے / آسماں ساعت میں ناپا تو نے ہے
معصیت بہتر کری اُس مرد نے / نے اُگا ہے برگ گل کا خار سے
نے عمر نے قصد حضرت کا کیا / کہ وہ آخر کار مقبول ہو گیا
سحر کرنے لایا فرعون ساحراں / کہ ملی دولت و اُن کو عیاں
گر نہ کرتے سحر اور انکار وہ / کب بلاتا انکو فرعون شاد ہو
دیکھتے کب وہ عصا اعجاز کو / معصیت طاعت ہوئی اے عاصیو
ناامیدی کو ذبح حق نے کیا / جو گنہ مانند طاعت کے ہوا
جو بدلتا ہے گناہوں کو وہ حسنات / کرتا ہے طاعت وہ شیطان کے خلاف
اس سے ہے مرجوم شیطان رجیم / اور حسد سے اسکا دل ہووے دو نیم
کرتا کوشش ہے گنہ ہم سے کرائے / اور گنہ کی وجہ ہمکو چہ میں لائے
دیکھتا ہے جو گنہ طاعت ہوئے / نامبارک ہووے وہ ساعت اُسے
اندر آ کھولا ہے در تیرے لیے / تھوکے تو تحفہ دیا میں نے تجھے
میں جفاگر کو جو ایسا دیتا ہوں / دوستوں کے پاے کیا کچھ سر رکھوں
بس میں کیا بخشوں وفاگر کو تو جان / گنج از حد اور ملک جاوداں
جاودانہ بادشاہی وہ اُسے / جو نہ آئے وہم میں بخشوں اُسے
میں ہوں ایسا اپنے قاتل کیلیے / لطف کو بدلا نہیں کچھ قہر سے

[1] معصیت بہتر الخ ۲ اشعر طاعت سے تو نے ناپا ہے آسمان ایک ساعت میں مرد نے معصیت بہتر کی ہے نہیں اُگا ہے برگ گل خار سے یعنی اُگا ہے گل خار سے چنانچہ برائی سے بھلائی ہوتی ہے نہیں عمر رضی نے قصد آزار حضرت کا کیا کہ وہ آخر کو مقبول ہو گئے نہیں سحر کرانے ساحروں کو فرعون لایا کہ دولت و مدد انکو ملی اگر وہ سحر و انکار نہ کرتے کب انکو فرعون خوش ہوکر بلاتا وہ کب عصا اور معجزوں کو دیکھتے مگر معصیت اُنکی طاعت ہوئی اے عاصیو ناامیدی کو تمھاری حق نے ذبح کیا جو کہ گناہ مانند طاعت کے ہوا یعنی جب گناہ کو حق تعالیٰ مثل طاعت کے قبول کرتا ہے تو ناامیدی دور کرتا ہے جبکہ حق گناہوں کو بدلتا ہے تو طاعت کرتا ہے شیطان کے خلاف اس سے مرجوم ہوتا ہے شیطان رجیم اور حسد سے ہوتا ہے دل اُس کا دو نیم کوشش کرتا ہے کہ ہم سے گناہ کرائے اور باعث گناہ کے ہمکو چاہ میں ڈالے دیکھتا ہے کہ گناہ طاعت ہو گئے وہ ساعت اُسکو نامبارک ہوتی ہے یعنی شیطان اُسوقت پریشان ہوتا ہے کہ یہ گناہ کیوں میں نے اس سے کرائے کہ طاعت میں گئے واضح ہو کہ افعال سب حسنہ ہیں کیونکہ خالق افعال کا حق ہے اس سبب سے کہ انسان ظہور اسماے حق ہے اور اسماء سب حسنہ ہیں پس فعل بھی اُسکے حسنہ ہیں لیکن ذاتی و افعال روئی کہ مقتضے اسم ہادی کے ہیں و دیر افعال ضد اُنہی کے باقی ہیں اور افعال قبیحہ اُن پر صادق ہوتے ہیں جیسے ابر ماہتاب پر آتا ہے اور پرتو دھندلا اسدم ماہتاب کا پڑتا ہے جبکہ ہوا سے ابر بڑھتا ہے تو وہ پرتو روشن رہتا ہے اسی طرح افعال حسنہ بسبب نامشروع کے زیر پردہ افعال قبیحہ کے ہوتے ہیں جبکہ توبہ سے قباحت اُسکی دفع ہو جاتی ہے تو افعال حسنہ باقی رہتے ہیں پس یہ بدل سیئات کا حسنات سے ہے از بحر العلوم اندر آ کہ دروازہ تیرے واسطے کھولا ہے تو تھوکے اور میں تحفہ تجھکو دوں جبکہ میں جفاگر کو ایسا دیتا ہوں تو دوستوں کو کیا کچھ دونگا بس میں وفاگر کو کیا بخشوں تو جان گنج اور ملک جاوداں بادشاہی جاودانہ اسکو دوں اور جو نہ آئے وہم میں وہ اسکو بخشوں میں ایسا ہوں کہ اپنے قاتل کیلیے لطف کو بدلا نہیں قہر سے یعنی جبکہ دشمنوں کیواسطے میں ایسی مہربانی کرتا ہوں تو دوستوں کو کیا کچھ سود و بہبود پہنچاؤں گا کہ اپنے قاتل کیلیے لطف کو قہر سے نہ بدلا چنانچہ اس کا قصہ مثال میں مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۔

گفتن پیغمبر علیہ السلام بگوش رکابدار امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کہ ہر آئینہ کشتن امیر بدست تو خواہد بود

فرمانا پیغمبر علیہ السلام کا کان میں خادم امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے کہ ضرور قتل امیر کا تیرے ہاتھ سے ہوگا

گفت پیغمبر بگوش چاکرم — کو برد روزے زگردن ایں سرم
کرد آگہ آں رسول از وحی دوست — کہ ہلاکم عاقبت بردست اوست
او ہمی گوید بکش پیشین مرا — تا نیاید از من ایں منکر خطا
من ہمی گویم چو مرگ من ز تست — با قضا من چوں توانم حیلہ جست
او ہمی افتد بہ پیشم کاے کریم — مر مرا کن از برائے حق دو نیم
تا نیاید بر من ایں انجام بد — تا نسوزد جان من بر جان خود
من ہمی گویم برو جف القلم — زیں قلم بس سرنگوں گردد علم
ہیچ بغضے نیست در جانم ز تو — زانکہ ایں را من نمیدانم ز تو
آلت حقی تو فاعل دست حق — چون زنم بر آلت حق طعن و دق
گفت او پس ایں قصاص از بہر چیست — گفت ہم از حق و آں سر خفیست
گر کند بر فعل خود او اعتراض — ز اعتراض خود برویاند ریاض
اعتراض او را رسد بر فعل خود — زانکہ در قہرست و در لطف او احد
اندریں شہر حوادث میر اوست — در ممالک مالک تدبیر اوست

میرے[1] چاکر سے پیمبر نے کہا — کہ وہ کاٹے ایک دن یہ سر مرا
دی نبی نے وحی سے یہ آگہی — کہ ہلاک اسکے ہو ہاتھوں سے علی
وہ یہ کہتا پہلے تم مار دو مجھے — تا نہ ہو اب یہ خطا مجھسے کرے
میں کہوں جب موت میری تجھ سے ہی — پھر قضا سے حیلہ ڈھونڈھوں کس لیے
عاجزی[2] سے وہ کہے کہ اے کریم — واسطے حق کے تو کر مجھکو دو نیم
تا نہ یہ انجام بد آوے مجھے — تا نہ اپنی جان پے جان میری چلے
میں یہی کہتا ہوں جا جف القلم — اس قلم سے سرنگوں ہوتے علم
میری جان میں کچھ نہ تجھ سے بغض ہی — کہ نہ جانوں اسکو تیری سمت سے
تو ہی آلہ دست حق فاعل ترا — حق کے آلہ پر کروں طعنہ میں کیا
بولا[3] وہ یہ ہیں قصاص اب کس لیے — بولے حق سے ہیں اسمیں بھید ہے
اعتراض اپنے جو فعلوں پر کرے — اعتراضوں سے لگاتا باغ ہی
اعتراض اسکو ہی زیبا فعل پے — کیونکہ لطف و قہر میں وہ ایک ہے
اس حوادث شہر کا وہ میر ہی — ملک میں وہ مالک تدبیر ہے

[1] میرے چاکر الخ یہ شعر جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے چاکر سے کہا کہ وہ ایک روز میرا سر کاٹے گا اور نبی صلی اللہ علیہ سلم نے از راہ وحی کے یہ خبر دی کہ اسکے ہاتھوں سے علی ہلاک ہوگا وہ کہتا تھا کہ پہلے مجھ کو مار تو یہ خطا مجھ سے سرزد نہ ہو میں کہتا تھا کہ اگر موت میری تجھ سے ہی تو پھر میں قضا سے کیوں حیلہ کروں آگے قول چاکر کا ہے فافہم ۱۲ [2] عاجزی سے الخ یہ شعر وہ چاکر عاجزی سے کہتا تھا کہ اے کریم تم خدا کیواسطے مجھے دو نیم کر دو تا نہ یہ انجام بد مجھ سے سرزد ہوتا نہ میری جان اپنی جان پر جلے قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا میں بھی کہتا ہوں کہ تو جا جف القلم بما ھو کائن یعنی خشک ہوئی قلم جو کہ ہونا ہے آیندہ میں اور اس قلم سے سرنگوں علم ہوئے ہیں میری جان میں کچھ تجھ سے بغض نہیں ہے کہ اس کو تیری جانب سے نہیں جانتا ہوں تو آلہ ہے اور دست حق تیرا فاعل ہے حق کے آلہ پر میں طعنہ کیا کروں آگے قول چاکر کا ہے فافہم ۱۲ [3] بولا وہ الخ یہ شعر اس نے کہا کہ پھر یہ قصاص کس لیے ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ اس میں بھید اللہ کے ہیں اعتراض اپنے فعلوں پر کرے کہ اعتراضوں سے وہ باغ لگاتا ہے اعتراض اسکو زیبا ہے دل پر کیونکہ لطف اور قہر میں وہ ایک ہے اس شہر کا وہ امیر ہے ملک میں وہ مالک تدبیر ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

آلت خود را اگر او بشکند	آں شکستہ گشتہ را نیکو کند	اپنے آلہ کو اگر خود توڑ دے	اپنے ٹوٹے کو وہ خود ہی جوڑ دے
رمز ننسخ آیة او ننسہا	نات خیرا در عقب میداں نہا	رمز ننسخ آیة او ننسہا	نات بخیر ابدل اُسکے ہی کہا
ہر شریعت را کہ حق منسوخ کرد	او گیاہ برد و عوض آورد ورد	جس شرع کو نسخ حق نے کردیا	گھانس کاٹ اُسکے عوض گل رکھ دیا
شب کند منسوخ شغل روز را	ہیں جمادی داں خرد افروز را	شب کرے منسوخ شغل روز کو	تو جمادی جان عقل افروز کو
باز شب منسوخ شد از نور روز	تا جمادی سوخت زاں آتش فروز	رات جو منسوخ ہووے روز سے	تا جماد ہو سوخت نار افروز سے
گرچہ ظلمت آمد آں نوم و سبات	نے درون ظلمت ست آب حیات	گرچہ ظلمت رکھتی ہے وہ خواب رات	دیکھ تو ظلمت میں ہے آب حیات
نے دراں ظلمت خردہا تازہ شد	سکتہ سرمایۂ آوازہ شد	دیکھ ظلمت میں خرد تازہ ہوئی	کہ سکوت آیا ہے پونجی قال کی
کہ ز ضدہا ضدہا آید پدید	در سویدا روشنائی آفرید	کہ ضدوں سے ہوتا ہے ضد کا ظہور	اور سویدا میں ہوا پیدا ہے نور
جنگ پیغمبر مدار صلح شد	صلح این آخر زماں زاں جنگ بد	صلح کی باعث ہوئی جنگ نبیؐ	جنگ وہ آخر زماں کی صلح تھی
صد ہزاراں سر برید آں دلستاں	تا اماں یابد سر اہل جہاں	سیکڑوں کاٹے ہیں سر اُس شاہ نے	تا اماں اہل جہاں کے سر کو ہے
باغباں زاں می برد شاخ مضر	تا بیابد نخل قامتہا و بر	باغباں کاٹے ہیں شاخیں اسلیے	تا تنومند ہووے نخل اور پھل لگے
میکند از باغ دانا آں حشیش	تا نماید باغ و میوہ خرمیش	باغ سے کرتا صفائی گھانس کی	تا دکھائے باغ و میوہ خرمی
میکند دندان بد را آں طبیب	تا رہد از درد و بیماری حبیب	دانت دکھے کو اکھیڑے ہے طبیب	تا کہ چھوٹے درد دندان سے حبیب
پس زیادتہا درون نقصہاست	مر شہیداں را حیات اندر فناست	بہتری نقصان میں تو جان لے	کہ فنا میں زندگی شہدا کو ہے
چوں بریدہ گشت حلق رزق خوار	یرزقون فرحین شد خوشگوار	جو بریدہ ہووے حلق رزق خوار	یرزقون فرحین ہی خوشگوار
حلق حیوان چوں بریدہ شد بعدل	حلق انساں ست افزاید فضل	حلق حیواں کا کٹا جو عدل سے	حلق انساں کا بچا بس فضل سے
حلق انساں چوں ببرید شد ببیں	تا چہ زاید کن قیاس آں را بایں	کاٹا جائے حلق گر انسان کا	کیا نتیجہ ہو قیاس کر اب ذرا

ف۱ اپنے آلہ کو الخ ۲ شعر اگر اپنے آلہ کو توڑ دے تو اپنے ٹوٹے کو وہ خود ہی جوڑ دے اس نے رمز کہی ہے ترجمہ آیۃ منسوخ کرتا ہے آیۃ کو یا مٹاتا ہے پھر لاتا ہے بہتر اُس سے آگے مثال اُسکی مولانا بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ف۲ جس شرع کو الخ ۲ شعر حق نے جس شرع کو فسخ کر دیا ہے گھانس کاٹ کر اُسکے عوض گل رکھ دیا شب کو منسوخ کرے شغل روز کو جان تو عقل روشن کو جمادی رات جو منسوخ ہووے روز سے تا جماد جلے آتش روشن یعنی جب شب منسوخ کرتی ہے شغل دن کو تو عقل کے سبب جمادی ہوتی ہے اور جب دن شب کو منسوخ کرتا ہے حرارت روز اس رطوبت کو جلا دیتی ہے کہ وہ جماد ہو جاتی رہتی ہے اگرچہ خواب وحشت ظلمت رکھتی ہے تو ظلمت میں آب حیات ملا کر تو دیکھ کہ ظلمت میں خرد تازہ ہوتی ہے کیونکہ سکوت میں عقل زیادہ ہوتی ہے کہ ضدوں سے ضد کا ظہور ہوتا ہے اور سویدا میں نور پیدا ہوتا ہے یعنی سویدا کہ نقطہ سیاہ دل میں ہے اسمیں نور باطن یا آنکھ کے تل میں نور باطن پیدا ہوتا ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ف۳ صلح کی باعث الخ ۲ شعر صلح کے واسطے جنگ نبیؐ کی ہوئی وہ آخر زمانہ کی صلح تھی سیکڑوں سر اس شاہ نے کاٹے تا اہل جہان کے سر کو امن رہے مولانا مثال آگے بیان فرماتے ہیں باغباں شاخیں اسلیے کاٹتا ہے تاکہ تنومند درخت و پھل ہوویں باغ سے عقلمند صاف گھانس کو کرتا ہے تاکہ باغ و میوہ خرمی پائے اور طبیب دکھے دانت کو اکھیڑتا ہے تاکہ درد دنداں سے حبیب کو نجات ہو پس تو نقصان میں بہتری کو جان لے کہ فنا میں شہدا کو زندگی ہے جو کہ حلق رزق خوار ذبح ہوا ہے تو وہ رزق پاتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں چنانچہ باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ف۴ حلق حیوان کا الخ ۲ شعر جو کہ حلق حیوانوں کا کٹنا عدل سے تو حلق انسانوں کا بچا فضل سے اگر حلق انسان کا کاٹا جائے تو کیا نتیجہ ہو قیاس کر باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ع۵ منسوخ کرتا ہے آیۃ کو یا مٹاتا ہے ۱۲ ع۶ لاتا ہے بہتر اس سے ۱۲

حلق ثالث زاید و تیمار او — شربت حق باشد و انوار او
حلق ببریده خورد شربت ولے — حلق از لا رستہ مردہ در بلے
بس کن ای دوں ہمت کوتہ بیاں — تا کیت باشد حیات جاں بناں
زاں نداری میوہ مانند بید — کابرو بُردی پے ناں سپید
گر ندارد صبر زین ناں جان حس — کیمیا را گیر و زر گرداں تو مس
جامہ شوئی کرد خواہی اے فلاں — رو مگرداں از محلہ گازراں
گرچہ ناں بشکست مر روزہ ترا — در شکستہ بند پیچ و بر تر آ
چوں شکستہ بند آمد دست او — بس رفو باشد یقیں اشکست او
گر تو او را بشکنی گوید بیا — تو درستش کن نداری دست و پا
پس شکستن حق او باشد کہ او — مر شکستہ گشتہ را داند رفو
آنکہ داند دوخت او داند درید — ہر چہ او بفروخت نیکوتر خرید
خانہ را کند و چو جنت ساخت او — پست کرد و بر فلک افراخت او
خانۂ ویراں کند زیر و زبر — پس بیک ساعت کند معمورتر
گر یکے سر را ببرد از بدن — صد ہزاراں سر برآرد در زمن
گر نفرمودی قصاص او بجنایات — تا نہ گفتی فی القصاص آمد حیات
خود کرا زہرہ بدی تا او ز خود — بر اسیر حکم حق تیغے زند
زانکہ داند ہر کہ چشمش را کشود — کاں کشندہ سخرۂ تقدیر بود
ہر کرا آں حکم بر سر آمدی — بر سر فرزند خود تیغے زدی

پیدا[ف] حلق ہو تو میرا اس کے لیے — نور و شربت حق کا تیماری کرے
کھانا شربت ہی بُریدہ حلق پر — حلق بے نفی وہ مردہ ہی بشر
بس کر اے بے ہمت اس تقریر کو — زندگی روٹی سے کبتک تجھکو ہو
اسلیے بے پھل ہی تو جوں بید کے — آبرو کھوئی جو روٹی کے لیے
صبر ناں سے گر نہووے جان کو — کیمیا سے زر بنا اس مس کو تو
کپڑے دھلوانا جو چاہے او صفا — دھوبیوں کے تو محلے سے نہ جا
گرچہ توڑا ناں نے روزہ ترا — جوڑنیوالوں سے مل ای بُوالہوا
جوڑنیوالا جو ہاتھ اُن کا ہوا — بس یقیں جانو کہ اب ٹوٹا جڑا
توڑے تو اُسکو اگر کہوے کہ آ — تو درستی کا نہ رکھے دست و پا
توڑنا حق اسکا ہے کہ وہ سدا — جوڑ دیتا ہی جو ٹوٹے کو بھلا
سینا جو جانے وہ جانے پھاڑنا — وہ خریدے ہی جو جانے بیچنا
کھودا گھر اور مثل جنت کے کیا — پست کر کے آسماں پہ لے گیا
کرتا ہی برباد اور ویران گھر — پھر وہ اکدم میں کرے معمورتر
گر بدن سے ایک سر کو کاٹ لے — سیکڑوں سر اُسکے وہ پیدا کرے
گر قصاص عاصی کی وہ کرتا نہ بات — تا نہ کہتا فی القصاص آئی حیات
کسکو طاقت تھی کہ تا وہ آپ سے — حق کے قیدی کی ہی گردن مارے
جانتے ہیں وہ کہ صاحب دید ہیں — کہ ہی قاتل بپنجہ تقدیر میں
حکم جسکے سر پے وہ جاری رکھے — ذبح وہ فرزند اپنے کو کرے

ف پیدا حلق ہو الخ ۱۲ شعر تیسرا حلق پیدا ہو کہ اُسکے لیے حق کا نور اور شربت غمخواری کرے یعنی انسان کے حلق کٹنے سے حلق شہد کا پیدا ہو کہ شربت نور حق کو وہ کھائے پیے اور خوشیاں کریں شربت کھاتا ہی بریدہ حلق و لیکن جو حلق نفی نہیں وہ مردہ ہی یعنی جو قبل مرگ کے مرگیا وہ غذائے وحی پاتا ہی اور فنا نہیں ہوا ہی وہ مردہ ہی بس کر اے بے ہمت تو اس تقریر کو روٹی ہی سے زندگی تجھکو ہوگی اب اسلیے تو بے ثمر ہی مانند بید کے تونے جو آبرو دی کیواسطے کھوئی ہی اگر جان کو صبر روٹی سے نہ ہووے تو اس مس جود کو زر کیمیا سے بنا یعنی مرشد میں فنا ہو کر خود کو پاک و صاف کر کپڑے دھلوانا چاہتا ہے تو دھوبیوں کے محلے سے نہ جا یعنی پاک ہونا چاہتا ہے تو خدمت مرشد سے جدا نہ ہو کہ وہ اگر دھوبی ہیں اگرچہ ناں نے تیرا روزہ توڑا جوڑنے والوں سے مل اے بوالہوس جو اُنکا ہاتھ جوڑنیوالا ہوا تو یقین کر کہ ٹوٹا جڑا اگر تو توڑے اُسکو وہ کہوے کہ آ تو اُسکی درستی کی قدرت نہیں رکھتا توڑنا اُسکو لائق ہی کہ وہ سدا جوڑ دیتا ہی ٹوٹے کو یعنی تونے اگر ترک لذات دنیا کیا ہے تو جوڑنا تعلق حق سے نہیں جانتا ہے مرشد کے پاس جا کہ وہ تیرے دل کو محبت لذائذ دنیوی سے توڑے اور محبت الٰہی سے جوڑ دے توڑنا وہی ہی کہ جو ٹوٹے کو جوڑتا ہے سینا جو جانے وہ پھاڑنا جانتا ہے وہ خریدتا ہے جو بیچنا جانتا ہے یہ گھر کھودا اور مثل جنت کے کیا پست کر کے اوپر آسمان کے لے گیا گھر برباد اور ویران کرتا ہے اور پھر ایک دم میں آباد تر کرتا ہے یعنی خانہ تن کو مرشد برباد کر کے پھر محبت الٰہی سے آباد کرتا ہے اگر تن سے ایک سر کو کاٹے سیکڑوں سر اُسکو دیوے اگر قصاص عاصی کا وہ نہ فرماتا تو نہ کہتا قصاص میں آئی حیات ہے یعنی عاصی کو قصاص میں حیات ابدی ملتی ہے کس کو طاقت ہے کہ تا وہ آپ سے مجرم حق کو گردن مارے جو صاحب دید ہیں وہ جانتے ہیں کہ قابل پنجہ تقدیر جسکے سر پر حکم جاری کرے وہ شخص اپنے فرزند کو ذبح کرے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

تو بترس و طعنہ کم زن بر بدان | پیش دام حکم عجز خود بدان
پیش حکم حق بنہ گردن ز جان | تسخر و طعنہ مزن بر گمرہان
تا کہ آدم بر بلیس کو شقی ست | از حقارت و ز زیافت بنگریست

ڈر تو اور طعنہ بدوں پر مت کرے | حکم سے خود کو تو عاجز جان لے
حکم حق کے سامنے گردن رکھو | طعنہ گمراہوں کے اوپر مت کرو
جس طرح آدم نے اُس ابلیس کو | بس حقارت سے اُسنے دیکھا تھا جو

تعجب کردن آدم علیہ السلام از فعل ابلیس و عذر آوردن و توبہ کردن

تعجب کرنا آدم علیہ السلام کا فعل ابلیس سے اور توبہ اور عذر کرنا اُن کا

خویشتن بینی کرد آدم خود گزین | خندہ زد بر کار ابلیس لعین
بانگ بر زد غیرت حق کاے صفی | تو نمی دانی ز اسرار خفی
پوستین را باژگونہ گر کنم | کوہ را از بیخ و از بن بر کنم
پردہ صد آدم آں دم بر درم | صد ابلیس نو مسلماں آورم
گفت آدم توبہ کردم زین نظر | اینچنین گستاخ نندیشم دگر
یا رب این جرأت ز بندہ عفو کن | توبہ کردم می نگیرم زین سخن
یا غیاث المستغیثین اہدنا | لا افتخار بالعلوم والغنا
لا تزغ قلبا ہدیت بالکرم | واصرف السوء الذی خط القلم
بگذران از جان ما سوء القضا | وا مبر ما را ز اخوان الصفا
اے خدائے فضل تو حاجت روا | با تو یاد ہیچکس نبود روا
تلخ تر از فرقت تو ہیچ نیست | بے پناہت غیر پیچاپیچ نیست
رخت ما ہم رخت ما را راہزن | جسم ما مر جان ما را جامہ کن

از رہ خود بینی آدم دیکھ کے | بس ہنسے ابلیس کے افعال پے
غیرت حق نے کہا کہ اے صفی | تو نہیں جانتا ہے اسرار خفی
گر پلٹ دوں پوستیں کو میں ذرا | کوہ کو جڑ سے اُکھیڑوں برملا
پردے سو آدم کے اس دم پھاڑ دوں | اور سو ابلیس نو مسلم کر دوں
بولے آدم اس نظر سے توبہ کی | ایسی گستاخی نہ پھر ہووے کبھی
جرم اس بندے کا یا رب عفو کر | توبہ کرتا ہوں نہ ہو بار دگر
یا غیاث المستغیثین اہدنا | لا افتخار بالعلوم والغنا
لا تزغ قلبا ہدیت بالکرم | واصرف السوء الذی خط القلم
بد قضا کو جان سے میری چھڑا | اور نہ اخوان الصفا سے کر جدا
فضل سے حاجت روا اے خدا | ساتھ تیرے یاد غیر اب کب روا
تلخ زیادہ کچھ نہ فرقت سے تری | بے مدد تیری ہی بس آلودگی
مال میرے مال کا ہی راہزن | جسم میرا میری جان کا جامہ کن

۱۲ تو بترس الخ ہو شعر تو ڈر اور بدوں پر طعنہ نہ کر حکم حق سے آپ کو عاجز جان حکم حق کے روبرو گردن رکھو اور گمراہوں پر طعنہ نہ کرو جیسے آدم علیہ السلام نے ابلیس لعین کو حقارت سے دیکھا تھا یعنی نیک و بد حق کے اختیار میں ہیں تو کسی پر طعنہ نہ کرے کہ حکم حق کے سوا کوئی حرکت نہیں کر سکتا ہے جیسے آدم علیہ السلام نے ابلیس کو حقیر دیکھا اور حق سے جواب پایا چنانچہ ان کا حال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ف از رہ خود بینی الخ ۱۲ شعر خود بینی کو آدم علیہ السلام دیکھ کر ہنسے ابلیس کے افعال پر غیرت حق نے کہا کہ اے صفی اللہ تو نہیں جانتا ہے اسرار خفی کو اگر میں پلٹ دوں پوستیں کو تو کوہ کو جڑ سے اُکھیڑ دوں برملا یعنی اگر میں راز کھول دوں تو جہان درہم برہم ہو جائے سو پردے آدم کے پھاڑ دوں اور سو ابلیس نو مسلم کر دوں آدم علیہ السلام نے عرض کی کہ اس نظر سے میں نے توبہ کی ایسی گستاخی پھر نہ ہو گی اے رب جرم اس بندے کا عفو کر توبہ کرتا ہوں کہ پھر نہ کروں گا اے فریادیوں کے فریاد رس مجھ کو ہدایت کر نہیں ہے فخر مجھ کو اوپر علم کے اور غنا کے مت پھیر دل میرے کو کہ تو نے اپنے کرم سے ہدایت کی ہے اور دور کر بدی کو میری کہ قلم نے لکھی ہے قضائے بد کو میری جان سے چھڑا اور اخوان الصفا سے مت جدا کر اے خدا تیرا افضل ہے حاجت تیرے ساتھ غیر کی یاد کب روا ہے تیری فرقت سے تلخ زیادہ کچھ نہیں ہے اور بغیر تیری مدد کے آلودگی ہے مال میرے مال کا رہزن ہے جسم میرا میری جان کا جامہ کن باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲
عہ اے فریادیوں کے فریاد رس ہدایت کر مجھ کو ۱۲ عہ نہیں ہے فخر مجھ کو علم و غنا سے ۱۲ عہ مت پھیر میرے دل کو ہدایت کی تو نے اپنے کرم سے ۱۲ عہ اور دور کر بدی کو مجھ سے کہ جس کو تو نے لکھا ۱۱

دست ما چون پای ما را میخورد / بی امان تو کسی جان چون برد
ور برد جان زین خطرہای عظیم / بردہ باشد مایۂ ادبار و بیم
زانکہ چون جان نیست جان جان نبود / تا ابد با خویش کور ست و کبود
چون تو ندہی راہ جان خود بُردہ گیر / جان کہ بی تو زندہ باشد مردہ گیر
گر تو طعنہ می زنی بر بندگان / مر ترا آن میرسد ای کامران
ور تو ماہ و مہر را گوئی جفا / ور تو سرو قد را گوئی دوتا
ور تو چرخ و عرش را گوئی حقیر / ور تو کان و بحر را گوئی فقیر
آن بہ نسبت با کمال تو رواست / ملک و اقبال و غناہا مر تراست
کہ تو پاکی از خطر و ز نیستی / نیستان را موجد و مغنیستی
آنکہ رویانید داند سوختن / وانکہ بدرید داند دوختن
می بسوزد ہر خزان مر باغ را / باز رویاند گل صباغ را
کای بسوزیدہ برون آ تازہ شو / بار دیگر خوب و خوش آوازہ شو
چشم نرگس کور شد بازش بساخت / حلق نی ببرید و باز او را نواخت
ما چو مصنوعیم و صانع نیستیم / جز زبون و جز کہ قانع نیستیم
ما ہمہ نفسی و نفسی می زنیم / گر نخواہی ما ہمہ اہرمنیم
زان ز آہرمن رہیدستیم ما / کہ خریدی جان ما را از عمی
تو عصاکش ہر کرا کہ زندگیست / بی عصا و بی عصاکش کور چیست
غیر تو ہر چہ خوش ست و ناخوش ست / آدمی سوز ست و عین آتش ست

ہاتھ میرا کاٹے پاؤں کو مرے / کون جان بے امن لیجائے ترے
اس خطر سے گر کوئی لیجائے جاں / لیگیا ادبار کی پونجی تو جاں
کیونکہ جو جاں وصل جاناں نہ ہو / تا ابد نابینا رکھے آپ کو
جو نہ دے رہ جاں کو تو پژمردہ جاں / بے ترے جو جان ہو زندہ مردہ جاں
گر تو بندوں پر کرے طعنہ زنی / بس وہ زیبا ہے تجھے طعنہ زنی
مہر اور ماہ کو کہے گر تو چھپا / سرو کے قد کو کہے گر تو جھکا
گر تو چرخ و عرش کو کہوے حقیر / گر تو کان و بحر کو کہوے فقیر
وہ ترے نسبت کمالوں کے روا / ملک و اقبال و غنا ہیں سب ترا
پاک ہی تو نیستی اور خوف سے / نیستوں کا موجد و مغنی تو ہے
نشو دی جس نے جلا سکتا ہے وہ / جس نے پھاڑا جانتا سینا ہے وہ
بس جلائے ہر خزاں گلزار کو / اور اُگائے پھر گل گلنار کو
اے جلے باہر تو آ اور تازہ ہو / پھر مکرر خوب و خوش آوازہ ہو
نرگس اندھی ہوئی اسے بینا کیا / حلق نے کا پھاڑا پھر اچھا کیا
ہم ہیں مصنوع و صانع ہم نہیں / جز خرابی کے کہ قانع ہم نہیں
نفسی نفسی ہم پکاریں در کہیں / گر نہ چاہے تو تو ہم سب دیو ہیں
دیو سے چھوٹے ہیں ہم سب اسلیے / کہ خریدا جاں کو اندھے پن سے ہے
تو عصاکش اُسکا جو ہے با حیات / بے عصاکش کور دیدہ ہیہات
غیر تیرا گو بھلا ہو یا بُرا / آدمی سوز اور ہے شعلہ آگ کا

لہ ہاتھ میرا کاٹے الخ ۱۸ شعر میرا ہاتھ میرے پاؤں کو کاٹے بغیر امن تیری کے کون جان کو لیجائے یعنی ہاتھ میرا میرے پاؤں کو راہ سلوک کیطرف لیجانا چاہتا ہے لیکن مانع ہے بدوں بغیر تیرے امن کے میری جان کو کون لیجا تا ہے اگر اس خطر سے کوئی جان لیجائے تو وہ ادبار کی پونجی لیگیا ہے کیونکہ جو جان وصل جاناں نہو تا کہ وہ آپ کو نابینا رکھے یعنی جس جان کو دنیا میں وصال یار نہیں ہوتا وہ تا ابد نابینا ہے بموجب آیہ کریمہ من کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الاٰخرۃ اعمیٰ جو کوئی دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہے جو جان کو تو راہ نہ دے گئی ہوئی جان جو جان بے تیرے زندہ ہے مردہ ہے جان اگر تو بندوں پر طعنہ زنی کرے وہ تجھے زیبا ہے اگر تو مہر و ماہ کو پوشیدہ کہے اور سرو کے قد کو جھکا کہے اگر تو چرخ و عرش کو حقیر کہے اور کان و بحر کو فقیر کہے تیرے بہ نسبت کمالوں کے روا ہے اور ملک و اقبال و غنا سب تیرا ہے تو پاک ہے نیستی و خوف سے اور نیستوں کو تو پیدا کرنیوالا ہے جس نے اُگایا ہے وہ جلا سکتا ہے جس نے پھاڑا ہے وہ سینا جانتا ہے کہیں خزاں جلائے گلزار کو اور پھر اُگائے گل سرخ کو اور کہے کہ اے جلے تو باہر آ اور تازہ ہو اور پھر مکرر خوش آوازہ ہو نرگس اندھی ہوئی ہے اُسے پھر بینا کیا حلق نے کا پھاڑا اور پھر اچھا کیا یعنی تجھکو روا ہے کہ تو جو چاہے وہ کرے اور تیرے سوا کوئی نہیں کچھ کرسکتا ہے ہم مصنوع ہیں صانع نہیں ہیں اور بجز خرابی کے ہم قانع نہیں ہیں ہم نفسی نفسی کہیں گر تو نہ چاہے ہم سب دیو ہیں اور اسلیے ہم دیو سے چھوٹے ہیں کہ جان کو تو نے بسبب اندھے پن کے خریدا ہے یعنی اے رب تو ہمارا صانع ہے اور ہم مصنوع ہیں تیرا کرم اگر ہم پر نہ ہوتا تو ہم دیو گمراہ ہوتے جو کہ زندہ ہے تو اُسکا عصاکش ہے اور بغیر عصاکش کے اندھا بیکار ہے غیر تیرا گو بھلا ہو یا بُرا ہو مردم سوز و شعلۂ نار ہے باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۱۲ منہ

ہر کرا آتش پناہ و پشت شد کل شیٔ ما خلا اللہ باطل	ہم مجوسی گشت و ہم زرتشت شد ان فضل اللہ غیم ہاطل	آگ جسکی ہوگئی حامی ولا کل شیٔ ما خلا اللہ باطل	وہ مجوسی اور زرتشت ہوگیا ان فضل اللہ غیم ہاطل

بقیہ قصہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ و مسامحت و اغماض او باخونی رکابدار خویش

باقی قصہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کا اور چشم پوشی اور بے تشی رائی کرنا ساقاتل اور خادم اپنے

باز رو سوے علیؓ و خونیش	واں کرم باخونی دافزونیش	پھر تو قاتل اور علیؓ کی سمت جا	اور کرم کی سو جو قاتل پر کیا
گفت دشمن را ہمی بینم بچشم	روز و شب بر وے ندارم ہیچ خشم	بولے دشمن دیکھتا ہوں آنکھ سے	رات دن نے خشم آتا ہے مجھے
زانکہ مرگم ہمچو جاں خوش آمدست	مرگ من در بعث چنگ اندر زدست	کیونکہ یہ جان اجل خوش ہے مجھے	بعث سے میرے اجل ہمدست ہے
مرگ بے مرگے بود مارا حلال	برگ بے برگے بود مارا نوال	موت ہے بے موت کے مجکو روا	بے سر و سامان ہے سامان مرا
برگ بے برگے ترا چوں برگ شد	جان باقی یافتی و مرگ شد	تیری بے سامانی گر سامان بنے	جان باقی پائے چھوٹے موت سے
ظاہرش مرگ و بباطن زندگی	ظاہرش ابتر نہاں پایندگی	اسکو ظاہر موت و باطن زندگی	ظاہر ابتر اور نہاں پایندگی
از رحم زادن جنین را رفتن ست	در جہاں او را ز نو بشگفتن ست	جتنا بچہ کا رحم سے موت ہے	اس جہاں میں حکم پیدائش رکھے
آنکہ مردن پیش جانش تہلکہ ست	حکم لا تلقوا بگیرد او بدست	جس کی جان کو تہلکہ ہے موت سے	حکم لا تلقوا نہ وہ حاصل کرے
چوں مرا سوے اجل عشق و ہوا ست	نہی لا تلقوا بایدکم مرا ست	جو اجل سے خاص مجھ کو عشق ہے	نہی لا تلقوا بایدی ہے مجھے
زانکہ نہی از دانۂ شیریں بود	تلخ را خود نہی حاجت کے شود	کیونکہ نہی اک دانہ شیریں سے ہے	نہی کی کب تلخ خود حاجت مجھے
دانۂ کش تلخ باشد مغز و پوست	تلخی و مکروہیش خود نہی اوست	تلخ جو دانہ ہے مغز و پوست سے	تلخی و مکروہی اُس کی نہی ہے

لہ آگ جسکی الخ۔ اور جسکی نار حامی ہوگئی وہ مجوسی اور زرتشت ہوگیا یعنی دنیا ما سوائے اللہ ہے جسکے موافق ہوگئی وہ مجوسی اور زرتشت ہے بروایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ مجوسی اُمت کسی نبی اللہ کے ہیں مگر باغی آتش پرست ہوئے زرتشت نبی کا فر بیرون کا تھا از بحر العلوم توجہ ہر شئے سوائے حق کے باطل اور زائل ہے تحقیق فضل حق کا بہنے والا ہے پھر تو جا طرف قاتل اور علیؓ کے اور اُنکے جانب کرم کے جو قاتل پر کیا چنانچہ مولانا اُسکا حال آگے بیان فرماتے ہیں فانہم

ـہ بولے دشمن الخ۔ اشعر علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ میں دشمن کو دیکھتا ہوں اٹھ دن آنکھ سے اور مجھکو غصہ نہیں آتا ہے کیونکہ اجل مثل جان کے مجھ کو خوش ہے اور بعث سے میری اجل ہمدست ہے یعنی اس عالم میں پیدا ہونے سے میری اجل ملی ہے کیونکہ یہاں کی مردگی و ہاں کی پیدائش ہے بغیر موت کے مجھ کو مرنا روا ہے بے سر و سامانی میرا سامان ہے اگر خلائق کے بے سامانی اگر تیرا سامان بنے اے شخص تو جان باقی پائے اور مرگ سے چھٹے اُس شخص کو ظاہر موت اور باطن زندگی ہو اور ظاہر ابتری اور پوشیدہ مضبوطی ہو آگے مولانا مثال بیان فرماتے ہیں رحم سے بچے کو جتنا موت ہے مگر اُس جہان میں پیدا ہوتا ہے پس جسکی جان کو موت سے تہلکہ ہے حکم لا تلقوا یعنی مت ڈالو خود کو ہلاکت میں کب حاصل ہے جو کہ مجھ کو اجل سے عشق ہے نہی لا تلقوا بایدیکم مجھ کو آیا ہے یعنی حق تعالے نے یہ نہی بہ نسبت عاشقوں کے فرمائی کہ جان اُسکو ہلاک کرتی ہے کہ جسکی جان کو مرنے سے خوف ہے اُنکو یہ حکم نہیں ہے کیونکہ ممانعت خواہشمند کو ہوتی ہے نہ متنفر کو کیونکہ نہی ایک دانہ شیریں ہے کب تلخی نہی کی حاجت رکھتا ہے مثال بیان فرماتے ہیں کہ جو دانہ تلخ مغز و پوست سے تلخی اور مکروہی اُسکی خود نہی ہے یعنی حکم نہی حق شیریں ہے تلخ اُسکو کب چاہتا ہے کہ اُسکی تلخی خود نہی کرتی ہے اسطرح عاشق کو نہی مرغوب ہے نہ ... جسقدر منع کرتا ہے اُسکو سوزش ہوتی ہے اور غافلان تلخ کام کو حاجت نہی کی نہیں ہے کہ وہ خواہشمند نہیں ہیں پس ثابت ہوا کہ یہ نہی واسطے عاشقان حقیقی کے ہیں نہ غافلان دنیا کے چنانچہ عاشقوں کا حال آگے بیان فرماتے ہیں بقول علی کرم اللہ وجہہ فافہم ۱۲۔

عہ سوا اللہ کے باطل اور زائل ہے ۱۲ عہ تحقیق فضل اللہ کا ہرگز باطل نہیں ہے ۱۲ سے مشتاق ... ۱۲۔

دانہ مردن مرا شیریں شدست　　بل ہم احیاء پے من آمدست
اقتلونی یا ثقاتی لائما　　ان فی قتلی حیوٰتی دائما
ان فی موتی حیوٰتی یا فتی　　کم افارق موطنی حتی متی
فرقتی لولم تکن فی ذاالسکون　　لم یقل انا الیہ راجعون
راجع آن باشد کہ باز آید بشہر　　سوئے وحدت آید از تفریق دہر
ایں سخن پایاں ندارد چاکرم　　چوں شنید آں سر رسید گشت خم

موت[1] کا دانہ ہوا شیریں مجھے　　بل ہم احیاء ہی میرے واسطے
اقتلونی یا ثقاتی لائما　　ان فی قتلی حیوٰتی دائما
ان فی موتی حیوٰتی یا فتی　　کم افارق موطنی حتی متی
فرقتی لولم تکن فی ذاالسکون　　لم یقل انا الیہ راجعون
وہ ہے راجع کہ پھر آئے شہر کو　　تفرقہ سے جانب وحدت کے ہو
یہ سخن بیحد ہے خادم نے مرے　　سر جھکایا سنکے یہ سردار سے

افتادن رکابدار در پائے امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ کہ اے امیر مرا بکش و از ایں قضا برہاں

گرنا خادم کا پاؤں پر امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ کے کہ اے امیر مجھکو مار ڈالو اور اس بلا سے چھڑا

باز آمد کاے علی زود م بکش　　تا نہ بینم آں دم و وقت ترش
من حلالت میکنم خونم بریز　　تا نہ بیند چشم من آں رستخیز
گفت اگر ہر ذرہ ات خونی شود　　خنجر اندر کف بقصد تو بود
یک سر مو از تو نتواند برید　　چوں قلم بر تو چنیں خطے کشید
لیک بے غم شو شفیع تو منم　　خواجۂ روحم نہ مملوک تنم
پیش من ایں تن ندارد قیمتی　　بے تن خویشم فتی ابن الفتی
خنجر و شمشیر شد ریحان من　　مرگ تن شد بزم نرگسدان من
آنکہ او تن را بدینساں پے کند　　حرص میری و خلافت کے کند

آیا[2] پھر کہ اے علی مجکو تو مار　　تا نہ دیکھوں میں وہ وقت ناگوار
بخشتا ہوں خوں اپنا میں تجھے　　تا نہ مجکو وہ قیامت پھر دکھے
بولے[3] گر ہر ذرہ ہو قاتل ترا　　اور ہر اک ہو تیرا تشنہ خون کا
اک سر مو بھی نہ کاٹے وہ تجھے　　تیری نسبت جب قلم ایسا لکھے
پر رہو بے غم میں شافع تیرا ہوں　　مالک جاں ہوں نہ تابع تن کا ہوں
میرے آگے ہے بدن بیقدر و خوار　　بے بدن اپنے میں ہوں حر ابن حر
خنجر و شمشیر ہوئی ریحاں مجھے　　مرگ ہوئی ہے بزم نرگسداں مجھے
جو[4] کہ تن کو اس طرح ویراں کرے　　وہ خلافت کی ہوس کیونکر رکھے

[1] موت کا الخ ۶ شعر موت کا دانہ مجھکو شیریں ہوا اور میرے واسطے ہے بل ہم احیاء یعنی بلکہ وہ زندہ ہیں عاشق حقیقی کہ جنھوں نے خود کو راہ حق میں ہلاک کیا ہے وہ نزدیک حق کے زندہ ہیں ترجمہ قتل کرو مجھکو اے میرے یار صادق حالت ملامت میں تحقیق قتل میں میری ہمیشہ زندگی ہے کب تک مفارقت کروں وطن اپنے سے اگر نہ ہوتی مفارقت مجھ کو اس دنیا میں خدا نہ فرماتا ترجمہ آیۃ کہ تحقیق ہم تیری طرف رجوع کرنیوالے ہیں راجع وہ ہے کہ پھر اپنے شہر کو واپس آئے تفرقہ سے جانب وحدت کے یعنی یہ آیت بھی بہ نسبت عاشقوں کے ہے کہ رجوع کرو تم اپنی اصل کیطرف از راہ عشق کے بات یہ بیحد ہے اور خادم نے یہ بیحد سنکر سر جھکایا چنانچہ اس عجز کا حال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [2] آیا پھر الخ ۲ شعر خادم پھر آیا کہ اے علی تو مجھ کو مار تا وہ وقت نالائق میں نہ دیکھوں میں تم کو اپنا خون بخشتا ہوں تاکہ وہ قیامت مجھ کو نہ دکھائی دے یعنی فعل قتل تمھارا میرے ہاتھ سے سرزد نہ ہو اس نے تم مجھ کو اول قتل کر دو چنانچہ آگے جواب علی کرم اللہ وجہہ کا ہے فافہم ۱۲ [3] بولے گر الخ ۵ شعر حضرت علی رضؓ نے فرمایا کہ اگر ہر ایک ذرہ تیرا قاتل اور ہر ایک تیرا تشنۂ خون ہو بال برابر بھی تجھے نہ کاٹے جبکہ قلم حق تیری نسبت ایسا لکھے لیکن تو بے غم رہ میں تیرا شافع مالک جان ہوں اور تابع تن نہیں ہوں میرے آگے یہ بدن بیقدر ہے اور بغیر اپنے بدن کے حر ابن حر ہوں یعنی آزاد ہوں خنجر و شمشیر مجھ کو گل ریحان ہے اور مرگ بزم نرگسدان ہے یعنی جائے عیش آگے حقایق ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [4] جو کہ تن الخ ۱ شعر جو شخص اپنا تن اسطرح ویران کرے اسکو خلافت کی خواہش کیونکر ہوگی یعنی جواب معترضان خوارج کو مولانا دیتے ہیں گو خوارج کہتے ہیں کہ جنگ صفین حضرت علی رضؓ نے خلافت کی طمع سے کی ہے اسکو آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

تا ازاں بظاہر کوشند رجاہ و حکم | تا امیراں را نماید راہ و حکم
اسلیے کرتے بظاہر جاہ و حکم | تا امیروں کو سکھائیں راہ و حکم

تابیارایند ہر تن جامۂ | تا نویسد او بہر کس نامۂ
تا کہ خلعت کا وہ دینا سیکھ لیں | تا کہ ناموں کا وہ لکھنا سیکھ لیں

تا امیراں را دہد جانِ دگر | تا دہد نخل خلافت را ثمر
تا امیروں کو وہ اک جان اور دیں | تا خلافت کے شجر میں پھل لگیں

میریِ او بینی اندر آں جہاں | فکرت پنہانیت گردد عیاں
اس جہاں کی میری دیکھے انکی تو | فکر پنہاں تجکو ہو ظاہر نکو

ہیں گمان بد مبر اے ذو لباب | باخود آ واللہ اعلم بالصواب
یہ گماں مت کر تو اب بد اور خراب | ہوش کر واللہ اعلم بالصواب

بیان آنکہ فتح طلبیدن پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ و غیرہا جہت دوستی ملک دنیا نبود چونکہ فرمود الدنیا جیفۃ و طالبہا کلاب

بیان میں اسکے کہ فتح مکہ و غیرہ چاہنا پیغمبر علیہ السلام کا بسبب دوستی ملک دنیا کے نہ تھا کیونکہ فرمایا ہے الدنیا جیفۃ و طالبہا کلاب

جہد پیغمبر بفتح مکہ ہم | کے بود در حب دنیا متہم
فتح مکہ میں نبی نے جہد کیے[۲] | متہم کب حب دنیا سے ہوے

آنکہ او از مخزن ہفت آسماں | چشم دل بربست روز امتحاں
جسنے ساتوں آسماں کے گنج سے | چشم دل پھیری شب معراج سے

از پے نظارۂ او حور و جاں | پر شدہ آفاق ہر ہفت آسماں
دیکھنے کو جنکے حور و جان سے | پھر گئے میدان ساتوں چرخ کے

قدسیاں افتادہ بر خاک رہش | صد چو یوسف اوفتادہ در چہش
قدسی سر رکھتے تھے انکی راہ میں | مثل یوسف گرتے انکی چاہ میں

خویشتن آراستہ از بہر او | خود ورا پروائے غیر دوست کو
ہوتے خود آراستہ اُن کے لیے | انکو نے پروا سوائے یار کے

آنچناں پر گشتہ از اجلال حق | کاندرو ہم رہ نیابد آل حق
اسقدر ان میں بھرا اجلال حق | کہ نہ انہیں راہ پائے آل حق

لا یسع فینا نبی مرسل | والملک والروح ایضا فاعقلوا
لا یسع فینا نبی مرسل[عہ] | والملک والروح ایضا فاعقلوا

گفت ما زاغیم ہمچوں زاغ نے | مست صباغیم مست باغ نے
بولے مازاغ البصر ہوں زاغ نے | مست حق کا ہوں نہیں مست باغ نے

ف۱ اسلیے الخ ۵ شعر اور جاہ و حکم بظاہر اسلیے کرتے تھے تاکہ امیروں کو وہ راہ و حکم سکھائیں تاکہ وہ خلعت کا دینا سیکھ لیں اور ناموں کا لکھنا سیکھ لیں تاکہ امیروں کو وہ ایک جان اور دیں تاکہ درخت خلافت میں پھل لگیں اگر تو اے منکر اس جہاں کی امیری انکی دیکھے بڑا خیال پوشیدہ ظاہر ہو یہ گمان بد خراب انکی نسبت مت کر اور ہوش کر اللہ خوب جانتا ہے بھلائی کو یعنی اے منکر وہ بظاہر خلافت و حکومت دنیا کی کرتے تھے واسطے ہدایت خلق کے نہ واسطے زور وایذ نفسانی کے مثل دنیاداروں غافل کے چنانچہ اسکی مثال ہے قصہ فتح مکہ آگے مولانا بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ف۲ فتح مکہ الخ ۸ شعر جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ میں جو سعی کی حب دنیا سے وہ متہم کب ہوئے یعنی وہ سعی از راہ حب دنیا کے کب متہم تھی جسنے ساتوں آسمان کے خزانوں سے چشم دل کو شب معراج میں پھیر لیا جنکے دیکھنے کو حوروں اور ارواحوں سے میدان ساتوں آسمان کے بھر گئے اور قدسی انکی راہ میں سر رکھتے تھے اور مثل یوسف علیہ السلام کے چاہ میں گرتے تھے اور آراستہ انکے لیے خود ہوتے تھے مگر انکو بجز یار کے پروا نہ تھی اسقدر ان میں جلال حق بھرا تھا کہ آل حق نے انہیں راہ نہ پائی یعنی آل یہاں مراد اولیا سے ہے چنانچہ آگے شعر اسکی تفصیل کا ہے ترجمہ نہیں سماتا ہے درمیان ہمارے نبی مرسل اور فرشتہ اور روح کو ایسی ہی جان لو بموجب حدیث لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک ولا نبی مرسل یعنی کہ ساتھ اپنے رب کے ایک وقت ہے کہ نہیں سماتا ہے درمیان اسوقت کوئی فرشتہ مقرب اور کوئی پیغمبر مرسل جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں مازاغ البصر ہوں زاغ نہیں ہوں مست حق ہوں مست باغ نہیں ہوں یعنی نہیں خواہش کی بصر میری نے سوائے حق کی جانب پھر کس طرح دنیا مردار کی کب خواہش ہے کیونکہ زاغ کو مردار کی خواہش ہوتی ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ عہ تحقیق دنیا مردار ہے اور چاہنے والے اسکے کتے ہیں ۱۲

چونکہ مغز نہل افلاک و عقول ۔ چوں خسے آمد بہ چشم رسول
پس چہ باشد مکہ و شام و عراق ۔ کہ نماید او نبرد و اشتیاق
واں گماں بر دے ضمیر بد کند ۔ کو قیاس از جہل و حرص خود کند
زانگینہ زرد چوں سازی نقاب ۔ زرد بینی جملہ نور آفتاب
بشکن آں شیشہ کبود و زرد را ۔ تا شناسی گرد را و مرد را
گرد فارس گرد سر افراشتہ ۔ گرد را تو مرد حق پنداشتہ
گرد دید ابلیس و گفت ایں فرع طین ۔ چوں فزاید بر من آتش جبیں
تا تو می بینی عزیزاں را بشر ۔ دانکہ میراث بلیس ست آں نظر
گر نہ فرزند بلیسی اے عنید ۔ پس بتو میراث آں سگ چوں رسید
من نیم سگ شیر حقم حق پرست ۔ شیر حق آنست کز صورت برست
شیر دنیا جوید اشکارے و برگ ۔ شیر مولیٰ جوید آزادی و مرگ
چونکہ اندر مرگ بیند صد وجود ۔ ہمچو پروانہ بسوزاند وجود
شد ہوائے مرگ طوق صادقاں ۔ کہ جہوداں را بد آندم امتحاں
در نبی فرمود کاے قوم یہود ۔ صادقاں را مرگ باشد نفع و سود
ہمچنانکہ آرزوئے سود ہست ۔ آرزوئے مرگ بردن زاں بہ است
اے جہوداں بہر ناموس کساں ۔ بگذرانید ایں تمنا بر زباں
یک جہودی ایں قدر زہرہ نداشت ۔ چوں محمد ایں علم را بر فراشت

جوخزانے آسمان و عقل کے[1] ۔ مثل خس تھے نبی کے سامنے
پس ہی کیا مکہ و بس شام و عراق ۔ کہ وہ کرتے جنگ و رکھتے اشتیاق
وہ گماں جو تیرہ دل انپر رکھے ۔ وہ قیاس اپنی جہالت سے کرے
زرد عینک جو رکھے آنکھوں پہ تو ۔ زرد دیکھے شمس کے انوار کو
توڑ دے عینک کا شیشہ زرد تو ۔ تاکہ پہچانے تو گرد و مرد کو
گرد اک اسوار کی جو گرد اٹھی[2] ۔ گرد کو تو مرد حق جانے اخی
گرد دیکھ آدم کو شیطاں نے کہا ۔ کب مجھ ناری پہ یہ غالب ہوا
جو تو جانے ہے عزیزوں کو بشر ۔ جان لے ہے میراث شیطاں وہ نظر
گر نہیں تو بچہ ابلیس ہے ۔ پہونچی کیوں میراث کتے کی تجھے
سگ نہیں ہوں میں خدا کا شیر مست ۔ شیر وہ ہے جو نہ ہو صورت پرست
شیر دنیا ڈھونڈھتا ہے صید و برگ ۔ شیر حق ڈھونڈھے ہے آزادی و مرگ
دیکھے اندر مرگ کے جو سو وجود ۔ مثل پروانہ جلائے وہ وجود
ہوئی ہوائے مرگ طوق صادقاں[3] ۔ کہ جہودوں کا تھا اس دن امتحاں
حق نے فرمایا کہ اے قوم یہود ۔ صادقوں کو موت میں ہے نفع و سود
جسطرح سے سود کی ہے آرزو ۔ موت کی بہتر ہے اس سے آرزو
اے جہودو شرم انساں کے لیے ۔ چھوڑ دی تم نے تمنا جو کہ ہے
اک جہودی کو بھی نے طاقت رہی ۔ مصطفےٰ نے جبکہ آیۃ پڑھی

[1] جوخزانے الخ ۵ شعر جو خزانے آسمان اور عقل کے نبی کے روبرو مثل خس و خاشاک کے تھے پس مکہ و شام و عراق کیا چیز ہے کہ وہ جنگ کرتے اور اشتیاق رکھتے وہ تیرہ دل اُن پر جو گمان کرتا ہے وہ اپنی جہالت پر قیاس کرتا ہے یعنی اپنی خواہشات کے بموجب قیاس اُن پر کرتا ہے آگے مولانا اس قیاس کے متعلق بیان فرماتے ہیں جو تو آنکھوں پر زرد عینک رکھے تو نور شمس کو زرد دیکھے زرد شیشہ عینک کا توڑ دے کہ تا پہچانے تو گرد کو اور مرد کو یعنی شیشہ تعینات کا توڑ دے تاکہ تجھ کو حق ظاہر ہو یعنی تو گرد او رمرد کو پہچانے از بحر العلوم چنانچہ اس کی مثال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [2] گرد اک الخ، شعر جو گرد ایک سوار کے گرد اٹھی تو گرد کو تو مرد حق جانے گرد دیکھ کر آدم علیہ السلام کو شیطان نے کہا مجھ ناری پر یہ کب غالب ہوا جو تو عزیزان حق کو بشر جانتا ہے تو جان لے کہ وہ نظر میراث شیطان کی ہے اگر تو بچہ ابلیس نہیں ہے تو کیوں میراث کتے کی تجھ کو پہونچی آگے مقولہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہے میں خدا کا شیر مست ہوں سگ نہیں شیر وہ ہے جو صورت پرست نہیں ہے شیر دنیا کا ڈھونڈھتا ہے صید و برگ اور شیر حق کا آزادی و مردگی اگر مرگ میں دیکھے سو وجود مثل پروانہ جلائے وہ اپنے وجود کو مولانا آگے مثال اس کی بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [3] ہوئی ہوائے مرگ الخ ۵ شعر ہوائے مرگ طوق ہوئی صادقوں کو کہ جہودوں کو اس دن امتحان تھا حق نے فرمایا کہ اے قوم یہودی صادقوں کو مرگ سے سود و نفع ہے یعنی اشارہ طرف اس آیہ کے ہے فتمنوا الموت ان کنتم صادقین الخ یعنی اے یہود بس تمنا کرو تم موت کی اگر تم سچے ہو جس طور سے سود کی آرزو ہے اس سے بڑھ کر موت کی آرزو ہے اے جہودو تم نے بسبب شرم انسانوں کے وہ تمنا چھوڑ دی کہ جو رکھتے تھے ایک یہودی بھی طاقت نہیں رکھتا جبکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیہ کو پڑھا آگے جواب یہودیوں کا ہے فافہم ۱۲

گفت اگر رانند این ابزباں ۔ یک جہودی خود نماند در جہاں
پس یہوداں مال بردند و خراج ۔ کہ مکن ما را تو رسوا اے سراج
جزیہ پذرفتند و میشوند شاد ۔ ہمچناں واللہ اعلم بالرشاد
این سخن را نیست پایانی پدید ۔ دست با من دہ چو چشمت دوست دید
اندر آ در گلستاں از مزبلہ ۔ چونکہ در ظلمت بدیدی مشعلہ
بے توقف وا ترد در نہ قدم ۔ زیں چہ بے بن سوئے باغ ارم
ہم نبردش گفت از بہر خدا ۔ شرح کن این او بینم یرم بلا

بولے گر اسکو زباں سے ہم کہیں ۔ نے یہودی اندر عالم کے رہیں
پس یہودوں نے دیا مال و خراج ۔ کہ نہ کر رسوا تو ہم کو اے سراج
دینا جزیہ کر لیا ہو لا جواب ۔ ویسی ہی واللہ اعلم بالصواب
انتہا رکھتی نہیں یہ بات تو ۔ ہاتھ دے مجکو جو دیکھا یار کو
اے نجاست سے گلستاں میں تو آ ۔ جو کہ شعلہ تجکو ظلمت میں دکھا
بے تامل رکھ تو اب جلدی قدم ۔ قعر اس چہ سے سوئے باغ ارم
پہلوان بولا خدا کے واسطے ۔ شرح کر سو نیوں الجھی خود کو تجھے

گفتن امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ با قرین خود کہ سبب ناکشتن تو این بود و مسلمان شدن او بدست حضرت

فرمانا امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کا پہلوان سے کہ تجھے نہ مارنے کا سبب یہ تھا اور مسلمان ہونا اسکا اُن کے ہاتھ پہ

گفت امیر المومنین با آں جواں ۔ کہ بہنگام نبرد اے پہلواں
چوں خیو انداختی بر روے من ۔ نفس جنبید و تبہ شد خوے من
نیم بہر حق شد و نیمے ہوا ۔ شرکت اندر کار حق نبود روا
تو نگاریدہ کف مولیستی ۔ آن حقے کردہ من نیستی
نقش حق را تو بامر حق شکن ۔ بر زجاجہ دوست سنگ دوست زن

پس کیا حضرت علیؓ نے یہ بیاں ۔ کہ بوقت جنگ تو نے پہلواں
جو کہ میرے منھ پہ تھوکا تو نے تھا ۔ نفس کو میرے غضب پیدا ہوا
نصف للہ اور ہوا نصف ہوا ۔ کار حق میں کب ہوئی شرکت روا
تو خدا کے ہاتھ کا پتلا بنا ۔ ملک حق ہے اور نہیں میرا بنا
نقش حق کو حکم حق سے توڑ تو ۔ مار سنگ یار پر شیشہ یار کو

۵۱ بولے الخ شعر جہودوں نے کہا کہ اگر ہم اسکو زبان سے کہیں تو ایک یہودی عالم میں نہیں رہے پس یہودیوں نے مال و خراج دیا کہ ہم کو رسوا نہ کر اے شمع خدا جزیہ دینا قبول کیا لاجواب ہو کر ایسی ہی واللہ اعلم بالصواب یعنی جو کہ جہودوں نے اپنے چھپانے کے لیے حضرت کی خدمت میں اخلاص ظاہر کیا تھا اس آیہ کے سنتے ہی عاجز ہوئے اور موت اختیار نہ کی اور موت اختیار کرنا علامت محبت الٰہی ہے یہ بات انتہا نہیں رکھتی ہے تو ہاتھ مجھ کو دے اگر یار کو دیکھنا ہے یعنی بیعت کر اس نجاست سے گلستان میں تو آ جو کہ شعلہ تجھ کو ظلمت میں دکھائی دیا ہے یعنی تجلی تجھ کو ظلمت دنیا میں اگر ہوئی ہے بے تامل تو جلد قدم رکھ قعر چاہ سے طرف جنت کے پہلوان نے عرض کی کہ خدا کے واسطے تم شرح کرو میں الجھی اپنے دل میں سوچتا ہوں چنانچہ آگے مولانا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بیان ارشاد فرماتے ہیں اما
۵۲ پس کیا الخ شعر پس حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بیان فرمایا کہ وقت جنگ تو نے اے پہلوان جو میرے منھ پر تھوکا تو میرے نفس کو غضب پیدا ہوا نصف اللہ اور نصف ہوا ہوا پس حق تعالیٰ کے کام میں کب شرکت روا ہوئی تو پتلا خدا کے ہاتھ کا بنا ہے ملک حق ہے میرا نہیں نقش حق کو حکم حق سے تو توڑ اور سنگ یار شیشہ یار کو یعنی یہ جہان ملک خدا ہے پس خدا کے حکم سے اس جگہ کام کرنا چاہیے اپنی خواہش سے کام کیا تو گویا عدول حکمی کی وہ مجرم اور گنہگار رہے اسواسطے دوستان حق جو کام کرتے ہیں خدا کے حکم سے کرتے ہیں اور درجات پاتے ہیں باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲

گبر این بشنید و نورے شد پدید	در دل او تا کہ زناری برید	گھلکے پیدا نور کافر کے ہوا	دلمیں جو زنار اسکے تھا کٹا
گفت من تخم جفا می کاشتم	من ترا نوعے دگر پنداشتم	بولا میں بوتا تھا بس تخم جفا	اور ہی کچھ میں تجھیں تھا جانتا
تو ترازوے احد خو بودۂ	بل زبانہ ہر ترازو بودۂ	تو ترازوے احد کی خو رکھے	ہر ترازو کا تو بل شاہین ہے
تو تبار و اصل خویشم بودۂ	تو فروغ شمع کیشم بودۂ	میرا اصل خاندان ہے تو ولی	شمع مذہب کی تو میری روشنی
من غلام آن چراغ شمع خو	کہ چراغت روشنی پذرفت زو	اس چراغ شمع خو کا ہوں غلام	کہ ترا روشن چراغ اس سے مدام
من غلام موج آن دریاے نور	کہ چنیں گوہر برآرد در ظہور	میں غلام اس موج دریا نور کا	جس نے ظاہر ایسے گوہر کو کیا
عرضہ کن بر من شہادت را کہ من	مر ترا دیدم سر افراز زمن	مجکو تو کلمہ شہادت کا بتا	کہ تجھے دیکھا ہے میں نے باوفا
قرب پنجہ کس ز قوم و خویش او	عارفانہ سوے دیں کردند رو	قوم کے اسکے پچاس انسان نے	عارفانہ پائی دولت دین سے
او بہ تیغ حلم چندیں خلق را	وا خرید از تیغ چندیں حلق را	اس نے تیغ حلم سے بس خلق کو	تھا بچایا تیغ سے بس حلق کو
تیغ حلم از تیغ آہن تیز تر	بل ز صد لشکر ظفر انگیز تر	تیغ حلم اس تیغ آہن سے ہے تیز	بلکہ سو لشکر سے زیادہ فتح خیز

خاتمہ قول دفتر اول مثنوی

خاتمہ قول دفتر اول مثنوی

اے دریغا لقمۂ دو خوردہ شد	جوشش فکرت ازاں افسردہ شد	حیف میں نے کھائیں کیوں دو غذا	فکر کا جوش اس سے پژمردہ ہوا
گندمے خورشید آدم را کسوف	چوں ذنب شعشاع بدرے را خسوف	ایک گندم شمس آدم کے گہن	بدر پر جیسے ذنب ہووے گہن
اینت لطف دل کہ از یک مشت گل	ماہ او چوں میشود پرویں گسل	لطف دل تیرا کہ مٹھی خاک سے	ماہ اس کا کسلیے بے نور ہے

ف ۱ سنکے پیدا الخ۔ اشعر یہ بات سن کے کافر کے دل میں نور پیدا ہوا اور جو زنار کہ دلمیں تھا کٹا بس کہا یہ بوتا تھا تخم جفا کا اور تجھیں کچھ اور ہی جانتا تھا تو ترازوے احد کے خو کی بلکہ ہر ترازو کا شاہین ہے تو میرا اصل خاندان اور ولی ہے شمع مذہب کی تو روشنی ہے میں غلام اس چراغ کا ہوں کہ جو شمع خو ہے کہ جس سے تیرا چراغ روشن ہے اس سے مدام یعنی چراغ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم و شمع ذات حق سے مراد ہے میں غلام اس موج دریاے نور کا ہوں جسنے ایسے گوہر کو ظاہر کیا یعنی دریاے نور ذات حق اور موج رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور گوہر علی کرم اللہ وجہہ ہیں پس مجھ کو تم کلمہ شہادت تلقین کرو کہ تجھیں جس نے باوفا دیکھا اس کی قوم کے پچاس آدمیوں نے مثل عارفوں کے دولت دین پائی اس نے تیغ حلم سے بہت سی خلق کو بچایا یعنی تیغ سے خلق کو تیغ حلم کی تیغ آہن سے تیز ہے بلکہ سو لشکر سے زیادہ فتح خیز ہے جسکی وجہ سے اس پہلوان کو مع پچاس کس اسکی قوم کے کفر سے پاک کر کے دار الملک اسلام میں لائے اور اگر اس کے تھوکنے سے ہلاک کرتے تو فقط وہ ایک کس مارا جاتا اس سبب سے تیغ حلم بہتر ہے تیغ آہن سے پس نبی اللہ و ولی اللہ نے حلم کو اختیار کیا ہے آگے باعث ختم دفتر اول کا بیان ہے فافہم ۱۲ ف ۲ حیف الخ جوشش افسوس کہ میں نے یہ دو غذائیں کھائیں کہ فکر کا جوش اس سے پژمردہ ہو گیا یعنی غذا اشغال دنیا و غذا معنی کو جو باہم کھایا اس واسطے جوش فکر کم ہو گیا کیونکہ دو غذا کھانے سے ہضم کامل نہیں ہوتا ہے اسواسطے حضرت رسول مقبول صلعم نے ہمیشہ ایک غذا کھائی یعنی کام کرنا چاہیے چنانچہ اسکی مثال مولانا آگے ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک گندم شمس آدم پر گہن لایا ہے جیسے ذنب بدر پر گہن لاتا ہے یعنی ستارہ ذنب اس نقطہ کو کہتے ہیں کہ دونوں دائرہ فلک تقاطع کرنے سے پیدا ہوا ہے اور مہر و ماہ جب وہاں آتے ہیں گہن ہو جاتا ہے اسی طرح غذا اے اشغال جسمانی مانع راہ سلوک معنی کی ہو جاتی ہے خود اعتراض کرتے ہیں کہ تیرا عجب لطف دل ہے کہ ایک مٹھی خاک سے ماہ دل کا کس لیے بے نور ہے آگے جواب اس کا ہے فافہم ۱۲

نان چو معنی بود خوردش سود بود	چونکہ صورت گشت انگیزد جحود	روٹی جو معنی تھی کھانا نفع تھا	جو بنی صورت تو یہ جھگڑا اُٹھا
ہمچو خار سبز کاشتر می خورد	زاں خورش صد نفع لذت می برد	جیسے کانٹے سبز کھاتا اونٹ ہے	اُس خورش سے ہوتی لذت ہے اُسے
چونکہ آں سبزیش رفت و خشک گشت	چوں ہماں را میخورد اشتر بدشت	خشک وہ جب ہو نہیں سبزی رہے	پھر جو کھائے اونٹ جنگل میں اُسے
می دراند کام و لنجش اے دریغ	کانچناں ورد مربی گشت تیغ	پھاڑے اُسکے تالو و جبڑے کو وہ	جیسے گل و قندل کر تیغ ہو
نان چو معنی بود بود آں خار سبز	چونکہ صورت شد کنوں خشک است و گز	روٹی جو معنی تھی وہ تھی سبز خار	جو بنی صورت ہے خشک اے خار دار
تو بداں عادت کہ او را پیش ازیں	خوردہ بودی اے وجود نازنیں	تو نے عادت پر کہ کھایا تھا اُسے	اُس سے پہلے اے وجود نیک پے
بر ہماں بو میخوری ایں خشک را	بعد ازاں کامیخت معنی با ثری	کھایا اُس اُمید پر اُس خشک کو	بعد اُسکے کہ ملا مٹی سے وہ
گشت خاک آلود و خشک و گوشت کن	زاں گیاہ اکنوں بپرہیز اے شتر	خشک و خاک آلودگی جبکہ رکھے	اے شتر پرہیز کر اُس گھانس سے
سخت خاک آلود می آید سخن	آب تیرہ شد سر چہ بند کن	سخت خاک آلودہ آتا ہے کلام	پانی گندا ہے کر چہ کو تمام
تا خدایش باز صاف و خوش کند	آنکہ تیرہ کرد ہم صافش کند	اُسکو پھر صاف و خوش کردے خدا	جس نے گندا کر دیا کر دے صفا
صبر آرد آرزو را نے شتاب	صبر کن واللہ اعلم بالصواب	صبر سے امید پائے نے شتاب	صبر کر واللہ اعلم بالصواب

تتمہ مترجم

اب قلم کو روک تو اے یوسفی	محویت کو پہونچا عشق معنوی	راہبر تیرے نے اب وقفہ کیا	روک گھوڑے کی تو باگ اپنی ذرا
تاکہ تیری بھی کسل اب دور ہو	دفتر دوم میں تا پرزور ہو	کب زباں نہ دیتا فرصت ہی سدا	بس غنیمت جان و مانگ اُسکی دعا
تا تجھے توفیق ایسی دے خدا	کہ تمام آخر ہو دفتر دوسرا	ختم کر اُسکو تو با نام رسول	تاکہ خاص و عام کے ہووے قبول

۱۵ روٹی جو الخ ۱۱ شعر روٹی جبکہ معنی تھی اُس کے کھانے سے نفع ہوتا تھا جبکہ صورت بنی تو یہ جھگڑا اُٹھا آگے مثال اسکی ہے جیسے اونٹ خار سبز کھاتا ہے اور اس خورش سے خوش ہوتا ہے جبکہ وہ خار خشک ہوا اور سبزی نہ رہی اور پھر اونٹ نے جنگل میں کھائے اُس کے تالو اور جبڑے کو پھاڑے جیسے گل وقندل کر تیغ ہو جاتا ہے اسی طرح روٹی جب معنی تھی خار سبز تھی جبکہ صورت بنا ایک خار خشک ہوئی تو نے اس عادت پر کہ اس کو کھایا تھا اس سے پہلے اب اُس امید پر جو اس خشک کو کھایا اس کے بعد کہ وہ مٹی سے ملا یعنی نقصان پذیر ہوا جبکہ خشکی و خاک آلودگی رکھے اے شتر پرہیز کر اُس گھانس سے سخت اور خاک آلودہ اب کلام نکلتا ہے پانی گندا ہے چاہ کو بند کر کہ اُس کو خدا پھر صاف و خوش کر دے جس نے گندا کر دیا ہے وہ صاف کرے گا صبر سے تو امید پائی ہے نہ شتابی سے پس صبر کر واللہ جانتا ہے اس کی خوبی یعنی اشغال جسمانی سے جو غذا کہ معنی تھی صورت پذیر ہوئی اور آب طبع گندا ہو گیا چندے رُکنا چاہیے یعنی زیادہ راز بیان کرنے سے طبع مکدر ہو گئی بند کرنا چاہیے کہ رُکنے سے پھر صفا پذیر ہو بس دفتر اول تمام ہوا واللہ اعلم بالصواب ۱۲